تصوف کا انسائیکلوپیڈیا، تاریخ و تعارف تصوف، حقیقت تصوف، تصوف اور اسلام، نقوش و آثار تصوف
سلامی تصوف، کاروان تصوف، مسائل تصوف، تصوف کا قطب نما، تصوف کے حقائق، حسنِ تصوف

تصوف کی سب سے قدیم ترین اور بنیادی کتاب کا ترجمہ

رسالہ قشیریہ

مصنف
الحضرۃ الشیخ العلامہ عبد الکریم ہوازن قشیری استوائی نیشاپوری

مترجم
علامہ مفتی محمد وسیم اکرم القادری (ایم اے۔ ایم فل)
(شعبہ اسلامیات) سپیریئر گروپ آف کالجز سمبڑیال

تصوف کا انسائیکلوپیڈیا...... تاریخ و تعارف تصوف...... حقیقت تصوف...... تصوف اور اسلام...... نقوش و آثار تصوف......
اسلامی تصوف...... کاروانِ تصوف...... مسائلِ تصوف...... تصوف کا قطب نما...... تصوف کے حقائق...... حسنِ تصوف......

تصوف کی سب سے قدیم ترین اور بنیادی کتاب کا ترجمہ

رسالہ قشیریہ

مصنف

الحضرۃ الشیخ العلامہ عبدالکریم ہوازن قشیری استوائی نیشاپوری

مترجم

علامہ مفتی محمد وسیم اکرم القادری (ایم اے۔ایم فل)

(H.O.D) (شعبہ اسلامیات) سپیریئر گروپ آف کالجز سمڑیال)

تعارفِ تصوف، حقیقتِ تصوف، معرفتِ تصوف، صوفی کے مطالب و معانی، صوفیاء کے حالات زندگی، فضائل و کمالات، آداب، سیرت و کرامات، عقائد، مخصوص الفاظ کی تفسیر، توبہ، مجاہدہ، خلوت، تقویٰ، زہد و ورع، سکوت، خوف و امید، اخلاق مذمومہ، اخلاق حسنہ، اخلاص، رضا، ذکر، شکر، صبر، صدق، وفا، مریدوں کے فرائض و آداب، شیخ کی ذمہ داریوں اور اس جیسے بے شمار موضوعات پر مشتمل شیخ تصوف الامام عبدالکریم قشیری استوائی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''رسالہ قشیریہ'' کا اردو ترجمہ مع ''تحقیقی اضافات'' از مترجم۔

مشتاق بک کارنر

الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور

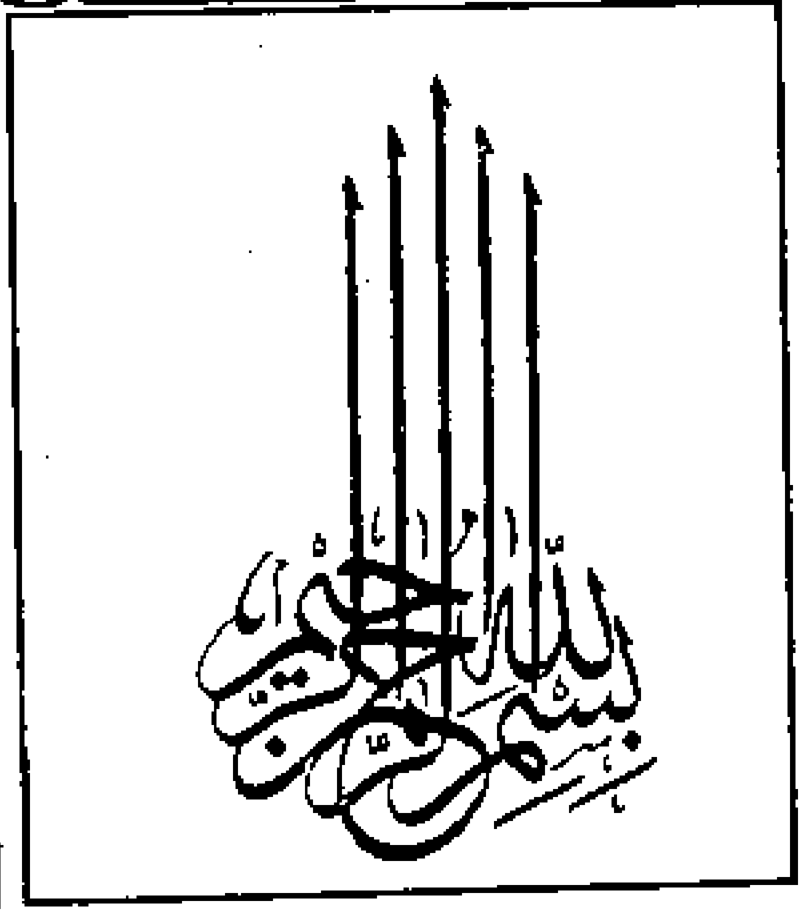

اللہ کے نام شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	رسالہ قشیریہ
مصنف	الحضرۃ الشیخ العلامہ عبدالکریم ہوازن قشیری استوائی نیشاپوری
مترجم	علامہ مفتی محمد وسیم اکرم القادری (ایم اے۔ایم فل)
ناشر	مشتاق احمد
اہتمام	سلمان منیر
ٹائٹل ڈیزائن	عاطف بٹ
سیٹنگ	گل گرافکس
اشاعت	2012ء
پرنٹرز	آر۔آر۔پرنٹرز، لاہور
قیمت	روپے

استدعاء

ادارہ مشتاق بک کارنر کا مقصد ایسی کتب کی اشاعت کرنا ہے جو تحقیق کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہوں۔ اس ادارے کے تحت جو کتب شائع ہوں گی اس کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اشاعتی دنیا میں ایک نئی جدت پیدا کرنا ہے۔ جب کوئی مصنف یا مترجم کتاب لکھتا ہے تو اس میں اس کی اپنی تحقیق اور اپنے خیالات شامل ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ اور ہمارا ادارہ مصنف کے خیالات اور تحقیق سے متفق ہوں۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہ کرم مطلع فرما دیں۔ انشاء اللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائے گا۔ (ناشر)

پیش لفظ

بسم اللہ والحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ وعلیٰ الہ وصحبہ و بارك وسلم

محترم محمد مشتاق احمد اور محمد سلمان صاحب سے کافی عرصہ سے ملاقات ہے، الحمدللہ! بندہ حقیر کی کثیر کتب انہی کے توسط سے اشاعت پذیر ہو چکی ہیں۔ آج سے تقریباً دو سال قبل محترم محمد مشتاق احمد نے فرمایا:

''وسیم صاحب! رسالہ قشیریہ کو ضرور دیکھئے گا۔''

تقریباً دو ماہ بعد پھر ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ میری یہ آرزو ہے کہ آپ رسالہ قشیریہ کا ضرور بالضرور ترجمہ کریں۔ اس کی تائید محترم سلمان صاحب نے بھی کی۔ بہر حال بندہ مجبور ہو گیا اور حامی بھر لی۔

بندہ خوف زدہ تھا کہ اتنی ضخیم اور بنیادی کتاب کو کس طرح پایہ تکمیل تک پہنچائے گا۔ بندہ نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ تصوف کی اتنی ضخیم اور بنیادی کتاب کا ترجمہ کرے گا، کیونکہ بندہ کا رجحان قرآن مجید، احادیث اور سیرت کی طرف زیادہ ہے۔ بس ان احباب کے اصرار پر کام شروع کر دیا اور الحمدللہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوب اعانت حاصل ہوئی۔

اندازاً ڈیڑھ سال کا عرصہ اس کے ترجمہ پر صرف ہوا۔

کتاب ہذا کا ترجمہ کرتے ہوئے بندہ کو محسوس ہوتا کہ جیسے وہ کسی اور جہاں میں ہے جہاں اتنے اعلیٰ اخلاق، کردار اور سیرت والے لوگ ہیں۔ اس کتاب نے بندہ کے قلب و دماغ اور سوچ پر کافی گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔

ترجمہ کرتے ہوئے کافی مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا اور اس دوران احباب نے خوب رہنمائی کی، خصوصاً میری اہلیہ نے اور ادارہ مشتاق بک کارنر کی طرف سے خصوصی تعاون رہا کہ بندہ اس قابل ہو گیا کہ تخلیہ کے ساتھ کام کر سکے۔

کتاب ہذا میں مجھے تین اقوال ایسے بھی نظر آئے جنہوں نے مجھے انتہائی پریشان کر دیا۔ حدیث مبارکہ میں ہے:

((لااطاعة فی المعصیة))

''برائی میں کسی کی بھی پیروی جائز نہیں۔''

بہر حال اسلام کا یہی فیصلہ ہے کہ غیر شرعی قول و فعل کسی سے بھی منقول ہوں قابل التفات و اتباع نہیں۔ اسی لیے میں نے ان سے صرف نظر کرتے ہوئے ترجمہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی سعی کو جاری رکھا۔ واللہ اعلم بالصواب!

آج 26 اگست 2012 بروز اتوار (7 شوال المعظم، 1433 ہجری) 11:21pm کو ترجمہ کی تکمیل پر الحمدللہ اس کا پیش لفظ تحریر کر رہا ہوں۔

بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو طریقت کو شریعت سے الگ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شریعت حقیر اور طریقت عزیز راستہ ہے، حالانکہ ان کا یہ کہنا جہالت و گمراہی ہے۔ اسی مسئلہ پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا ایک مختصر مگر جامع ترین رسالہ بنام "شریعت و طریقت" (مسمّٰی بہ مقال عرفا باعزاز شرع وعلماء) کتاب کے شروع میں شامل کیا گیا ہے، تاکہ دلائل سے واضح ہو جائے کہ شریعت ہی طریقت کی اصل ہے اور بغیر شریعت کے طریقت کچھ نہیں، بلکہ راہ شیطان ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہدایت سے سرفراز فرمائے اور دین حق کی سمجھ اور اس کی اتباع کی توفیق مرحمت فرمائے۔ قرآن وسنت کے عین مطابق زندگی کو ڈھالنا آسان بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین، آمین

فقط

محمد وسیم اکرم القادری

(H.O.D سپیریئر گروپ آف کالجز سمندریال)

☆☆☆

انتساب

چیئر مین سپیریئر گروپ آف کالجز وسپیریئر یونیورسٹی پاکستان

جناب چوہدری عبدالرحمٰن صاحب

مالک اخبار ''نئی بات''

اور

پروفیسر محمد ظہیر اسحاق صاحب

پرنسل سپیریئر کالج سمڑیال

کے نام

حررہ

محمد وسیم اکرم القادری (ایم اے۔ایم فل)

(H.O.D) (شعبہ اسلامیات) سپیریئر گروپ آف کالجز سمڑیال)

فہرست

تعارف مصنف	13
شریعت وطریقت	20
مقدمۃ الکتاب	49
مسائل اصول میں گروہ صوفیاء کے عقائد ونظریات	52
توحید کے بارے میں جماعت صوفیاء کے عقائد	62
ذکر شیوخ	92
شیخ ابراہیم بن ادہم	92
شیخ ذوالنون مصری	94
حضرت فضیل بن عیاض	95
شیخ معروف کرخی	97
شیخ سری سقطی	99
شیخ بشر حافی	101
شیخ حارث بن اسد محاسبی	104
الحضرۃ الشیخ داؤد طائی	106
الشیخ شقیق بلخی	108
الحضرۃ الشیخ ابایزید بسطامی	109
شیخ سہل تستری	112
شیخ عبدالرحمٰن دارانی	113
شیخ حاتم اصم	115
شیخ یحییٰ بن معاذ رازی	116
شیخ احمد بن خضرویہ بلخی	117
شیخ احمد بن ابی الحواری	118
شیخ ابوتراب نخشبی	118
شیخ عبداللہ بن خبیق	120
شیخ احمد ابن عاصم انطاکی	121
شیخ ابوسری منصور بن عمار الواعظ	121
شیخ حمدون قصار	122
شیخ ابوالقاسم جنید بن محمد بغدادی	123
شیخ سعید بن اسماعیل حیری	125
شیخ احمد بن محمد نوری	127
شیخ احمد بن یحییٰ جلاء	128
شیخ رویم بن احمد	129
شیخ محمد بن فضل بلخی	130
شیخ ابوبکر احمد زقاق کبیر	131
شیخ عمرو بن عثمان مکی	132
شیخ سمنون بن حمزہ	133
شیخ ابوعبید بسری	134
شیخ شاہ بن شجاع کرمانی	134
شیخ یوسف بن حسین جبالی	135
شیخ محمد بن علی ترمذی	135
شیخ ابوبکر محمد بن عمر وراق ترمذی	136
شیخ احمد بن عیسیٰ خرار	136

شیخ محمد بن اسماعیل مغربی	137
شیخ احمد بن محمد بن مسروق طوسی	138
شیخ علی بن سہل اصبہانی	138
شیخ ابن محمد جریری	139
شیخ احمد بن محمد آدمی	139
شیخ ابراہیم بن احمد الخواص	140
شیخ محمد عبداللہ بن محمد خراز	140
شیخ بنان بن محمد جمال	141
شیخ ابوحمزہ بغدادی بزاز	141
شیخ محمد بن موسیٰ واسطی خراسانی	142
شیخ ابوالحسن بن صائغ	143
شیخ ابراہیم بن داؤد الرقی	144
شیخ ممشاد دینوری	145
شیخ خیر نساج	145
شیخ ابوحمزہ خراسانی	146
شیخ ابوبکر بن جحدر شبلی	147
شیخ عبداللہ مرتعش نیشاپوری	148
شیخ احمد بن محمد روذباری	148
شیخ عبداللہ بن منازل	149
شیخ محمد بن عبدالوہاب ثقفی	150
شیخ ابوالخیر اقطع مغربی	150
شیخ ابوبکر الکتانی البغدادی	151
شیخ اسحاق بن محمد نہرجوری	151
شیخ ابوالحسن علی بن محمد مزین	152
شیخ ابوعلی بن کاتب	152
شیخ مظفر قرمسینی	153
شیخ ابن طاہر ابہری مکی	153
شیخ ابوالحسین بن بنان	154
شیخ ابراہیم بن شیبان قرمسینی	154
شیخ بن یزدانیار	154
شیخ ابوسعید بن اعرابی	155
شیخ محمد بن ابراہیم زجاجی	155
شیخ ابومحمد جعفر بن محمد بن نصیر بغدادی	156
شیخ ابوالعباس سیاری	156
شیخ ابن داؤد دینوری الدقی	157
شیخ عبداللہ بن رازی	157
شیخ اسماعیل بن نجید	157
شیخ علی بن احمد سہل بوشجی	158
شیخ محمد بن خفیف شیرازی	158
شیخ بندار بن حسین شیرازی	159
شیخ ابوبکر طمستانی	160
شیخ ابوالعباس دینوری	160
شیخ ابوعثمان سعید بن سلام مغربی	161
شیخ ابوالقاسم نصرابازی	162
شیخ ابوالحسن حصری بقری	162
شیخ ابوعبداللہ روذباری	163
صوفیاء کی اصطلاحات کی تشریح اور بعض مشکل الفاظ کی توضیح	165
وقت	165
مقام	167

حال	168
قبض وبسط	170
ہیبت اور انس	172
تواجد، وجد اور وجود	173
جمع وفرق	177
جمع الجمع	179
فرق ثانی	179
فنا و بقاء	180
غیبت وحضور	183
صحو اور سکر	185
ذوق اور شرب	187
محو اور اثبات	188
ستر اور تجلی	189
محاصرہ، مکاشفہ اور مشاہدہ	190
لوائح، لوامع اور طوالع	192
بوادہ اور ہجوم	194
تلوین وتمکین	194
قرب اور بُعد	197
شریعت وحقیقت	200
نفس	200
خواطر	201
علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین	202
وارد	203
فصل نمبر 1	203
شاہد	203
فصل نمبر 2	204
نفس	204
فصل نمبر 3	205
روح	205
فصل نمبر 4	205
سِر	205
فصل نمبر 5	207
توبہ	207
فصل نمبر 6	217
مجاہدۂ نفس	217
فصل نمبر 7	228
خلوت اور گوشہ نشینی	228
فصل نمبر 8	237
تقویٰ	237
فصل نمبر 9	243
ورع	243
فصل نمبر 10	250
زہد	250
فصل نمبر 11	265
خاموشی	265
فصل نمبر 12	293
خوف	293
فصل نمبر 13	301
رجاء	301
فصل نمبر 14	311

حزن	311
فصل نمبر15	314
جوع اور ترک خواہش	314
۱۔جوع وبھوک	314
۲۔ترک خواھشات	317
فصل نمبر16	319
خشوع اور تواضع	319
فصل نمبر17	327
مخالفت نفس اور عیوب نفس	327
فصل نمبر18	332
حسد	332
فصل نمبر19	335
غیبت	335
فصل نمبر20:(اضافہ از مترجم)	355
نفس کی ایک اور برائی نفاق	355
فصل نمبر21	357
قناعت	357
فصل نمبر22	362
توکل	362
فصل نمبر23	377
شکر	377
فصل نمبر24	384
یقین	384
فصل نمبر25	390
صبر	390
فصل نمبر26	403
مراقبہ	403
فصل نمبر27	423
رضاء	423
فصل نمبر28	429
بندگی (عبودیت)	429
فصل نمبر29	434
ارادہ	434
فصل نمبر30	440
استقامت	440
فصل نمبر31	443
اخلاص	443
فصل نمبر32	455
صدق	455
فصل نمبر33	469
حیاء	469
فصل نمبر34	478
حریت (خواہشات سے آزادی)	478
فصل نمبر35	481
ذکر	481
فصل نمبر36	500
جواں مردی	500
فصل نمبر37	508
فراست	508
فصل نمبر38	524

علق 524
فصل نمبر39 541
جودوسخا 541
فصل نمبر40 557
غیرت 557
فصل نمبر41 564
ولایت 564
فصل نمبر42 569
دعا 569
فصل نمبر43 584
فقر 584
فصل نمبر44 604
تصوف 604
فصل نمبر45 620
ادب 620
فصل نمبر46 632
صوفیاء کے سفر کے احکام 632
فصل نمبر47 640
صحبت 640
فصل نمبر48 646
توحید 646
فصل نمبر49 660
وفات کے وقت صوفیاء کی حالت 660
فصل نمبر50 674
معرفت الٰہی 674
فصل نمبر51 682
محبت 682
فصل نمبر52 695
شوق 695
فصل نمبر53 701
شیوخ کا دل رکھنا اوران کی مخالفت سے بچنا 701
فصل نمبر54 705
سماع 705
فصل نمبر55 708
کرامات اولیاء 708
فصل نمبر56 816
اولیاء کرام کے خوابوں کا بیان 816
فصل نمبر57 851
ارادت مندوں کو وصیت اوران کے آداب 851
فصل نمبر58 853
ختلافی مسائل اور رخصت 853
فصل نمبر59 853
مرید کے لیے لازم امور: 853
فصل نمبر60 855
آداب مرید 855
فصل نمبر61 856
قلب شیخ کا قبول اور رد کرنا 856
فصل نمبر62 858
دنیاداری، نو بلوغ اور عورتوں کی محبت سے بچنا 858
فصل نمبر63 859

شیخ کے فرائض	859
فصل نمبر 64	860
فرائض مرید	860
فصل نمبر 65	862
مسند نشینی اور یہ خواہش کہ اس کے مرید و شاگرد ہوں	862
فصل نمبر 66	862
خدمت فقراء	862
فصل نمبر 67	863
خواہشات وتمناؤں کا ترک کرنا	863
فصل نمبر 68	863
دولت پاس نہ رکھنا	863
فصل نمبر 69	864
عورتوں اور دنیا سے پرہیز کرنا	864
اختتام رسالہ	864

......☆☆☆......

تعارفِ مصنف

مقام ولادت: امام قشیری علیہ الرحمۃ نیشاپور کے قریب واقع ایک گاؤں استواء میں پیدا ہوئے۔ اسی وجہ سے آپ کو نیشاپوری اور استوائی کہا جاتا ہے۔

والد ماجد: امام قشیری علیہ الرحمۃ ابھی نوعمر ہی تھے کہ آپ کے والد محترم ''ہوازن'' کا وصال ہو گیا۔

اسم: مصنف کتاب ہذا امام قشیری علیہ الرحمۃ کا نام عبدالکریم بن ہوازن قشیری نیشاپوری استوائی ہے جبکہ آپ قشیری کی نسبت سے مشہور ہیں۔

ولادت: امام قشیری علیہ الرحمۃ کی پیدائش ربیع الاول سن 376 ہجری میں ہوئی۔

تعلیم و تعلم: امام قشیری علیہ الرحمۃ نے شیخ ابوالقاسم یمانی علیہ الرحمۃ سے ادب اور عربی کی تعلیم حاصل کی۔

دنیاوی علوم کا حصول: لڑکپن سے امام قشیری علیہ الرحمۃ دنیا سے تعلق رکھتے تھے، یہاں تک کہ آپ دنیاوی علوم کے حصول کے لیے اپنے گاؤں سے نیشاپور تشریف لائے۔

دینی علوم کی تحصیل: امام قشیری علیہ الرحمۃ نیشاپور جب دنیاوی علوم کے حصول کی خاطر تشریف لائے تو ایک روز شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کی مجلس میں حاضر ہوئے، شیخ بڑے ہی صاحب کشف بزرگ تھے، ان کا وعظ سننا تھا کہ امام قشیری علیہ الرحمۃ کے دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ آپ نے دنیاوی علوم کی تحصیل ترک کر کے تصوف و سلوک کے علوم کی تحصیل کے لیے تگ و دو کرنا شروع کر دی۔

اساتذہ: امام قشیری علیہ الرحمۃ کے اساتذہ کی فہرست بہت طویل ہے۔ ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

1: شیخ ابوبکر محمد بن ابی بکر طوسی علیہ الرحمۃ۔ ان سے امام قشیری علیہ الرحمۃ نے علم فقہ حاصل کیا۔

2: پھر انہی کے ارشاد کے مطابق امام ابوبکر فورک علیہ الرحمۃ سے اصول فقہ اور علم اصول حاصل کیا۔

3: ایک زمانہ آپ شیخ استاذ ابواسحاق ابراہیم محمد بن اسفرائنی علیہ الرحمۃ کی درسگاہ میں پڑھتے رہے۔

4: آپ نے شیخ ابومنصور عبدالقاہر بن طاہر بغدادی علیہ الرحمۃ سے بھی تحصیل علم کی۔

5: علم تصوف و طریقت، معرفت و حقیقت میں آپ کے استاذ و شیخ حضرت شیخ ابوعلی دقاق نیشاپوری علیہ الرحمۃ تھے، آپ نے انہی کے حکم سے علم شریعت حاصل کیا تھا۔

کتاب ہذا میں آپ نے جا بجا شیخ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کو ''الاستاذ'' کہہ کر یاد فرمایا ہے۔

قوت حافظہ: امام قشیری علیہ الرحمۃ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوت حافظہ ودیعت کیا گیا تھا۔ چنانچہ آپ امام ابواسحاق ابراہیم بن محمد اسفرائینی علیہ الرحمۃ کے دروس میں شرکت کیا کرتے تھے۔ دوسرے طلباء دروس کو تحریر کر لیا کرتے تھے لیکن آپ فقط سننے پر اکتفاء کیا کرتے تھے۔ ایک دن شیخ امام ابواسحاق علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''عبدالکریم! یہ علوم فقط سماعت سے حاصل نہیں ہوتے۔ تم بھی دوسروں کی طرح دروس تحریر کر لیا کرو۔''

امام قشیری علیہ الرحمۃ نے فوراً تمام دروس زبانی سنا دیئے۔ یہ دیکھ کر شیخ ابواسحاق علیہ الرحمۃ بہت متعجب ہوئے اور فرمایا:

''اے عبدالکریم! تم میرے دروس کے محتاج نہیں ہو۔تم فقط میری کتب پڑھ لیا کرو۔''

تلامذہ: امام قشیری علیہ الرحمۃ کے بے شمار طلباء تھے۔آپ کے طلباء میں بڑے نامور اور عظیم ماہرین علوم وفنون شامل ہیں۔ چند طلباء کے نام درج ذیل ہیں:

1: ابومحمد عبداللہ بن عطاء الابراہیمی۔

2: ابوبکر عبدالرحمٰن بن عبداللہ البحیری۔

3: ابوبکر شاہ بن احمد الشادیاخی الصوفی۔

4: خطیب بغدادی۔جو کہ تقریباً سو کتب کے مصنف ہیں اور ان کی مشہور کتاب ''تاریخ بغداد'' ہے۔

5: ابوعبداللہ الفراوی۔یہ اجلہ آئمہ میں شمار ہوتے ہیں اور انتہائی متقی اور مناظر آدمی تھے۔انہوں نے ایک ہزار مجالس میں احادیث کی کتابت کروائی۔اسی سبب سے آپ کو الفراوی کہا جاتا ہے،یعنی ایک ہزار راوی (الف راوی) آپ نے بیس برس کا عرصہ فقط صحیح مسلم کے دروس میں صرف کیا۔

بیعت اور شیخ کا تعارف:

جیسا کہ بیان کیا گیا کہ آپ دنیا داروں سے تعلق رکھتے تھے اور علوم دنیا کے حصول کے لیے نیشاپور تشریف لائے تھے،لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔پس آپ اتفاق سے شیخ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کی مجلس وعظ میں حاضر ہوئے اور دنیا وحب دنیا سے تائب ہوئے۔آپ نے شیخ استاذ ابوعلی دقاق نیشاپوری علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ آپ کے پیرومرشد کا تذکرہ اپنی مشہور کتاب کشف المحجوب میں یوں فرماتے ہیں:

''از آئمہ متاخرین،بیان مریداں،برہان محققاں،حضرت ابوعلی بن حسین بن محمد دقاق رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو اپنے فن کے امام،زمانہ میں بے نظیر اور کشف راہ حق میں بیانِ صریح اور زبان فصیح رکھتے تھے۔آپ نے بکثرت مشائخ سے ملاقات کی اور ان کی صحبت پائی۔آپ حضرت نصر آبادی کے مرید تھے اور وعظ ونصیحت فرمایا کرتے تھے۔

آپ کا ارشاد ہے:

((من آنس بغيره ضعف في حاله ومن نطق من غيره كذب في مقاله))

''جو حق تعالیٰ کے ماسوا کسی اور سے انس رکھے وہ اپنے حال میں کمزور ہے اور جو اس کے غیر کی بات کرے وہ اپنے کلام میں جھوٹا ہے۔''

اس لئے کہ غیر سے انس رکھنا معرفت کی کمی کی بناء پر ہے اور اللہ سے انس رکھنا غیر کی وحشت سے محفوظ رکھتا ہے۔جو غیر سے ڈرنے والا ہوتا ہے وہ غیر سے بات تک نہیں کرسکتا۔

ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں ان کی مجلس میں اس لئے گیا کہ میں ان سے متوکلین کا حال دریافت کروں۔آپ اس وقت طبری کا نفیس عمامہ سر پر باندھے ہوئے تھے۔میرا دل دستار پر مائل ہوگیا۔میں نے ان سے عرض کیا:

''اے شیخ! توکل کیا ہے؟''

آپ نے فرمایا:

''توکل یہ ہے کہ تم لوگوں کی دستار کا لالچ نہ کرو۔''

یہ فرما کر اپنا عمامہ میرے آگے ڈال دیا۔ (کشف المحجوب)

شیخ کا ادب: امام قشیری علیہ الرحمۃ اپنے شیخ حضرت ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا بے انتہا ادب فرمایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ شیخ کی مجلس میں حاضر ہونے سے پہلے روزہ رکھتے اور غسل کرتے۔ بارہا مرتبہ ایسا ہوا کہ دروازہ تک جا کر لوٹ آتے کہ شیخ کے ہاں حاضر ہونے کی طاقت نہ ہوتی۔

خود فرماتے ہیں:

''بعض اوقات جب میں شیخ کے مدرسہ میں داخل ہوتا تو میرے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی یہاں تک کہ اگر مجھے سوئی چبھوئی جاتی تو اس کی تکلیف تک محسوس نہ ہوتی۔''

نکاح مسنون: امام قشیری علیہ الرحمۃ کا نکاح اپنے ہی شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی سے ہوا اور یہ رشتہ شیخ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ نے خود قائم فرمایا، اس کے باوجود کہ شیخ کے اپنے خاندان میں صالح ترین نوجوان موجود تھے۔

اولاد: امام قشیری علیہ الرحمۃ کے چھ بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ آپ کی تمام اولاد صالح تھی۔ بیٹوں کے نام درج ذیل ہیں:

1: ابوسعد عبداللہ۔ 2: ابوسعید عبدالواحد۔ 3: ابوالنصر عبدالرحیم۔

4: ابوالمظفر عبدالمنعم۔ 5: عبیداللہ۔ 6: عبدالرحمٰن۔

آپ کی بیٹی کا نام امۃ الکریم تھا۔

زیارت رسول اکرم:

امام طریقت شیخ ابوالقاسم قشیری علیہ الرحمۃ کی بیٹی امۃ الکریم ایک مرتبہ بچی بیمار ہو گئی۔ اس کی بیماری اتنی سخت ہو گئی کہ وہ قریب المرگ ہو گئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں:

''تم آیات شفاء سے کیوں دور رہتے ہو؟ کیوں ان کے ذریعے شفاء نہیں مانگتے؟''

میں بیدار ہو گیا اور اس پر غور کرنے لگا تو میں نے ان آیات شفاء کو قرآن مجید میں چھ جگہ پایا۔ وہ آیات یہ ہیں:

1: ((ویشف صدور قوم مؤمنین)) (سورۃ التوبہ، آیت نمبر:۱۴)

''اور اللہ تعالیٰ شفا دیتا ہے مومنین کے سینے کو۔''

2: سینوں میں جو تکلیف ہے ان سے شفاء ہے۔ (سورۃ یونس)

3: ((یخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فیه شفآء للناس))

''اس (شہد کی مکھی) کے پیٹ سے نکلتی ہے پینے کی چیز جس کے مختلف رنگ ہیں، لوگوں کیلئے ان میں شفاء ہے۔''

(سورۃ النحل، آیت نمبر ۶۹)

4: ((وننزل من القرآن ماهو شفآء ورحمة للمؤمنین)) (سورۃ الاسراء، آیت نمبر:۸۲)

اور قرآن میں ہم ایسی چیز نازل کرتے ہیں جو مومنین کے لیے شفا اور رحمت ہے۔

5: ((واذا مرضت فهو یشفین)) (سورۃ الشعراء، آیت نمبر:۸۰)

''اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو اللہ تعالیٰ شفا دیتا ہے۔''

6: ((قل ھو للذین امنو ھدی و شفآء)) (حم السجدہ، آیت نمبر:۴۴)
"آپ فرما دیجئے کہ یہ مومنین کیلئے ہدایت اور شفاء ہے۔"

فقہ میں مہارت:

جیسا کہ بیان کیا گیا کہ امام قشیری علیہ الرحمۃ نے علم فقہ شیخ ابوبکر محمد بن ابی بکر طوسی علیہ الرحمۃ سے حاصل کیا۔ آپ علیہ الرحمۃ علم فقہ کے حصول میں اتنے مگن رہے کہ ماہرین فقہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ آپ نے علم فقہ میں بہت سی کتب بھی تصنیف فرمائیں۔

وعظ:

امام قشیری علیہ الرحمۃ کا وعظ بہت مشہور تھا۔ آپ کی مجلس وعظ میں بے شمار گنہگار تائب ہوتے۔ امام ذہبی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ قشیری کا وعظ اگر پتھر سے ٹکرائے تو وہ بھی نرم پڑ جائے۔ اگر ان کی مجلس وعظ میں شیطان کو باندھ دیا جائے تو وہ بھی تائب ہو جائے۔"

تصانیف:

امام قشیری علیہ الرحمۃ صاحب کتب کثیرہ ہیں۔ آپ کی تیس ایسی کتب ہیں جو بہت مشہور ہیں۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:

1: الرسالۃ (رسالہ قشیریہ)۔
2: کتاب نحو القلب الصغیر۔
3: کتاب احکام السماع۔
4: کتاب الاربعین فی الحدیث۔
5: رسالہ ترتیب السلوک فی طریقۃ اللہ تعالیٰ۔
6: حیاۃ الارواح والدلیل الی طریق الصلاح۔
7: منشور الخطاب فی شھود الالباب۔
8: الفصول فی الاصول۔
9: القصیدۃ الصوفیۃ۔
10: التوحیدالنبوی۔
11: اللمع۔
12: فتویٰ۔
13: الفتوۃ۔
14: المقامات الثلاثۃ۔
15: کتاب الحدیث۔

اس کتاب میں آپ نے وہ احادیث جمع فرمائی ہیں جو آپ نے اپنے استاذ و شیخ حضرت ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ سے ان کی متصل سند کے ساتھ روایت کی تھیں۔

16: التفسیر الکبیر۔
17: الستجیز فی التذکیر۔
18: آداب الصوفیۃ۔
19: لطائف الاشارات۔
20: کتاب الجواھر۔
21: عیون الاجوبۃ فی اصول الاسئلۃ۔
22: کتاب المناجاۃ۔
23: کتاب نکت اولی النھیٰ۔
24: کتاب نحو القلوب الصغیر۔
25: شکایت اھل سنۃ بحکایۃ ما نالھم من المحنۃ۔

26: کتاب سیرۃ المشائخ۔
27: کتاب المعراج۔
28: استفادات المرادات۔
29: بلغۃ المقاصد۔
30: ناسخ الحدیث ومنسوخہ۔

مشہورترین کتاب الرسالۃ:

امام قشیری علیہ الرحمۃ کی ان تیس کتب میں سب سے زیادہ مشہور آپ کی تصنیف الرسالہ ہے جسے رسالہ قشیریہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔آپ نے یہ کتاب اپنے زمانہ کے صوفیاء کرام کے نام لکھی تا کہ وہ اسے پڑھ کر اپنی اصلاح کر سکیں اور جان سکیں کہ ہمارے شیوخ کس طریقہ پر گامزن تھے اور وہ علم وفضل تقوی وورع،شریعت پرعمل اور سنت کی پیروی میں کس درجہ پر تھے۔

رسالہ قشیریہ تصوف کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔اس سے پہلے اور بعد میں بھی تصوف پر بہت سی کتب لکھی گئیں لیکن یہ کتاب ممتاز اس لیے ہے کہ اس میں تصوف کے کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔یہ کتاب 650 صفحات اور 68 فصول پر مشتمل ہے۔

ترتیب دلائل کو لیں تو امام قشیری علیہ الرحمۃ نے سب سے پہلے قرآنی آیات کو بطور دلیل پیش کیا ہے، پھر احادیث کو اور پھر اکابرین صوفیاء کے اقوال واحوال کو۔

رسالہ قشیریہ کی تصنیف میں آپ نے زیادہ تر استفادہ دو کتب سے کیا ہے:

1: طبقات الصوفیہ،از امام ابوعبدالرحمٰن سلمی علیہ الرحمۃ۔
2: کتاب اللمع۔

رسالہ قشیریہ کی بہت سی شرحیں لکھی گئیں۔ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1: شرح الرسالۃ (عربی)،یہ رسالہ قشیریہ کی پہلی شرح تھی۔اس کتاب کے مصنف ابومحمد عبدالمعطی بن ابی الثناء ہیں۔
2: نتائج الافکار(عربی۔دوجلدیں)
3: احکام الدلالۃ علی تحریر الرسالۃ۔
4: فارسی میں شرح خواجہ گیسودراز علیہ الرحمۃ نے کی۔

اکثر زبانوں میں رسالہ قشیریہ کے تراجم کیے گئے،جن میں اردو،انگریزی،سندھی، بنگالی اور فارسی شامل ہیں۔اردو زبان میں اس کے متعدد تراجم ہوئے جو کہ پاکستان،ہندوستان اور انگلستان سے شائع ہو چکے ہیں۔

امام سبکی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

((الرسالۃ المشہورۃ المبارکۃ التی قیل ماتکون فی بیت ویکلب))

"یہ بابرکت رسالہ مشہورترین کتب میں سے ہے،یہ جس گھر میں ہوگا وہ گھر آفات سے محفوظ ومامون رہے گا۔"

الشیخ العلامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"اگر تصوف کا مطالعہ کرنا چاہتے ہو تو علامہ قشیری کی تصنیف الرسالہ پڑھ لو۔"

یوسف الیان سرکیس لکھتے ہیں:

((الرسالۃ المبارکۃ))

"یہ بابرکت کتاب ہے۔"

علماءِ اسلام کے ہاں یہ رسالہ بڑی اہمیت رکھتا ہے اور آج بھی علماء وصوفیاء اپنے متعلقین کو اس رسالہ کے مطالعہ کا حکم فرماتے ہیں۔

کشف المحجوب میں امام قشیری کا ذکر:

امام قشیری علیہ الرحمۃ حضور داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ کے ہم عصر ہیں۔آپ کا ذکر حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ نے اپنی مشہور کتاب کشف المحجوب میں یوں فرمایا ہے:

''از آئمہ متاخرین، استاد وامام، زین السلام، حضرت ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو اپنے زمانہ میں یکتا اور قدر ومنزلت میں ارفع واشرف تھے۔آپ کے حالات اور گوناگوں فضائل اہل زمانہ میں مشہور ہیں۔ ہر فن میں آپ کے لطائف موجود ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کے حال وزبان کو لغویات سے محفوظ رکھا۔

آپ کا یہ ارشاد ہے:

((مثل الصوفی کعلة البرسام اوله هذیان و آخره سکوت فاذا تمکن خرس))

''صوفی سرسام کی بیماری کی مانند ہے کہ پہلے ھذیان ہوتی ہے، آخر میں خاموشی، پھر جب قائم ہوجائے تو گونگا بنادیتی ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ صفوت کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ایک وجد کی، دوسری نمود کی۔نمود مبتدیوں کے لئے ہے، نمود سے مراد ہذیان ہے۔وجد منتہیوں کے لئے ہے اور حالت وجد کا بیان محال ودشوار ہوتا ہے۔لہٰذا جب تک طالب ہے، علو ہمت سے گویا ہے اور گویائی اہل طلب کے نزدیک ہذیان ہے۔ جب وصال ہوگیا تو واصل آگئے۔ان کے لئے بیان واشارے کی حاجت نہیں رہتی، جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مبتدی تھے تو ان کی تمام ہمتیں رویت الٰہی کی تمنا میں رہیں اور ''رب ارنی انظر الیك'' (''اے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا کہ میں تیرے دیدار سے مشرف ہوجاؤں۔'') کی مناجات کرتے رہے۔

یہ مقصود کی نارسائی میں نمود کی تعبیر ہے اور ہمارے آقا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم منتہی اور صاحب تمکین ہیں۔جب آپ کا وجود مقام ہمت سے بلند ہوا اور ہمت فنا ہوئی تو ارشاد ہوا:

((لا احصی ثناء علیك))

''میں تیری ثناء شمار نہیں کرسکتا۔''

یہ منزلت رفیع اور مقام اعلیٰ ہے۔واللہ اعلم!'' (کشف المحجوب)

شیخ قشیری کے زمانہ کے شیوخ:

امام قشیری علیہ الرحمۃ الرسالۃ کی تیسری فصل کے آخر میں خود فرماتے ہیں:

''ہم اپنے زمانہ کے جن شیوخ سے ملے اور جن سے نہ مل سکے وہ یہ ہیں:

1: استاذ شہید، زبان وقت یکتائے زمانہ ابوعلی حسن بن علی دقاق علیہ الرحمۃ۔

2: یکتائے روزگار شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی علیہ الرحمۃ۔

3: ابوالحسن علی بن جہضم علیہ الرحمۃ۔

4: حرم کعبہ کے مجاور شیخ ابوالعباس قصار (طبرستانی) علیہ الرحمۃ۔

5: شیخ احمد اسود (دینوری) علیہ الرحمۃ۔

6: شیخ ابوالقاسم صیرفی (نیشاپوری) علیہ الرحمۃ۔

7: شیخ ابوسہل خشاب کبیر (نیشاپوری) علیہ الرحمۃ۔
8: شیخ منصور بن خلف مغربی علیہ الرحمۃ۔
9: شیخ ابوسعید مالینی علیہ الرحمۃ۔
10: شیخ ابوطاہر خوزندی علیہ الرحمۃ اور دیگر شیوخ طریقت طہر اللہ نفوسہم"

اوصاف حمیدہ:

امام قشیری علیہ الرحمۃ بے شمار اوصاف کا منبع تھے۔ آپ بہت بڑے صوفی، امام، متقی اور صاحب ورع تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ بہت دلپذیر خطیب و واعظ بھی تھے۔ آپ کا وعظ بہت باا ثر ہوا کرتا تھا۔ آپ مفسر، محدث، مصنف، ادیب، شاعر اور فن سپاہ گری و خوش نویسی کے اوصاف سے بھی متصف تھے۔

انتقال:

امام قشیری علیہ الرحمۃ کا وصال 16 ربیع الثانی 465 ہجری میں صبح کے وقت ہوا۔

عمر:

بوقت وصال امام قشیری علیہ الرحمۃ کی عمر 89 برس تھی۔

دین پر عمل:

مؤرخین لکھتے ہیں کہ مرض الموت میں شدت مرض کے باوجود آپ نے ایک نماز بھی نہ چھوڑی۔

تدفین:

امام قشیری علیہ الرحمۃ کو ان کے شیخ، استاذ و خسر حضرت ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

وفات کے بعد ملاقات:

شیخ ابوتراب مراغی علیہ الرحمۃ نے امام قشیری علیہ الرحمۃ کو ان کے وصال کے بعد خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے تھے:

((انا فی اطیب عیش و اکمل راحۃ))

"میں پاکیزہ ترین عیش اور کامل ترین راحت میں ہوں۔"

اللہ تعالیٰ آپ کی قبر پر کروڑہا رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

اضافہ:

شریعت وطریقت

(مقال عرفا بااعزاز شرع وعلماء)

ازاعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ:

ذیل میں ایک فتویٰ پیش خدمت ہے جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا، جس کا عنوان ہے "شریعت اور طریقت میں فرق یا دونوں ایک......؟"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور وارثان انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ حدیث مبارکہ ہے:

((العلماء ورثۃ الانبیاء))

"علماء انبیاء کے وارث ہیں۔" (سنن لابی داؤد، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 317)

اس حدیث میں شریعت وطریقت دونوں کے علماء داخل ہیں اور جو شخص شریعت وطریقت دونوں کا جامع ہے وہ وراثت کے سبب سے عظیم وباعظمت رتبے اور سب سے کامل درجے پر فائز ہے۔ جبکہ عمرو کا بیان ہے:

(1) شریعت صرف چند فرائض وواجبات اور سنتوں اور مستحبات کا، نیز حلال وحرام کے چند مسائل کا نام ہے، جیسے وضو اور نماز کی صورت۔

(2) اور طریقت نام ہے اللہ کی بارگاہ تک پہنچنے کا۔

(3) اس میں نماز وغیرہ کی حقیقت کھل جاتی ہے۔

(4) طریقت ایک موجیں مارتا ہوا دریا اور ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں اور شریعت اس دریا کے مقابلہ میں ایک قطرہ ہے۔

(5) انبیاء کی وراثت کا مقصد یہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنا ہے اور شانِ نبوت ورسالت کا یہی تقاضا ہے اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی بطورِ خاص اسی مقصد کے لئے بھیجے گئے۔

(6) بھائیو! علماء ظاہر کسی طرح اس وراثت کی قابلیت نہیں رکھتے۔

(7) نہ یہ علماء علماء ربانی وغیرہ کہے جاسکتے ہیں۔

(8) ان علماء کے مکروفریب کے جال سے اپنے آپ کو دور رکھنا چاہئے۔ یہ لوگ معاذ اللہ عزّ وجلّ شیطان ہیں۔

(9) یہ علماء طریقت کے راستے میں رکاوٹ اور دیوار ہیں، حالانکہ طریقت ہی اصل منزل ہے۔

(10) یہ باتیں میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ بہت سے علماء واولیاء نے اپنی اپنی تصانیف میں ان باتوں کی تصریح کی ہے۔ عمرو نے ایسی ہی مزید باتیں کہی ہیں۔

درخواست یہ ہے کہ زید وعمرو میں سے کس کا قول صحیح ہے اور اس مسئلہ میں تحقیق کیا ہے؟ اگر عمرو غلطی پر ہے۔ تو اس پر کوئی شرعی گرفت بھی ہے یا نہیں؟ وہ کہتا ہے کہ میری غلطی تب ثابت ہوگی جب میرے اقوال کا غلط ہونا اولیاء کے اقوال سے ثابت کیا جائے، جن

سے ہدایت ملتی ہے، ان کے اقوال کے علاوہ میرے اقوال غلط ثابت نہیں ہو سکتے۔
مکمل تفصیل سے جواب دیں آپ کو قیامت کے دن اجر ملے گا۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے شریعت نازل فرمائی اور اسی کو اپنی بارگاہ تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا۔ پس جو شریعت کے علاوہ کوئی اور راستہ تلاش کرے وہ خسارے میں ہے اور خواہش نفس کا پیروکار ہوگا اور گمراہ وسرکش ہوگا اور افضل درود اور سب سے مکمل سلام ہو ان پر جو تمام رسولوں میں سب سے زیادہ عزت والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے راستوں کی طرف بلانے والوں میں سب سے افضل ہیں۔ پس شریعت کے ذریعے ہی سب سے بڑے اور بلند رتبے (یعنی اللہ کی بارگاہ) تک پہنچنا نصیب ہوتا ہے اور جس نے شریعت کی مخالفت کی تو وہ بھی پہنچ گیا لیکن کہاں؟ جہنم میں اور درود وسلام ہو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل اور اصحاب پر اور آپ علیہ السلام کی امت کے علماء اور آپ علیہ السلام کے گروہ پر جو علم کے وارث اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آداب سیکھنے والے ہیں۔ آمین یارب العلمین۔

اے اللہ تیرے لئے حمد ہے۔ اے میرے رب میں شیطان کے حملوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اے میرے رب میں تیری پناہ لیتا ہوں اس بات سے کہ شیاطین میرے پاس آئیں۔

زید کا قول حق اور صحیح ہے جبکہ عمرو کا گمان باطل، گھناونا اور کھلی بے دینی ہے۔ اس کی شیطانیت سے بھرپور کلام میں دس فقرے ہیں ہم ان سب کے متعلق تھوڑی ایسی گفتگو کریں گے کہ ان شاء اللہ الکریم مسلمانوں کے لئے فائدہ مند اور نفع بخش ہو اور شیطانوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دینے والی ہو۔

(1) عمرو کا یہ قول کہ "شریعت صرف فرض وواجب اور حلال وحرام کے چند مسائل کا نام ہے" یہ محض اندھا پن ہے۔ شریعت جسم و جان اور روح وقلب اور تمام علوم الٰہیہ اور لامتناہی معارف سب کی جامع ہے۔ ان مذکورہ تمام چیزوں میں سے طریقت و معرفت محض ایک ٹکڑے کا نام ہیں اور اسی وجہ سے تمام اولیاء کرام کے قطعی اجماع سے فرض ہے کہ تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر پیش کیا جائے، اگر وہ حقائق شریعت کے مطابق ہوں تو حق اور قابل قبول ہیں، ورنہ مردود ورسوا ہیں تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے اور شریعت ہی سب کا دارومدار ہے۔ شریعت ہی کسوٹی اور معیار ہے۔ شریعت کا معنی ہے راستہ اور شریعت محمدیہ کا ترجمہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا راستہ تو یہ معنی اپنے عموم واطلاق کے اعتبار سے تمام ظاہر وباطن کو شامل ہے، صرف چند جسمانی احکام کے ساتھ خاص نہیں۔ یہی وہ راستہ ہے کہ پانچوں وقت ہر نماز بلکہ ہر رکعت میں اس کا مانگنا اور اس پر ثابت قدمی کی دعا کرنا ہر مسلمان پر واجب یعنی سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور اس میں اهدنا الصراط المستقیم بھی ہے جس میں یہ دعا ہے کہ ہم کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ پر چلا، ان کی شریعت پر ثابت قدم رکھ۔ حضرت عبداللہ بن عباس، امام ابوالعالیہ اور امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں:

"صراط مستقیم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق وعمر فاروق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔"

(الدرالمنثور۔ صفحہ نمبر 40، مطبوعہ بیروت)

یہی شریعت وہ راہ ہے جس پر اللہ ملتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

((اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ))

"بیشک اس سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے۔" (ھود، آیت نمبر 56)

اورشریعت ہی وہ راہ ہے جس کی مخالفت کرنے والا بد دین اور گمراہ ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

"اے محبوب! تم فرمادو کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کردیں گے۔ اللہ تمہیں اس کی تاکید فرماتا ہے تاکہ تم پرہیزگاری کرو۔"

(سورۃ الانعام، آیت نمبر 152)

دیکھو! قرآن عظیم نے صاف فرمادیا کہ شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنا نصیب ہوتا ہے، اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دور جا پڑے گا۔

(2): عمرو کا دوسرا قول کہ "طریقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کا نام ہے" یہ محض پاگل پن اور جہالت ہے۔ معمولی سا پڑھا لکھا آدمی بھی جانتا ہے کہ طریق ،طریقہ ،طریقت ان تینوں لفظوں کا معنی ہے راستہ، نہ کہ پہنچ جانا تو یقیناً طریقت بھی راستے ہی کا نام ہے۔ اب اگر وہ راستہ شریعت سے جدا ہو تو قرآن عظیم کی گواہی کے مطابق وہ اللہ تعالیٰ تک نہ پہنچائے گا بلکہ شیطان تک پہنچائے گا اور وہ راستہ جنت میں نہیں بلکہ جہنم میں لے جائے گا کیونکہ شریعت کے علاوہ تمام راہوں کو قرآن عظیم نے باطل و مردود قرار دیا تو لازمی طور پر ثابت ہوا کہ طریقت یہی شریعت ہے اور اسی روشن راہ کا ایک ٹکڑا ہے اور طریقت کا شریعت سے جدا ہونا ناممکن ہے۔ جو اسے شریعت سے جدا مانتا ہے وہ طریقت کو اللہ کا راستہ نہیں بلکہ ابلیس کا راستہ مانتا ہے۔ مگر صحیح و سچی طریقت ہرگز شیطان کا راستہ نہیں بلکہ وہ قطعی طور پر اللہ عزوجل کا راستہ ہے۔ جب طریقت اللہ کا راستہ ہے تو یقیناً وہ شریعت مطہرہ ہی کا حصہ ہے۔

(3): طریقت میں جو حقائق وغیرہ آدمی پر کھلتے ہیں وہ شریعت کی پیروی ہی کا صدقہ ہے، ورنہ شریعت کی پیروی کے بغیر بڑے بڑے کشف تو راہبوں اور ہندو جوگیوں سنیاسیوں کو بھی ہوتے ہیں، ان کے کشف انہیں کہاں لے جاتے ہیں؟ اسی بھڑکتی آگ اور دردناک عذاب کی طرف لے جاتے ہیں۔ لہٰذا شریعت کی پیروی کے بغیر کسی کشف کا کوئی فائدہ نہیں۔

(4): شریعت کو قطرہ اور طریقت کو دریا کہنا اس مجنون اور پکے پاگل کا کام ہے جس نے یہ سن رکھا ہے کہ دریا کا پاٹ بہت وسیع ہوتا ہے لیکن وہ نہیں جانتا کہ اس پاٹ کی وسعت کس وجہ سے ہے۔

شریعت منبع ہے یعنی پانی پھوٹنے کی جگہ اور طریقت اس منبع سے نکلا ہوا دریا بلکہ شریعت تو اس مثال سے بھی بلند و بالا ہے کہ اس مثال سے شریعت کی کماحقہ اہمیت واضح نہیں ہوتی کیونکہ پانی جس جگہ (منبع) سے نکلتا ہے، زمینوں کو سیراب کرتے وقت اس نکلنے والی جگہ کا محتاج نہیں کہ وہاں سے تو یہ باہر آ ہی گیا، یونہی دریا سے نفع اٹھانے والوں کو دریا کے نکلنے کی جگہ کی کچھ حاجت نہیں کہ جب انہیں پانی مل گیا تو انہیں پانی نکلنے کی جگہ سے کیا تعلق؟ وہ باقی رہے یا نہ رہے لیکن شریعت ایسا منبع ہے کہ اس سے نکلے ہوئے دریا یعنی طریقت کو ہر وقت اپنے منبع کی حاجت ہے۔ اس اصل یعنی شریعت سے تعلق ٹوٹتے ہی صرف یہی نہیں ہوگا کہ آئندہ کے لئے مدد موقوف ہوجائے گی اور فی الحال جتنا پانی آچکا اس سے فائدہ حاصل ہوتا رہے گا بلکہ جیسے ہی شریعت سے تعلق ٹوٹا فوراً طریقت کا دریا فنا ہوجائے گا۔ بوند تو بوند پانی کی نمی کا نام بھی نظر نہ آئے گا اور کاش کہ اس سے اتنا ہی نقصان ہوتا کہ شریعت کا دریا سوکھنے سے باغات سوکھ جائیں، کھیت مرجھا جائیں اور آدمی پیاسے تڑپتے رہیں لیکن ہرگز صرف اتنا نقصان نہیں ہوگا بلکہ طریقت کے دریا کا تعلق جیسے ہی اپنے نکلنے کے مقام یعنی

شریعت سے ٹوٹے گا وہ تمام دریا شعلے مارتی ہوئی بھڑکتی آگ میں تبدیل ہو جائے گا۔ اور پھر کاش کہ وہ شعلے ظاہری آنکھوں سے دیکھے جاسکتے تاکہ جو لوگ شریعت سے تعلق توڑ کر جلے اور خاک سیاہ ہوئے انہیں دیکھ کر دوسرے لوگ بچ جاتے اور ان کے برے انجام سے عبرت حاصل کرتے مگر ایسا نہیں ہے بلکہ وہ آگ تو

((نَارُ اللهِ الْمُوْقَدَةُالَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ))

''اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ کہ دلوں پر چڑھتی ہے۔'' (سورۃ الھمزہ، آیت نمبر 6,7)

اندر سے دل جل جاتے ہیں، ایمان برباد ہو جاتا ہے لیکن ظاہر میں وہی طریقت کا پانی نظر آتا ہے جو شیطان دھوکے سے انہیں دکھاتا ہے۔ دیکھنے میں دریا اور حقیقت میں آگ کا بھڑکتا ہوا الاؤ۔ افسوس کہ اس پردے نے لاکھوں کو ہلاک کر دیا۔!

شریعت و طریقت اور دریا و منبع کی مثال کے درمیان ایک عظیم فرق اور بھی ہے جس کی طرف پہلے اشارہ کیا کہ دریا سے نفع اٹھانے والوں کو نفع اٹھاتے ہوئے دریا کے نکلنے کی جگہ کی کوئی حاجت نہیں لیکن طریقت سے نفع اٹھانے والوں کو ہر وقت اور ہر لحہ شریعت کی محتاجی رہتی ہے کیونکہ طریقت کا یہ پاکیزہ میٹھا دریا جو شریعت کے برکت والے سرچشمہ سے نکل کر فیضیاب کر رہا ہے اس کے ساتھ ساتھ ایک سخت کھاری ناپاک دریا بھی بہتا ہے:

((هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ))

''یہ میٹھا ہے خوب میٹھا پانی خوش گوار اور یہ کھاری و تلخ۔'' (سورۃ الفاطر، آیت نمبر 12)

یہاں ذہن میں سوال آئے گا وہ دوسرا کھاری دریا کیا ہے؟ تو سنئے وہ شیطان ملعون کے وسوسے اور دھوکے ہیں تو طریقت کے شیریں دریا سے نفع لینے والوں کو ہر لحہ اس بات کی ضرورت ہے کہ ہر نئی لہر پر اس لہر کے رنگ، مزہ، بُو کو اصل منبع یعنی شریعت کے رنگ مزہ بُو سے ملاتے رہیں تاکہ پتہ چل جائے کہ یہ لہر شریعت کے منبع سے آئی ہے یا شیطانی پیشاب کی بدبودار کھاری دھار دھوکہ دے رہی ہے، لیکن یہاں ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ جب دونوں دریاؤں میں رنگ، بو اور مزے میں اتنا واضح فرق ہے تو جیسے ہی کوئی شیطانی چکر ہوگا آدمی کو فوراً پتہ چل جائے گا کہ یہ طریقت کا صاف شیریں دریا نہیں بلکہ شیطان کی طرف سے دھوکہ ہے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اصل کٹھن مرحلہ یہاں پر یہ ہے کہ طریقت کا پاک اور مبارک منبع اس قدر لطیف اور نفیس ہے کہ کمال لطافت کی وجہ سے اس کا مزہ بہت جلد زبان سے اتر جاتا ہے۔ رنگت مزہ بو کچھ یاد نہیں رہتی اور اس کے ساتھ ہی چکھنے، سونگھنے اور دیکھنے کے معنوی احساسات بھی فاسد ہو جاتے ہیں اور پھر آدمی کو گلاب اور پیشاب میں تمیز نہیں رہتی۔ وہ ابلیس کا کھاری بدبودار بدرنگ پیشاب غٹاغٹ چڑھا جاتا ہے اور گمان یہ کرتا ہے کہ طریقت کے دریا کا میٹھا، خوشبودار اور خوش رنگ پانی پی رہا ہوں۔ اس ساری گفتگو سے معلوم ہوا کہ شریعت منبع اور دریا کی مثال سے بہت بلند ہے۔

((وَ لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی))

''اور اللہ ہی کے لئے بلند صفت ہے۔''

شریعت مطہرہ ایک ربانی نور کا فانوس ہے کہ دینی جہاں میں اس کے سوا کوئی روشنی نہیں اور اس روشنی کی کوئی حد نہیں۔ یہ زیادہ سے زیادہ ہو سکتی ہے۔ اس نور میں زیادتی اور اضافہ پانے کے طریقے کا نام طریقت ہے۔ یہی روشنی بڑھ کر صبح اور پھر سورج اور اس کے بعد سورج سے بھی زیادہ غیر متناہی درجوں تک ترقی کرتی ہے، اسی سے اشیاء کی حقیقتیں کھلتی ہیں اور نور حقیقی تجلی فرماتا ہے۔ اسی روشنی کو علم کے مرتبہ میں ''معرفت'' اور مرتبہ تحقیق میں ''حقیقت'' کہتے ہیں۔ یعنی اصل وہی ایک شریعت ہے کہ مختلف مرتبوں کے اعتبار سے اس کے مختلف نام رکھے جاتے ہیں۔ جب شریعت کا یہ نور بڑھ کر صبح کی طرح ہو جاتا ہے تو ابلیس لعین خیر خواہ بن کر آتا ہے اور اسے کہتا ہے:

''چراغ بجھا دو کہ اب تو صبح خوب روشن ہو گئی ہے۔''

اگر آدمی شیطان کے دھوکے میں نہ آئے تو شریعت کا یہ نور بڑھ کر دن ہو جاتا ہے۔ اس پر شیطان کہتا ہے:

''کیا اب بھی چراغ نہ بجھائے گا اب تو سورج روشن ہے؟ اب تجھے چراغ کی کیا حاجت ہے؟ روز روشن میں شمع جلانا تو بیوقوف کا کام ہے۔''

یہاں پر اگر ہدایت الٰہی آدمی کی مدد فرمائے تو بندہ لاحول پڑھ کر شیطان کو بھگا دیتا ہے اور یہ کہتا ہے:

''اے اللہ کے دشمن! یہ جسے تو دن یا سورج کہہ رہا ہے یہ آخر کیا ہے؟ اسی فانوسِ شریعت ہی کا نور ہے۔ اگر اسے بجھا دیا تو نور کہاں سے آئے گا۔''

یہ کہنے پر شیطان ناکام و نامراد ہو جاتا ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے نور حقیقی تک پہنچ جاتا ہے۔ لیکن اگر بندہ شیطان کے فریب میں آ گیا اور سمجھا کہ ہاں دن تو ہو گیا اب مجھے چراغ کی کیا حاجت رہی اور یہ سمجھ کر اس نے شریعت کا چراغ بجھا دیا تو جیسے ہی یہ چراغ بجھائے گا۔ ہر طرف گھپ اندھیرا ہو جائے گا کہ جیسے ہی اسے بجھایا ہر طرف ایسا سخت اندھیرا ہو گیا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا۔ جیسا کہ قرآن عظیم نے فرمایا:

''ایک پر ایک اندھیریاں ہیں۔ اپنا ہاتھ نکالے تو نہ سوجھے اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے نور کہاں۔''

(سورۃ النور، آیت نمبر 40)

تو یہ ہیں وہ لوگ جو طریقت بلکہ اس سے بلند مرتبہ حقیقت تک پہنچ کر اپنے آپ کو شریعت سے بے پرواہ سمجھے اور شیطان کے دھوکے میں آ کر اس فانوسِ الٰہی کو بجھا دیا اور تباہ و برباد ہو گئے اور یہاں پر بھی وہی پہلے والا معاملہ ہے کہ کاش یہی ہوتا کہ اس نور کے بجھنے سے جو عالمگیر اندھیرا چھایا وہ انہیں اپنی آنکھوں سے نظر آ جاتا کہ شاید وہ نادم ہو کر توبہ کرتے اور چونکہ فانوسِ شریعت کا مالک یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرما کر انہیں پھر وہی روشنی عطا فرما دیتا مگر یہاں یہ معاملہ ہے کہ شیطان جہاں دھوکے سے آدمی کے ہاتھ سے فانوسِ شریعت بجھا دیتا ہے اس کے ساتھ ہی اپنی طرف سے ایک سازشی بتی جلا کر ان کے ہاتھ میں تھما دیتا ہے۔ اور یہ لوگ اسی کو نور سمجھتے رہتے ہیں حالانکہ حقیقت میں وہ نور نہیں بلکہ نار یعنی آگ ہے اور یہ بے وقوف و جاہل لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شریعت والوں کے پاس کیا ہے؟ ایک چراغ ہے؟ جبکہ ہمارے پاس تو ایسا نور ہے جو اپنی نورانیت سے سورج کو شرمندہ کر رہا ہے۔ شریعت ایک قطرہ اور ہماری طریقت ایک دریا ہے لیکن ایسا سمجھنے والے جانتے نہیں کہ شریعت ہی حقیقتاً نور ہے اور شریعت سے کٹی ہوئی طریقت محض دھوکہ و فریب ہے اور عنقریب قیامت میں حال کھل جائے گا کہ زندگی بھر بندۂ خدا بن کر رہا یا بندۂ شیطان بن کر۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس ایک ایک پل ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو تو یہ حاجت اور زیادہ ہے کہ راستہ جس قدر باریک و کٹھن ہوتا ہے رہنما کی حاجت بھی اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے اور رہنما یہاں پر شریعت ہے، اسی وجہ سے حدیث میں آیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بغیر فقہ کے عبادت میں پڑنے والا ایسا ہے جیسا چکی کھینچنے والا گدھا کہ مشقت جھیلے اور نفع کچھ نہیں۔'' (حلیۃ الاولیاء)

امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''دو شخصوں نے میری پیٹھ توڑ دی (وہ ایسی مصیبتیں ہیں جن کا کوئی علاج نہیں) جاہل عابد اور وہ عالم کہ اعلانیہ بیباکانہ گناہوں کا ارتکاب کرے۔''

اے عزیز! شریعت ایک عمارت ہے اسکی بنیاد عقائد اور چنائی عمل ہے، پھر ظاہری اعمال وہ دیواریں ہیں جو اس بنیاد پر تعمیر کی گئیں

اور جب وہ تعمیر اوپر چڑھ کر آسمانوں تک بلند ہوجاتی ہے تو طریقت کہلاتی ہے۔ دیوار جتنی اونچی ہوگی اسی قدر زیادہ اسے بنیاد کی حاجت ہوگی بلکہ عمارت میں ہر اوپر والے حصے کو نیچے والے حصے کی حاجت ہوتی ہے اگر نیچے سے دیوار نکال دی جائے تو اوپر والا حصہ بھی گر جائے گا۔ وہ شخص احمق ہے جسے شیطان نے نظر بندی کر کے اس کے اعمال کی بلندی آسمانوں تک دکھائی اور دل میں یہ بات ڈالی کہ تم تو زمین کے دائرے سے اوپر گزر گئے ہو تمہیں ان نیچے والے حصوں کی کیا حاجت؟ اور پھر اس احمق نے شیطان کے دھوکے میں آ کر بنیادوں سے تعلق توڑ لیا تو نتیجہ وہ نکلا جو قرآن مجید نے فرمایا:

''اس کی عمارت اسے لے کر جہنم میں گر پڑی۔'' (سورۃ التوبۃ، آیت نمبر: 109)

اللہ کی پناہ ہے ان باتوں سے! اسی لئے اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

''جاہل صوفی شیطان کا مسخرہ ہے۔''

اس لئے حدیث میں آیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔'' (سنن ترمذی)

بغیر علم کے عبادت میں مجاہدہ کرنے والوں کو شیطان انگلیوں پر نچاتا ہے۔ ان کے منہ سے لگام اور ناک میں نکیل ڈال کر جدھر چاہے کھینچتا پھرتا ہے اور طریقت سے جاہل سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کر رہے ہیں۔

(5): عمرو کا شریعت کو طریقت سے جدا سمجھ کر یہ کہنا کہ انبیاء علیہم السلام صرف طریقت کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں' صراحۃً کفرو ارتداد و بے دینی و زندیق پن اور لعنت کا سبب ہے، کیونکہ یہ واضح طور پر شریعت مطہرہ کو معطل و مہمل اور فضول و باطل ٹھہراتا ہے اور یہ کفر و ارتداد ہے۔ ہاں اگر عمرو یہ کہتا کہ اصل مقصود اللہ تعالیٰ تک پہنچنا ہے تو حق و صحیح تھا۔ مگر افسوس ہے اس پر جو اپنی شدید جہالت کی وجہ سے نہ جانے، یا جانے، مگر شریعت سے دشمنی کے سبب یہ بات نہ مانے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ یہی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت ہے اور کوئی نہیں۔ ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں کہ شریعت کے سوا اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے تمام راستے بند ہیں اور اگر کوئی طریقت کو شریعت سے جدا راستہ سمجھتا ہے تو ہرگز ایسی طریقت کا راستہ اللہ تعالیٰ تک نہ پہنچائے گا، بلکہ وہ راستہ بند ہے اور اس پر چلنے والا مردود ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اس کا یہ کہنا کہ وہ ایسی طریقت کے لئے بھیجے گئے، سراسر جھوٹ، تہمت اور لعنتی و مردود فعل ہے۔ کیا کوئی شخص اس بات کا ثبوت دے سکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی شریعت کے خلاف کسی دوسرے راستے کی طرف بلایا ہو؟ ہرگز نہیں۔

(6): جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمر بھر شریعت کی طرف ہی بلایا اور یہی راستہ ہمارے لئے چھوڑا تو شریعت کا خادم' اس کا حامی' اس کا عالم کیوں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خادم نہ ہوگا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر بالفرض شریعت صرف فرض، واجب، سنت، مستحب، حلال اور حرام ہی کے علم کا نام ہے تو یہ علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے یا ان کے غیر سے؟ اگر اسلام کا دعویٰ رکھتا ہے تو ضرور کہے گا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہی ہے۔ جب یہ تسلیم ہے تو اس کا عالم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وارث نہ ہوگا تو کس کا ہوگا۔؟ علم بھی حضور کا، ترکہ بھی حضور کا پھر اس شریعت کا پانے والا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وارث نہ ہو اس کا کیا مطلب ہے؟ اور اگر اس کے جواب میں کوئی یہ کہے کہ یہ علم تو ضرور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے مگر اس نے دوسرا حصہ یعنی علم باطن حاصل نہ کیا لہٰذا یہ وارث نہیں تو ایسے آدمی سے کہا جائے گا کہ اے

جاہل! کیاوارث کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ مورث (وراثت چھوڑنے والے) کا کل مال پائے؟ اگر ایسا ہوتو جہاں میں کوئی عالم، کوئی ولی، کوئی صدیق انبیاء علیہم السلام کا وارث نہ بن سکے گا کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا کل علم تو غیرانبیاء کومل ہی نہیں سکتا۔ اس صورت میں تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان کہ "علماء انبیاء کے وارث ہیں۔" معاذ اللہ غلط ہو کر محال ہوجائے گا۔

اورگر بالفرض شریعت وطریقت دو جدا راہیں مانیں اور دونوں میں قطرہ و دریا کی نسبت مانیں یعنی شریعت کو قطرہ اور طریقت کو دریا مانیں جس طرح یہ جاہل عمرو بکتا ہے جب بھی یہ کہنا کہ "علمائے شریعت انبیاء علیہم السلام کے بالکل وارث نہیں" یہ محض پاگل پن ہے، کیونکہ وراثت چھوڑنے والے کے ترکہ سے جس کو بالکل تھوڑا سا حصہ ملا وہ بھی وارث ہوتا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے علم میں تو جس کو ملا تھوڑا ہی ملا۔

بلکہ اگر شریعت وطریقت کی جدائی فرض کرلیں تو بھی بطورِ انصاف حدیث اِن طریقت سے جاہل شیطان کے مسخروں پر الٹی پڑے گی۔ یعنی علمائے ظاہر ہی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ٹھہریں گے اور علماء باطن وراثت انبیاء سے محروم ٹھہریں گے۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام نبی بھی ہوتے ہیں اور ولی بھی اور علوم نبوت وہ ہوتے ہیں جنھیں شریعت کہتے ہیں جس کی طرف وہ عام امت کو دعوت دیتے ہیں اور علوم ولایت وہ ہوتے ہیں جن کو یہ جاہل طریقت کہتے ہیں اور وہ خاص خاص لوگوں کو خفیہ علوم دیئے جاتے ہیں تو علماء باطن جو علومِ ولایت کے وارث ہوئے وہ اولیاء کے وارث ٹھہرے نہ کہ انبیاء علیہم السلام کے...... انبیاء علیہم السلام کے وارث تو یہ علمائے ظاہر ہی ٹھہرے جنہوں نے علوم نبوت پائے مگر یہ اس جاہل کی شدید جہالت ہے کہ شریعت وطریقت کو جدا راہیں سمجھا، ہرگز یہ دونوں جدا راہیں نہیں اور نہ ہی اولیاء ﷺ کبھی غیر علماء ہوتے ہیں۔

علامہ مناوی شرح جامع صغیر اور عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں کہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"علم باطن وہی جانتا ہے جو علم ظاہر جانتا ہے۔"

اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"اللہ نے کبھی کسی جاہل کو اپنا ولی نہ بنایا یعنی بنانا چاہا تو پہلے اسے علم دیدیا اس کے بعد ولی کیا۔"

علم باطن علم ظاہر ہی کا نتیجہ ہوتا ہے تو جو علم ظاہر نہیں رکھتا وہ علم باطن کیسے پاسکتا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ کے متعلق بندوں کے لئے پانچ علم ہیں۔ (۱) علم ذات (۲) علم صفات (۳) علم اسماء (۴) علم افعال (۵) علم احکام۔

ان علوم میں ہر پہلا علم دوسرے کی بنسبت زیادہ مشکل ہے یعنی پہلا علم سب سے مشکل اور آخری علم سب سے آسان ہے تو جو سب سے آسان علم یعنی علمِ احکام حاصل کرنے سے عاجز ہوگا وہ سب سے مشکل علم ذات کس طرح حاصل کریگا۔

عمرو جاہل نے علمائے ظاہر کو مطلقاً وراثت انبیاء علیہم السلام سے محروم کہا حالانکہ قرآن عظیم نے ان سب کو انبیاء علیہم السلام کا وارث قرار دیا حتیٰ کہ بےعمل یعنی فرائض وواجبات کی پابندی کریں مگر دیگر نیک کاموں، مستحبات ونوافل میں سستی کریں ایسے علماء کو بھی وارث قرار دیا جبکہ وہ صحیح عقائد رکھتے ہوں اور سیدھے راستے کی طرف بلاتے ہوں۔ یہ قید اس لئے ہے کہ جو عقائد میں صحیح نہیں اور دوسروں کو غلط عقائد کی طرف بلانے والا ہے۔ وہ خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے ایسا آدمی نبی علیہ السلام کا وارث نہیں شیطان کا نائب ہوتا ہے، لہٰذا صرف صحیح عقائد والا اور اس کی طرف دوسروں کو بلانے والا انبیاء علیہم السلام کا وارث ہے اگرچہ بےعمل ہو۔ اب

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فرمایا: علماء شریعت کے وارث ہیں اگر چہ بے عمل ہوں، تو ہم جواب دیتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

''پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے اور کوئی متوسط حال کا اور کوئی بحکم خدا بھلائیوں میں سبقت لے جانے والا یہی بڑا فضل ہے۔'' (سورہ الفاطر، آیت نمبر: 32)

اس آیت میں غور کرو اور سمجھو کہ وہ بے عمل دگنا ہوں سے اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے کتاب کا وارث فرمایا اور اپنے چنے ہوئے بندے قرار دیا۔ احادیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی آیت کی تفسیر میں فرمایا:

''ہم میں جو سبقت لے جانے والا ہے وہ تو سبقت لے جانے والا ہی ہے اور جو متوسط حال کا ہو وہ بھی نجات والا ہے اور جو اپنی جان پر ظالم ہے اس کی بھی مغفرت ہے۔'' (الدر المنثور، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 25، مطبوعہ بیروت)

شریعت کا عالم اگر بے عمل بھی ہو تو چاند ہے کہ خود ٹھنڈا اور دوسروں کو روشنی دینے والا اور اگر بے عمل نہ ہو تو شمع کی طرح ہے کہ خود جلے مگر دوسروں کو روشنی دے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس شخص کی مثال جو لوگوں کو بھلائی سکھاتا ہے اور خود کو بھلائے ہوئے ہے اس فلیتے (چراغ کی بتی) کی طرح ہے، جو لوگوں کو روشنی دیتا ہے اور خود جلتا ہے۔'' (بزار) (طبرانی)

نیز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب کوئی شخص قرآن پڑھ لے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں خوب یاد کر لے اور اس کے ساتھ طبیعت سلیقہ دار رکھتا ہو تو وہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نائبوں میں سے ایک ہے۔''

دیکھو! یہاں وارث تو وارث، اللہ تعالیٰ نے خلیفۃ الانبیاء ہونے کے لئے صرف تین شرطیں مقرر فرمائیں کہ قرآن و حدیث جانے اور ان کی سمجھ رکھتا ہو۔ خلیفہ و وارث میں فرق ظاہر ہے آدمی کی تمام اولاد اس کی وارث ہے مگر جانشین ہونے کی لیاقت ہر ایک میں نہیں۔

(7): جب اللہ تعالیٰ نے کتاب کے تمام وارثوں کو اپنے چنے ہوئے بندے فرمایا تو وہ قطعاً اللہ والے ہوئے اور جب اللہ والے ہوئے تو ضرور ربانی ہوئے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

''اللہ والے ہو جاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس سے کہ تم درس دیتے ہو۔'' (سورۃ آل عمران، آیت نمبر 79)

مزید فرمایا:

''بے شک ہم نے توریت اتاری اس میں ہدایت اور نور ہے اس کے مطابق یہود کو حکم دیتے ہیں، ہمارے فرمانبردار نبی اور عالم اور فقیہ کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے۔'' (سورۃ المائدہ، آیت نمبر 44)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ربانی ہونے کی وجہ اور ربانیوں کی صفات اسی قدر بیان فرمائی کہ کتاب پڑھنا، پڑھانا، اس کے احکام سے خبردار ہونا، اس کی نگہداشت رکھنا اور اس کے ساتھ حکم کرنا۔ اب اگر ان صفات کو بغور دیکھیں تو یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ صفات علمائے شریعت کے اندر پائی جاتی ہیں جب ان میں یہ صفات پائی جاتی ہیں تو وہ ضرور ربانی ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

''ربانی فقہاء مدرسین ہیں۔'' (الدر المنثور، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 250، مطبوعہ مصر)

نیز وہ اور ان کے شاگرد حضرت امام مجاہد و امام سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں:

''ربانی عالم فقیہ کو کہتے ہیں۔'' (الدر المنثور، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 251، مطبوعہ بیروت)

جب اللہ عزوجل نے علمائے شریعت کو اپنا چنا ہوا بندہ فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں اپنا وارث اپنا خلیفہ اپنا جانشین

فرماتے ہیں تو انہیں شیطان کہنا جیسا کہ عمرو نے کہا، شیطان ہی کا کام ہو سکتا ہے یا اس کی اولاد میں سے کسی منافق خبیث کا اور ایسے لوگوں کو منافق میں نہیں کہتا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر منافق اور منافق بھی کونسا کھلا منافق (وہ تین اشخاص یہ ہیں) ایک بوڑھا مسلمان جسے اسلام ہی میں بڑھاپا آیا دوسرا عالم دین تیسرا بادشاہ مسلمان عادل۔'' (طبرانی)

نیز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''لوگوں پر زیادتی نہ کریگا مگر ولد الزنا یا وہ جس میں اس کی کوئی رگ ہو۔'' (طبرانی فی الکبیر)

جب عام لوگوں پر زیادتی کا یہ حکم ہے تو علماء کی شان تو بہت بلند و بالا ہے، ان پر زیادتی کرنے والے کے لئے تو حکم اور زیادہ سخت ہوگا۔ بلکہ حدیث میں لفظ ناس (انسان) ہے اور صحیح معنوں میں انسان علماء ہی ہیں۔ چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے شاگرد رشید اور حدیث وفقہ و معرفت وولایت میں متفقہ امام حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا:

''ناس یعنی آدمی کون ہے۔؟''

فرمایا:

''علماء۔''

امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''جو عالم نہ ہوا امام ابن مبارک نے اسے آدمی ہی شمار نہ کیا، کیونکہ انسان اور جانوروں میں علم ہی کا فرق ہے۔ انسان اس سبب سے انسان ہے جس وجہ سے اسے شرف حاصل ہے اور یہ شرف و بزرگی کس وجہ سے ہے؟ یہ جسمانی طاقت کی وجہ سے نہیں کہ اونٹ آدمی سے زیادہ طاقتور ہے اور نہ ہی انسان کی بزرگی اس کے بڑے جسم کی وجہ سے ہے کہ ہاتھی کا جسم اس سے بڑا ہے نہ بہادری کی وجہ سے کہ شیر اس سے زیادہ بہادر ہے، نہ خوراک کی وجہ سے کہ بیل کا پیٹ اس سے بڑا ہے اور وہ زیادہ کھاتا ہے اور نہ ہی انسان کا شرف جماع کی وجہ سے ہے کہ چڑونا جو چڑیا کی سب سے کم تر سمجھی جانے والی قسم ہے، انسان سے زیادہ اس فعل کی قوت رکھتا ہے۔ آدمی تو صرف علم کے لئے بنایا گیا ہے اور اس علم کی وجہ سے انسان کا شرف و بزرگی ہے۔

(9): مذکورہ بیانات سے واضح ہوگیا کہ علمائے شریعت ہرگز طریقت کے راستے میں رکاوٹ نہیں بلکہ وہی اس کا دروازہ کھولنے والے ہیں اور وہی طریقت کے راستے کے نگہبان ہیں۔ البتہ وہ طریقت جسے شیطان کے بندے طریقت کہتے ہیں اور اسے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت سے جدا قرار دیتے ہیں علماء شریعت ایسی طریقت کے لئے ضرور رکاوٹ ہیں۔ اور علماء ہی کیا خود اللہ عزوجل نے اس راہ کو بند، مردود، باطل اور دھتکارا ہوا قرار دیا اور پہلے گزر چکا کہ علمائے شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ہر وقت ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والے کو اور زیادہ ہے۔ ورنہ حدیث میں بغیر علم کے طریقت میں پڑنے والے کو گدھا فرمایا گیا ہے تو اگر علماء نے گدھا بننے سے روکا تو کیا گناہ کیا؟

(10): عمرو نے علمائے شریعت اور شریعت کے خلاف جو اپنی شیطانی خرافات اور گالی گلوچ کا اظہار کیا ہے اسے اس نے حقانی علماء اور ربانی اولیاء کی طرف منسوب کیا ہے، یہ ذلیل، جھوٹ اور لعنتی تہمت ہے جو اس نے اولیاء پر باندھی۔ اب ہم اس کی خواہش کے مطابق صرف اولیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مبارک ارشادات صرف نمونہ کے طور پر پیش کرتے ہیں جن سے

شریعت مطہرہ کی عظمت ظاہر ہو اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ طریقت شریعت سے جدا نہیں اور یہ بھی کہ طریقت شریعت کی محتاج ہے اور یہ بھی کہ شریعت اصل معیار اور دارو مدار ہے۔ الغرض جو کچھ ہم نے بیان کیا ان سب کا مکمل ثبوت اور عمرو کے دعووں اور خرافات کا کافی رد ہم اولیائے کرام علیہم الرضوان کے قوال سے پیش کریں گے۔ اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

پہلا قول: حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''اللہ کے سوا کسی کی طرف نگاہ نہ اٹھانا جو کہ طریقت کا ایک بلند مرتبہ ہے، ضروری ہے کہ وہ ان چیزوں کے ساتھ ہو کہ تو اللہ کی مقرر کردہ حدود کی پابندی کرے اور اس کے تمام احکام کی حفاظت کرے اور اگر تیری طرف سے شریعت کی حدود میں سے کسی حد میں خلل آیا تو جان لے کہ تو فتنہ میں پڑا ہوا ہے اور بیشک شیطان تیرے ساتھ کھیل رہا ہے لھذا تو فوراً شریعت کے حکم کی طرف لوٹ آ اور اس سے لپٹ جا اور اپنی نفسانی خواہش کو چھوڑ دے کیونکہ جس حقیقت کی تصدیق شریعت سے نہ ہو وہ حقیقت باطل ہے۔'' (طبقات الاولیاء از امام عبد الوہاب شعرانی جلد 1، صفحہ نمبر 121، مطبوعہ مصر)

سعادتمند کے لئے حضور پر نور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول ہی کافی ہے کہ اس میں سب کچھ جمع فرما دیا ہے۔

دوسرا قول: حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''جب تو اپنے دل میں کسی کی محبت یا دشمنی پائے تو اس کے کاموں کو قرآن و حدیث پر پیش کر اگر قرآن وحدیث کی رو سے پسندیدہ ہوں تو تو اس سے محبت کر اور اگر اس اعتبار سے ناپسندیدہ ہوں تو اسے ناپسند کرتا کہ اپنی خواہش سے نہ کسی کو دوست رکھے نہ دشمن۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''خواہش کی پیروی نہ کر کہ تجھے بہکا دے گی اللہ کی راہ سے۔''

(طبقات کبریٰ، صفحہ نمبر 130)

تیسرا قول: حضور پر نور سیدنا غوث الاغوات رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''ولایت نبوت کا عکس ہے اور نبوت الوہیت کا عکس ہے اور ولی کی کرامت یہ ہے کہ اس کا فعل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول کے قانون پر ٹھیک اترے۔'' (بہجۃ الاسرار، صفحہ نمبر 9 3، مطبوعہ مصر)

چوتھا قول: حضور سیدنا محی الدین محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''شریعت وہ حکم ہے جس کے قہر کی تلوار اپنے مخالف و مقابل کو مٹا دیتی ہے اور اسلام کی مضبوط رسیاں اس کی حمایت کی مضبوط ڈوری پکڑے ہوئے ہیں۔ دونوں جہاں کے کاموں کا دارو مدار فقط شریعت پر ہے اور شریعت کی ڈوریوں سے ہی دونوں جہاں کی منزلیں وابستہ ہیں۔'' (بہجۃ الاسرار، صفحہ نمبر 40، مطبوعہ مصر)

پانچواں قول: حضور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''پاکیزہ شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین اسلام کا پھلدار درخت ہے۔ شریعت وہ سورج ہے جس کی چمک سے تمام جہاں کی اندھیریاں جگمگا اٹھیں۔ شریعت کی پیروی دونوں جہاں کی سعادت بخشتی ہے۔ خبردار اس کے دائرے سے باہر نہ جانا۔ خبردار اہل شریعت کی جماعت سے باہر نہ جانا۔'' (بہجۃ الاسرار، صفحہ نمبر 49، مطبوعہ مصر)

چھٹا قول: حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''اللہ عزوجل کی طرف سے سب سے زیادہ قریب راستہ بندگی کے قانون کو لازم پکڑنا اور شریعت کی گرہ کو تھامے رکھنا ہے۔'' (بہجۃ الاسرار، صفحہ نمبر 50، مطبوعہ مصر)

ساتواں قول: حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''فقہ سیکھ اس کے بعد خلوت نشیں ہو۔ جو بغیر علم کے اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ جتنا سنوارے گا اس سے زیادہ بگاڑے گا۔ اپنے ساتھ شریعت کی شمع لے لو۔'' (بہجۃ الاسرار، صفحہ نمبر 53، مطبوعہ مصر)

آٹھواں قول: حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''میرے پیر حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے دعا دی اللہ تمہیں حدیث دان بنا کر پھر صوفی بنائے اور حدیث داں ہونے سے پہلے تمہیں صوفی نہ کرے۔'' (احیاء العلوم جلد 1، صفحہ نمبر 13)

نواں قول: حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس دعا کی شرح میں فرماتے ہیں:

''حضرت سری سقطی نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جس نے پہلے حدیث و علم حاصل کر کے تصوف میں قدم رکھا وہ فلاح کو پہنچا اور جس نے علم حاصل کرنے سے پہلے صوفی بننا چاہا اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا والعیاذ باللہ تعالیٰ۔''

(احیاء العلوم، صفحہ نمبر 13، جلد نمبر 1)

دسواں قول: حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی کہ کچھ لوگ گمان کرتے ہیں کہ شریعت کے احکام تو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ تھے اور ہم اللہ تعالیٰ تک پہنچ گئے یعنی اب ہمیں شریعت کی کیا حاجت؟ فرمایا:

''وہ سچ کہتے ہیں وہ پہنچنے والے ضرور ہیں مگر کہاں تک؟ جہنم تک۔ ایسا عقیدہ رکھنے والوں سے تو چور اور زانی بہتر ہیں۔ میں اگر ہزار سال تک بھی زندہ رہوں تو فرائض و واجبات تو بڑی چیز ہیں، میں نے جو نوافل و مستحبات مقرر کر لئے ہیں ان میں سے بھی کچھ کم نہ کروں گا۔'' (الیواقیت والجواہر للامام الشعرانی، جلد 1، صفحہ 139)

گیارہواں قول: حضرت امام قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب رسالہ قشیریہ میں حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں:

''جس نے نہ قرآن یاد کیا نہ حدیث لکھی یعنی جو علم شریعت سے آگاہ نہیں طریقت میں اس کی اقتداء نہ کریں اور اسے اپنا پیر نہ بنائیں کیونکہ ہمارا یہ علم طریقت بالکل کتاب وسنت کا پابند ہے۔'' (رسالہ قشیریہ، صفحہ نمبر 24، مطبوعہ مصر)

نیز فرمایا: ''خلق پر تمام راستے بند ہیں مگر وہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نشانِ قدم کی پیروی کرے۔''

(رسالہ قشیریہ، مطبوعہ مصر)

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے شعر کا ترجمہ ہے:

''جس شخص نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کیا وہ ہرگز منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔''

بارہواں قول: حضرت سیدنا بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دوسرے بزرگ سے فرمایا:

''چلو اس شخص کو دیکھیں جس نے اپنے آپ کو ولایت کے نام سے مشہور کیا ہے۔''

وہ شخص زہد و تقویٰ میں مشہور تھا اور لوگ بکثرت اس کے پاس آیا کرتے تھے۔ جب حضرت بایزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں تشریف لے گئے اتفاقاً اس شخص نے قبلہ کی طرف تھوکا۔ حضرت بایزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً واپس پلٹ آئے اور اس شخص سے سلام بھی نہ کیا اور فرمایا:

''یہ شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آداب میں سے ایک ادب پر تو امین ہے نہیں جس چیز (ولایت) کا دعویٰ کرتا ہے اس پر کیا امین ہوگا۔؟'' (رسالہ قشیریہ، صفحہ نمبر 17)

اور دوسری روایت میں ہے، فرمایا:

"یہ شخص شریعت کے ایک ادب پر تو امین ہے نہیں، اسرارالٰہیہ پر کیسے امین ہوگا؟" (رسالہ قشیریہ، صفحہ نمبر 153، مطبوعہ مصر)

تیرھواں قول: حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ اسے ایسی کرامت دی گئی ہے کہ وہ ہوا پر چارزانو بیٹھے تو اس سے فریب نہ کھانا جب تک یہ نہ دیکھو کہ فرض وواجب ومکروہ وحرام میں اس کا عمل کیسا ہے اور شریعت کی حدود وآداب کی کتنی حفاظت کرتا ہے۔"

(رسالہ قشیریہ، صفحہ نمبر 18 مطبوعہ مصر)

چودھواں قول: حضرت ابوسعید فراز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت ذوالنون مصری وسری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھیوں اور حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے ہم زمانہ بزرگوں میں سے ہیں، فرماتے ہیں:

"جس آدمی کا ظاہر حال اس کے باطن کے خلاف ہو وہ باطن نہیں بلکہ باطل ہے۔" (رسالہ قشیریہ، مطبوعہ مصر)

علامہ سید عبدالغنی نابلسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی قول کی شرح میں فرماتے ہیں:

"اس لئے کہ جب اس آدمی نے ظاہر کی مخالفت کی تو اس کا باطن محض شیطانی وسوسہ اور نفس کی بناوٹ ہے۔"

(حدیقہ ندیہ، جلد نمبر 1، مطبوعہ مصر)

پندرھواں قول: حضرت حارث محاسبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بڑے بڑے ائمہ واولیاءِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم زمانہ بزرگوں میں سے ہیں، فرماتے ہیں:

"جو شخص اپنے باطن کو مراقبہ اور اخلاص سے صحیح کرلے گا اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو مجاہدہ اور سنت کی پیروی سے آراستہ کردے گا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ جس آدمی کا ظاہر شریعت کے زیور سے آراستہ نہیں وہ باطن میں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص نہیں رکھتا۔

سولھواں قول: حضرت عثمان حیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتقال کے وقت اپنے صاحبزادے ابوبکر علیہ الرحمۃ سے فرمایا:

"اے میرے بیٹے! ظاہر میں سنت کی خلاف ورزی اس بات کی علامت ہے کہ باطن میں ریاکاری ہے۔"

(رسالہ قشیریہ، صفحہ 15، مطبوعہ مصر)

سترھواں قول: حضرت سعید بن اسماعیل حیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی باطنی صحبت کا طریقہ یہ ہے کہ سنت کی پیروی کرے اور علم ظاہر کو لازم پکڑلے۔"

(رسالہ قشیریہ، مطبوعہ مصر)

اٹھارواں قول: حضرت ابوالحسین احمد بن الحواری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہیں حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ شام کا پھول کہتے تھے، فرماتے ہیں:

"جو کسی قسم کا کوئی عمل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر کرے وہ باطل ہے۔" (رسالہ قشیریہ، صفحہ نمبر 21 مطبوعہ مصر)

انیسواں قول: حضرت سیدی ابوحفص عمر حداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بڑے بڑے اماموں عارفین اور حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم زمانہ بزرگوں میں سے ہیں، فرماتے ہیں:

"جو ہر وقت اپنے تمام کاموں اور تمام باطنی احوال کو قرآن وحدیث کے ترازو میں نہ تولے اور اپنے دل پر وارد ہونے والی کیفیات پر اعتماد کرلے اسے مردانِ حق کے دفتر میں شمار نہ کر۔" (رسالہ قشیریہ، صفحہ نمبر 21، مطبوعہ مصر)

بیسواں قول: حضرت سیدی ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں اور حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم زمانہ بزرگوں میں سے ہیں، فرماتے ہیں:

''تو جس شخص کو دیکھے کہ وہ اللہ عزوجل کے ساتھ اپنے ایسے حال کا دعویٰ کرتا ہے جو اسے شریعت کی حد سے باہر کردے اس کے قریب بھی نہ جا۔'' (رسالہ قشیریہ، مطبوعہ مصر)

اکیسواں قول: حضرت سیدی ابو العباس احمد بن محمد الآدمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''جو اپنے اوپر شریعت کے آداب لازم کرلے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو معرفت کے نور سے روشن کردے گا اور اس مقام سے بڑھ کر کوئی مقام معظم نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام، افعال، عادات سب میں آپ کی پیروی کی جائے۔'' (رسالہ قشیریہ، صفحہ نمبر 30، مطبوعہ مصر)

بائیسواں قول: سلسلہ چشتیہ بہشتیہ کے بہت بڑے بزرگ حضرت ممشاد دینوری فرماتے ہیں:

''مرید کا ادب یہ ہے کہ شریعت کے آداب کی اپنے نفس پر حفاظت کرے یعنی پابندی کرے۔'' (رسالہ قشیریہ، صفحہ نمبر، مطبوعہ مصر)

تیئیسواں قول: حضرت سیدنا سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''تصوّف تین وصفوں کا نام ہے۔ ایک یہ کہ آدمی کی معرفت کا نور اس کے ورع (اعلیٰ تقویٰ) کو بجھا نہ دے، دوسرا یہ کہ اپنے دل میں کوئی ایسا خیال نہ لائے جو ظاہر قرآن یا ظاہر حدیث کے خلاف ہو اور تیسرا یہ کہ کرامتوں کی وجہ سے وہ پوشیدہ چیزوں کو نہ کھولے جن کا کھولنا اللہ عزوجل نے اس پر حرام کیا ہے۔'' (رسالہ قشیریہ، صفحہ نمبر 13، مطبوعہ مصر)

چوبیسواں قول: حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو سلیمان دارانی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

''بہت دفعہ تصوّف کا کوئی نکتہ میرے دل میں مدتوں آتا رہتا لیکن میں تب تک اسے قبول نہ کرتا جب تک قرآن وحدیث دو عادل گواہ اس نکتے کی تصدیق نہ فرمادیتے۔'' (رسالہ قشیریہ، صفحہ نمبر، مطبوعہ مصر)

دوسری روایت میں فرمایا:

''بہت دفعہ حقیقت کا کوئی نکتہ چالیس دن تک میرے دل پر کھٹکتا رہتا۔ میں تب تک اسے اپنے دل میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیتا جب تک قرآن وسنت کے دو گواہ اس کے ساتھ نہ ہوں۔'' (نفحات الانس، صفحہ نمبر ۲۷)

پچیسواں قول: امام طریقت حضرت ابو علی رودباری جو حضرت جنید بغدادی کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں، امام ابو القاسم قشیری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بزرگوں میں ان کے برابر طریقت کا علم کسی کو نہ تھا۔ ان بزرگوں سے سوال ہوا کہ ایک شخص مزامیر (باجے) سنتا ہے اور کہتا ہے:

''یہ میرے لئے حلال ہے، کیونکہ میں ایسے درجے تک پہنچ گیا ہوں کہ احوال کے اختلاف کا مجھ پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔''

آپ نے فرمایا:

''ہاں پہنچا تو ضرور ہے مگر جہنم تک۔'' (رسالہ قشیریہ، صفحہ نمبر، مطبوعہ مصر)

چھبیسواں قول: حضرت سیدنا ابو عبداللہ محمد بن خفیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''تصوّف اس کا نام ہے کہ دل صاف کیا جائے اور شریعت میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی ہو۔''

(طبقات کبریٰ، از امام شعرانی، صفحہ نمبر)

ستائیسواں قول: امام ابو بکر محمد بن ابراہیم بخاری کی ایک کتاب بنام ''اَلتَّعَرُّفُ لِمَذْھَبِ التَّصَوُّفِ'' بھی ہے، اس کی شان میں اولیاء کرام علیہم الرضوان نے فرمایا:

''اگر یہ کتاب نہ ہوتی تو تصوف نہ پہچانا جاتا۔''

اس کتاب میں حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے تصوف کی تعریف نقل فرمائی کہ تصوف اِن اِن اوصاف کا نام ہے۔ ان کو ختم اس پر فرمایا:

''شریعت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کرنا۔'' (تعرف، باب اول)

اٹھائیسواں قول: حضرت ابوالقاسم نصر آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سیدنا ابوبکر شبلی اور سیدنا ابوعلی رودباری کے جلیل القدر اصحاب میں سے ہیں، فرماتے ہیں:

''تصوف کی بنیاد یہ ہے کہ کتاب وسنت کو لازم پکڑے رہے۔'' (طبقات کبریٰ، صفحہ نمبر 122)

انتیسواں قول: حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے مرید وخلیفہ حضرت جعفر بن محمد خواص علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''اللہ کی معرفت اور اسکے احکام کے علم سے بہتر، میں کوئی چیز نہیں جانتا۔ علم کے بغیر اعمال پاک نہیں ہوتے۔ علم کے بغیر سب عمل برباد ہیں۔ علم ہی سے اللہ عزّ وجلّ کی معرفت واطاعت حاصل ہوتی ہے۔ علم کو وہی ناپسند کرے گا جو کم بخت ہے۔'' (طبقات کبریٰ، صفحہ نمبر ۱۱۸)

تیسواں قول: جلیل القدر عالم حضرت سیدی محمد وفی شاذلی کے پیر ومرشد حضرت سیدی داود کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''علمائے ظاہر کے دل صفائی قلب کے جہان اور گندگی کی دنیا کے درمیان واسطہ ہیں۔''

مراد یہ ہے کہ اولیاء وعوام کے درمیان واسطہ ہیں اور عام مخلوق پر رحمت ہیں کیونکہ غیب کی باتوں اور حقیقت کے علوم تک عوام کی رسائی نہیں اور یہی علماء وہ فیوض وبرکات عوام تک پہنچاتے ہیں۔ (طبقات کبریٰ، صفحہ نمبر)

یہ قول صراحۃً اس بات کی دلیل ہے کہ علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں، کیونکہ انبیاء علیہم السلام اسی لئے بھیجے جاتے ہیں کہ خالق اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہوں۔ اس مخلوق کے لئے جو بارگاہِ غیب وحقیقت تک نہیں پہنچ سکتے۔

اکتیسواں قول: سلسلہ سہروردیہ کے پیشوا حضرت شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''فتنہ کے مارے ہوئے کچھ لوگوں نے صوفیوں کا لباس پہن لیا ہے تاکہ صوفی کہلائیں، حالانکہ ان کو صوفیوں سے کچھ تعلق نہیں، بلکہ وہ دھوکے اور غلطی میں ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ان کے دل خالص اللہ کی طرف ہو گئے اور یہی مراد کو پہنچنا ہے اور شریعت کے طریقوں کی پابندی کرنا عوام کا کام ہے۔ ان کا یہ قول خالص بے دینی اور زندیقی ہے اور اللہ کی بارگاہ سے دور کیا جانا ہے کیونکہ جس حقیقت کو شریعت رد کردے وہ حقیقت نہیں بے دینی ہے۔''

پھر انہوں نے حضرت جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا کہ چوری اور زنا کرنے والے ایسے لوگوں سے بہتر ہیں۔''

(عوارف المعارف، صفحہ نمبر، جلد، مطبوعہ مصر)

بتیسواں قول: حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب اعلام الہدیٰ وعقیدۃ ارباب التقی میں فرمایا:

''جس شخص کے لئے اور جس کے ہاتھ پر کرامات ظاہر ہوں وہ احکامِ شریعت کا پورا پابند نہ ہو تو ایسا شخص بے دین ہے اور جو خلاف عادت چیزیں اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوں وہ کرامات نہیں بلکہ دھوکہ اور استدراج ہے۔''

(نفحات الانس از مولانا جامی علیہ الرحمۃ، صفحہ ۱۹)

تینتیسواں قول: حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''ایک گروہ معرفت اور بارگاہِ الٰہی تک پہنچنے کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ وہ صرف معرفت کا نام ہی جانتے ہیں اور انکا گمان یہ ہے کہ ان کا فعل سب اگلے پچھلوں کے علم سے اعلیٰ ہے، لہٰذا وہ سب فقیہوں، محدثوں اور مفسروں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور تمام مسلمانوں

اور علماء کو حقیر جانتے ہیں اور اپنے بارے میں اللہ تک پہنچنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ لوگ اللہ کے نزدیک فاسقوں اور منافقوں میں سے ہیں۔'' (احیاء العلوم، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 220)

چونتیسواں قول: حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''علم ظاہر میں جو شریعت کا ترازو ہے اسے ہاتھ سے نہ پھینکنا بلکہ جو شریعت کا حکم ہے فوراً اس پر عمل کر۔ اور اگر عام علماء کے خلاف تیری سمجھ میں ایسی بات آئے جو شریعت کے ظاہر حکم پر عمل کرنے سے تجھے روکے تو اس پر اعتماد نہ کر کیونکہ وہ معرفت نہیں بلکہ اس کی شکل میں ایک دھوکہ ہے، جس کی تجھے خبر نہیں۔'' (الیواقیت والجواہر، صفحہ نمبر ۲۲)

پینتیسواں قول: حضرت سیدی محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوحات میں فرماتے ہیں:

''جان لو کہ شریعت کا ترازو جو اللہ عزوجل نے زمین میں مقرر فرمایا ہے۔ وہ وہی ہے جو علمائے شریعت کے ہاتھ میں ہے۔ تو جب کوئی ولی شریعت کے اس پیمانے سے باہر نکلے حالانکہ اس کی عقل سلامت ہو تو ایسے شخص کا رد کرنا واجب ہے۔'' (الیواقیت والجواہر، صفحہ نمبر ۲۴)

چھتیسواں قول: نیز حضرت بحر الحقائق ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''جان لو کہ اولیاء و پیر حضرات کے پیمانے کبھی شریعت سے خطا نہیں کرتے اور وہ شریعت کی مخالفت سے محفوظ ہیں۔''
(الیواقیت، صفحہ ۲۵)

سینتیسواں قول: نیز شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''یقین جان کہ شریعت کا چشمہ ہی حقیقت کا چشمہ ہے کیونکہ شریعت کے دو دائرے ہیں۔ ایک اوپر ایک نیچے۔ اوپر کا دائرہ کشف والوں کے لئے ہے اور نیچے کا دائرہ فکر والوں کا ہے۔ اہل فکر جب اہل کشف کے اقوال تلاش کرتے ہیں اور انہیں اپنی فکر کے دائرے میں نہیں پاتے تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ قول شریعت سے باہر ہے۔ اس پر اہل فکر اہل کشف پر اعتراض کرتے ہیں مگر اہل کشف اہل فکر پر اعتراض نہیں کرتے اور جو کشف و فکر دونوں رکھتا ہے۔ وہ اپنے وقت کا حکیم ہے۔ لہٰذا جس طرح علوم فکر شریعت کا حصہ ہیں اسی طرح اہل کشف کے علوم بھی شریعت کا حصہ ہیں۔ تو دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں اور آجکل کیونکہ دونوں پہلوؤں کا جامع شخص موجود نہیں۔ لہٰذا محض ظاہر دیکھنے والوں نے شریعت و حقیقت کو جدا سمجھ رکھا ہے۔'' (الیواقیت والجواہر، صفحہ نمبر ۳۵)

سبحان اللہ اس عبارت سے پتہ چلا کہ اہل ظاہر یعنی علماء اگر علوم حقیقت کو نہ سمجھیں تو وہ معذور ہیں کہ وہ شریعت کے نیچے والے دائرے میں ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص ولایت کا دعویٰ کرے اور ظاہری علم کا انکار کرے وہ جھوٹا اور فریبی ہے کیونکہ اگر وہ حقیقتاً اوپر والے دائرے تک پہنچا ہوتا تو نیچے والے دائرے کا انکار نہ کرتا اور اس سے جاہل نہ ہوتا۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ ظاہر علم والے جڑیں اور باطنی علم والے شاخیں۔ اگر شاخیں کاٹ دی جائیں تو اصل درخت باقی رہتا ہے لیکن اگر کوئی بلند شاخ پر پہنچ کر جڑ کاٹ دے تو اس کی ہڈی پسلی کی خیر نہیں۔ نیز اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اہل ظاہر اگر شریعت و حقیقت کو جدا سمجھے تو ان کی غلطی ہے مگر اس وجہ سے وہ اپنے علم میں جھوٹے نہ ہوں گے، لیکن اگر تصوف کا دعویٰ کرنے والا علم ظاہر کا انکار کرے اور شریعت و طریقت کو جدا سمجھے تو وہ قطعاً جھوٹا اور مکار ہے۔

اڑتیسواں قول: حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''علوم الٰہیہ میں ولی کا کشف اس علم سے آگے نہیں ہو سکتا جو اس کے نبی کی کتاب اور وحی عطا فرما رہی ہے۔ اس مقام میں حضرت جنید نے فرمایا: ہمارے یہ علم کتاب و سنت کی قید میں ہیں۔ ایک اور عارف نے فرمایا: جس کشف کی گواہی قرآن و حدیث نہ دیں وہ کچھ بھی

نہیں۔تو ہرگز کسی ولی کے لئے قرآن مجید کے فہم کے بغیر کچھ کشف نہیں ہو سکتا۔اللہ عزوجل فرماتا ہے: ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا اور موسیٰ علیہ السلام کی تختیوں کے متعلق فرماتا ہے: ہم نے اس کے لئے تختیوں میں ہر چیز سے کچھ لکھ دیا۔تو سو باتوں کی ایک بات یہ ہے کہ ولی کا علم کتاب وسنت سے باہر نہ جائے گا۔اور اگر کچھ باہر ہو جائے تو وہ علم نہ ہوگا اور نہ ہی کشف ہوگا۔ بلکہ اگر تم تحقیق کرو تو ثابت ہو جائے گا کہ وہ جہالت تھی۔''

(فتوحات مکیہ، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 72)

انتالیسواں قول: حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''اللہ تیری مدد کرے! یقین جان کہ کرامت اللہ تعالیٰ کے نام مبارک برؐ کے طفیل سے آتی ہے۔لہٰذا اسے صرف نیک لوگ ہی حاصل کرتے ہیں۔اور اس کرامت کی دو قسمیں ہیں: حِسِیّہ یعنی حواس سے معلوم ہونے والی۔ معنویہ محض دل سے معلوم ہونے والی۔ان میں سے عوام صرف پہلی قسم کی کرامت کو جانتے کیونکہ وہ اسے اپنے حواس آنکھ کان وغیرہ سے جانتے ہیں۔اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کسی کے دل کی بات بتا دینا، گزشتہ، موجودہ، آئندہ کی غیب کی باتیں بتا دینا، پانی پر چلنا، ہوا پر اڑنا، بہت لمبا فاصلہ چند قدم میں طے کر لینا، آنکھوں سے چھپ جانا کہ آنکھوں کے سامنے موجود ہوں مگر نظر نہ آئیں اور دوسری قسم کی وہ کرامات ہیں جنہیں کرامات معنویہ کہتے ہیں۔اسے صرف خاص لوگ ہی پہچانتے ہیں، عوام نہیں اور وہ یہ ہیں کہ اپنے نفس پر شریعت کے آداب کی پابندی لگائے رکھے، عمدہ خصلتیں حاصل کرے اور اسے بری عادتوں سے بچنے کی توفیق دی جائے، تمام واجبات کو ٹھیک وقت پر ادا کرنے کی پابندی کرتا رہے اور ان کرامتوں میں دھوکے اور فریب کا دخل نہیں ہوتا اور وہ کرامتیں جن کو عوام پہچانتی ہیں ان میں دھوکہ اور فریب کا دخل ہو سکتا ہے۔پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ظاہر کرامتیں جنہیں عوام دیکھتی ہیں جس آدمی سے ظاہر ہوں اسے شریعت پر استقامت کے نتیجے میں حاصل ہوں یا وہ کرامات خود استقامت پیدا کر دیں، ورنہ وہ کرامات نہ ہوں گی اور کرامات معنویہ میں مکر وفریب کا دخل نہیں ہو سکتا، کیونکہ علم ان کے ساتھ ہے اور علم کی قوت اور اس کا شرف خود ہی تجھے بتائے گا کہ ان میں دھوکے کا دخل نہیں اس لئے کہ شریعت کی حدیں کسی کے لئے دھوکے کا پھندا قائم نہیں کرتیں۔انہی وجوہات کی بناء پر شریعت سعادت حاصل کرنے کا صاف اور روشن راستہ ہے۔علم ہی مقصود ہے اور اسی سے نفع پہنچتا ہے۔اگر چہ اس پر عمل نہ بھی ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً ارشاد فرمایا: عالم و بے علم برابر نہیں تو علماء ہی دھوکے اور فریب سے امان میں ہیں۔'' (فتوحات مکیہ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 487)

چالیسواں قول: امام قطبوں میں جو سب سے اعلیٰ اور ممتاز قطب ہیں وہ چار ہیں:

اول حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

دوسرے حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

تیسرے سید احمد کبیر بدوی علیہ الرحمۃ۔

چوتھے سیدی حضرت ابراہیم دسوقی علیہ الرحمۃ۔

یہ چوتھے جلیل القدر بزرگ ارشاد فرماتے ہیں:

''شریعت درخت ہے اور حقیقت پھل ہے۔'' (طبقات کبریٰ، صفحہ ۱۶۸)

درخت اور پھل کی نسبت بھی یہی بتا رہی ہے کہ درخت قائم ہے تو جڑ موجود ہے مگر جو جڑ ہی کاٹ بیٹھا وہ نرا محروم ومردود ہے، پھر اس مثال کی بھی وہی حالت ہے۔ جو ہم دریا وسرچشمہ کے بارے میں بیان کر آئے ہیں کہ درخت کٹ جائے تو آئندہ پھل کی امید نہ رہی مگر جو پھل آ چکے ہیں وہ باقی ہیں لیکن یہاں شریعت وطریقت میں جیسے ہی درخت کٹے گا آئے ہوئے پھل بھی فنا ہو جاتے

ہیں اور فنا ہوتے ہی بس نہیں بلکہ انسان کا دشمن ابلیس لعین غلیظ اور گوبر کے پھل جادو سے بنا کر اس کے منہ میں دیتا ہے اور یہ جہالت سے انہیں حقیقت کا پھل سمجھ کر خوشی خوشی نگلتا ہے۔ جب آنکھ کھلے گی تو اس وقت پتہ چل جائے گا کہ منہ میں کیا بھرا تھا اس بات سے اللہ کی پناہ ہے۔

شریعت وطریقت کے لئے زیادہ موزوں مثال پان اور اسکی بیل کی ہے کہ پان خوشبو والا اچھے رنگ والا، اچھے ذائقے والا، فرحت بخش، دل ودماغ کو تقویت دینے والا، خون صاف کرنے والا، منہ کی بو اچھی کرنے والا، چہرے پر سرخی لانے والا اور زینت کا باعث ہوتا ہے اور پھر اس کا عجیب خاصہ یہ جیسے ہی پان کی بیل سوکھے پان جہاں جہاں ہوں فوراً سوکھ جاتے ہیں اور شریعت بھی ایسے ہی ہے کہ اس کا پھل ''طریقت'' بہت فائدہ والا ہے مگر جیسے ہی اس کی اصل یعنی شریعت آدمی سے جدا ہو طریقت کے پھل بھی فوراً بے فائدہ ہو جاتے ہیں۔

اکتالیسواں قول: امام عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیرو مرشد حضرت علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:
''علم کشف یہ ہے کہ اشیاء جس طرح واقع اور حقیقت میں ہیں اسی طرح ان کے متعلق خبر دے اور جب تُو اس کشف کی تحقیق کرے گا تو ہرگز اسے شریعت کے خلاف نہ پائے گا بلکہ وہ عین شریعت ہی ہے میزان الشریعۃ الکبریٰ، صفحہ نمبر ۴۹)

بیالیسواں قول: نیز مذکور بزرگ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:
''علمائے ظاہر ہوں یا علمائے باطن سب کے چراغ شریعت ہی کے نور سے روشن ہیں، لہٰذا ائمہ مجتہدین اور ان کے مُقلِّدین کسی کا کوئی قول ایسا نہیں کہ حقیقت والوں کے اقوال ان کی تائید نہ کرتے ہوں، ہمارے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں۔''

نیز انہوں نے فرمایا:
''تمام علمائے امت کے دلوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے قلب اقدس سے مدد پہنچتی ہے تو ہر عالم کا چراغ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کے نور باطن کے شمع دان سے روشن ہے۔'' (میزان الشریعۃ الکبریٰ، صفحہ نمبر ۴۹)

تینتالیسواں قول: نیز امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ہی فرماتے ہیں:
''صحیح اور سچا علم کشف کبھی بھی شریعت مطہرہ کے خلاف نہیں آتا۔'' (کتاب الجواہر والدرر للامام الشعرانی، صفحہ نمبر ۲۵۵، مطبوعہ مصر)

چوالیسواں قول: نیز آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی ارشاد فرماتے ہیں:
''ہر حقیقت شریعت ہے اور ہر شریعت حقیقت ہے یعنی ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے خلاف کبھی نہیں ہو سکتی۔''
(میزان الشریعۃ، صفحہ نمبر، مطبوعہ مصر)

پینتالیسواں قول: جلیل القدر امام حضرت عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:
''حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر بزرگوں نے تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو قدرت دی ہے کہ کشف والا آدمی آسمان وعرش وکرسی ولوح وقلم جہاں سے علوم حاصل کرتا ہے وہاں کی تصویریں بنا کر شیطان آدمی کے سامنے کر دے اور حقیقت میں وہ عرش وکرسی ولوح وقلم نہ ہوں بلکہ شیطان کا دھوکہ ہو اور شیطان اس دھوکے سے اپنا شیطانی علم اس کے دل میں ڈال دے اور یہ کشف والا اسے اللہ عزّ وجلّ کی طرف سے سمجھے اور اس پر عمل کر کے خود بھی گمراہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے۔ اسی لئے اولیائے کرام علیہم الرضوان نے کشف والے پر واجب قرار دیا ہے کہ جو علم اسے کشف کے ذریعے سے حاصل ہو اس پر عمل کرنے سے پہلے اسے کتاب وسنت پر پیش کرے اگر ان کے موافق ہو تو عمل کرے ورنہ اس پر عمل کرنا حرام ہے۔'' (میزان الشریعۃ، صفحہ نمبر ۱۳، مطبوعہ مصر)

اے نابیناؤ! تم نے شریعت کی طرف محتاجی دیکھی؟ شریعت کا دامن نہ تھا ما تو شیطان کچے دھاگے کی لگام دے کر تمہیں گھمائے

پھرے گا۔اسی لئے حدیث میں بغیر فقہ پڑھے عبادت کرنے والے کو چکی کا گدھا قرار دیا ہے۔

چھیالیسواں قول: نیز امام شعرانی فرماتے ہیں:

''ولایت کی انتہا کبھی نبوت کی ابتداء تک نہیں پہنچ سکتی اور اگر کوئی ولی اس چشمہ تک بڑھے جس سے انبیاء کرام علیہم السلام فیض لیتے ہیں تو ولی جل جائے اولیاء کرام کی انتہا یہی ہے کہ شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق عبادات بجالاتے رہیں، خواہ کشف حاصل ہو یا نہیں اور جب کبھی کوئی شریعت سے نکلے گا ہلاک ہو جائے گا اور ان کی مدد کٹ جائے گی۔اور انہیں کبھی ممکن نہیں کہ اللہ عزوجل سے بذات خود بغیر شریعت کے واسطے کے لیں۔ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ تمام انبیاء واولیاء حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مدد لیتے ہیں۔''

(الیواقیت والجواہر، صفحہ نمبر ۲۲۰، مطبوعہ مصر)

سینتالیسواں قول: نیز امام شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''تصوف کیا ہے؟ بس احکام شریعت پر بندہ کے عمل کا خلاصہ ہے۔''

اڑھتالیسواں قول: پھر فرمایا:

''علم تصوف شریعت کے چشمے سے نکلی ہوئی جھیل ہے۔''

انچاسواں قول: پھر فرمایا:

''جو نظر غور کرے وہ جان لے گی کہ اولیاء کے علوم میں سے کوئی چیز شریعت سے باہر نہیں۔اور ان کے علوم شریعت سے باہر کیسے ہو سکتے ہیں حالانکہ ہر ہر لحہ شریعت ہی ان کے لئے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔''

پچاسواں قول: پھر فرمایا:

''تمام اولیاء کا اس بات پر اجماع واتفاق ہے کہ طریقت میں صدر بننے کے لائق نہیں مگر وہ جو شریعت میں زبردست مہارت رکھتا ہو۔اور شریعت کے طریقوں اور اصطلاحات مثلاً خاص وعام، ناسخ ومنسوخ کو جانتا ہو۔عربی زبان پر کامل عبور حاصل ہو۔یہاں تک کہ عربی زبان کے مجاز واستعارہ وغیرہ جانتا ہو تو ہر صوفی فقیہ ہوتا ہے لیکن ہر فقیہ صوفی نہیں۔''

(مذکورہ چاروں اقوال از طبقات کبریٰ، صفحہ۴، مطبوعہ مصر)

اکیاونواں قول: امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''سچا کشف ہمیشہ شریعت کے مطابق ہی آتا ہے جیسا کہ اس فن کے علماء میں یہ بات طے ہو چکی ہے۔''

(میزان الشریعۃ، صفحہ نمبر ۱۳، مطبوعہ مصر)

باونواں قول: حضرت عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''ہمارے زمانے میں بعض لوگ صوفی ہونے کا دعویٰ کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ اے علم ظاہر والو! تم اپنے احکام کتاب وسنت سے لیتے ہو اور ہم خود صاحب قرآن سے لیتے ہیں یہ قول بالاجماع کئی وجوہ سے کفر ہے، ان میں سے ایک وجہ تو یہی ہے کہ عاقل وبالغ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو شریعت کی پابندی سے آزاد قرار دیا۔''

یہیں فرمایا:

''اگر علم ظاہر چھوڑنے سے قائل کی مراد نہ سیکھنا اور اس کا اہتمام نہ کرنا ہے یہ خیال کرتے ہوئے کہ علم ظاہر کی حاجت نہیں تو ایسے آدمی نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو احمق بتایا اور انبیاء کرام علیہم السلام کو معاذ اللہ بیوقوف ٹھہرایا اور اس نے رسولوں علیہم السلام کے بھیجنے اور

کتابوں کے اتارنے کو فضول اور باطل ٹھہرایا تو کچھ شک نہیں کہ ایسا سمجھنے والا کافر اور سب سے سخت تر کافر ہے۔" (حدیقہ ندیہ، صفحہ نمبر ،مطبوعہ مصر)

تریپنواں قول: نیز امام عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ نے شریعت مطہرہ کی تعظیم کے بارے میں حضرت جنید بغدادی، سری سقطی، بایزید بسطامی اور دیگر بزرگانِ دین علیہم الرضوان کے اقوال مبارکہ ذکر کر کے فرمایا:

"اے عاقل! اے حق کے طالب! دیکھ یہ طریقت کے عظیم المرتبت بزرگوں اور حقیقت کے عظیم ستونوں نے شریعت مطہرہ کی کیسی تعظیم فرمائی ہے اور وہ کیوں نہ کریں کہ وہ اسی تعظیم شریعت اور سیدھی راہ شریعت کی پیروی کے سبب اللہ تعالیٰ تک پہنچے اور ان بزرگوں سے یا ان کے علاوہ کسی اور ولی سے ایک بھی ایسا قول منقول نہیں کہ اس نے شریعت مطہرہ کے کسی حکم کی تحقیر کی ہو یا اسے قبول کرنے سے باز رہا ہو، بلکہ تمام اولیاء شریعت کے سامنے اپنی گردنیں جھکائے ہوئے ہیں۔ اور اپنے باطنی علوم کی بنیاد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے پر رکھتے ہیں۔ تو تجھے حد سے گزرے ہوئے ان جاہلوں کی باتیں دھوکے میں نہ ڈالیں جو اپنی طرف سے صوفی بنتے ہیں لیکن وہ خود بگڑے ہوئے اور دوسروں کو بگاڑنے والے ہیں۔ خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ وہ شریعت کے راستے سے ٹیڑھے ہو کر جہنم کے راستے پر چلتے ہیں۔ جو شخص علمائے شریعت کی راہ سے باہر ہے وہ طریقت کے بزرگوں کے مسلک سے خارج ہے کیونکہ ایسے لوگ شریعت کے آداب سے منہ پھیرنے کو اختیار کئے ہوئے ہیں اور اس کے مضبوط قلعوں میں پناہ لینے کو چھوڑے بیٹھے ہیں تو ایسے لوگ شریعت کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہیں، اگرچہ ان لوگوں کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ لوگ انوار سے روشن ہیں۔ طریقت کے جملہ جلیل القدر بزرگ تو شریعت کے آداب پر قائم ہیں اور احکام الٰہی کی تعظیم کے معتقد ہیں۔ اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں کمالات کا تحفہ دیا اور طریقت سے بے خبر اپنی خرافات پر دھوکے کا لباس پہنے ہوئے ہیں اور ظاہر میں مسلمان لیکن حقیقت میں کافر ہیں۔ ایسے لوگ ہمیشہ اپنے وہموں کے بتوں کے سامنے ادب سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ شیطان جو وسوسے ان کے ذہن میں ڈالتا ہے یہ انہیں وسوسوں اور فتنوں میں پڑے ہوئے ہیں اور یہ مکمل بربادی ہے ان کے لئے جو ان کا پیروکار ہو یا ایسوں کے کاموں کو اچھا جانے اور یہ بربادی اس لئے ہے کہ وہ راہ خدا کے ڈاکو ہیں۔" (حدیقہ ندیہ، جلد نمبر، صفحہ نمبر ۱۳۰۔۱۳۱، مطبوعہ مصر)

چونواں قول: سلسلہ چشتیہ اشرفیہ کے سردار قطب ربانی حضرت مخدوم اشرف جہانگیر چشتی سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"خلاف عادت فعل اگر ولایت سے متصف کسی شخص سے ظاہر ہو تو اسے کرامت کہتے ہیں اور اگر کسی شریعت کے مخالف سے ظاہر ہو تو استدراج کہتے ہیں۔" (لطائف اشرفیہ، صفحہ نمبر ۱۲۶)

پچپنواں قول: حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کے بالواسطہ خلیفہ حضرت رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ و مرشد سے روایت کرتے ہیں:

"جب تک دل شریعت کو مکمل طور پر نہ تھام لے تب تک ولایت میں قدم رکھنا ناممکن ہے۔ بلکہ اگر شریعت کا انکار کرے تو کافر ہو جائے گا۔" (نفحات الانس، صفحہ نمبر ۴۸۷)

چھپنواں قول: شیخ الاسلام حضرت احمد نامقی جامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خواجہ مودود چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

"پہلے مصلیٰ ایک طرف رکھو اور جا کر علم سیکھو کیونکہ بغیر علم کے زہد و تقویٰ میں پڑنے والا شیطان کا مسخرہ ہے۔"

(نفحات الانس، صفحہ نمبر)

یہ قول ایک نفیس و لطیف حکایت کا حصہ ہے۔ ہم اس حکایت کا خلاصہ پیش کرتے ہیں تاکہ اس کلام کا مطلب معلوم ہو اور سلسلہ چشتیہ بہشتیہ کے سردار خواجہ مودود چشتی علیہ الرحمۃ سے وہم دور ہو اور آجکل کے بہت سے وہ حضرات جو ولایت کی مسند کو اپنے باپ کی

وراثت سمجھتے ہیں، ان کے لئے ہدایت وعبرت کا سبب ہو۔ حضرت خواجہ مودود چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلسلہ چشتیہ کے جلیل القدر بزرگوں اور سرداروں کی اولاد میں سے تھے۔ ان بزرگوں کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آباواجداد کے منصب پر بیٹھے۔ ہزاروں لوگ مرید ہوئے مگر صاحبزادہ صاحب ابھی نہ تو عالم ہوئے تھے۔ اور نہ ہی راہ طریقت میں کسی کامل مُرشد کی تعلیم سے چلے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت ان کے شامل حال ہوئی کہ ان کی تعلیم وتربیت کے لئے حضرت شیخ الاسلام سیدی احمد نامقی جامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہرات بھیجا۔ جب یہ بزرگ ہرات پہنچے تو لوگ ان کی عظیم الشان کرامات دیکھ کر ان کے مرید ومعتقد ہو گئے اور ان کا شہرہ ہر طرف پھیل گیا۔ خواجہ مودود چشتی علیہ الرحمۃ کو یہ بات ناگوار محسوس ہوئی اور ارادہ کیا کہ حضرت احمد جامی علیہ الرحمۃ کو ملک سے نکال دیں۔ چنانچہ مریدوں کا لشکر لیکر حرکت میں آئے حضرت شیخ الاسلام احمد جامی علیہ الرحمۃ کے ساتھیوں کو اس بات کی اطلاع ملی لیکن انہوں نے براہِ ادب حضرت کو نہ بتایا مگر حضرت خود ہی خوب جانتے تھے۔ ایک دن جب صبح کا کھانا حاضر کیا گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

''ٹھہرو ابھی کچھ قاصد آنے والے ہیں۔''

تھوڑی دیر بعد خواجہ مودود کے قاصد حاضر ہو گئے۔ حضرت والا نے انہیں کھانا کھلایا، پھر فرمایا:

''تم کہو گے یا میں بتادوں کہ تم کس لئے آئے ہو۔؟''

انہوں نے عرض کی:

''آپ ہی فرمادیں۔''

فرمایا:

''تمہیں خواجہ مودود نے بھیجا ہے کہ جا کر مجھے یہ کہہ دو کہ تم ہماری ولایت میں کیوں آئے ہو۔ سیدھی طرح واپس جانا ہے تو چلے جاو ورنہ جس طرح چاہیں گے نکال دیں گے۔''

قاصدوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ ہاں خواجہ مودود نے یہی پیغام دے کر بھیجا تھا۔ حضرت احمد جامی علیہ الرحمۃ نے اس پر فرمایا:

''اگر ولایت سے مراد یہ دیہات ہیں۔ تو یہ نہ اوروں کی مِلک ہیں اور نہ خواجہ مودود کی اور اگر ولایت سے مراد یہ لوگ ہیں تو یہ لوگ سنجر کے بادشاہ کی رعایا ہیں۔ اس اعتبار سے تو بادشاہ شیخ الشیوخ بنتا ہے اور اگر ولایت سے مراد وہ ہے جو میں جانتا ہوں اور جسے اولیاء جانتے ہیں تو کل ہم انہیں دکھادیں گے کہ ولایت کا کام کیا اور کیسا ہوتا ہے۔''

قاصدوں کو یہ جواب دے کر بھیج دیا۔ پھر بارش شروع ہو گئی اور ایک دن رات مسلسل برستی رہی۔ دوسرے دن صبح کے وقت حضرت احمد جامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''گھوڑے تیار کرو تا کہ خواجہ مودود کی طرف چلیں۔''

ساتھیوں نے عرض کی:

''حضور ندی میں پانی بہت آ گیا ہے۔ اب جب تک چند روز تک بارش موقوف نہ رہے کوئی ملاح بھی کشتی نہیں لے جاسکتا۔''

آپ نے فرمایا:

''کچھ مشکل نہیں۔ آج ہم ملاحی کریں گے۔''

جب سوار ہو کر جنگل میں پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں کا ایک بہت بڑا گروہ ہتھیار لے کر موجود ہے۔ فرمایا:

''یہ لوگ کیوں جمع ہیں۔؟''

عرض کی گئی:

"ان کو معلوم ہوا کہ آپ کے مقابلے کے لئے کوئی جماعت آئی ہے چونکہ یہ آپ کے مرید اور محبت کرنے والے ہیں اس لئے آپ کے ساتھ چلنے کے لئے آئے ہیں۔"

فرمایا:

"انہیں واپس کردو۔ تیر تلوار کا بادشاہ سنجر کا کام ہے، اولیاء کے ہتھیار اور ہی ہوتے ہیں۔"

الغرض چند خدام کو لے کر ندی کے کنارے پہنچے، پانی خوب چڑھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا:

"ہم نے کہا تھا کہ ملاحی ہم کریں گے۔"

یہ کہہ کر معرفت الٰہی کے بارے میں کلام کرنا شروع کیا۔ لوگ سن کر آپے سے باہر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا:

"آنکھیں بند کرلو اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر چلو۔"

لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ جس نے جلدی آنکھ کھولی اس کا جوتا پانی سے تر ہو گیا اور جس نے دیر سے آنکھ کھولی اس کا جوتا بھی خشک رہا اور سب نے اپنے آپ کو دریا کے پار پایا۔ خواجہ مودود کے قاصدوں نے جب یہ معاملہ دیکھا فوراً جا کر صاحبزادہ صاحب کو مطلع کیا۔ کسی کو یقین نہ آیا۔ صاحبزادہ دو ہزار مسلح مریدوں کے ساتھ سامنے آگئے لیکن جیسے ہی شیخ الاسلام کی نظر سے نظر ٹکرائی فوراً بے اختیار ہو کہ پیدل آئے اور حضرت شیخ الاسلام کے پاؤں چومے۔ حضرت نے ان کی پیٹھ پر ہاتھ مارا اور فرمایا:

"ولایت کا کام دیکھا؟ تم نہیں جانتے کہ اللہ والوں کی ولایت فوج اور اسلحے سے نہیں ہوتی۔ جاؤ سوار ہو جاؤ۔ ابھی تم بچے ہو۔ تمہیں نہیں معلوم کہ تم کیا کرتے ہو۔"

پھر جب بستی میں آئے تو حضرت احمد جامی علیہ الرحمۃ ایک محلے میں ٹھہرے اور صاحبزادہ خواجہ مودود دوسرے محلے میں۔ دوسرے دن صاحبزادے کے مریدوں نے کہا:

"ہم تو احمد جامی کو ملک سے نکالنے آئے تھے اور آج ان کے ساتھ ایک ہی بستی میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ کوئی طریقہ کار اختیار کرنا چاہئے۔"

حضرت خواجہ مودود نے کہا:

"میری درست رائے یہ ہے کہ صبح ان کی خدمت میں حاضر ہو کر واپسی کی اجازت لے لیں۔ پس ان کا کام ہماری طاقت میں نہیں۔"

مریدوں نے کہا:

"درست رائے یہ ہے کہ ایک جاسوس مقرر کرلیں جب ان کے دوپہر کے آرام کا وقت آئے اور لوگ ان کے پاس سے چلے جائیں اور وہ تنہا ہوں اس وقت ہماری ایک جماعت کے لوگ آپ کے ساتھ ان کے پاس جائیں اور قوالی شروع کریں اور وجد کی صورت بنائیں، اسی حالت میں ان پر حملہ کر کے کام تمام کردیں۔"

حضرت خواجہ نے فرمایا:

"یہ ٹھیک نہیں۔ وہ ولی ہیں۔ صاحب کرامات ہیں۔"

مگر جب دوپہر کو حضرت شیخ الاسلام کے آرام کا وقت ہوا خادم نے چاہا کہ بچھونا بچھائے۔ فرمایا:

"تھوڑی دیر ٹھہرو کچھ کام ہے۔"

اچانک کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، خادم نے دروازہ کھولا تو حضرت خواجہ مودود ایک بہت بڑے گروہ کے ساتھ کھڑے ہیں۔ سلام کے بعد قوالی شروع ہوئی ساتھیوں نے نعرے لگانا شروع کیے، انہوں نے چاہا کہ اپنا فاسد ارادہ پورا کریں کہ اچانک حضرت شیخ الاسلام نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا:

''اے سہل! تو کہاں ہے۔؟ ارے اے سہل! تو کہاں ہے۔؟''

سہل نام کے یہ بزرگ شہر سرخسی کے رہنے والے تھے اور ہمیشہ حضرت شیخ الاسلام کے ساتھ رہتے تھے۔ حضرت کے آواز دیتے ہی وہ فوراً حاضر ہوئے اور ان فسادیوں پر ایک نعرہ مارا۔ سب اپنی جوتیاں پگڑیاں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ صرف خواجہ مودود چشتی باقی رہ گئے۔ نہایت شرمندگی سے کھڑے ہوئے اور ننگے سر ہو کر معافی مانگی اور عرض کی:

''حضور! آپ جانتے ہیں کہ فساد میں میری مرضی نہ تھی۔''

فرمایا:

''تم سچ کہتے ہو مگر تم ساتھ کیوں آئے۔؟''

عرض کی:

''میں نے برا کیا۔ مجھے معاف فرمادیں۔''

فرمایا:

''میں نے معاف کیا۔ اب ان لوگوں کو بلاؤ اور دو خدمتگار مقرر کرو اور تین دن ٹھہرو۔''

حضرت خواجہ مودود نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد خواجہ مودود نے حاضر ہو کر عرض کی:

''جو آپ کا حکم تھا وہ میں نے پورا کر دیا۔ اب مزید کیا فرمان ہے؟''

فرمایا:

''مصلی ایک طرف رکھو اور پہلے جا کر علم پڑھو کہ بے علم زاہد شیطان کا مسخرہ ہے۔''

خواجہ نے عرض کی:

''میں نے قبول کیا اور کیا فرمان ہے؟''

فرمایا:

''جب علم حاصل کرنے سے فارغ ہو جاؤ تو اپنا روحانی خاندان زندہ کرو۔ تمہارے آباؤ اجداد اولیاء و صاحب کرامات تھے۔''

خواجہ مودود نے کہا:

''حضرت! آپ مجھے اپنے آباؤ اجداد کا سلسلہ زندہ کرنے کا فرماتے ہیں تو پہلے تبرکاً مجھے مسند پر بٹھا دیں۔''

فرمایا:

''آگے آؤ۔''

یہ آگے آئے۔ حضرت شیخ الاسلام نے ہاتھ پکڑ کر اپنی مسند کے کنارے پر بٹھایا اور فرمایا:

''تمہیں مسند پر بٹھاتا ہوں بشرطیکہ تم عالم بنو۔''

یہ تین مرتبہ فرمایا۔ حضرت خواجہ مودود تین دن اور حاضر رہے، فیض و برکات لیے، نوازشیں حاصل کیں اور پھر علم حاصل کرنے کے لیے بلخ و بخارا تشریف لے گئے۔ چار سال میں علوم میں کامل ماہر ہو گئے۔ ہر شہر میں حضرت خواجہ مودود کی کرامات ظاہر ہوئیں۔ پھر علاقہ

چشت میں پہنچے اور مریدوں کی تربیت میں مشغول ہوگئے۔ مختلف جگہوں سے لوگ حاضر خدمت ہوئے اور حضرت کی برکتوں سے معرفت کی دولت اور ولایت کا مرتبہ حاصل کیا۔ حضرت خواجہ شریف زندنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نہایت اعلیٰ پائے کے ولی و عارف اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچے ہوئے بزرگ تھے انہی جناب خواجہ کے مرید و تربیت یافتہ تھے۔ (نفحات الانس، صفحہ نمبر 209 تا 211)

ستادنواں قول: حضرت مولانا نورالدین جامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''اگر خلاف عادت ایک لاکھ افعال بھی ظاہر ہوں جب تک ان کا ظاہر شریعت کے احکام کے موافق نہ ہو اور باطن طریقت کے آداب کے مطابق نہ ہو وہ درست ہے استدراج ہوگا ولایت و کرامت نہیں۔'' (نفحات الانس، صفحہ نمبر 19)

بعینہٖ اسی طرح لطائف اشرفی ص میں ہے۔ پھر دونوں کتابوں میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ قول مذکور ہے جو قول نمبر 32 میں گزرا۔

چند نفیس فوائد: پہلا نفیس فائدہ:

اس نفحات الانس شریف میں حضرت شیخ الاسلام عبداللہ ہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت شیخ احمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے تھے:

''چشتی حضرات تمام کے تمام باطن میں پاک اور معرفت و فراست میں ہوشیار ہیں۔ ان کے احوال اخلاص اور ترک ریاکاری کے ساتھ موصوف ہیں۔ اور وہ شریعت میں سستی کو جائز نہیں سمجھتے۔'' (نفحات الانس، صفحہ نمبر 18)

اور نفحات الانس کے قدیم قلمی نسخہ میں جو تین سو سال پرانا ہے، یوں لکھا ہوا ہے:

''ہمارے چشتی بھائی چشتی بزرگوں کے حال مبارک کا مشاہدہ کریں کہ وہ ہرگز شریعت میں سستی کو بھی جائز نہیں سمجھتے چہ جائے کہ وہ احکام شریعت کو ہلکا جانیں اور چشتی ہونے کو شریعت کے احکام سے آزادی کا پروانہ سمجھیں۔ سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات عالیہ سنئے۔ فرمایا: قوالی کے جائز ہونے کے لئے چند چیزیں ضروری ہیں۔ سنانے والا 'سننے والا 'جو چیز سنائی جارہی ہے اور آلۂ سماع۔ قوالی سنانے والا مرد ہو بچہ اور عورت نہ ہو۔ سننے والا یاد حق سے غافل نہ ہو اور جو چیز سنائی جارہی ہے وہ فحش اور مسخرہ پن نہ ہو اور آلۂ سماع میں ہے جیسے چنگ اور رباب یعنی آلات موسیقی وغیرہ ایسی کوئی چیز درمیان میں نہ ہو۔ جب یہ شرطیں پائی جائیں تو قوالی حلال ہے۔''

(سیر الاولیاء، صفحہ نمبر 491/492)

دوسرا نفیس فائدہ: ایک مرتبہ چند مریدوں نے عرض کی کہ آجکل بعض خانقاہ والے درویشوں نے باجوں کے مجمع میں وجد کیا فرمایا:

''اچھا نہ کیا۔ جو بات شریعت میں ناجائز ہے وہ کسی طرح پسندیدہ نہیں۔'' (سیر الاولیاء، صفحہ ۵۲۰)

تیسرا نفیس فائدہ: کسی نے عرض کی:

''جب وہ لوگ وہاں سے باہر آئے ان سے کہا گیا کہ تم نے یہ کیا کیا؟ وہاں تو باجے تھے وہاں کیوں قوالی سنی اور وجد کیا۔؟''

وہ بولے:

''ہم ایسے بے خود ہوگئے تھے کہ ہمیں باجوں کی خبر ہی نہ رہی۔''

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''یہ جواب بہانہ بالکل فضول ہے۔ اس طرح تو سب گناہوں میں یہی حیلے ہوسکتا ہے۔''

(سیر الاولیاء، صفحہ نمبر 521)

دیکھو امحبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیسا شاندار جواب دیا کہ اس طرح تو گناہوں کا راستہ کھل جائے گا۔ کوئی شراب پیئے اور کہدے کہ کمال استغراق کی وجہ سے ہمیں خبر نہ ہوئی کہ شراب ہے یا پانی۔ کوئی زنا کردے اور کہے کہ ہمیں پتہ نہ چلا کہ بیوی ہے یا کوئی اجنبی عورت۔''

چوتھا نفیس فائدہ: کسی نے عرض کیا:

''فلاں مجمع میں اپنے درویش احباب جمع ہوئے حالانکہ وہاں پر باجے وغیرہ حرام چیزیں موجود تھیں۔''

حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا:

''میں نے منع کیا تھا کہ باجے اور حرام چیزیں درمیان میں نہ ہوں۔ انہوں نے اچھا نہ کیا۔'' (سیر الاولیاء، صفحہ 522)

پانچواں نفیس فائدہ: حضرت کے خلیفہ شیخ محمد بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ نظام الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بارے میں نہایت شدید اور سخت تاکید سے ممانعت فرمائی۔ یہاں تک کہ فرمایا:

''اگر امام نماز پڑھاتا ہو اور جماعت میں کچھ عورتیں بھی ہوں۔ امام بھول جائے تو مرد سبحان اللہ کہہ کر امام کو مطلع کرے اور اگر عورت بتانا چاہے تو وہ اپنے ہاتھ کی پشت ہتھیلی پر مارے ہتھیلی پر ہتھیلی نہ مارے کہ یہ کھیل کی مانند ہے اور اسی طرح اور بھی اس قسم کی چیزوں سے ممانعت آئی ہے۔ پس قوالی میں زیادہ ضروری ہے کہ ایسی چیزوں سے احتراز کرے۔''

شیخ مبارک فرماتے ہیں:

''جب تالی بجانے کے بارے میں اس قدر احتیاط آئی ہے تو باجے سننے میں تو اور زیادہ ممانعت ہوگی۔''

بندگانِ خدا یعنی چشتی بزرگ تو تالی کو ناجائز جانیں اور نفس کے پیروکار، ان پر، ستار اور ڈھولک سننے کی تہمت لگاتے ہیں؟ جیسے آجکل لوگ کہتے ہیں کہ چشتی بزرگ سازوں (موسیقی) کے ساتھ قوالی سنتے تھے۔

چھٹا نفیس فائدہ: حضرت محبوب الٰہی کے ملفوظات بنام فوائد الفواد جنہیں حضرت میر حسن سنجری نے جمع کیا ہے، ان میں بھی حضرت کا واضح ارشاد مذکور ہے کہ مزامیر (آلات موسیقی) حرام ہے۔

ساتواں نفیس فائدہ: حضرت محبوب الٰہی کے خلیفہ مولانا فخر الدین زرادی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ہی حضرت کے حکم سے قوالی کے بارے میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام ہے ''کشف القناع عن اصول السماع'' اس میں فرماتے ہیں:

''ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کا قوالی سننا سازوں کے بہتان سے پاک ہے۔ وہ تو صرف قوالی کی آواز ہے۔ ان اشعار کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کی کمال صنعت کی خبر دیتے ہیں۔''

مسلمانو! یہ بزرگ سچے ہیں یا وہ لوگ جو اپنی خواہش نفس کی حمایت میں ان بندگانِ خدا چشتی بزرگوں رحمۃ اللہ علیہم پر سازوں کے ساتھ قوالی سننے کی تہمت لگاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مسلمان بھائیوں کو بھلائی کی توفیق اور ہدایت بخشے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اٹھاونواں قول: خاندان چشتیہ کے جلیل القدر ولی حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان میں حضرت شاہ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں مدینہ منورہ میں بستر پر سویا ہوا تھا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں اور سید صبغۃ اللہ روحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہیں اور وہاں صحابہ کرام اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیھم کا ایک مجمع لگا ہوا ہے۔ ان میں ایک شخص ہے جس کی طرف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہایت محبت کے ساتھ تبسم والتفات فرماتے ہیں اور کچھ ارشاد فرماتے ہیں۔ جب مجلس ختم ہوئی تو میں نے حضرت سید صبغۃ اللہ سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہے جن کی

طرف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اسقدر نظرِ رحمت ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ میر عبدالواحد بلگرامی ہیں اور ان کے اس مرتبہ کی وجہ ان کی کتاب سبع سنابل ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ہوئی ہے۔ یہی حضرت میر عبدالواحد علیہ الرحمۃ اپنی اس کتاب سبع سنابل میں فرماتے ہیں:

''اے صاحبِ تحقیق راہِ دین! اسلام کے علماء جو انبیاء کے وارث ہیں ان کے تین گروہ ہیں: محدثین، فقہاء، صوفیاء۔''

(سبع سنابل، صفحہ ۴)

دیکھو! کیسی عمدہ تصریح ہے کہ علمائے ظاہر و باطن سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں۔

اُنسٹھواں قول: یہی حضرت میر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی سبع سنابل شریف میں فرماتے ہیں:

''شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دین احمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی دین اسلام ہی سلامتی والا اور سیدھا راستہ ہے۔ خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہزاروں اولیاء و صوفیاء اور شہداء اور صدیقوں کے ساتھ اسی راستے پر چلے اور سب نے اسی راستے کو کانٹوں اور شکوک و شبہات سے پاک کیا۔ اور اس راستے کی منزلیں اور نشانیاں واضح طور پر بیان کیں، ہر قدم پر ایک نشان قائم کیا اور سرائے میں توشہ راہ رکھا اور ڈاکوؤں سے حفاظت کے لئے ایک قوی قائد سالار ہمراہ کیا تو اگر کوئی بدعتی (گمراہ) کسی دوسرے راستے کی طرف دعوت دے تو چاہیے کہ اس کی بات نہ سنیں اور دین حق کی مدد کے طور پر ایسے شخص کا رد کرنا فرائض میں سے شمار کریں۔ بدعتی اور گمراہ لوگ خود کو دھوکے کے ساتھ اسلام کے لباس میں ظاہر کرتے ہیں۔ اور باطن میں فاسد عقائد چھپائے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ دین کے دشمن اور شیطان کے بھائی ہیں اور جب علمائے دین کے علم اور بزرگانِ دین کے علم کے نور کی وجہ سے بدعتیوں اور گمراہوں کے اندھیرے چھپٹ جاتے ہیں تو ناچار یہ لوگ علمائے شریعت کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ علمائے ربانی جو اسلام کے آسمان کے ستارے ہیں وہ لوگوں کو ان انسانی شیطانوں سے بچاتے ہیں اور ان علماء کے نورانی وجود شریعت کے چوروں کے لئے شہاب ثاقب کی طرح ہیں جو ان پر چاروں جانب سے برستے ہیں اور مار مار کر ان کو منتشر کر دیتے ہیں۔''

(سبع سنابل، صفحہ ۸، ۹)

عمرو جاہل نے علمائے شریعت کو معاذ اللہ شیاطین کہا تھا۔ الحمد للہ عزوجل کہ ان اولیاء کرام کی موتی بکھیرنے والی زبان ہی سے اللہ عزوجل نے ثابت کر دیا کہ یہ جاہل عمرو اور اس کے ساتھی اور اس جیسا عقیدہ رکھنے والے ہی شیاطین اور دین کے دشمن ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ہزار ہا ہزار حمد کہ یہ کلمات بارگاہ رسالت میں شرف قبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ جیسا کہ ابھی گزرا کہ سبع سنابل شریف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ہوگئی اور مذکورہ عبارت اسی کتاب کی ہے۔

ساٹھواں قول: یہی عظیم بزرگ حضرت میر عبدالواحد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''چند شرائط جان کہ ان کے بغیر پیری و مریدی ہرگز جائز نہیں۔ ایک یہ کہ پیر صحیح مسلک رکھتا ہو یعنی اس کا سلسلہ صحیح ہو دوسرا یہ کہ پیر شریعت کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی و سستی کرنے والا نہ ہو تیسرا یہ کہ پیر کے عقائد درست اور مذہب اہل سنت و جماعت کے موافق ہوں۔ پیری و مریدی ان تین شرائط کے بغیر ہرگز جائز نہیں۔''

پھر شرطِ اول کی تفصیل ارشاد فرما کر شرط دوم کے متعلق فرمایا:

''پیری کی دوسری شرط یہ ہے کہ پیر عالم ہو اور تمام عبادات پر عمل کرنے والا ہو اور شریعت کے احکام میں کوتاہی و سستی کرنے والا نہ ہو اور شریعت کے احکام کو حقیر جاننے والا نہ ہو۔ اور اگر شریعت کی عبادات کا عالم نہیں تو ان پر عمل ہرگز نہیں کر سکتا اور ایسا شخص شریعت کی حد سے گر جائے گا۔ پس وہ پیری کے لائق نہیں کیونکہ جو شخص حقیقت کے مقام سے گر جاتا ہے وہ طریقت پر قرار پکڑتا ہے اور جو طریقت کے

مقام سے گر جاتا ہے وہ شریعت پر قرار پکڑتا ہے اور جو شریعت سے گر جاتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے اور گمراہ شخص پیر بننے کے لائق نہیں اور وہ درویش کہ جس کے پاس مخلوق بکثرت آتی ہے اسے شریعت کے مسائل میں احتیاط فرض ولازم ہے۔ اسے چاہیے کہ وہ شریعت کے کسی باریک سے باریک مسئلہ کو بھی نہ چھوڑے کہ اس کا یہ عمل مریدوں کی گمراہی کا سبب بن سکتا ہے کیونکہ مرید پیر کے اسی ترک عمل کو دلیل بنا کر کہیں گے کہ ہمارے پیر نے تو اس طرح کیا تھا اس طرح مرید گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے ہوں گے۔"

پھر حضرت نے تینوں شرطیں بیان کر کے فرمایا:

"جب مرید پیر کو ان تین شرطوں کے ساتھ متصف پائے تو اس کی بیعت کر لے کہ اب اس کی بیعت کرنا جائز و پسندیدہ ہے اور اگر ان تین شرائط میں سے ایک بھی شرط پیر میں نہیں پائی جاتی تو اس کی بیعت جائز نہ ہوگی اور اگر کسی نے لاعلمی میں کسی ایسے پیر کی بیعت کر لی ہو تو اسے چاہیے کہ بیعت توڑ دے۔" (ملخص از سبع سنابل، صفحہ 39 تا 43)

خاتمہ: یہ بظاہر ساٹھ اقوال ہیں مگر حقیقۃً چالیس اولیائے کرام کے اسی اقوال ہیں کہ بعض شمار میں نہیں آئے اور متعدد جگہ ایک قول کے ضمن میں متعدد اقوال مذکور ہوئے ہیں اور ان سب کا مجموعہ اسی ہے۔

تکملہ: اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، مجدد دین وملت، سیدی ووالدی حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارادہ تھا کہ جن اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال کتاب میں مذکور ہوئے ان کے ناموں کی فہرست بھی بنائیں۔ امیر المومنین مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام مالک وشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نام لکھ کر ارادہ کیا کہ عوام کے وہم کو دور کرنے اور مجتہدین کرام کی ولایت اور بلند مرتبہ کو ثابت کرنے کے لئے کچھ تحریر کریں۔ ابھی چند جملے لکھے تھے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی توجہ کسی اور اہم کام کی طرف ہوگئی۔ اور مذکورہ کام باقی رہ گیا۔ اب رسالے کے چھپنے کا وقت آیا تو اس مقصد کے لئے فقیر (اعلیٰ حضرت کے صاحب زادے مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ) نے قلم اٹھایا والد گرامی کے فیض عام اور لطف وکرم کی ایسی لہر آئی کہ قلم روکتے روکتے مضمون طویل ہوگیا۔ لھذا بندہ نے بطور ضمیمہ کے اسے اور اس کے ساتھ فہرست بنا کر رسالے میں درج کر دیا۔

تذییل جمیل
(خوبصورت ضمیمہ)

اے اللہ! میں حامد ہوں اور تو محمود ہے۔ درود وسلام بھیج اپنے محبوب پر جو حامد ومحمود ہیں اور آپ کی آل اور صحابہ پر ہمیشگی کے دن تک۔

رسالہ مبارکہ میں امام مالک وامام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اقوال سے دلیل پکڑی اور خاتمہ میں چالیس اولیائے کرام کے اسی ارشادات کا جملہ لکھا۔ یعنی فہرست اولیاء میں مذکورہ مجتہدین کے نام بھی درج کیے۔ اور عوام چونکہ مجتہدین کرام کے مقام ولایت کو نہیں جانتی اس لئے ان کے وہموں کو دور کرنے کے لئے فرمایا کہ ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اگرچہ تمام جہاں سے زیادہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت حاصل کئے ہوئے ہیں مگر عوام پھر بھی انہیں علمائے ظاہر میں شمار کرتی ہیں۔ حالانکہ وہ صرف علمائے ظاہر نہیں بلکہ علم باطن میں امام اور انتہائی بلند مقام کو پہنچے ہوئے ہیں۔ نیز بعض لوگ اولیاء کرام کے اقوال میں کمی بیشی کر کے عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں تاکہ علماء ومجتہدین کے خلاف عوام کو ابھاریں۔ علماء دین نے ایسے تمام اقوال کے رد بارہا پیش کئے ہیں۔ مثلاً حضرت سید علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول ہے جسے بعض لوگ مجتہدین کرام کے خلاف پیش کرتے ہیں۔ ہم اسے اس کے رد سمیت ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"میں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارہا فرماتے سنا کہ مجتہدین کرام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے

وارث تھے۔علم حقیقت اور علم شریعت دونوں میں بخلاف بعض صوفی ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کے کہ انہوں نے کہا: مجتہدین صرف علم شریعت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وارث تھے حتیٰ کہ بعض لوگوں نے یہ کہہ دیا: وہ تمام علم جسے مجتہدین جانتے ہیں طریقت میں کامل آدمی کے علم کا چوتھائی حصہ ہے، کیونکہ ہمارے نزدیک کوئی مرد اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے مقام ولایت میں قولِ الٰہی الاول والآخر والظاہر والباطن کی چاروں بارگاہوں کے علوم کا محقق نہ ہو جائے اور مجتہدین کو صرف اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک ''الظاہر'' کی بارگاہ کے علوم کی تحقیق ہے اور بس نہ انہیں حضرت ازل کا علم ہے نہ حضرت ابد کا اور نہ علم حقیقت کا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کلام جو مجتہدین کے بارے میں ہے کسی جاہل کا ہے۔ جو ائمہ کرام کے احوال نہیں جانتا وہ جو زمین کے اوتاد اور دین کی بنیاد ہیں، حقیقت میں جلیل القدر ولی اور کشف ومعرفت والوں میں انتہائی عظیم مرتبہ رکھنے والے ہیں۔ وہ جس طرح ظاہر کے امام ہیں قطعاً یقیناً وہ باطن کے امام بھی ہیں۔'' (میزان الشریعۃ الکبریٰ، صفحہ 49، مطبوعہ مصر)

امام عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب میزان الشریعۃ الکبریٰ میں اس قسم کے بیانات کے دریا لہرا رہے ہیں اور صفحات کے صفحات بھرے ہوئے ہیں۔ ان میں سے چند ایک عبارتیں ہم نقل کرتے ہیں۔ فرمایا:

''یہ اس لئے کہ حقیقت میں انہوں نے یعنی مجتہدین نے اپنے مذاہب کے اصولوں کی بنیاد علم حقیقت پر رکھی ہے۔ جو شریعت کا اعلیٰ مرتبہ ہے اور ان کے مذاہب کی بنیاد شریعت کی سیدھی حد پر ہے۔ بلاشبہ وہ علمائے حقیقت بھی تھے بخلاف اس کے جو بعض مقلدین نے گمان کر لیا کہ وہ علمائے حقیقت نہیں محض علمائے شریعت ہیں۔''

پھر امام شعرانی نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا:

''جو شخص ہم سے اس معاملہ میں جھگڑا کرے وہ ائمہ کرام کے مرتبے سے جاہل ہے۔ اللہ کی قسم قطعاً یقیناً وہ علمائے کرام شریعت و طریقت کے جامع تھے۔''

پھر امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے کانوں سے سنا ہوا وہ ارشاد نقل کرتے ہیں۔ جس سے مجتہدین کرام کا بلند مرتبہ اور حقیقت وشریعت دونوں میں ان کا اولیاء کا امام ہونا دوپہر کے سورج اور چودھویں رات کے چاند کی طرح واضح و روشن ہو جائے۔ فرماتے ہیں:

''میں نے حضرت سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا: ائمہ کرام نے اپنے مذاہب کی تائید شریعت کے ساتھ حقیقت کے اصول پر چلنے سے فرمائی تاکہ اپنے پیروکاروں پر ظاہر کر دیں کہ وہ دونوں طریقوں کے علماء ہیں۔ اور ارشاد فرماتے تھے کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کے اقوال میں سے ایک قول کا بھی دائرہ شریعت سے خارج ہو جانا اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک قطعاً ناممکن ہے، کیونکہ وہ مجتہدین کتاب وسنت اور اقوال صحابہ کی مراد پر مطلع ہیں اور اس لئے کہ وہ صحیح کشف رکھتے ہیں اور اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک کی روح حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک کے ساتھ جمع ہوتی ہے اور جس مسئلہ میں دلائل کی وجہ سے توقف ہوتو وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ لیتے ہیں کہ یہ حضور کا ارشاد ہے یا نہیں۔ وہ اہل کشف کی شرائط کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جاگتے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کتاب وسنت سمجھتے ہیں، پھر اسے اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! ہم اس آیت سے یہ سمجھے اور حضور کی فلاں حدیث سے یہ سمجھے حضور اسے پسند فرماتے ہیں یا نہیں۔'' (میزان الشریعۃ الکبریٰ، صفحہ نمبر 47)

وہی حضرت علی خواص سے یہ ارشاد فرماتے ہیں:

''ہم نے جو ائمہ مجتہدین کا کشف اور ان کا روحانی حیثیت سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونا ذکر کیا

ہے۔ جسے اس بارے میں یقین نہیں آتا اور وہ تردد کا شکار ہے۔ ہم اس سے کہتے ہیں کہ یہ بھی اولیاء کرام کی کرامات میں سے ہے۔ اگر ائمہ مجتہدین ہی اولیاء نہیں تو کائنات میں کوئی بھی ولی نہیں۔ بکثرت ایسے اولیاء جو مقام و مرتبہ میں ائمہ مجتہدین سے یقیناً کم ہیں۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ انہیں کثرت سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حضوری نصیب ہوتی ہے۔ اور اس بات پر ان کے ہم زمانہ بزرگ ان کی تصدیق فرماتے ہیں۔ وہ اولیاء کرام جن کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کا شرف اور صحبت و زیارت نصیب ہوئی ہے۔ جن کی کافی تفصیل طبقاتُ الاولیاء میں مذکور ہے۔ ان میں شیخ ابراہیم فناوی، شیخ ابو مدین مغربی، سیدی ابو السعود بن ابو العشائر، سیدی ابراہیم دسوقی، شیخ ابو الحسنؒ شاذلی، شیخ ابو العباس مرسیی، سیدی ابراہیم بتولی، علامہ جلال الدین سیوطی، شیخ احمد زوادی وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کا ایک خط آپ کے ایک رفیق شیخ عبدالقادر شاذلی کے پاس حضرت سیدی علی خواص علیہ الرحمۃ نے دیکھا۔ جواس شخص کے جواب میں لکھا تھا جس نے بادشاہ کے پاس آپ کی سفارش طلب کرنے کو لکھا تھا۔ اس خط کے جواب میں علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا تھا:

''میرے بھائی! میں اس وقت تک 75 مرتبہ بیداری کی حالت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بالمشافہ حاضر ہو چکا ہوں۔ اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ بادشاہ و امراء کے پاس جانے سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے ملاقات ترک کر دیں گے تو ضرور قلعہ میں جاتا اور بادشاہ سے تمہاری سفارش کرتا۔ میں ایک خادم حدیث ہوں جن حدیثوں کو محدثین نے اپنے طریقوں سے ضعیف کہا ہے ان کی تصحیح کے لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف محتاج ہوں اور بلاشبہ اس کا نفع تمہارے نفع پر ترجیح رکھتا ہے۔''

مذکورہ واقعہ کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ حضرت محمد بن ترین مداح رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق مشہور ہے کہ انہیں جاگتے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آمنے سامنے زیارت ہوتی تھی۔ جب وہ صبح کے وقت روضہ اطہر پر حاضر ہوئے تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے اپنی قبر اطہر میں سے کلام فرمایا۔ یہ بزرگ اپنے اسی مقام پر فائز رہے حتیٰ کہ ایک شخص نے ان سے درخواست کی کہ شہر کے حاکم کے پاس اس کی سفارش کریں۔ آپ علیہ الرحمۃ حاکم کے پاس پہنچے اور سفارش کی۔ اس نے آپ علیہ الرحمۃ کو اپنی مسند پر بٹھایا۔ تب سے آپ علیہ الرحمۃ کی زیارت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ پھر یہ ہمیشہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں زیارت کی تمنا پیش کرتے رہے۔ مگر زیارت نہ ہوئی۔ ایک مرتبہ ایک شعر عرض کیا تو دور سے زیارت ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ظالموں کی مسند پر بیٹھنے کے ساتھ میری زیارت چاہتا ہے اس کا کوئی راستہ نہیں۔؟''

حضرت علی خواص فرماتے ہیں کہ پھر ہمیں ان بزرگ کے متعلق خبر نہ ملی کہ ان کو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی یا نہیں حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔ (میزان الشریعۃ الکبریٰ، صفحہ نمبر 48)

امام شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''حضرت امام ابو الحسن شاذلی اور ان کے شاگرد حضرت شیخ ابو العباس مرسیی علیہما الرحمۃ فرماتے تھے کہ اگر ہم لمحہ بھر کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے محروم ہو جائیں تو اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار نہ کریں۔''

(میزان الشریعۃ، صفحہ 48)

یہ ارشادات ذکر فرما کر امام شعرانی نے فرمایا:

''جب یہ مرتبہ ہر ولی کی بابت ہے تو ائمہ مجتہدین تو اس مقام کے زیادہ مستحق ہیں۔''
پھر ارشاد فرماتے ہیں:
''ائمہ فقہاء کرام اور صوفیاء حضرات سب اپنے پیروکاروں کی شفاعت کریں گے اور روح نکلتے وقت ان کی نگہبانی کریں گے اور یونہی منکر نکیر کے سوالات کے وقت اور حشر و نشر اور حساب اور میزان عمل اور پل صراط سے گزرنے کے وقت خیال رکھیں گے اور حشر کے ان مقامات میں سے کسی مقام میں اپنے پیروکاروں سے غافل نہ ہوں گے۔''
اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:
''جب مشائخ صوفیاء دنیا و آخرت میں تمام مشکلات اور تکلیفوں میں اپنے مریدوں اور پیروکاروں کی نگرانی فرماتے ہیں۔ تو ائمہ دین کیسے نہ نگرانی کریں گے۔ جو تمام جہاں کی میخیں اور دین کے ستون اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر امین ہیں۔ بلاشبہ وہ ضرور ضرور مدد فرماتے ہیں۔ شیخ الاسلام ناصر الدین لقانی کو وصال کے بعد بعض نیک لوگوں نے خواب میں دیکھا، ان سے پوچھا:
((ما فعل اللہ بك))
''اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟''
جواب دیا:
''قبر میں جب منکر نکیر نے سوالات کے لئے مجھے بٹھایا تو حضرت امام مالک تشریف لائے اور کہا: کیا ایسے شخص سے بھی اللہ و رسول پر اسکے ایمان کے بارے میں سوال کیا جائے گا؟ اس کے پاس سے ہٹ جاؤ۔''
چنانچہ منکر نکیر ہٹ گئے۔ (میزان الشریعۃ، صفحہ 87)
اس کے بعد امام شعرانی فرماتے ہیں:
''ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ صحابہ کرام و تابعین اور ائمہ مجتہدین کا مقام دیگر تمام اولیاء کرام کے مقام سے زیادہ بڑا و عظیم ہے۔'' (میزان الشریعۃ الکبریٰ، صفحہ نمبر 172، مطبوعہ مصر)
ان اقوال کے علاوہ بھی بزرگوں کے اقوال کی نہریں موجیں مار رہی ہیں اور ان کے فیضوں کا سمندر لہریں لے رہا ہے مگر انصاف والے کے لئے یہ چند اقوال ہی کافی ہیں اور تعصب کرنے والے کے لئے دفتر بھی کافی نہیں۔
واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

☆☆☆

مقدمة الكتاب

((الحمد لله الذى بجلال ملكوته، وتوحد بجمال جبروته، وتعزز بعلو احديته، وتقدس بسمو صمديته، و تكبر في ذاته، عن مضارته كل نظير، وتنزه في صفاته كل تناه و قصور، له الصفات المختصة بحقه، والآيات بانه غيره مشبه بخلقه فسبحانه من عزيز، لا حدينااله، ولا عدد يحتاله، ولا امد يحصره، ولا ولديشفعه ولا عدد يجمعه، ولا مكان يمسكه، ولا زمان يدركه، ولا فهم يقدره، ولا هم يقدره، ولا وهم يصوره تعالى عنه ان يقال: كيف هو؟ او اين هو؟ او اكتسب بصنعه الزين، او دفع بفعله النقص والشين، اذ ليس كمثله شئى وهو السميع البصير، ولا يغلبه حى، وهو الخبير القدير احمده على مايولى و يضع، واشكره على مايزوى ويدفع، واتوكل عليه كل عليه واقنع، وارضى بما يعطى ويمنع واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له، شهادة موقن بتوحيده، مستجير بحسن تاييده واشهد ان سيدنا محمدا عبده المصطفى، وامينه المجتبى، ورسوله المبعوث الى كافة الورى۔ صلى الله عليه وعلى اله مصابيح الدجى، وعلى اصحابه مفاتيح الهدى، وسلم تسليماً كثيرًا))

"تمام خوبیاں اس اللہ جل شانہ کے لیے ہیں جو یکتا ہے اپنی بادشاہی کے جلال کے ساتھ اور تنہا ہے اپنی بڑائی کے جمال کے ساتھ اور انتہائی عزت والا ہے اپنی وحدانیت کی بلندی کے ساتھ اور بے حد پاک ہے اپنی صمدیت کی عظمت کے ساتھ۔ اللہ اپنی ذات میں ہر مثل کی مشابہت سے پاک ہے۔ اس کی صفات اسی کے لیے خالص ہیں اور اس کی آیات اس کی مخلوق کے مشابہہ ہرگز نہیں ہیں۔ وہ صاحب عزت ذات، پاک و بلند ہے اس سے کہ کوئی اس کی حد تک پہنچے۔ کوئی گنتی اس کو گھیر نہیں سکتی، کوئی حد اس کو محدود نہیں کر سکتی، اس کا کوئی مدد گار نہیں (بلکہ وہ سب کا مددگار ہے)، نہ اس کی کوئی اولاد ہے۔ وہ کسی مکان میں محدود نہیں، کوئی وقت اس کا ادراک نہیں کر سکتا، فہم و ادراک کے ذریعے اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اور وہم کے ذریعے اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ان باتوں سے مبرا ہے کہ کہا جا سکے کہ وہ ایسا ہے، وہ اس جگہ ہے بلکہ وہ بے مثل ہے۔ وہ سمیع و بصیر ہے۔ کوئی بھی اس کو مغلوب نہیں کر سکتا اور وہ خبیر و قدیر ہے۔ اس کے مالک و حقیقی فاعل ہونے کی بناء پر میں اس کی حمد کرتا ہوں۔ جو کچھ وہ عطا کرتا ہے اور جس چیز کو دور کرتا ہے اس پر میں اس کا شکر بجا لاتا ہوں۔ میں نے اسی پر بھروسہ اور قناعت کی اور جو کچھ وہ عطا کرتا ہے یا جس سے محروم رکھتا ہے اس پر میں راضی ہوتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں ایسی گواہی دیتا ہوں کہ جس میں اس کی توحید پر پختہ یقین ہو اور اس کی مدد کی پناہ ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے چنے ہوئے بندے ہیں، اور اس کے مقرر کردہ امین ہیں اور وہ ایسے رسول ہیں کہ جن کو اس نے تمام مخلوقات کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ اللہ کا آپ اور آپ کی آل پر درود ہو جو ظلمات کے چراغ، اور آپ کے صحابہ پر بھی درود ہو جو ہدایت کے دروازے کو کھولنے والے ہیں، ان سب پر خوب خوب سلام ہو۔"

رسالہ بنام گروہ صوفیاء:

437 ہجری میں اللہ کے فقیر عبدالکریم بن ہوازن القشیری نے اس رسالہ کو بلاد اسلامیہ میں موجود صوفیاء کرام کی جماعت کی طرف لکھا۔

اوصافِ صوفیاء:

بعد از حمد وصلاۃ: اللہ تعالیٰ آپ سب سے راضی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس گروہ صوفیاء کو برگزیدہ بنالیا ہے اور انبیاء ورسل علیہم السلام کے بعد اس گروہ کو اپنے تمام بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس گروہ صوفیاء کے دل اسرار کے خزانے بنائے ہیں اور انوارات وتجلیات کے ساتھ انہیں تمام امت میں سے مخصوص فرمایا ہے۔ گروہ صوفیاء مخلوق کے لیے بمنزلہ مددگار کے ہے اور عمومی احوال میں یہ گروہ حق وسچ کے ساتھ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس گروہ کو ہر قسم کی ناپاکیوں سے پاک کیا ہے اور احدیت کے حقائق کے وسیلے سے اسے محال مشاہدات تک ترقی عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس گروہ باصفاء کو بندگی کے آداب بجالانے کی توفیق عطا کی ہے اور اسے ربوبیت کے احکامات کا علم بخشا ہے۔ یہ صوفیاء کرام کا گروہ تکلیف واجبات کو ادا کرنے اور اپنے رب کی طرف سے پیش آمدہ تقلیب وتصریف کے احوال میں ثابت قدم رہا۔ یہ گروہ سچے فقر اور عجز کے ساتھ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا اور اس گروہ باصفا نے کبھی بھی اپنے اعمال پر بھروسہ نہ کیا اور نہ ہی اپنی قلبی صفائی کا سہارا لیا، کیونکہ صوفیاء اس بات کو جانتے ہیں کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب فرمالیتا ہے۔ مخلوق کا اس پر کوئی زور نہیں اور نہ اس پر مخلوق کا کوئی حق ہے۔ مخلوق کو وہ جو جزاء عطا فرماتا ہے وہ سراسر اس کی مہربانی ہے اور جو وہ سزا دیتا ہے وہ سراسر اس کا عدل ہے۔

حقیقی تصوف کی حالت زار:

اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے! جان لیجئے کہ اس جماعت صوفیاء کے محققین کی اکثریت ناپید ہوچکی ہے اور ہمارے زمانے میں صرف ان کے نشانات ہی بچے ہیں۔ شاعر کیا خوب کہتا ہے:

اما الخیام فانها کخیامهم

واری نساء الحی غیر نسائها

"پس خیمے تو بیشک اُن کے خیموں کی مثل ہی ہیں۔ اور میں ان کے قبیلے کی عورتوں کی جگہ دوسری عورتیں دیکھتا ہوں۔"

تصوف حقیقی کو اپنانے کے طریقے میں فترت (وقفہ) کا زمانہ آگیا؟ نہیں نہیں، بلکہ اصل طریقت درحقیت فنا ہوگئی۔ راہِ طریقت کا راستہ دکھانے والے وہ بزرگ جاتے رہے اور وہ نوجوان جن کے طریقے کی اقتداء کی جاتی تھی، کم ہوگئے۔ تقویٰ و ورع کا آفتاب غروب ہوگیا اور لالچ کی گھٹائیں چھاگئیں۔ شریعت کا احترام دل سے رخصت ہوگیا، دین سے لاپرواہی بہترین ذریعہ زندگی بن گیا، حلال وحرام کے درمیان تمیز ختم ہوگئی، ترک وحرام کے قریب ہوگئے، احتشام رخصت ہوگیا، عبادات کی ادائیگی میں سستی برتی جانے لگی، نماز اور روزہ کو حقیر جانا جانے لگا، عوام غفلت میں کود پڑے اور خواہشات کی اتباع کے درپے ہو گئے۔ ممنوعات دین اختیار کرنے میں احتیاط کا دامن تنگ ہوگیا، عوام، خواتین اور شاہی لوگوں سے تعلقات بڑھ گئے۔ اسی پر اکتفاء نہ ہوا، بلکہ اعلیٰ حقائق اور احوال کی طرف اشارہ کرکے جاہل یہ دعویٰ کرنے لگے کہ پابندیوں کی قیود سے آزاد ہیں اور وصال الٰہی کی حقیقت سے آشنا ہیں اور حق پر قائم ہیں۔

مزید برآں یہ دعوے بھی ہونے لگے کہ ان جاہلوں کے امور تصوف کے موافق ہیں اور یہی وہ گم کردہ نفوس ہیں کہ جو کچھ یہ چھوڑ دیں یا کرگزریں اس پر انہیں اللہ کی طرف سے کسی عتاب اور مذمت کا سامنا نہیں ہوگا۔ یہ گروہ ناآشنا سمجھتا ہے کہ [illegible]ت کے اسرار ان پر منکشف ہوچکے ہیں اور بشریت کے احکام ان سے زائل ہوچکے ہیں، فنا کے بعد وہ صمدیت کے انوارات [illegible] لا مال

ہیں، جب وہ بولتے ہیں تو درحقیقت وہ نہیں بولتے اور تصرفات میں ان کا نائب ان کے علاوہ کوئی اور ہے۔

مصنف کی مشکلات......وجہ تالیف:

موجودہ زمانے میں پیش آمدہ حالات وواقعات جب حد سے زیادہ طویل پکڑ گئے تو میں بھی اس سلسلے میں زیادہ انکار سے کام نہیں لے رہا تھا، کیونکہ مجھے غیرت آتی تھی کہ میں طریقت کے لوگوں کو برائی کے ساتھ متصف کروں، یا مخالف ان کے کسی عیب کو پانے کی جرأت کرلے، کیونکہ ان علاقوں میں اس طریق پر چلنے والوں کے لیے منکرین اور مخالفین کی طرف سے شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ مجھے امید تھی کہ فترت کا یہ زمانہ ختم ہوجائے گا اور اللہ اس طریقے کے آداب کو ضائع کرنے والوں اور اس بے مثال راہ سے منہ موڑنے والوں کو اپنے لطف واحسان سے مالا مال فرما دے گا، لیکن جب وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مشکلات میں اضافہ ہوتا گیا اور اہل زمانہ اپنے اختیار کردہ بناوٹی تصوف میں حد سے تجاوز ہی کرنے لگے تو مجھے ان قلوب پر شفقت ہوئی کہ جو یہ خیال کر بیٹھے تھے کہ ان کے اس کام کی بنیاد اسلاف کی نہج پر ہے۔ میں نے ان کو بے راہ روی سے بچانے کے لیے اس کتاب کی تصنیف کا ارادہ کیا، اس کتاب میں گروہ صوفیاء کے شیوخ کے حالات، ان کے آداب، اخلاق، معاملات، عقائد، ان کے وجدانی اشارات اور ابتداء سے انتہاء تک ان کی ترقی کے احوال ذکر کیے گئے ہیں، تاکہ اس راہ کے سالک کو قوت حاصل ہو اور میری طرف سے اس کی تصحیح کی سند ہو۔

((ولی فی نشر هذه الشکوی سلوة، ومن الکریم فضلا ومثوبة۔ واستعین بالله سبحانه فیما اذکره، واستکفیه، واستعصمه من الخطافیه، واستغفره واستعینه وهو بالفضل جدیر، وعلی مایشاء قدیر))

''اور اس حقیقت کو نشر کرنے میں میرے دل کی تسلی ہو اور میں اللہ کریم کے فضل اور ثواب کا مستوجب ٹھہروں۔ میں جو کچھ بھی اس کتاب میں ذکر کروں گا اس میں اللہ کی مدد طلب کرتا ہوں، اسی سے کفایت کا طالب ہوں کہ وہ مجھے خطا سے محفوظ ومامون فرمائے۔ میں اللہ ہی سے بخشش ومدد طلب کرتا ہوں۔ وہی فضل وکرم کرنے والا اور ہر چاہت پر قادر ہے۔''

☆☆☆

فصل نمبر 1:

مسائل اصول میں گروہِ صوفیاء کے عقائد ونظریات

(عقیدہ توحید...... معرفت توحید...... اللہ تعالیٰ کی صفات)

عقیدہ توحید...... تمثیل وتعطیل سے پاک عقیدہ:

اللہ آپ پر رحم کرے! جان لیجئے کہ گروہ صوفیاء کے شیوخ نے اپنے قواعد کی بنیاد توحید کے صحیح اصولوں پر استواء فرمائی ہے۔ انہوں نے توحید کی روشنی میں اپنے آپ کو بدعات سے پاک کیا ہے اور اس توحید کو اپنایا ہے جس پر اسلاف اور اہل سنت تھے، جو کہ تمثیل اور تعطیل جیسے باطل عقائد سے پاک ومبرا تھی۔

قدیم ومعدوم: وہ قدیم کی حقیت کو بھی جانتے تھے اور موجود اور معدوم سے بھی بخوبی واقف تھے۔ اسی لیے گروہ صوفیاء کے سردار سید الطائفہ الحضرۃ الشیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

''توحید قدم (جو ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہے، یعنی اللہ تعالیٰ) کو حدوث (جو پیدا ہوئی ہوں اور ہمیشہ سے نہ ہوں، یعنی مخلوقات) سے علیحدہ رکھنے کا نام ہے۔''

ناجی وناری: گروہ صوفیاء اور ان کے شیوخ نے اپنے اصولی عقائد کو واضح دلائل اور ظاہر شواہد سے مستحکم کیا، جیسا کہ ابو محمد حریری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

''جس شخص کو علم توحید پر کوئی دلیل نہ مل سکی تو وہ پھسل کر ہلاکت کے گڑھے میں گر گیا۔''

مراد یہ ہے کہ جو شخص صوفیاء کی تقلید تو کرے لیکن توحید کے دلائل میں غور وفکر نہ کرے تو وہ راہِ نجات سے بھٹک کر قید ہلاکت میں جا پڑتا ہے اور جو شخص صوفیاء کی تقلید تو نہ کرے لیکن توحید کے دلائل میں غور وفکر کرے تو وہ اس گروہ کے اقوال کے مجموعے میں جو بات پائے گا وہ اسے یقین دلائے گی کہ اس جماعت نے (عقیدہ توحید کی) تحقیق کے میدان میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں کی اور وہ کوتاہ نظر نہیں تھے۔

اس فصل کا موضوع: اس فصل میں صوفیاء کرام کے اصولی مسائل کو اجمالی طور پر ذکر کیا جائے گا۔ پھر بالترتیب مختصر ان عقائد کا ذکر کیا جائے گا جن کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔ ان شاء اللہ!

ذات وکلام باری تعالیٰ: شیخ ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

''اللہ وحدہ لاشریک ہر قسم کی حدود اور اصوات (آوازوں، الفاظ) سے قبل معروف تھا۔''

مراد یہ ہے کہ اللہ کی ذات قدیم ہے، نہ تو اس کی ذات کی کوئی حد ہے اور نہ ہی اس کا کلام حروف کا محتاج ہے۔

معرفت الٰہی...... فرائض میں سے پہلا فرض:

شیخ ابو نصر طوسی فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت حضرت رویم سے پوچھا:

''اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر سب سے پہلے کس چیز کو فرض قرار دیا؟''

آپ نے فرمایا:

''سب سے پہلا فرض جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق پر عائد کیا گیا وہ ''معرفت الٰہی'' تھا۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

((وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون))

''اور میں نے جنوں اورانسانوں کوفقط اپنی عبادت کے لیے تخلیق فرمایا ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے:

((وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (الا لیعرفون))

''اور میں نے جنوں اورانسانوں کوفقط اپنی عبادت (اپنی معرفت وپہچان) کے لیے تخلیق فرمایا ہے۔''

صانع اور مصنوع کے درمیان فرق:

سیدالطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''بندے کوحکمت کے عقدے میں سب سے پہلے جس چیز کی احتیاج ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ بننے (پیدا ہونے) والا (مصنوع) اپنے بنانے والے (صانع) کو پہچانے اور محدث (فنا ہونے والا) یہ معلوم کرے کہ اسے کس طرح تخلیق کیا گیا ہے؟ اس طرح وہ خالق اور مخلوق کی صفات کے درمیان فرق کرسکے گا اور قدیم اور محدث کی صفات کے درمیان امتیاز روا رکھ سکے گا۔ یوں بندہ صانع (اللہ تعالیٰ) کی پکار پر لبیک کہے گا اور اس کی اطاعت کے واجب ہونے کا اعتراف کرے گا، کیونکہ جب کوئی مالک ہی کو نہ پہچانے تو وہ ملکیت کے ذریعے یہ معلوم نہیں کرسکتا کہ وہ کس کی ہے؟

توحید فی العبادات وتوحید فی الذات:

شیخ ابوطیب مراغی کا فرمان ہے:

''عقل کا کام راہنمائی کرنا ہے، حکمت کا کام اشارہ دینا ہے اور معرفت کا کام گواہی دینا ہے۔ پس عقل راہنمائی کرتی ہے، حکمت اشارہ کرتی ہے اور معرفت گواہی دیتی ہے کہ توحید فی العبادات توحید فی الذات کے بغیر ممکن نہیں۔''

توحید ہے کیا: سیدالطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے توحید کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''توحید یہ ہے کہ موحد وحدانیت کی حقیقت اور کمال احدیت کے ساتھ اس بات کو جانے کہ اللہ تعالیٰ واحد و یکتا ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، کوئی اس کا ہمسر نہیں۔ اللہ کی نہ کوئی صورت ہے، نہ شبیہ، نہ کیفیت، نہ تمثیل۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر))

''اس کی کوئی مثل نہیں۔ اور وہ سمیع وبصیر ہے۔''

معرفت الٰہی: شیخ ابوبکر زاہر سے معرفت الٰہی کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''معرفت ایک اسم ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دل کے اندر اللہ کی تعظیم پیدا ہوجائے جو تعطیل اور تشبیہ کے عقیدہ کو باطل قرار دیدے۔''

حقیقی توحید: شیخ ابوالحسن بوشنجی کا فرمان ہے:

''حقیقی توحید یہ ہے کہ نہ تو اللہ کی ذات کے مشابہ کسی کو سمجھا جائے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی کی صفت کا انکار کیا جائے۔''

شیخ حسین بن منصور اور عقیدہ توحید کے لوازمات:

شیخ حسین بن منصور کا فرمان ہے:

''اللہ تعالیٰ نے کائنات کے لیے حدوث (فنا) کو لازم کیا، کیونکہ قدم (قدیم ہونا، جو ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہے) خود اس کی اپنی

ذات کے لیے خاص ہے، جس چیز کا ظہور جسم سے ہو تو اسے عرض لازم ہے اور جو اپنے ساز و سامان کے ساتھ مجتمع ہو تو اس کے قوی اسے تھامے ہوئے ہونگے اور جسے وقت نے جوڑ رکھا ہو وقت ہی اسے جدا کرے گا اور جسے دوسرا قائم کیے ہوا سے احتیاج لاحق ہوگی، اور جن پر وہم کامیابی حاصل کر لے تو تصویر امکانیات میں سے ہوگی اور جو کسی محل میں ٹھکانہ پکڑے تو کوئی اس کا ادراک کر لے گا، اور جس کی کوئی جنس ہوگی تو کیفیت کا مالک اس کا طالب ہوگا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر نہ تو کوئی چیز سایہ کئے ہوئے ہے اور نہ ہی وہ کسی کے ماتحت ہے، نہ تو اس کی کوئی حد ہے اور نہ کوئی اس کا مزاحم' نہ اس کا خلف اور نہ امام نہ اس سے قبل کوئی تھا کہ اسے جس نے ظہور بخشا ہو اور نہ ہی بعد میں اسے کوئی فنا کر سکتا ہے۔ ''کل'' اسے جمع نہیں کر سکتا اور نہ ہی ''کان'' اس کے وجود کی کوئی انتہا نہیں۔ یہ تمام مخلوق کے احوال ہیں اور اللہ تعالیٰ مخلوق کے احوال سے منزہ و پاک ہے۔ اس کا مزاج مخلوق کے مزاج سے میل نہیں کھایا اور نہ ہی وہ اپنے افعال میں محتاج ہوتا ہے۔ وہ مخلوق سے قدوم کی صفت میں اسی طرح جدا ہے، جس طرح وہ حدوث میں ان سے الگ تھلگ ہے۔ اس کے متعلق ''متیٰ'' (وہ کب سے ہے) سے سوال نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ وقت کے وجود سے پہلے ہی موجود ہے۔ ''ھو'' کا لفظ اس کے لیے استعمال کریں تو ''ھ'' اور ''واؤ'' اس کے اپنے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اگر ''این'' (وہ کہاں ہے) کہیں تو اس کا وجود تو مکان پر مقدم ہے۔ حروف اس کی آیات ہیں، اس کا وجود خود اس کا ثبوت ہے۔ اس کی معرفت اس کی توحید ہے اور اس کی توحید یہ ہے کہ اوہام میں جو تصورات پیدا ہوں اسے اس کی مخلوق سے ممتاز رکھیں، وہ تو ان سے مختلف ہے۔ جو چیزیں اس کے ذریعے معرض وجود میں آئیں وہ اس پر کیسے وارد ہو سکتی ہیں؟ یا جنھیں اس نے پیدا فرمایا وہ اس پر کیسے لوٹ سکتی ہیں؟ نہ تو آنکھیں اسے دیکھ سکتی ہیں اور نہ ہی ظن اس کا تقابل کر سکتا ہے۔ اس کا قرب باعث عزت اور اس سے بُعد باعث ملامت ہے۔ اس کی بلندی اوپر چڑھے اور اس کی آمد منتقل ہوئے بغیر ہے۔ وہ اول بھی ہے، آخر بھی۔ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ قریب بھی ہے اور بعید بھی۔ وہ اپنی نازل کردہ کتاب میں فرماتا ہے:

((لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر))

''اس کی تمثیل کوئی نہیں۔'' (سورۃ الشوریٰ، آیت نمبر:11)

شیخ ذوالنون مصری اور عقیدہ توحید:

شیخ ذوالنون مصری سے پوچھا گیا:

''توحید کے بارے میں بتلایئے؟''

انہوں نے فرمایا:

''توحید یہ ہے کہ اس بات پر ایمان رکھا جائے کہ اللہ کی قدرت اشیاء میں بغیر مزاج کے ہے اور صنعت الٰہی اشیاء میں بدون علاج کے ہے اور ہر چیز کی علت اس کی صنعت ہے اور اس کی تخلیق کی کوئی علت نہیں۔ آسمانوں کی بلندیوں میں اور زمینوں کی پستیوں میں اللہ کے سوا کوئی مدبر کائنات نہیں۔ توحید یہ ہے کہ اذہان اس بات کو جان لیں اور اس پر ایمان لے آئیں کہ ازلیت میں اللہ تنہا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ ہی کوئی اس جیسے افعال کا فاعل ہو سکتا ہے۔''

ایمان کیا ہے: شیخ ابن خفیف کا فرمان ہے:

''ایمان دلوں کے ان غیوب کی تصدیق کرنے کا نام ہے جنہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔''

انشاء اللہ مومن ہوں: شیخ ابوالعباس سیاری جو اپنے وقت کے شیخ تھے، کا فرمان ہے:

''اللہ کی عطا دو طرح کی ہے: کرامت اور استدراج۔ اللہ تعالیٰ جس عطا کو تمہارے لئے برقرار فرما دے وہ کرامت ہے اور وہ جسے زائل کر دے وہ استدراج ہے۔ یوں کہا کرو کہ میں انشاء اللہ مومن ہوں۔''

خوفِ الٰہی: شیخ ابوعلی دقاق بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے شیخ ابوالعباس سیاری کا پاؤں دبایا تو آپ نے فرمایا:
"بیشک تم اس پاؤں کو دبا رہے ہو جسے میں نے اللہ کی نافرمانی میں کبھی نہیں اٹھایا۔"

عقیدہ توحید کے متعلق کامل معلومات: شیخ ابوبکر واسطی کا فرمان ہے:
"جو دعویٰ کرے کہ میں حقیقی مومن ہوں تو اس سے کہا جائے گا کہ حقیقت کا مطلب ہے کہ اللہ کی ذات کے بارے میں کامل معلومات اور اس کے بارے میں (عقائد کا) احاطہ ہو۔ اگر دعویٰ کرنے والے کو یہ عقائد ہی معلوم نہ ہوں تو حقیقی مومن ہونے کا یہ دعویٰ باطل ہوگا۔"

حقیقی مومن ہونے کا دعویٰ: اہل سنت کے نزدیک حقیقی مومن وہ ہے، جس کے جنتی ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہو اور چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا راز ہے اور معلوم نہیں ہو سکتا لہٰذا یہ دعویٰ کرنا کہ میں حقیقی مومن ہوں درست نہ ہوگا۔

دیدار باری تعالیٰ کی کیفیت: شیخ سہل بن عبداللہ تستری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
"مومنین اللہ تعالیٰ کو اپنی جسمانی ابصار (آنکھوں) سے دیکھیں گے، لیکن نہ تو اس کی ذات کا احاطہ کر سکیں گے اور نہ انتہاء کا ادراک کر سکیں گے۔"

نبی آخر الزماں کا قلب انور: شیخ ابوالحسن نوری کا ارشاد ہے:
"اللہ تعالیٰ نے دلوں کا مشاہدہ فرمایا تو اللہ کی ذات کی طرف سب سے زیادہ مشتاق دل نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا دل تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں اپنے دیدار کا اور گفتگو کا اعزاز عطا فرمایا۔"

ایک سوال اور اس کا جواب: محمد بن محبوب شیخ ابوعثمان مغربی کے خادم کہتے ہیں کہ شیخ ابوعثمان مغربی علیہ الرحمۃ نے ایک دن فرمایا:

"اے محمد! اگر تجھ سے سوال کیا جائے کہ تیرا رب کہاں ہے تو تیرا جواب کیا ہوگا۔؟"

میں نے عرض کیا:

"میں کہوں گا کہ جہاں وہ ازل سے تھا۔"

شیخ ابوعثمان مغربی نے فرمایا:

"اگر وہ سوال کرے کہ ازل سے کہاں ہے تو تم کیا جواب دو گے۔"

میں نے عرض کیا:

"میں کہوں گا کہ جہاں اب ہے۔ یعنی جس طرح سے لامکان تھا اسی طرح اب بھی لامکان ہے۔"

اس سے شیخ ابوعثمان مغربی بہت مسرور ہوئے اور اپنا جبہ اتار کر مجھے عطا فرمایا۔

عقیدہ جہت: شیخ ابوعثمان مغربی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
"میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں جہت کا کسی قدر معتقد تھا، لیکن جب میں بغداد آیا تو یہ عقیدہ میرے دل سے محو ہو گیا۔ میں نے مکہ میں موجود اپنے دوستوں کو لکھا کہ میں از سر نو مسلمان ہوا ہوں۔"

مخلوق کیا ہیں: شیخ ابوعثمان مغربی علیہ الرحمۃ سے مخلوق کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:
"مخلوق ڈھانچوں اور اشکال (اجسام وارواح) کا نام ہے جن پر احکام الٰہی جاری ہوتے ہیں۔"

مخلوق کے افعال کا خالق اللہ ہے: شیخ واسطی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''روح اور جسم بذات خود موجود نہیں ہیں بلکہ ان دونوں کا وجود اللہ کے وجود کی وجہ سے ہے اور اسی کی وجہ سے ظہور پذیر ہیں۔اسی طرح خیالات اور حرکات کا قیام بھی اللہ ہی کی طرف سے ہے، نہ کہ خود بخود، کیونکہ حالات اور حرکات جسم اور روح کے مطیع ہیں۔پس معلوم ہوا کہ مخلوق کے افعال کا خالق اللہ ہے اور جس طرح جواہر کا خالق صرف اور صرف اللہ ہے' اسی طرح اعراض کی تخلیق بھی اللہ ہی نے فرمائی ہے۔

کوشش کرنے اور نہ کرنے والا: شیخ ابوسعید خراز علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جو آدمی یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنی کوشش صرف کر کے مقصود تک جا پہنچے گا تو وہ صحیح امید لگائے ہوئے ہے اور جو یہ خیال کرتا ہے کہ وہ بغیر محنت کے مقصود کو پالے گا تو وہ بے جا تمنا کر رہا ہے۔''

شیخ واسطی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''مطلوبہ مقامات، منقسم اقسام اور جاری کردہ صفات کو حرکات اور کوششوں سے کیسے پایا جا سکتا ہے؟''

کفر: کسی نے شیخ واسطی علیہ الرحمۃ سے اللہ کے ساتھ کفر یا اللہ کے لیے کفر کرنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:

''کفر اور ایمان، دنیا اور آخرت سب اللہ کی طرف سے ہیں، سب اللہ ہی کے لیے (اللہ کی ملکیت میں) ہیں۔''

شیخ واسطی علیہ الرحمۃ کی مراد یہ ہے کہ سب کی ابتداء اور انتہاء اللہ کی طرف سے ہے اور مرجع اللہ ہے۔ان کی بقاء اور فناء کا مدار اللہ ہی کی ذات پر ہے اور اللہ ہی ان کا مالک اور خالق ہے۔

توحید کا معنی: سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ اہل علم میں سے کسی ایک سے توحید کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''توحید یقین کامل کا نام ہے۔''

سائل نے عرض کیا:

''مزید وضاحت فرما دیجیے؟''

آپ نے فرمایا:

''تیرے لیے اس بات کو معلوم کر لینا لازم ہے کہ مخلوق کی حرکات و سکنات اللہ تعالیٰ کا فعل ہیں' جس کا کوئی شریک نہیں۔جب یہ یقین تجھے حاصل ہو گیا تو تو موحد ہو گیا۔''

اللہ عالم الغیب ہے: شیخ محمد بن حسین جوہری علیہ الرحمۃ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ سے عرض کیا کہ میرے لیے اللہ سے دعا کیجئے۔آپ نے فرمایا:

''اگر تم نے اللہ کے علم غیب کی تائید توحید کی صداقت سے کی ہے تو بہت سی دعائیں تیرے حق میں مقبول ہو چکی ہیں۔ورنہ صرف پکار ڈوبتے کو سہارا نہیں دے سکتی۔''

افعال کا خالق کون: شیخ واسطی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''فرعون نے کھلے عام ربوبیت کا دعویٰ (انا ربکم الاعلیٰ: میں تمہارا بڑا رب ہوں) کیا اور معتزلہ چھپے لفظوں میں کرتے ہیں، کیونکہ یہ کہتے ہیں:

''ہم نے جو چاہا کیا۔'' (اپنے آپ کو اپنے افعال کا خالق مانتے ہیں جو کہ کفر ہے)

حقیقت توحید: شیخ ابوالحسین نوری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''توحید ہر اس خیال کا نام ہے جو اللہ کی ذات کی طرف اشارہ کرے، جب کہ ان خیالوں میں تشبیہ بالکل نہ ہو۔''

وہم میں آنے سے پاک ذات:

شیخ ابوعلی روذباری علیہ الرحمۃ سے توحید کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''تعطیل اور تشبیہ کے عقیدے کا انکار کر کے دل کے استقامت پر ہونے کا نام توحید ہے۔ توحید ایک جملہ ہے کہ ہر وہ وہم اور خیال جو دل میں آتا ہے اللہ کی ذات وہ نہیں ہے، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر)) (سورۃ الشوریٰ، آیت نمبر:11)

''اس کی مثل کوئی نہیں اور وہ سمیع وبصیر ہے۔ (جب اس کی تمثیل نہیں تو پھر اس کا خیال کیسے آسکتا ہے؟)''

باقی رکھنے باقی رہنے میں فرق:

شیخ ابوالقاسم علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جنت اللہ کے باقی رکھنے کی وجہ سے باقی ہے۔ تمہارے لیے اللہ کا ذکر اس کی رحمت ہے اور تمہارے لیے اللہ کی محبت کی بقاء اس کی بقاء سے ہے۔ اس کے باقی رکھنے کی وجہ سے باقی رہنے اور اس کی بقاء کی وجہ سے باقی رہنے، ان دونوں میں بہت فرق ہے۔''

شیخ ابوالقاسم نصرابادی کا قول بہت تحقیقی قول ہے، کیونکہ حزب الرحمٰن کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اس وقت تک باقی ہیں جب تک وہ خود باقی ہے۔ شیخ نے مسئلہ پر تنبیہ فرمادی کہ باقی اس کی بقاء کی وجہ سے باقی ہے۔ بخلاف دیگر کے قول کے کہ انہوں نے اہل سنت کی مخالفت کر کے حق سے اعراض کیا۔

صفات فعل اور صفات ذات:

شیخ ابوالقاسم نصرابادی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

''لوگ اللہ کی صفات فعل اور صفات ذات کے متعلق شک میں ہیں، حالانکہ دونوں ہی درحقیقت اللہ کی صفات ہیں۔ چنانچہ جب وہ تجھے مقام تفرقہ میں پریشان کر دے تو وہ تجھے صفت فعل کے ساتھ ملا دیتا ہے اور جب تجھے مقام جمع تک پہنچا دے تو تجھے اپنی ذات کی صفات سے ملا دیتا ہے۔

روح مخلوق ہے:

امام ابواسحاق اسفرائنی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب میں بغداد سے آیا تو ایک دن میں نیشاپور کی جامع مسجد میں روح کے مسئلہ پر درس دے رہا تھا اور اس بات کی وضاحت کر رہا تھا کہ روح مخلوق ہے۔ جبکہ ابوالقاسم نصرابادی ہم سے دور بیٹھے میری گفتگو غور سے سن رہے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد جب وہ ہمارے پاس سے گزرے تو محمد فراء سے فرمانے لگے:

''گواہ رہنا میں اس شخص کے ہاتھوں از سر نو مسلمان ہوا ہوں (کیونکہ میں اس سے پہلے روح کو مخلوق تسلیم نہیں کرتا تھا)۔''

اور پھر میری طرف اشارہ کیا۔

اللہ کی ذات مبارکہ کی کوئی شبیہ نہیں:

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے کہ جس کی کوئی شبیہ ہے نہ ہی نظیر، بھلا پھر اس کا اتصال اس ذات سے کیسے ہو سکتا ہے جس کی شبیہ بھی ہو اور نظیر بھی؟ ان کا اتصال ہرگز نہیں ہو سکتا یہ عجیب بات ہے، ہاں! اگر اللہ لطیف وکریم ہو جائے تو یہ بات عجیب نہیں رہتی۔ ادراک، وہم اور

احاطہ اسی وقت ہو سکتے ہیں جب یقین کا اشارہ اور ایمان کی تحقیق موجود ہو۔"

صفات باری تعالیٰ: شیخ یحییٰ بن معاذ سے پوچھا گیا:

"اللہ کے بارے بتائیں۔"

شیخ نے فرمایا:

"اللہ تنہا معبود ہے۔"

پوچھا گیا:

"اللہ کیسا ہے؟"

فرمایا:

"قدرت والا بادشاہ ہے۔"

پوچھا گیا:

"کہاں ہے؟"

فرمایا:

"سزا و جزا دینے کے لیے گھات میں (دیکھ رہا) ہے۔"

عرض کیا گیا:

"یہ مطلب نہیں تھا، بلکہ اس کے مقام بارے میں سوال تھا کہ وہ کہاں رہتا ہے۔"

فرمایا:

"اس کے علاوہ جو صفات بھی ہوتی ہیں وہ مخلوق کی صفات ہوتی ہیں اور اللہ مخلوق کی صفات سے پاک ہے، اللہ کی صفات وہی ہیں جو میں نے بیان کر دی۔"

جو وہم وگمان میں آجائے وہ اللہ نہیں:

شیخ ابو علی روذباری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"وہم وخیال کرنے والے نے اپنی جہالت سے جو بھی خیال کیا کہ اللہ ایسا ہوگا، اللہ ایسا ہوگا' تو عقل واضح کرتی ہے کہ اللہ ایسا نہیں ایسا نہیں (کیونکہ اللہ کی کوئی تمثیل نہیں ہے)"

اللہ کے متعلق رہنمائی:

شیخ ابن شاہین علیہ الرحمۃ نے سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے لفظ "مع" کے معنی پوچھے تو سید الطائفہ نے فرمایا:
"مع (ساتھ) کے دو معنی ہیں: انبیاء کے لیے لفظ مع (ساتھ) کا استعمال ہوا ہو تو اس کے معنی مدد اور حفاظت کے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((اننی معکما اسمع واری))

"میں تم دونوں کے ساتھ ہوں' تمہاری باتیں سنتا اور تمہیں دیکھتا ہوں۔" (سورۃ طٰہٰ:۴۶)

چنانچہ فرمان الٰہی ہے:

((مایکون من نجوی ثلثة الا ھو رابعھم))
''نہیں اکٹھے ہوتے خفیہ بات کرنے کے لیے تین لوگ مگر ان میں چوتھا اللہ ہوتا ہے۔''(سورۃ مجادلہ، آیت نمبر:۷)
یہ سن کر شیخ ابن شاہین علیہ الرحمۃ نے عرض کیا:
''اے شیخ! اللہ کی قسم! یقیناً اللہ کے بارے میں (عقائد) آپ جیسے ہی اس امت کی صحیح رہنمائی فرما سکتے ہیں۔''

اللہ کی ذات کا ثبوت اور مکان کی نفی:

شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ سے آیت کریمہ:
((الرحمن علی العرش استوی))
''رحمٰن نے عرش پر استویٰ فرمایا۔''(سورۃ طہ، آیت نمبر:۵)
کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا:
''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات مبارکہ کو ثابت فرمایا گیا ہے اور مکان کی نفی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ بذات خود موجود ہے اور اشیاء اس کی حکمت سے اس کی منشاء کے مطابق موجود ہیں۔''

استویٰ علی العرش کے متعلق شیخ شبلی کا نظریہ:

شیخ شبلی علیہ الرحمۃ سے قرآن مجید کی آیت کریمہ:
((الرحمن علی العرش استوی))
''رحمٰن نے عرش پر استویٰ فرمایا۔''(سورۃ طہ، آیت نمبر:۵)
کی تفسیر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:
''رحمٰن تو ازل سے ہے اور عرش حادث ہے اور مراد یہ ہے کہ عرش کا وجود اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہے۔''

استویٰ علی العرش کے متعلق شیخ جعفر بن نصیر کا نظریہ:

شیخ جعفر بن نصیر علیہ الرحمہ سے آیت کریمہ:
((الرحمن علی العرش استوی))
''رحمٰن نے عرش پر استویٰ فرمایا۔''(سورۃ طہ، آیت نمبر:۵)
کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا:
''رحمٰن تو ازل سے ہے اور عرش حادث ہے اور مراد یہ ہے کہ عرش کا وجود اللہ کی وجہ سے ہے۔''

استویٰ علی العرش کے متعلق شیخ جعفر بن نصیر کا نظریہ:

شیخ جعفر بن نصیر علیہ الرحمۃ سے آیت کریمہ:
((الرحمن علی العرش استوی))
''رحمٰن نے عرش پر استویٰ فرمایا۔''(سورۃ طہ، آیت نمبر:۵)
کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا:
''اللہ تعالیٰ کا علم ہر شئے کے بارے میں یکساں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز کسی دوسری چیز سے زیادہ قریب نہیں۔''

امام جعفر صادق کا عقیدہ توحید:

شیخ المشائخ حضرت امام جعفر صادق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جس شخص کا یہ خیال ہو کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کے اندر ہے یا کسی چیز سے ہے یا کسی چیز کے اوپر ہے تو اس نے شرک کیا، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کے اوپر مانا جائے تو اللہ محمول ہوا (اور جو چیز اس کو اٹھانے والی ہے اس کا بڑا ہونا ثابت ہوا حالانکہ ایسا نہیں ہے)۔ اگر اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کے اندر تسلیم کیا جائے تو یوں اللہ تعالیٰ کا محصور ہونا ثابت ہوتا ہے (اور اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ سے بڑی کوئی چیز ہے جس میں وہ ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے) اور اگر کسی چیز سے اللہ تعالیٰ کا وجود ہے تو یوں اللہ تعالیٰ محدث (فنا ہونے والا، جو پہلے نہیں تھا بعد میں بنا) ہوا (حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے)۔''

سورۃ النجم کی آیت مبارکہ کی تفسیر:

شیخ المشائخ حضرت امام جعفر صادق علیہ الرحمۃ سے آیت سورۃ النجم کی آیت کریمہ:

((ثم دنا فتدلٰی))

''پھر وہ، بہت قریب ہوا، بہت قریب ہونا۔'' (سورۃ النجم، آیت کریمہ: ۸)

کی تفسیر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

''جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بذات خود قریب آتا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مسافت ثابت کر دی ہے (جو کہ کفر ہے) اللہ تعالیٰ کے قرب سے مراد یہ ہے کہ جس قدر قرب ہو گا انواع معرفت سے اسی قدر بُعد ہو جائے گا، کیونکہ اللہ کے لیے قرب اور بعد کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔''

ایک سوال اور اس کا جواب: میں (مصنف کتاب شیخ ابو القاسم القشیری) نے استاذ ابو علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک ورق ملاحظہ کیا۔ اس میں مرقوم تھا کہ اہل تصوف میں سے ایک صوفی سے پوچھا گیا:

''اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟''

انہوں نے فرمایا:

''تو تباہ و برباد ہو جائے! کیا تو اللہ تعالیٰ کو آنکھ سے تلاش کر رہا ہے کہ وہ کہاں ہے؟''

حقیقت قرب الٰہی: شیخ خراز علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''قرب الٰہی کی حقیقت یہ ہے کہ قلب سے اس کا احساس مفقود ہو جائے اور اللہ کی طرف توجہ کرنے سے قلب کو سرور محسوس ہو۔''

قرآن کلام الٰہی ہے:

شیخ طریقت ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ کا گزر ایک ایسے شخص کے قریب سے ہوا جسے ابلیس نے مغلوب کر دیا تھا۔ شیخ فرماتے ہیں:

''میں نے اس کے کان میں اذان پڑھی۔ اس کے بطن میں موجود شیطان نے مجھ سے کہا: مجھے چھوڑ دیجئے! تا کہ میں اسے قتل کر ڈالوں، کیونکہ یہ کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔''

حروف مخلوق ہیں: شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''اللہ تعالیٰ نے حروف کو پیدا فرما کر انہیں چھپائے رکھا اور جب سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو یہ راز ان کو عطا فرمایا۔ اس وقت کوئی فرشتہ اس راز کو نہیں جانتا تھا۔ پھر یہ حروف آدم علیہ السلام کی زبان پر مختلف زبانوں کی صورت میں جاری ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان

حروف کومختلف زبانوں کے لیے خاص صورت عطا فرمائی ہے۔"

شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ حروف مخلوق ہیں۔

شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"حروف فعل کی زبان ہیں، نہ کہ ذات کی، کیونکہ یہ مفعول کے اندر فعل ہیں۔"

فعل قلب اور قول قلب:

سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے اہل شام کے مسائل کے جواب میں فرمایا:

"توکل فعل قلب ہے اور توحید قول قلب۔ یہ قول اہل اصول کا ہے کہ کلام وہ مفہوم ہے جو دل میں قائم ہو۔ جیسے امر، نہی، خبر اور استخبار۔"

علم غیب: سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"بذاتہٖ علم غیب رکھنے میں اللہ تعالیٰ باری تعالیٰ یکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام امور کا عالم ہے، جو ہو چکا وہ اسے بھی جانتا ہے اور جو ہوگا اور جو نہیں ہوگا اسے بھی۔"

جسے توحید کی حقیقت معلوم ہو جائے: شیخ حسین بن منصور علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"جو بھی توحید کی حقیقت معلوم کر لیتا ہے تو لِمَ (کیوں) اور کَیْفَ (کیسے، کیا) مفقود ہو جاتا ہے (وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوال نہیں کرتا کہ وہ کیسے ہے اور کہاں ہے اور کس طرح ہے)۔"

روح مخلوق ہے: شیخ واسطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سب سے افضل روح ہے۔"

شیخ کی مراد یہ ہے کہ روح مخلوق میں سے ہے۔

منتخب اقوال پر اکتفاء: میں (استاذ امام زین الاسلام ابوالقاسم القشیری علیہ الرحمۃ مصنف کتاب ہذا) کہتا ہوں کہ ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اصولی مسائل میں مشائخ صوفیاء کے عقائد اہل حق کے عقائد کے عین مطابق ہیں۔ ہم نے اسی مقدار (مذکور متعدد اقوال) پر اکتفاء کیا کہ کہیں ایجاز و اختصار کی حد سے باہر نہ نکل جائیں۔"

☆☆☆

فصل نمبر 2:

توحید کے بارے میں جماعت صوفیاء کے عقائد

عقائد اہل صفا اور توحید:

یہ فصول توحید کے بارے میں جماعت اہل صفاء کے عقائد پر مشتمل ہیں۔میں نے ان کو بالترتیب بیان کیا ہے۔اہل طریقت کے مشائخ کے متفرق کلام، ان کے مجموعات اور توحید کے بارے میں ان کی تصنیفات و تالیفات میں جو کچھ موجود ہے وہ اس طرح ہے (جو اس فصل میں آرہا ہے)۔

صفات باری تعالیٰ:

بلاشبہ اللہ تعالیٰ موجود ہے، وہ قدیم ہے، واحد ہے، صاحب حکمت ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔وہ علیم ہے، قہار و جبار ہے، رحم فرمانے والا ہے اور ارادہ فرمانے والا ہے۔وہ سمیع ہے، عزت عطا فرمانے والا ہے، وہی بلندی والا، کلام فرمانے والا اور بصیر ہے۔وہی متکبر، قدیر، حی، احد (ایک)، قیوم اور صمد ہے۔

قدرت و علم: بلاشک و شبہ اللہ تعالیٰ علم کے ساتھ عالم، قدرت کے ساتھ قادر، ارادے کے ساتھ مرید (ارادہ کرنے والا)، سننے کے ساتھ سمیع، دیکھنے کے ساتھ بصیر، کلام کے ساتھ متکلم، حیات کے ساتھ حی اور بقاء کے ساتھ باقی ہے۔

ید اور وجہ کے بارے میں عقیدہ: بلاشبہ اللہ کے دو 'ید' (جس طرح اس کے شان کے لائق ہے) ہیں جو اس کی صفات ہیں۔وہ ان کے ساتھ جو منشاء ہوتی ہے تخلیق فرماتا ہے۔وہ طیب ہے، یہ ساری صفات اسی کے ساتھ خاص ہیں۔اس کا ''وجہ'' مبارک ہے (جس طرح اس کے شان کے لائق ہے)

صفات اور ذات میں فرق: اللہ تعالیٰ کی صفات فقط اس کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں۔ان صفات کو نہ تو عین ذات سمجھا جائے اور نہ ہی ذات کا غیر۔یہ تمام صفات اللہ کی ازلی ابدی صفات ہیں۔

خالق و مخلوق میں تشبیہ نہیں:

اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں یکتا و واحد ہے۔وہ اپنی مخلوقات میں سے کسی سے تشبیہ نہیں رکھتا اور نہ ہی مخلوقات میں سے کوئی اس کے مشابہ ہے۔وہ جسم، جوہر اور عرض نہیں، اور نہ ہی اس کی صفات اعراض ہیں۔وہ خیال و گمان میں نہیں آسکتا اور نہ ہی عقلوں کی اس تک رسائی ہے۔

جہت و مکان اور وقت و زمانہ: اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی جہت اور مکان نہیں اور نہ ہی اس پر وقت اور زمانہ جاری ہوسکتا ہے۔

صفات میں کمی بیشی: اللہ تعالیٰ کی صفات میں کمی بیشی جائز نہیں۔

شکل و صورت سے منزہ: اللہ تعالیٰ کی شکل و صورت اور لمبائی و چوڑائی نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی انتہاء اور حد ہے۔

حلول اور فعل کا باعث: کوئی حادث اللہ تعالیٰ میں حلول نہیں کرسکتا اور کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے فعل کا باعث نہیں بنتی۔

رنگ و کون: اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی رنگ اور کون ثابت نہیں۔

وھو علی کل شیء قدیر: کوئی مددگار اللہ کی مدد نہیں کرسکتا اور کوئی شئے اس کی قدرت سے باہر نہیں۔کوئی فطری چیز اس کے حکم سے

عدول نہیں کر سکتی اور نہ کوئی معلوم چیز اس کے علم سے دور یا غائب ہو سکتی ہے۔

فعل کی کیفیت: اللہ تعالیٰ کے فعل کے بارے میں کیفیت کا سوال نہیں ہو سکتا کہ اس نے وہ کام کیسے کیا اور کس طرح کیا۔ نہ ہی اسے اس کے فعل پر ملامت کی جا سکتی ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ وہ کہاں ہے اور کیسے ہے۔

ابتداء و انتہاء سے پاک ذات: اللہ تعالیٰ کے وجود کا آغاز نہیں کہ سوال کیا جا سکے کہ وہ کب تھا اور نہ ہی اس کے بقاء کی کوئی انتہا ہے کہ کہا جائے کہ موت اور زمانے نے اس کو پورا کر دیا۔

افعال الٰہی کی علت کوئی نہیں: اللہ تعالیٰ کے فعل کے متعلق سوال نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے کیوں کیا؟ کیوں کہ اس کے افعال کی کوئی علت (سبب، وجہ) نہیں۔

جنس سے پاک: اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کیا ہے؟ کیونکہ اس کی کوئی جنس نہیں کہ وہ کسی نشانی کے ذریعے اپنے ہم جنسوں سے ممتاز ہو سکے (کیونکہ اس کی کوئی تشبیہ نہیں)

دیدار: اللہ تعالیٰ دکھائی دیتا ہے لیکن سامنے نہیں (اس کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا)

آنکھ کے بغیر بصیر: اللہ تعالیٰ ساری کائنات کو دیکھتا ہے لیکن آنکھ کی پتلی کے بغیر۔

کن فیکون: اللہ تعالیٰ تخلیق فرماتا ہے لیکن اس کے لیے اسے کوئی کام نہیں کرنا پڑتا (بلکہ کن 'ہو جا' کا حکم فرماتا ہے تو فیکون وہ کام ہو جاتا ہے۔)

اسمائے حسنیٰ اور اعلیٰ صفات: اللہ تعالیٰ کے لیے تمام اسمائے حسنیٰ ہیں اور وہ اعلیٰ صفات کا مالک ہے۔

ارادہ، علم اور قدرت: اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے اسے کر دیتا ہے۔ مخلوقات اس کے حکم کے تابع ہیں۔ اس کی بادشاہت و بے مثل حکومت میں وہی کچھ رونما ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ وہ کچھ ہرگز نہیں ہو سکتا جس کا پہلے سے فیصلہ نہ ہوا ہو۔ جو اس کے علم میں تخلیق ہونے والا ہے، اس کے تخلیق ہونے کا ارادہ فرماتا ہے اور جو ہو سکتا ہے لیکن اس کے علم کے مطابق نہیں ہو گا تو وہ اس کے نہ ہونے کا ارادہ فرماتا ہے۔

مخلوقات کے اعمال کا خالق: اللہ تعالیٰ مخلوقات کے اعمال، چاہے خیر ہوں یا شر، ان کا خالق ہے۔ کائنات میں اشیاء و آثار کم ہوں یا زیادہ وہی ان کو تخلیق فرمانے والا ہے۔

انبیاء کرام کو مبعوث فرمانے والا: اللہ تعالیٰ لوگوں کی جانب اپنے انبیاء و رسل بھیجنے والا ہے، لیکن یہ اس پر لازم نہیں۔ انبیاء و رسل کی تبلیغ کی وجہ سے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو معبود مانا۔ اللہ تعالیٰ پر اعتراض اور ملامت کرنے کا کسی کو کوئی حق حاصل نہیں۔

نبی آخر الزماں کو معجزات و براہین عطا فرمانا: اللہ تعالیٰ ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی معجزات و براہین کے ذریعے ایسی تائید کرنے والا ہے جس سے عذر جاتا رہا اور حق و باطل واضح ہو گیا۔

حفاظت دین: ہمارے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حفاظت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء راشدین کے ذریعے فرمائی۔ پھر دلائل حق کو اولیاء کرام کی زبانوں کے ذریعے محفوظ فرمایا۔

حفاظت امت: اللہ تعالیٰ نے امت حنیف کو ضلال و گمراہی پر متفق ہونے سے محفوظ فرمایا اور دلائل و براہین کے ذریعے باطل کی جڑ کو کاٹ کر رکھ دیا۔

دین غالب: اللہ تعالیٰ نے اپنا وہ وعدہ پورا فرما دیا جو دین اسلام کے متعلق اس آیت کریمہ میں فرمایا تھا:

((لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون))

''تا کہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب فرما دے اگرچہ مشرکوں کو ناپسند ہو۔''

اصول طریقت: میں (مصنف ابو القاسم قشیری) نے طریقت کے اصولوں کو مختصر بیان کر دیا ہے اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

اضافہ از مترجم: توحید کے لغوی معنی: توحید کا مادہ ''و، ح، د'' ہے۔ توحید باب تفعیل کا مصدر ہے۔

توحید کا لغوی مفہوم ہے: یکتا ماننا' واحد ٹھہرانا۔

اصطلاحی مفہوم: توحید کا اصطلاحی مفہوم ہے: اللہ کو اس کی ذات وصفات میں ایک ماننا' یکتا ٹھہرانا' ذات اور صفات کے اعتبار سے بے مثل اور بے مثال جاننا اور اس کو ازلی اور ابدی جاننا۔

مورخ ابن خلدون کے مطابق:

''توحید ایک علم ہے جس میں ایمان کے صحیح عقیدوں کو عقلی دلائل سے ثابت کیا جاتا ہے اور اصل بدعت کا رد کیا جاتا ہے۔''

شیخ ابن تیمیہ کہتے ہیں:

''الٰہ وہ ذات ہے جس سے دل انتہا درجے کی محبت رکھتے ہوں، انتہا درجہ کی تعظیم رکھتے ہوں اور اس کے الٰہ ہونے کے بارے میں انتہا درجے کا جواب رکھتے ہوں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((خلق السموات والارض بالحق تعلی عما یشرکون))

''اللہ نے آسمان اور زمین پیدا کیے حق کے ساتھ اور وہ مشرکوں کے شرک سے پاک ومنزہ ہے۔'' (سورۃ النحل، آیت نمبر: 38)

((ان فی خلق السموت والارض واختلاف اللیل والنهار والفلك التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السمآء من ماء فاحیا به الارض بعد موتها وبث فیها من كل دابة وتصریف الریح والسحاب المسخر بین السمآء والارض لایت لقوم یعقلون)) (سورۃ البقرہ)

''بیشک آسمان اور زمین کی تخلیق میں اور دن اور رات کے بدلنے میں اور اس کشتی میں جو لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے سمندر میں چلتی ہے اور آسمان سے نازل ہونے والے پانی میں جس سے مردہ زمین زندہ ہوتی ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلنے میں اور بادلوں کے زمین اور آسمان کے درمیان مسخر ہونے میں عقل والی قوم کے لیے (اللہ کی وحدانیت کی) نشانیاں ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((الذی رفع السموت بغیر عمد ترونها))

''حقیقی معبود وہ ہے کہ جس نے بغیر ستون کے آسمان بلند کیے جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((لاالشمس ینبغی لها ان تدرك القمر ولا اللیل سابق النهار وكل فی فلك یسبحون)) (سورۃ یٰسین)

''سورج کی یہ مجال نہیں کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آسکتی ہے اور سب کے سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے

ہیں۔"

ارشادباری تعالیٰ ہے:

((الذی خلق سبع سموات طباقاً ماتری فی خلق الرحمن من تفوت فارجع البصر هل تری من فطور))(سورة الملك ،آیت نمبر2)

"اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا کیے۔ تو رحمٰن کی تخلیق میں کوئی کجی نہیں دیکھے گا۔ پس اپنی نظر اٹھا اور دیکھ کیا تجھے کوئی کمی نظر آتی ہے۔؟"

ارشادربانی ہے:

((وسخرلکم اللیل والنهار))(سورة یٰسین)

"اور اللہ نے تمہارے لیے دن اور رات کو مسخر کردیا۔"

ارشاد ہے:

((هو الذی جعل لکم اللیل لتسکنوا فیه والنهار))

"اور اللہ وہ ہے کہ جس نے رات کو تمہارے لیے سکون بنایا اور دن کو کام کرنے کے لیے۔"

ارشادباری تعالیٰ ہے:

((هو الذی جعل الشمس ضیاءً والقمر نوراً وقدره منازل))

"اللہ وہ ہے کہ جس نے سورج کو روشنی اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منازل مقرر فرمادیں۔"

ارشادباری تعالیٰ ہے:

((والنجوم مسخرات بامره))

"اور ستارے اسی کے حکم کے پابند ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((وعلمت وبالنجم هم یهتدون))

"اور ستارے سے وہ راستہ معلوم کرتے ہیں۔"

ارشادربانی ہے:

((وهو الذی انزل من السماء ماء لکم فیه شراب ومنه شجر ومنه تسیمون))

"اور وہی اللہ ہے کہ جس نے آسمان سے پانی اتارا کہ جس سے تم پیتے ہو اور جس سے اپنی کھیتیاں سیراب کرتے ہو۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((هو الذی ینزل الغیظ من بعد ماقنطوا))

"اور اللہ وہ ہے کہ جو بادلوں سے پانی نازل کرتا ہے۔"

ارشادباری تعالیٰ ہے:

((افرأیتم النار التی تورون))

''کیا تم نے آگ کو دیکھا جس کو تم سلگاتے ہو؟ کیا تم نے اس کو درخت بنایا ہے یا ہم اس کے بنانے والے ہیں۔؟''
تخلیق انسان اور توحید: ارشاد باری تعالیٰ ہے:
((خلقنا الانسان من سللة من طين ثم جعلنه نطفة في قرار مكين فتبرك الله احسن الخالقين))
''ہم نے انسان (حضرت آدم) کو کھنکناتی مٹی سے پیدا کیا، پھر ٹھہرنے والے جگہ (رحم) میں نطفہ رکھا۔ پس اللہ پاک اور بلند ہے اور وہی احسن الخالقین ہے۔''
ارشاد ربانی ہے:
((ء اذامتنا كنا تراباً ذلك رجع بعيد))
''کفار کہتے ہیں: کیا جب ہم مر کر مٹی ہوں جائیں گے پھر ہمیں زندہ کیا جائے گا؟''
ارشاد ربانی ہے:
((خلق الانسان من نطفة فاذاهو خصيم مبين))
''اللہ تعالیٰ نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا، پھر وہ کھلا جھگڑالو ہے۔''
ارشاد ربانی ہے:
((و كيف تكفرون بالله و كنتم امواتاً فاحياكم ثم يميتكم ثم يحييكم ثم اليه ترجعون))
''اور تم کس طرح اللہ کا انکار کر سکتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے پس اس نے تمہیں زندہ کیا، پھر تمہیں مارے گا اور پھر تمہیں زندہ کرے گا، پھر تم اسی کی طرح لوٹائے جاؤ گے۔''
ارشاد ربانی ہے:
((هل اتى على الانسان حين من الدهر لم يكن شيئاً مذكوراً))
''کیا انسان پر وہ زمانہ نہیں گزرا جبکہ یہ کچھ بھی نہ تھا۔''
ارشاد ربانی ہے:
((والله خلقكم ثم يتوفكم ومنكم من يرد الى ارذل العمر لكى لا يعلم بعد علم شيئا ان الله عليم قدير))
''اور اللہ نے تم کو پیدا کیا، پھر تمہیں موت دے گا اور تم میں سے کچھ انتہائی بڑھاپے کی عمر کی طرف پھیر دیے جاتے ہیں تا کہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانیں اور اللہ تعالیٰ علم والا اور قدرت والا ہے۔''
یہ بھی توحید کی علامت کہ اللہ نے انسان کے لیے بیوی بچے، پوتے پیدا کیے۔ ارشاد ربانی ہے:
((يايها الناس اتقوا ربكم الذى خلقكم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالاً كثيراً ونساء))(سورۃ النساء، آیت نمبر:1)
''اے لوگو! اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا، پھر اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کیا اور پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں۔''
ارشاد ربانی ہے:

((من بطون امھتکم لاتعلمون شیئا وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ لعلکم تشکرون))
''اور تم جب اپنی ماؤں کے پیٹوں میں ہوتے ہو تو کچھ نہیں جانتے۔ اور اس نے تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل پیدا فرمائے تاکہ تم شکرادا کرو۔''
ارشاد ربانی ہے:
((وصورکم فاحسن صورکم))
''اسی اللہ نے تمہیں صورت بخشی اچھی صورت۔''
ارشاد ربانی ہے:
((فلینظر الانسان مم خلق خلق من ماء دافق یخرج من بین الصلب والترائب))
''پس انسان دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ اسے اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے، جو صلب اور سینے سے نکلتا ہے۔''
حیوانات اور دلائل توحید: ارشاد ربانی ہے:
((والانعام خلقھا لکم فیہ دف ومنافع ومنھا تاکلون ولکم فیھا جمال حین تریحون وحین تسرحون))
ارشاد ربانی ہے:
((وان لکم فی الانعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبناً خالصاً سائغاً للشربین))
ارشاد ربانی ہے:
((وتحمل اثقالکم الی بلدلم تکونوا بلغیہ الابشق الانفس))
ارشاد ربانی ہے:
((والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ ویخلق مالاتعلمون))
ارشاد ربانی ہے:
((واوحی ربك الی النحل))
'''اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف یہ بات وحی کی کہ پہاڑوں پر درختوں پر اور ٹہنیوں پر چڑھائی ہوئی بیلوں میں سے اپنے چھتے بنا اور ہر طرح کے پھلوں کا رس چوس اور اپنے رب کی سوار کی ہوئی راہوں پر چلتی رہ۔ وہ اس مکھی کے اندر سے رنگ برنگ کا شربت نکالتا ہے جس میں شفا ہے لوگوں کے لیے۔''
ارشاد ربانی ہے:
((اولم یروا الی الطیر فوقھم صفت ویقبضن مایمسکھن الا الرحمن))
''کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھا جو اپنے پروں کو پھیلائے ہوئے بھی ہوتے ہیں اور ان کو سمیٹ بھی لیتے ہیں۔''
ارشاد ربانی ہے:
((ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہ))
''جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اگر اکٹھے ہو جائیں تو ایک مکھی نہ بنا سکیں۔''

نباتات اور دلائل توحید: ارشادِ ربانی ہے:

((وینبت لکم به الزرع والزیتون والنخیل والاعناب ومن کل الثمرات))

ارشادِ ربانی ہے:

((ومن ثمرات النخیل والاعناب تتخذون منه سکرا ورزقا حسنا))

ارشادِ ربانی ہے:

((وهو الذی انشا جنت معروشت وغیر معروشت والنخل والزرع مختلف اکله والزیتون والرمان متشابها وغیر متشابه))

"اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کیے چھتریوں پر چڑھائے ہوئے بھی اور جو نہیں چڑھائے گئے وہ بھی اور کھجور اور کھیتی جن کے طرح طرح کے پھل ہوتے ہیں اور زیتون اور انار اور وہ کہ جو بعض باتوں میں متشابہ اور بعض میں متشابہ نہیں ہیں۔"

((اللّٰہ فالق الحب والنوی یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ذلکم اللّٰہ فانی تؤفکون))

"بے شک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑ کر اگاتا ہے۔ یہی تو اللہ ہے پھر تم کہاں پھرتے ہو۔"

ارشادِ ربانی ہے:

((امن خلق السموت والارض وانزل لکم من السمآء ماء فانبتنا به حدائق ذات بهجة ما کان لکم ان تنبتوا شجرها ءاله مع اللّٰہ بل هم قوم یعدلون))

"بھلا کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور کس نے تمہارے لیے آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس سے سرسبز باغ لگائے تمہارا کام نہ تھا کہ تم ان سے درخت اُگاتے تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ نہیں بلکہ یہ لوگ راستے سے الگ ہو رہے ہیں۔"

ارشادِ ربانی ہے:

((الذی جعل لکم من الشجر الا خضر ناراً فاذا انتم منه توقدون))

"اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے سبز درختوں میں آگ رکھ دی، پھر تم اس سے آگ سلگاتے ہو۔"

جمادات اور دلائل توحید: ارشادِ ربانی ہے:

((هو الذی سخر البحر لتاکلوا منه لحماً طریاً وتستخرجوا منه حلیة تلبسونها وتری الفلك مواخر فیه ولتبتغوا من فضله ولعلکم تشکرون))

"اور وہی ہے جس نے کام میں لگا دیا دریا کو اور کھاؤ اس میں سے گوشت تازہ اور نکالو اس میں سے گہنے جو پہنتے ہو اور دیکھتا ہے تو کشتیوں کو چلتی ہیں پانی پھاڑ کر اس میں اس لیے کہ تلاش کرو اس کے فضل سے اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔"

ارشادِ ربانی ہے:

((والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم وانهارا وسبلا لعلکم تهتدون))

"اور رکھ دیے زمین پر بوجھ جھک پڑے تم کو اور بنائی ندیاں اور راستے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔"

ارشادِ ربانی ہے:

((واللہ جعل لکم من بیوتکم سکناً وجعلکم من جلود الانعام بیوتاً تستخفونها یوم ظعنکم ویوم اقامتکم))

ارشاد ربانی ہے:

((وانزلنا الحدید فیه باس شدید ومنافع للناس))

"اور ہم لوہا نازل کیا جو جنگ کے وقت کام آتا ہے اور جس سے لوگ نفع حاصل کرتے ہیں۔" (سورۃ الحدید)

ارشاد ربانی ہے:

((یبنی آدم قد انزلنا علیکم لباساً یواری سواتکم وریشا))

"اے بنی آدم! تمہارے لیے لباس اتارا جو کہ تمہاری شرم گاہوں کو ڈھانپتا ہے اور زینت کا باعث ہے۔"

تکوینِ امور سے استدلال توحید: ارشاد ربانی ہے:

((اولم یروا الی ماخلق اللہ من شیء))

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنی تخلیقات میں سایوں کی نعمتوں کا ذکر فرماتا ہے جن چیزوں کو تم بے جان اور بے شعور سمجھتے ہو وہ تو اللہ کے حضور سجدہ ریز ہیں۔ تم تو شعور ہوتے ہوئے بھی اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہو۔

یہ توحید کی تکوینی دلیل ہے کہ ہر چیز کا سایہ زمین پر پڑتا ہے گویا وہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہے۔

ایک اور طرح فرمایا:

((اولم یروا الی ماخلق اللہ من شیء یتفیوا ظلاله عن الیمین والشمائل))

"کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی چیز پیدا فرمائی ہے اس کا سایہ اس کے دائیں یا بائیں ہوتا ہے۔"

تاریخ انسانی سے توحید پر استدلال: تاریخ انسانی ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جو ذات الٰہیہ کے وجود کے اثبات اور اس کا تصور قائم کرنے میں ہماری راہنمائی کرتے تھے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

1: قوم نوح، قوم لوط، عاد اور ثمود کی قوم کی بربادی۔

2: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کا گلزار بننا۔

3: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پوری زندگی آیات الٰہیہ سے بھرپور ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

((وظللنا علیکم الغمام وانزلنا علیکم المن والسلوی))

"اور ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا اور تم پر من وسلویٰ نازل فرمایا۔"

ارشاد ربانی ہے:

((واذاستسقی موسیٰ لقومه فقلنا اضرب بعصاك الحجر فانفجرت منه اثنتا عشرة عیناً قد علم کل اناس مشربهم))

"اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی طلب کیا تو ہم نے فرمایا کہ اپنا عصا پتھر پر ماریے، پس اس سے بارہ چشمے رواں ہو گئے۔ تحقیق ہر گروہ نے اپنے پینے کی جگہ کو پہچان لیا۔"

4: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت و معجزات۔
ارشاد ربانی ہے:
((وابری الاکمه والابرص واحیی الموتی باذن الله))
''اور میں (حضرت عیسیٰ) برص والے اور پیدائشی نابینے کو درست کر دیتا ہوں اور میں اللہ کے اذن سے مردوں کو بھی زندہ کر دیتا ہوں۔''
توحید پر متفرق دلائل: ارشاد ربانی ہے:
((ومابکم من نعمة فمن اللهثم اذامسکم الضرفالیه تجرون ثم اذاکشف الضر عنکم اذافریق منکم بربهم یشرکون))
''اور نعمتیں اللہ کی بخشی ہوئی ہیں۔ جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ ہی کو پکارتے ہو اور جب تکلیف دور ہو جاتی ہے تو ان میں سے ایک گروہ پھر شرک کرنے لگ جاتا ہے۔''
ارشاد ربانی ہے:
((واللهفضل بعضکم علی بعض فی الرزق))
''اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت عطا فرمائی۔''
ارشاد ربانی ہے:
((ولویواخذ اللهالناس))
''اگر اللہ لوگوں کو ان کے افعال پر پکڑے تو زمین پر کوئی ایک جاندار بھی باقی نہ رہتا، مگر وہ ڈھیل دیتا ہے ایک مقررہ مدت تک۔''
ارشاد ربانی ہے:
((ان هذا القرآن یهدی))
''بے شک یہ قرآن سیدھے راہ کی طرف ہدایت کرتا ہے۔''
ارشاد ربانی ہے:
((الست بربکم قالوا بلی شهدنا))
ارشاد ربانی ہے:
((ان اللهعلی کل شیء قدیر))
''بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔''
انما قولنالشیء ازا اردناه ان نقول له کن فیکون
''بے شک جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو اس سے فرما دیتے ہیں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔''
تمام کائنات انسان کے لیے مسخر کر دی گئی ہے۔ وہ حاکم اور کائنات محکوم۔ کیا ممکن ہے کہ ایک جزء اپنے کل کو پیدا نہیں کر سکتا؟ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب اشیاء وجود میں آئیں آیا یہ خود بخود وجود میں آئیں یا کسی نے ان کو پیدا کیا۔ یقیناً ایسی ذات ہے جو ان سب کو پیدا کرتی ہے کیونکہ یہ سب ذرے کا جز ہیں اور جز اپنے کل کو پیدا نہیں کر سکتا۔

اثبات توحید انفس اور آفاق کے حوالے سے: انفس نفس کی جمع ہے جس سے مراد انسان۔ انسان کی پیدائش سے موت تک کے مختلف مراحل بیان کر کے قرآن مجید نے توحید کا اثبات کیا ہے۔ انسان کی تخلیق کا پر پیچ نظام زندگی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اس کائنات کا بنانے والا باریک بین اور ماہر ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((خلق الانسان من نطفة فاذا هو خصيم مبين))

''اس نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا پھر وہ کھلا جھگڑالو ہو گیا۔'' (سورۃ النحل، آیت نمبر: 4)

آفاق سے مراد کائنات کے اندر پھیلے ہوئے جمادات و حیوانات' نباتات وغیرہ ہیں۔ ان نظاموں اور ان سے حاصل ہونے والے فوائد کی بنیاد پر اللہ اپنے وجود کی وحدانیت پر استدلال کرتا ہے اور کائنات کی ان چیزوں کو اپنی نشانی قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

((خلق السموات والارض بالحق تعلىٰ عما يشر كون)) (سورۃ النحل، آیت نمبر: 3)

''اللہ تعالیٰ نے آسمانوں وزمین کو حق کے ساتھ بنایا۔ بلند تر ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔''

حیوانات اور اثبات توحید: رب العالمین کا ارشاد ہے:

((والانعام خلقها لكم فيها دف ومنافع ومنهاتا كلون)) (سورت النحل: 5)

''اس نے چوپائے پیدا کیے تمہارے لیے، ان میں گرم سامان اور فائدے ہیں اور ان میں سے (بعض کو) تم کھاتے ہو۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((وتحمل اثقاكم الى بلدلم تكونوا بلغيه الابشق الانفس ان ربكم لرؤف رحيم))

(سورۃ النحل: 7)

''اور وہ (جانور) تمہارے بوجھ ان شہروں تک اٹھا لے جاتے ہیں جہاں جانیں ہلکان کیے بغیر تم پہنچنے والے نہ تھے۔''

ان آیتوں میں تخلیق کائنات کی عظیم نشانیوں سے اللہ تعالیٰ کی توحید کا اثبات ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چوپاؤں میں کتنے فائدے رکھے ہیں۔ ایک تو انسان ان کی کھال سے لباس حاصل کرتا ہے اور دوسرا گوشت حاصل کرتا ہے اور یہ تمہارے بوجھ کو وہاں لے کر جاتے ہیں جہاں تمہاری رسائی ممکن نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((والخيل البغال والحمير لتر كبوها وزينة ويخلق مالا تعلمون)) (سورة النحل 8)

''اس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کیے تا کہ تم ان پر سوار ہو اور وہ تمہاری زندگی کی رونق ہیں اور وہ بہت سی چیزیں (تمہارے فائدے کے لیے) پیدا کی ہیں جن کا تمہیں علم تک نہیں ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے تمہاری سواری کے لیے جانور پیدا کیے اور یہ تمہاری زینت کے لیے ہیں۔ زینت سے مراد شان وشوکت ہے اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ ایسی چیزیں بناتا ہے جن کی تم کو خبر نہیں ہے۔ بکثرت ایسی چیزیں ہیں جو انسان کی بھلائی کے لیے کام کرتی ہیں اور انسان کو خبر تک نہیں ہے کہ کہاں کہاں کتنے خدام اس کی خدمت پر لگے ہوئے ہیں اور کیا خدمت انجام دے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو یعنی جانوروں کو تمہاری سواری کے لیے اور سرداری کے لوازم میں ہونے کے باعث شان وشوکت کا ذریعہ بتایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ ایسی چیزیں بھی پیدا کی ہیں جن کے بارے میں تم کو علم نہیں ہے لیکن تم ان چیزوں کو پا کر اللہ کو بھول جاتے ہو اور اپنی شان اور دوسروں کی بندگی میں لگ جاتے ہو۔

((وان لکم فی الانعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبناً خالصاً سائغاً للشربین))(سورۃ النحل 66)

''اور بے شک تمہارے لیے چوپاؤں میں (مقام) عبرت ہے۔ ہم تمہیں پلاتے ہیں خالص دودھ اس سے جو گوبر اور خون کے درمیان ان کے پیٹوں میں ہے۔ پینے والوں کے لیے خوشگوار۔''

گوبر اور خون کے درمیان کا مطلب ہے کہ جانور جو غذا کھاتے ہیں ان سے ایک طرف تو خون بنتا ہے اور دوسری طرف فضلہ مگر انہی جانوروں کی صنف اناث کی غذا سے ایک تیسری چیز بھی پیدا ہوتی ہے جو خاصیت، رنگ وبو اور فائدے میں ان دونوں سے مختلف ہے۔

اس میں دودھ کی نعمت کی طرف اشارہ ہے کہ غور کرنے والوں کے لیے چوپاؤں کے اندر بھی اللہ کی رحمت وربوبیت اور اس کی توحید کے بڑے درس موجود ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساری کائنات ایک ہی صناع وحکیم اور ایک ہی قدیر ورحیم کے ارادے کے تحت چل رہی ہے۔

انسان ایک حقیقت سے دوسری حقیقت تک پہنچ جاتا ہے۔ ایسی عبرت علم کی کلید ہے اور جس کے اندر یہ صلاحیت ہوتی ہے اس پر روشنی کے دروازے کھلتے جاتے ہیں اور جو اپنی اس صلاحیت کو مردہ کر دیتے ہیں وہ اپنی آنکھوں کے ہوتے ہوئے بھی اندھے ہوتے ہیں۔

ارشاد الٰہی ہے:

((خلق الانسان من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین))(سورۃ النحل :4)

''اس نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا، پھر وہ کھلا جھگڑالو ہو گیا۔''

مطلب یہ ہے کہ ہم نے انسان کو ایک بوند سے پیدا کیا اور وہ ہمارا حریف بن گیا اور اپنے دوبارہ پیدا کیے جانے کو بھی بعید از امکان سمجھتا ہے۔ کہتا ہے:

((اذا متنا وکنا ترابا ذلک رجع بعید))

اس کے علاوہ جس کو اس نے ہمارا شریک بنا رکھا ہے ان کی حمایت میں بھی ہم سے لڑتا ہے۔

ان آیتوں میں اللہ کی توحید کا اثبات ہوتا ہے۔ اس کے دو معنی ہیں۔ انسان کی تخلیق کا ذکر ہے کہ اللہ نے اس کو ایک نطفے کی حقیرانہ بوند سے پیدا کیا۔ جو بحث واستدلال کر سکتا ہے اور اپنے مدعا کیلئے حجتیں پیش کر سکتا ہے اور دوسرا یہ کہ جس ذات نے اسے پیدا کیا ہے وہ اسی کی ذات میں جھگڑنے لگا۔ پہلے اپنی ہستی تو دیکھ لے کہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔

بندے کو چاہیے تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کرتا، بندگی میں رہتا، لیکن یہ تو دوسروں کی بندگی کرنے لگا۔ سورہ یٰسین میں فرمایا کہ کیا انسان نہیں دیکھتا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا اور یہ بڑا جھگڑالو نکلا۔ مسند احمد اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی پر تھوک کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے انسان! کیا تو مجھے عاجز کر سکتا ہے۔ حالانکہ میں نے تو تجھے اس (تھوک)

جیسی چیز سے پیدا کیا اور اب جب وہ ٹھیک ٹھاک ہو گیا تو لگا سیلنے اور میری راہ سے روکنے۔
اگر انسان اپنے وجود پر غور کرنا شروع کر دے تو انسان اللہ کو جان لیتا ہے کیونکہ یہ نظام زندگی خود بخود نہیں چل سکتا۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ھو الذ انزل من السماء ماء لکم منه شراب و منه شجر فیه تسیمون))(سورۃ النحل 10)

"وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا اس سے تمہارے لیے پینے کو ہے اور اس سے درخت سیراب ہوتے ہیں۔"

آسمانوں اور زمین کا یہ موافق نظام اس حقیقت کی کھلی شہادت ہے کہ ایک ہی حکیم و تدبر کا ارادہ آسمانوں اور زمین سب میں کارفرما ہے۔ اس کی ربوبیت اور پروردگاری کا خوان اتنا وسیع ہے کہ انسان تو انسان' انسان کے کام آنے والے جانور بھی اس سے متمتع ہو رہے ہیں۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک احسان بتایا ہے کہ وہی اللہ جو تمہارے لیے آسمانوں سے پانی برساتا ہے جس سے تم اور تمہارے جانور فائدہ اٹھاتے ہیں اور اسی پانی سے درخت اگتے ہیں۔ یہ سب کچھ خود بخود تو نہیں بن گئے بلکہ نظم و ضبط کے ساتھ اللہ ہی نے بنائے ہیں۔
ارشاد الٰہی ہے:

((ینبت لکم به الزرع والزیتون والنخیل والاعناب ومن کل الثمرات ان فی ذلك لایة لقوم یتفکرون))(النحل :11)

"وہ اس سے تمہارے لیے اگاتا ہے کھیتی' زیتون' کھجور' انگور اور ہر قسم کے پھل۔ بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔"

اس میں اللہ کی قدرت و عظمت کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ دراصل جوہر انسانیت عقل رکھتی ہے۔ اس کی نگہبانی کے لیے شریعت مطہرہ نے نشہ والی چیزیں اس امت پر حرام کر دی ہیں۔ اسی نعمت کا بیان سورۃ یٰسین کی آیت میں ہے:

((وجعلنا فیھا جنت من نخیل))

"اللہ تعالیٰ نے یہ جتنی بھی چیزیں پیدا کی ہیں۔ وہ خود بخود اُگ نہیں گئیں۔
زمین پر جب ایک بیج ڈالتے ہیں تو وہ خود بخود ایک تناور درخت نہیں بن جاتا بلکہ اس کا اُگانے اور بڑا کرنے والی ذات ہے اور انسانی عقل کام کرتی ہے کہ وہ ذات صرف اللہ تعالیٰ ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وسخرلکم الیل والنھار والشمس والقمر والنجوم مسخرت بامرہ ان فی ذلك لایت لقوم یعقلون))(سورۃ النخل 12)

"اور اس نے رات اور دن کو تمہارے لیے مسخر کیا اور سورج اور چاند کو اور ستارے مسخر ہیں اس کے حکم سے۔ بے شک اس میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے یہ سب چیزیں انسان کی نفع رسانی کے لیے پیدا کی ہیں مگر نادانوں نے صحیح راہ اختیار کرنے کی بجائے سورج' چاند' تاروں کی پرستش شروع کر دی ہے اور ان کے پیچھے اس اللہ کو بھلا بیٹھے جو ان سب چیزوں کا خالق و مالک ہے اور یہ چیزیں

انحراف نہیں کرتیں لیکن انسان انحراف کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہی امثال کے ذریعے توحید کا اثبات فرماتا ہے۔

اس آیت میں چند دلائل عقل والوں کے لیے ہیں کہ جس میں ذرا بھی عقل ہوگی وہ سمجھ لےگا کہ نباتات کے اگانے میں تو بظاہر کچھ انسانی عمل بھی ہوتا ہے لیکن یہاں وہ بھی نہیں اور اس میں سمجھدار لوگوں کے لیے دلیل موجود ہے۔

یہاں اس حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ دن رات' سورج چاند ستارے سب اللہ کے حکم سے چل رہے ہیں اور کس درجہ حماقت کی بات ہے کہ خود ان ہی خادموں کو جو اللہ کے حکم کے محتاج ہیں' دیوی' دیوتا کے مرتبے تک پہنچا دیا۔ ستارے' اجرام فلکی اللہ کے قانون کے پابند ہیں جس طرح سورہ یٰسین میں ہے:

((لاالشمس ینبغی لها ان تدرك القمر و لاالیل سابق النهار و کل فی فلك یسبحون))(سورہ یٰسین 40)

''نہ سورج کی مجال ہے کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات کی مجال کہ دن سے پہلے آسکے اور سب اپنے دائرے میں گردش کرتے ہیں۔''

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ دن رات تمہارے فائدے کے لیے آتے جاتے ہیں۔ ہر ایک کا اللہ نے ایسا صحیح اندازہ مقرر کر رکھا ہے' جس سے وہ ادھر ادھر نہ ہوں اور نہ تمہیں نقصان ہو۔ یہ سب اللہ کے حکم کے تابع ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((خلق السموت و الارض بالحق))

''اس نے آسمان وزمین کو حق کے ساتھ بنایا۔'' (سورۃ النحل، آیت نمبر 3)

امام راغب رحمۃ اللہ علیہ اصفہانی نے المفردات میں ''حق'' کی تعریف یوں کی:

''اس قدر ربط و ہم آہنگی جیسا کہ کواڑ اور چوکھٹ میں ہوتی ہے۔ جس طرح بآسانی کواڑ بند ہو سکتا ہے اور کھل سکتا ہے۔ بالکل کائنات میں بھی یہی ربط ہے یعنی ساری کائنات کھیل تماشہ نہیں ہے بلکہ ایک منظم نظام جو منصوبہ بندی کے تحت چل رہا ہے۔ جس طرح سورت یٰسین کی آیت نمبر 40 میں بتایا گیا ہے کہ اللہ نے جس چیز کو جس ڈگر پر چلا دیا ہے' جبراً وہ اس راستے پر چل رہی ہے۔

کائنات میں جو چیزیں بھی ہیں' ان میں نظم ہے' تصادم نہیں ہے۔ سورج' چاند' ستارے سب اپنے مدار میں گھوم رہے ہیں۔ کوئی کسی کے راستے میں حائل نہیں ہے۔ ان سب کو بنانے والا موجود ہے اور وہ اکیلی ذات ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وہ بڑی ہی صاحب قدرت ذات ہے۔'' (الانبیاء: 21)

کائنات میں جتنی چیزیں بھی اللہ نے پیدا کی ہیں وہ اللہ کے حکم کے تابع ہیں۔

توحید کی دلیل' توافق کے پہلو سے تو اس میں ہے ہی اور اس میں اللہ کی نشانیوں کا ذکر ہے۔ گوناگوں نعمتوں اور حکمتوں سے بھری اس دنیا میں جب ایک حساس انسان غور کرتا ہے تو بے تحاشہ پکار اٹھتا ہے:

((ربنا ما خلقت هذا باطلاً))

''اے ہمارے رب! تو نے یہ بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔'' (سورۃ آل عمران، آیت نمبر 191)

اللہ کی قدرت تو دیکھو۔ اس نے طرح طرح کے پھل پیدا کیے۔ یہ نشانیاں ایک شخص کو اللہ کی وحدانیت جاننے کے لیے کافی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ومن ثمرات النخیل والاعناب تتخذون منه سکراً ورزقاً حسناً ان فی ذلك لایة لقوم

یعقلون))(النحل:67)

''تم کھجور اور انگور کے پھلوں کے رس سے شراب بناتے ہو اور اچھا رزق حاصل کرتے ہو۔ بے شک اس میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔''

یہاں ''رزقا'' کے ساتھ ''حسنا'' کی صفت لگا کر ضمناً اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ کھجور اور انگور سے نشہ آور چیزیں تیار کرنا اس کا صحیح استعمال نہیں، بلکہ اس سے پاکیزہ اور صحت بخش غذا حاصل کرنا اس کا صحیح استعمال ہے اور عقل والوں کو کہہ دیا کہ وہ غور کریں اس خالق کی قدرت وحکمت، رحمت اور بے مثال ربوبیت پر اور اس کی روشنی میں اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا احساس کریں۔

اس میں ایک ضمنی اشارہ اس مضمون کی طرف بھی ہے کہ پھلوں کے اس طرف میں وہ مادہ بھی موجود ہے جو انسان کے لیے حیات بخش غذا بن سکتا ہے اور وہ مادہ بھی ہے جو سڑ کر الکحل میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ اس سے رزق حاصل کرتا ہے یا عقل کو زائل کر دینے والی شراب۔ ایک اور ضمنی اشارہ شراب کی حرمت کی طرف بھی ہے کہ وہ پاک رزق نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((وللہ یسجد مافی السموٰات ومافی الارض من دابة والملئكة وهم لا يستكبرون))(النحل 49)

فرمان ہے:

((وللہ یسجد من فی السموت والارض طوعا و کرها))

کہ خوشی ناخوشی ہر چیز رب العالمین کے سامنے سربسجود ہے۔ اس کے سامنے صبح وشام سجدہ کرتے ہیں۔ فرشتے بھی باوجود اپنی قدر ومنزلت کے اللہ کے سامنے پست ہیں اور اس سے ہر وقت کانپتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے اس سے نافرمانی نہیں کرتے۔

سورت النحل کی آیت 68-69 میں فرمایا:

''اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی پر القا کیا کہ تو پہاڑوں اور درختوں پر اور لوگ جو گھر کی چھتیں اٹھاتے ہیں ان میں چھتے بنا۔ پھر ہر قسم کے پھلوں کے رس چوس، پھر اپنے پروردگار کے ہموار راستوں پر چل اس کے پیٹ سے مشروب نکلتا ہے جس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔ اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔ بے شک ان کے اندر بڑی نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو غور کرتے ہیں۔''

اس آیت میں وحی سے مراد فطری اور جبلی وحی ہے جو ہر مخلوق کو اپنے اندر کی ودیعت کردہ صلاحیتیں استعمال کرنے کے لیے فاطر فطرت وجبلت (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے ہوتی ہے۔ چنانچہ شہد کی مکھی اپنی جبلت کی رہنمائی میں پوری سرگرمی کے ساتھ معروف کار رہتی ہے جس کے نتیجے میں ان مکھیوں کے پیٹوں سے مشروب نکلتا ہے جس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں اور جن میں لوگوں کے لیے ان کے امراض کا علاج ہے۔

شہد کی مکھی کے اندر اللہ نے اپنی اتنی قدرت وحکمت اور ربوبیت کا اظہار فرمایا تاکہ لوگ تفکر وتدبر کریں۔ اس کائنات کے خالق کی صفات کو سمجھیں اور اس کے تقاضوں کی روشنی میں اپنی چھتوں میں کام کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز مثلاً: سورج، چاند ستاروں کو مسخر کیا ہے یعنی یہ اللہ کے حکم کے تابع ہیں۔ (سورۃ النحل: 12۔ یٰسین: 40)

ہر ذی حیات کا ایک نظام ہے یعنی انسان ماں کے پیٹ سے جنم لینے کے بعد دنیا میں آتا ہے اور وہاں زندگی گزارنے کے بعد مر جاتا ہے۔ نظام زندگی پر پیچ ہے۔ یہ نظام خود بخود نہیں چل سکتا جب تک کوئی چلانے والا نہ ہو۔ اگر انسان اپنے وجود پر غور کرتا

شروع کردے تو انسان اللہ کو جان لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اگر ایک الہ کے علاوہ اور بھی الہ ہوتے تو زمین و آسمان یقیناً برباد ہو جاتے۔" (بنی اسرائیل:42)

اگر ایک الہ سے زیادہ اور بھی معبود ہوتے تو ہر ایک الہ دوسرے پر غلبہ پانے کی کوشش کرتا تو اس طرح فساد برپا ہو جاتا۔ (مومن:91)

اگر الہ زیادہ ہوتے تو اختیارات کے استعمال میں اختلاف ہوتا۔ اگر نظام کے اندر کجی نہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ اللہ ایک ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((اولم یروالی ماخلق اللّٰہ من شیء یتفیو ظلہ عن الیمین والشمائل سجدا للّٰہ وھم داخرون)) (النحل:48)

"کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جو چیز اللہ نے پیدا کی ہے اس کے سائے ڈھلتے ہیں۔ دائیں سے اور بائیں سے اللہ کے لیے سجدہ کرتے ہوئے اور عاجزی کرنے والے ہیں۔"

اللہ کے حکم کے تابع ہونا تسخیر کا ایک معنی ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ اللہ کی عظمت اور کبریائی کا اعتراف کیجئے کہ ساری مخلوق اس کے تابع ہے۔ جمادات و نباتات اور انسان و فرشتے اس کے فرمانبردار ہیں۔

اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو کیا نہیں دیکھا اور توحید پر دیکھ کر استدلال نہیں کیا۔ جن کے سائے بھی ایک طرف اور بھی دوسری طرف کو اس طرح جھکتے ہیں کہ بالکل اللہ کے حکم کے تابع ہیں اور سایہ دار چیزیں (درخت، پہاڑ، مکان وغیرہ) بھی اللہ کے حکم کی تابع ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

((ومامن الہ الا اللّٰہ الواحد القھار))

"اور واحد و قہار اللہ کے سوا کوئی معبود سچا نہیں۔"

ارشاد ربانی ہے:

((شھد اللّٰہ انہ لا الہ الا ھو والملئکۃ واولو العلم قائماً بالقسط لا الہ الا ھو العزیز الحکیم))

"اللہ، فرشتے اور اہل علم انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ غلبے والا اور حکمت والا ہے۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وقل الحمد للّٰہ الذی لم یتخذ ولداً ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل وکبرہ تکبیرا))

"اور کہو سب تعریف اللہ ہی کو ہے جس نے نہ تو کسی کو بیٹا بنایا اور نہ اس کی بادشاہی میں کوئی شریک ہے اور نہ اس وجہ سے کہ وہ عاجز و ناتواں ہے، کوئی اس کا مددگار ہے اور اس کو بڑا جان کر اس کی بڑائی کرتے رہو۔" (سورۃ بنی اسرائیل:11)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء ولم یکن لہ شریک فی الملک))

''آپ کہہ دیجئے کہ اے مالک الملک تو جسے چاہے بادشاہی عطا فرمائے اور جس سے چاہے واپس لے لے۔ بادشاہی میں تیرا کوئی شریک نہیں۔''

ارشاد الٰہی ہے:

((عالم الغیب والشهادة والله یرزق من یشاء بغیر حساب))

''اللہ ظاہر وغیب کا جاننے والا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق عطا فرماتا ہے۔''

1: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا:

''افضل ترین اعمال کون سے ہیں۔؟''

ارشاد فرمایا:

''ایمان باللہ پھر جہاد فی سبیل اللہ اور پھر حج۔''

2: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو اس یقین کے ساتھ کہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جنت میں داخل کیا جائے گا۔''

3: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا' زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔''

4: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے اور محمد کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔''

5: بارگاہ نبوی میں گناہ کبیرہ کے بارے استفسار کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا۔''

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا:

''صانع کے وجود کی کیا دلیل ہے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''شہتوت کے پتے کا رنگ' ذائقہ اور پھر شہتوت تو تمہارے نزدیک ایک ہی ہے مگر اس کو ریشم کا کیڑا کھائے تو اس سے ریشم بنتا ہے شہد کی مکھی کھائے تو شہد اور بکری کھائے تو مینگنیاں، حالانکہ شہتوت کا اخراج ایک ہی ہے۔''

لوگوں نے یہ جواب بہت پسند کیا 17 غیر مسلم اس جواب پر مسلمان ہوئے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''نرم حلقہ ہے جس میں کوئی سوراخ نہیں، ظاہری طور پر وہ پگھلی ہوئی چاندی اور اندرونی طور پر سونا، پھر اس کی دیواریں پھٹیں اور قلعہ (رحم) سے دیکھنے سننے والا جانور (مخلوق) نکلا، اس کو پیدا کرنے والا ضرور کوئی ہے۔''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''درخت کے ایک پتے کی تخلیق میں غور کیا جائے تو اللہ کی پہچان ممکن ہو سکتی ہے۔''

غیر مسلم سائنسدانوں کی گواہی: ڈاکٹر آگسٹائن کہتا ہے:

''میرا مذہب کیا ہے؟ اس نہایت ہی اعلیٰ ہستی کے آگے عاجز تعریف جس کے بے شمار کرشموں سے چند ہی ہم اپنے کمزور اور محدود حواس سے معلوم کر سکتے ہیں۔ جب میں کائنات کے حیران کن نظاروں کو دیکھتا ہوں تو میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اس کا خالق اللہ ہے۔''

ہربرٹ اسپنسر کہتا ہے:

''آسمان کے اوپر ایک ازلی اور ابدی طاقت موجود ہے جس سے تمام اشیاء صادر ہوتی ہیں۔''

ماہر طبیعات لارڈ کلیون کا ایک قول ہے:

''جتنا غور و فکر سے کام لیں گے اتنا ہی سائنس آپ کو اللہ کے ماننے پر مجبور کرے گی۔''

جارج ہربرٹ بلاونٹ کہتا ہے:

''میں خدا پر نہ صرف اعتماد رکھتا ہوں بلکہ اس پر بھروسہ بھی کرتا ہوں، میرے لیے معبود کا تصور ایک فلسفیانہ نکتہ نہیں، بلکہ ایک عملی چیز ہے۔ خدا میرے اور میری زندگی کے ساتھ پکا رابطہ رکھتا ہے۔''

ایک ہی نقطہ اس تمام بحث کی بنیاد ہے:

((ان تعدوا نعمة اللہ لا تحصوھا ان اللہ لغفور رحیم))

''اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو گے تو نہ شمار کر سکو گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔''

((فبای آلاء ربکما تکذبون))

''تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کا انکار کرو گے؟''

((فبای آلاء ربك تتماری))

''تم اپنے رب کی کس کسی نعمت میں شک کرو گے۔؟''

توحید کے تقاضے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((والذین امنوا اشد حبا للہ))

''اور ایمان والے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللہ))

''اور وہ لوگ اہل ایمان ہیں جو اپنے جانوں کو اللہ کی رضا کے لیے بیچ (جہاد میں شرکت کے لیے یا تبلیغ دین کے لیے وقف کر) دیتے ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((فایای فاعبدون))

''پس میری ہی عبادت کرو۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((فتوکلوا ان کنتم مؤمنین))

''پس اللہ پر ہی بھروسہ کرو اگر تم مومن ہو۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ایاك نعبد و ایاك نستعین))

''اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((فایای فاتقون))

''پس مجھ ہی سے ڈرو۔''

ارشاد الٰہی ہے:

((واشکرو اللہ))

''اور اللہ کا خوب شکر ادا کرو۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((اتبعوا ماانزل الیکم من ربکم))

''اس قرآن کی پیروی کرو جو تمہارے رب نے تمہاری طرف نازل فرمایا ہے۔''

انسانی زندگی پر توحید کے اثرات:

1: عزت نفس وخودداری۔
2: استقامت وحوصلہ مندی۔
3: تقوی۔
4: وسعت۔
5: تواضع وانکساری۔
6: عدل وانصاف۔
7: معاشرتی فلاح کا جذبہ۔
8: امن وامان کا قیام۔
9: اشاعت دین کا ذریعہ۔
10: حصول نجات کا ذریعہ۔

صفات الٰہیہ: سورۂ حدید، آیت نمبر 1 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((سبح للہ مافی السموات والارض))

''جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہے۔''

سبح سے مراد تیرنا ہے اور تیرتی ہوئی چیز حالت توازن ہی میں ہوتی ہے، اس کے اندر ایک اشارہ موجود ہے کہ ہر چیز کا یہ توازن وحسن اس کے بنانے والے کی تسبیح وتقدیس کا ذریعہ ہے۔

تسبیح کی دو اقسام ہیں:

1: زبان حال۔
2: زبان قال۔

کسی چیز کی حالت اس کی تسبیح بیان کرنے کا سبب بن جاتی ہے، اس چیز کو دیکھ کر فوری طور پر اس کے بنانے والے کی طرف توجہ جاتی ہے۔ ہر خوبصورت چیز اپنے بنانے والے کا پتہ دے رہی ہے اور دیکھنے والے بنانے والے کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ

سکتے۔
دریا' سمندر' درخت' جنگل زبان حال سے اس کی تسبیح بیان کر رہے ہیں۔
سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوتا ہے:
((وان من شیء الایسبح بحمده ولکن لاتفقهون تسبیحهم))
''اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد و تسبیح بیان نہ کرے اور لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔''
جمادات کو زبان دی نہیں، لیکن ان کا حسن' تسبیح کا سبب ہے۔ بعض اوقات جمادات کو بھی زبان دی جاتی ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''میں آج بھی اس پتھر کو پہچانتا ہوں جب میں نبوت سے پہلے گزرتا تھا تو وہ مجھے سلام کیا کرتا تھا۔''
کائنات کی ہر چیز سجدہ کرتی ہے۔
((الم تر ان اللہ یسجد له من فی السموات والارض))
''کیا تم نہیں دیکھتے کہ آسمان و زمین کی ہر شے اس کے لیے سجدہ کیے ہوئے ہے۔''
سورۂ نحل میں فرمایا:
((وللہ یسجد مافی السموات ومافی الارض من دآبة والملئکة وهم لا یستکبرون یخافون ربهم من فوقهم ویفعلون مایؤمرون))(سورۃ النحل، آیت نمبر 50)
''اور اللہ ہی کو سجدہ کرتی ہیں جو آسمان اور زمین میں ہیں، جانور اور فرشتے۔ اور وہ (فرشتے) تکبر نہیں کرتے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور وہ وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔''
تسبیح کی دوسری قسم زبان قال ہے، اس سے مراد ہے کہ ہم بول کر تسبیح بیان کریں۔ زبان قال سے انسان' حیوانات' پرندے اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔
ارشاد ربانی ہے:
((الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبهم ویتفکرون فی خلق السموات والارض))
ارشاد باری تعالیٰ ہے:
((وللہ جنود السموات والارض وکان اللہ عزیزا حکیما الحکیم))
وہ حکمت والا ہے' طاقت' اقتدار' غلبہ' بیان الحکیم سے نشاندہی کر دی کہ اس کا اقتدار اندھا اقتدار نہیں بلکہ حکمت والا ہے، اس کے کام اور احکام میں حکمتیں ہیں، جو حکم بھی دیتا ہے اس میں حکمت ہے۔
جتنے بھی احکام شریعت ہیں وہ محض اس کی طاقت کا مظاہرہ نہیں بلکہ ان کے اندر بہت سی حکمتیں ہیں۔
حکم و اقتدار: سورت حدید میں ارشاد ہے:
((له ملك السموات والارض))
''زمین و آسمان کی بادشاہی اسی کے ہاتھ میں ہے۔''
میں کئی پہلو موجود ہیں۔ ہ ضمیر متصل' یعنی بادشاہت کا استحقاق اسی کا ہے، اسی کی بادشاہت ہونی چاہیے، ہر چیز

اس کے قبضہ میں ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ طاقت والا ہے اور اسی کا استحقاق ہے۔
دوسرا مطلب یہ ہے کہ فی الحقیقت اقتدار ہے بھی اسی کا، بے شک تمام لوگ بادشاہت کا چیلنج اور انحراف کریں اور چیلنج کریں اسی کی ہی بادشاہت ہے، حکم عدولی کریں پھر بھی بادشاہت اسی کی ہے۔

ارشاد ہے:

((الاله الخلق والامر))

''خبردار! اسی کی مخلوق ہے اور اس کا حکم ہے۔''

پھر فرمایا:

((له الملك وله الحمدوهوعلى كل شيء قدير))

''اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے حمد اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

سورۂ انعام میں ارشاد ہے:

((وعنده مفاتح الغيب لايعلمها الا هو ويعلم مافى البر والبحر وماتسقط من ورقة الايعلمهاولا حبة فى ظلمت والارض ولارطب ولايابس الا فى كتب مبين))

''اور اللہ ہی کے پاس آسمان اور زمین کے غیوب کی چابیاں ہیں۔ غیب حقیقی اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو خشکی اور سمندر میں ہوتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر اللہ کو معلوم ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی دانہ زمین کی گہرائی میں گرتا ہے مگر اللہ کو معلوم ہوتا ہے۔ نہ ہی کوئی تر اور نہ ہی کوئی خشک چیز ہے مگر وہ روشن کتاب میں لکھی جا چکی ہے۔''

سورۂ زمر میں ہے:

((له مقاليد السموات والارض))

''آسمان اور زمین کی چابیاں اسی کے پاس ہیں۔''

پھر فرمایا:

((وماقدرواﷲحق قدره والارض جميعا قبضته يوم القيمة والسموات مطويت بيينه سبحنه وتعلىٰ عما يشركون))

''اور انہوں نے اللہ کی حقیقی قدر نہ جانی۔ اور جو زمین میں ہے سب کا سب اسی کے قبضے میں ہے اور آسمان قیامت کے دن کتاب کی طرح لپیٹ دیئے جائیں گے۔ وہ پاک ہے اور بلند ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وﷲملك السموات والارض وما بينهما يخلق مايشاء واﷲعلى كل شيء قدير))

''اور آسمان اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اس پر اللہ کی حکومت ہے اور وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((قل اعوذبرب الناس ملك الناس اله الناس))

''کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے رب کی پناہ مانگتا ہوں، لوگوں کے بادشاہ کی پناہ مانگتا ہوں اور لوگوں کے معبود کی پناہ مانگتا ہوں۔''

نیز فرمایا:

((اياك نعبد و اياك نستعين))

''(تم کہو کہ اے اللہ!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔''

وہی کائنات کا خالق و مالک اور تمام اسباب و وسائل کا حامی و ناصر ہے۔ کائنات میں تمام نشانیاں اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔ ہر طرح کا اختیار اسی کے پاس ہے۔

سورت آل عمران، آیت نمبر 6 2 میں ارشاد ہے:

((قل اللهم مالك الملك تؤتى الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بيدك الخير انك على كل شيء قدير تولج الليل فى النهار وتولج النهار فى الليل وتخرج الحى من الميت وتخرج الميت من الحيى وترزق من تشاء بغير حساب))

''کہہ دیجئے کہ اے مالک الملک تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے لے لے، تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے، تیرے ہی ہاں بھلائی ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں، تو زندہ سے مردے کو اور مردے سے زندہ کو پیدا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق عطا فرماتا ہے۔''

ارشاد ہے:

((قل كل من عندالله))

''کہہ دیجئے کہ سب کچھ اللہ کا ہے۔''

ارشاد ربانی ہے:

((الم تعلم ان الله له ملك السموات والارض يعذب من يشاء ويغفر لمن يشاء والله على كل شيء قدير))

''کیا تو نہیں جانتا کہ بے شک آسمان اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جسے چاہے عذاب دے اور جسے چاہے بخش دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

قدرت و اختیار کے ضمن میں سورت آل عمران، آیت نمبر 154 میں فرمایا:

((قل ان الامر كله لله))

''کہہ دیجئے کہ بے شک حکم سارے کا سارا اللہ کا ہے۔''

سورۂ حدید آیت نمبر 2 میں ارشاد ہے:

((يحيى ويميت))

''وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے۔''

((قل هو الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد))

''کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا اور وہ جنا گیا اور اس کا کوئی ہمسر نہیں۔''

کائنات پر استحقاق اسی کا ہے۔ جب وہی زندہ کرنے والا اور وہی مارنے والا ہے تو کائنات کے نظام کو چلانے کے لیے ایسی عظمت والی ہستی ہی ہونی چاہیے۔

ایک اور جگہ قرآن پاک میں ہے:

((انه امات واحی))

"بے شک وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔"

ایک جگہ فرمایا:

((وهو الذی یحیی ویمیت وله اختلاف اللیل والنهار))

"اور وہی ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے اور اسی نے دن اور رات میں فرق رکھا ہے۔"

دہریوں کے اس عقیدے کی بھی نفی کر دی گئی:

((نموت ونحیی ومایهلکنا الاالدهر))

اور مشرکین کے اس عقیدے کی بھی نفی ہے:

((قال من یحیی العظام وهی رمیم قل یحییهاالذی انشاها اول مرة وهوبکل خلق علیم))

"کافر کہتے ہیں کہ کون مردوں کو زندہ کرے گا ہڈیوں کے بریدہ ہوجانے کے بعد۔ کہہ دیجئے کہ وہی دوبارہ زندہ کرے گا جس نے پہلی مرتبہ پیدا فرمایا اور وہ ہر مخلوق کو جانتا ہے۔"

سورت حدید آیت نمبر 2 میں فرمایا گیا ہے:

((وهو علی کل شیء قدیر))

"اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

قدرت تخلیق کے ضمن میں ارشاد الٰہی ہے:

((ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حمامسنون))

"اور تحقیق ہم نے انسان کو کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا جو کہ سیاہ گارا تھی۔"

پھر فرمایا:

((یایها الانسان ماغرك بربك الكريم الذی خلقك فسواك فعدلك ای صورة ماشاء رکبك))

"اے انسان! تجھے تیرے رب کریم کے معاملے میں کس نے دھوکے میں ڈال دیا؟ وہ رب کہ جس نے تجھے پیدا فرمایا تو درست پیدا کیا، اور جس صورت میں چاہا تجھے پیدا کیا۔"

پھر فرمایا:

((خلق الانسان من نطفة فاذاهو خصیم مبین))

"اس نے انسان کو نطفہ سے پیدا فرمایا، پس انسان کھلا جھگڑالو ہے۔"

ایک جگہ فرمایا:

((الذی احسن کل شیء خلقه))

"اللہ وہ ہے کہ جس نے ہر چیز کو احسن طریقے سے پیدا فرمایا۔"

پھر فرمایا:

((وخلق کل شیء فقدرہ تقدیرا))

''اور اس نے ہر چیز کو ایک مقرر اندازے کے مطابق پیدا فرمایا۔''

پھر فرمایا:

((خلق السموات والارض بالحق تعالیٰ عما یشرکون))

''اس نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا۔ وہ بلند ہے ان کے شرک سے۔''

ارشاد ربانی ہے:

((ھو الاول والآخر والظاھر والباطن))

''اور پہلا اور آخری، ظاہر اور باطن ہے۔''

سب سے پہلے جب کچھ نہیں تھا تو وہ تھا۔ یہاں خالق کا معنی نظر آرہا ہے کہ جو کچھ اس کے بعد بنا اسی کی تخلیق کے مظاہر ہیں۔ تمام پر غلبہ اور اولیت رکھنے والا، سب سے زیادہ غالب آنے والا۔

ابدیت کی دلیل ہے، کچھ بھی نہ رہے گا تو وہ ہوگا، سب چیزیں فانی ہیں لیکن اس کی ذات غیر فانی ہے۔ جب سب کچھ مٹ جائے گا وہ رہے گا۔

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

((کل شیء ھالک الا وجھہ))

''اللہ کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔''

سورۃ الرحمٰن میں فرمایا:

((کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام))

''ہر چیز کو فنا ہونا ہے، مگر تیرا رب جلال و اکرام والا باقی رہے گا۔''

جب ظاہر کے ساتھ الف لام لگا دیا گیا تو اس کا معنی ہوتا ہے: نمایاں جو پہچانا جا سکے۔ جو اپنی پہچان آپ کو ہر جگہ نمایاں اور ظاہر ہو۔ سب سے زیادہ ظاہر وہی ہے، کائنات کی ہر چیز سے اس کے وجود پر دلیل مل رہی ہے۔

الست بربکم کے نتیجہ میں اس نے اپنی معرفت کا بیج ہمارے دلوں میں بو دیا ہے، وہ ذات ہر کسی کے دل میں سمائی ہوئی ہے۔

وہ باطن ہے کہ لوگ اس کی ذات کا ادراک نہیں کر سکتے:

((لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار ھو اللطیف الخبیر))

''آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے اور وہ باریک بین اور باخبر ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وھو بکل شیء علیم))

''اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔''

یہاں ''ھو'' حصر کا مفہوم پیدا کر رہا ہے۔ وہی علیم ہے اس کے سوا کوئی نہیں۔ کل لفظ بھی کہ وہی ہے اور شیء کہ ہر چھوٹی چھوٹی چیز اس کے علم میں ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

((یعلم ما یسرون ومایعلنون))

''وہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وھو علیم بذات الصدور))

''اور وہ دلوں کی چھپی ہوئی بات کو جانتا ہے۔''

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

((ان تخفوا مافی صدورکم او تبدوہ یعلمہ اللہ))

''اگر تم چھپاؤ جو تمہارے دلوں میں ہے یا اسے ظاہر کرو، اللہ اس کو جانتا ہے۔''

کائنات کو بنانے والا کائنات کی جزئیات کو بھی جانتا تھا جب کہ ابھی کچھ نہیں تھا۔ آنے والے حالات کو بھی جانتا ہے، اس کا علم جزئیات پر حاوی ہے۔

اگر زمین پر ایک چیونٹی چلتی ہے تو اس کی ایک ایک حرکت کو جانتا ہے۔ ہمارا علم آلات کا محتاج ہے، ہماری آنکھیں دیکھتی ہیں، کان تو سنتے ہیں، اس کا علم کسی قسم کے آلات کے ذریعہ کا محتاج نہیں۔ ہمارا علم محدود ہے جبکہ اس کا علم لامحدود ہے۔

علم سے مراد یہاں اس کی گرفت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حساب اور مواخذہ کرنے والا ہے وہ اس علم کی بنا پر احتساب کرے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وسع کرسیہ السموات والارض))

''اس کی کرسی آسمانوں اور زمین سے وسیع ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((اللہ خلق سبع سمٰوات))

''اللہ تعالیٰ نے ہی سات آسمان تخلیق فرمائے۔''

کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ان اللہ لایخفی علیہ شیء فی الارض))

''بیشک زمین میں چھپی ہوئی کوئی چیز اللہ سے مخفی نہیں ہے۔''

وہ غیب کا علم جانتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((الم تعلم ان اللہ یعلم سرھم ونجواھم))

''کیا تو نہیں جانتا کہ بے شک اللہ اس کے رازوں اور ان کی خفیہ سازشوں کو جانتا ہے۔''

ایک جگہ فرمایا:

((عالم الغیب والشھادۃ وھو العزیز الحکیم))

''غیب اور ظاہر کو جاننے والا ہے اور غلبے والا اور حکمت والا ہے۔''
اللہ تعالیٰ سینوں کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:
((وان ربك يعلم ماتكن صدورهم ومايعلنون))
''بے شک تیرا رب جانتا ہے جو ان کے سینوں میں ہے اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔''
وہ ہر وقت بندوں کے ساتھ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
((الم تر ان اللہ يعلم مافی السمٰوات ومافی الارض))
''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ آسمانوں اور زمینوں کی ہر بات کو جانتا ہے۔''
خالق: سورۃ الحدید آیت نمبر 4 میں ارشاد ہے:
((وهو الذی خلق السمٰوت والارض فی ستة ايام ثم استوی علی العرش))
''اللہ وہی ہے کہ جس نے چھ دنوں میں زمین اور آسمان پیدا فرمائے، پھر عرش پر استویٰ فرمایا۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:
((ان السمٰوات والارض كانتا رتقا ففتقناهما))
''بے شک زمین اور آسمان باہم ملے ہوئے تھے، پس اس نے انہیں پھاڑ دیا۔''
ارشاد الٰہی ہے:
((افمن يخلق كمن لايخلق افلا تذكرون))
''کیا پیدا کرنیوالا اور پیدا نہ کرنے والا برابر ہو سکتے ہیں؟ تم کیوں نہیں سمجھتے۔''
قرآن بتاتا ہے کہ مشرکوں کا عقیدہ یہ تھا کہ کائنات کی تخلیق بلاشبہ اسی کی مرہون منت ہے اس کے باوجود وہ شرک کرتے تھے۔
جیسا کہ مومنون 88-84 میں فرمایا:
((قل لمن الارض ومن فيها ان كنتم تعلمون سيقولون لله' قل من رب السموات السبع ورب العرش العظيم سيقولون للهقل افلاتتقون قل من بيده ملكوت كل شیء وهو يجير ولايجار عليه ان كنتم تعلمون سيقولون لله))
''کہہ دیجئے کہ آسمان اور زمین کس کی مملکت ہیں، بتاؤ اگر تم جانتے ہو، تحقیق وہ کہیں گے کہ اللہ ہی کی ہے۔ فرما دیجئے کہ کون سات آسمانوں کا اور عرش عظیم کا رب ہے تو وہ کہیں گے اللہ۔ آپ فرما دیجئے کہ پھر کیوں نہیں ڈرتے۔ فرما دیجئے کہ کس کے ہاتھ میں ہر چیز کی مملکت ہے، وہ ہر ایک پر حکم چلاتا ہے اس پر کوئی حکم نہیں چلا سکتا، بتاؤ اگر تم جانتے ہیں، تحقیق وہ کہیں گے کہ وہ اللہ ہے۔''
تخلیق کے لیے تین لفظ مستعمل ہیں:
1: خلق۔ 2: بدع۔ 3: فطر۔
فطر: تخلیق کا آغاز۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
((فاطر السموات والارض))
''اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا۔''

بدیع: نئے سرے سے۔ارشاد ربانی ہے:

((بدیع السموات والارض))

''وہی ہے آسمانوں اور زمینوں کو نئے سرے سے پیدا کرنے والا۔''

خلق: تخلیق کو پایہ تکمیل تک پہنچانا۔ارشاد ربانی ہے:

((خالق السمٰوات والارض))

''وہ آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے۔''

ایک جگہ فرمایا:

((اللہ خالق کل شیء))

''اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((خلق السمٰوات والارض فی ستة ایام))

''اس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا۔''

یہاں دو نکات واضح ہیں، کائنات کو چھ دن میں بنانا لیکن وہ تو ہر چیز پر قادر ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرمائے: کن فیکون ''ہو جا تو پس ہو جائے۔''

دوسری اس کی حقیقت اور حکمت یہ ہے کہ اس نے اس کو چھ دنوں میں مکمل کیا۔

یہ دن اور ان کی طوالت کیا ہے؟ اس کی تفسیر اور گہرائی میں جانا ضروری ہے۔

ان سے مرحلے بھی اور دن بھی مراد لیے گئے ہیں۔جس طرح قیامت کے دن کی طوالت کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ پچاس ہزار برس کا ہوگا اور یہ محض سمجھانے کے لیے۔

ارشاد الٰہی ہے:

((اللہ الذی خلق سبع سمٰوات ومن فی الارض مثلھن
ثم استوی علی العرش))

''اللہ وہی ہے جس نے ساتھ آسمان اور زمینیں اس کی مثل پیدا فرمائیں، ثم عرش پر اپنی شان کے لائق استوی فرمایا۔''

دہریوں کا نظریہ ہے کہ کائنات کا نظام خود بخود چل رہا ہے، ان کے نظریے کا یہاں رد ہے کہ اس کی گرفت ہر چیز پر ہے۔

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

((لاتاخذہ سنة ولانوم))

''نہ تو اسے اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ولایؤدہ حفظھما وھو العلی العظیم))

سورۃ الحدید کی آیت نمبر 4 میں ارشاد ہے:

((یعلم مایلج فی الارض ومایخرج منها وماینزل من السمآء وما یعرج فیها وهو معکم اینما کنتم واللہ بماتعملون بصیر))

''اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو زمین میں ہے اور جو اس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے نازل ہوتا ہے وہ اسے بھی جانتا ہے اور جو آسمان کی طرف چڑھتا ہے اسے بھی۔ اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔ اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔''

((یعلم مایلج فی الارض))

یعنی اللہ کے پیدا کردہ وسائل کے نتیجہ میں جو تم نے بیج بویا ہے وہ کس طرح زمین سے اگتا ہے۔ جب بویا تو وہ ایک دانہ تھا اب اُس نے زمین کے اندر ایسے وسائل پیدا کر دیے تو فصل اُگی اس نے زمین میں روئیدگی اور نباتاتی مرکبات جو اگنے کے لیے ضروری ہیں اور ہوا اور روشنی حرارت' سب چیزیں اس نے پیدا کر دیں۔

((ومایخرج منها))

یعنی زمین اپنے خزانے اگل دے۔ معدنیات قیمتی بھی ہو سکتی ہیں اور بعض سستی بھی اور میدانی علاقوں کے اندر بھی، اس نے زمین کے اندر ایسا خزانہ چھپا دیا ہے۔ زمین کے اندر اللہ نے تیل پیدا کر دیا ہے، اللہ نے تمہاری محنت کے بغیر تمہاری خوشحالی کے لیے وسائل پیدا کر دیئے اور اس سے طرح طرح کی چیزیں نکالیں۔

ارشاد ہے:

((ان اللہ فالق الحب والنوی))

''بے شک اللہ تعالیٰ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑ کر اس سے پودا پیدا کرنے والا ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ینبت لکم بی الزرع والزیتون والنخیل والاعتاب ومن کل الثمرات وماینزل من السمآء))

''اس نے تمہارے لیے کھیتی اور زیتون اور انگور اور انار اور ہر قسم کے پھل اگائے اور اسی نے آسمان سے بارش نازل فرمائی۔''

ارشاد ہے:

((وهو معکم اینما کنتم))

''اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔''

ارشاد ہے:

((نحن اقرب الیه من حبل الورید))

''ہم شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔''

((اذاسالك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذادعان فلیستجیبوالی ولیومنوابی لعلهم یرشدون))

''اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو میں قریب ہوں۔ دعا کرنے والے کی دعا سنتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے۔ پس چاہیے کہ میرا حکم مانو اور مجھ پر ایمان لاؤ تاکہ ہدایت پا جاؤ۔''

پھر فرمایا:

((امن یجیب المضطر اذادعاہ ویکشف السوء))

''پس کون مجبور کی دعا قبول کرتا ہے اور اس کی تکلیف دور کرتا ہے جب مجبور اس سے دعا کرتا ہے؟''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((خلق الانسان من سللة من طين ثم جعلنه فى قرار مكين ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضعفة فخلقنا المضعة عظاماً فكسونا العظام لحماً ثم انشانه خلقاً آخر فتبارك اللهاحسن الخالقين))

''اس نے انسان کو کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اسے حفاظت کی جگہ پر رکھا، پھر نطفہ سے خون بنایا اور پھر اسے گوشت کا ٹکڑا بنایا اور پھر اسے ہڈیاں بنایا اور پھر اسے گوشت پہنایا، پھر ہم نے اسے ایک الگ مخلوق بنایا۔ پس بابرکت ہے اللہ بہترین خالق۔''

اسماء الحسنیٰ کی فضیلت واہمیت: ''الاسماء الحسنیٰ'' کا معنی ہے: ''انتہائی اچھے نام''

''الاسماء الحسنیٰ'' سے مراد اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کو جس پہلو سے بھی دیکھا جائے ان میں حسن ہی حسن نظر آئے گا۔

اچھے ناموں سے مراد وہ جو صفات کمال کے اعلیٰ درجہ پر دلالت کرنے والے ہیں اور ظاہر ہے کہ کسی کمال کا اعلیٰ درجہ جس سے اوپر کوئی درجہ نہ ہو سکے وہ صرف خالق کائنات جل وعلا شانہ ہی کو حاصل ہے۔ اس کے علاوہ کسی مخلوق کو یہ مقام حاصل نہیں ہو سکتا، کیونکہ ہر کامل سے دوسرا شخص اکمل اور فاضل سے افضل ہو سکتا ہے۔ آیت مبارکہ: ''فوق کل ذی علم علیم'' (ہر علم والے سے بڑھ کر ایک علم والا ہوتا ہے) کا یہی مطلب ہے کہ ہر ذی علم سے بڑھ کر کوئی دوسرا علم والا ہو سکتا ہے۔

حق عبودیت کے ادا کرنے سے پہلے انسان کیلئے خدائے قدوس وحدہ لاشریک سے صحیح معرفت یعنی اصلی اور سچی پہچان ضروری ہے۔ ورنہ دروازہ الٰہی کی پوری شناخت نہ ہونے کے باعث خطرہ ہے کہ ہدیہ عبودیت بارگاہ الٰہی میں پیش کرنے کی بجائے غیر اللہ کے دروازہ پر جائے۔ ساری عمر سر نیاز جھکائے پھر بھی خسارۂ دنیا وآخرت اٹھا کر دنیا سے رخصت کیا جائے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے جلالی وجمالی اسماء حسنیٰ کی فہرست اُسے سنادی جاتی ہے تاکہ خدائے قدوس وحدہ لاشریک لہ کو صحیح طور پر پہچان لے۔

سورۃ اعراف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((ولله الا سمآ ء الحسنى فادعوه بها وذروا الذين يلحدون فى اسمائه سيجزون ما كانوا يعملون))(سورئہ اعراف، آیت 180)

''اور اللہ کے سب نام اچھے ہی اچھے ہیں، تو اس کو ان ناموں سے پکارا کرو اور جو لوگ اس کے ناموں میں کجی (اختیار) کرتے ہیں ان کو چھوڑ دو، وہ جو کچھ کر رہے ہیں عنقریب اس کی سزا پائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ کی شان قدوسیت اور سبوحیت پر دلالت کرنیوالے بڑے پیارے پیارے اور معنی خیز نام ہیں۔ جب تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرو تو پیارے پیارے ناموں سے یاد کرو۔ اپنی طرف سے اس کیلئے نئے نئے نام نہ گھڑو کیونکہ تم اس کی رفعت شان کو نہیں پہنچ سکتے، مبادا تمہاری زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکل جائے جو اس کی شان کے شایان نہ ہو اور پھر تمہیں الٹا لینے کے دینے پڑ جائیں۔

1: سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((قل ادعوا الله او ادعوا الرحمن ايا ما تدعوا فله الاسمآء الحسنى))

(سورۃ بنی اسرائیل، آیت 110)

''کہہ دو کہ اللہ کے نام سے پکارو یا رحمان کے نام سے، جس نام سے بھی پکارو سب اچھے نام اسی کے ہیں۔''

2: سورۃ طٰہٰ میں اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

((اللہ لا الہ الا ھو لہ الا سماء الحسنی))(سورۃ طہ، آیت 8)

''اللہ ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔تمام اچھی صفتیں اسی کیلئے ہیں۔''

1: اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

((ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو علم الغیب و الشھادۃ ھو الرحمن الرحیم ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو الملک القدوس السلم المؤمن المھیمن العزیز الجبار المتکبر سبحٰن اللہ عما یشرکون ھو اللہ الخالق الباری المصور لہ الاسمآء الحسنیٰ یسبح لہ مافی السموت و الارض وھو العزیز الحکیم))(سورۃ الحشر ، آیات 22,24)

''وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، غائب وحاضر کا جاننے والا (عالم الغیب والشہادہ)، وہ رحمٰن اور رحیم ہے۔وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ (الملک)، یکسر پاک (القدوس)، امن بخش (السلام)، امان دینے والا (مومن)، معتمد (المھیمن)، غالب (العزیز)، زور آور (الجبار)، صاحب کبریا (المتکبر)، اللہ پاک ہے ان چیزوں سے جن کو لوگ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔وہی اللہ ہے نقشہ بنانیوالا (الخالق)، وجود میں لانے والا (الباری)، صورت گری کرنے والا (المصور)، اسی کیلئے ساری اچھی صفتیں ہیں۔اسی کی تسبیح کرتی ہیں جو چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔''

قرآن مجید فرقان حمید کی مندرجہ بالا آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ''اللہ'' کے سوا اور بھی اللہ تعالیٰ کے بہت سارے نام ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ کو ان ناموں سے پکارا جا سکتا ہے اور وہ سارے کے سارے نام انتہائی خوبصورت ہیں۔اللہ تعالیٰ نے بیشتر ناموں کا ذکر قرآن پاک میں مختلف مقامات پر آیات اور سورت کے موقع محل سے کیا ہے جن سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ان ناموں کی اہمیت اور خصوصیت نمایاں ہوتی ہے۔

2: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((سبح للہ مافی السموت و الارض وھو العزیز الحکیم لہ ملک السمٰوٰت و الارض یحی و یمیت وھو علی کل شیء قدیر ھو الاول و الاخر و الظاھر الباطن وھو بکل شیء علیم))(سورہ الحدید ، آیات 3-1)

''اللہ ہی کی تسبیح کرتی ہیں ساری چیزیں جو آسمانوں ورزمین میں ہیں اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔وہی اول بھی ہے اور آخر بھی اور ظاہر بھی اور باطن بھی اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔''

اسماء الحسنیٰ کی اقسام: اللہ رب العالمین کے ناموں کی چار اقسام ہیں:

1: اسم ذات۔ 2: اسم صفات جمالی۔ 3: اسم صفات جلالی۔

4: مشترک۔

اللہ اور رب اللہ تعالیٰ کے اسم ذات ہیں۔

اسم صفات جمالی جیسے الرحمٰن، الرحیم، المومن، المھیمن، الرزاق، السلام، الغفار، الوہاب، الباری، اللطیف، الحلیم، الفتاح

وغیرہ۔

اسم صفات جلالی جیسے القہار، المتکبر، الجبار، القابض، الخافض، المنتقم، المعز، العدل وغیرہ۔

مشترک صفات جیسے الملک، العزیز، العلیم، الرافع، البصیر، السمیع العلیم، الحکیم وغیرہ

((عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ ان للہ تسعۃ و تسعین اسماء مائۃ الا واحد من احصاھا دخل الجنۃ))(صحیح بخاری و مسلم

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے، ایک کم سو نام ہیں۔ جس نے ان کو محفوظ کیا اور ان کی نگہداشت کی وہ جنت میں جائے گا۔''

((عن انس قال کنت جالساً مع النبی ﷺ فی المسجد ورجل یصلی فقال اللھم انی اسئلک بان لک الحمد لا الہ الا انت الحنان المنان بدیع السموات والارض یا ذوالجلال والاکرام یا حی یا قیوم اسئلک فقال النبی ﷺ دعا اللہ باسمہ الاعظم الذی اذا دعی بہ اجاب واذا سئل بہ اعطی))(سنن ترمذی و ابو داود النسائی و ابن ماجہ)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اور ایک بندہ وہاں نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے اپنی دعا میں عرض کیا: ''اے اللہ! میں تجھ سے اپنی حاجت مانگتا ہوں بوسیلہ اس کے کہ ساری حمد وستائش تیرے ہی لئے سزاوار ہے، کوئی معبود نہیں تیرے سوا۔ تو نہایت مہربان اور بڑا محسن ہے۔ زمین وآسمان کا پیدا فرمانے والا ہے، میں تجھ سے ہی مانگتا ہوں۔ اے ذوالجلال والاکرام! اے حی وقیوم۔!'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس بندے نے اللہ کے اس اسم اعظم کے وسیلہ سے دعا کی ہے کہ اس کے وسیلہ سے جب اللہ سے دعا کی جائے تو وہ قبول فرماتا ہے اور جب اس کے وسیلہ سے مانگا جائے تو عطا فرماتا ہے۔''

((عن اسماء بنت یزید ان النبی ﷺ قال اسم اللہ الاعظم فی ھاتین الایتین والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم وفاتحۃ ال عمران۔ الم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم))

(سنن ترمذی وابوداود وابن ماجہ والدارمی)

''حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسم اعظم ان دو آیتوں میں موجود ہے، پہلی: ''والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم'' اور دوسری آل عمران کی ابتدائی آیت: ''الم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم''

اللہ تعالیٰ کے اسماء کی تلاوت کرنے میں بڑی برکت ہے۔ ان ناموں کے وسیلے سے جو دعا بھی کی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔ جب کوئی انسان کسی مشکل اور پریشانی میں مبتلا ہو جائے یا ناگہانی مصائب کا شکار ہو جائے یا اس کی دعائیں قبول نہ ہوتی ہوں غرض ہر جائز ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیا کرو۔

مسلمانوں کی خستہ حالی کا واحد علاج اسماء اللہ تعالیٰ کا ورد ہے۔ ہر وقت اپنے اللہ کو یاد کرتے رہیں۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہیں، اللہ تعالیٰ یقیناً اپنا کرم فرمائے گا۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اسماء الحسنیٰ کو زبانی یاد کر لے تاکہ آسانی سے ان کا ورد کر سکے اور سینہ ہر وقت ان اسماء الحسنیٰ کی خیر وبرکت سے روشن رہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 3:

ذکر شیوخ

صحبت رسول میں رہنے والوں کا محبوب ترین نام "صحابی":

رب العزت آپ تمام پر رحم و کرم فرمائے! جان لیجئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اس وقت کے اکابرین اہل اسلام نے اپنے لیے "صحابی" (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے والا) کے علاوہ کسی اور نام کو ہرگز ترجیح نہ دی، کیونکہ صحبت رسول سے بڑھ کر کوئی فضیلت نہ تھی۔ چنانچہ انہیں صحابہ کہا گیا۔

صحابہ کی اتباع کرنے والے: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد دوسرے زمانے کے لوگ آئے، پس جن لوگوں نے صحابہ کرام کی پیروی کی انہیں "تابعین" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس زمانہ کے اہل اسلام نے اس لقب کو بہت شرافت کا لقب قرار دیا۔

تبع تابعین: تابعین کرام کے بعد کے لوگوں کو تبع تابعین کے لقب سے نوازا گیا۔

زاہدین و عابدین: تبع تابعین کے بعد لوگ مختلف ہو گئے اور مختلف مراتب بن گئے۔ جن اہل اسلام کا دین سے گہرا تعلق تھا اس جماعت کو جماعت زاہدین و عابدین کہا جانے لگا۔

اہل تصوف: زاہدین و عابدین کے زمانہ کے بعد بدعات کا خوب رواج ہوا۔ اہل اسلام مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔ ہر فرقہ نے یہ دعوی کیا کہ ان میں زاہد و عابد ہیں۔ اہل سنت میں سے صاحبین زہد و ورع جو کہ اپنے قلوب کو غفلت کے دبیز پردوں سے محفوظ رکھے ہوئے تھے اور اپنے پاکیزہ انفاس کا پاس معیت الٰہی میں رکھنے والے تھے، نے اپنے لئے تصوف کے نام کو پسند کیا۔ اکابرین اہل سنت کے لیے یہ نام دوسری صدی ہجری سے پہلے ہی معروف ہو چکا تھا۔

اہل سنت صوفیاء کا ذکر: اس فصل میں میں (مصنف کتاب) اہل سنت کے صوفیاء کے پہلے طبقہ کے مشائخ سے لے کر متاخرین تک کی مشہور ترین شخصیات کا ذکر کروں گا۔ اس فصل میں اہل سنت کے مشائخ و صوفیاء کی سیرت اور ان کے اقوال کا مختصراً بیان کیا جائے گا، جس کے ذریعے ان مشائخ اہل سنت کے اصول و آداب معلوم ہوں گے۔ انشاءاللہ!

شیخ ابراہیم بن ادہم

شہر بلخ کے مقیم: شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن ادھم بن منصور علیہ الرحمۃ بلخ (خراسان کے مشہور شہر) کے رہائشی تھے۔

توبہ کا واقعہ: شیخ ابراہم بن ادہم ایک شہزادے تھے۔ ایک دن شکار کے لیے گئے، اسی دوران لومڑی یا خرگوش کا شکار کرنے کے لیے اس کے پیچھے گئے کہ ایک ندا دینے والے نے پکارا:

"اے ابراہیم! کیا تم اسی مقصد کے لئے تخلیق کیے گئے ہو؟ یا اسی کام کا تمہیں حکم دیا گیا ہے؟"

اسی دوران ایک آواز سواری کی زین سے آئی:

"اللہ کی قسم! نہ تو تم اس عیش و عشرت کے لیے تخلیق کیے گئے ہو اور نہ ہی تمہیں اس کا حکم دیا گیا ہے!"

یہ سن کر آپ سواری سے اتر پڑے اور راستے میں اپنے والد کے ایک چرواہے سے ملے۔ چرواہے سے جبہ لیا، اسے زیب تن

کیا اور اپنا گھوڑا مع سازوسامان کے اسے دے دیا۔ پھر کافی عرصہ بیابانوں میں رہے۔ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ آئے اور حضرت سفیان ثوری اور حضرت فضیل بن عیاض کی صحبت میں رہے۔ بالآخر ملک شام تشریف لے گئے اور وہیں وصال فرمایا۔

محنت ومشقت: شیخ ابواسحاق ابراہیم بن ادھم بن منصور علیہ الرحمۃ محنت ومزدوری کر کے یعنی اپنے ہاتھ سے کام کر کے کھاتے تھے۔ مثلاً فصلوں کی کٹائی اور باغوں کی نگرانی کیا کرتے تھے۔

حضرت داؤد وخضر سے ملاقات: شیخ ابراہیم بن ادہم کی بیابان میں ایک آدمی سے ملاقات ہوئی، جس نے انہیں اسم اعظم سکھایا، آپ نے اسم اعظم کے وسیلے سے دعا کی تو حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے فرمایا:

''تمہیں میرے بھائی داؤد علیہ السلام نے اسم اعظم سکھایا تھا۔''

شیخ ابراہیم بن بشار کہتے ہیں کہ میں حضرت ابراہیم بن ادہم کا ساتھی تھا۔ میں نے ان سے عرض کیا:

''آپ کی توبہ کا واقعہ کیا ہے؟''

انہوں نے مذکورہ بالا واقعہ سنایا۔

رزق حلال کا حصول: حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ تقوی اور ورع کے اعلی مقام پر فائز تھے۔ آپ کا ارشاد ہے:

''حلال کماؤ، پھر چاہے رات بھر نوافل نہ بھی پڑھو اور دن کو نفلی روزہ نہ بھی رکھو تو کوئی حرج نہیں۔''

مخصوص دعا: شیخ ابواسحاق ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمۃ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے:

''اے اللہ! مجھے معصیت کی ذلت سے نکال کر اپنی تابعداری کی عزت کی طرف منتقل فرمادے۔''

مہنگی چیز کو ترک کرنا: شیخ ابواسحاق ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمۃ سے عرض کیا گیا:

''گوشت کے دام مہنگے ہو گئے ہیں۔''

آپ نے فرمایا:

''اسے کم زر کر دو یعنی نہ خریدو۔''

پھر یہ شعر پڑھا:

واذا غلا شیء علی ترکۃ
فیکون ارخص مایکون اذا غلا

''اور جب بھی کوئی چیز مہنگی ہو جاتی ہے تو میں اسے ترک کر دیتا ہوں۔ پس وہ سستی ہو جاتی ہے مہنگی ہونے کے باوجود۔''

چھ مشکل ترین مسافتیں: شیخ احمد بن خضرویہ علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم بن ادھم نے کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہوئے ایک صاحب حال سے فرمایا:

''جان لو! تحقیق جب تک تم یہ چھ مسافتیں عبور نہ کر لو گے تو صلحاء کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکو گے۔ پہلی: باب سہولت (ناز ونعمت کے دروازہ) کو اپنے اوپر بند کر دو اور سختی کا دروازہ کھول لو۔ دوسری: باب عزت (ظاہری شان وشوکت کے دروازہ) کو بند کر کے باب ذلت (اللہ کی بارگاہ میں انکساری کے دروازہ) کو کھول لو۔ تیسری: آرام وسکون کا دروازہ بند کر کے محنت کا دروازہ کھول لو۔ چوتھی: راحت کا دروازہ بند کر کے رات بھر جاگنے کا دروازہ کھول لو۔ پانچویں: مالداری کا دروازہ بند کر کے فقر وفاقہ کا دروازہ کھول لو۔ چھٹی: آرزوں کا دروازہ بند کر کے موت کی تیاری کا دروازہ کھول لو۔''

امانت امانت ہے اس میں خیانت نہیں ہوگی:

ایک زمانہ تک شیخ ابواسحاق ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمۃ انگوروں کے باغ کی حفاظت فرما کر اجرت لیا کرتے تھے۔ایک مرتبہ اس باغ کے پاس سے ایک فوجی کا گزر ہوا۔اس نے آپ سے کہا:

''ہمیں کچھ انگور دے دو۔''

آپ نے فرمایا:

''باغ کے مالک کی طرف سے مجھے بلامعاوضہ کچھ بھی دینے کی اجازت نہیں۔''

اس نے اپنے کوڑے سے آپ کو مارا پیٹا۔آپ نے اپنا سر جھکا دیا اور فرمایا:

''خوب پیٹو!اس سر کو جو ایک زمانے تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا رہا۔''

وہ فوجی مار مار کر تھک گیا اور بالآخر تھک ہار کر چلا گیا۔

خدمت خلق: شیخ سہل بن ابراہیم علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں شیخ ابراہیم بن ادھم کے ساتھ رہتا تھا۔ایک مرتبہ میں بیمار پڑ گیا۔شیخ نے میری دوا اور غذا کے لیے خوب خرچ کیا۔مجھے کسی چیز کے کھانے کی خواہش ہوئی تو اپنی سواری والا گدھا بیچ کر اس کی قیمت مجھ پر خرچ کر ڈالی۔جب بیماری کا زور ختم ہوا اور مجھے ہوش آیا تو میں نے عرض کیا:

''اے ابراہیم!گدھا کہاں گیا؟''

کہنے لگے:

''ہم نے بیچ ڈالا۔''

میں نے عرض کیا:

''اب میں سفر کس پر کروں گا؟''

شیخ فرمانے لگے:

''بھائی!میری گردن پر۔''

اور تین منزلوں تک مجھے گردن پر اٹھا کر سفر طے کیا۔

شیخ ذوالنون مصری

اسم گرامی: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا نام ثوبان بن ابراہیم اور ایک قول کے مطابق فیض بن ابراہیم تھا۔

مصر کے رہائشی: شیخ ذوالنون کے والدین نوبہ (مصر کے جنوب میں واقع وسیع علاقہ) کے رہائشی تھے۔

سن وصال: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ نے ۲۴۵ ہجری میں وصال فرمایا۔

صوفی......عالم......صاحب تقوی وورع: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ عالی قدر صوفی، باکمال عالم اور صاحب تقوی وورع اور حال وادب میں یکتائے روزگار تھے۔

خلیفہ متوکل کو نصیحت: خلیفہ متوکل باللہ کے دربار میں آپ کی غیبت کی گئی۔خلیفہ نے آپ کو مصر سے بلایا۔جب آپ بغداد خلیفہ کے دربار میں پہنچے تو خلیفہ کو وعظ ونصیحت فرمائی۔خلیفہ متوکل باللہ آپ کے وعظ کو سن کر رونے لگا اور آپ کو دوبارہ مصر بھیج دیا۔

دربار میں اہل تقوی کا ذکر: خلیفہ متوکل باللہ کے دربار میں جب اہل تقوی کا تذکرہ ہوتا تو وہ رونے لگتا اور ساتھ

ساتھ کہتا:

''جب اہل ورع کا ذکر کرو تو ذوالنون مصری کا ذکر ضرور کیا کرو۔''

شیخ کا حلیہ: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ دبلے پتلے کمزور آدمی تھے۔ آپ کا رنگ سرخی مائل تھا اور داڑھی میں سفیدی نہ تھی۔

نجات کا مدار چار چیزوں پر ہے: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ اکثر فرمایا کرتے تھے:

''نجات کا مدار چار چیزوں پر ہے: اللہ جلیل سے محبت، قلیل دنیا سے نفرت، قرآن مجید کی اتباع اور حالت کی تبدیلی کا ڈر (کہ کہیں ایمان کی دولت ہاتھ سے نہ جاتی رہے)''

اولیاء اللہ کی نشانیاں: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے:

''اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول کے اخلاق، افعال، اوامر اور سنن کا اتباع اللہ کو دوست رکھنے والوں کی نشانی ہے۔''

حقیقی کمینہ شخص: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ سے کمینے آدمی کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''حقیقی کمینہ اور کنجوس وہ شخص ہے جو اللہ تک پہنچنے کا طریقہ نہ جانتا ہو اور نہ ہی جاننے کی کوشش کرتا ہو۔''

توبہ کا سبب: شیخ یوسف بن حسین کہتے ہیں کہ ایک روز میں شیخ ذوالنون کی مجلس میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ شیخ سالم مغربی آئے اور کہا:

''اے ابوالفیض! آپ کی توبہ کا واقعہ کیا ہے۔؟''

شیخ ذوالنون نے فرمایا:

''عجیب واقعہ ہے۔ تم اس کی تاب نہ لاسکو گے۔''

شیخ سالم کہنے لگے:

''آپ کو اللہ کی قسم! مجھے ضرور بتائیے کہ آپ کی توبہ کا واقعہ کیا ہے۔''

شیخ ذوالنون مصری نے فرمایا:

''میں مصر سے نکل کر ایک بستی کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں صحراء تھا۔ میں سفر طے کر کے تھک گیا اور دوران سفر ہی صحراء میں آرام کے لیے کچھ دیر سو گیا۔ جب میں جاگا تو دیکھا کہ ایک نابینا چنڈول اپنے گھونسلے سے زمین پر آگری۔ زمین پھٹ گئی اور زمین سے دو پیالے نکلے، ایک سونے کا اور دوسرا چاندی کا۔ ایک میں تل تھے اور دوسرے میں پانی۔ چنڈول تل کھانے لگی اور پانی پینے لگی۔ میں نے یہ دیکھا تو کہا: میری نصیحت کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ یہ واقعہ دیکھ کر میں نے توبہ کر لی اور اللہ کے در سے چمٹا رہا حتیٰ کہ اللہ نے مجھے قبول کر لیا۔''

سیر معدہ اور حکمت: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جب معدہ کھانے سے پُر ہو تو پھر اس میں دانائی و حکمت کی بات جگہ نہیں پکڑتی۔''

شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ سے توبہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''عوام کی توبہ گناہوں سے ہوتی ہے اور خواص کی توبہ غفلت سے ہوتی ہے۔''

حضرت فضیل بن عیاض

خراسانی: شیخ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ علاقہ ''مرو'' کے قرب وجوار کے رہنے والے تھے۔ آپ ملک خراسان کے

باشندے تھے۔
جائے پیدائش: ایک قول کے مطابق شیخ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ کی پیدائش شہر سمرقند میں ہوئی اور نشوونما اوزابیورد کے علاقہ میں۔
وفات اور جائے وصال: شیخ فضیل بن عیاض محرم ۱۸۷ ہجری میں مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے۔
رجوع الی اللہ کا سبب: شیخ فضیل بن موسیٰ سے مروی ہے کہ شیخ فضیل بن عیاض پہلے ڈاکہ زنی کیا کرتے تھے۔ سرخس اور ابیورد کے درمیانی علاقوں میں لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ آپ کی توبہ کا سبب یہ تھا کہ آپ کو ایک خاتون سے محبت ہوگئی۔ ایک دفعہ اس کے گھر کی چاردیواری پھلانگ کر اس کے پاس جارہے تھے کہ کسی تلاوت کرنے والے نے یہ آیت تلاوت کی:
((الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ))
''کیا مومنوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے ڈر جائیں۔'' (سورۃ الحدید، آیت نمبر: ۱۶)
یہ آیت سن کر شیخ فضیل بن عیاض کہنے لگے:
''اے میرے رب! وہ وقت آ گیا ہے۔''
شیخ نے وہ رات ایک ویران غار میں گزاری۔ اس غار میں ایک قافلہ ٹھہرا ہوا تھا۔ قافلہ کے کچھ افراد کہنے لگے:
''یہاں سے چلتے ہیں۔''
اور کچھ افراد کا کہنا تھا:
''صبح تک یہیں رہو، کیونکہ راستے میں فضیل نامی ڈاکو ہے، جو ہمارا سارا مال و زر لوٹ لے گا۔
شیخ فضیل بن عیاض نے اسی رات ڈاکہ زنی اور ہر قسم کے گناہ سے توبہ کرلی اور قافلہ والوں کو امان دیدی۔
مکہ مکرمہ میں رہنا: شیخ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ بعد از توبہ پوری زندگی کعبۃ اللہ میں رہے اور وہیں پر وصال فرمایا۔
اللہ تعالیٰ کا محبوب و مبغض: شیخ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو اس کی مصیبت کو زیادہ کردیتا ہے اور جب کسی بندے سے نفرت فرماتا ہے تو اس کے لئے کشادگی کردیتا ہے۔''
موت وحزن اور شیخ کی موت: شیخ عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''شیخ فضیل بن عیاض کے وصال سے غم وحزن اٹھ گیا (اس زمانہ میں ان جیسا غمگین کوئی نہیں تھا)۔''
دنیا کی حقیقت: شیخ فضیل بن عیاض کا ارشاد ہے:
''اگر کل کی کل دنیا مجھے دے دی جائے اور مجھ سے اس کا حساب بھی نہ لیا جائے تو پھر بھی میں اس سے اس طرح محفوظ رہوں گا جس طرح تم مردہ جانور سے گزرتے ہوئے بچتے ہو کہ کہیں تمہارے کپڑوں کو آلودہ نہ کردے۔''
اپنی تعریف خود بیان کرنا ناپسند: شیخ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''میرا اس بات کی قسم کھانا کہ میں ریاکار ہوں مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں یہ قسم کھاؤں کہ میں ریاکار نہیں ہوں۔''
شرک اور ریاکاری: شیخ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''لوگوں کے لئے کام کو ترک کردینا ریاکاری ہے اور اور لوگوں کے لئے کوئی کام کرنا شرک۔''
اللہ کی پسند میری پسند: شیخ ابوعلی رازی کہتے ہیں کہ میں نے تیس سال شیخ فضیل بن عیاض کی صحبت میں گزارے، لیکن اس

کے باوجود میں نے کبھی انہیں مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ہاں جس دن ان کا لخت جگر علی نامی بیٹا وصال کر گیا تو ان کے چہرے پر خوشی کے آثار تھے، میں نے اس بارے میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے میرے لیے ایک چیز کو پسند کیا تو میں نے بھی اسے پسند کرلیا۔"

اللہ کی نافرمانی کے اثرات: شیخ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"مجھ سے جب کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی ذرا بھر نافرمانی بھی ہوجاتی ہے تو میں اس کے اثرات اپنے گدھے اور غلام کے اخلاق میں بھی محسوس کرتا ہوں۔"

شیخ معروف کرخی

کبار مشائخ: شیخ ابو محفوظ معروف بن فیروز کرخی علیہ الرحمۃ کا شمار کبار مشائخ میں ہوتا ہے۔

مستجاب الدعوات: شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ مستجاب الدعوات تھے۔

مجرب تریاق: آج بھی لوگ شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ کی قبر سے شفاء پاتے ہیں۔ اہل بغداد کا کہنا ہے کہ شیخ معروف کرخی کی قبر مجرب تریاق ہے۔

امام علی رضا کے آزاد کردہ غلام: شیخ معروف کرخی شیخ المشائخ حضرت امام علی بن موسیٰ رضا علیہ الرحمۃ کے آزاد کردہ غلام تھے۔

وصال: شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ کا وصال ۲۰۰ ہجری میں ہوا۔ بعض کے نزدیک آپ کا وصال ۲۰۱ ہجری میں ہوا۔

شیخ سری سقطی کے شیخ و استاذ: شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ حضرت سری سقطی علیہ الرحمۃ کے معلم و شیخ تھے۔ ان سے ایک دن فرمایا:

"جب اللہ سے کوئی حاجت ہو تو میری قسم دے کر مانگا کرو۔"

آپ اور آپ کے والدین کا اسلام قبول کرنا: حضرت الاستاد ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ کے آباؤ اجداد عیسائی مذہب کے پیروکار تھے۔ آپ کے والدین نے آپ کو بچپن میں ہی عیسائیت کی تعلیم کے لیے ایک استاذ کے حوالے کیا۔ استاذ ان سے کہتا:

"کہو ثالث ثلاثۃ (اللہ تین میں تیسرا ہے۔ یعنی تین معبود ہیں)"

آپ فرماتے:

"نہیں! وہ ایک ہے۔"

ایک مرتبہ معلم نے آپ کو بہت زیادہ مارا پیٹا تو آپ بھاگ کر امام علی بن موسیٰ رضا علیہ الرحمۃ کے پاس چلے گئے اور ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔ آپ کے والدین کہتے:

"کاش! معروف واپس چلا آئے، جس دین پر چاہے آجائے، ہم بھی اس کا ساتھ دیں گے۔"

ایک دن آپ گھر واپس پلٹے اور دروازہ کھٹکھٹایا تو آواز آئی:

"کون ہے؟"

آپ نے کہا:

''معروف ہوں۔''
آپ کے والدین نے کہا:
''کس مذہب پر آئے ہو؟''
آپ نے فرمایا:
''دین حنیف پر۔''
چنانچہ آپ کے والدین بھی مسلمان ہو گئے۔

اللہ سے محبت کا عالم: الحضرۃ الشیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے خواب میں شیخ معروف کرخی کو عرش کے نیچے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا:
''یہ کون ہے؟''
فرشتوں نے عرض کیا:
''اے اللہ! تو بخوبی علم رکھتا ہے۔''
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
''یہ معروف کرخی ہے، میری محبت میں دیوانہ ہوا ہے، میری ملاقات کے بغیر اسے افاقہ نہیں ہو سکتا۔''

عمل سے مراد: حضرت الشیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ حضرت داؤد طائی کے کسی دوست نے مجھ سے کہا:
''عمل کرنا ہرگز ترک نہ کرنا، کیونکہ یہ ہی اللہ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بنے گا۔''
میں نے کہا:
''عمل ہے کیا۔؟''
اس نے کہا:
''ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اہل اسلام کی خدمت اور خیر خواہی۔''

سبب نجات: محمد بن حسین کے والد کہتے ہیں کہ میں نے الشیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ کو بعد از وصال خواب میں دیکھا۔ میں نے عرض کیا:
''اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟''
آپ نے فرمایا:
''اللہ تعالیٰ نے مجھے معاف فرما دیا۔''
میں نے عرض کیا:
''معافی آپ کے زہد وتقویٰ کی وجہ سے ہوئی؟''
آپ نے فرمایا:
''نہیں انہیں! بلکہ شیخ ابن سماک کی نصیحت کو قبول کرنے، فقر وفاقہ کو لازم کرنے اور فقراء سے محبت کرنے کی وجہ سے۔''

اللہ کی طرف کامل توجہ: حضرت معروف کرخی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شیخ ابن سماک کی نصیحت کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک دن میں سرزمین کوفہ سے گزر رہا تھا کہ ایک آدمی کے نزدیک آ کر کھڑا ہو گیا، وہ آدمی کہہ رہا تھا:

''بیشک جس کسی نے اللہ تعالیٰ سے پوری طرح منہ موڑا اللہ تعالیٰ اس سے اپنی رحمت کو تھوڑا سا پھیر دیتا ہے اور جو دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ساتھ ساتھ تمام کائنات کی توجہ بھی اس کی طرف پھیر دیتا ہے۔ جو شخص کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور کبھی غیر کی طرف تو اللہ تعالیٰ اس پر کسی نہ کسی وقت رحم فرما دیتا ہے۔''

شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس شخص کے وعظ کا میرے قلب پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ میں نے اپنے آقا امام علی بن موسیٰ رضا کی خدمت کے علاوہ سب کچھ چھوڑ کر اللہ کی طرف توجہ کر لی اور اس بات کا ذکر ان کے سامنے بھی کیا تو انہوں نے فرمایا:

''اگر تم اس وعظ و نصیحت پر عمل پیرا ہو جاؤ تو وہ تمہارے لئے کافی ہے۔''

وصیت نامہ: شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ سے ان کی اس مرض میں جس میں ان کی موت واقع ہوئی، کہا گیا:

''وصیت کیجئے!''

آپ نے فرمایا:

''جب میں مر جاؤں تو میری قمیص صدقہ کر دینا' کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ جس طرح میں دنیا میں برہنہ جسم آیا تھا' اسی طرح جاؤں۔''

ایک آدمی کی دعا: الحضرۃ الشیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جو پانی سے بھرا مشکیزہ اٹھائے کہہ رہا تھا:

''مجھ سے پانی پینے والے پر اللہ تعالیٰ پر رحمت فرمائے۔''

اس دن شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ نے نفلی روزہ رکھا ہوا تھا، لیکن جب آپ نے اس کی پکار سنی تو آگے بڑھے اور پانی پی لیا۔

آپ سے کہا گیا:

''آپ نے تو روزہ رکھا تھا۔؟''

آپ نے فرمایا:

''ہاں میرا روزہ ضرور تھا' لیکن میں اس کی دعا کا امیدوار ہوں (اس لیے میں نے نفلی روزہ توڑ دیا)۔''

شیخ سری سقطی

سید الطائفہ کے خالو اور استاذ: الحضرۃ الشیخ ابو الحسن سری بن المغلس (گھر کا قیدی، گھر سے نہ نکلنے والا، کیونکہ آپ نماز کے علاوہ گھر سے نہ نکلتے تھے) السقطی علیہ الرحمۃ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے خالو اور استاد تھے۔

شیخ معروف کرخی کے شاگرد: شیخ ابو الحسن سری سقطی علیہ الرحمۃ شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ کے شاگرد تھے۔

یکتائے روزگار: شیخ ابو الحسن سری سقطی علیہ الرحمۃ علوم توحید، احوال سنت اور تقویٰ و ورع میں یکتائے روزگار تھے۔

شیخ کی دعا کا اثر: الشیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ جب حضرت معروف کرخی علیہ الرحمۃ کی شاگردی میں تھے تب بازار میں تجارت کیا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت معروف کرخی علیہ الرحمۃ تشریف لائے اور ان کے ساتھ ایک یتیم بچہ تھا۔ آپ نے حضرت سری سقطی سے فرمایا:

''اسے کپڑا پہنا دو۔''

شیخ سری سقطی نے اس بچے کو کپڑے دیدیئے۔ یہ دیکھ کر حضرت معروف کرخی علیہ الرحمۃ بہت خوش ہوئے اور کہا:

''اللہ تعالیٰ تجھے دنیا سے نفرت کرنے والا بنا دے اور جس مصیبت میں تو مبتلا ہے اس سے تجھے نجات وراحت عطا فرمائے۔''
شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''اس دن جب میں دکان سے اٹھا تو دنیا سے بڑھ کر کوئی چیز میرے نزدیک ناپسندیدہ نہ تھی اور میری یہ حالت شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ کی دعا کی برکت سے تھی۔''

انتہائی عبادت گزار: سید الطائفہ حضرت الشیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''میں نے شیخ سری سقطی سے زیادہ عبادت گزار کسی کو نہ پایا۔ انہوں نے ۹۸ سال عمر پائی، لیکن میں نے انہیں مرض الموت کے علاوہ کبھی لیٹے ہوئے نہ دیکھا۔

تصوف کی تین بنیادی چیزیں: حضرت شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''تصوف تین چیزوں میں ہے۔ پہلی: صوفی کا نورِ معرفت اس کے نورورع کو نہ بجھائے۔ دوسری: صوفی اپنے باطن میں ایسا خیال نہ لائے جو نص قرآنی یا نص سنت کے خلاف ہو۔ تیسری: صوفی کرامت کی خاطر کوئی حرام کام نہ کر بیٹھے۔''

حقیقی محبت کیا ہے: سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ایک روز شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ نے مجھ سے محبت کے بارے پوچھا تو میں نے عرض کیا:
''بعض کے نزدیک محبت موافقت ہے اور بعض کے نزدیک ایثار۔''
حضرت سری سقطی علیہ الرحمۃ نے اپنے بازو کی کھال کو پکڑ کر کھینچا، لیکن وہ نہ کھینچی گئی تو فرمایا:
''اللہ کی عزت وجلال کی قسم! اگر میں یوں کہوں کہ اللہ کی محبت میں یہ کھال اس ہڈی پر خشک ہو گئی ہے تو سچ ہوگا۔''
پھر آپ بیہوش ہو گئے اور ان کا گول چہرہ چاند کی طرح چمکنے لگا، حالانکہ شیخ سری سقطی سانولے رنگ والے تھے۔

اپنے نفس کے لیے کشادگی پسند کرنے پر تیس سال استغفار کرنا: شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''میں نے ایک مرتبہ الحمدللہ کہا تھا' اس کی وجہ سے تیس سال سے استغفار کر رہا ہوں۔''
سوال کیا گیا:
''وہ کیوں۔؟''
آپ نے فرمایا:
''شہر بغداد میں ایک بار آگ لگ گئی، ایک آدمی نے مجھے بلا کر کہا: آپ کی دکان اس آگ سے محفوظ ہے۔ میں نے الحمدللہ کہہ دیا جس کی وجہ سے تیس سال سے میں اپنے کہے پر نادم ہوں، کیونکہ مسلمانوں پر جو مصیبت آئی تھی میں نے اس کے برعکس اپنے نفس کے لئے بھلائی پسند کی تھی۔''

خشیت الٰہی کا عالم: شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''میں دن میں کئی مرتبہ اپنی ناک کو دیکھتا ہوں۔ اس ڈر سے کہ کہیں وہ سیاہ نہ ہو گئی ہو' کیونکہ مجھے خطرہ لگا رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اعمال بد کی وجہ سے کہیں میرا چہرہ نہ سیاہ کر دے۔''

جنت میں جانے کا مختصر طریقہ: حضرت سری سقطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''مجھے جنت میں جانے کا مختصر طریقہ معلوم ہے۔''
سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے پوچھا:

''وہ کیا ہے؟''

آپ نے فرمایا:

''کسی سے کچھ نہ مانگو اور نہ کسی سے کچھ لو، بلکہ جو کچھ تمہارے پاس ہے اس میں سے دوسروں کو دو۔''

بغداد میں موت نہ آنے کی آرزو: حضرت شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''میں چاہتا ہوں کہ مجھے بغداد کے علاوہ کسی اور علاقے میں موت آئے۔''

سوال کیا گیا:

''ایسا کیوں کہتے ہیں۔؟''

فرمایا:

''مجھے خوف ہے کہ اگر میری قبر نے مجھے قبول نہ کیا تو ان لوگوں کے سامنے میں رسواء ہو جاؤں گا۔''

اللہ سے دوری کا عذاب نا قابل برداشت: سید الطائفہ الحضرۃ الشیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''میں نے شیخ سری سقطی کو یہ دعا کرتے سنا: اے اللہ! جس عذاب میں چاہتا ہے مجھے گرفتار فرمادے، مگر اپنی ذات سے دوری کے عذاب میں مبتلا نہ فرمانا۔''

ٹھنڈا پانی نہ پینا: سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میرا ایک دن حضرت سری سقطی کے پاس سے گزر ہوا۔ شیخ سری سقطی رو رہے تھے۔ میں نے پوچھا:

''آپ کو کس چیز نے رولایا۔؟''

فرمایا کہ کل رات میری بیٹی آئی اور کہنے لگی:

''ابا جان! آج کی رات بہت گرم رات ہے، میں یہ ٹھنڈے پانی کا برتن یہاں لٹکا دیتی ہوں (تاکہ ضرورت کے وقت آپ پی سکیں)۔''

جب میں سو گیا تو میں نے خواب میں ایک خوبصورت خاتون کو دیکھا جو آسمان سے اتر رہی تھی۔ میں نے کہا:

''تو کس کے لیے ہے؟''

کہنے لگی:

''اس کے لیے جو ٹھنڈا پانی نہیں پیتا۔''

اس پر میں نے کوزہ لیا اور اسے زمین پر گرا دیا۔ اس کا سارا پانی زمین پر بہہ گیا اور وہ خود بھی ٹوٹ گیا۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ان ٹھیکریوں کو دیکھا کہ شیخ سری سقطی نے ابھی تک نہ انہیں اٹھایا تھا اور نہ چھوا ہی تھا، حتی کہ میں نے ان کو وہاں سے اٹھا کر صفائی کر دی۔

شیخ بشر حافی

بغداد آمد: شیخ ابو نصر بشر بن حارث حافی (ننگے پاؤں رہنے والے) دراصل مرو کے رہائشی تھے بعد میں بغداد آ گئے اور وصال تک یہیں رہے۔

شیخ علی بن خشرم کے بھانجے: شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ شیخ علی بن خشرم کے بھانجے تھے۔

وصال: شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ کا وصال ۲۲۷ ہجری میں ہوا۔

بلند شان والے: شیخ بشر حافی علیہ الرحمہ بڑی شان والے اولیاء میں سے تھے۔

اللہ کے نام کی عزت کرنے کی جزاء: شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ ایک روز جارہے تھے کہ راستے میں ایک کاغذ ملا جس پر اللہ کا نام لکھا ہوا تھا (غالبًا تسمیہ لکھی تھی) اسے لوگوں کے پاؤں نے روندڈالا تھا۔ آپ نے اسے اٹھایا، ایک درہم کی خوشبو خریدی، اس کو لگائی اور ایک دیوار کے سوراخ میں رکھ دیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ ایک منادی ندا کر رہا ہے:

''اے بشر! تو نے میرے نام کو خوشبو لگائی، بیشک میں تیرے افعال کو دنیا اور آخرت میں پاکیزہ بناؤں گا۔''

یہی واقعہ آپ کی توبہ کا سبب بنا۔

اللہ کا فضل وکرم: شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ ایک دفعہ چند افراد کے پاس سے گزرے۔ وہ کہہ رہے تھے:

''یہ شخص رات بھر نہیں سوتا اور دو دن روزہ رکھتا ہے اور فقط ایک دن نہیں رکھتا۔''

شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ آہ وزاری کرنے لگے۔ آپ سے گریہ کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا:

''میں کبھی بھی ساری ساری رات بیدار نہیں رہا اور نہ ہی کبھی ایسا ہوا ہے کہ دن کا روزہ رات کو افطار نہ کیا ہو، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے فعل سے کہیں زیادہ نیکیاں اپنے لطف وکرم سے لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔''

اس کے بعد آپ نے اپنی توبہ کا واقعہ بیان کیا، جو کہ اوپر درج کیا جا چکا۔

اپنے وقت کے صوفیاء کے سردار: شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ایک رات میں خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے نوازا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے بشر! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہارے ساتھیوں سے زیادہ عزت کیوں عطا فرمائی ہے۔؟''

میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! مجھے معلوم نہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے تجھے یہ مرتبہ میری سنت پر عمل کی وجہ سے، صلحاء کی خدمت کرنے کی وجہ سے، اہل اسلام کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی وجہ سے، میرے صحابہ سے عشق کرنے کی وجہ سے اور میرے اہل بیت سے محبت کرنے کی وجہ سے عطا فرمایا ہے۔

ان جیسا ان کے بعد پیدا نہ ہوا: شیخ بلال الخواص علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں اس جنگل سے گزرا جس کا نام تیہ تھا اور جہاں بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے چالیس سال تک قید کیے رکھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص میرے ساتھ ساتھ سفر کر رہا ہے۔ میں اس پر حیران ہوا۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ میں نے عرض کیا:

''اللہ کی قسم بتائیے آپ کون ہیں؟''

انہوں نے فرمایا:

''میں تمہارا بھائی خضر ہوں۔''

میں نے عرض کیا:

''میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔''

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:

''جو سوال کرنا چاہتے ہو کرو!''

میں نے عرض کیا:

''امام شافعی علیہ الرحمۃ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔؟''

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:

''وہ اوتاد (اعلیٰ درجے کے اولیاء اور اہل علم) میں سے تھے۔''

میں نے عرض کیا:

''شیخ بشر حافی کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔؟''

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:

''اس کے بعد اس جیسا آدمی پیدا نہیں ہوا۔''

میں نے عرض کیا:

''کس نیک عمل کی وجہ سے مجھے آپ کی زیارت نصیب ہوئی۔؟''

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:

''ماں کی خدمت واطاعت کی وجہ سے۔''

حضرت بشر حافی کا مال و دولت سے نفرت کرنا: الحضرۃ الشیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ شیخ معافی بن عمران کی رہائش گاہ پر پہنچے اور دروازے پر دستک دی۔ گھر والوں نے پوچھا:

''کون ہے؟''

آپ نے فرمایا:

''بشر حافی ہوں!''

گھر سے ایک بچی نے کہا:

''اگر دو دانگ کا تم اپنے لئے جوتا خرید لو تو لوگ تمہیں حافی (ننگے پاؤں والا) تو نہ کہیں۔''

شیخ ابو عبداللہ بن جلاء کی پسندیدہ شخصیت: شیخ احمد بن علی دمشقی کہتے ہیں کہ شیخ ابو عبداللہ بن جلاء علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''میں نے شیخ ذوالنون مصری کی زیارت کی ہے۔ ان کی باتیں واضح ہوا کرتی تھی۔ میں نے شیخ سہل کی بھی زیارت کی ہے۔ ان کے گفتگو اشارات تھے۔ میں نے شیخ بشر بن حارث حافی سے بھی ملاقات کی ہے۔ ان میں پرہیزگاری تھی۔''

پوچھا گیا:

''ان میں سے آپ کس کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔؟''

شیخ ابو عبداللہ بن الجلاء علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اپنے استاد بشر بن حارث حافی کو۔''

دنیا سے بے اعتنائی اور اس کا اجر: مروی ہے کہ شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ کو کئی سال تک پھل کھانے کی خواہش رہی، لیکن انہوں نے نہ کھایا۔ وفات کے بعد کسی نے انہیں خواب میں دیکھا تو پوچھا:

''آپ کے ساتھ اللہ نے کیا معاملہ فرمایا؟''

شیخ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے معاف فرمادیا اور حکم ارشاد فرمایا: اے بشر حافی! وہ چیز (پھل) جسے تو نے دنیا میں نہیں کھایا تھا خوب سیر ہو کر کھا اور وہ چیز (اعلیٰ مشروبات) جسے تو نے دنیا میں نہیں پیا تھا اب خوب سیر ہو کر پی۔''

بغیر سالن کے روٹی تناول فرمانا: الحضرۃ الشیخ بشر بن حارث حافی علیہا الرحمۃ کا فرمان ہے:

''مجھے چالیس سال سے بھنا ہوا گوشت کھانے کی خواہش تھی، لیکن ابھی تک قیمت پر قادر نہ ہوسکا، اس لیے گوشت بھی نہ کھاسکا۔''

پوچھا گیا:

''آپ کس چیز سے روٹی کھاتے ہیں؟''

فرمایا:

''عافیت کو یاد کر کے اسی کو سالن بنالیتا ہوں۔''

حلال میں اسراف: شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''حلال میں فضول خرچی کی گنجائش نہیں ہوتی۔''

بندوں کے دلوں میں محبت: کسی نے حضرت بشر حافی کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا:

''اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟''

فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے معاف کردیا، نصف جنت کی مجھے اجازت دے دی اور مجھ سے فرمایا: اے بشر! بندوں کے دلوں میں میں نے تمہاری محبت ڈال دی ہے اس کا شکر تم انگاروں پر سجدہ کر کے بھی ادا نہیں کرسکتے۔''

لوگوں کی نظر میں عزت کا طلب گار: شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جس شخص کی یہ آرزو ہو کہ لوگ اس سے محبت کریں ایسا شخص کبھی بھی آخرت کی حلاوت نہیں پاسکتا۔''

شیخ حارث بن اسد محاسبی

بے مثل شخصیت: اسی جماعت اہل تصوف میں سے شیخ ابوعبداللہ حارث بن اسد محاسبی علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔ آپ علم، تقویٰ و ورع، معاملات اور حال کے اعتبار سے اپنے زمانے کی بے مثل شخصیت تھے۔''

بصرہ کے رہائشی اور بغداد آمد: شیخ ابوعبداللہ حارث بن اسد محاسبی علیہ الرحمۃ بصرہ کے رہائشی تھے، لیکن بغداد میں مقیم ہوگئے تھے۔

سرزمین بغداد میں وصال: شیخ ابوعبداللہ حارث بن اسد محاسبی علیہ الرحمۃ کا ۲۴۳ ہجری میں سرزمین بغداد میں وصال ہوا۔

والد کا ترکہ نہ لینا: شیخ ابوعبداللہ حارث بن اسد محاسبی علیہ الرحمۃ کو باپ کی وراثت سے ۷۰ ہزار درہم ملے لیکن انہوں نے ایک بھی نہ لیا، کیونکہ ان کے والد فرقہ ''قدریہ'' سے تعلق رکھتے تھے۔ تقویٰ کے تقاضے کے مطابق آپ نے اس کی میراث میں سے کچھ نہ لیا اور فرمایا:

''میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''دو مختلف ملتوں کے لوگ ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے۔''

(سنن ابی داؤد: ۲۹۱۱) (سنن ابن ماجہ: ۲۷۳۱)

درہم درہم کے محتاج لیکن بد مذہب والد کی وراثت سے کچھ نہ لیا: شیخ محمد بن مسروق علیہ الرحمۃ سے مروی ہے کہ جب شیخ محاسبی نے وفات پائی تو ایک درہم تک کے محتاج تھے، حالانکہ ان کے والد نے بہت سی زمینیں اور جاگیریں چھوڑی تھیں' لیکن انہوں نے اس میں سے کچھ نہ لیا۔

شبہ والی چیز کی پہچان: شیخ محاسبی جب کبھی ایسی چیز کی طرف ہاتھ بڑھاتے جس میں شبہ ہوتا تو آپ کی انگلی کی ایک رگ پھڑکتی۔ آپ سمجھ جاتے اور اس کو استعمال کرنے سے رک جاتے۔

پانچ صلحاء: شیخ ابوعبداللہ بن خفیف علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے کہ شیوخ میں سے ان پانچ صلحاء کی اقتداء کرو اور باقی کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔

شیخ حارث بن اسد محاسبی علیہ الرحمۃ۔

سیدالطائفہ شیخ جنید بن محمد بغدادی علیہ الرحمۃ۔

شیخ ابومحمد رویم علیہ الرحمۃ۔

شیخ ابوالعباس بن عطاء علیہ الرحمۃ

شیخ عمرو بن عثمان مکی علیہ الرحمۃ

کیونکہ یہ لوگ علم اور حقائق دونوں کے جامع تھے۔

اخلاص سے باطن کی اصلاح: شیخ ابوعثمان بلدی کا ارشاد ہے:

''شیخ محاسبی علیہ الرحمۃ نے مراقبہ اور اخلاص کے ساتھ باطن کی اصلاح کی' تو اللہ تعالیٰ نے مجاہدے اور اتباع سنت کی وجہ سے ان کے ظاہر کو مزین فرما دیا۔''

حلال کھانے کی پہچان: سیدالطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے مروی ہے کہ ایک دن شیخ محاسبی علیہ الرحمۃ میرے پاس سے گزرے۔ میں ان میں بھوک کے آثار دیکھ رہا تھا۔ میں نے عرض کیا:

''چچا جان! میرے پاس تشریف لائیں اور کچھ تناول فرمالیں۔''

انہوں نے فرمایا:

''ٹھیک ہے!''

میں آپ کو اپنے گھر لے آیا اور آپ کے سامنے پیش کرنے کے لیے کوئی چیز تلاش کرنے لگا۔ گھر میں کہیں سے شادی کا کھانا آیا ہوا تھا۔ میں نے وہ ان کے سامنے پیش کر دیا۔ انہوں نے ایک لقمہ لیا اور اسے منہ میں کئی بار گھمایا۔ پھر اٹھے اور اس لقمہ کو گھر کی دہلیز پر پھینک ڈالا اور چلے گئے۔ کئی دنوں کے بعد میری ان سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے اس فعل کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے:

''مجھے بھوک لگ رہی تھی اور میں نے چاہا کہ تمہارا کھانا کھا کر تمہیں خوش کر دوں اور تمہارا دل رکھوں، لیکن میرے اور اللہ کے درمیان ایک عہد ہے کہ وہ مجھے ایسا کھانا نہ کھلائے گا جس میں کوئی شبہ ہو اور میرے لئے نگلنا ممکن نہ ہو۔''

پھر پوچھا:

''تمہارے پاس یہ کھانا کہاں سے آیا تھا؟''

میں نے عرض کیا:

''پڑوس میں شادی تھی وہیں سے آیا تھا۔''

میں نے عرض کیا:
''آج تشریف لے آئیں!''
فرمانے لگے:
''ٹھیک ہے۔میں نے اپنا روٹی کا ایک سوکھا ہوا ٹکڑا پیش کر دیا۔آپ نے اسے کھایا اور فرمایا:
''جب کسی درویش کو کھانا دو تو ایسا حلال کھانا دیا کرو۔''

الحضرۃ الشیخ داؤد طائی

صاحب لیاقت صوفی: شیخ ابو سلیمان داؤد بن نصیر الطائی علیہ الرحمۃ صاحب لیاقت صوفی تھے۔

بیس دینار کو بیس سال میں خرچ کرنا: یوسف بن سباط سے مروی ہے کہ شیخ داؤد طائی کو وراثت میں بیس ۲۰ دینار ملے' جنہیں انہوں نے بیس سال میں خرچ کیا۔

انتہائی زہد کی وجوہ: شیخ داود طائی علیہ الرحمۃ کے زہد کو انتہاء درجہ اپنانے کی کئی وجہ تھی۔کئی واقعات اس کے اسباب قرار دیئے جاتے ہیں۔

پہلی وجہ: میں (شیخ ابوالقاسم القشیری) نے استاد ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ سے سنا کہ شیخ داؤد طائی علیہ الرحمۃ کے زاہد بننے کی وجہ یہ تھی کہ آپ دوران سفر شہر بغداد سے گزرا کرتے تھے۔ایک روز شہر بغداد سے گزر رہے تھے کہ ایک راہ گیر آپ کو زبردستی شیخ حمید طوسی کے سامنے لے آیا۔شیخ داؤد طائی علیہ الرحمۃ نے جب شیخ حمید کو دیکھا تو فرمایا:
''دنیا پر افسوس! دنیا میں حمید تجھ سے آگے نکل گیا۔''
پھر گھر ہی کے ہو گئے اور مجاہدہ و عبادت میں مشغول ہو گئے۔

دوسری وجہ: میں (امام قشیری) نے بغداد میں ایک صوفی سے سنا جو کہتا تھا کہ شیخ داؤد طائی علیہ الرحمۃ کے زہد کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ایک نوحہ کرنے والی عورت کو ماتم کرتے ہوئے یہ شعر پڑھتے سنا:

بای خدیك تبدی البلی
وای عنینك اذا سال

''اے میرے پیارے دوست! تمہارا کون سا رخسار بوسیدہ ہوا ہے اور کون سی آنکھ بہہ گئی۔''

تیسری وجہ: بعض صلحاء نے شیخ داؤد طائی علیہ الرحمۃ کے زہد کا سبب امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے صحبت کو قرار دیا ہے۔ایک روز امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے شیخ داؤد طائی علیہ الرحمۃ سے فرمایا:
''اے ابو سلیمان! ہم نے ساز و سامان کو مضبوطی سے مزین کر لیا ہے۔''
شیخ داؤد طائی نے عرض کیا:
''اب کس چیز کی ضرورت ہے۔؟''
امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''اس پر عمل کرنا۔''
شیخ داؤد طائی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی یہ بات سن کر میرے نفس نے مجھے گوشہ نشینی کی طرف کھینچا،

مگر دل نے کہا:

''اس وقت تک گوشہ میں نہ جانا جب تک ان کی مجلس میں نہ بیٹھ لو اور بشرطیکہ کسی مسئلہ میں گفتگو نہ کرنا۔''

میں ایک سال تک امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی مجالس میں بیٹھا، مگر کسی بھی مسئلے میں گفتگو نہ کی۔ کئی ایک مسائل ذہن میں آئے اور میں بات کرنے کا اس سے بھی زیادہ مشتاق ہوتا' جتنا کہ ایک پیاسا ٹھنڈے پانی کا مشتاق ہوتا ہے، مگر اس کے باوجود میں نہیں بولتا تھا۔ جنید نامی حجام نے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کو سینگھی لگائی تو انہوں نے اسے ایک دینار دیا۔ کسی نے کہا:

''یہ تو اسراف ہے۔''

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''جس شخص میں مروت نہیں پائی جاتی اس کی کوئی عبادت مقبول نہیں ہوتی۔''

رات کی دعا: شیخ داؤد طائی علیہ الرحمۃ رات کو یوں دعا کیا کرتے تھے:

''اے اللہ! تیرے غم نے تمام دنیاوی غموں کو معطل کر دیا ہے اور یہ غم میرے اور میری نیند کے درمیان رکاوٹ ہیں۔''

کھانے کی خواہش: اسماعیل بن زیاد الطائی سے مروی ہے کہ شیخ داؤد طائی کی دایہ نے ان سے کہا:

''کیا تجھے روٹی کی خواہش نہیں ہوتی؟''

انہوں نے جواب دیا:

''روٹی کھانے اور اس کے ٹکڑوں کو نگلنے پر جتنا وقت لگتا ہے اتنے وقت میں پچاس آیات کی تلاوت کی جاسکتی ہیں۔''

وصال کے وقت: شیخ داؤد طائی کے وصال کے وقت ایک صالح نے انہیں خواب میں دیکھا تو عرض کیا:

''کیا بات ہے؟ دوڑے جارہے ہو؟''

فرمایا:

''ابھی ابھی چھٹکارا پا کر آرہا ہوں۔''

پھر اس کے بعد اس شخص کی آنکھ کھل گئی اور رونے اور چیخنے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اس نے غور سے سنا تو لوگ کہہ رہے تھے:

''داؤد طائی کا وصال ہو گیا۔''

موت کا لشکر: شیخ داؤد طائی علیہ الرحمۃ سے عرض کیا گیا:

''کوئی نصیحت کریں۔''

آپ نے فرمایا:

''موت کا لشکر تمہارا انتظار کر رہا ہے۔''

نفس کی خواہش والا کام: ایک شخص حضرت داؤد طائی علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ پانی کے مشکیزے پر دھوپ کی تمازت پڑ رہی ہے تو اس نے عرض کیا:

''آپ اسے سایہ میں کیوں نہیں کر دیتے؟''

شیخ نے فرمایا:

''جب میں نے اسے یہاں رکھا تھا اس وقت یہاں دھوپ نہ تھی اور مجھے حیاء آتی ہے کہ میں ایسے کام کے لئے قدم اٹھاؤں جس میں نفس کی خواہش پائی جاتی ہو۔''

فضول نظر ڈالنا: ایک آدمی شیخ داؤ دطائی علیہ الرحمۃ کے پاس آیا اوران کو دیکھنے لگا۔ شیخ نے فرمایا:

''کیا آپ کوعلم نہیں کہ صلحاء فضول نظروں کو بھی برا سمجھتے ہیں جیسا کہ وہ فضول کلام کو برا سمجھتے ہیں۔''

بہترین نصیحت: شیخ ابوالربیع واسطی سے مروی ہے کہ میں نے شیخ داؤ دطائی علیہ الرحمۃ سے عرض کیا:

''مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔!''

شیخ نے فرمایا:

''دنیا کا روزہ موت سے کھولنا اور لوگوں سے اسی طرح بھاگو جس طرح درندوں سے بھاگتے ہو۔''

الشیخ شقیق بلخی

خراسان کے رہائشی: شیخ ابوعلی شقیق بن ابراہیم بلخی علیہ الرحمۃ خراسان کے مشائخ میں سے ہیں۔

جمیع کلام توکل سے متعلق: شیخ ابوعلی شقیق بن ابراہیم بلخی علیہ الرحمۃ کا جمیع کلام توکل سے متعلق ہے۔

حاتم اصم کے استاذ: شیخ ابوعلی شقیق بن ابراہیم بلخی علیہ الرحمۃ حاتم اصم کے استاذ تھے۔

زہد اختیار کرنے کی وجہ: شیخ ابوعلی شقیق بن ابراہیم بلخی علیہ الرحمۃ کے تائب ہونے کا سبب یہ ہے کہ آپ کا تعلق ایک مالدار خاندان سے تھا۔ آپ تجارت کے لئے ترکستان گئے اور ابھی نوخیز تھے۔ وہاں بت خانہ میں گئے۔ ایک پجاری کو دیکھا جس نے سر اور داڑھی منڈا رکھی تھی اور ارغوانی رنگ کے کپڑے پہن رکھے تھے۔ شیخ شقیق بلخی نے خادم سے کہا:

''تمہارا پیدا کرنے والا عالم اور قادر اور حیّ ذات ہے، اس کی عبادت کرو اور ان بتوں کی عبادت نہ کرو! یہ نہ نفع پہنچا سکتے ہیں، نہ نقصان۔''

بت خانے کے خادم نے کہا:

''اگر واقعتاً ایسی ہی بات ہے جو تو نے کہی ہے تو وہ اس بات پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ وہ تجھے تیرے ہی شہر میں روزی دیدے۔ تو تجارت کی مشقت اٹھا کر یہاں کیوں آیا ہے؟''

ان الفاظ کو سن کر شیخ شقیق چونک پڑے اور زہد کا راستہ اختیار فرما لیا۔

ایک غلام کی بات سے نصیحت: بعض صلحاء کا ارشاد ہے کہ شیخ شقیق بلخی علیہ الرحمۃ نے قحط کے زمانے میں ایک غلام کو کھیلتے اور اچھلتے دیکھا' حالانکہ لوگ قحط کی وجہ سے بہت مصیبت میں تھے۔ شیخ شقیق بلخی علیہ الرحمۃ نے اس غلام سے فرمایا:

''کیا وجہ ہے؟ تم اس قدر خوش کیوں ہو۔؟ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ لوگ اس قحط کے سبب کس قدر پریشان حال ہیں؟''

غلام نے کہا:

''مجھے اس قحط کا کیا غم ہے؟ جب میرے آقا کے پاس ایک پورا گاؤں ہے' جس سے اس کو اس قدر آمدنی ہوتی ہے جو ہماری ضرورت کے لیے کافی ہوتی ہے۔''

شیخ شقیق بلخی علیہ الرحمۃ نے سوچا کہ اس کے آقا کے پاس ایک گاؤں ہے اس لیے اسے روزی کی فکر نہیں، حالانکہ وہ بھی مخلوق ہے او رمحتاج بھی، تو اس کے باوجود یہ کیسے مناسب ہوسکتا ہے کہ ایک مسلمان اپنی روزی کی فکر کرے، حالانکہ اس کا رب ساری کائنات کا مالک ہے اور کسی کا محتاج بھی نہیں۔''

حاکم بلخ اور شیخ شقیق کی ضمانت: شیخ حاتم اصم کہتے ہیں کہ شیخ شقیق بلخی صاحب مال افراد میں سے تھے۔ خود بھی نوجوان تھے

اور اکثر نوجوانوں کی محافل ومجالس میں رہتے تھے۔آپ کے زمانہ میں شہر بلخ کا حاکم علی بن عیسی بن مہان تھا۔حاکم کو شکاری کتوں سے بڑا لگاؤ تھا۔ایک دفعہ حاکم کے شکاری کتوں میں سے ایک کتا گم ہو گیا۔

حاکم کو بتایا گیا کہ اس کا کتا فلاں آدمی کے پاس ہے، جو شقیق بلخی کے پڑوس میں رہتا تھا۔''

حاکم نے اس شخص کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔جب داروغہ اپنے ساتھیوں کو لے کر اس کے گھر پہنچا تو اس آدمی نے شیخ شقیق کے ہاں پناہ لی۔شیخ شقیق حاکم بلخ کے پاس گئے اور کہا:

''تمہارا کتا تو میرے پاس ہے۔لہٰذا اس آدمی کا پیچھا چھوڑ دو۔میں تین دن کے اندر واپس کر دوں گا۔''

چنانچہ اس آدمی کو چھوڑ دیا گیا۔شیخ شقیق بلخی گھر واپس آ کر بہت فکر مند ہوئے، یہاں تک کہ تیسرا دن بھی آ گیا۔شیخ شقیق کا ایک دوست بلخ سے باہر کہیں سفر پر گیا ہوا تھا، یہ کتوں کا بہت شوقین تھا۔جب یہ بلخ واپس آ رہا تھا کہ راستہ میں اسے ایک کتا دکھائی دیا جس کے گلے میں پٹہ تھا۔اس نے اسے اس نیت سے کہ وہ شیخ شقیق کو تحفہ دے گا، پکڑ لیا۔چنانچہ جب وہ کتا لایا تو شیخ شقیق نے غور سے دیکھا تو وہی امیر کا کتا تھا۔یہ دیکھ کر شیخ شقیق خوش ہوئے اور جا کر امیر کو دیدیا اور ضمانت سے پیچھا چھڑایا۔اللہ تعالیٰ کی توفیق کے سبب شیخ شقیق اس واقعہ کی وجہ سے غفلت سے بیدار ہوئے اور اپنے اعمال سے توبہ کرتے ہوئے زہد کا راستہ اختیار کیا۔

شب زفاف: شیخ حاتم اصم علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ شیخ شقیق بلخی علیہ الرحمۃ ایک جنگ میں ترکوں سے لڑ رہے تھے۔سر کٹ کٹ کر گر رہے تھے اور تلواریں ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہی تھیں۔اس حالت میں شیخ شقیق بلخی نے فرمایا:

''حاتم! آج اپنے آپ کو کیسے پا رہے ہو؟ کیا یہ ایسی خوشی ہی نہیں جو شب زفاف میں تھی!''

میں نے عرض کیا:

''اللہ کی قسم! ہرگز نہیں!''

شیخ نے فرمایا:

''مگر اللہ کی قسم! میں ویسا ہی محسوس کر رہا ہوں جیسا اس رات کو محسوس کر رہا تھا۔''

یہ فرما کر آپ اپنی ڈھال سر کے نیچے رکھ کر لڑنے والے لوگوں کی دونوں صفوں کے درمیان سو گئے۔یہاں تک کہ خراٹوں کی آواز آنے لگی۔

کسی بھی آدمی کی حقیقت معلوم کرنے کا ذریعہ: شیخ شقیق بلخی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جب تم کسی شخص کی حقیقت معلوم کرنا چاہو تو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے کیا وعدہ فرمایا ہے اور دنیا نے کیا وعدہ کیا ہے۔؟ پھر یہ معلوم کرو کہ اس کا اعتماد دونوں میں سے کس پر ہے، وہی اس کی حقیقت ہو گی۔(اگر اس کا اعتماد وعدہ الٰہی پر ہے تو وہ نیک وصالح ہے اور اگر وہ دنیا پر اعتماد کرتا ہے تو وہ بے عمل اور جاہل ہے۔)''

تقویٰ معلوم کرنے کے ذرائع: شیخ شقیق بلخی علیہ الرحمۃ کا قول ہے:

''انسان کا تقویٰ تین چیزوں سے معلوم ہو جاتا ہے: اول: کیا حاصل کرتا ہے؟ دوم: کن چیزوں سے اجتناب کرتا ہے؟ سوم: کس قسم کی باتیں کرتا ہے؟''

الحضرۃ الشیخ ابایزید بسطامی

مشہور ترین شخصیت: ان صلحاء اور مشہور صوفیاء میں سے نامور صوفی ابایزید بن طیفور بن عیسی البسطامی علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔

دادا کا قبول اسلام: ان کے دادا نے مجوسیت کو ترک کر کے اسلام قبول کیا تھا۔
تین بھائی: شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ تین بھائی تھے:
1: شیخ آدم۔ 2: شیخ طیفور 3: شیخ علی۔
یہ تینوں بڑے پائے کے زاہد اور عابد تھے۔ ان میں ابو یزید بسطامی علیہ الرحمۃ سب سے زیادہ عبادت گزار اور جلیل القدر ولی تھے۔

سن وصال: شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا وصال ۲۶۱ ہجری میں ہوا اور بعض اہل تاریخ کے مطابق آپ کا وصال ۲۳۴ ہجری میں ہوا۔

حصول معرفت کا ذریعہ: شیخ حسن بن علی فرماتے ہیں کہ جب شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا:
''یہ بتائیے کہ آپ کو معرفت کیسے حاصل ہوئی؟''
شیخ نے فرمایا:
''پیٹ کو (زیادہ کھانے سے) بھوکا اور بدن کو (اعلیٰ لباس سے) ننگا رکھ کر۔''
تیس سال تک مجاہدہ اور سب سے مشکل چیز: شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''میں تیس سال تک مجاہدہ کرتا رہا، مگر میں نے علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے سے بڑھ کر کسی چیز کو مشکل نہیں پایا۔ اگر علماء میں اختلاف نہ ہوتا تو میں ایک ہی اجتہاد پر رہ جاتا۔ مسئلہ تجرید توحید کے علاوہ دوسرے مسائل میں علماء کا اختلاف باعث رحمت ہے۔''
تحفیظ قرآن مجید: وصال سے پہلے شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے مکمل قرآن مجید حفظ فرمالیا تھا۔
اتباع رسول کی اہمیت: عمی بسطامی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ ان سے شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''آئیں اس شخص کے پاس جاتے ہیں جس نے اپنے آپ کو ولی مشہور کر رکھا ہے۔''
جس آدمی کا شیخ نے فرمایا تھا وہ آدمی لوگوں میں اپنے زہد کی وجہ سے مشہور تھا۔ قرب وجوار اور دور دراز سے لوگ اس کے پاس آتے تھے۔ جب ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ اپنے حجرے سے نکلا، مسجد میں داخل ہوا اور قبلہ کی جانب تھوک پھینکا۔ یہ دیکھنا تھا کہ شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ واپس لوٹ آئے، حتیٰ کہ اسے سلام تک بھی نہ کیا۔ آپ نے فرمایا:
''یہ شخص تو آداب نبوی میں سے کسی ایک ادب کا بھی امانتدار اور امین نہیں ہے، ولایت کا امین کیسے ہوسکتا ہے جس کا یہ دعوے دار ہے؟''

دو درخواستیں: شیخ ابویزید بسطامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''میں نے ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے عرض کروں کہ مجھے دستر خوان (لذت والے کھانوں) اور عورتوں کی مصیبت سے نجات عطا فرمادے۔ پھر خیال کیا کہ میرے لئے یہ درخواست کرنا درست نہیں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسی درخواست نہیں کی، لہٰذا میں نے یہ درخواست نہیں کی۔ پھر مجھے اللہ نے عورتوں سے اس قدر بچالیا کہ میرے وہم خیال میں بھی نہیں آتا تھا کہ یہ عورت میرے سامنے ہے یا دیوار۔''
چار دن زہد: عمی بسطامی اپنے والد سے روایت نقل کرتے ہیں کہ میں نے شیخ ابویزید بسطامی علیہ الرحمۃ سے معرفت اور زہد کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا:

''زہد کی کوئی منزل نہیں۔''

میں نے عرض کیا:

''کیوں؟''

فرمایا:

''اس وجہ سے کہ میں صرف تین دن تک زہد میں رہا' چوتھا دن آیا تو میں اس سے رخصت ہوگیا۔ پہلے دن میں نے دنیا و مافیہا سے زہد کیا۔ دوسرے دن میں نے آخرت و مافیہا سے زہد کیا اور تیسرے دن اللہ کے ماسوی سے زہد کیا' جب چوتھا دن آیا تو اللہ کے سوا کچھ باقی نہ رہا' تو میں دیوانہ وار پھیرنے لگا۔ اچانک ہاتف کی آواز آئی: اے بایزید! تو ہمارے ساتھ رہنے کی سکت نہیں رکھ سکتا۔ میں نے کہا: میں بھی چاہتا ہوں۔ پھر ایک شخص کو سنا جو یہ کہہ رہا تھا تو نے اپنا مقصد پالیا۔''

آسان اور مشکل ترین کام: شیخ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''آپ کو راہ الٰہی میں کون کون سے مشکل چیزیں برداشت کرنی پڑیں؟''

فرمایا:

''مشکلات کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔''

پوچھا گیا:

''آپ نے سب سے آسان کون سی چیز دیکھی؟''

فرمایا:

''میں نے نفس کو عبادت کی دعوت دی' مگر اس نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا' تو میں نے اس کے بدلے اسے ایک سال تک (سیر ہو کر) پانی نہ دیا۔''

نماز کی ادائیگی کی حالت: شیخ ابو یزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''میں تیس سال سے اس حالت میں ہوں کہ میں نماز ادا کرتا ہوں' مگر نماز کے وقت میں یہ اعتقاد اپنے قلب میں رکھتا ہوں کہ میں گویا ابھی مجوسی ہوں اور اپنا زنار کاٹنا چاہتا ہوں۔''

طریقت کی حقیقت بھی شریعت ہے: شیخ موسیٰ بن عیسیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ شیخ ابو یزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''تم کسی آدمی کو دیکھو کہ اسے کرامات دی گئی ہیں، یہاں تک کہ دیکھو کہ وہ ہوا میں اڑتا پھرتا ہے، پھر بھی تم اس سے دھوکا نہ کھانا، یہاں تک کہ تم یہ نہ دیکھ لو کہ وہ اوامر اور نواہی اور حدود اللہ کی محافظت اور شریعت کی ادائیگی میں کیسا ہے۔''

حالت نو بلوغت میں زبان سے ایک لفظ نکلنے پر شرمندگی کی حالت: عمی بسطامی کہتے ہیں کہ میرے والد نے بیان کیا کہ ایک رات شیخ ابایزید بسطامی دیوار پر اللہ کی یاد کے لئے گئے، مگر صبح تک کوئی ذکر نہ کر سکے۔ میں نے عرض کیا:

''ذکر نہ کر سکنے کی وجہ کیا ہے۔؟''

جواباً فرمایا:

''بچپن میں ایک لفظ زبان پر جاری ہو گیا تھا وہ یاد آگیا تھا۔ اس لئے شرم آئی کہ اسی زبان سے اللہ کی یاد کروں۔''

شیخ سہل تستری

تقویٰ میں بے مثل: شیخ ابو محمد سہل بن عبداللہ تستری علیہ الرحمۃ صوفیاء کے ائمہ میں سے تھے۔ آپ معاملات اور تقویٰ میں اپنی مثل نہ رکھتے تھے۔

صاحب کرامت بزرگ: شیخ سہل تستری علیہ الرحمۃ صاحب کرامات تھے۔

شیخ ذوالنون مصری سے ملاقات: جس سال حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ حج کے لئے گئے تو ان سے مکہ میں شیخ سہل تستری کی بھی ملاقات ہوئی۔

وصال: شیخ ابو محمد سہل تستری کے وصال سے متعلق دو اقوال ہیں۔ اصح قول کے مطابق آپ کا وصال ۲۷۳ ہجری میں ہوا۔

شیخ سہل کے ماموں: شیخ سہل تستری فرماتے ہیں کہ جب میری عمر تین سال تھی اس وقت میں اپنے ماموں کے پاس رہتا تھا۔ میں رات کو جاگ کر اپنے ماموں محمد بن سوار کی نماز کو ملاحظہ کرتا تھا۔ میرے ماموں رات کو نماز کے لئے اٹھتے تھے اور بسا اوقات کہتے:

''اے سہل! جا! سو جا! میرا دل تیری طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔''

ماموں کی نصیحتیں اور زہد کی تعلیم: شیخ عبداللہ بن عبدالحمید کہتے ہیں کہ شیخ سہل تستری علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میرے ماموں نے ایک روز کہا:

''کیا تو اپنے اللہ کو یاد نہیں کرتا جس نے تم کو پیدا کیا ہے؟''

میں نے عرض کیا:

''میں اسے کیسے یاد کروں؟''

ماموں جان نے فرمایا کہ جب تو اپنے کپڑوں میں پلٹے تو زبان کو حرکت دیے بغیر تین بار دل سے کہہ:

((اللہ معی، اللہ ناظر الی، اللہ شاھد علی))

''اللہ میرے ساتھ ہے، اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور اللہ مجھ پر گواہ ہے۔''

شیخ سہل تستری فرماتے ہیں کہ میں نے تین راتوں تک ایسا کیا۔ پھر اپنے ماموں کو بتایا تو انہوں نے فرمایا:

''اب ہر رات سات بار کہا کرو۔''

میں نے ایسا کیا۔ پھر ان کو بتایا تو انہوں نے فرمایا:

''اب ہر رات گیارہ بار کہا کرو۔''

میں یہ وظیفہ رات میں گیارہ مرتبہ کرنے لگا۔ اس سے میرے دل میں لذت و حلاوت پیدا ہو گئی۔ اسی طرح ایک سال گزر گیا تو میرے ماموں نے فرمایا:

''جو وظیفہ میں نے تمہیں تعلیم دیا ہے اسے محفوظ رکھو! اس پر تاحیات قائم رہو۔ یہ تم کو دنیا و آخرت میں فائدہ دے گا۔''

شیخ سہل تستری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں کئی سال تک ایسا کرتا رہا۔ اس کی وجہ سے مجھے اپنے باطن میں لذت و حلاوت محسوس ہوتی تھی۔ پھر ایک دن میرے ماموں نے فرمایا:

''اے سہل! جس شخص کے ساتھ اللہ ہو اور وہ اسے دیکھ بھی رہا ہو، اور اس پر گواہ بھی ہو، کیا وہ شخص اللہ کی نافرمانی کرے گا؟ اس لیے

معصیت اور اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہو۔''

درس وتدریس: شیخ سہل تستری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب میں نے بچپن میں خلوت اختیار کی تو گھر والوں نے مدرسہ میں بھیج دیا۔ میں نے کہا:

''مجھے ڈر ہے کہ کہیں میرے غم اور افکار منتشر نہ ہونے لگیں۔ لہٰذا میں معلم کے پاس اس شرط پر جانے لگا کہ تھوڑی دیر جاؤں گا اور پھر واپس پلٹ آؤں گا۔''

چنانچہ میں مدرسہ گیا اور چھ سات برس کی عمر میں قرآن حفظ کیا اور میں سال بھر روزہ رکھتا اور جو کی روٹی کھاتا' یہاں تک کہ میری عمر بارہ سال ہوگئی۔

شیخ ابوحبیب کی مصاحبت: شیخ سہل تستری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''جب میری عمر تیرہ برس کی ہوگئی تو ایک مسئلہ کے درپیش ہونے کے سلسلہ میں گھر والوں سے میں نے درخواست کی کہ مجھے بصرہ بھیج دیں، تاکہ اس مسئلہ کو دریافت کرسکوں۔ چنانچہ میں نے بصرہ پہنچ کر وہاں کے علماء سے وہ مسئلہ دریافت کیا۔ کسی سے مجھے تسلی بخش جواب نہ ملا' تو میں عبادان (خلیج عربی پر واقع ایک جگہ کا نام ہے) کی طرف نکل گیا۔ وہاں شیخ ابوحبیب حمزہ بن عبداللہ العبادانی سے ملا۔ انہوں نے اس مسئلہ کا جواب دیا۔ ایک مدت تک میں ان کے پاس رہا۔ ان کے کلام سے میں بہت فائدہ حاصل کرتا رہا اور ان کے آداب کو میں نے اپنالیا۔''

مجاہدہ کی کیفیت: شیخ سہل تستری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''کافی عرصہ شیخ ابوحبیب علیہ الرحمۃ کے پاس ٹھہرنے کے بعد میں تستر لوٹ آیا اور اپنی خوراک کو بہت زیادہ کم کردیا۔ اس طرح کہ ایک درہم کا جو خرید لیا جاتا اسے پیس لیا جاتا اور روٹی پکالی جاتی اور میں ہر رات صرف اوقیہ بھر روکھی روٹی سے جس کے ساتھ نہ نمک ہوتا اور نہ سالن افطار کرتا۔ چنانچہ میرے لئے ایک درہم سال بھر کے لئے کافی ہوتا۔ اس کے بعد میں نے تین راتوں کے بعد افطار کرنے کا عزم کرلیا' پھر بڑھاتے بڑھاتے پانچ کیا' پھر سات' پھر پچیس۔ اسی طرح میں نے بیس سال گزارے۔''

سیاحت: شیخ سہل تستری فرماتے ہیں:

''کئی سال مجاہدہ کرنے کے بعد میں نے کئی سال سیر وسیاحت میں گزارے۔''

رات بھر قیام: شیخ سہل تستری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''سیر وسیاحت سے جب دل اچاٹ ہوگیا تو میں تستر لوٹ آیا اور اب میں رات بھر قیام میں رہتا ہوں۔''

نفس پرستی اور نفس کی مخالفت:

نصر بن احمد سے منقول ہے کہ شیخ سہل تستری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''ہر وہ کام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے بغیر کیا جائے، خواہ وہ عبادت ہو یا معصیت وہ نفس پرستی ہے۔ اور اسی طرح ہر وہ فعل آدمی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں کرے وہ نفس کے لئے عذاب ہے۔''

شیخ عبدالرحمٰن دارانی

دارانی کہنے کی وجہ: شیخ ابوسلیمان عبدالرحمٰن بن عطیہ دارانی علیہ الرحمۃ انہی اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ آپ کیونکہ داران کے رہنے والے تھے جو کہ دمشق کی ایک بستی ہے اس لیے آپ کو دارانی کہا جاتا ہے۔

وصال: شیخ ابوسلیمان عبدالرحمٰن بن عطیہ دارانی علیہ الرحمۃ کا وصال ۲۱۵ ہجری میں ہوا۔

نیکی اور برائی...... جزاء اور سزا: شیخ احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''جو دن کے وقت کوئی نیک کام کرے گا اسے اسی رات جزا دیدی جاتی ہے اور جو رات کو کوئی نیک عمل کرتا ہے تو اسے دن میں جزا دیدی جاتی ہے اور جو صدق دل سے خواہشات کو چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ ان خواہشات کو اس کے دل سے نکال دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ مہربان ہے کہ وہ کسی دل کو اس کی اس خواہش کی وجہ سے عذاب دے جو اللہ کی خاطر ترک کی گئی ہو۔''

دنیا کا ٹھکانہ بننے والا دل: شیخ ابوسلیمان دارانی کا فرمان ہے

''جو دل دنیا کا ٹھکانہ بن جاتا ہے آخرت وہاں سے کوچ کر جاتی ہے۔''

جو نکتہ صوفیاء قرآن وسنت کے مطابق نہیں وہ قابل قبول نہیں: سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شیخ ابو سلیمان دارانی نے فرمایا:

''بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ میرے قلب پر صوفیاء کے نکات معرفت وارد ہوتے ہیں، اور کئی دنوں تک ایسا عمل ہوتا رہتا ہے، مگر جب تک کتاب وسنت کے دونوں عادل گواہ اس کی تائید نہ کریں میں انہیں قبول نہیں کرتا۔''

بہترین عمل: شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''خواہشات نفس کی مخالفت کرنا بہترین عمل ہے۔''

اللہ کی بارگاہ میں رونے کی اہمیت: شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''ہر چیز کی نشانی ہوتی ہے اور رسوائی وذلت کی نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گریہ کرنا چھوڑ دیا جائے۔

پیٹ بھر کر کھانے کی مذمت: شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''ہر چیز کا زنگ ہوتا ہے اور قلوب کا زنگ پیٹ بھر کر کھانا ہے۔''

اللہ سے غافل کرنے والی چیز منحوس ہے: شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''ہر وہ چیز منحوس ہے جو اللہ سے غافل کردے، خواہ وہ گھربار ہو یا اولاد۔''

دونوں ہاتھوں سے دعا مانگنا: شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں سخت سردیوں کی ایک رات میں مصروف عبادت تھا۔ سخت سردی سے میں بے چین ہوگیا۔ دعا کرتے ہوئے میں نے ایک ہاتھ سردی کی وجہ سے چادر میں چھپالیا اور دوسرا ہاتھ پھیلائے رکھا۔ اسی دوران مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا جس پر ہاتف کی آواز آئی:

''اے ابوسلیمان! ہم نے اس ہاتھ میں کچھ رکھ دیا ہے جو اسے مل گیا ہے۔ اگر دوسرا ہاتھ بھی ہوتا تو اس میں بھی کچھ رکھ دیتے۔''

شیخ فرماتے ہیں:

''اس وقت میں نے قسم کھالی کہ ہمیشہ دونوں ہاتھ پھیلا کر دعا مانگا کروں گا، چاہے گرمی ہو یا سردی۔''

وظیفہ کیے بغیر سونا: شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''میں ایک مرتبہ اپنا وظیفہ کیے بغیر سوگیا۔ خواب میں دیکھا کہ ایک حور مجھے کہہ رہی ہے: کیا تو سو رہا ہے؟ حالانکہ مجھے تمہارے لئے پانچ سو سال سے ان خیموں میں پرورش کیا جارہا ہے!''

شیخ دارانی کا تقویٰ: شیخ احمد بن ابی الحواری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز شیخ ابوسلیمان دارانی کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ شیخ گریہ کررہے ہیں۔ میں نے عرض کیا:

"گریہ کا سبب کیا ہے۔؟"

شیخ دارانی نے فرمایا کہ احمد! میں کیوں نہ گریہ کروں؟ حالانکہ جب رات پر تاریکی چھا جاتی ہے اور لوگ سو جاتے ہیں تو ہر حبیب اپنے محبوب کے ساتھ خلوت میں چلا جاتا ہے اور اہل صحبت اپنے پاؤں پھیلا لیتے ہیں اور ان کے رخساروں پر آنسو آجاتے ہیں اور محرابوں میں قطرے گرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ توجہ فرماتا ہے اور حضرت جبرائیل سے فرماتا ہے:

"اے جبرائیل! جو لوگ میرے کلام سے لذت حاصل کرتے ہیں اور میرے ذکر سے راحت وسکون محسوس کرتے ہیں وہ میری نگاہ میں ہیں۔ ان کی خلوت گاہوں میں میں ان کو دیکھتا ہوں، ان کی آہ وزاری سنتا ہوں اور رونے کو دیکھتا ہوں۔ اے جبرائیل! تو پکار کر کیوں نہیں پوچھتا کہ یہ رونا کیسا؟ کیا کبھی کوئی حبیب اپنے محبوب کو عذاب دیتا ہے۔؟ میرے لئے کیا یہ مناسب ہے کہ میں ان لوگوں کی گرفت کروں جو رات ہوتے ہی میرے آگے چاپلوسی کرتے ہیں۔ مجھے اپنی ذات کی قسم! جب یہ لوگ قیامت کے دن میرے پاس آئیں گے تو ان کے لیے اپنے وجہ (چہرہ۔ جس طرح اس کی شان کے لائق ہے) سے پردہ اٹھاؤں گا تاکہ وہ مجھے دیکھ لیں اور میں انہیں دیکھ لوں۔"

شیخ حاتم اصم

عظیم ولی: شیخ ابوعبدالرحمٰن حاتم بن علوان علیہ الرحمۃ انہی مشہور صوفیاء کرام اور اولیائے عظام میں سے ہیں۔

نام: شیخ ابوعبدالرحمٰن کو حاتم بن علوان اور حاتم بن یوسف الاصم بھی کہا جاتا ہے۔

خراسان کے اکابر: شیخ ابوعبدالرحمٰن حاتم بن علوان اصم ملک خراسان کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔

شیخ شقیق بلخی کے شاگرد: شیخ حاتم اصم علیہ الرحمۃ شیخ شقیق بلخی علیہ الرحمۃ کے شاگرد تھے۔

احمد بن خضرویہ کے استاذ: شیخ حاتم اصم علیہ الرحمۃ شیخ احمد بن خضرویہ علیہ الرحمۃ کے استاد تھے۔

اصم (بہرا) کہلانے کی وجہ: کہا جاتا ہے کہ شیخ ابوعبدالرحمٰن حاتم اصم دراصل بہرے (اصم) نہ تھے' ایک دن جان بوجھ کر بہرے بنے' پھر ان کا یہی نام پڑ گیا۔

استاد ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ایک خاتون شیخ حاتم اصم سے ایک مسئلہ پوچھنے کے لیے آئی۔ اتفاقاً اس وقت اس کی ہوا خارج ہو گئی جس سے وہ شرمندہ ہو گئی۔ شیخ حاتم اصم علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"اور بلند آواز سے کہو۔"

ایسا ظاہر کیا جیسا کہ آپ بہرے ہیں۔ وہ خاتون بہت خوش ہوئی اور سمجھی کہ آپ نے آواز نہیں سنی۔ اسی وجہ سے انہیں اصم (بہرہ) کہا جانے لگا۔

شیطان کے سوال اور شیخ اصم کے جواب: حامد اللفاف کہتے ہیں کہ شیخ حاتم اصم علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"ہر روز مجھے شیطان کہتا ہے: تو کیا کھائے گا؟ کیا پہنے گا؟ اور کہاں رہے گا؟ میں جواباً کہتا ہوں: موت کھاؤں گا، کفن پہنوں گا اور قبر میں رہوں گا۔"

یوم عافیت: شیخ حامد اللفاف کہتے ہیں کہ شیخ حاتم اصم علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا:

"آپ کیا چاہتے ہیں؟"

فرمایا:

"دن چڑھنے سے لے کر رات ہونے تک عافیت چاہتا ہوں۔"

پھر پوچھا گیا:
"کیا تمام دن عافیت کے دن نہیں ہوتے؟"
فرمایا:
"میرا عافیت کا دن وہ ہوتا ہے جس میں میں اللہ کی نافرمانی کی کوئی بات نہ کروں۔"
حفاظت الٰہی میں رہنا: شیخ حاتم اصم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
"میں ایک جنگ میں تھا تو مجھے ایک ترکی نے پکڑ کر قتل کرنے کے لئے لٹا دیا۔ مجھے کسی قسم کی فکر نہ ہوئی، بلکہ میں منتظر تھا کہ دیکھوں اللہ تعالیٰ میرے بارے میں کیا حکم فرماتا ہے۔ ابھی وہ اپنے موزے میں سے چھری نکال رہا تھا کہ اچانک ایک تیر لگا اور وہ وہیں چت ہو گیا۔"
چار موتیں: شیخ حاتم اصم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
"جو آدمی اہل تصوف میں داخل ہونا چاہے اس میں موت کی چاروں خصلتیں پائی جانی چاہئے: سفید موت یعنی بھوک۔ سیاہ موت یعنی مخلوق کی طرف سے اذیت برداشت کرنا۔ سرخ موت یعنی خواہشات کی مخالفت میں ایسا دل جو ہر قسم کے کھوٹ سے پاک ہو۔ سبز موت یعنی کپڑوں پر پیوند لگانا حتیٰ کہ پیوند پر پیوند لگانا۔"

شیخ یحییٰ بن معاذ رازی

یگانہ روزگار: شیخ ابوذکریا یحییٰ بن معاذ رازی الواعظ علیہ الرحمۃ کا تعلق اسی جماعت صوفیاء سے ہے۔ آپ یگانہ روزگار تھے۔
امید و معرفت: شیخ ابوذکریا یحییٰ بن معاذ رازی الواعظ علیہ الرحمۃ کے اقوال رجاء (امید) اور معرفت پر مبنی ہیں۔
بلخ سکونت اختیار کرنا: شیخ ابوذکریا یحییٰ بن معاذ رازی الواعظ علیہ الرحمۃ بلخ چلے گئے اور مدت تک وہیں ٹھہرے رہے۔
وصال: شیخ ابوذکریا یحییٰ بن معاذ رازی الواعظ علیہ الرحمۃ بلخ بہت عرصہ رہنے کے بعد نیشاپور چلے آئے اور یہیں پر ۲۵۸ ہجری میں وصال پایا۔
ورع اور زہد: شیخ احمد بن عیسیٰ فرماتے ہیں کہ شیخ یحییٰ بن معاذ رازی الواعظ نے فرمایا:
"جس شخص میں ورع نہیں وہ زاہد کیسے ہوسکتا ہے؟ جو چیز تمہاری نہیں اس سے پرہیز کرو۔ پھر جو چیز تمہاری ہے اس سے زہد اختیار کرو۔"
مختلف مدارج کے صوفیا کا بھوکا رہنا: شیخ یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
"توابین کا بھوکا رہنا تجربہ کے طور پر ہوتا ہے۔ زاہدین کا بھوکا رہنا سیاست نفس کے طور پر ہوتا ہے اور صدیقین کا بھوکا رہنا کرامت کا موجب بنتا ہے۔"
وقت کا ہاتھ سے نکل جانا: شیخ یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
"وقت کا ہاتھ سے نکل جانا موت سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہے، کیونکہ وقت کے فوت ہوجانے سے اللہ تعالیٰ سے تعلق ٹوٹتا ہے اور موت کی وجہ سے مخلوق سے۔"
زہد کسے کہتے ہیں: شیخ یحییٰ رازی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
"تین چیزوں کا نام زہد ہے۔ پہلی: قلت۔ دوسری خلوت اور تیسری بھوک۔"

اپنے آپ کو مصروف رکھنا: شیخ یحییٰ رازی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"اگر کوئی شخص لحہ بہ لحہ اپنے آپ کو ایسے کاموں میں مصروف رکھے جو اس کے لیے بہتر ہوں تو اس کے لیے اس سے بڑھ کر کسی اور چیز میں فائدہ نہیں ہو سکتا۔"

فقر بہر حال بہتر ہے: شیخ یحییٰ رازی علیہ الرحمۃ نے ایک مرتبہ بلخ میں مجمع عام سے خطاب فرمایا جس میں آپ نے ثروت کو فقر پر ترجیح دی (کیونکہ زکوۃ، صدقات، حج اور انفاق فی سبیل اللہ اہل ثروت ہی کر سکتے ہیں نہ کہ فقراء) پھر انہیں تیس ہزار درہم بطور تحفہ دیئے گے۔ یہ دیکھ کر ایک صوفی نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ اس مال میں برکت نہ دے۔"

شیخ رازی نیشاپور جا رہے تھے کہ دوران سفر ایک چور نے آپ کا مال چرا لیا۔

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی سزا: شیخ حسین بن علویہ کہتے ہیں کہ شیخ یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"جس نے چھپ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اللہ تعالیٰ اعلانیہ طور پر اس کو ذلیل کر دے گا۔"

گنہگار اور نیک لوگ: شیخ علی بن محمد فرماتے ہیں کہ شیخ یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"گنہگاروں کا تمہارے (اعمال صالحہ کرنے والے لوگوں) بارے میں یہ کہنا کہ تم نیک ہو، باعث عیب ہے اور ان کا تم سے اظہار محبت کرنا بھی تمہارے لیے معیوب ہے۔ جو تمہارا محتاج ہے وہ تمہارے نزدیک حقیر ہے۔"

شیخ احمد بن خضرویہ بلخی

خراسان کے بڑے شیخ: شیخ ابو حامد احمد بن خضرویہ بلخی علیہ الرحمۃ خراسان کے بڑے مشائخ میں سے تھے۔

شیخ ابو تراب نخشبی کی صحبت: شیخ ابو حامد احمد بن خضرویہ بلخی علیہ الرحمۃ ابو تراب نخشبی کی صحبت میں رہے۔

شیخ ابو حفص اور شیخ ابو یزید کی زیارت: شیخ ابو حامد احمد بن خضرویہ بلخی علیہ الرحمۃ نیشاپور پہنچ کر ابو حفص کی زیارت کے لیے گئے اور پھر ابو یزید بسطامی کی زیارت کی غرض سے بسطام (نیشاپور کے راستے میں دامغان کے بعد ایک بہت بڑا شہر) کو چلے گئے۔

کڑیل جوان: شیخ ابو حامد احمد بن خضرویہ بلخی علیہ الرحمۃ کڑیل جوان تھے۔

شیخ ابو حفص کا شیخ احمد بن خضرویہ کی تعریف کرنا: شیخ ابو حفص علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"میں نے احمد بن خضرویہ سے بڑھ کر نہ کسی کو باہمت دیکھا اور نہ ہی سچے حال والا پایا۔"

شیخ ابا یزید بسطامی کا استاذ کہہ کر پکارنا: شیخ ابو حامد احمد بن خضرویہ بلخی علیہ الرحمۃ کے بارے میں شیخ ابا یزید بسطامی فرمایا کرتے تھے: "احمد بن خضرویہ ہمارے استاذ ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کا خوف: شیخ محمد بن حامد کہتے ہیں:

"شیخ احمد بن خضرویہ کے وقت نزع کے وقت میں ان کے پاس حاضر تھا۔ اس وقت ان کی عمر پچانوے برس تھی۔ اس کیفیت میں ان کے کسی ارادت مند نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا:

"بیٹا! پچانوے سال سے میں ایک دروازہ کھٹکھٹا تا رہا تھا اور اب وہ کھلنے کو ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس کا کھلنا میرے لیے سعادت مندی کا سبب ہو گا یا بدبختی کا۔ میرے پاس اب جواب دینے کا وقت کہاں؟""

بوقت وصال قرض کی ادائیگی کی فکر: شیخ محمد بن حامد کہتے ہیں کہ بوقت وصال شیخ ابوحامد احمد بن خضرویہ بلخی علیہ الرحمۃ کے ذمے سات سو دینار قرض تھا۔ قرض خواہ بھی اس وقت موجود تھے۔ شیخ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا:

"اے اللہ! تیری طرف سے مالداروں کے لئے رہن کو دستاویز قرار دے دیا گیا ہے اور تو (قیامت کے دن) دستاویز ان سے لے گا۔ لہٰذا میرا قرض ادا کر دے۔"

اسی وقت کسی نے دستک دی اور کہا:

"احمد کے قرض خواہ کہاں ہیں؟"

پھر اس نے مال و زر قرض خواہوں کو دے دیا اور شیخ احمد بن خضرویہ کا تمام قرض ادا کر دیا۔ اس کے بعد ان کی روح نکل گئی۔

غفلت اور خواہش: شیخ احمد بن خضرویہ علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"کوئی نیند غفلت کی نیند سے بڑھ کر نہیں اور نہ خواہش نفس سے بڑھ کر کوئی اور غلامی انسان پر قابو رکھتی ہے۔ اگر غفلت کا بوجھ تم پر نہ ہو تو تمہاری خواہشات تم پر کبھی غالب نہیں آسکتیں۔"

شیخ احمد بن ابی الحواری

دمشقی: شیخ ابوالحسین احمد بن ابی الحواری (بعض نسخوں میں الخواری ہے) دمشق کے رہنے والے تھے۔

شیخ دارانی کی صحبت کا شرف: شیخ ابوالحسین احمد بن ابی الحواری علیہ الرحمۃ نے کافی عرصہ شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ کی صحبت میں گزارا۔

وصال: شیخ ابوالحسین احمد بن ابی الحواری علیہ الرحمۃ کا وصال ۲۳۰ ہجری میں ہوا۔

ملک شام کی خوشبو: سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"احمد بن ابی الحواری ملک شام کی خوشبو ہیں۔"

حب دنیا کا وبال: شیخ سعید بن عبدالعزیز الحلبی کہتے ہیں کہ شیخ احمد ابی الحواری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"جو کوئی دنیا سے محبت کرتا ہے اور مال دنیا کی آرزو رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے قلب سے نور یقین اور زہد نکال دیتا ہے۔"

غیر مسنون عمل: شیخ سعید بن عبدالعزیز الحلبی کہتے ہیں کہ شیخ احمد ابی الحواری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"جس آدمی نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اطاعت کے بغیر کوئی کام کیا اس کا وہ کام باطل و گناہ ہے۔"

گریہ کا بہترین وقت: شیخ احمد بن الحواری کا فرمان ہے:

"رونے کا سب سے بہتر وقت وہ ہے جس وقت انسان نے وہ عمل کیا ہو جو شریعت کے خلاف ہو۔"

سب سے سخت چیز: شیخ سعید بن عبدالعزیز الحلبی کہتے ہیں کہ شیخ احمد ابی الحواری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"بندہ کو غفلت اور سنگدلی سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی سخت چیز میں مبتلا نہیں کیا جاتا۔"

شیخ ابوتراب نخشبی

شیخ اصم اور شیخ ابوحاتم عطار کی صحبت: اسی جماعت صوفیاء میں سے شیخ ابوتراب عسکر بن حصین نخشبی علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔ شیخ ابوتراب نخشبی علیہ الرحمۃ کو شیخ حاتم اصم علیہ الرحمۃ اور حضرت ابوحاتم عطار مصری علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہنے کا شرف حاصل تھا۔

وفات کا سن: شیخ ابوتراب عسکر بن حصین نخشی علیہ الرحمۃ ۲۴۵ ہجری میں فوت ہوئے۔
شہادت: شیخ ابوتراب عسکر بن حصین نخشی علیہ الرحمۃ کو جنگل میں درندے نے نوچ لیا جس کی وجہ سے آپ خالق حقیقی سے جا ملے۔

چھ سو صوفیاء میں سے: حضرت ابن جلاء علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''میں چھ سو صوفیاء کی صحبت میں رہا ہوں، لیکن ان میں سے چار کی مثل کسی سے ملاقات نہیں ہوئی، جن میں پہلے شیخ ابوتراب نخشی ہیں۔''

فقیر کا کھانا، لباس اور رہائش: حضرت ابوتراب نخشی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''فقیر کا کھانا وہ ہے جو اسے میسر آجائے، اس کا لباس وہ ہے جو اس کا جسم ڈھانپ دے اور اس کی رہائش وہ ہے جہاں وہ ہے۔''
ریاکاری سے پاک عمل: شیخ ابوتراب عسکر بن حصین نخشی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''جب آدمی ریاکاری سے پاک عمل کرے تو وہ عمل کرنے سے پہلے اس کی چاشنی ولذت پالیتا ہے اور جب وہ اس میں مخلص ہو تو عمل کرتے وقت اس کی مٹھاس اور لذت حاصل کرتا ہے۔''
ناپسندیدہ بات دیکھتے تو: شیخ اسماعیل بن نجید علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ شیخ ابوتراب نخشی جب اپنے دوستوں میں ناپسندیدہ بات دیکھتے تو ان کی عملی کوشش بڑھ جاتی اور نئے سرے سے توبہ کرتے اور فرماتے:
''میری بدقسمتی سے ان لوگوں کو ادھر دھکیلا گیا جس طرف ان کو دھکیلا گیا کیونکہ اللہ نے ارشاد فرمایا:
((له معقبت من بين يديه ومن خلفه يحفظونه من امر الله ان الله لا يغير ما بقوم حتى يغير و اما بانفسهم واذا اراد الله بقوم سوءًا فلا مرد له وما لهم من دونه من وال)) (سورۃ الرعد، آیت نمبر 11)
''ہر انسان کے لیے فرشتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کے آگے اور پیچھے سے حفاظت کرتے ہیں۔ بیشک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ذلیل کرنا چاہے تو وہ ذلت پھر نہیں سکتی اور اس کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہیں۔''
لوگوں کا سائل: شیخ اسماعیل بن نجید علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ شیخ ابوتراب نخشی نے اپنے مصاحبوں سے فرمایا:
''جو پیوند لگا لباس پہنے وہ سائل ہے اور جو اپنی خانقاہ اور مسجد میں بیٹھ گیا وہ بھی سائل ہے اور جس نے قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھا یا یہ کہ لوگوں کو سنانے کے لئے پڑھا وہ بھی (لوگوں کا) سائل ہے۔''
اللہ سے وعدہ: شیخ اسماعیل بن نجید علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ شیخ ابوتراب نخشی کا فرمان ہے:
''میں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر رکھا ہے کہ میں حرام چیز کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا اور اگر کبھی بڑھاؤں تو وہ حرام کو نہ پاسکے۔''
اشیائے دنیا کا طلب گار صوفی نہیں: شیخ ابوتراب نخشی علیہ الرحمۃ نے اپنے مصاحبوں میں سے ایک صالح کو دیکھا کہ اس نے کھانے کے لیے ککڑی کا چھلکا پکڑا اور وہ تین دن سے بھوکا تھا۔ شیخ نے فرمایا:
''تم ککڑی کے چھلکے کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہو تمہارے لیے تصوف درست نہیں، بازار میں چلے جاؤ (اور کاروبار کرو)''
خواہش پوری کرنے کی کوشش کی سزا: شیخ یوسف بن حسین علیہ الرحمۃ سے مروی ہے کہ شیخ ابوتراب نخشی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''میرے دل نے مجھ سے کبھی کسی بھی چیز کی تمنا نہیں کی، البتہ ایک دفعہ میں سفر میں تھا کہ مجھے روٹی اور انڈے کی تمنا ہوئی۔ میں

راستے سے بستی کی طرف گیا۔ اچانک ایک آدمی مجھ سے لپٹ گیا اور اپنے پاس کھڑے داروغہ سے کہنے لگا: یہ چوروں کے ساتھ تھا۔ پس انہوں نے مجھے پکڑا اور مجھے ستر لاٹھیاں ماریں۔ وہیں پاس ہی ایک صالح آدمی کھڑا تھا، یہ ماجرا دیکھ کر وہ چیخنے چلانے لگا اور کہنے لگا: یہ تو ابوتراب نخشی ہیں۔ یہ سن کر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا اور مجھ سے معذرت کی۔ وہ صالح آدمی مجھے اپنے گھر لے گیا اور میرے سامنے روٹی اور انڈہ رکھا۔ میں نے اپنے نفس سے کہا: اب یہ کھا و ستر لاٹھیاں کھانے کے بعد۔"

تین لقموں میں بصرہ سے مکہ تک کا سفر: شیخ ابن الجلاء علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ شیخ ابوتراب نخشی علیہ الرحمۃ کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے اس حالت میں کہ وہ بہت خوش دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے عرض کیا:

"اے شیخ! آپ نے کھانا کہاں کھایا؟"

شیخ نخشی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"ایک لقمہ بصرہ سے، ایک مقام نباج سے اور اور ایک یہاں مکہ سے۔"

شیخ عبداللہ بن خبیق

زاہد و عابد صوفی: شیخ ابومحمد عبداللہ بن خبیق علیہ الرحمۃ زاہد و عابد صوفیاء میں سے ہیں۔

شیخ یوسف بن اسباط کی صحبت: شیخ ابومحمد عبداللہ بن خبیق علیہ الرحمۃ بہت عرصہ شیخ یوسف بن اسباط علیہ الرحمۃ کے مصاحب رہے۔

کوفہ سے انطاکیہ: شیخ ابومحمد عبداللہ بن خبیق علیہ الرحمۃ کوفہ کے رہنے والے تھے، لیکن انطاکیہ منتقل ہو گئے تھے۔

چار چیزیں...... آنکھ، قلب، زبان اور خواہشات: شیخ فتح بن شخرف علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ جب پہلی مرتبہ میں شیخ ابومحمد عبداللہ بن خبیق علیہ الرحمۃ سے ملا تو انہوں نے فرمایا:

"اے ابن شخرف! (حصول) حقیقت (کے ذرائع) چار چیزیں ہیں، ان کے سواء کچھ نہیں۔ پہلی آنکھ، دوسری زبان، تیسری دل اور چوتھی خواہش۔ پس حفاظت کر آنکھ کی، اس کو ہر اس چیز سے محفوظ رکھ جس کو دیکھنا جائز نہیں۔ پس زبان کی بھی بہت حفاظت کر، وہ بات ہرگز نہ کہہ جو تیرے قلب میں نہ ہو (منافقانہ رویہ نہ اپنا) اللہ تعالیٰ کو بخوبی علم ہے جو چیز تیرے قلب میں ہے۔ اپنے قلب کی حفاظت کر۔ اپنے قلب میں اہل اسلام کا بغض و کینہ نہ رکھ۔ بری خواہشات سے بچ۔ اپنی سابقہ برائیوں پر نظر کر، کسی اور برائی کی خواہش نہ کر۔ اگر تو ان چار چیزوں کو حاصل نہ کر سکا تو بدبخت ہو گیا کہ جو اپنے سر میں راکھ ڈالتا پھرتا ہے۔"

غم و خوشی: شیخ ابومحمد عبداللہ ابن خبیق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"اس چیز کا غم نہ کرو جو نقصان پہنچانے والی ہے اور اس چیز پر خوشی کا اظہار کرو جس کے ذریعے کل خوشی میسر ہو گی۔"

اللہ کا محبوب: شیخ ابومحمد عبداللہ ابن خبیق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"جو بندہ اپنے رب سے مانوس نہیں ہوتا اس سے لوگوں کے دل بھی مانوس نہیں ہوتے۔ جو بندہ اللہ تعالیٰ کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے تو لوگ بھی اسے اپنا محبوب بنا لیتے ہیں۔"

نفع بخش خشیت: شیخ ابومحمد عبداللہ ابن خبیق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"وہ خشیت جو گناہوں سے روک دے زیادہ نفع بخش ہے۔"

شیخ ابومحمد عبداللہ ابن خبیق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جن چیزوں (اعلیٰ اخلاق وتقویٰ) کوتو حاصل نہ کر سکا اس پر زیادہ غم زدہ بن اور اپنی باقی عمر کے بارے میں فکر کو لازم پکڑ لے۔ جو امید عمل کو سہل کر دے وہ بہترین امید ہے۔''

بری باتیں سننے کی مذمت: شیخ ابو محمد عبداللہ ابن خبیق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''برائی کی شنوائی قلب سے نیکی کی لذت کو ختم کر دیتی ہے۔''

شیخ احمد ابن عاصم انطا کی

مشہور صوفیاء کے ہم زمانہ: شیخ حضرت ابوعلی احمد بن عاصم انطا کی علیہ الرحمۃ کا شمار مشہور ترین صوفیاء میں ہوتا ہے۔ آپ شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ، شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ اور شیخ حارث محاسبی علیہ الرحمۃ کے ہم زمانہ صوفی ہیں۔

قلب کا جاسوس: شیخ حضرت ابوعلی احمد بن عاصم انطا کی علیہ الرحمۃ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت اعلیٰ حافظہ اور فراست سے نوازا گیا تھا۔ اسی فراست کی وجہ سے شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ آپ کو ''قلب کا جاسوس'' کہتے تھے۔

زبان کی حفاظت کی ضرورت: شیخ حضرت ابوعلی احمد بن عاصم انطا کی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جب تم قلب کی اصلاح کے خواہش مند ہو تو حفاظت لسان کے ذریعے (اصلاح قلب پر) مدد لو۔''

دوگنی آزمائش: شیخ حضرت ابوعلی احمد بن عاصم انطا کی علیہ الرحمۃ جب یہ آیت کریمہ پڑھتے:

((انما اموالکم واولادکم فتنة والله عنده اجر عظیم))(سورۃ التغابن: آیت نمبر 15)

''بیشک تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے آزمائش ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر عظیم ہے۔''

تو فرماتے:

''ہم (مال دنیا کی آرزو کر کے) اس آزمائش کو دوگنا کر رہے ہیں۔''

شیخ ابوسری منصور بن عمار الواعظ

اقامت گاہ: شیخ ابوسری منصور بن عمار الواعظ علیہ الرحمۃ کا تعلق مشہور اہل تصوف سے ہے۔ مرو کے علاقہ میں واقع ایک بستی ''دیرانقان'' کے باشندے تھے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ کا تعلق مقام ''بوشنج'' سے تھا۔

بصرہ سکونت اختیار کرنا: شیخ ابوسری منصور بن عمار الواعظ علیہ الرحمۃ نے بصرہ میں سکونت اختیار فرمائی تھی۔

مشہور واعظ: شیخ ابوسری منصور بن عمار الواعظ علیہ الرحمۃ بہت بڑے اور مشہور ترین واعظ تھے۔

لباس تقویٰ: شیخ ابوسری منصور بن عمار الواعظ علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

((احسن لباس العبد التواضع والانکسار واحسن لباس الدعارفی التقویٰ))

''اللہ کے بندے کا سب سے حسین لباس تواضع اور انکسار ہے اور عارف باللہ کا عمدہ ترین لباس تقویٰ ہے۔''

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ولباس التقوی ذالك خیر))

''اور تقویٰ کا لباس بہرحال سب سے بہتر ہے۔'' (سورۃ الاعراف، آیت نمبر 26)

تسمیہ کی تعظیم کی برکت: شیخ ابوسری منصور بن عمار الواعظ علیہ الرحمۃ کی توبہ کا واقعہ یوں مروی ہے کہ ایک دن راستہ میں آپ

نے ایک کاغذ کا ٹکڑا دیکھا جس پر تسمیہ لکھی ہوئی تھی۔ آپ نے اسے اٹھالیا اور کوئی محفوظ جگہ تلاش کی۔ جب کوئی محفوظ جگہ نہ ملی تو آپ اسے نگل گئے اس رات جب آپ سوئے تو خواب میں دیکھا کہ ایک منادی ندا دے رہا ہے:

''اللہ نے تجھ پر حکمت کا دروازہ کھول دیا ہے کیونکہ تو نے اس کاغذ کا احترام کیا ہے جس پر اس کا نام درج تھا۔''

اللہ کے ہاں مقام و مرتبہ: شیخ ابوالحسن شعرانی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں نے شیخ ابوسری منصور بن عمار علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا:

''اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔؟''

انہوں نے کہا:

''مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا: تم لوگوں کو دنیا سے بے رغبتی کا درس دیتے تھے اور خود اس میں رغبت رکھتے تھے۔''

میں نے عرض کیا:

''اے میرے اللہ! بلاشبہ یہی بات ہے، لیکن میں نے ہر محفل کا آغاز تیری حمد وثناء سے کیا اور پھر تیرے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اور اس کے بعد تیرے بندوں کو وعظ کیا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اس نے سچ کہا ہے، اس کے لئے کرسی بچھاؤ تاکہ آسمانوں میں میرے فرشتوں کے سامنے یہ میری حمد وثناء بیان کرے جس طرح زمین میں میرے بندوں کے سامنے بیان کیا کرتا تھا۔''

شیخ حمدون قصار

مشہور صوفی بزرگ: شیخ ابوصالح حمدون بن احمد بن عمارہ قصار ج علیہ الرحمۃ کا شمار بھی انہی مشہور صوفیاء میں ہوتا ہے۔

نفس کو ملامت کرنے والی جماعت کے رہنما: شیخ ابوصالح حمدون قصار علیہ الرحمۃ نیشاپور کے باشندے تھے اور آپ کے سبب نیشاپور میں ''ملامتی'' (گناہوں پر اپنے نفس کو ملامت کرنے والی) جماعت نے عروج حاصل کیا۔

شیخ باروسی اور شیخ نخشبی کی صحبت: شیخ ابوصالح حمدون بن احمد بن عمارہ قصار علیہ الرحمۃ کافی عرصہ شیخ سلمان باروسی علیہ الرحمۃ اور شیخ ابوتراب نخشبی علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہے۔

وصال: شیخ ابوصالح حمدون قصار علیہ الرحمۃ کا وصال ۲۷۱ ہجری میں ہوا۔

وعظ کرنا کب لازم ہے: شیخ ابوصالح حمدون قصار علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''بندے کے لئے کب لوگوں سے گفتگو کرنا (لوگوں کو نصیحت کرنا) جائز ہے؟''

شیخ حمدون قصار نے فرمایا:

''جب اس پر اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے کسی فرض کی ادائیگی اس کے علم کی بناء پر لازم ہو جائے (اگر وہ عالم ہو تو وعظ کرے) یا اسے بدعت میں لوگوں کی ہلاکت کا خطرہ ہو اور اسے یقین ہو کہ اس کے وعظ کی وجہ سے وہ اس ہلاکت سے بچ جائیں گے (تب بھی اپنے علم کے مطابق وعظ کرنا جائز ہے)۔''

اپنے آپ کو فرعون سے بہتر سمجھنے والا: شیخ ابوصالح حمدون قصار علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جو آدمی اپنے نفس کو فرعون کے نفس سے بہتر تصور کرے اس نے تکبر کیا۔''

اظہارِ انکسار: شیخ ابو صالح حمدون قصار علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ بادشاہ برے لوگوں کی پہچان رکھتا ہے اس وقت سے میرے دل سے (حقیقی) بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کا خوف نہیں نکلا۔''
کسرِ نفسی: شیخ ابو صالح حمدون قصار علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''جب تم کسی کو حالت سکر (نشہ) میں دیکھو تو تم بھی بناوٹی طور پر ادھر ادھر جھکنے لگو تا کہ تم اس پر کوئی زیادتی نہ کر بیٹھو اور کہیں تم بھی اس کی طرح نہ بن جاؤ۔''
دنیوی امور پر غصہ نہ کرنا: شیخ عبداللہ بن منازل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں شیخ ابو صالح حمدون قصار علیہ الرحمۃ کے پاس حاضر تھا۔ میں نے عرض کیا:
''مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔!''
شیخ ابو صالح حمدون قصار علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''اگر تم دنیوی امور پر غصہ کرنا چھوڑ سکتے ہو تو چھوڑ دو۔''
ایک عجیب نصیحت: شیخ ابو صالح حمدون قصار علیہ الرحمۃ کا ایک دوست فوت ہو گیا۔ بوقت وفات آپ اس کے سرہانے تشریف فرما تھے۔ اس کے انتقال کے بعد آپ نے چراغ بجھا دیا۔ لوگوں نے کہا:
''ایسے وقت میں تو چراغ میں زیادہ تیل ڈالا جاتا ہے؟''
شیخ ابو صالح حمدون قصار علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''اس شخص کی موت سے پہلے تیل اس شخص کی ملکیت تھا۔ اس کی موت کے بعد یہ وارثوں کا ہو گیا ہے (اس لیے بغیر وارثوں کی اجازت سے کیسے جلایا جا سکتا ہے)۔''
اولیائے سابقین کی سیرت: شیخ ابو صالح حمدون قصار علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''اولیائے سابقین کی سیرت کو دیکھنے والا اپنی کمزوری کو جان لیتا ہے اور ان جیسے درجات حاصل نہ کر سکنے کی وجہ سے بھی باخبر ہو جاتا ہے۔''
کسی کے عمل کی چھان بین: حضرت ابو صالح حمدون قصار علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''تم کسی آدمی کے اس عمل کی چھان بین نہ کرو کہ اگر وہی عمل تمہارا ہوتا تو تم چاہتے کہ وہ پوشیدہ رہے۔''

شیخ ابو القاسم جنید بن محمد بغدادی

سید الطائفہ: سید الطائفہ شیخ ابو القاسم جنید بن محمد بغدادی علیہ الرحمۃ گروہ صوفیا کے سردار اور امام ہیں۔
رہائش اور پرورش: سید الطائفہ شیخ ابو القاسم جنید بن محمد بغدادی علیہ الرحمۃ علاقہ نہاوند کے باشندے تھے۔ آپ کی جائے ولادت اور جائے پرورش عراق ہے۔
والد محترم: سید الطائفہ شیخ ابو القاسم جنید بن محمد بغدادی علیہ الرحمۃ کے والد شیشہ بیچا کرتے تھے، اسی لیے ان کو ''قواریری'' کہا جاتا ہے۔
امام ابو ثور کے مقلد اور ان کی موجودگی میں فتویٰ دینے کا شرف: سید الطائفہ شیخ ابو القاسم جنید بن محمد بغدادی علیہ الرحمۃ

حضرت امام ابوثور علیہ الرحمۃ کے مقلد تھے اور اس مذہب کے فقیہ بھی۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کی عمر مبارک اس وقت بیس برس تھی جب آپ امام ابوثور علیہ الرحمۃ کی موجودگی میں ان کے حلقے میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔

اولیاء کرام کی صحبت: سید الطائفہ شیخ ابوالقاسم جنید بن محمد بغدادی علیہ الرحمۃ اپنے ماموں شیخ سری سقطی، شیخ حارث محاسبی اور شیخ محمد بن علی قصاب علیہم الرحمۃ کی صحبت میں رہے۔

وصال: سید الطائفہ شیخ ابوالقاسم جنید بن محمد بغدادی علیہ الرحمۃ کا وصال ۲۹۷ ہجری میں ہوا۔

حقیقی عارف: شیخ فراغانی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''حقیقی عارف کون ہے؟''

سید الطائفہ نے فرمایا:

((من طق عن سرك وانت ساكت))

''حقیقی عارف وہ ہے جو تیرے بارے میں وہ بات کرے جو چھپی ہوئی ہو اور تو خاموش رہے۔''

تصوف کے حصول کا طریقہ: شیخ ابومحمد جریری علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''ہم نے تصوف بھوک، ترک دنیا اور دلعزیز چیزوں سے قطع تعلق کر کے حاصل کیا ہے نہ کہ بحث و مباحثہ کے ذریعے۔''

اعمال خیر ترک کرنے کی مذمت: شیخ ابوعلی روذباری علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ ایک آدمی نے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے پاس عارفین کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

''عارفین ترقی کرتے کرتے اس مقام تک پہنچ جاتے ہیں کہ وہ نیکی اور اللہ کے تقرب کے لئے ہر قسم کا فعل ترک کر دیتے ہیں۔''

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اعمال صالحہ کو ترک کر دینے کا قول میرے نزدیک گناہ کبیرہ ہے۔ جو شخص چوری اور زنا کا مرتکب ہے وہ اس قول کے پیروکار سے بہتر ہے۔ بیشک عارفین نے اللہ کی رضا کی خاطر اعمال صالحہ کیے اور وہ ان اعمال میں اسی کی طرف لوٹے۔ میں اگر ایک ہزار سال زندہ رہا تو نیک اعمال میں سے ایک ذرہ بھی کم نہ کروں گا، البتہ یہ کہ میں مجبور ہو جاؤں۔''

تھوڑی دنیا پر قناعت: سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''اگر کسی کے لیے ممکن ہو کہ اس کے لیے صرف کنکری جتنا سامان ہو (دنیا سے اعراض کی خاطر) تو اس کو ایسا کرنا چاہئے۔''

ہر حال میں اتباع رسول: سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''لوگوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے علاوہ تمام دروازے بند ہیں۔''

لحظہ بھر کے لیے اللہ سے منہ پھیرنا: شیخ ابوعمر انماطی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اگر کوئی صالح دس لاکھ سال اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری کرے، پھر اگر ایک لحظہ بھر کے لئے منہ پھیرے گا تو اس نے جو کچھ پایا ہے اس سے کہیں زیادہ ضائع ہو گیا۔''

علم تصوف قرآن وحدیث کا محتاج: سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جس شخص کو قرآن حفظ نہ ہو (قرآن کے مطالب و معانی اور تفسیر نہ جانتا ہو) اور نہ ہی حدیث لکھتا ہو (حدیث یاد کرتا ہو) تصوف

کے معاملے میں اس کی پیروی نہیں کی جائے کیونکہ ہمارا یہ علم قرآن وحدیث کا محتاج ہے۔"

علم تصوف قرآن وحدیث کے قوانین میں مقید: شیخ ابوعلی روز باری علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"علم تصوف قرآن وحدیث کے قوانین میں مقید ہے۔"

اصول وفروع کا علم: شیخ ابوالحسین علی بن ابراہیم حداد علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں حضرت قاضی ابوالعباس بن شریح علیہ الرحمۃ کی مجلس میں موجود تھا۔ آپ نے اصول اور فروع کے بارے میں گفتگو فرمائی جس پر میں بہت حیرت زدہ ہوا۔ جب انہوں نے میری حیرت دیکھی تو فرمایا:

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا ہے؟"

میں نے عرض کیا:

"یہ قاضی (ابوالعباس بن شریح جیسے بڑے عالم صوفی) فرمارہے ہیں۔؟"

انہوں نے فرمایا:

"یہ علم شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کی صحبت کی طفیل ہے۔"

علم تصوف کا حصول: سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

"آپ نے علم تصوف کا حصول کس طرح ممکن بنایا؟"

انہوں نے فرمایا:

"تیس سال تک میں اس سیڑھی کے نیچے اللہ کے سامنے بیٹھا۔"

یہ کہتے ہوئے شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے اپنے گھر میں موجود ایک سیڑھی کی طرف اشارہ فرمایا۔

تسبیح کی اہمیت: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ ایک دن سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے ہاتھ میں تسبیح تھی۔ عرض کیا گیا:

"اس قدر منزلت کے باوجود آپ نے تسبیح پکڑ رکھی ہے؟"

آپ نے فرمایا:

"اس کے سبب میں اپنے رب تک پہنچا ہوں، میں اسے ہرگز ترک نہیں کروں گا۔"

چار سو نوافل: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ روزانہ اپنی دکان میں پردہ لٹکا کر چار سو نوافل پڑھتے، پھر اپنے گھر لوٹ آتے۔

بوقت وصال قرآن مجید کی تلاوت: شیخ ابوبکر عطوی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے پاس بوقت وفات میں موجود تھا۔ انہوں نے پورا قرآن مجید پڑھا، پھر سورۃ البقرہ سے ابتداء کی اور ستر آیات تلاوت کیں اور پھر وصال فرمایا۔

شیخ سعید بن اسماعیل حیری

علاقہ رے سے نیشاپور منتقل ہونا: شیخ ابوعثمان سعید بن اسماعیل حیری علیہ الرحمۃ انہیں پاکیزہ طینت صوفیاء میں سے ہیں۔

آپ علاقہ ''رے'' کے باشندے تھے اور پھر ''نیشاپور'' منتقل ہو گئے تھے۔

شیخ کرمانی اور شیخ رازی کی مصاحبت: شیخ ابوعثمان سعید بن اسماعیل حیری علیہ الرحمۃ حضرت شاہ کرمانی اور حضرت یحیٰی بن معاذ رازی علیہما الرحمۃ کی صحبت سے مشرف ہوئے۔

شیخ ابو حفص حداد سے اکتساب علم: شیخ ابوعثمان سعید بن اسماعیل حیری علیہ الرحمۃ شیخ شاہ کرمانی علیہ الرحمۃ کے ساتھ نیشاپور میں شیخ ابو حفص حداد علیہ الرحمۃ کے پاس حاضر ہوئے، ان کی مصاحبت اختیار کی اور ان سے اکتساب علم کیا۔

شیخ حداد کی بیٹی سے نکاح: شیخ ابو حفص حداد علیہ الرحمۃ نے اپنی بیٹی کا نکاح شیخ ابوعثمان سعید بن اسماعیل حیری علیہ الرحمۃ سے کر دیا۔

وصال: شیخ ابوعثمان سعید بن اسماعیل حیری علیہ الرحمۃ نے ۲۹۸ ہجری میں وصال پایا۔

شیخ حداد کے بعد: شیخ ابوعثمان سعید بن اسماعیل حیری علیہ الرحمۃ نے شیخ ابو حفص حداد سے تقریباً تیس برس بعد وصال فرمایا۔

شیخ ابوعثمان سعید بن اسماعیل حیری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جب تک کسی شخص کے دل میں چار چیزیں جمع نہ ہوں اس کا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ پہلی: (برائی سے) منع۔ دوسری: عطا (اللہ کے رستے میں خرچ)۔ تیسری: عزت۔ چوتھی: ذلت (انکساری)۔''

شیخ حداد کی مصاحبت اور حکم کی بجا آوری: شیخ ابوعثمان سعید بن اسماعیل حیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جوانی کی حالت میں ایک عرصہ تک شیخ ابو حفص حداد علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہا۔ ایک مرتبہ انہوں نے مجھ سے فرمایا:

((لا تجلس عندی))

''میرے پاس مت بیٹھا کرو۔''

میں فوراً کھڑا ہو گیا اور ان کی طرف پیٹھ کیے بغیر الٹے قدم چلنے لگا۔ حتیٰ کہ میں ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا اور میں نے ارادہ کر لیا کہ ان کے دروازے پر ایک گڑھا کھودوں گا اور ان کے حکم کے بغیر اس سے باہر نہیں نکلوں گا۔ جب انہوں نے میری یہ کیفیت ملاحظہ فرمائی تو مجھے دوبارہ اپنی مصاحبت عطا فرما دی اور خاص الخاص ساتھیوں میں شامل فرما لیا۔

بے مثل شخصیات: مروی ہے کہ دنیا میں تین ایسی عظیم شخصیتیں ہیں کہ ان جیسا چوتھا کوئی نہیں۔ وہ شخصیات درج ذیل ہیں:

1: شیخ ابوعثمان سعید بن اسماعیل حیری علیہ الرحمۃ نیشاپور سے۔

2: شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ بغداد سے۔

3: شیخ عبداللہ بن جلا علیہ الرحمۃ شام سے۔

چالیس سال اللہ کی رضامندی: شیخ ابوعثمان سعید بن اسماعیل حیری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''چالیس سال تک اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی حالت نہیں دکھائی جو مجھے ناپسند ہو اور نہ ہی مجھے اپنے غیر کی طرف متوجہ کیا کہ جس وجہ سے میرا رب مجھ سے ناراض ہو جائے۔''

اس کو شیخ عبداللہ بن محمد شعرانی علیہ الرحمۃ نے روایت کیا ہے۔

لخت جگر کو نصیحت: جب شیخ ابوعثمان سعید بن اسماعیل حیری علیہ الرحمۃ کی کیفیت متبدل ہوئی تو آپ کے بیٹے شیخ ابوبکر علیہ الرحمۃ نے اپنا کرتہ پھاڑ دیا۔

شیخ ابوعثمان سعید بن اسماعیل حیری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اے لختِ جگر! تمہارا یہ عمل ظاہراً خلافِ سنت ہے اور باطناً ریاکاری کی علامت ہے۔''

چند اصول: شیخ ابوالحسین وراق علیہ الرحمۃ سے مروی ہے کہ شیخ ابوعثمان سعید بن اسماعیل حیری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''اللہ تعالیٰ کا قرب اور ادب دائمی ہونا چاہیے ہیبت اور مراقبہ کے ساتھ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اتباعِ سنت اور ظاہری علم کے ساتھ ہونی چاہئے۔ اولیاء اللہ کے ساتھ محبت احترام اور خدمت کے ساتھ ہونی چاہئے۔ خاندان والوں کے ساتھ محبت حسنِ اخلاق کے ساتھ ہونی چاہئے۔ بھائیوں کے ساتھ محبت خوشی خوشی ملنے کے ساتھ ہونی چاہئے، بشرطیکہ گناہ کی صورت نہ ہو۔ جاہلوں کے ساتھ محبت ان کے لئے دعا اور ان پر رحم کے ساتھ ہونی چاہیے۔''

اتباعِ سنت کے ثمرات اور اتباعِ ھویٰ کے نقصانات: شیخ ابوعمرو بن نجید علیہ الرحمۃ سے مروی ہے کہ شیخ ابوعثمان سعید بن اسماعیل حیری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جو قول و فعل میں اتباعِ سنت کرتا ہے اور اسی کو اپنے نفس پر لاگو کرتا ہے اس کی باتیں پُر از حکمت ہوتی ہیں۔ جو قول و فعل میں خواہشات کی اتباع کرتا ہے اور انہیں کو اپنے نفس پر لاگو کرتا ہے تو اس کی باتیں پُر از بدعت ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((وان تطیعوہ تھتدوا))

''اور اگر تم اس (رسول) کی اتباع کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔'' (سورۃ النور: آیت نمبر ۵۴)

شیخ احمد بن محمد نوری

شہر بغداد میں ولادت و پرورش: انہی صوفیاء میں سے شیخ ابوالحسین احمد بن محمد نوری علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔ آپ شہر بغداد میں پیدا ہوئے اور یہیں پرورش پائی۔

بغوی: شیخ ابوالحسین احمد بن محمد نوری ''بغوی'' تھے۔

شیخ سقطی اور حواری کی صحبت: شیخ ابوالحسین احمد بن محمد نوری علیہ الرحمۃ نے شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ اور شیخ ابن ابی حواری علیہ الرحمۃ کی صحبت کا شرف حاصل کیا۔

سید الطائفہ کے ہم عصر: شیخ ابوالحسین احمد بن محمد نوری علیہ الرحمۃ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے ہم عصر تھے۔

وصال: شیخ ابوالحسین احمد بن محمد نوری علیہ الرحمۃ نے ۲۹۵ ہجری میں وصال پایا۔

صاحبِ شان و شوکت: شیخ ابوالحسین احمد بن محمد نوری علیہ الرحمۃ بڑی شان والے صوفی ہیں۔

بہترین معاملات اور گفتگو: شیخ ابوالحسین احمد بن محمد نوری علیہ الرحمۃ کے معاملات اور گفتگو بہترین تھی۔

تصوف کی جامع مانع تعریف: شیخ ابوالحسین احمد بن محمد نوری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

((التصوف ترک کل حظ للنفس))

''حقیقی تصوف یہ ہے کہ نفس کی ہر خواہش کو ترک کر دیا جائے۔''

باعمل عالم اور حقیقت سے آگاہ عارف: شیخ ابوالحسین احمد بن محمد نوری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''اس وقت دو چیزیں کمیاب ہیں۔ پہلی: اپنے علم پر عمل کرنے والا عالم۔ دوسری: حقیقت پر مبنی گفتگو کرنے والا عارف۔''

غیر شرعی گفتگو اور حرکات کرنے والا متصوف: شیخ مرتعش علیہ الرحمۃ سے مروی ہے کہ شیخ ابوالحسین احمد بن محمد نوری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''ایسا آدمی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی حالت کا دعویٰ کرتا ہے جو اسے علم شرعی کی حد سے نکال دیتی ہے تو تم اس کے قریب پھٹکنا بھی نہ۔''

حقیقت صدق کی خبر: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''شیخ ابوالحسین احمد بن محمد نوری علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد کسی کے پاس حقیقت صدق کی خبر نہیں۔''
بہت عبادت گزار: شیخ ابو احمد مغازلی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے:
''میں نے شیخ ابوالحسین احمد بن محمد نوری علیہ الرحمۃ سے بڑھ کر کوئی عبادت گزار نہیں دیکھا۔''
سوال کیا گیا:
''شیخ جنید بغدادی بھی نہیں؟''
شیخ مغازلی نے فرمایا:
''نہیں! جنید بغدادی بھی نہیں۔''
گدڑیاں وہی ہیں لوگ بدل گئے: شیخ ابوالحسین احمد بن محمد نوری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''گدڑیاں (فقیرانہ لباس) موتیوں (صوفیاء) پر پردے کا کام دیتی تھیں مگر اب تو وہ مردار (بناوٹی صوفیوں) پر گندگی (ریاکاری) کا کام دیتی ہیں۔''

بیس برس مسلسل روزہ رکھنا: شیخ ابوالحسین احمد بن محمد نوری علیہ الرحمۃ روزانہ اپنے گھر سے باہر تشریف لاتے اور اپنے ساتھ کھانا لے جاتے۔ راستے میں سارے کا سارا کھانا صدقہ کر دیتے۔ پھر ظہر کی نماز تک مسجد میں نوافل ادا کرتے رہتے۔ پھر اپنی دکان کھولتے، اس حالت میں کہ آپ روزہ دار ہوتے۔ آپ کے گھر والے سمجھتے کہ آپ دکان میں کھانا کھا لیتے ہیں اور بازار والے سمجھتے کہ آپ گھر میں کھانا کھا لیتے ہیں۔ بیس برس تک آپ کی یہی حالت رہی۔

شیخ احمد بن یحییٰ جلاء

بغداد سے رملہ نقل مکانی: انہی گروہ صوفیاء میں سے شیخ ابوعبداللہ احمد بن یحییٰ جلاء ہیں۔ آپ بغداد کے رہائشی تھے، پھر ''رملہ'' منتقل ہو گئے۔

ملک شام کے اکابرین میں سے: شیخ ابوعبداللہ احمد بن یحییٰ جلاء علیہ الرحمۃ ملک شام کے اکابرین میں سے تھے۔
شیوخ کی مصاحبت: شیخ ابوعبداللہ احمد بن یحییٰ جلاء علیہ الرحمۃ شیخ ابوتراب علیہ الرحمۃ، شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ، شیخ ابو عبید بسری علیہ الرحمۃ اور اپنے والد شیخ یحییٰ جلاء علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہے۔
والدین کا اللہ کے لیے ہبہ کرنا: حضرت ابوعمر دمشقی کہتے ہیں کہ شیخ ابوعبداللہ احمد بن یحییٰ جلاء علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میں نے اپنے والدین کو عرض کیا:
''آپ مجھے اللہ کے لئے ہبہ کر دیں۔''
انہوں نے کہا:
''ہم تمہیں اللہ کے لیے ہبہ کرتے ہیں۔''
پس میں ایک عرصہ دراز تک ان سے دور رہا۔ جب واپس آیا تو رات کے وقت گھر پہنچا۔ اس رات سخت بارش ہو رہی تھی۔

میں نے گھر کے دروازہ پر دستک دی۔ میرے والد نے پوچھا:
''کون ہے؟''
میں نے عرض کیا:
''آپ کا بیٹا ''احمد'' ہوں۔''
انہوں نے فرمایا:
''ہمارا ایک ہی بیٹا تھا جسے ہم نے اللہ کے لئے ہبہ کر دیا تھا اور ہم اہل عرب ہیں، ہماری عادت ہے کہ جو چیز ہبہ کر دیں اسے واپس نہیں لیا کرتے۔''
پس مجھے گھر میں داخل نہ ہونے دیا گیا۔
زاہد، عابد اور موحد: شیخ ابو عبداللہ احمد بن یحییٰ جلاء علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''جس کے ہاں تعریف اور مذمت مساوی ہوں ایسا شخص زاہد ہے۔ فرائض کی ادائیگی ان کے اول (مستحب) اوقات میں کرنے والا عابد ہے۔ تمام افعال کو اللہ کی جانب سے خیال کرنے والا موحد ہے، کیونکہ وہ صرف اللہ کو دیکھتا ہے (کہ ہر چیز کی نسبت اللہ کی طرف کرتا ہے)۔''
بوقت وصال کرامت: شیخ ابو عبداللہ احمد بن یحییٰ جلاء علیہ الرحمۃ وصال کے وقت مسکرائے تو طبیب نے کہا:
''آپ زندہ ہیں۔؟''
پھر اس نے آپ کی نبض دیکھی تو کہا:
''یہ تو وفات پا چکے ہیں۔''
پھر اس نے آپ کے چہرے سے کپڑا اٹھایا تو کہنے لگا:
''مجھے معلوم نہیں ہو رہا کہ یہ وفات پا چکے ہیں یا حیات ہیں۔''
غیر اللہ کی طرف توجہ کرنے کی سزا: شیخ ابو عبداللہ احمد بن یحییٰ جلاء علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے معلم کے ساتھ سفر طے کر رہا تھا کہ ہم نے ایک خوبصورت ترین نوجوان دیکھا۔ میں نے عرض کیا:
''اے شیخ! کیا اللہ تعالیٰ اس صورت کو مبتلائے عذاب کرے گا۔؟''
استاذ نے فرمایا:
''تو غیر اللہ کی طرف متوجہ ہوا، تجھے (جلد یا تادیر) اس کی سزا ضرور ملے گی۔''
شیخ ابو عبداللہ احمد بن یحییٰ جلاء علیہ الرحمۃ کہتے ہیں:
''اس واقعہ کے بیس سال بعد میں اس عمل کی نحوست کی وجہ سے قرآن مجید بھول گیا۔''

شیخ رویم بن احمد

شہر بغداد کے باشندے: انہی صوفیاء میں سے شیخ ابو محمد رویم بن احمد علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔ آپ شہر بغداد کے رہائشی تھے۔
شیوخ صوفیاء: شیخ ابو محمد رویم بن احمد علیہ الرحمۃ صوفیاء کے شیوخ میں سے ہیں۔
سن وصال: شیخ ابو محمد رویم بن احمد علیہ الرحمۃ نے 303 ہجری میں وصال فرمایا۔

فن تجوید وقرأت اور فقہ داؤ د ظاہری کے بلند پایہ فقیہ: شیخ ابومحمد رویم بن احمد علیہ الرحمۃ فن تجوید وقرات کے استاذ اور فقہ داؤد (ظاہری) کے بلند پایہ فقیہ تھے۔

احکام دین میں وسعت و تنگی: شیخ ابومحمد رویم بن احمد علیہ الرحمۃ کا قول ہے:

''بندے کی حکمت و دانائی کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ احکام میں اپنے بھائیوں کے لئے وسعت پیدا کرتا ہے اور اپنے نفس کے لیے تنگی، کیونکہ دوسروں کے لئے وسعت پیدا کرنا علم کی اتباع کا ذریعہ ہے اور اپنے لیے تنگی کرنا تقویٰ ہے۔''

حقیقی تصوف کب ہاتھ آتا ہے: شیخ ابوعبداللہ بن خفیف علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں شیخ ابومحمد رویم بن احمد علیہ الرحمۃ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا:

''مجھے نصیحت کیجئے۔''

شیخ نے فرمایا:

''یہ امر (حقیقی تصوف) روح کو بیچ کر ہاتھ آتا ہے، اگر تم اس میں پورے اتر سکتے ہو تو اس گروہ میں داخل ہو جاؤ، بصورت دیگر صوفیوں کے باطل کاموں میں مشغول نہ ہو۔''

صوفیاء کی مجلس: شیخ ابومحمد رویم بن احمد علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''تمہارا ہر گروہ کی صحبت میں بیٹھنا، صوفیاء کی صحبت میں بیٹھنے سے زیادہ محفوظ ہے، کیونکہ ہر طبقہ ظاہری رسوم کو دیکھتا ہے، لیکن جماعت صوفیاء حقائق ملاحظہ کرتے ہیں۔ تمام مخلوق کو اپنے نفس سے شریعت کا ظاہر مطلوب ہوتا ہے، لیکن جماعت صوفیاء اپنے نفس سے حقیقت، تقویٰ اور صدق کا مطالبہ کرتے ہیں۔ پس جو (جاہل) آدمی جماعت صوفیاء کی صحبت اختیار کرتا ہے اور جو بات صوفیاء کے ہاں پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہوتی ہے اس کی مخالفت کرتا ہے، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے قلب سے ایمان کی نورانیت ختم فرما دیتا ہے۔''

ہمیشہ حالت روزہ میں رہنا: شیخ ابومحمد رویم بن احمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں عین دوپہر کے وقت جب سورج آگ بگولا ہوا جارہا تھا، سخت گرمی تھی، بغداد کے ایک راستے سے گزرا اور مجھے پیاس لگی ہوئی تھی۔ میں نے ایک گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا اور ان سے پانی طلب کیا۔ ایک نوعمر بچی نے دروازہ کھولا، اس کے پاس لوٹا تھا، اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگی:

''یہ صوفی بنا پھرتا ہے، حالانکہ دن کے وقت پانی پیتا ہے (روزہ نہیں رکھتا)۔''

اس واقعہ کے بعد سے میں نے کبھی روزہ ترک نہیں کیا۔

علم و عمل عطائے ربانی: شیخ ابومحمد رویم بن احمد علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جب اللہ تعالیٰ آپ کو علم و عمل کی نعمت سے سرفراز فرمائے اور پھر آپ سے علم (کی نعمت) لے لے اور عمل آپ کے پاس چھوڑ دے تو یہ بھی ایک نعمت ہے، لیکن اگر اللہ تعالیٰ عمل لے لے اور علم چھوڑ دے تو یہ (بغیر عمل کے علم) مصیبت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ یہ دونوں چیزیں علم و عمل لے لے تو یہ سزا اور عذاب ہے۔''

شیخ محمد بن فضل بلخی

بلخ کے باشندے: انہی اولیاء کرام میں سے شیخ ابوعبداللہ محمد بن فضل بلخی علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔ آپ علاقہ بلخ کے رہائشی تھے اسی لیے بلخی کہلائے۔

سمرقند میں مقیم ہونا: شیخ ابوعبداللہ محمد بن فضل بلخی علیہ الرحمۃ کو بلخ سے جلاوطن کر دیا گیا تو آپ ''سمرقند'' تشریف لے آئے اور

وہیں اقامت اختیار فرمالی۔

وفات: شیخ ابوعبداللہ محمد بن فضل بلخی علیہ الرحمۃ کی وفات سمرقند میں ہوئی۔

صوفیاء کرام کی صحبت: شیخ ابوعبداللہ محمد بن فضل بلخی علیہ الرحمۃ شیخ احمد بن خضرویہ علیہ الرحمۃ اور دیگر بہت سے اہل تصوف کی صحبت میں رہے۔

شیخ ابوعثمان حیری: شیخ حضرت ابوعثمان حیری علیہ الرحمۃ شیخ ابوعبداللہ محمد بن فضل بلخی علیہ الرحمۃ کی طرف بہت زیادہ مائل تھے۔

سن وصال: شیخ ابوعبداللہ محمد بن فضل بلخی علیہ الرحمۃ ۳۱۹ ہجری میں فوت ہوئے۔

بدبختی کی تین علامات: شیخ ابوبکر بن عثمان علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابوعثمان حیری علیہ الرحمۃ نے شیخ ابوعبداللہ محمد بن فضل بلخی علیہ الرحمۃ کو ایک تحریر بھیجی کہ بدبختی کی علامت کیا ہے؟

شیخ ابوعبداللہ محمد بن فضل بلخی علیہ الرحمۃ نے جواباً لکھا:

"بدبختی کی تین نشانیاں ہیں۔ پہلی: علم عطا ہو اور عمل سے محرومی ہو۔ دوسری: علم پر عمل کی توفیق ہو لیکن اخلاص سے محرومی ہو۔ تیسری: صلحاء کا قرب میسر ہو لیکن ان کا احترام نصیب نہ ہو۔"

خریدار اور مالک کے درمیان بات چیت کروانا: شیخ حیری علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ محمد بن فضل بلخی علیہ الرحمۃ لوگوں کے درمیان خرید و فروخت کروانے میں معاون تھے۔

دنیا قید خانہ ہے اور قید میں سکون نہیں ملا کرتا: شیخ عبداللہ رازی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ محمد بن فضل بلخی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"قید میں سکون فقط دلوں کی آرزو ہے (کیونکہ قید میں سکون میسر نہیں آسکتا)۔"

ایمان کو ضائع کرنے والے چار اسباب: شیخ ابوبکر رازی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابوعبداللہ محمد بن فضل بلخی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"ایمان کے ضائع ہونے کے چار اسباب ہیں۔ پہلا: اپنے علم پر عمل نہ کرنا۔ دوسرا: جس چیز کا علم نہ ہو اس پر عمل کرنا۔ تیسرا: جس چیز کے بارے میں علم نہ ہو اس کو نہ سیکھنا۔ چوتھا: لوگوں کو علم سیکھنے سے روکنا۔"

قلب میں آثار ربانی: شیخ ابوعبداللہ محمد بن فضل بلخی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"بندے کا یہ عمل انتہائی تعجب خیز ہے کہ وہ اس لیے جنگل طے کرتا ہے کہ اللہ تک پہنچے اور آثار نبوت دیکھے۔ بندہ اپنے نفس اور خواہش کو عبور کر کے کیوں نہیں آتا تا کہ اپنے قلب تک پہنچ جائے اور اپنے رب کے آثار دیکھے۔؟"

مرید کا دنیادار ہونا: شیخ ابوعبداللہ محمد بن فضل بلخی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"جب تمہارا کوئی ارادت مند طلب دنیا میں لگ جائے تو یہ تمہارے دنیادار ہونے کی نشانی ہے۔"

حقیقت زہد: شیخ ابوعبداللہ محمد بن فضل بلخی علیہ الرحمۃ سے زہد سے متعلق سوال ہوا تو آپ علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا:

"زہد یہ ہے کہ آدمی دنیا کو کوتاہ نظر سے دیکھے اور اپنے آپ کو بلند، ظریف اور شریف سمجھ کر اسے ترک کر دے۔"

شیخ ابوبکر احمد زقاق کبیر

سید الطائفہ کے ہمعصر: انہی صوفیاء میں سے شیخ ابوبکر احمد بن نصر زقاق کبیر علیہ الرحمۃ ہیں۔ یہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی

علیہ الرحمۃ کے ہم زمانہ ہیں۔

مصر کے اکابر صوفی: شیخ ابوبکر زقاق کبیر مصر کے اکابرین اولیاء میں سے ہیں۔

فقراء اور مصر میں داخلہ کی دلیل: شیخ کتانی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"شیخ ابوبکر زقاق کبیر علیہ الرحمۃ کی وفات سے فقراء کے مصر میں داخل ہونے کی دلیل (وجہ) ختم ہوگئی۔"

فقر میں تقوی اختیار نہ کرنے والا: شیخ ابوبکر زقاق کبیر علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"فقر میں تقویٰ اختیار نہ کرنے والا بہر صورت حرام سے پیٹ بھرتا ہے۔"

ایک گھونٹ پانی اور تیس سال کے لیے دل کی حالت کا بدلنا: حضرت عبداللہ بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابوبکر زقاق کبیر علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"میدان تیہ میں جو کہ بنی اسرائیل کا میدان تھا، میں تقریباً پندرہ دن رہا۔ ایک جگہ میرے سامنے ایک داروغہ آیا۔ اس نے مجھے پانی پلایا (معلوم نہیں اس کے حصول کا ذریعہ حلال تھا یا حرام جس وجہ سے) اس کی سختی میرے دل پر تیس سال تک رہی۔"

شیخ عمرو بن عثمان مکی

صوفیاء کرام سے ملاقات اور ان کی مصاحبت: امام الطائفہ شیخ ابوعبداللہ عمرو بن عثمان مکی علیہ الرحمۃ اسی پاکیزہ جماعت (گروہ صوفیاء) سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے شیخ ابوعبداللہ نباجی علیہ الرحمۃ سے ملاقات کی اور شیخ ابوسعید خراز علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہے۔

اصول اور طریقت کے شیخ: شیخ ابوعبداللہ عمرو بن عثمان مکی علیہ الرحمۃ اصول اور طریقت کے شیخ اور امام الطائفہ تھے۔

سن وصال: امام الطائفہ شیخ ابوعبداللہ عمرو بن عثمان مکی علیہ الرحمۃ نے ۲۹۱ ہجری میں شہر بغداد میں وصال فرمایا۔

ذات باری تعالیٰ کی صفات: شیخ ابوبکر محمد بن احمد سے منقول ہے کہ امام الطائفہ شیخ ابوعبداللہ عمرو بن عثمان مکی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"آپ کے قلب میں جس کا خیال وارد ہو یا کوئی آپ کی فکر میں پختگی پکڑ لے یا آپ کے وسوسے سے جو پیدا ہو، وہ خوبصورتی ہو، چمک ہو، جمال ہو، روشنی ہو، نور ہو یا کوئی شخص یا خیال ہو تو ذات باری تعالیٰ اس سے پاک ہے (وہ ذات باری تعالیٰ نہیں ہو سکتی) کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((لیس کمثله شیء وهو السمیع البصیر))

"اس کی مثل کوئی نہیں اور وہ سمیع و بصیر ہے۔ (سورۃ الشوریٰ، آیت نمبر: ۱۱)

کیا تم نے یہ ارشاد ربانی نہیں پڑھا:

((لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوًا احد))

"نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا اور کوئی ان کا ہمسر نہیں۔" (سورۃ الاخلاص)

علم، خوف اور نفس: امام الطائفہ شیخ ابوعبداللہ عمرو بن عثمان مکی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"علم آگے بڑھانے والا، خوف آگے ہانکنے والا ہے اور نفس ان دونوں کے درمیان اکڑ جانے والا، انتہائی سرکش، دھوکہ باز اور فریبی ہے۔ پس علم کے ذریعے نفس کے حملوں سے بچو اور اسے خوف کی دھمکی کے ساتھ ہانک لو، اگر تم نے ایسا کر لیا تو پھر تم جو نفس سے چاہو گے

وہ ویسا ہی کرے گا۔"

حقیقت وجد: امام الطائفہ شیخ ابو عبداللہ عمرو بن عثمان مکی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"وجد سر الٰہی ہے اس لیے اس حالت کو کوئی عبارت بیان نہیں کر سکتی۔"

شیخ سمنون بن حمزہ

قلانسی: انہی صوفیاء میں سے شیخ ابوالحسن شیخ سمنون بن حمزہ قلانسی علیہ الرحمۃ ہیں۔ آپ کو "ابوالقاسم" بھی کہا جاتا ہے۔

مشہور صوفیاء کا قرب: شیخ ابوالحسن شیخ سمنون بن حمزہ قلانسی علیہ الرحمۃ شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ، شیخ ابو احمد قلانسی علیہ الرحمۃ، محمد بن علی قصار علیہ الرحمۃ اور دیگر صوفیاء کرام کے قرب میں رہے۔

آزمائش: ایک مرتبہ شیخ ابوالحسن شیخ سمنون بن حمزہ قلانسی علیہ الرحمۃ نے یہ شعر پڑھا:

وليس لي في سواك حظ

فكيفما شئت فاختبرني

"اور (اے میرے رب!) نہیں میرے لیے تیرے سوا کسی میں کوئی حصہ۔ پس جس طرح تو چاہے میری آزمائش لے لے۔"

شعر پڑھنے کے فوراً بعد آپ کا پیشاب بند ہو گیا۔ آپ مدارس میں طلباء اور علماء کے پاس جاتے اور فرماتے:

"اپنے عم کاذب (جھوٹے چچا) کے لئے دعا کرو۔"

پھر آپ نے یہی شعر پڑھا۔

شیخ سمنون بن حمزہ قلانسی علیہ الرحمۃ کے ارادت مند نے دوسرے سے کہا:

"میں نے شب گزشتہ اپنے استاذ شیخ سمنون قلانسی کو دیکھا کہ وہ اللہ سے دعا مانگ رہے تھے، گڑگڑاتے تھے اور اس سے شفاء کا سوال کر رہے تھے۔"

دوسرے نے کہا:

"میں نے بھی گزشتہ رات ایسا ہی دیکھا۔"

تیسرے اور چوتھے نے بھی اسی طرح بیان کیا۔

شیخ سمنون بن حمزہ قلانسی علیہ الرحمۃ کو جب اس بات کی خبر ہوئی کہ پیشاب کی بندش میں آپ کی آزمائش ہو رہی ہے تو آپ نے صبر کیا اور گریہ چھوڑ دیا۔ جب آپ نے ان طلباء کی بات کو سنا تو جان لیا کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ میں اپنے رب کے ہاں ادب سے فریاد کروں، کیونکہ بندگی کا یہی تقاضا ہے۔

آپ کی یہ حالت چھپی رہی۔ پس آپ مدارس میں چکر لگاتے اور فرماتے:

"اپنے جھوٹے چچا کے لئے دعا کرو۔"

مال و زر نہیں تو نفلی نماز ہی سہی: شیخ ابو احمد مغازلی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شہر بغداد میں ایک آدمی تھا جس نے چالیس ہزار درہم فقراء میں تقسیم کیے تھے۔ شیخ سمنون بن حمزہ قلانسی علیہ الرحمۃ نے اس کے بارے میں مجھ سے فرمایا:

"اے ابو احمد! تم ملاحظہ نہیں کرتے کہ اس آدمی نے یہ درہم خرچ کیے اور کس قدر عمل کیا اور ہمارے پاس کچھ نہیں۔ پس ہمیں فلاں جگہ لے چلو ہم وہاں ہر اس درہم کے بدلے جو اس نے خرچ کیا ہے ایک رکعت نفل نماز پڑھیں۔"

پس ہم دونوں شہر مدائن کی طرف گئے اور ہم نے چالیس ہزار رکعات پڑھیں۔
خوش مزاج صوفی: شیخ سمنون بن حمزہ قلانسی علیہ الرحمۃ انتہائی خوش مزاج شخص تھے۔
کلام محبت: شیخ سمنون بن حمزہ قلانسی علیہ الرحمۃ اکثر محبت کے متعلق کلام فرمایا کرتے تھے۔
صاحب شان صوفی: شیخ سمنون بن حمزہ قلانسی علیہ الرحمۃ بڑی شان کے حامل صوفی تھے۔
سید الطائفہ سے قبل وصال پانا: شیخ سمنون بن حمزہ قلانسی علیہ الرحمۃ کا وصال سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے قبل ہوا۔

شیخ ابو عبید بسری

صوفیاء کے شیخ: انہی صوفیاء میں سے شیخ ابو عبید بسری علیہ الرحمۃ ہیں۔ آپ صوفیاء کے شیوخ میں سے تھے۔
شیخ ابوتراب کی صحبت: شیخ ابو عبید بسری علیہ الرحمۃ نے شیخ ابوتراب نخشبی علیہ الرحمۃ کی مصاحبت حاصل کی۔
بے مثل صوفی: شیخ ابن جلاء علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''میں چھ سو مشائخ سے ملا، لیکن میں نے چار صوفیاء کو بے مثل پایا۔ پہلے: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ۔ دوسرے: اپنے والد شیخ یحییٰ جلاء علیہ الرحمۃ۔ تیسرے: شیخ ابوتراب نخشبی علیہ الرحمۃ۔ چوتھے: شیخ ابو عبید بسری علیہ الرحمۃ۔
طاقت صوفی: حضرت ابوزرعہ حسنی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے:
''حج سے تین دن پہلے میں شیخ ابو عبید بسری علیہ الرحمۃ کے پاس سے گزرا۔ آپ اس وقت گندم گاہنے کی مشین پر تھے اور اپنی گندم گاہ رہے تھے۔ آپ کے پاس دو شخص آئے اور انہوں نے عرض کیا:
''اے ابو عبید! آپ حج کیلئے ہمارے ساتھ جائیں گے۔؟''
آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:
''تمہارا شیخ (میں خود) ان سے زیادہ طاقت رکھتا ہے۔''

شیخ شاہ بن شجاع کرمانی

صاحبان حکومت: شیخ ابوالفوارس شاہ بن شجاع کرمانی علیہ الرحمۃ بھی مشہور ترین صوفیاء کرام میں سے ہیں۔ آپ کا تعلق بادشاہوں کے خاندان سے تھا۔
صحبت صوفیاء: شیخ ابوالفوارس شاہ بن شجاع کرمانی علیہ الرحمۃ کافی عرصہ شیخ ابوتراب نخشبی علیہ الرحمۃ، شیخ ابو عبید بسری علیہ الرحمۃ اور دیگر کئی صوفیاء ہمعصر کی صحبت میں رہے۔
جواں مرد: شیخ ابوالفوارس کرمانی علیہ الرحمۃ جوان مرد تھے اور بڑی شان کے مالک تھے۔
وصال: شیخ ابوالفوارس کرمانی علیہ الرحمۃ کا وصال ۳۰۰ ہجری میں ہوا۔
علامات تقویٰ: شیخ ابوالفوارس کرمانی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''تقویٰ کی علامت پرہیزگاری ہے اور پرہیزگاری کی علامت شبہات کو ترک کر دینا ہے۔''
تین بڑی برائیاں: شیخ ابوالفوارس کرمانی علیہ الرحمۃ اپنے شاگردوں سے فرمایا کرتے تھے:

''ہر قسم کے جھوٹ، ہر قسم کی خیانت اور ہر قسم کی غیبت سے بچو! پھر جو چاہو سو کرو۔''

کامل فراست والا: شیخ ابن نجید علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابوالفوارس شاہ بن شجاع کرمانی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جو آدمی حرام (کو دیکھنے) سے آنکھیں بند کر لے، اپنے آپ کو شبہات سے بچائے اور اپنے باطن کو دائمی مراقبہ اور ظاہر کو اتباع سنت سے آباد کرے اور اپنے نفس کو حلال کھانے کی عادت ڈالے، اس کی فراست میں خطا نہیں ہو گی۔''

شیخ یوسف بن حسین جبالی

علاقہ رے اور جبال کے شیخ: اسی جماعت صوفیاء میں سے شیخ یوسف بن حسین جبالی علیہ الرحمۃ ہیں۔ یہ علاقہ ''رے'' اور ''جبال'' کے شیوخ میں سے تھے۔

تصنع سے پرہیز: شیخ یوسف بن حسین جبالی علیہ الرحمۃ تصنع سے پرہیز کرنے میں بے مثل تھے۔ آپ صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ جید عالم اور ادیب بھی تھے۔

شیخ خزار کے رفیق خاص: شیخ یوسف بن حسین جبالی علیہ الرحمۃ شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ اور شیخ ابوتراب نخشی علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہے۔ آپ شیخ ابوسعید خراز علیہ الرحمۃ کے رفیق خاص تھے۔

وصال: شیخ یوسف بن حسین جبالی علیہ الرحمۃ نے ۳۰۴ ہجری میں وفات پائی۔

ریاکاری کی مذمت: شیخ یوسف بن حسین جبالی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''ذرا بھر ریاکاری اور تصنع کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا میرے نزدیک تمام گناہوں کے ساتھ ملاقات کرنے سے زیادہ برا ہے۔''

ارادت مند کا رخصتوں پر عمل کرنا: شیخ یوسف بن حسین جبالی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''اگر تم ارادت مند کو شرعی احکام میں رخصتوں (جیسے سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھنا) پر عمل کرتے ہوئے دیکھو تو جان لو کہ اس نے کچھ حاصل نہ کیا۔''

ذائقہ نفس اور ذائقہ خیر: شیخ یوسف بن حسین جبالی علیہ الرحمۃ نے سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کو خط میں لکھا:

''اللہ آپ کو آپ کے نفس کا ذائقہ چکھنے سے محفوظ فرمائے۔ اگر آپ نے اسے چکھ لیا تو اس کے بعد آپ کبھی بھی خیر کا ذائقہ نہ چکھ سکیں گے۔''

تصوف کو تباہ کرنے والی چیزیں: شیخ یوسف بن حسین جبالی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''نوجوان لڑکوں سے ملاقات، بدعقیدہ لوگوں سے میل جول اور خواتین سے نرم مزاجی سے پیش آنا صوفیوں کے لیے تباہی ہیں۔''

شیخ محمد بن علی ترمذی

مشہور صوفی: انہی مشائخ میں شیخ ابوعبداللہ محمد بن علی ترمذی علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔ یہ مشہور ترین صوفیاء میں سے ہیں۔

علم تصوف میں تصنیفات: شیخ ابوعبداللہ محمد بن علی ترمذی علیہ الرحمۃ نے علم تصوف میں کئی کتب تصنیف فرمائیں۔

صوفیاء کرام کی صحبت: شیخ ابوعبداللہ محمد بن علی ترمذی علیہ الرحمۃ شیخ ابوتراب نخشی علیہ الرحمۃ، شیخ احمد بن خضرویہ علیہ الرحمۃ، شیخ ابن جلاء علیہ الرحمۃ اور دیگر صوفیاء کرام کے قرب خاص میں رہے۔

صفات مخلوق: شیخ ابوعبداللہ محمد بن علی ترمذی علیہ الرحمۃ سے صفت مخلوق سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:
''مخلوق ظاہراً کمزور ہے، لیکن دعوے بڑے لمبے چوڑے کرتی ہے۔''
تصنیف وتالیف کی وجہ: شیخ ابوعبداللہ محمد بن علی ترمذی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''کوئی بھی کتاب میں نے شہرت کے لیے نہیں لکھی اور نہ ہی میرا مقصد تھا کہ کوئی تصنیف میری طرف منسوب ہو، لیکن جب مجھ پر وقت سخت ہو جاتا (بہت زیادہ وقت میسر ہوتا) تو میں تصنیف وتالیف کے ذریعے تسکین حاصل کر لیتا۔''

شیخ ابوبکر محمد بن عمر وراق ترمذی

بلخ میں اقامت: انہی صوفیاء میں سے شیخ ابوبکر محمد بن عمر وراق ترمذی علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔ یہ ترمذ کے رہنے والے تھے لیکن انہوں بلخ میں مستقل اقامت اختیار کی۔
شیخ احمد بن خضرویہ کی صحبت: شیخ ابوبکر محمد بن عمر وراق ترمذی علیہ الرحمۃ شیخ احمد بن خضرویہ علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہے۔
ریاضت میں تصنیف وتالیف: شیخ ابوبکر محمد بن عمر وراق ترمذی علیہ الرحمۃ نے ریاضت کے موضوعات میں بہت زیادہ تالیف وتصنیف فرمائی۔
طمع کا باپ، اندیشہ اور انتہا: شیخ ابوبکر بلخی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابوبکر محمد بن عمر وراق ترمذی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''اگر لالچ سے سوال کیا جائے کہ تیرا باپ کون ہے؟ تو وہ جواب دے گا: جو چیز تقدیر میں ہے اس میں شک کرنا۔ اگر لالچ وطمع سے کہا جائے کہ تیرا اندیشہ کیا ہے؟ تو وہ جواب دے: ذلت حاصل کرنا۔ اگر طمع ولالچ سے سوال کیا جائے کہ تمہاری انتہاء کیا ہے؟ تو وہ جواب دے گی: محرومی۔''
صبر کرنا: شیخ ابوبکر محمد بن عمر وراق ترمذی علیہ الرحمۃ اپنے ارادت مندوں کو سفر اور سیاحت سے منع فرماتے تھے اور کہتے تھے:
''برکت کی کنجی یہ ہے کہ تم اپنی ارادت کی جگہ پر صبر کرو، یہاں تک کہ تمہارے لیے ارادہ صحیح ہو۔ اگر تمہارے لیے ارادہ درست ہوا تو تم پر برکت کی شروعات ظاہر ہو جائیں گی۔''

شیخ احمد بن عیسیٰ خرار

شہر بغداد کے مشہور صوفی: انہی صوفیاء کرام میں شیخ ابوسعید احمد بن عیسیٰ خراز علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔ یہ شہر بغداد کے رہائشی تھے۔
مشہور ترین اولیاء اللہ کی صحبت: شیخ ابوسعید احمد بن عیسیٰ خراز علیہ الرحمۃ شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ، شیخ نباجی علیہ الرحمۃ، شیخ ابوعبید بسری علیہ الرحمۃ، شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ اور شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ اور دیگر کئی صوفیاء کرام کے قرب خاص میں رہے۔
وصال: شیخ ابوسعید احمد بن عیسیٰ خراز علیہ الرحمۃ نے ۲۷۷ ہجری میں وصال فرمایا۔
ظاہر کے الٹ باطن باطل ہے: شیخ ابوسعید احمد بن عیسیٰ خراز علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''ظاہر جس باطنی چیز کے الٹ ہو وہ باطن باطل ہے۔''
شیطان سے ملاقات: شیخ ابوالعباس صیاد علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں نے شیخ ابوسعید احمد بن عیسیٰ خراز علیہ الرحمۃ سے سنا۔ وہ فرمارہے تھے کہ میں نے ابلیس کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجھ سے بچ کر کنارے کنارے چل رہا تھا۔ میں نے کہا:
''ادھر آؤ! تمہیں کیا ہوا ہے؟''

اس نے کہا:
"میں تم جیسے لوگوں کو کس طرح پھسلاؤں کہ میں نے جس کے ذریعے لوگوں کو دھوکہ دینا ہوتا ہے تم اس چیز کو اپنے نفسوں سے نکال پھینکتے ہو۔"

میں نے کہا:
"وہ چیز کیا ہے جس کے ساتھ تم لوگوں کو دھوکا دیتے ہو؟"

اس نے کہا:
"دنیا اور مال دنیا۔"

جب وہ واپس جانے لگا تو میری طرف متوجہ ہوا اور کہا:
"میرے پاس تمہارے لیے ایک کمزور بات ہے۔"

میں نے کہا:
"وہ کیا؟"

اس نے کہا:
"نوعمر لڑکوں کی صحبت (اس سے بچو کیوں کہ یہ شیطانی ہتھکنڈا ہے)"

ضبط نفس: شیخ ابوسعید احمد بن عیسیٰ خراز علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
"میں نے جس قدر صوفیاء کی صحبت اختیار کی ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہوا۔"

پوچھا گیا:
"وجہ کیا تھی۔؟"

فرمایا:
"میں ان کے پاس ضبط نفس کے ساتھ رہا۔"

شیخ محمد بن اسماعیل مغربی

مشہور ترین صوفی: اسی جماعت صوفیاء کے ایک فرد شیخ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل مغربی علیہ الرحمۃ ہیں۔
شیخ ابن شیبان کے استاذ: شیخ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل مغربی علیہ الرحمۃ شیخ ابراہیم بن شیبان علیہ الرحمۃ کے استاذ و شیخ ہیں۔
شیخ ابن رزین کے شاگرد: شیخ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل مغربی علیہ الرحمۃ شیخ علی بن رزین علیہ الرحمۃ کے شاگرد ہیں۔
عمر اور وصال: شیخ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل مغربی علیہ الرحمۃ نے ایک سو بیس برس عمر پائی اور آپ کا وصال ۲۹۹ ہجری میں ہوا۔

بغیر کھانا کھائے کئی برس گزارنا: شیخ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل مغربی علیہ الرحمۃ بڑی شان کے حامل تھے۔ آپ نے بغیر کھانا کھائے کئی برس گزارے۔ فقط گھاس پھوس کھاتے تھے اور آپ اس کے عادی ہو چکے تھے۔
افضل ترین عمل: شیخ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل مغربی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
"وقت کو نیک کاموں میں گزارنا افضل ترین عبادت ہے۔"

بہترین وبدترین آدمی: شیخ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل مغربی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''امراء کو دکھانے کے لیے کوئی عمل کرنے والا یا ان کے لئے تواضع اختیار کرنے والا فقیر مخلوق میں سب سے بدترین ہے۔ فقراء کے سامنے تواضع اختیار کرنے والا اور ان کی عزت کرنے والا تمام مخلوقات سے بہترین ہے۔''

شیخ احمد بن محمد بن مسروق طوسی

طوس سے بغداد آمد: شیخ ابوالعباس احمد بن محمد بن مسروق علیہ الرحمۃ کا تعلق بھی اسی جماعت فقراء سے ہے۔ یہ شہر طوس کے باشندے تھے۔ بعد میں شہر بغداد منتقل ہو گئے۔

شیخ محاسبی اور شیخ سری سقطی کی صحبت کا شرف: شیخ ابوالعباس احمد بن محمد بن مسروق طوسی علیہ الرحمۃ نے شیخ حارث محاسبی علیہ الرحمۃ اور شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کے قرب خاص میں بہت عرصہ گزارا۔

وصال: شیخ ابوالعباس احمد بن محمد بن مسروق طوسی علیہ الرحمۃ نے ۲۹۹ ہجری یا ۲۹۸ ہجری میں شہر بغداد میں وصال فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کو حاضر سمجھنے والا: شیخ ابوالعباس احمد بن محمد بن مسروق طوسی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''جس آدمی نے اپنے قلب میں اللہ کو حاضر (اس کے انوار وتجلیات کو محسوس کیا) سمجھا اللہ اسے برائیوں سے بچالیتا ہے۔''

اہل اسلام کی عزت: شیخ ابوالعباس احمد بن محمد بن مسروق طوسی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''اہل اسلام کی عزتوں کی تعظیم اللہ کی حرمتوں کی تعظیم ہے اور اسی کے وسیلے سے آدمی تقویٰ کی حقیقت کو پاتا ہے۔''

اشجار مختلفہ: شیخ ابوالعباس احمد بن محمد بن مسروق طوسی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''شجر معرفت کو آب فکر ڈالا جاتا ہے اور شجر غفلت کو آب جہالت۔ شجر توبہ کو آب ندامت سے سیراب کیا جاتا ہے اور شجر محبت کو انفاق فی سبیل اللہ اور موافقت کے پانی سے۔''

جاہل وغافل: شیخ ابوالعباس احمد بن محمد بن مسروق طوسی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''معرفت سے پہلے ارادت کے مدارج کو مضبوط نہ کرنے والے جاہل ہیں اور مقام توبہ کو ارادت سے پہلے طلب کرنے والا غافل ہے۔''

شیخ علی بن سہل اصبہانی

سید الطائفہ کے ہم زمانہ: انہی شیوخ صوفیاء میں سے شیخ ابوالحسن علی بن سہل اصبہانی علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔ یہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے ہم زمانہ ہیں۔

شیخ مکی کے قرض کی ادئیگی: جب شیخ عمرو بن عثمان مکی علیہ الرحمۃ کے ذمہ تیس ہزار درہم کا قرض واجب الاداء ہو گیا تو شیخ ابوالحسن علی بن سہل اصبہانی علیہ الرحمۃ نے ان کی طرف سے ادئیگی کر دی۔

صحبت صوفیاء: شیخ ابوالحسن علی بن سہل اصبہانی علیہ الرحمۃ شیخ ابوتراب نخشبی علیہ الرحمۃ اور اس طبقہ کے دیگر صوفیاء کی صحبت میں رہے۔

مختلف علامات: شیخ ابوالحسن علی بن سہل اصبہانی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''عبادت کے لیے جلدی کرنا توفیق کی نشانی ہے اور گناہوں سے رکے رہنا اچھی رعایت کی۔ اسرار ورموز کی رعایت بیداری کی علامت ہے۔ دعووں کا اظہار بشری حمایت ہے۔ جس آدمی کا آغاز درست نہ ہو اس کا انجام درست کیسے ہو سکتا ہے؟

شیخ ابن محمد جریری

سید الطائفہ کے متعلم: شیخ ابومحمد بن محمد بن حسین جریری علیہ الرحمۃ کا شمار بھی مشہور ترین صوفیاء میں ہوتا ہے۔ یہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے متعلمین میں سے تھے۔

صحبت شیخ سہل: شیخ ابومحمد بن محمد بن حسین جریری علیہ الرحمۃ شیخ سہل بن عبداللہ کی صحبت میں رہے۔

سید الطائفہ کے مسند نشین: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد شیخ ابومحمد بن محمد بن حسین جریری علیہ الرحمۃ ہی ان کی مسند پر بیٹھے۔ آپ اس جماعت صوفیاء کے علوم کے عالم تھے۔

وصال: شیخ ابومحمد جریری علیہ الرحمۃ نے ۳۱۱ ہجری میں وصال پایا۔

بعداز وصال کیفیت: شیخ احمد بن عطاء روزباری علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابومحمد بن محمد جریری علیہ الرحمۃ نے ہبیر کے سال وصال پایا۔ وصال کے ایک سال بعد میں آپ کی قبر انور سے گزرا تو دیکھا کہ آپ تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے گھٹنے چھاتی کے ساتھ لگے ہوئے تھے اور آپ اپنی انگلی سے اللہ کی بلندی وعلو کی طرف اشارہ کر رہے تھے اور فرمارہے تھے:

''جو آدمی نفس سے مغلوب ہوگیا، اسیر خواہشات ہوگیا اور خواہش کے قید خانے میں قید ہوگیا۔ نیز اللہ نے اس کے دل پر فوائد (کا فیضان) حرام کر دیا۔ پس وہ اللہ کے کلام سے راحت حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس سے آراستہ ہوسکتا ہے، اگرچہ وہ کلام ربانی کو اپنی زبان سے بار بار پڑھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ساصرف عن ایتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق))

''عنقریب میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں۔'' (سورۃ الاعراف، آیت نمبر ۱۴۶)

فروع واصول: شیخ ابومحمد بن محمد جریری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''فروع پر عمل کر کے اصول کو دیکھا جاسکتا ہے اور فروع کی تصحیح ان کو اصل پر پیش کرنے سے ہوتی ہے اور مشاہدہ واصول کے مقام تک رسائی اسی وقت ہے جب ان واسطوں اور فروع کی تعظیم ہو جن کی تعظیم کا اللہ نے حکم دیا ہے۔''

شیخ احمد بن محمد آدمی

شان وشوکت: شیخ ابوالعباس احمد بن محمد بن سہل بن عطاء آدمی علیہ الرحمۃ کا شمار مشہور صوفیاء میں ہوتا ہے۔ آپ بہت اعلیٰ درجے کے صوفی اور عالم تھے، حتیٰ کہ شیخ خراز آپ کو عظیم شان وشوکت والا قرار دیتے تھے۔

سید الطائفہ کے ہمعصر: شیخ ابوالعباس احمد بن محمد بن سہل بن عطاء آدمی علیہ الرحمۃ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے ہمعصر تھے۔

صحبت شیخ مارستانی: شیخ ابوالعباس احمد بن محمد آدمی علیہ الرحمۃ شیخ ابراہیم مارستانی علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہے۔

وفات: شیخ ابوالعباس احمد بن محمد آدمی علیہ الرحمۃ نے ۳۰۹ ہجری میں وفات پائی۔

نور معرفت اور اتباع رسول: شیخ ابوالعباس احمد بن محمد آدمی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جس آدمی نے اپنے آپ پر آداب شریعت کو لازم قرار دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو نور معرفت سے منور کر دیتا ہے۔ اور محبوب الٰہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام، افعال اور اخلاق کی اتباع سے زیادہ عزت وشرف والا کوئی کام نہیں۔''

سب سے بڑی غفلت: شیخ ابوالعباس احمد بن محمد آدمی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''بندے کا اپنے رب سے غافل رہنا سب سے بڑی غفلت ہے۔ آداب بندگی سے غفلت یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے دیئے گئے اوامر ونواہی سے غافل رہے۔''

جواب کہاں سے تلاش کیا جائے: شیخ ابوالعباس احمد بن محمد آدمی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''اگر آپ سے کوئی سوال کرتا ہے تو آپ اسے علم کے صحرا میں ڈھونڈو۔ اگر یہاں اس کا جواب نہ ملے تو پھر حکمت کے میدان میں اسے ڈھونڈو اور اگر یہاں بھی نہ ملے تو توحید کے ذریعے اس کو پرکھو۔ اور اگر ان تینوں جگہوں پر اس کا جواب نہ ملے تو یہ شیطانی سوال ہے، اس لیے اسے شیطان کے چہرے پر مارو (اس کا جواب مت دو۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم اور تعوذ پڑھو)۔''

شیخ ابراہیم بن احمد الخواص

شیخ نوری اور سید الطائفہ کے ہم عصر: شیخ ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواص علیہ الرحمۃ کا شمار بھی انہی مشہور صوفیاء میں ہوتا ہے۔ یہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ اور شیخ نوری علیہ الرحمۃ کے ہم زمانہ ہیں۔

توکل وریاضت: شیخ ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواص علیہ الرحمۃ توکل اور ریاضت کے حامل صوفی تھے۔

وصال اور اس کا سبب: شیخ ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواص علیہ الرحمۃ کا وصال ۲۹۱ ہجری میں مقام واس میں ہوا۔ وفات کا سبب پیٹ کی بیماری تھی۔ آپ کے پیٹ میں تکلیف رہتی تھی جب بھی اٹھتے وضو کر کے مسجد میں جاتے اور دو رکعات نفل ادا کرتے۔ ایک مرتبہ وضو کرنے کے لیے گئے تو وصال پا گئے۔

حقیقی صاحب علم: شیخ ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواص علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''جو شخص علم کی پیروی کرتا ہے اس پر عمل کر کے اور سنت کی اتباع کرکے، اگرچہ اس کے پاس علم بہت ہی کم ہی کیوں نہ ہو، وہ صاحب علم ہے۔''

علاج قلب: شیخ ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواص علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''قلب کا علاج پانچ اشیاء میں ہے۔ پہلی: غور وفکر کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت۔ دوسری: شکم کو خالی رکھنا۔ تیسری: قیام اللیل۔ چوتھی: سحری کے وقت گریہ۔ پانچویں: صحبت صالحین۔''

شیخ محمد عبداللہ بن محمد خراز

مکہ میں اقامت: انہی صوفیاء میں شیخ ابومحمد عبداللہ بن محمد خراز علیہ الرحمۃ کا شمار بھی ہوتا ہے۔ یہ ''رے'' کے باشندے تھے۔ بعد میں مکۃ المکرمہ میں مقیم ہو گئے۔

صحبت صوفیاء اور تقویٰ: شیخ ابومحمد عبداللہ بن محمد خراز علیہ الرحمۃ شیخ ابوحفص علیہ الرحمۃ اور شیخ ابوعمران کبیر علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہے۔ آپ نہایت پرہیزگار لوگوں میں سے تھے۔

وصال: شیخ ابومحمد عبداللہ بن محمد خراز علیہ الرحمۃ نے ۳۱۰ ہجری میں وفات پائی۔

اللہ کے اجر کے برابر کوئی کام نہیں ہوسکتا: شیخ دقی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں شیخ عبداللہ خراز علیہ الرحمۃ کے پاس گیا۔ اس وقت میں نے چار دنوں سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ شیخ نے مجھ سے فرمایا:

''ایک آدمی چار دن بھوکا سے گزارتا ہے اور پھر وہ بھوک بھوک کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔ فرض کرو کہ اگر جمیع مخلوق اس ثواب کی خاطر جو اللہ کی طرف سے ان کو ملنے والا ہے، ہلاک ہو جائیں تو انہوں نے کچھ کیا (کیا ثواب کے برابر کام کر سکے، ہرگز نہیں)۔؟ کیا تم اسے بہت بڑا کام سمجھتے ہو۔؟''

زاہدین وعارفین کا طعام: شیخ ابومحمد عبداللہ بن محمد خراز علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

((الجوع طعام الزاھدین والذکر طعام العارفین))

''زاہدین کا طعام بھوکا رہنا ہے اور عارفین کا طعام ذکر الٰہی ہے۔''

شیخ بنان بن محمد حمال

واسط سے مصر منتقل ہونا: شیخ ابوالحسن بنان بن محمد حمال علیہ الرحمۃ بھی انہی صوفیاء کرام میں سے ہیں۔ یہ شہر واسط کے باشندے تھے۔ بعد میں مصر منتقل ہو گئے۔

وصال: شیخ ابوالحسن بنان بن محمد حمال علیہ الرحمۃ کا وصال ملک مصر میں ۳۱۶ ہجری میں ہوا۔

صاحب کرامت صوفی: شیخ ابوالحسن بنان بن محمد حمال علیہ الرحمۃ بڑی شان کے حامل اور صاحب کرامات صوفی تھے۔

صوفیاء کا ''حال'': شیخ ابوالحسن بنان بن محمد حمال علیہ الرحمۃ سے صوفیاء کرام کے ''حال'' سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''جس شئے کی ضمانت موجود ہے (رزق) اس پر اعتماد، اوامر کا قیام، باطن کی حفاظت اور ماسوی اللہ (اللہ کے علاوہ) سب کو ترک کرنا۔''

درندے کا نقصان نہ پہنچانا: شیخ حضرت ابوعلی روذباری علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابوالحسن بنان بن محمد حمال علیہ الرحمۃ کو آپ کے مخالفین نے جکڑ کر درندے کے آگے ڈال دیا۔ اس نے آپ کو سونگھا لیکن کوئی ضرر نہ پہنچایا۔ آپ سے سوال کیا گیا:

''جب درندے نے آپ کو سونگھا تو اس وقت آپ کے قلب پر کیا بات وارد ہوئی۔''

آپ نے فرمایا:

((کنت افکر فی اختلاف العلماء فی سور السبع))

''اس وقت میں درندے کے جوٹھے کے بارے میں علماء کے اختلاف پر غور وفکر کر رہا تھا۔''

شیخ ابوحمزہ بغدادی بزاز

سید الطائفہ کے ہم عصر: انہی صوفیاء کرام میں سے شیخ ابوحمزہ بغدادی بزاز علیہ الرحمۃ ہیں۔ یہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے پہلے فوت ہوئے۔ یہ سید الطائفہ کے ہم عصر تھے۔

شیخ سقطی اور مسوحی کا قرب خاص: شیخ ابوحمزہ بغدادی بزاز علیہ الرحمۃ شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ اور شیخ حسن مسوحی علیہ الرحمۃ کے قرب خاص میں رہے۔

قرأت سبعہ: شیخ ابوحمزہ بغدادی بزاز علیہ الرحمۃ قرآن مجید کی سات قرأتوں کے عالم اور فقیہ تھے۔

شیخ ابان کی نسل سے: شیخ ابوحمزہ بغدادی بزاز علیہ الرحمۃ شیخ عیسیٰ بن ابان علیہ الرحمۃ کی نسل سے تھے۔

امام احمد بن حنبل کے ہاں مقام ومرتبہ: شیخ ابوحمزہ بغدادی بزاز علیہ الرحمۃ سے امام جلیل حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ مختلف مسائل سے متعلق یوں پوچھتے:

''اے صوفی! آپ اس مسئلہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔؟''

وصال سے ایک ہفتہ پہلے: ایک مرتبہ شیخ ابوحمزہ بغدادی بزاز علیہ الرحمۃ جمعۃ المبارک کے دن مجلس میں وعظ فرمارہے تھے کہ اچانک آپ کا حال تبدیل ہوگیا۔ آپ کرسی سے گر گئے اور آئندہ جمعۃ المبارک کے دن وفات پاگئے۔

وصال: شیخ ابوحمزہ بغدادی بزاز نے ۲۸۹ ہجری میں وصال پایا۔

سنت رسول کی اہمیت: شیخ ابوحمزہ بغدادی بزاز علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جوراہ الٰہی کے علم کے حصول میں لگ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے سلوک کا راستہ آسان فرمادیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے (قرب الٰہی) کا ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احوال، افعال اور اقوال میں اتباع کرنا ہے۔''

تین اشیاء: شیخ ابوحمزہ بغدادی بزاز علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جوآدمی ان تین اشیاء کو حاصل کرلے وہ آفات سے نجات پاجائے گا۔ پہلی: صابر قلب کے ساتھ خالی پیٹ۔ دوسری زہد کے ساتھ دائمی فقر۔ تیسری دائمی ذکر کے ساتھ کامل صبر۔''

شیخ محمد بن موسیٰ واسطی خراسانی

خراسانی: شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ واسطی علیہ الرحمۃ کا شمار بھی انہی صوفیائے کاملین میں ہوتا ہے۔ یہ خراسان کے رہنے والے تھے۔ ان کا تعلق ''فرغانہ'' سے تھا۔

شیخ جنید اور شیخ نوری کی صحبت کا شرف: شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ واسطی خراسانی علیہ الرحمۃ سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ اور شیخ نوری علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہے۔

وصال: شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ واسطی علیہ الرحمۃ بڑی شان کے حامل عالم تھے۔ آپ نے علاقہ مرو میں رہائش اختیار فرمائی تھی۔ علاقہ مرو میں ہی آپ کا وصال ۳۲۰ ہجری میں ہوا۔

خوف ورجاء: شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ واسطی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

((الخوف والرجاء زمامان یمنعان العبد من سوء الادب))

'''خوف ورجاء حقیقت میں دولگامیں ہیں جو بندے کو بے ادبی سے روکتی ہیں۔''

عبادت پرعوض: شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ واسطی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''فضل الٰہی کو بھول جانے کا ایک سبب یہ ہے کہ آدمی عبادت پرعوض کا طالب بن جائے۔''

بندے کی ذلت وخواری کی نشانیاں: شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ واسطی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کی ذلت کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے بدبوداروں (بے ریش لڑکوں، خواتین) اور مردار (دنیا کے مال) کی طرف لگادیتا ہے۔''

موجودہ اہل تصوف: شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ واسطی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''بے ادبی کو اخلاص کہا جانے لگا ہے۔ نفسوں کی حرص وخواہش کو انبساط (خوشی) کہا جانے لگا ہے۔ عبادت میں کم ہمتی کو شجاعت

کہا جانے لگا ہے۔ حقیقت میں لوگ تصوف کے حقیقی راستے سے نابینا ہو گئے کہ انہیں وہ نظر ہی نہیں آتا۔ وہ تنگ راستے پر ہیں، جس کی وجہ سے ان سے تو کوئی زندگی بدلتی ہے اور نہ ان کی گفتگو مؤثر ہوتی ہے۔ اگر وہ بولتے ہیں تو غصے سے اور اگر کسی کو مخاطب کرتے ہیں تو تکبر کے ساتھ، ان کے نفوس ان کے خبث باطنی کی خبر دیتے ہیں۔ طعام پر حرص ان کے قلوب کی افکار کو ظاہر کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ضائع کر دے یہ کہاں اوندھے پڑے جاتے ہیں۔"

سنت پر عمل نہ کرنے کی سزا: استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں نے مرو کے مقیم ایک دو افراد سے سنا کہ شیخ ابو بکر محمد بن موسیٰ واسطی علیہ الرحمۃ جمعۃ المبارک کے دن جمعہ کی ادائیگی کے لیے جامع مسجد کی طرف جاتے ہوئے ایک دکان کے دروازے سے گزرے۔ چلتے چلتے آپ کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ چکا تھا۔ دکاندار (مرو کے علاقہ کے رہائشی ایک شخص) نے عرض کیا:

"اے شیخ! آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اسے درست کر دوں"

شیخ نے فرمایا:

"ٹھیک ہے۔ اسے درست کر دو۔!"

دکاندار نے ان کا تسمہ درست کر دیا۔

شیخ نے فرمایا:

"تمہیں معلوم ہے کہ میرے جوتے کا تسمہ کیوں ٹوٹا ہے؟"

دکاندار نے عرض کیا:

"آپ بتائیں تب علم ہوگا۔"

شیخ نے فرمایا:

"اس لئے کہ میں نے جمعہ کیلئے (مسنون) غسل نہیں کیا تھا (سنت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے یہ سزا ملی ہے)۔"

دکاندار نے عرض کیا:

"یہاں ایک حمام ہے وہاں جا کر غسل فرمالیں۔"

شیخ نے فرمایا:

"کیوں نہیں۔ ضرور۔"

پس دکاندار ان کو حمام میں لے گیا اور انہوں نے غسل فرمایا۔

شیخ ابوالحسن بن صائغ

مشہور صوفی: شیخ ابوالحسن بن صائغ علیہ الرحمۃ کا شمار مشہور اولیائے کاملین اور صوفیائے صادقین میں ہوتا ہے۔

نام: شیخ ابوالحسن بن صائغ علیہ الرحمۃ کا نام علی بن محمد بن سہل دینوری ہے۔

مصر میں اقامت اور وصال: شیخ ابوالحسن بن صائغ علیہ الرحمۃ مصر میں منتقل ہو گئے اور وہیں پر وصال فرمایا۔ آپ بڑے مشائخ میں سے تھے۔

ہیبت والے: شیخ ابو عثمان مغربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"میں نے صوفیاء کے شیوخ میں ابو یعقوب نہرجوری علیہ الرحمۃ سے زیادہ روشن چہرے والا اور شیخ ابوالحسن بن صائغ علیہ الرحمۃ سے

زیادہ ہیبت والا ملاحظہ نہیں کیا۔"

سن وصال: شیخ ابوالحسن بن صائغ علیہ الرحمۃ نے ۳۳۰ ہجری میں وصال پایا۔

حاضر سے غائب پر استدلال: شیخ ابوالحسن بن صائغ علیہ الرحمۃ سے حاضر (مخلوق) سے غائب (ذات باری تعالیٰ) پر استدلال سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

"جس کی مثل اور نظیر موجود ہو (یعنی مخلوق) اس کی صفات سے اس پر کیسے استدلال جائز ہوگا جس کی کوئی مثل اور نظیر نہیں (یعنی اللہ تعالیٰ)۔"

مرید کی صفت: شیخ ابوالحسن بن صائغ علیہ الرحمۃ سے مرید کی صفت سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

"وہ جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے:

((ضاقت علیھم الارض بما رحبت وضاقت علیھم انفسھم))

"ان (اہل ایمان) پر زمین تنگ پڑ گئی اس کے باوجود کہ وہ وسیع تھی۔ اور وہ اپنی جان سے تنگ آ ئے۔"

(سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۱۸)

احوال صوفیاء: شیخ ابوالحسن بن صائغ علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"احوال تیز بجلی کی مثل ہوتے ہیں۔ جب وہ دائم اور ثابت ہوں تو وہ قلب کی بات اور طبیعت کے موافق ہیں۔"

شیخ ابراہیم بن داؤد الرقی

ملک شام کے شیخ: شیخ ابواسحاق ابراہیم بن داؤد رقی کا شمار بھی انہی مشہور صوفیاء کرام میں ہوتا ہے۔ یہ ملک شام کے شیوخ میں سے تھے۔

سید الطائفہ اور شیخ ابن جلاء کے ہم عصر: شیخ ابواسحاق ابراہیم بن داؤد رقی علیہ الرحمۃ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ اور شیخ ابن جلاء علیہ الرحمۃ کے ہمعصر تھے۔

وصال: شیخ ابواسحاق ابراہیم بن داؤد رقی علیہ الرحمۃ کا وصال ۳۲۶ ہجری میں ہوا۔

معرفت کیا ہے؟: شیخ ابواسحاق ابراہیم بن داؤد رقی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"معرفت یہ ہے کہ حق جس طرح ہے اس کو اسی طرح ثابت رکھا جائے اور ہر موہوم (وہم والی) بات کو ترک کر دیا جائے۔"

قدرت اور ابصار انسانی: شیخ ابواسحاق ابراہیم بن داؤد رقی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"اللہ تعالیٰ کی قدرت ظاہر ہے اور ابصار کھلی ہیں، لیکن ان کی روشنی کمزور پڑ گئی ہے۔"

حقیقی کمزور اور طاقتور: شیخ ابواسحاق ابراہیم بن داؤد رقی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"خواہشات نفسانی کے سامنے لاجواب ہو جانے والا مخلوق میں سب سے کمزور ہے اور خواہشات نفسانی کو رد کر کے ان کا مقابلہ کرنے والا مخلوق میں مضبوط ترین شخص ہے۔"

اللہ سے محبت کی علامت: شیخ ابواسحاق ابراہیم بن داؤد رقی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ترجیح دینا اور اس کے نبی کی اتباع کرنا اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت ہے۔"

شیخ ممشاد دینوری

انہی صوفیاء میں سے شیخ ممشاد دینوری ہیں۔ یہ بڑے شیوخ میں سے تھے۔ان کا وصال ۲۹۹ ہجری میں ہوا۔

حقیقی مرید کی نشانیاں: شیخ ممشاد دینوری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''مشائخ کی عزت کرنا، بھائیوں کی خدمت کرنا، اسباب لے کر سفر پر نکلنا اور آداب شریعت کی حفاظت کرنا حقیقی مرید کی نشانیاں ہیں۔''

شیخ کے پاس حاضر ہونے کے آداب: شیخ ممشاد دینوری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''میں جب کبھی اپنے شیخ کے پاس حاضر ہوا مال و اسباب سے خالی حاضر ہوا۔ میں متمنی رہا کہ ان کے دیدار اور کلام کی برکات مجھے حاصل ہوں، کیونکہ جو شخص اپنے شیخ کے پاس اپنی ذات پر نظر کے ساتھ داخل ہوتا ہے وہ ان کے دیدار، محبت اور کلام کی برکات سے محروم رہتا ہے۔''

شیخ خیر نساج

ابوحمزہ بغدادی کی صحبت: شیخ خیر نساج کا شمار مشہور ترین صوفیاء میں ہوتا ہے۔ یہ شیخ ابوحمزہ بغدادی علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہے۔

شیخ ابوالحسن نوری کے ہم عصر: شیخ خیر نساج علیہ الرحمۃ شیخ ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ کے ہم عصر تھے۔

ایک سو بیس برس عمر: شیخ خیر النساج علیہ الرحمۃ کو طویل عمر عطا ہوئی۔ آپ کی عمر ۱۲۰ برس ہوئی۔

شیخ شبلی اور شیخ خواص کے شیخ: شیخ خیر نساج علیہ الرحمۃ کی مجلس میں شیخ شبلی اور شیخ خواص نے توبہ کی اور آپ ایک جماعت کے استاذ تھے۔

نام: شیخ خیر نساج کا نام محمد بن اسماعیل تھا۔

سامرہ کے باشندے: شیخ خیر نساج علیہ الرحمۃ (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع شہر) سامرہ کے باشندے تھے۔

ایک مسلمان کا دیا ہوا نام: شیخ خیر نساج علیہ الرحمۃ کو ''خیر النساج'' اس لیے کہا جاتا تھا کہ ایک دفعہ آپ حج کے ارادہ سے گئے تو ایک آدمی نے شہر کوفہ کے دروازے پر آپ کو پکڑ لیا اور کہا:

''تم میرے غلام ہو اور تمہارا نام خیر ہے۔''

آپ سیاہ رنگت والے تھے۔ آپ نے اس آدمی کی مخالفت نہ کی۔ اس نے آپ کو ریشمی کپڑا بننے پر لگا دیا۔ وہ آپ سے کہتا:

''اے خیر!''

آپ فرماتے:

''لبیک'' (میں حاضر ہوں)

پھر چند سالوں کے بعد اس شخص نے آپ سے کہا:

''مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوگئی نہ تو آپ میرے غلام ہیں اور نہ ہی آپ کا نام خیر ہے۔''

آپ نے اسے چھوڑ کر جانے کا ارادہ فرما لیا اور کہا:

''میں اس نام کو نہیں بدلوں گا جس نام سے مجھے ایک مسلمان نے پکارا ہے۔''

خوف کی وجہ: شیخ خیر نساج علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''ایسے نفوس جنہوں نے برے آداب کو اپنا رکھا ہے اللہ تعالیٰ خوف کے ذریعے ان کو سیدھا کرتا ہے۔''
بوقت وفات: شیخ ابوالحسین مالکی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ جو آدمی شیخ خیر النساج علیہ الرحمۃ کی وفات کے وقت موجود تھا میں نے اس سے ان کے وصال کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا:
''جب نماز مغرب کا وقت ہوا تو شیخ خیر النساج پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ کچھ دیر بعد آنکھیں کھولیں اور گھر کے ایک کونے میں اشارہ کیا اور فرمایا: تھوڑی دیر رکو! اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے! بلاشبہ! تم بھی پابند حکم ہو اور میں بھی۔ تم جس کام کا حکم کیے گئے ہو (روح قبض کرنے کا) وہ کام تم چھوڑ نہیں سکتے اور جس کام (نماز مغرب) کا مجھے حکم دیا گیا ہے اس کا وقت جا تا رہے گا۔'' پھر انہوں نے پانی طلب فرمایا اور نماز کے لئے وضو کیا، پھر انگڑائی لی اور آنکھوں کو بند کرکے کلمہ شہادت پڑھا اور انتقال فرما گئے۔''
میلی دنیا سے نجات: ایک صالح نے شیخ خیر النساج کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا:
((مافعل الله بك))
''اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔''
آپ نے فرمایا:
''اس بارے میں مجھ سے نہ پوچھو! البتہ میں تمہاری میلی دنیا سے آرام پا چکا ہوں۔''

شیخ ابوحمزہ خراسانی

جلیل القدر صوفی: شیخ ابوحمزہ خراسانی علیہ الرحمۃ کا شمار جلیل القدر صوفیاء میں ہوتا ہے۔ یہ نیشا پور کے محلہ ''ملقاباذ'' سے تعلق رکھتے تھے۔
مصاحبت صوفیاء اور پرہیزگاری: شیخ ابوحمزہ خراسانی علیہ الرحمۃ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی، شیخ خراز اور شیخ ابوتراب نخشبی علیہ الرحمۃ کے ہمعصر تھے اور آپ پرہیزگار و دین دار تھے۔
موت کو کثرت سے یاد کرنا: شیخ ابوحمزہ خراسانی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''باقی (اللہ تعالیٰ) کی محبت اور ہر فانی (مخلوق اور دنیا) کی نفرت اسے ودیعت ہوتی ہے جو موت کو کثرت سے یاد کرنا اپنا شعار بنا لیتا ہے۔''
آج کی فکر کل کی نہیں: شیخ ابوحمزہ خراسانی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''جسے معرفت الٰہی کا حصول ہو جاتا ہے وہ اپنے ایک دن کے گزر اوقات کے رزق سے دوسرے رزق کو علیحدہ کر دیتا ہے۔ وہ فقط ایک دن کا رزق لیتا ہے۔''
سفر آخرت کا سامان: شیخ ابوحمزہ خراسانی علیہ الرحمۃ سے ایک آدمی نے عرض کیا:
''حضور! مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔''
آپ نے فرمایا
''یقیناً وقوع پذیر ہونے والے سفر (آخرت) کا سامان تیار کرلو۔''
حالت احرام میں ایک عرصہ گزارنا: شیخ ابوالحسن بصری علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابوحمزہ خراسانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''میں ایک عباء پہنے بہت عرصہ حالت احرام میں رہا۔ ہر سال ایک ہزار فرسخ کا سفر کرتا۔ آفتاب طلوع وغروب ہوتا رہتا۔ جب بھی میں احرام کھولتا پھر احرام باندھ لیتا۔''

وفات: شیخ ابوحمزہ خراسانی علیہ الرحمۃ نے ۲۹۰ ہجری میں وفات پائی۔

شیخ ابوبکر بن حجدر شبلی

صاحب وقار شخصیت: شیخ ابوبکر بن حجدر شبلی علیہ الرحمۃ کا شمار بھی مشہور ترین صوفیاء میں ہوتا ہے۔ یہ شہر بغداد میں پیدا ہوئے اور یہیں پر پرورش پائی۔ ان کا خاندان ''اسروشنہ'' کا رہنے والا تھا۔

صحبت صوفیاء: شیخ ابوبکر بن حجدر شبلی علیہ الرحمۃ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ اور اس زمانے کے دیگر صوفیاء کرام کی صحبت میں رہے۔

علم ودانائی کے شیخ: شیخ ابوبکر بن حجدر شبلی علیہ الرحمۃ حال، دانائی اور علم (شریعت وطریقت) کے لحاظ سے اپنے وقت کے شیخ تھے۔

مالکی المذہب: شیخ ابوبکر بن حجدر شبلی علیہ الرحمۃ مالکی (امام مالک کے مقلد) تھے۔

وفات: شیخ ابوبکر بن حجدر شبلی علیہ الرحمۃ نے ۸۷ برس کی عمر شہر بغداد میں ۳۳۴ ہجری کو وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

حاکم کی محکوم سے معافی: شیخ ابوبکر بن حجدر شبلی علیہ الرحمۃ نے شیخ خیر النساج علیہ الرحمۃ کی مجلس میں توبہ کی تو مقام ''دماوند'' چلے گئے اور اہل شہر سے فرمایا:

''میں پہلے تمہارے شہر کا حاکم تھا (اگر اس دوران مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہو تو) مجھے معاف کر دینا۔''

مجاہدات: شروع میں آپ بہت مجاہدات کرنے والے تھے۔

نمک بطور سرمہ استعمال کرنا: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ سے منقول ہے:

''مجھے تک یہ بات پہنچی ہے کہ شیخ شبلی علیہ الرحمۃ ایک زمانہ تک نمک کو بطور سرمہ استعمال فرماتے تھے تاکہ نیند نہ آئے اور جاگنے کی عادت بن جائے۔

تعظیم شریعت: شیخ ابوبکر بن حجدر شبلی علیہ الرحمۃ شریعت کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے، جیسا کہ شیخ ابوبکر دینوری علیہ الرحمۃ نے بیان کیا ہے کہ شیخ شبلی آخری عمر میں شریعت کی بہت تعظیم فرمایا کرتے تھے۔

مقامات حال: شیخ ابوالعباس بغدادی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابوبکر بن حجدر شبلی علیہ الرحمۃ زندگی کے ایام میں اکثر کہا کرتے تھے:

کم من موضع لومت فیه
لکنت به نکالا فی العشیره

''کتنے ہی ایسے مواضع (مقامات) ہیں کہ اگر میں ان میں رہ جاؤں تو میں اپنے خاندان والے کے لیے باعث ذلت ٹھہروں۔''

ماہ رمضان کی توقیر: ماہ رمضان المبارک میں شیخ ابوبکر بن حجدر شبلی علیہ الرحمۃ اپنے زمانہ کے صوفیاء سے بڑھ کر (عبادت ومجاہدہ میں) سعی فرمایا کرتے تھے اور کہتے تھے:

''یہ مہینہ وہ عظیم الشان مہینہ ہے کہ جس کو رب العالمین نے عظمت ووقار عطا فرمایا ہے۔ میں اس ماہ کی تعظیم وتوقیر کرنے والا پہلا شخص ہوں۔''

شیخ ابوبکر بن جحدر شبلی علیہ الرحمۃ کا یہ قول شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا ہے۔

شیخ عبداللہ مرتعش نیشاپوری

نیشاپوری: شیخ ابومحمد عبداللہ بن محمد مرتعش نیشاپوری علیہ الرحمۃ کا شمار مشہور ترین صوفیاء میں ہوتا ہے۔ یہ نیشاپور کے محلہ ''الحیرہ'' کے باشندے تھے۔ یہ بھی منقول ہے کہ آپ کا تعلق محلہ ''ملقاباذ'' سے تھا۔

جید صوفیاء کی صحبت: شیخ ابومحمد عبداللہ بن محمد مرتعش نیشاپوری علیہ الرحمۃ نے شیخ ابوحفص علیہ الرحمۃ اور شیخ ابوعثمان علیہ الرحمۃ کی صحبت کا شرف حاصل فرمایا۔

سید الطائفہ سے ملاقات: شیخ ابومحمد عبداللہ بن محمد مرتعش نیشاپوری علیہ الرحمۃ کی سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے ملاقات بھی ثابت ہے۔

مسجد میں اقامت اختیار فرمانا: شیخ ابومحمد عبداللہ بن محمد مرتعش نیشاپوری علیہ الرحمۃ عظیم شان کے حامل صوفی بزرگ تھے۔ انہوں نے ایک عرصہ مسجد شونزیہ میں اقامت اختیار فرمائی۔

وفات: شیخ ابومحمد عبداللہ بن محمد مرتعش نیشاپوری کی وفات (شہر بغداد میں) ۳۲۸ ہجری میں ہوئی۔

ارادہ کیا ہے: شیخ ابومحمد عبداللہ بن محمد مرتعش نیشاپوری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''نفس کو خواہشات سے روکنے، اللہ کے احکامات پر عمل کرنے اور رضائے الٰہی پر راضی رہنے کا نام ''ارادہ'' ہے۔

خواہشات کی مخالفت: شیخ ابومحمد عبداللہ بن محمد مرتعش نیشاپوری سے عرض کیا گیا:

''ایک شخص پانی پر چلتا ہے۔''

آپ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جسے خواہشات کی مخالفت پر قدرت عطا فرمادے، میرے ہاں وہ ہوا میں چلنے والے سے بھی زیادہ عظیم ہے۔''

شیخ احمد بن محمد روذباری

ملک مصر منتقل ہونا: شیخ ابوعلی احمد بن محمد روذباری علیہ الرحمۃ کا شمار مشہور ترین اہل تصوف میں ہوتا ہے۔ آپ شہر بغداد کے رہائشی تھے۔ بعد میں آپ نے ملک مصر میں اقامت اختیار فرمائی تھی۔

وصال: شیخ ابوعلی احمد بن محمد روذباری علیہ الرحمۃ کی وفات ۳۲۲ ہجری میں ہوئی۔

صحبت اولیاء: شیخ ابوعلی احمد بن محمد روذباری علیہ الرحمۃ نے سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ، شیخ نوری علیہ الرحمۃ، شیخ یحییٰ ابن جلاء علیہ الرحمۃ اور دیگر عظیم صوفیاء کرام کے ایک طبقہ کی صحبت کا شرف حاصل کیا۔

صاحب فہم صاحب علم شریعت: شیخ ابوعلی احمد بن محمد روذباری علیہ الرحمۃ صاحب فہم مشائخ میں سے تھے۔ آپ شریعت کے ساتھ ساتھ طریقت کے بھی عالم تھے۔

شریعت میں کسی کے لیے کوئی خاص حکم نہیں ہے..... تمام احکامات جمیع امت کے لیے برابر ہیں: شیخ ابوعلی احمد بن محمد روذباری

علیہ الرحمۃ سے اس آدمی سے متعلق سوال کیا گیا جو موسیقی سنتا تھا اور اس کا کہنا تھا کہ یہ میرے لئے حلال ہے کیونکہ میں ایسے درجہ تک پہنچ چکا ہوں کہ یہ احوال کے اختلاف میں اثر انداز نہیں ہوتی۔

آپ نے فرمایا:

''ہاں! وہ پہنچ چکا ہے لیکن جہنم (اور بدبختی کے آخری درجہ) میں پہنچا ہے۔''

تصوف سارے کا سارا سنجیدگی ہے: شیخ ابوعلی احمد بن محمد روذباری علیہ الرحمۃ سے تصوف کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

((هذا مذهب كله جد فلا تخلطوه بشيء من الهزل))۔

''تصوف سارے کا سارا سنجیدگی ہے، پس تم اس کے ساتھ کسی بے ہودہ چیز کو نہ ملاؤ۔''

دھوکہ میں رہنے والا اور اپنے نفس کو دھوکہ دینے والا: شیخ ابوعلی احمد بن محمد روذباری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''کسی شخص کے دھوکہ میں رہنے اور (اپنے نفس کو) دھوکہ دینے کی نشانی یہ ہے کہ تم اعمال بد کرو اور اللہ تعالیٰ تم سے حسن سلوک کرے، تم توبہ اور رجوع الی اللہ کو چھوڑ دو اور تم یہ گمان کرو کہ برے اعمال میں تم سے چشم پوشی کی جاتی ہے اور تم اسے اپنے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشادگی سمجھنے لگو۔''

شیخ ابوعلی روذباری کے اساتذہ: شیخ ابوعلی احمد بن محمد روذباری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''تصوف میں میرے استاذ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ ہیں، فقہ میں شیخ ابوالعباس بن شریح علیہ الرحمۃ، ادب میں شیخ ثعلب علیہ الرحمۃ اور حدیث میں حضرت ابراہیم حربی علیہ الرحمۃ۔''

شیخ عبداللہ بن منازل

انہی مشہور ترین صوفیاء میں سے شیخ ابومحمد عبداللہ بن منازل علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔ ان کا تعلق ملامتی (اپنے نفس کو برائیوں پر ملامت کرنے والے) گروہ سے ہے۔

یگانہ روزگار: شیخ ابومحمد عبداللہ بن منازل علیہ الرحمۃ اپنے زمانہ کے یگانہ روزگار تھے۔

شیخ حمدون کی صحبت اشرف: شیخ ابومحمد عبداللہ بن منازل علیہ الرحمۃ شیخ حمدون قصار علیہ الرحمۃ کے قرب خاص میں رہے۔

عالم اور شیخ الحدیث: شیخ ابومحمد عبداللہ بن منازل علیہ الرحمۃ بلند پایہ عالم تھے اور آپ نے بے شمار احادیث روایت کی ہیں (نقل بھی فرمائیں ہیں)۔

وصال: شیخ ابومحمد عبداللہ بن منازل علیہ الرحمۃ نے ۳۲۹ ہجری یا ۳۳۰ ہجری میں نیشاپور میں وصال فرمایا۔

فرائض وسنن کا تارک: شیخ عبداللہ معلم علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابومحمد عبداللہ بن منازل علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے جو میں نے خود سنا:

''جو آدمی فرائض میں سے کسی فرض کو ترک کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے سنن کو ترک کرنے کے فتنہ میں مبتلا کر دیتا ہے اور جو شخص سنتیں ترک کرتا ہے قریب ہے کہ وہ بدعات میں مبتلا ہو جائے۔''

بہترین وقت: شیخ ابواحمد بن عیسیٰ علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابومحمد عبداللہ بن منازل علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے جو میں نے خود ان سے سنا:

''جس وقت میں آدمی نفس کے وسوسوں اور بدگمانیوں سے محفوظ رہے وہ بہترین وقت کہلانے کے قابل ہے۔''

شیخ محمد بن عبدالوہاب ثقفی

اپنے زمانہ کے امام: شیخ ابوعلی محمد بن عبدالوہاب ثقفی علیہ الرحمۃ کا شمار بھی مشہور ترین صوفیاء میں ہوتا ہے۔ یہ اپنے زمانہ کے امام (بہت زیادہ صاحب علم وعمل) تھے۔

شیخ ابوحفص اور شیخ حمدون کی صحبت: شیخ ابوعلی محمد بن عبدالوہاب ثقفی علیہ الرحمۃ نے شیخ ابوحفص علیہ الرحمۃ اور شیخ حمدون قصار علیہ الرحمۃ کی صحبت اختیار فرمائی۔

نیشاپور میں تصوف کے مظہر: شیخ ابوعلی محمد بن عبدالوہاب ثقفی علیہ الرحمۃ ہی کی وجہ سے نیشاپور میں تصوف کا ظہور ہوا۔

وفات: شیخ ابوعلی محمد بن عبدالوہاب ثقفی کی وفات ۳۲۸ ہجری میں ہوئی۔

ریاضت کے بغیر مقام تصوف حاصل نہیں ہوسکتا: شیخ منصور بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ ابوعلی محمد بن عبد الوہاب ثقفی علیہ الرحمۃ سے سنا:

''اگر کوئی آدمی جمیع علوم کا حصول ممکن بنالے اور لوگوں کے مختلف گروہوں کی صحبت اختیار کرے تو پھر بھی اہل تصوف کے مقام کو ریاضت کے بغیر حاصل نہیں کرسکتا۔ چاہے وہ شیخ ہو یا امام یا ادب سکھانے والا ناصح ہی کیوں نہ ہو۔ جو آدمی ایسے استاذ سے ادب نہیں سیکھتا جو اسے اس کے برے اعمال اور نفس کے تکبر سے آگاہ نہ کرے تو معاملات کی تصحیح میں اس کی اقتداء جائز نہیں۔''

قبیح ترین زمانہ...... مومن اور منافق: شیخ ابوعلی محمد بن عبدالوہاب ثقفی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''اس امت پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ کسی مومن کی زندگی اچھی طرح نہیں گزرے گی جب تک وہ کسی منافق کا سہارا نہ لے۔''

دنیا اور اس کی حقیقت: شیخ ابوعلی محمد بن عبدالوہاب ثقفی کا فرمان ہے:

''دنیا جب کسی آدمی کے پاس آتی ہے تو اس کی مشغولیت پر افسوس اور جب کسی سے پیٹھ پھیرتی ہے تو اس کی حسرتوں پر افسوس۔ صاحب عقل وہ ہے جو کبھی بھی کسی ایسی چیز کی طرف نہیں مائل نہیں ہوتا جو آئے تو مشغولیت ہو اور جب چلی جائے تو حسرت ہو۔''

شیخ ابوالخیر اقطع مغربی

مغربی: شیخ ابوالخیر اقطع کا شمار مشہور ترین صوفیاء میں ہوتا ہے۔ یہ مغرب کے علاقہ سے تعلق رکھتے تھے۔

ملک شام میں رہائش: شیخ ابوالخیر اقطع نے ''تینات'' (ملک شام کے سمندر کے کنارے واقع ایک علاقہ) میں رہائش اختیار فرمائی۔

صاحب کرامت وفراست: شیخ ابوالخیر اقطع علیہ الرحمۃ صاحب کرامت صوفی تھے۔ آپ بہت تیز فراست والے تھے۔ آپ صاحب منزلت صوفی تھے۔

وفات: شیخ ابوالخیر اقطع نے ۳۴۰ ہجری میں وفات پائی۔

مقام عزوشرف: شیخ ابوالخیر اقطع علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جس آدمی کو ادب سے موافقت، فرائض کی ادائیگی اور نیک لوگوں کی صحبت حاصل ہوگئی وہ آدمی مقام عزوشرف کا حامل ہے۔''

شیخ ابوبکر الکتانی البغدادی

بغدادی: انہی مشہور ترین صوفیاء میں سے شیخ ابوبکر محمد بن علی کتانی علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔ یہ شہر بغداد کے باشندے تھے۔

شرف صحبت: شیخ ابوبکر محمد بن علی کتانی بغدادی علیہ الرحمۃ نے سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ، شیخ خراز علیہ الرحمۃ اور شیخ نوری علیہ الرحمۃ کی صحبت کو اختیار فرمایا۔

مکۃ المکرمہ میں اقامت اور وصال: شیخ ابوبکر محمد بن علی کتانی علیہ الرحمۃ بغداد سے مکہ مکرمہ منتقل ہو گئے اور وہیں پر آپ کا وصال ۳۲۰ ہجری میں ہوا۔

اللہ کے حق کا ضیاع: شیخ ابوبکر رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شیخ ابوبکر کتانی علیہ الرحمۃ نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا جس کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اور وہ لوگوں سے سوال کر رہا تھا۔ آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اس نے بچپن میں حق اللہ کا ضیاع کیا تو اللہ نے اس کو بڑھاپے میں ضائع کر دیا۔''

شیطانی لگام: شیخ ابوبکر محمد بن علی کتانی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

((الشھوۃ زمام الشیطان فمن اخذ بزمامہ کان عبدہ))

''شہوت شیطانی لگام ہے، پس جو اس کی لگام پکڑے گا (شہوت و خواہشات پوری کرے گا) وہ اس کا غلام ہوگا۔''

شیخ اسحاق بن محمد نہر جوری

صحبت صوفیاء: اسی جماعت صوفیاء میں شیخ ابو یعقوب اسحاق بن محمد نہر جوری علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔ یہ شیخ ابو عمرو مکی علیہ الرحمۃ، شیخ ابو یعقوب سوسی علیہ الرحمۃ اور سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہے۔

مکہ سکونت اختیار کرنا اور وصال: شیخ ابو یعقوب اسحاق بن محمد نہر جوری علیہ الرحمۃ نے مکۃ المکرمہ میں سکونت اختیار فرمائی اور وہیں آپ کی وفات ۳۰۰ ہجری میں ہوئی۔

دنیا، آخرت اور سواری اور مسافر: شیخ ابو الحسین احمد بن علی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ نہر جوری علیہ الرحمۃ سے سنا:

((الدنیا بحر والاخرۃ ساحل والمرکب التقوی والناس سفر))

''دنیا سمندر ہے اور آخرت ساحل ہے، سواری تقویٰ ہے اور لوگ مسافر ہیں۔''

ایک صوفی سے ملاقات: شیخ ابوبکر رازی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں نے شیخ ابو یعقوب اسحاق بن محمد نہر جوری علیہ الرحمۃ سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک آنکھ سے نابینا آدمی کو طواف کعبہ کرتے دیکھا۔ وہ عرض کر رہا تھا:

''میں تجھ سے تیری پناہ کا طلب گار ہوں۔''

میں نے کہا:

''یہ کونسی دعا ہے۔؟''

اس نے کہا:

''میں نے ایک دن ایک شخص کو دیکھا تو حسین خیال کیا، اچانک ایک طمانچہ میری آنکھ پر لگا اور میری آنکھ بہہ گئی۔ پھر میں نے ایک ندا سنی: یہ ایک نظر کی سزا تھی اگر تم زیادہ بار دیکھو گے تو ہم زیادہ سزا دیں گے۔''

علم کے ذریعے حاصل ہونے والی حالت: شیخ احمد بن علی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ شیخ ابو یعقوب اسحاق بن محمد نہر جوری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے جسے میں نے اپنے کانوں سے سنا:

''علم سے ملنے والی حالت سب سے بہترین حالت ہے۔''

شیخ ابوالحسن علی بن محمد مزین

بغداد کے باشندے: شیخ ابوالحسن علی بن محمد مزین کا شمار بھی گروہ صوفیاء کے مشہور ترین افراد میں ہوتا ہے۔ ان کا تعلق بغداد سے تھا۔

صحبت صوفیاء: شیخ ابوالحسن علی بن محمد مزین علیہ الرحمۃ شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ، سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ اور اس طبقہ کے کثیر صوفیاء سے ملے۔

وصال: شیخ ابوالحسن علی بن محمد مزین علیہ الرحمۃ نے مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار فرمائی تھی اور وہیں پر ۳۲۸ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔

صاحب تقویٰ: شیخ ابوالحسن علی بن محمد مزین علیہ الرحمۃ صاحب تقویٰ شخصیت تھے۔''

نیکی اور برائی کی ایک جزا وسزا: شیخ ابوبکر رازی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ ابوالحسن علی بن محمد مزین علیہ الرحمۃ سے سنا:

((الذنب بعد الذنب عقوبة الذنب الاول والحسنة بعد الحسنه ثواب الحسنه الاولى))

''برائی کے بعد والی برائی پہلی برائی کی سزا ہے اور نیکی کے بعد والی نیکی پہلی نیکی کی جزاء ہے۔''

اللہ اور مخلوق کی صفات میں امتیاز: شیخ ابوالحسن علی بن محمد مزین علیہ الرحمۃ سے توحید سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''جان لو کہ صفات الٰہی مخلوق کی صفات سے الگ تھلگ ہیں۔ اس کی صفات قدیم ہونے کے اعتبار سے مخلوق سے ممتاز ہیں جس طرح کہ مخلوق کی صفات حادث ہونے کے حوالے سے اللہ کی صفات سے جدا ہیں۔''

مخلوق کا محتاج اور مخلوق جس کی محتاج: شیخ ابوالحسن علی بن محمد مزین علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جو آدمی اللہ تعالیٰ کو پاکر (اس کا قرب پاکر مخلوق سے) بے نیاز نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ اسے مخلوق کا محتاج کر دیتا ہے اور جو آدمی اللہ تعالیٰ کو پاکر مخلوق سے بے نیاز ہو جاتا ہے اللہ لوگوں کو اس کا محتاج کر دیتا ہے۔''

شیخ ابوعلی بن کاتب

نام: اسی جماعت صوفیاء میں سے شیخ ابوعلی بن کاتب علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔ ان کا نام حسن بن احمد ہے۔

صحبت صوفیاء اور شخصیت: شیخ ابوعلی بن کاتب علیہ الرحمۃ نے شیخ ابوعلی روذباری، شیخ ابوبکر مصری اور دیگر صوفیاء کرام کی صحبت اختیار کی۔ آپ اپنے حال میں بہت بڑی شخصیت تھے۔

وصال: شیخ ابوعلی بن کاتب علیہ الرحمۃ نے تقریباً ۳۴۰ ہجری میں وصال فرمایا۔

زبان کب با مقصد گفتگو کرتی ہے: شیخ ابوعلی بن کاتب علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

((اذا سكن الخوف فى القلب لم ينطق اللسان الا ما يعنيه))

''جب قلب مومن میں خوف الٰہی جگہ پکڑ لے تو زبان گفتگو نہیں کرتی مگر بامقصد۔''

عقل اور علم کے استدلال میں فرق: شیخ ابوعلی بن کاتب علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''فقط عقل کی بنیاد پر اللہ کی پاکیزگی بیان کر کے معتزلہ نے خطا کی اور علم کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کر کے صوفیاء نے راہ راست حاصل کر لی۔

شیخ مظفر قرمسینی

صحبت صوفیاء: شیخ ابوعلی مظفر بن کاتب قرمسینی علیہ الرحمۃ کا شمار بھی جماعت صوفیاء کے مشہور مشائخ میں ہوتا ہے۔ یہ مقام جبل سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے شیخ عبداللہ خزار علیہ الرحمۃ اور دیگر صوفیاء کرام کی صحبت اختیار فرمائی۔

حقیقت صوم صوفیاء: شیخ ابوعلی مظفر بن کاتب قرمسینی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''روزہ تین طرح کا ہوتا ہے۔ پہلا: روح کا روزہ، امید سے بچنا۔ دوسرا: عقل کا روزہ خواہشات سے رکنا۔ تیسرا: نفس کا روزہ ،کھانے اور حرام سے پرہیز کرنا۔''

رذیل ترین نرمی: شیخ ابوعلی مظفر بن کاتب قرمسینی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''سب سے رذیل (خسیس، ہلکے وزن والی، اندازہ کے الٹ) نرمی عورتوں کے ساتھ نرمی ہے، وہ جس طرح بھی ہو۔''

فقر وقناعت: شیخ ابوعلی مظفر بن کاتب قرمسینی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''بھوک کے ساتھ قناعت بھی ہو تو وہ فکر کی کھیتی، منبع حکمت، حیات عقل اور مصباح قلب ہے۔''

وقت مقررہ پر کیا جانے والا عمل بہترین عمل ہے: شیخ ابوعلی مظفر بن کاتب قرمسینی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''کسی بھی آدمی کے افضل اعمال وہ ہیں جو ان کے اوقات میں کیے جائیں۔''

صاحب عقل وفہم سے ادب سیکھنا: شیخ ابوعلی مظفر بن کاتب قرمسینی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''صاحب عقل وفہم سے ادب حاصل نہ کرنے والے کے مرید اس سے ادب حاصل نہیں کرتے۔''

شیخ ابن طاہر ابہری مکی

مقام جبل کے شیخ: اسی جماعت صوفیاء میں سے شیخ ابوبکر عبداللہ بن طاہر ابہری مکی علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔ یہ شیخ شبلی علیہ الرحمہ کے ہمعصر اور مقام جبل کے شیخ ہیں۔

تقویٰ اور علم: شیخ ابوبکر عبداللہ بن طاہر ابہری مکی بہت زیادہ متقی اور صاحب علم تھے۔

شیخ یوسف بن حسین کی صحبت: شیخ ابوبکر عبداللہ بن طاہر ابہری مکی کو شیخ یوسف بن حسین کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔

وصال: شیخ ابوبکر عبداللہ بن طاہر ابہری مکی علیہ الرحمۃ نے ۳۳۰ ہجری میں وصال فرمایا۔

فقر کا ایک ادب: شیخ منصور بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ ابوبکر بن طاہر ابہری سے سنا:
''آداب فقر میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ فقیر کو کوئی رغبت نہ ہو۔ اگر ضروری ہو تو اس کی رغبت کفایت سے تجاوز نہ کرے۔''

اللہ کے لیے کی گئی محبت: شیخ ابوبکر عبداللہ بن طاہر ابہری مکی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''جب تم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی مسلمان بھائی سے محبت کرو تو دنیا میں اس سے ملاقات کم کرو (تاکہ محبت قائم رہے)۔''

شیخ ابوالحسین بن بنان

شیخ خزار سے نسبت: شیخ ابوالحسین بن بنان علیہ الرحمۃ کا شمار بھی مشہور ترین صوفیاء میں ہوتا ہے۔ یہ ملک مصر کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی نسبت شیخ ابوسعید خزار علیہ الرحمۃ سے تھی۔

رزق کے طالب صوفی کو کیا کرنا چاہیے: شیخ ابوالحسین بن بنان علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جس صوفی کے قلب میں رزق کا خیال موجود ہو اسے کسی کام میں لگ جانا چاہیے۔''

اپنے ہاتھ میں موجود چیز سے زیادہ یقین: شیخ ابوالحسین بن بنان علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''اللہ تعالیٰ (کے ذکر، قرب) کے ساتھ سکون قلب کی نشانی یہ ہے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس پر یقین اس چیز سے زیادہ ہو جو انسان کے اپنے ہاتھ میں ہے۔''

اخلاق رذیلہ سے اجتناب: شیخ ابوالحسین بن بنان علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

((اجتنبوا دناءة لاخلاق کما تجتنبون الحرام))

''اخلاق رذیلہ سے اجتناب کرو! اس طرح جس طرح تم حرام سے اجتناب کرتے ہو۔''

شیخ ابراہیم بن شیبان قرمسینی

شیخ الوقت: اسی جماعت صوفیاء میں سے شیخ ابواسحاق ابراہیم بن شیبان قرمسینی علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔ یہ اپنے زمانہ کے شیخ تھے۔

صحبت صوفیاء: شیخ ابواسحاق ابراہیم بن شیبان قرمسینی علیہ الرحمۃ نے شیخ ابوعبداللہ مغربی علیہ الرحمۃ، شیخ خواص علیہ الرحمۃ اور دیگر صوفیاء کی صحبت اختیار فرمائی۔

رخصتوں پر عمل کرنے والا: شیخ ابواسحاق ابراہیم بن شیبان علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''رخصتوں (نرم احکامات جیسے بیمار ہے تو روزہ چھوڑ دے اور نماز بیٹھ کر پڑھ لے وغیرہ) کو تو وہ شخص اختیار کرتا ہے جو بیکار (بے مقصد زندگی کے ساتھ) رہنا چاہتا ہے۔''

علم فنا و بقا: شیخ ابواسحاق ابراہیم بن شیبان علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''علم فنا و بقا وحدانیت کے اخلاص اور بندگی کی صحت کے گرد گھومتا ہے جو اس کے علاوہ ہے وہ مغالطہ اور بے دینی ہے۔''

گھٹیا آدمی: شیخ ابواسحاق ابراہیم بن شیبان علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اللہ تعالیٰ کی معصیت کرنے والا آدمی گھٹیا آدمی ہے۔''

شیخ بن یزدانیار

تصوف کا خاص طریقہ: اسی جماعت صوفیاء میں سے شیخ ابوبکر حسین بن علی بن یزدانیار علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔ یہ علاقہ ''آرمینیا'' سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ تصوف میں ایک خاص طریقہ رکھتے تھے۔

عارفین کے آزادنہ کلمات کی کراہیت: شیخ ابوبکر حسین بن علی بن یزدانیار علیہ الرحمۃ متقی اور عالم باعمل تھے۔ آپ عارفین کے

آزادانہ کلمات کو مکروہ گردانتے تھے۔

محبت الٰہی کب حاصل ہوتی ہے: شیخ ابوبکر حسین بن علی بن یزدانیار کا ارشاد ہے:

''جب تک تم لوگوں کے ساتھ انس کو پسند کرتے ہو تب تک تم اللہ کے ساتھ انس کی طمع سے اجتناب کرو۔ جب تک تم فضول چیزوں سے محبت کرتے ہو تب تک اللہ کی محبت کی طمع سے اجتناب کرو۔ جب تک تم لوگوں کے ہاں مقام و مرتبہ کو پسند کرتے ہو تب تک اللہ کے ہاں مقام و مرتبہ کی لالچ سے اجتناب کرو۔''

شیخ ابوسعید بن اعرابی

نام: شیخ ابوسعید بن اعرابی علیہ الرحمۃ کا شمار مشہور اہل تصوف میں ہوتا ہے۔ آپ کا نام احمد بن محمد بن زیاد بصری ہے۔

کعبۃ اللہ میں سکونت اور وصال: شیخ ابوسعید بن اعرابی علیہ الرحمۃ نے خانہ کعبہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں ۳۴۱ ہجری میں وصال پایا۔

صحبت اہل تصوف: شیخ ابوسعید بن اعرابی علیہ الرحمۃ کو شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ، شیخ عمرو بن عثمان مکی علیہ الرحمۃ، شیخ نوری علیہ الرحمۃ اور دیگر صوفیاء کی مصاحبت کا شرف حاصل ہے۔

مخلوق سے حیاء اللہ سے کیوں نہیں: شیخ ابوسعید بن اعرابی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''سب سے زیادہ خسارہ پانے والا وہ آدمی ہے کہ جو مخلوق کے سامنے نیک اعمال کرتا ہے اور جب اس ذات کے سامنے جاتا ہے جو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے (اللہ تعالیٰ)، تو برے اعمال کرتا ہے۔''

شیخ محمد بن ابراہیم زجاجی

مکہ میں اقامت اور وصال: اسی جماعت صوفیاء میں سے شیخ ابوعمرو محمد بن ابراہیم زجاجی نیشاپوری علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔ آپ ایک زمانہ مکہ مکرمہ میں رہے اور وہیں وصال پایا۔

صحبت صوفیاء شیخ ابوعمرو محمد بن ابراہیم زجاجی نیشاپوری علیہ الرحمۃ نے سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ، شیخ ابوعثمان علیہ الرحمۃ، شیخ نوری علیہ الرحمۃ، شیخ خواص علیہ الرحمۃ اور شیخ رویم علیہ الرحمۃ کی صحبت کا شرف حاصل کیا۔

انتقال: شیخ ابوعمرو محمد بن ابراہیم زجاجی نیشاپوری علیہ الرحمۃ کا انتقال ۳۴۸ ہجری میں ہوا۔

مصنوعی نماز اور حقیقی نماز: شیخ ابوعمرو بن نجید علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ شیخ ابوعمرو زجاجی سے سوال کیا گیا:

''فرض نماز کی تکبیر اولیٰ کے وقت آپ کے چہرے کا رنگ تبدیل کیوں ہو جاتا ہے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''یہ معاملہ اس وجہ سے ہے کہ میں ڈر جاتا ہوں کہ میری فرض نماز صدق کے خلاف تو شروع نہیں ہوئی۔ پس جو شخص ''اللہ اکبر'' کہے اور اس کے دل میں کوئی چیز (خواہش) اس (اللہ کی محبت) سے بھی بڑی ہو یا اوقات کے گزرنے کے ساتھ وہ کسی چیز کو اس سے بڑا سمجھنے لگ جائے (یعنی اللہ کی اطاعت کو چھوڑ کر مال دنیا کے پیچھے لگ جائے) تو اس نے اپنی زبان سے (اللہ اکبر کہہ کر) اپنے نفس کو جھٹلایا۔''

بغیر مقام کے حصول کے اس کے بارے میں گفتگو کرنا: شیخ ابوعمرو محمد بن ابراہیم زجاجی نیشاپوری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جو آدمی ایسی کیفیت کے بارے میں گفتگو کرے جس تک وہ نہ پہنچا ہو تو اس کا کلام سامعین کے لئے فتنہ ہوگا۔ بغیر مقام کے حصول

کے اس کے بارے میں گفتگو کرنا بھی قلب میں پیدا ہونیوالا جھوٹا دعویٰ ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو اس مقام تک پہنچنے سے محروم رکھتا ہے۔"

حرم کی عزت: شیخ ابوعمرو محمد بن ابراہیم زجاجی نیشاپوری علیہ الرحمۃ بڑا عرصہ مکۃ المکرمہ میں رہے لیکن حرم کے اندر جانے کی جسارت نہ کی، بلکہ آپ حرم سے باہر جا کر طہارت حاصل کرتے۔

شیخ ابومحمد جعفر بن محمد بن نصیر بغدادی

بغدادی: شیخ ابومحمد جعفر بن محمد بن نصیر علیہ الرحمۃ کا شمار مشہور ترین صوفیاء میں ہوتا ہے۔ آپ کی ولادت شہر بغداد میں ہوئی اور پرورش بھی۔

مشائخ صوفیاء کی صحبت: شیخ ابومحمد جعفر بن محمد بن نصیر علیہ الرحمۃ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہے اور انہی کی ارادت اختیار کی۔ علاوہ ازیں شیخ نوری علیہ الرحمۃ، شیخ رویم علیہ الرحمۃ، شیخ سمنون علیہ الرحمۃ اور دیگر مشائخ کی صحبت اختیار کی۔

انتقال: شیخ ابومحمد جعفر بن محمد بن نصیر بغدادی علیہ الرحمۃ کا انتقال ۳۴۸ ہجری میں ہوا۔

اللہ کے ساتھ تعلق: شیخ ابومحمد جعفر بن محمد بن نصیر علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"لذت نفس کی موجودگی میں بندے کو اللہ کے ساتھ معاملہ کی لذت کا حصول نہیں ہوتا، کیونکہ اہل حق اس سے پہلے کہ کوئی اور تعلق ان کے اللہ کے ساتھ والے تعلق کو ختم کر دے، ان تمام تعلقات کو قطع کر دیتے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا تعلق قطع ہو۔"

حقیقت پسند بندہ متقی ہوتا ہے: شیخ محمد بن عبداللہ بن شاذان علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ جعفر بن محمد نصیر بغدادی علیہ الرحمۃ سے سنا:

"بندے اور حقیقت کے مابین اتنی سی بات ہے کہ تقویٰ اس کے قلب میں گھر کر جائے۔ جب تقویٰ اس کے قلب میں مضبوط ہو جاتا ہے تو اس پر علم کی برکات نازل ہوتی ہیں اور اس سے دنیا کی رغبت زائل ہو جاتی ہے۔"

شیخ ابوالعباس سیاری

علاقہ مرو کے باشندے: انہی صوفیائے کاملین میں سے شیخ ابوالعباس سیاری علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔ ان کا نام نامی قاسم بن قاسم ہے۔ یہ علاقہ "مرو" کے رہائشی تھے۔

شیخ واسطی کی ارادت: شیخ ابوالعباس سیاری علیہ الرحمۃ شیخ واسطی علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہے اور اس جماعت صوفیاء کے علوم کے سلسلے میں آپ نے انہی سے تعلق قائم کیا۔

انتقال: شیخ ابوالعباس سیاری علیہ الرحمۃ جید عالم تھے۔ آپ نے ۳۴۲ ہجری میں انتقال فرمایا۔

نفس کو کیسے سیدھا کیا جائے: شیخ ابوالعباس سیاری علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

"نفس کو کیسے سیدھا کیا جائے۔"

شیخ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے اوامر کو بجالا کر اور نواہی سے اجتناب کر کے، صلحاء کی صحبت اور فقراء کی خدمت کر کے۔"

مشاہدہ فنا ہے: شیخ ابوالعباس سیاری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''فقط مشاہدہ حق سے کوئی بھی اہل عقل لذت حاصل نہیں کرتا کیونکہ مشاہدہ حق، فنا ہے اور اس میں حقیقی لذت نہیں۔''

شیخ ابن داؤد دینوری الدقی

الدقی: شیخ ابوبکر محمد بن داؤد دینوری علیہ الرحمۃ کا شمار بھی انہی مشہور ترین صوفیاء میں ہوتا ہے۔ یہ الدقی کے نام موسوم ہیں۔

شام میں سکونت اور انتقال: شیخ دینوری الدقی علیہ الرحمۃ نے ملک شام میں سکونت اختیار کی اور سو برس سے زائد عمر پائی۔ آپ نے ۳۵۰ ہجری میں انتقال فرمایا۔

صحبت صوفیاء: شیخ ابوبکر دینوری علیہ الرحمۃ نے شیخ ابن جلاء علیہ الرحمۃ اور شیخ زقاق علیہ الرحمۃ کی صحبت کا شرف حاصل کیا۔

حلال رزق کی اہمیت: شیخ ابوبکر دینوری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''معدہ خوراک کی آماجگاہ ہے۔ اگر اس میں حلال خوراک ڈالو گے تو اعضاء اعمال صالحہ بجالائیں گے اور اگر تم اس میں مشتبہ خوراک ڈالو گے تو راہ الٰہی تم پر مشتبہ ہو جائے گی۔ اگر اس میں قابل گرفت خوراک ڈالو گے تو یہ تمہارے اور اللہ کے درمیان حجاب ہو گا۔''

شیخ عبداللہ بن رازی

نیشاپوری: شیخ ابومحمد عبداللہ بن رازی علیہ الرحمۃ کا شمار بھی مشہور ترین صوفیاء میں ہوتا ہے۔ آپ نیشاپور میں پیدا ہوئے اور یہیں پرورش پائی۔

صحبت صوفیاء: شیخ عبداللہ بن رازی علیہ الرحمۃ نے شیخ ابوعثمان حیری علیہ الرحمۃ، شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ، شیخ یوسف بن حسین علیہ الرحمۃ، شیخ رویم علیہ الرحمۃ، شیخ سمنون علیہ الرحمۃ اور دیگر صوفیاء کی صحبت کا شرف حاصل کیا۔

وفات: شیخ عبداللہ بن رازی علیہ الرحمۃ کی وفات ۳۵۳ ہجری میں ہوئی۔

علم کے باوجود برائیوں سے رجوع نہ کرنے کا سبب: شیخ عبداللہ بن رازی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''لوگ اپنی برائیوں کو جاننے کے باوجود خیر کی طرف رجوع نہیں کرتے اس کا کیا سبب ہے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ علم پر فخر کرتے ہیں نہ کہ عمل۔ اسی طرح ظاہری آداب بجالاتے ہیں نہ کہ باطنی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب کو بے جان کر دیا ہے اور ان کے اعضا کو عبادات بجالانے سے جکڑے رکھا ہے۔''

شیخ اسماعیل بن نجید

شیخ ابوعثمان کی مصاحبت: اسی جماعت صوفیاء میں سے شیخ ابوعمرو اسماعیل بن نجید علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔ یہ بہت عرصہ شیخ ابو عثمان علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہے۔ انہوں نے سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے ملاقات بھی کی۔

مکہ مکرمہ میں وصال: شیخ اسماعیل بن نجید علیہ الرحمۃ بڑی شان کے حامل صوفی تھے۔ شیخ ابوعثمان علیہ الرحمۃ کے ارادت مندوں میں سے آپ ہی نے سب سے آخر وصال فرمایا۔ آپ علیہ الرحمۃ نے ۳۶۶ ہجری میں مکہ مکرمہ میں وصال فرمایا۔

جاہل کا حال سراسر جہالت ہے: شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں نے اپنے دادا حضرت ابوعمرو اسماعیل بن نجید علیہ الرحمۃ سے سنا:

''جاہل کا حال اس کو نفع کے مقابلے میں ضرر زیادہ پہنچاتا ہے۔''

فرض کو ضائع کرنے والا: شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میرے دادا شیخ ابوعمرو اسماعیل بن نجید علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے جو میں نے خود ان سے اپنے کانوں سے سنا:

''جو آدمی جب بھی کسی فرض کو، جو اللہ تعالیٰ نے اس پر فرض کیا ہے، ضائع کر دیتا ہے، تو وہ اس فرض کی لذت سے محروم ہو جاتا ہے، اگرچہ یہ کچھ وقت کے بعد محسوس ہو۔''

تصوف کسے کہتے ہیں: شیخ اسماعیل بن نجید علیہ الرحمۃ سے تصوف سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''امر (کو بجالا کر) اور نہی (سے رک کر) پر صبر کرنا۔''

نفس کے ہر عمل پر راضی رہنا: شیخ اسماعیل بن نجید علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''نفس کے ہر عمل پر راضی رہنا آدمی کے لیے وبال ہے۔''

شیخ علی بن احمد سہل بوشنجی

خراسانی: شیخ ابوالحسن علی بن احمد سہل بوشنجی علیہ الرحمۃ کا شمار بھی مشہور ترین صوفیاء کرام میں ہوتا ہے۔ یہ خراسان سے تعلق رکھتے ہیں۔

صحبت صوفیاء: شیخ ابوالحسن علی بن احمد سہل بوشنجی علیہ الرحمۃ شیخ ابوعثمان علیہ الرحمۃ، شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ، شیخ جریری علیہ الرحمۃ اور شیخ عمرو دمشقی علیہ الرحمۃ سے ملے اور ان کی صحبت اختیار فرمائی۔

انتقال: شیخ ابوالحسن علی بن احمد سہل بوشنجی علیہ الرحمۃ نے ۳۴۸ ہجری میں انتقال فرمایا۔

حقیقت مروّت: شیخ ابوالحسن بوشنجی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''مروّت کیا ہے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''جو چیز کراماً کاتبین فرشتوں کی موجودگی میں (یعنی بالکل علیحدگی میں بھی) تجھ پر حرام ہے اسے ترک کر دینا۔''

فتنے سے بچنے کی دعا: شیخ ابوالحسن علی بن احمد سہل بوشنجی علیہ الرحمۃ سے ایک آدمی نے عرض کیا:

''میرے لیے دعا کیجئے۔!''

آپ نے فرمایا:

''اللہ تمہیں فتنے سے بچائے رکھے۔!''

ایمان کا دارومدار: شیخ ابوالحسن بوشنجی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''ایمان کے آغاز کا دارومدار اس کے آخر (خاتمہ) پر ہے۔''

شیخ محمد بن خفیف شیرازی

جید صوفیاء کی صحبت: اسی جماعت صوفیاء میں سے شیخ ابوعبداللہ محمد بن خفیف شیرازی علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔ انہوں نے شیخ رویم علیہ الرحمۃ، شیخ جریری علیہ الرحمۃ، شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ اور ان کے علاوہ دیگر جید صوفیاء کی صحبت اختیار کی۔

وفات: شیخ ابن خفیف شیرازی علیہ الرحمۃ نے ۳۷۱ ہجری میں وفات پائی۔
شیخ الشیوخ: شیخ ابوعبداللہ محمد بن خفیف شیرازی علیہ الرحمۃ شیخ الشیوخ اور یکتا روزگار تھے۔
ارادت کی حقیقت: شیخ محمد بن خفیف شیرازی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
"ارادت ہمیشہ فکرمند رہنے اور آرام وسکون کو ترک کر دینے کا نام ہے۔"
مرید کے لیے بے حد ضرر رساں عمل: شیخ محمد بن خفیف شیرازی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
"مرید کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی عمل ضرر رساں نہیں ہے کہ وہ رخصتوں پر عمل کے سلسلے میں چشم پوشی اختیار کرے اور تاویلات قبول کر لے۔"
قرب کا معنی......شریعت پر عمل: شیخ محمد بن خفیف شیرازی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:
"قرب کیا ہے۔؟"
آپ نے فرمایا:
"شریعت کے موافق کاموں کو اختیار کرنا تیرے لیے قرب ہے۔ اللہ کا تم سے قریب ہونا اس صورت میں ہے کہ اس کی توفیق ہمیشہ تیرے شامل حال رہے (اور توفیق شریعت پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے)"
مجاہدہ وعبادات: شیخ محمد بن خفیف شیرازی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
"میں ابتداء میں بعض دفعہ ایک ہی رکعت میں دس ہزار بار سورۃ الاخلاص پڑھ لیتا تھا اور بعض اوقات ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھتا تھا اور بعض اوقات میں صبح سے عصر تک ایک ہزار نفل رکعات پڑھتا تھا۔"
شیطان کا مذاق: شیخ ابواحمد صغیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک فقیر شیخ محمد بن خفیف شیرازی علیہ الرحمۃ کے قریب سے گزرا اور کہا:
"دور رہو! میں وسوسوں کا شکار ہوتا ہوں۔"
شیخ محمد بن خفیف شیرازی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
"ایک زمانہ تھا کہ صوفیاء شیطان کے ساتھ مذاق کرتے تھے اور اب شیطان ان کے ساتھ مذاق کرتا ہے۔"
بیٹھ کر دوگنا نفلی نماز ادا کرنا: شیخ محمد بن خفیف شیرازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
"میں نوافل پڑھتے ہوئے قیام سے معذور ہو گیا تو میں اپنے معمول کی ہر رکعت کے بدلے دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھتا تھا، کیونکہ حدیث شریف میں ہے:
"بیٹھ کر (نفل) نماز پڑھنے کا ثواب کھڑے ہو کر پڑھنے سے نصف ہے۔"

شیخ بندار بن حسین شیرازی

اصول کے عالم: شیخ ابوالحسین بندار بن حسین شیرازی علیہ الرحمۃ کا شمار بھی مشہور ترین اہل تصوف میں ہوتا ہے۔ آپ اصول کے عالم تھے اور حال میں بڑے مقام کے حامل صوفی بزرگ تھے۔
شیخ شبلی کی صحبت: شیخ ابوالحسین شیرازی علیہ الرحمۃ نے شیخ شبلی علیہ الرحمۃ کی صحبت کا شرف حاصل کیا۔
وصال: شیخ ابوالحسین شیرازی علیہ الرحمۃ کا وصال ۳۵۳ ہجری میں مقام ارجان میں ہوا۔

شیخ ابوالحسین شیرازی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''نفوس کی خاطر جھگڑا نہ کرو کیونکہ وہ تمہارے نہیں ہیں۔انہیں ان کے خالق (اللہ تعالیٰ) کے لئے چھوڑ دو (اس کی عبادت کے لیے خاص کر دو) وہ ان کے ساتھ جو چاہے سلوک فرمائے۔''

اہل بدعت کی مجالس کا نقصان: شیخ ابوالحسین شیرازی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''بدعتیوں کی مجلس میں شمولیت حق سے منہ موڑنے کا سبب بنتی ہے۔''

خواہشات کو ترک کرنا: شیخ ابوالحسین شیرازی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''خواہشات کو اس (ثواب) کے لئے ترک کر دو جس کی امید رکھتے ہو۔''

شیخ ابوبکر طمستانی

شیخ ابراہیم دباغ کی صحبت: اسی جماعت صوفیاء میں سے شیخ ابوبکر طمستانی علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔انہوں نے شیخ ابراہیم دباغ علیہ الرحمۃ کی صحبت اختیار فرمائی۔

علم وحال میں یکتا: آپ علم اور حال کے اعتبار سے اپنے وقت کی یکتا شخصیت تھے۔

وصال: شیخ ابوبکر طمستانی علیہ الرحمۃ کا وصال نیشاپور میں ۳۴۰ ہجری کے بعد ہوا۔

عظیم نعمت اور بہت بڑا پردہ: شیخ ابوبکر طمستانی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''نفس (کی خواہشات) سے نکلنا سب سے بڑی نعمت ہے۔یقیناً تمہارے اور اللہ کے درمیان سب سے بڑا پردہ نفس ہی ہے۔''

فوراً سزا: شیخ منصور بن عبداللہ علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابوبکر طمستانی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے جسے میں نے خود آپ سے سنا:
''جب قلب میں کوئی ایسی بات وارد ہوتی ہے جو اللہ کے ہاں ناپسندیدہ ہے تو اسے اسی وقت سزا مل جاتی ہے۔''

راہِ مستقیم واضح ہے: شیخ ابوبکر طمستانی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''راستہ واضح ہے، کتاب وسنت ہمارے درمیان موجود ہے اور صحابہ کی عظمت معلوم ہے، کیونکہ ان کو ہجرت اور صحبت رسالت میں سبقت حاصل ہے۔پس ہم سے وہ آدمی سچا بھی ہے اور راہ مستقیم پر بھی جو کتاب وسنت کی صحبت اختیار کرے، اپنے نفس اور مخلوق سے اجنبی رہے اور اپنے قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کرے۔''

شیخ ابوالعباس دینوری

اسی جماعت صوفیاء میں سے شیخ ابوالعباس احمد بن محمد دینوری علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔آپ شیخ یوسف بن حسین علیہ الرحمۃ، شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ اور شیخ جریری علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہے۔

عالم فاضل شخصیت: شیخ ابوالعباس احمد بن محمد دینوری علیہ الرحمۃ عالم فاضل شخصیت تھے۔

وعظ ونصیحت اور وصال: آپ نے ایک عرصہ نیشاپور میں گزارا۔آپ لوگوں کو وعظ ونصیحت کیا کرتے تھے اور زبانِ معرفت سے کلام کرتے۔آپ ''سمرقند'' چلے گئے اور وہیں پر آپ کا وصال ۳۴۰ ہجری کے بعد ہوا۔

ذکر اور ذاکر: شیخ احمد بن محمد دینوری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''ذکر کرتے ہوئے اپنے آپ کو بھول جانا کم از کم ذکر ہے اور اعلیٰ ذکر یہ ہے کہ ذاکر ذکر کرتے ہوئے خود کو بھول جائے۔''

حکم باطن: شیخ ابوالعباس دینوری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''لسانِ ظاہر حکم باطن کو تبدیل نہیں کر سکتی۔''

موجودہ اہل تصوف: شیخ ابوالعباس احمد بن محمد دینوری کا فرمان ہے:

''لوگوں نے ارکان تصوف کو توڑ ڈالا، راہ تصوف کو مٹا ڈالا اور ان ناموں کے ذریعے جو ان لوگوں نے خود پیدا کیے، اس کے معانی کو بدل دیا۔ انہوں نے طمع کا نام زیادتی، سوئے ادب کا نام اخلاص، حق سے خروج کا نام شطح، مذموم چیزوں کے ساتھ لذت حاصل کرنے کے نام طیبہ، خواہش کی اتباع کا نام ابتلاء، دنیا کی طرف رجوع کرنے کا نام ''وصل''، برے اخلاق کا نام صولت (دبدبہ)، بخل کا نام صبر، مانگنے کا نام عمل اور بدزبانی کا نام ''ملامت'' رکھ لیا ہے۔ بلاشبہ سابقہ صوفیاء کا یہ طریقہ ہرگز نہیں تھا۔''

شیخ ابوعثمان سعید بن سلام مغربی

باوصف شخصیت: شیخ ابوعثمان سعید بن سلام مغربی علیہ الرحمۃ کا شمار جید صوفیاء میں ہوتا ہے۔ یہ اپنے زمانے کے یگانہ روزگار تھے۔ ان سے پہلے ان کی طرح کسی اور صوفی کی تعریف وتوصیف نہیں کی گئی۔

صحبت صوفیاء: شیخ ابوعثمان سعید بن سلام مغربی علیہ الرحمۃ شیخ ابن کاتب علیہ الرحمۃ، شیخ حبیب مغربی علیہ الرحمۃ اور شیخ ابوعمرو زجاجی علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہے۔

جید صوفیاء سے ملاقات: شیخ ابوعثمان سعید بن سلام مغربی علیہ الرحمۃ نے شیخ نہر جوری علیہ الرحمۃ، شیخ ابن صائغ علیہ الرحمۃ اور دیگر صوفیاء کرام سے ملاقات کی۔

وصال: شیخ ابوعثمان سعید بن سلام مغربی علیہ الرحمۃ کا وصال ۳۷۳ ہجری میں نیشاپور میں ہوا۔

جنازہ کے بارے میں وصیت: شیخ ابوعثمان سعید بن سلام مغربی علیہ الرحمۃ نے وصیت فرمائی کہ آپ کی نماز جنازہ حضرت امام ابوبکر بن فورک علیہ الرحمۃ پڑھائیں۔

وصال کے وقت کیفیت: شیخ استاذ ابوبکر بن فورک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں شیخ ابوعثمان سعید بن سلام مغربی کے وصال کے وقت ان کے پاس تھا اور شیخ علی قوال صغیر کچھ کہہ رہے تھے۔ جب ان کی حالت میں تبدیلی آئی تو ہم نے شیخ علی کو خاموشی کا اشارہ کیا۔ شیخ ابوعثمان سعید بن سلام مغربی نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا:

''علی کیوں نہیں کچھ کہتے۔؟''

میں نے حاضرین میں سے کسی سے کہا:

''آپ ان سے پوچھیں، غور سے سننے والا کس بنا پر سنتا ہے؟ میں اس حالت میں ان سے ڈرتا ہوں۔''

پس لوگوں نے ان سے یہ بات پوچھی تو انہوں نے فرمایا:

''بے شک وہ سنتا ہے جہاں سے سنتا ہے۔''

تقویٰ کیا ہے: شیخ ابوعثمان سعید بن سلام مغربی علیہ الرحمۃ، ریاضت میں بڑی شان کے مالک تھے۔ آپ کا فرمان ہے:

''تقویٰ حدود کے ساتھ ٹھہرنا ہے۔ آدمی نہ ان میں کمی کرے اور نہ ان سے تجاوز۔''

فقراء کی مجلسیں بے مثل ہیں: شیخ ابوعثمان سعید بن سلام مغربی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''اللہ تعالیٰ ہر اس آدمی کے قلب کو موت دے دیتا ہے جو مجالس فقراء پر مالدار لوگوں کی صحبت کو ترجیح دیتا ہو۔''

شیخ ابوالقاسم نصراباذی

مصاحبت صوفیاء: شیخ ابوالقاسم ابراہیم بن محمد نصراباذی علیہ الرحمۃ کا شمار مشہور ترین صوفیاء میں ہوتا ہے۔ یہ خراسان کے شیخ تھے اور یہ شیخ شبلی علیہ الرحمۃ، شیخ ابوعلی روذباری علیہ الرحمۃ اور شیخ مرتعش علیہ الرحمۃ کے مصاحب رہے۔

وصال: شیخ ابوالقاسم ابراہیم بن محمد نصراباذی علیہ الرحمۃ ۳۶۶ ہجری میں مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور وہیں آپ کا انتقال ۳۶۹ ہجری میں ہوا۔

محدث: شیخ ابوالقاسم ابراہیم بن محمد نصراباذی علیہ الرحمۃ حدیث کے عالم تھے اور آپ نے بہت زیادہ احادیث روایت کیں۔

توجہ الی اللہ: شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ شیخ نصراباذی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے جو میں نے خود آپ سے سنا:

''اللہ تعالیٰ کی جانب سے تم پر کسی چیز کا ظہور ہو تو اس کے ساتھ جنت یا جہنم کی طرف متوجہ نہ ہو اور جب اس حالت سے واپس لوٹو تو جس چیز کو اللہ نے عظمت عطا فرمائی ہے اس چیز کو عظیم سمجھو۔''

حرام کو حلال کہنے والا: شیخ محمد بن حسین فرماتے ہیں کہ شیخ نصراباذی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''بعض لوگ عورتوں کے ساتھ مجلس اختیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں ان کے دیکھنے سے محفوظ ہوں۔ آپ ان کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔''

آپ نے فرمایا:

''جب تک جسم میں روح باقی ہے اوامر و نواہی باقی ہیں اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھنے کا حکم بھی موجود ہے اور شبہات پر وہی جرأت کرے گا جو حرام کردہ اشیاء کی طرف جاتا ہے۔''

تصوف کی اصل: شیخ محمد بن حسین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شیخ نصراباذی علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے:

''تصوف کی اصل یہ ہے کہ آدمی کتاب و سنت کو اختیار کیے رکھے، خواہشات اور بدعات کو ترک کرے، مشائخ کی حرمتوں کی تعظیم کرے، مخلوق کے عذروں کو دیکھے، وظائف کی پابندی کرے، رخصتوں اور تاویلات کے ارتکاب کو ترک کر دے۔''

شیخ ابوالحسن حصری بقری

شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم حصری بقری علیہ الرحمۃ کا شمار بھی مشہور ترین صوفیاء میں ہوتا ہے۔ یہ شہر بغداد کے رہنے والے تھے۔

وقت کے شیخ: شیخ ابوالحسن حصری بقری علیہ الرحمۃ عجیب حالت اور زبان والے تھے اور اپنے وقت کے شیخ تھے۔

شیخ شبلی کی ارادت: شیخ ابوالحسن حصری بقری علیہ الرحمۃ شیخ شبلی کے ارادت مند تھے۔

وفات: شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم حصری بقری علیہ الرحمۃ نے ۳۷۱ ہجری میں وفات پائی۔

نوافل باقاعدگی سے: شیخ ابوالحسن بقری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''لوگ کہتے ہیں کہ حصری نوافل کے قائل نہیں ہیں حالانکہ میں نے جوانی کے عالم میں جن اوراد کو اپنے لیے کر رکھا تھا اگر آج بھی میں ان میں سے ایک رکعت بھی چھوڑ دوں تو مجھے جھڑکا جائے۔''

حقیقت کا مدعی: شیخ ابوالحسن بقری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"جو آدمی حقیقت میں سے کسی چیز کا مدعی ہو ان کی تکذیب وہ شواہد کرتے ہیں جن کو دلائل نے ظاہر کیا ہو۔"

شیخ ابوعبداللہ روذباری

شیخ ابوعلی روذباری کے بھانجے: شیخ ابوعبداللہ بن احمد بن عطاء روذباری کا شمار مشہور ترین صوفیاء میں ہوتا ہے۔ یہ شیخ ابوعلی روذباری کی ہمشیرہ کے صاحبزادے تھے۔

ملک شام کے شیخ: شیخ ابوعبداللہ بن احمد بن عطاء روذباری علیہ الرحمۃ شام کے شیوخ میں سے ہیں۔

انتقال: شیخ ابوعبداللہ بن احمد بن عطاء روذباری علیہ الرحمۃ کا انتقال شہر صور میں ۳۶۹ ہجری میں ہوا۔

ذکر الٰہی: شیخ محمد بن حسین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے علی بن سعید المصیصی سے سنا کہ شیخ احمد بن عطا روذباری نے فرمایا:

"میں اونٹ پر سوار تھا کہ اونٹ کے دونوں پاؤں ریت میں دھنس گئے۔ میں نے کہا: "اللہ عزت وجلال والا ہے۔" اونٹ نے بھی کہا: "اللہ عزت وجلال والا ہے۔"

دعوت پر جانے کی عادت: شیخ ابوعبداللہ روذباری علیہ الرحمۃ جب اپنے ارادت مندوں کو اپنے ساتھ کسی آدمی کے گھر دعوت پر لے جاتے تو اگر دعوت دینے والا عام آدمی ہوتا یا وہ اہل تصوف میں سے نہ ہوتا تو فقراء کو اس کی خبر نہ کرتے تھے اور ان کو کچھ نہ کچھ کھلا دیتے۔ جب وہ فارغ ہوتے تو ان کو بتاتے اور ان کو لے کر جاتے اور چونکہ وہ اپنے وقت پر کھا چکے ہوتے تھے اس لیے کھانے کی طرف ان کا ہاتھ بہت کم بڑھتا۔ آپ یہ کام اس لیے کرتے تھے کہ کہیں لوگ اس گروہ کے بارے میں بدگمانی کا شکار نہ ہو جائیں اس طرح وہ ان کے سبب سے گناہ گار ہوں گے۔

بدترین صوفی: ایک دن شیخ ابوعبداللہ روذباری علیہ الرحمۃ فقراء کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے اور ان کے پیچھے چلنا آپ کی عادت تھی۔ وہ سب ایک دعوت پر جا رہے تھے۔ ایک سبزی فروش نے کہا:

"یہ لوگ مال دنیا کو حلال سمجھنے والے ہیں۔"

پھر ان کے بارے میں زبان درازی کی اور اپنی گفتگو کے دوران کہا:

"ان میں سے ایک نے مجھ سے ایک سو درہم لیا ہے اور مجھے واپس نہیں دیا اور مجھے معلوم نہیں میں اسے کہاں تلاش کروں۔"

جب وہ لوگ دعوت والے گھر پہنچے تو حضرت ابوعبداللہ روذباری علیہ الرحمۃ نے صاحب مکان سے جو فقراء سے محبت کرتا تھا، فرمایا:

"اگر تم میرے قلب کا اطمینان چاہتے ہو تو مجھے ایک سو درہم دو اور فلاں سبزی فروش کے پاس جاؤ اور اس سے کہو: یہ وہ سو درہم ہے جو ہمارے کسی ساتھی نے تم سے قرض لیا تھا اور کسی مجبوری کے تحت ادائیگی میں تاخیر ہوگئی اور اس نے اب یہ بھیجے ہیں پس اس کا عذر قبول کرو۔"

وہ آدمی گیا اور اس نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ لوگ دعوت سے واپس آئے اور سبزی فروش کی دکان سے گزرے تو سبزی فروش ان کی تعریف کرنے لگا اور کہا:

"یہ قابل اعتماد، امانت دار اور نیک لوگ ہیں۔"

اسی طرح کے دیگر کلمات کہے۔ شیخ ابوعبداللہ روذباری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
"بدترین انسان وہ صوفی ہے جو بخیل ہو۔"

صوفیاء کرام کے تذکرہ کا مقصد: جماعت صوفیاء کے شیوخ میں سے بعض کا ذکر ہم نے (گزشتہ صفحات میں) کیا۔ جید صوفیاء کرام کے ذکر سے مقصود لوگوں کو آگاہ کرنا ہے کہ یہ تمام اہل علم واہل تصوف تعظیم شریعت پر متفق تھے، ریاضت کی صفت سے موصوف ہیں، سنت کی اتباع پر قائم تھے اور آداب دین داری میں سے کسی ادب میں خلل نہیں ڈالتے تھے۔

جمیع صوفیاء اس بات پر متفق تھے کہ جو آدمی معاملات اور مجاہدات نہ کرے اور اپنے طریقے کی بنیاد پر ہیزگاری اور تقویٰ پر نہ رکھے وہ اپنے دعویٰ تصوف میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے۔ وہ خود فتنہ میں مبتلا ہے۔ وہ خود ہلاک ہے اور وہ لوگ بھی ہلاک ہیں جو تصوف کے دھوکے سے اس کی باطل باتوں کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

اگر ہم ان صوفیاء کرام کے اقوال، حکایات اور ان کی سیرتوں کا وصف جو ان کے احوال پر دلالت کرتا ہے، بیان کرتے تو کتاب بہت طویل ہو جاتی اور اس سے اکتاہٹ پیدا ہو جاتی۔ ہم نے اس قدر بیان کیا جو مقصد کے حصول کے لئے کافی ہے۔ اور توفیق دینے والا اللہ ہی ہے۔

شیخ قشیری کے زمانہ کے شیوخ اور ان کی حکایات: ہم اپنے زمانہ کے جن شیوخ سے ملے اور جن سے نہ مل سکے، جیسے استاذ شہید، زبان وقت یکتائے زمانہ ابوعلی حسن بن علی دقاق علیہ الرحمۃ اور یکتائے روزگار شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی، علیہ الرحمۃ ابوالحسن علی بن جہضم علیہ الرحمۃ حرم کعبہ کے مجاور، شیخ ابوالعباس قصار (طبرستانی) علیہ الرحمۃ، شیخ احمد اسود (دینوری) علیہ الرحمۃ، شیخ ابوالقاسم صیرفی (نیشاپوری) علیہ الرحمۃ، شیخ ابوسہل خشاب کبیر (نیشاپوری) علیہ الرحمۃ، شیخ منصور بن خلف مغربی علیہ الرحمۃ، شیخ ابوسعید مالینی علیہ الرحمۃ، شیخ ابوطاہر خوزندی علیہ الرحمۃ اور دیگر شیوخ طریقت طہر اللہ نفوسہم، اگر ہم ان کے ذکر اور ان کے احوال کی تفصیل میں جاتے تو اپنے مقصد اختصار کو ترک کرنا پڑتا۔ معاملات میں ان کی صفائی، ان کے احوال کے سبب ہم پر مشتبہ نہیں ہوتی۔ ہم اس کتاب میں مختلف مقامات پر انشاء اللہ ان صوفیاء کی بھی حکایات بیان کریں گے۔"

☆☆☆

فصل نمبر 4:

صوفیاء کی اصطلاحات کی تشریح اور بعض مشکل الفاظ کی توضیح

دو جماعتیں اور مخصوص الفاظ استعمال کرنے کی وجہ:

صوفیاء کرام کی دو جماعتیں ہیں۔ایک جماعت خاص قسم کے چند الفاظ استعمال کرتی ہے، جن کو دوسری جماعت استعمال نہیں کرتی۔ پھر دونوں جماعتیں آپس میں خاص اغراض کی بناء پر ان الفاظ کے معنی پر متفق ہو جاتی ہیں تا کہ مخاطب کو سمجھانے میں آسانی ہو، یا اس وجہ سے کہ جب بھی یہ الفاظ استعمال کیے جائیں تو صوفیاء ان کے معنی کو سمجھ لیں۔

نااہل لوگ مطالب نہ سمجھ سکیں اس لیے الفاظ مخصوصہ کا استعمال کیا گیا:

جید صوفیاء اور علماء کرام آپس میں مخصوص قسم کے الفاظ اس وجہ سے بھی استعمال کرتے ہیں تا کہ ان کے معنی ومفہوم کو فقط وہ سمجھ سکیں اور دوسرے لوگ جو ان سے اختلاف کرتے ہیں، ان مخصوص الفاظ کے معانی ومطالب نہ سمجھ سکیں، کیونکہ یہ گوارہ نہیں کرتے کہ ان کے راز نااہل لوگ سمجھ سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان مخصوص الفاظ کے حقائق نہ تو کسی قسم کے تکلف سے جمع کئے گئے ہیں اور نہ ہی کسی قسم کے تصرف سے بنائے گئے ہیں، بلکہ یہ وہ معانی ہیں جو اللہ نے ان صوفیاء کے قلوب پر وارد کر دیے ہیں اور ان حقائق کی خاطر کچھ لوگوں کے اسرار کا انتخاب فرمالیا ہے۔

مخصوص الفاظ کی تشریح کا مقصد: مخصوص الفاظ کی توضیح کا مقصد یہ ہے کہ یہ الفاظ اور ان کے معانی ان لوگوں کے لیے سمجھنا آسان ہو جو جید صوفیاء کے طریقہ پر چلنا چاہتے ہیں اور ان کے تابع ہیں۔ وہ الفاظ اور ان کی تشریح یہ ہے:

وقت

حقیقت وقت: جید اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں سے ایک لفظ وقت ہے۔ اہل تحقیق کے ہاں وقت کی حقیقت یہ ہے کہ یہ موہوم الوقوع واقعہ (جس کے وقوع کا وہم ہو) ہے، جس کے حاصل کرنے کا دارومدار موجود محقق واقعہ پر ہے، لہٰذا یہ محقق واقعہ، موہوم واقعہ کے لئے وقت کہلائے گا۔

مثال: مثلاً کسی کا یہ کہنا کہ میں اس ماہ کے شروع میں تمہارے ہاں آؤں گا۔ یہاں آنا موہوم واقعہ (جس کے ہونے کا وہم) ہے اور ''مہینے کا شروع'' محقق واقعہ (جو لازمی آئے گا) ہے، لہٰذا یہاں ''مہینے کا شروع'' آنے کے لئے وقت ہوگا۔

وقت کیا ہے: استاد ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''جس لحہ میں تم ہو وہی تمہارا وقت ہے، اگر تم دنیا میں ہو تو تمہارا وقت دنیا ہے، اگر آخرت میں ہو تو تمہارا وقت آخرت ہے، اگر پریشانی میں ہو تو تمہارا وقت پریشانی ہے، اگر سرور وخوشی میں ہو تو تمہارا وقت سرور وخوشی ہے۔''

غالب حالت: استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کی اس عبارت سے مراد یہ ہے کہ غالب حالت ہی وقت ہے۔

وقت سے مراد حال ہے: بعض اوقات وقت سے مراد وہ زمانہ ہوتا ہے جس میں انسان ہے (یعنی زمانہ حال)، کیونکہ کچھ اہل تصوف نے وقت کی تعریف یہ کی ہے کہ وقت وہ ہے جو دو زمانوں (ماضی اور مستقبل) کے درمیان ہے۔

ابن الوقت: کچھ اہل تصوف کہتے ہیں کہ صوفی ابن الوقت (وقت کا بیٹا) ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس وقت اس کیفیت میں ہے جو اس کے لیے بہتر ہے اور اس چیز (عبادات واطاعت) پر قائم ہے جس کا اس سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔

زمانہ حال کی فکر: یہ بھی کہا گیا ہے کہ صوفی کو نہ ماضی کی فکر ہوتی ہے اور نہ مستقبل کی، بلکہ وہ حال کی فکر میں ہوتا ہے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ گزشتہ وقت کے ضائع ہونے پر افسوس کرنا دوسرے وقت کو ضائع کرنا ہے۔

اللہ کی طرف سے پیش آنے والے تصرفات: کبھی کبھار وقت سے وہ تصرفات مراد لیے جاتے ہیں جو اللہ تعالی کی طرف سے صوفیاء کرام کو پیش آتے ہیں اور اس میں ان کے اپنے عمل دخل کا اختیار نہیں ہوتا۔چنانچہ اہل تصوف کہتے ہیں:

''فلاں شخص وقت کے زیر حکم ہے۔''

یعنی وہ شخص پردہ غیب سے ظاہر ہونے والے امور کے سامنے سر تسلیم خم کر چکا ہے۔اس میں اس کے اپنے اختیار کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔یہ صرف ان امور میں سے ہوتا ہے جن میں نہ کوئی امر (حکم) الہی ہوتا ہے اور نہ کسی شرعی حق کا تقاضا، کیونکہ اللہ تعالی کے حکم کا ضیاع اور اس کے معاملے کو تقدیر کے سپرد کرنا اور احکام شرعیہ میں اپنی کوتاہی کی پرواہ نہ کرنا، حد سے باہر نکلنے کے مترادف ہے۔

وقت تلوار ہے: اہل تصوف کے نزدیک کبھی یوں بھی کہا جاتا ہے:

((الوقت سیف))

''وقت تلوار ہے۔''

مراد یہ ہے کہ جس طرح تلوار کا کام قطع کرنا (کاٹنا) ہے اسی طرح وقت ان امور کی وجہ سے جنہیں اللہ تعالی جاری کرتا ہے، قطع کرنے والا ہوتا ہے۔

بعض اہل تصوف اس کی توضیح اس طرح کرتے ہیں کہ تلوار چھونے میں نرم محسوس ہوتی ہے، مگر اس کی دھار کاٹنے والی ہے، لہذا جس نے اس سے نرمی کی' وہ بچ نکلا اور جس نے سختی کی وہ کٹ گیا۔یہی حال وقت کا ہے کہ جس نے وقت کے سامنے سر جھکا دیا (نیک اعمال کیے) وہ نجات پا گیا اور جس نے مقابلہ کیا وہ تباہ و برباد ہوا۔اس شعر سے اس قول کی وضاحت کی جاتی ہے:

وکالسیف ان الاینته لان مسه

وحداہ ان خاشنه خشنان

''اور وقت تلوار کی طرح ہے، اگر نرمی کرو گے تو نرم ہوگی اور اگر سختی کرو گے تو اس کی دونوں دھاریں سخت ہیں۔''

بہر حال وقت نے جس آدمی سے مساعدت (جلدی، نرمی) کی تو وقت اس کا ہے اور وقت نے جس آدمی کے ساتھ تنگی کی وقت اس کے لیے دشمنی کا باعث ہے۔

شیخ استاذ ابوعلی دقاق کا قول: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''وقت کی مثال ریتی کی مثل ہے، جو تجھے گھساتا ہے، مگر فنا نہیں کرتا۔''

شیخ کی مراد یہ ہے کہ اگر وقت تجھے فنا کر دے تو تو نجات پا جائے گا، مگر وقت تمہیں گھٹاتا جاتا ہے اور بالکل مٹاتا نہیں۔

وقت سے متعلق اشعار: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ اس قول کی توضیح و تائید میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

کل یوم یمر یاخذ بعضی

یورث القلب حسرۃ ثم یمضی

''ہر یوم جو گزرتا ہے وہ مجھ سے میرا کچھ حصہ لے لیتا ہے اور میرے دل کو حسرت دے جاتا ہے۔ پھر چلا جاتا ہے (اور کبھی واپس نہیں آئے گا)۔''

شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ اس شعر سے بھی اس قول کی تائید کیا کرتے تھے:

كاهل النار ان نضجت جلود
اعيدت للشقاء لهم جلود

''جہنمیوں کی مثل کہ جب ان کی کھالیں پک جائیں گی تو ان کو نئی کھال دے دی جائے گی ان کی شقاوت کو مزید بڑھانے کے لیے۔''

یہ شعر بھی اسی بات کی تائید کرتا ہے:

ليس من مات فاستراح بميت
انما الميت ميت الاحياء

''جو مر گیا وہ مرنے کی وجہ سے راحت پا گیا۔ افسوس! مردہ تو حقیقت میں وہ ہے جو زندہ ہی مردہ ہو۔''

صاحب عقل اور وقت:

صاحب عقل ہمیشہ وقت کا ماتحت ہوتا ہے۔ اگر اس کا وقت ہوش کا وقت ہے تو اسے شرعی احکام بجالانے چاہئے اور اگر اس کا وقت محویت کا وقت ہے تو وہ احکامِ حقیقت کے ہاتھوں مغلوب ہوگا۔''

مقام

دوسرا لفظ: اہل تصوف کے خاص الفاظ میں سے دوسرا لفظ ''مقام'' ہے۔

مقام کی تعریف: آداب صوفیاء کی وہ منزل جو کسی بندہ کو اللہ کی طرف سے حاصل ہوتی ہے ''مقام'' کہا جاتا ہے۔

تکلیف و کوشش سے ملنے والی منزل: مقام کہتے ہیں اس منزل کو جہاں تک بندہ کسی تصرف سے پہنچتا ہے، یا تلاش اور تکلیف کر کے اسے حاصل کرتا ہے، لہٰذا ہر آدمی کا ''مقام'' وہ ہے جہاں اس کا قیام ہے اور جس ریاضت کی مشق وہ اس وقت کر رہا ہے۔

شرائط: شرط یہ ہے کہ جب تک بندہ اس مقام کے تمام آداب بجا نہ لائے اس مقام سے آگے نہ جائے، کیونکہ جب تک کسی کے پاس دولت قناعت نہیں جب تک اس کا توکل درست نہیں ہے اور جس کے پاس توکل نہیں ہے، اس کے لیے تسلیم درست نہیں۔ اسی طرح جس بندے نے توبہ نہیں کی وہ رجوع الی اللہ نہیں کر سکتا۔ جس کے پاس دولت ورع نہیں اس کا زہد درست نہیں۔

مقام مصدر: لفظ ''مقام'' مصدر ہے بمعنی اقامت جس طرح کہ مدخل مصدر ہے بمعنی ادخال اور مخرج بھی مصدر ہے بمعنی اخراج۔

یقینی مشاہدہ: کسی آدمی کا ایک مخصوص مقام کی کیفیت میں رہنا صرف اور صرف اسی وقت درست ہو سکتا ہے جب اس کو یقینی مشاہدہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے واقعی اسے اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے، تا کہ اس کا مقام قواعد کے مطابق صحیح ہو۔

شیخ واسطی اور شیخ ابو عثمان کے مرید: جب شیخ واسطی علیہ الرحمۃ نیشاپور تشریف لائے تو شیخ ابو عثمان علیہ الرحمۃ کے مریدوں سے دریافت کیا:

''تمہارے شیخ کن چیزوں کا حکم دیتے ہیں؟''

مریدین نے عرض کیا:

''ہمارے شیخ ہمیں عبادت پر قائم رہنے کا حکم دیتے ہیں۔وہ ہمیں اس بات کا بھی حکم دیتے ہیں کہ ہم قلب میں سمجھتے رہیں کہ ہم عبادت میں کوتاہی کرتے ہیں۔''

یہ سن کر شیخ واسطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''وہ تمہیں خالص مجوسیت کی تعلیم دیتے ہیں۔کیا وہ تمہیں یہ حکم نہیں دیتے کہ تم اپنے نفس کو نہ دیکھو اور نفس کے پیدا کرنے والے کو دیکھو۔؟''

شیخ واسطی علیہ الرحمۃ کا مقصد یہ تھا کہ مریدین غرور میں نہ آ جائیں وہ انہیں اس سے بچانا چاہتے تھے، وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ کوتاہی کی منزل میں مقیم رہیں اور نہ ہی ان کا مقصد کسی ادب میں خلل انداز ہونا تھا۔

حال

حال ایک کیفیت ہے: اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں سے ایک لفظ ''حال'' بھی ہے۔حال ایک کیفیت ہے جو بغیر ارادہ اور بغیر سعی کے صوفیاء کرام کے قلوب پر طاری ہوتی ہے۔مثلاً: طرب، غم، بسط، قبض، شوق، بے قراری، ہیبت اور احتیاج۔

حال اور مقام میں فرق: احوال اللہ کی عطا (وہبی) ہوتے ہیں اور مقامات سعی و کوشش (کسبی) سے حاصل ہوتے ہیں۔اہل تصوف کے نزدیک احوال سعی اور کوشش کے ذریعے حاصل نہیں ہوتے بلکہ ان کا حصول بغیر سعی و کوشش کے ہوتا ہے، جبکہ مقامات بغیر محنت و سعی کے حاصل نہیں ہوتے ان کو حاصل کرنے کے لئے محنت و سعی کا ذریعہ اپنانا پڑتا ہے۔

مقام کے بعد والا درجہ ''حال'' ہے: یقیناً صاحب مقام اپنی منزل پر ٹھہرا رہتا ہے اور صاحب حال اپنے ''مقام'' سے ترقی کرتا ہے (اور مقام کے بعد حال کی کیفیت کا حصول ممکن بناتا ہے)۔

احوال اور درجات کی تبدیلی: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''عارف ابھی یہاں تھا مگر ابھی چلا گیا (یعنی وہ مقام سے حال اور حال سے اس سے اعلیٰ کیفیت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے)''

بعض اہل تصوف کا کہنا ہے کہ احوال بجلی کی مانند ہوتے ہیں ہیں اور اگر باقی رہ جائیں تو نفس کی باتیں ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ احوال اپنے اسم کی مثل ہیں (جیسے موجودہ زمانہ حال ہے لیکن ایک پل بعد ہی وہ ماضی بن گیا اور ایک نیا زمانہ جو مستقبل تھا حال بن گیا اور ایک پل بعد ہی وہ زمانہ بھی ماضی بن گیا، علیٰ ہذا القیاس اسی طرح مسلسل ہوتا رہتا ہے) یعنی یہ قلب پر اثر انداز ہوتے ہی فوراً زائل ہو جاتے ہیں۔اہل تصوف اس قول کی تائید میں یہ شعر پیش کرتے ہیں:

لو لم تحل ما سميت حالاً
و كل ما حال فقد زالاً
انظر الى الفيء اذا ما انتهى
يا خد فى النقص اذا طالاً

''اگر یہ حال تغیر پذیر نہ ہوتا تو اس کا نام حال نہ ہوتا، اور تحقیق ہر متغیر زائل ہو کر رہے گا۔دیکھو سایہ کی طرف جب انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو چھوٹا ہونا شروع ہو جاتا ہے لمبا ہونے کے بعد۔(یعنی حال ہر وقت تبدیل ہوتے رہتے ہیں)''

احوال بقاء اور دوام سے ہے: بعض اہل تصوف نے احوال کے بقاء اور دوام کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ان کا کہنا یہ ہے کہ

جب احوال دائم نہیں ہوتے، تو انہیں ''لوائح'' اور ''بوادہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔لوائح اور بوادہ کی حالت کا حامل ابھی تک احوال کو پہنچ ہی نہیں سکا۔لوائح اور بوادہ جب دوام اختیار کر جاتے ہیں تو احوال کہلاتے ہیں۔

شیخ ابوعثمان جبری کا فرمان: شیخ ابوعثمان جبری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''چالیس سال سے میں ایک ہی حال میں ہوں۔جس حال میں اللہ نے مجھے رکھا ہے میں اس میں خوش ہوں۔میں نے کبھی برا محسوس نہیں کیا۔''

شیخ ابوعثمان کے قول کا مطلب: اس سے شیخ ابوعثمان جبری علیہ الرحمۃ کی مراد یہ ہے کہ وہ ہمیشہ حالت رضا کی میں رہے ہیں۔ رضا بھی احوال میں سے ایک حال ہے، لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ جن اہل تصوف کا قول ہے کہ احوال بقاء ودوام کا نام ہیں انہوں نے درست کہا ہے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک صفت کسی شخص کے لئے مشرب بن جاتی ہے کہ وہ اسی میں تربیت اور پرورش پاتا رہتا ہے، مگر اس شخص کے احوال اور بھی ہوتے ہیں، جو وقتی طور پر اسے پیش آتے ہیں، لیکن دوسرے حال ان احوال کے مانع ثابت نہیں ہوتے۔، بلکہ اس کی عبادت ثانیہ بن جاتے ہیں اور جب یہ احوال بھی پہلے احوال کی طرح دوام اختیار کر جاتے ہیں تو تب ترقی ہوتی ہے پہلے حال سے بھی زیادہ اعلیٰ وارفع حال کی طرف اور اس طرح بندہ بہت زیادہ لطیف حال کو حاصل کر لیتا ہے۔

انہ لیغان علی قلبی کی توضیح: شیخ استاد ابوعلی دقاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد عالی شان:

'' انه ليغان على قلبي حتى استغفر الله تعالى في اليوم سبعين سبعين مرة''

(مسند احمد بن حنبل،۲۱۱،۲۶۰)

''بیشک میرے قلب پر پردہ آجاتا ہے حتیٰ کہ میں دن میں ستر بار استغفار کرتا ہوں۔''

کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے احوال میں ہر وقت ترقی پا کر بلند تر ہوتے جاتے تھے، لہٰذا جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک حال سے بلند ہو کر دوسرے حال میں منتقل ہوتے تو بسا اوقات آپ کی نگاہ پہلی حالت پر پڑ جاتی، تو ان کو ایسا معلوم ہوتا کہ بعد کی حالت پہلی حالت کے لئے بادل کا کام کرتی ہے (کہ پہلے اس حال پر پردہ تھا اور اب یہ مکمل کر سامنے آگیا ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال مسلسل ترقی پذیر تھے اور اللہ تعالیٰ کے لطف وقدرت کی انتہا نہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کا حق ہماری دسترس سے باہر ہے اور اس تک پہنچنا محال ہے، لہٰذا بندہ ہمیشہ اپنے احوال میں ترقی پذیر رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ جس کیفیت وحالت میں بندہ پہنچے اس سے بلند تر کیفیت میں اسے منتقل فرماتا رہے۔

اہل تصوف کا یہ ارشاد:

((حسنات الابرار سيئات المقربين))

''ابرار کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہیں۔(یعنی نیک لوگ جن کو نیکیاں خیال کر کے اسی مقام پر رک جاتے ہیں مقربین جب اس مقام سے آگے پہنچتے ہیں تو انہیں وہ مقام کم تر دکھائی دیتا ہے۔)''

اس قول کا مفہوم بھی یہی ہے۔سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے اس قول کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے یہ شعر پڑھا:

طوارق انوار تلوح اذا بدت

فتطهر كتمانا وتخبر عن جمع

''یہ طاری ہونے والے انوار چمکتے ہیں جب ظاہر ہوتے ہیں۔ پس پاک کرتے ہیں کتمان سے اور (ایک ہی شخصیت میں مختلف احوال کی) جمع کا پتہ دیتے ہیں۔''

قبض وبسط

مقام خوف ورجاء کے بعد کا مقام: قبض وبسط بھی اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں سے ہیں۔ خوف ورجا کی حالت سے ترقی کرنے کے بعد یہ دونوں قبض وبسط کی کیفیتیں آدمی پر طاری ہوتی ہیں۔ بے شک عارف کے لئے قبض کی وہی حیثیت ہے جو مبتدی کے لئے ''خوف'' کی اور عارف کے لیے ''بسط'' کی وہی حیثیت ہے جو مبتدی کے لیے رجا کی۔

خوف: قبض اور خوف میں پھر بسط اور رجا میں یہ فرق ہے کہ خوف مستقبل میں واقع ہونے والے کسی کام کی وجہ سے ہوتا ہے، خوف چاہے کسی محبوب چیز کے رونما ہونے کا ہو یا کسی کار بد کے واقع ہونے کا۔

رجاء: رجاء کسی محبوب امر کے حصول کی امید کا نام ہے یا رجا یہ امید ہے کہ کوئی بری عادت زائل ہو جائے گی اور ناپسندیدہ چیز سے چھٹکارا حاصل ہو جائے گا۔

قبض: قبض وہ حالت ہے جو اس وقت (یعنی زمانہ حال میں) موجود ہو، یہی کیفیت ''بسط'' کی ہے۔

فرق: لہٰذا خوف ورجاء والے دل کا تعلق دونوں حالتوں میں زمانہ مستقبل کے ساتھ ہوتا ہے اور قبض وبسط والے دل کا تعلق حال (موجودہ زمانہ) کے ساتھ، اس حالت میں کہ جو اس پر موجودہ وقت میں غالب ہو۔

قبض وبسط والے قلوب: پھر قبض وبسط والے قلوب کی حالتیں اپنے احوال کے اختلاف کے مطابق مختلف ہوتی ہیں۔ بعض واردات اوقات (طاری ہونے والے اوقات) میں قبض کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ طاری ہونے والے حال کے سوا کسی اور حال کی گنجائش نہیں رہتی، اس لئے کہ وہ ہر لحاظ سے طاری ہونے والے حال میں گرفتار رہتا ہے، جیسا کہ کسی کا قول ہے:

(انا ردم))

''مجھ (میری اس کیفیت) میں کسی کی گنجائش نہیں ہے۔''

جو حال قبض والے کا ہوتا ہے وہی حال ''بسط'' والے کا ہے۔ صاحبان بسط ایسے ہوتے ہیں کہ کسی حالت میں کوئی چیز بھی ان پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

شیخ استاد ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ اہل تصوف میں سے ایک آدمی شیخ ابوبکر قحطی علیہ الرحمۃ کے پاس حاضر ہوا۔ شیخ ابوبکر علیہ الرحمۃ کا ایک جوان بیٹا تھا، جو ایسے اعمال کیا کرتا تھا جیسے عموماً نوجوان کیا کرتے ہیں۔ جب اس صوفی کا گزر شیخ ابوبکر قحطی علیہ الرحمۃ کے جوان بیٹے کے پاس سے ہوا تو دیکھا کہ وہ اپنے دستوں کے ساتھ فضول گفتگو وغیرہ میں مشغول ہے۔ صوفی بہت پریشان ہوا۔ شیخ ابوبکر علیہ الرحمۃ کے بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر اسے بہت دکھ ہوا اور اس نے کہا:

''شیخ ابوبکر بے چارہ کس قدر مسکین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹے کی بے ہودگیاں برداشت کرنے میں مبتلا کر رکھا ہے۔''

جب یہ صوفی شیخ ابوبکر قحطی علیہ الرحمۃ کے ہاں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ انہیں بیٹے کی بے ہودگی کا کوئی علم نہیں۔ اس پر انہیں بہت تعجب ہوا اور عرض کیا:

''میں قربان جاؤں اس آدمی پر جس پر پہاڑ (جیسے غم) کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔''

اس پر شیخ ابوبکر قحطبی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''ہم ہمیشہ کے لیے اشیاء کی غلامی سے آزاد ہو چکے ہیں۔''
قبض کی حقیقت: قبض کا ادنیٰ ترین درجہ یہ ہے کہ صوفی کے قلب پر ایک کیفیت طاری ہوتی ہے جس کی وجہ سے عتاب کا اشارہ ملتا ہے یا اسے اس بات کا علم حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ سزا کا مستحق ہے۔ لہٰذا قلب پر لامحالہ قبض کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔
حقیقت بسط: بعض اوقات وارد (طاری) ہونے والی حالت کا سبب یہ ہوتا ہے کہ صوفی کا قلب لطف ربانی کے قریب ہوتا ہے یا کسی بات پر متبارک باد کی آمد کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اس سے دل میں بسط پیدا ہوتا ہے۔
قبض وبسط میں مناسبت اور ان کے آداب واحتیاط: ہر آدمی کا قبض اسی قدر ہوگا کہ جس قدر اس کو بسط حاصل ہے۔ اس طرح بسط اس کے قبض کی مناسبت سے ہوگا۔
بعض اوقات صاحب قبض کو قبض کا سبب معلوم نہیں ہوتا اور وہ اپنے دل میں قبض کو محسوس کرتا ہے، مگر یہ سمجھ نہیں سکتا کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ اس کا صرف ایک ہی علاج ہے کہ وہ تعلیم کا طریقہ اختیار کرے۔ یہاں تک کہ قبض کا وقت گزر جائے، کیونکہ اگر بتکلف حالت قبض دور کرنے کی کوشش کرے گا یا اپنے اختیار سے وقت سے پہلے قبض کے حملے کا استقبال کرے گا تو اس سے اس کا قبض بڑھ جائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
((واللہ یقبض ویبسط))
''اللہ تعالیٰ قبض وبسط کرتا ہے۔''
کبھی بسط فوراً طاری ہو جاتا ہے اور ایسا اچانک ہوتا ہے، جس سے صاحب بسط جھومنے لگتا ہے، مگر اسے اس کی وجہ معلوم نہیں ہوتی، لہٰذا ایسے آدمی کو چاہئے کہ وہ پرسکون رہے اور آداب کا لحاظ رکھے۔ اس لئے کہ اس حالت میں ہر وقت خطرہ ہوتا ہے (کہ کہیں کوئی غیر شرعی کام کیا تو حالت کیا ولایت ہی جاتی رہی) اس خطرہ سے بچتے رہنا چاہئے کہ کہیں اس میں (شیطان کی) پوشیدہ چال نہ ہو۔

باب بسط اور احتیاط: اہل تصوف میں سے ایک فرد کا بیان ہے:
''جب میرے لئے بسط کا دروازہ کھل گیا تو میں پھسل گیا اور اپنے مقام سے محجوب (غائب، مقام مجھ سے پردہ میں کر دیا گیا) ہو گیا۔''

اسی وجہ سے صوفیاء کا مقولہ ہے:
((قف علی البساط وایاك والانبساط))
''اپنی بساط پر کھڑے رہو اور انبساط (خوشی) سے بچتے رہو۔''
حالت قبض سے پناہ: اکثر اہل تحقیق صوفیاء نے قبض کو ان امور میں شامل کیا ہے جن سے پناہ مانگنی چاہئے، کیونکہ یہ دونوں قبض وبسط کی حالتیں اوپر کی حالتوں (وقت، مقام، حال، خوف اور رجا) کے مقابلے میں بندے کی تباہی کا باعث ہوتی ہیں اور صوفی کا اس میں پڑنا درحقیقت محتاجی ہے اور موجب ضرر ہے۔
شیخ جنید بغدادی کا قول اور کیفیتیں: شیخ جعفر بن محمد علیہ الرحمۃ سے مروی ہے کہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''خوف الٰہی میرے قبض کا سبب بنتا ہے۔ رجاء، بسط اور حقیقت مجھے جمع کرتی ہیں اور حق مجھے تفرقہ میں ڈال دیتا ہے اور جب خوف

کی وجہ سے مجھ میں قبض پیدا ہوتا ہے تو مجھے اپنی ذات سے فنا کر دیتا ہے اور جب امید کی وجہ سے مجھ میں بسط پیدا ہوتا ہے تو مجھے اپنی ذات کی طرف لوٹا دیتا ہے اور جب حق کی وجہ سے مجھے جدا کرتا ہے تو کسی اور کو میرے پاس موجود کر دیتا ہے اور مجھے اس سے پردہ میں کر دیتا ہے۔ ان تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ ہی مجھے تحریک عطا فرماتا ہے، مجھے روکے نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوف طاری ہوتا ہے انس نہیں۔ لہٰذا میں اس کی حاضری کی وجہ سے اپنے وجود کا مزہ چکھتا ہوں۔ کاش کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی ذات سے فنا کر کے ساز و سامان عطا کرتا، مجھے اپنی ذات سے غائب کر کے راحت عطا کرتا۔"

ہیبت اور انس

قبض و بسط سے بلند تر حالت: اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں سے ہیبت و انس بھی ہیں۔ تصوف میں قبض و بسط سے بلند درجہ ہیبت و انس کا ہے۔ جس طرح قبض کا درجہ خوف سے بلند ہے اور بسط کا رجاء سے، بالکل اسی طرح ہیبت قبض سے بلند تر ہے اور انس بسط سے۔

ہیبت کا تقاضا: حالت ہیبت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا صاحب ماسوا سے غائب ہو، لہٰذا ہر ہیبت والا زیادہ غائب ہوتا ہے۔ پھر یہ کہ ہیبت زدہ غیبت میں بھی الگ الگ درجہ رکھنے والے ہیں۔ چنانچہ بعض کی غیبت دیرپا ہوتی ہے اور بعض کی کم مدت۔

انس کا تقاضا: حالت انس کا تقاضا یہ ہے کہ صاحب انس حقیقی محو کی کیفیت میں ہو، لہٰذا ہر صاحب انس ہوش میں ہوگا۔ پھر صاحبانِ انس مقدار انس میں، جس کو انہوں نے حاصل کیا ہے، الگ الگ درجہ رکھتے ہیں۔

صاحب انس کی حالت: اہل تصوف کا قول ہے:

"انس کی ادنیٰ کیفیت یہ ہے کہ اگر صاحب انس کو بھڑکتی ہوئی آگ میں بھی ڈال دیا جائے تو بھی اس کی حالت میں فرق نہیں آئے گا۔"

سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"صاحب انس کی حالت یہاں تک ہو جاتی ہے کہ اگر اس کے چہرے پر تلوار بھی ماردی جائے تو اسے احساس نہیں ہوتا۔"

سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"شروع میں میرے قلب میں بھی یہ بات کھٹکتی تھی، لیکن اب تو مجھ پر یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ حقیقت وہی ہے جو شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ نے بیان کی ہے۔"

حالت انس اور تکلیف کا احساس: مروی ہے کہ شیخ ابو مقاتل علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں ایک روز شیخ شبلی علیہ الرحمۃ کے پاس گیا، اس وقت وہ موچنے سے اپنی بھنوؤں کے بال نوچ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا:

"آپ یہ فعل کر رہے ہیں، مگر اس کی تکلیف میں محسوس کر رہا ہوں۔"

اس پر شیخ شبلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"حقیقت ظاہر ہوتی ہے اور میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ لہٰذا میں اپنے آپ کو دکھ دیتا ہوں تا کہ میں اسے محسوس کروں اور حقیقت مجھ سے چھپ جائے، مگر نہ مجھے درد محسوس ہوتا ہے اور نہ حقیقت چھپتی ہے اور میں اس کی قوت بھی نہیں رکھتا۔"

تبدیلی حالت: ہیبت اور انس میں بندے کی حالت بدل جاتی ہے اس لئے اہل حقیقت ان دونوں حالتوں کو نقص میں شمار کرتے ہیں، کیونکہ اہل تمکین لوگ تبدیلی اور تغیر سے بالاتر ہوتے ہیں، وہ وجود عین یعنی اللہ تعالیٰ میں محو ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کے لئے

نہ ''ہیبت'' ہوتی ہے، نہ انس، نہ علم اور نہ ''حس''۔

شیخ ابوسعید خراز کا واقعہ: شیخ ابوسعید خراز علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں جنگل میں سفر کرتے ہوئے راستہ بھول گیا۔ میں نے یہ شعر پڑھنا شروع کر دیا:

اتیـــه فـلا ادری مـن التیـــه مـن انــا
سوری مایقول الناس فی وفی جنسی
اتیـــه عـلـــی جـن الـبـلاد وانسهـــا
فـان لـم اجد شخصـا اتیـه علی نفسی

''میں پھرتا ہوں اور میں حیرانی کے سبب نہیں جانتا کہ میں کون ہوں۔ صرف اتنا جانتا ہوں کہ لوگ میرے اور میری جنس کے متعلق کچھ کہتے ہیں کہ میں دنیا کے جنوں اور انسانوں پر فخر کرتا ہوں اور اگر کوئی اور شخص نہیں ملتا' تو خود اپنی ذات پر ہی فخر کرتا ہوں۔''

ایک ہاتف غیبی نے مجھے یوں پکارا:

ایـا مـن یـری الاسبـاب اعـلـی وجـوده
ویـفـــرح الــدنـــی وبـــالانـــس
فـلـو کـنـت مـن اهـل الـوجـود حـقـقـة
لغبت عن الاکوان والعرش والکرسی
وکـنـت بـلاحـال مـع الـلــه واقـفــا
تـصـان عن الـتـذکـار لـلـجـن والانـس

''اے وہ کہ جو اسباب کو اپنے وجود کا بلند ترین درجہ سمجھتا ہے اور تو ادنیٰ ہیبت اور ادنیٰ انس پر فخر کرتا ہے۔ اگر تو درحقیقت اہل وجود میں سے ہوتا' تو تمام کائنات عرش اور کرسی سے غائب ہو جاتا اور تو بغیر کسی حالت کے اللہ کے ساتھ کھڑا رہتا اور جن و انس کی یاد سے بچتا۔''

شیخ ابوسعید خراز علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بندہ اسی حالت سے عین وجود کے ذریعہ ترقی حاصل کرتا ہے۔

تواجد، وجد اور وجود

اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں سے ''تواجد''، ''وجد'' اور ''وجود'' بھی ہیں۔

حقیقت تواجد: اپنے اختیار سے وجد لانے کو تواجد کہتے ہیں، لیکن اس قسم کے شخص کا وجد کامل نہیں ہوتا، کیونکہ اگر یہ کامل ہوتا تو وہ ''واجد'' کہلاتا۔ باب تفاعل عموماً (بناوٹ) کسی صفت کو تکلیف سے ظاہر کرنے کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے:

اذا تخازرت و ماهی من خزد
ثم کسرت العین من غیر ما عود

''میں آنکھوں کو جان بوجھ کر تنگ کر کے دیکھتا ہوں، جبکہ میری آنکھیں چھوٹی نہیں ہیں، پھر آنکھ کو بند بھی کر لیتا ہوں، حالانکہ میں اندھا نہیں ہوں۔''

بعض اہل تصوف کا کہنا ہے:

''تواجد میں چونکہ تکلف وبناوٹ پائی جاتی ہے اور یہ تحقیق سے بعید ہے، اس لئے یہ غیر مسلّم ہے۔''

بعض اہل تصوف کا کہنا ہے:

''تواجد اُن فقراء کے لئے مسلّم ہے جو مجرد ہیں۔ وہ تواجد کی کیفیات کو پالینے کی تلاش میں رہتے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((ابکو فان لم تبکو افتبا کوا))

''خوف الٰہی سے رویا کرو۔ پس اگر رونا نہیں آتا تو رونے جیسا منہ بنالو۔'' (سنن ابن ماجہ:۱۹۶)

شیخ ابومحمد حریری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے پاس موجود تھا اور اس وقت شیخ ابن مسروق علیہ الرحمۃ اور دیگر احباب بھی موجود تھے۔ ایک قوال اشعار پڑھ رہا تھا۔ شیخ ابن مسروق اور دیگر صوفیاء پر وجد طاری ہو گیا اور وہ اٹھ کھڑے ہوئے، مگر شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے کوئی حرکت نہ کی۔ میں نے عرض کیا:

''جناب! کیا آپ کو سماع سے لطف حاصل نہیں ہوتا؟''

آپ نے فرمایا:

((وتری الجبال تحسبها جامدة وهی تمر مر السحاب))

''اور تو دیکھتا ہے کہ پہاڑ ساکن ہیں حالانکہ وہ بھی بادلوں کی طرح چل رہے ہیں۔'' (سورۃ النمل، آیت نمبر:۸۸)

پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''اے محمد! کیا تجھے بھی سماع سے لطف نہیں آتا؟''

میں نے عرض کیا:

''جب بھی میرے پاس کوئی عارف باللہ موجود ہو اور وہاں مجلس سماع بھی قائم ہو تو میں اپنے آپ کو وجد سے روک لیتا ہوں اور جب میں خلوت میں ہوتا ہوں تو وجد کو چھوڑ دیتا ہوں اور تکلفاً وجد کی حالت پیدا کر لیتا ہوں۔''

اس حکایت میں تواجد کا لفظ استعمال کیا گیا ہے مگر سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔

استاد ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا فرماتے ہیں:

''جب شیخ ابومحمد حریری نے آداب اکابر کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے وجد کو ترک رد یا تو اللہ تعالیٰ نے اس ادب کی برکت سے ان کے وقت کو محفوظ رکھا۔ اس کیفیت کو شیخ حریری نے یوں بیان فرمایا: میں اپنے نفس کے وجد پر قابو پاتا ہوں اور جب میں خلوت میں ہوتا ہوں تو اسے چھوڑ دیتا ہوں اور بناوٹی وجد پیدا کر لیتا ہوں۔''

اس سے مراد یہ ہے کہ وقت اور غلبہ وقت کے گزر جانے کے بعد اپنی مرضی سے وجد کو چھوڑ دینا ممکن نہیں، لیکن چونکہ شیخ ابومحمد حریری مشائخ کے احترام میں سچے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے وقت کو محفوظ رکھا تاکہ خلوت کے وقت وہ اپنے وجد کو کھلا چھوڑ سکیں۔

وجد: بیان کیا جاچکا کہ ''وجد'' کی ابتدائی حالت تواجد کہلاتی ہے۔ اس کے بعد ''وجد'' کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور ''وجد'' وہ کیفیت ہے جو قلوب پر طاری ہو اور بغیر ارادہ اور تکلف کے وارد ہو۔ شیوخ نے اس کی یوں وضاحت کی ہے:

''وہ کیفیت جو اتفاقاً طاری ہو وہ وجد کہلاتی ہے اور یہ کیفیت اوراد و وظائف کا ثمر ہوتی ہے، لہٰذا جس کے وظائف زیادہ ہوں گے

اللہ تعالیٰ کی عنایات بھی اس پر زیادہ ہوں گی۔"

چنانچہ شیخ استاد ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"صوفیاء پر جو چیزیں وارد ہوتی ہیں وہ ان کے اوراد و وظائف کے مطابق ہوتی ہیں۔ بہر صورت جس کا ظاہر میں کوئی ورد و وظیفہ نہیں اس کا باطن میں کوئی اثر نہیں۔"

ہر وہ وجد جس میں کسی کی ذات کا عمل دخل ہو وہ حقیقی وجد نہیں کہلاتا۔ چنانچہ جس طرح کسی بندے کے ظاہری معاملات درست ہوں تو اسے عبادت سے لذت و سرور حاصل ہوتا ہے اسی طرح بندہ اپنے ان احوال باطن سے جو اس پر وارد ہوتے ہیں وجد محسوس کرتا ہے۔ مختصراً یوں کہ حلاوت معاملات کا پھل ہوتی ہے اور "وجد" اللہ تعالیٰ کی عنایات کا نتیجہ۔

وجود: وجد سے ترقی کر جانے کے بعد حاصل ہونے والی حالت کو "وجود" کہا جاتا ہے۔ جب تک بشریت فنا نہیں ہوتی وجود حق بھی حاصل نہیں ہوتا، اس لئے کہ "سلطان حقیقت" کے ظہور کے وقت بشریت باقی رہ ہی نہیں سکتی۔ چنانچہ شیخ ابوالحسین نوری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

((انا منذ عشرین سنة بین الوجد و الفقد))

"میں نے بیس سال کا عرصہ وجد (پانے) اور فقد (گم کرنے) میں گزار دیا۔"

شیخ کے اس قول سے مراد یہی ہے کہ جب انوار ربانی پاتا ہوں تو قلب کو گم گشتہ پاتا ہوں اور جب قلب کو حاضر پاتا ہوں تو انوار ربانی کو گم۔

سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

((علم التوحید مباین لوجوده و وجوده مباین لعلمه))

"توحید کا علم اللہ تعالیٰ کے وجود سے الگ ہے اور اللہ تعالیٰ کا وجود علم سے مختلف ہے۔"

سید الطائفہ کے اس ارشاد کا بھی یہی مطلب ہے۔

وجود کی توضیح کے حوالے سے اکثر یہ شعر پڑھا جاتا ہے:

وجودی ان اغیبب عن الوجود

بما یبدو علی من الشهود

"میرا وجود وجود سے غائب ہوتا ہے جب کہ مجھ پر شہود (انوار الٰہی) کا وقت شروع ہوتا ہے۔"

تواجد شروعات ہے اور وجود انتہا اور وجدان دونوں کی درمیانی کیفیت کا نام ہے۔

شیخ استاد ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"تواجد کے لئے ضروری ہے کہ بندے میں عبدیت کاملہ پائی جائے۔ وجد میں بندے کو استغراق حاصل ہوتا ہے اور وجود میں بندے کی ہلاکت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر جیسے کوئی سمندر کے پاس آیا، پھر سمندر پر سوار ہوا اور پھر اس میں غرق ہو گیا۔ اس کی ترتیب یوں ہے: "قصود" پھر "ورود" پھر "شہود" پھر "وجود" اور پھر "خمود" اور خمود اسی قدر ہوگا جس قدر وجود ہوگا۔"

وجود کی دو کیفیتیں: صحو اور محو صاحب وجود کی دو کیفیتوں کے نام ہیں۔ حالت صحو اس حالت کو کہا جاتا کہ جس کی بقا حق کے ساتھ ہو۔ حالت محو اس حالت کو کہا جاتا ہے کہ جسے حق کے ساتھ فنا حاصل ہو۔ صاحب وجود پر یہ دونوں کیفیتیں یکے بعد دیگرے طاری ہوتی رہتی ہیں۔ جب اس پر صحو کی حالت غائب ہوتی ہے تو وہ حق کے ذریعہ حملہ بھی کرتا ہے اور بولتا بھی ہے۔ جیسا کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا بندہ میرے ذریعہ سے سنتا ہے اور میرے ہی ذریعہ سے دیکھتا ہے۔

شیخ ابوعبدالرحمٰن السلمی علیہ الرحمہ شیخ منصور بن عبداللہ علیہ الرحمۃ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے شیخ شبلی علیہ الرحمۃ کی مجلس میں کھڑے ہو کر پوچھا:

''کیا صاحبانِ وجد پر صحت وجود کے آثار ظاہر ہوتے ہیں؟''

شیخ شبلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''کیوں نہیں! صحت وجود ایک نور ہے جو نارِ اشتیاق کے ساتھ مل کر چمکتا ہے اور اس کے آثار اجسام پر ظاہر ہوتے ہیں۔''

یہی بات شاعر ابن المعتز نے کہی ہے:

وامطر الکاس ماء من ابرقھا
فانبت الدر فی ارض من الذھب
وسبح القوم لما ان رائوا عجباً
نوراً من الماء فی نار من العنب
سلافة ورثتھا عاد عن ارم
کانت ذخیرۃ کسریٰ عن اب فاب

''بہا دیا پانی پیالے نے اپنے کناروں سے، پس موتی اگ آئے سونے کی زمین میں۔ اور تسبیح پڑھی قوم نے جب اس نے عجیب واقعہ دیکھا کہ نور تھا پانی کا انگور کی آگ میں۔ یہ ایسی شراب ہے جو وارثت میں ملی قوم عاد کو قوم ارم سے۔ یہ کسریٰ کا ذخیرہ ہے جو چلا آتا ہے۔''

کسی نے شیخ ابوبکر دقی علیہ الرحمۃ سے عرض کیا:

''شیخ جہم دقی نے حالت سماع میں جوش میں آکر ایک درخت کو ہاتھ سے پکڑ کر جڑوں سے اکھیڑ دیا۔''

کچھ عرصہ بعد اتفاقاً شیخ ابوبکر دقی اور شیخ جہم دقی ایک دعوت میں اکٹھے ہوئے۔ اس وقت شیخ ابوبکر دقی علیہ الرحمۃ نابینا ہو چکے تھے۔ شیخ جہم دقی جوش میں آکر چکر لگانے لگے۔ شیخ ابوبکر دقی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''جب یہ میرے قریب سے گزرے تو مجھے بتانا۔''

شیخ ابوبکر دقی بہت کمزور تھے۔ جب جہم گزرے تو لوگوں نے شیخ ابوبکر دقی سے کہا:

''یہ جہم ہے۔''

شیخ ابوبکر دقی علیہ الرحمۃ نے شیخ جہم علیہ الرحمۃ کو پنڈلی سے پکڑ کر ٹھہرا دیا۔ شیخ جہم دقی علیہ الرحمۃ میں اتنی طاقت نہ رہی کہ حرکت کر سکتے۔ بے ساختہ پکارا:

''اے شیخ! میری توبہ!''

تب شیخ ابوبکر دقی نے انہیں چھوڑ دیا۔

استاد امام فرماتے ہیں کہ جہم کا جوش بھی حق تھا اور دقی کا پنڈلی سے پکڑنا بھی۔ جب جہم کو علم ہو گیا کہ ابوبکر دقی کا مرتبہ ان سے بلند ہے تو انہوں نے انصاف کے تقاضے سے ہار مان لی۔ اس طرح جو شخص حق پر ہوگا کوئی چیز اس کے لئے مشکل نہیں۔ مگر جب صوفی پر محویت کی کیفیت غالب ہو تو پھر اسے علم، عقل، فہم اور حس کچھ نہیں ہوتا۔

شیخ ابوعبدالرحمٰن السلمی علیہ الرحمۃ اپنے استاد سے روایت کرتے ہیں کہ شیخ ابوعقال مغربی علیہ الرحمۃ نے مکہ مکرمہ میں چار سال گزارے۔ انہوں نے اس دوران نہ کچھ کھایا نہ پیا، تا آنکہ ان کا وصال ہو گیا۔

انہی ایام میں ایک فقیر شیخ ابوعقال مغربی علیہ الرحمۃ کے قریب سے گزرا اور کہنے لگا:

"السلام علیکم!"

شیخ ابوعقال مغربی علیہ الرحمۃ نے جواباً کہا:

"وعلیکم السلام۔"

فقیر نے کہا:

"میں فلاں ہوں۔"

شیخ ابوعقال مغربی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"اچھا تو فلاں ہے۔ تمہارا کیا حال ہے؟"

یہ فرمایا کر شیخ ابوعقال مغربی علیہ الرحمۃ اپنی حالت میں کھو گئے اور مجھ سے بے خبر ہو گئے۔

اس فقیر کا بیان ہے کہ میں نے السلام علیکم کہا اور انہوں نے وعلیکم السلام کہا۔ گویا انہوں نے مجھے مطلق دیکھا ہی نہیں۔ میں نے کئی بار اس طرح کہا اور انہوں نے کئی مرتبہ جواب دیا لیکن اس سے آگے گفتگو کرنے سے پہلے وہ اپنے حال میں کھو جاتے۔ میں نے سمجھ لیا کہ ان پر غیوبت کی کیفیت طاری ہے، لہٰذا میں نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔

شیخ عمر بن محمد بن احمد کہتے ہیں کہ شیخ ابوعبداللہ نروغندی علیہ الرحمۃ کی بیوی نے فرمایا:

"جب قحط سالی کا زمانہ تھا اور لوگ بھوکے مر رہے تھے تو ایک روز شیخ ابوعبداللہ نروغندی گھر آئے اور اپنے گھر میں تقریباً دو من گندم پائی۔ یہ دیکھ کر فرمایا: لوگ بھوکے مریں اور میرے گھر میں گندم ہو۔ اس بات سے وہ اپنی عقل کھو بیٹھے۔ صرف نماز کے وقت انہیں کچھ افاقہ ہوتا تھا۔ نماز کی ادائیگی کے بعد ان پر پھر وہی حالت طاری ہو جاتی تھی اور وفات کے وقت تک ان کی یہی حالت رہی۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ احکام حقیقت کے غلبہ کے باوجود شیخ ابوعبداللہ نروغندی علیہ الرحمۃ آداب شریعت پابندی سے بجا لا رہے تھے۔ اہل حقیقت کا یہی حال ہوتا ہے۔ شیخ ابوعبداللہ نروغندی علیہ الرحمۃ کی عقل کے ضیاع کا سبب وہ محبت تھی جو انہیں اہل اسلام سے تھی۔ یہ بہت قوی علامت ہے کہ وہ شریعت پر عامل تھے، شریعت کی محبت اہل اسلام کی محبت کا سبب بنی۔ اس کے باوجود کہ وہ عقل کھو بیٹھے تھے لیکن بوقت نماز اصلی حالت میں لوٹ آتے تھے۔

جمع و فرق

عموماً ان الفاظ کا استعمال: اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں سے جمع اور فرق کے الفاظ بھی ہیں۔ صوفیاء عموماً اپنے کلام میں "جمع" اور "فرق" کے الفاظ استعمال فرماتے ہیں۔

جمع اور فرق کے معانی: شیخ استاد ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"جو چیز تمہاری طرف منسوب ہے وہ "فرق" ہے اور جس چیز کو تم سے چھین لیا گیا ہے وہ "جمع" ہے۔"

مفہوم: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کے اس قول کا مفہوم یہ ہے کہ ہر وہ بات جس کا تعلق انسان کی سعی و کوشش سے ہے وہ "فرق" ہے، مثلاً: عبادت و اطاعت اور ان اعمال کو بجا لانا جو بشریت کے حالات کے مناسب ہیں۔ جو امور اللہ تعالیٰ کی طرف

سے ہوں، مثلاً: معانی کا اظہار اور دیگر لطف و احسان وہ ''جمع'' کہلاتے ہیں۔ اس لئے اس میں افعال کا مشاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ جمع اور فرق کے اعتبار سے یہ حالت صوفیاء کی ادنیٰ حالت خیال کی جاتی ہے۔ چنانچہ جس کو اللہ تعالیٰ اپنے افعال کا مشاہدہ کرادے، مثلاً اطاعت اور نافرمانی تو یہ فرق کی صفت کا حامل ہوگا اور جب اللہ تعالیٰ بندے کو ان ذاتی افعال کا مشاہدہ کرائے جو اللہ کی عنایت سے ہوتے ہیں تو بندہ ''جمع'' کا مشاہدہ کرنے والا ہوتا ہے۔

اثبات مخلوق اور اثبات حق: مختصر یہ کہ اثبات مخلوق فرق ہے اور اثبات حق جمع۔

سورۃ الفاتحہ اور جمع و فرق: ہر بندے کے لئے جمع اور فرق کا حامل ہونا ضروری ہے، کیونکہ جس میں تفرقہ نہیں اس میں عبودیت نہیں اور جسے جمع حاصل نہیں اسے معرفت حاصل نہیں۔ چنانچہ جب بندہ ایاك نعبد کہتا ہے تو یہ فرق کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور جب ایاك نستعین کہتا ہے تو یہ جمع کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

جمع اور فرق کی صفات کا اظہار: جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا یا اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگنے کے لئے دعا کرتا ہے، یا اللہ تعالیٰ کی ثناء کرتا ہے، یا شکر گزاری کرتا ہے یا آہ و زاری کرتا ہے تو یہ مقام تفرقہ ہے۔ اور جب بندہ اپنی دعاؤں میں اپنے قلب کے کان اپنے رب کی جانب لگا دیتا ہے اور جو خطاب اللہ تعالیٰ اسے کرتا ہے، یا مناجات کے جواب میں جو اشارہ فرماتا ہے، بندہ اسے سمجھ کر غور سے سنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندے کے قلب پر روشنی ڈال کر اسے کوئی امر دکھاتا ہے تو اس وقت بندہ ''جمع'' کی صفت کا اظہار دیکھتا ہے۔

نظر جمع: شیخ استاد ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ایک قوال نے شیخ ابو سہل صعلوکی علیہ الرحمۃ کے سامنے یہ شعر پڑھا:

((جعلتُ تنزهی نظری الیك))

''میں نے تمہاری طرف دیکھنے کے عمل کو اپنی تفریح بنالیا ہے۔''

وہاں شیخ ابو القاسم نصر آبادی علیہ الرحمۃ بھی موجود تھے۔ شیخ استاد ابو سہل صعلوکی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''جَعَلْتَ کی تاء پر زبر ہے۔ (اس طرح یہ واحد مذکر حاضر فعل ماضی مطلق کا صیغہ ہے۔ معنی ہوا: (تو نے بنادیا ہے اسے جو میری تیری طرف نظر ہے، اُسے میرے لیے باعث تفریح)''

شیخ استاد ابو القاسم نصر آبادی نے فرمایا:

''جعلتُ کے تاء پر پیش پیش ہے۔ (اس طرح یہ واحد متکلم فعل ماضی مطلق کا صیغہ ہے)

یہ سن کر شیخ استاد ابو سہل علیہ الرحمۃ نے جواباً کہا:

''کیا جمع کی نظر زیادہ کامل نہیں ہے۔؟''

یہ سن کر شیخ ابو القاسم نصر آبادی خاموش ہو گئے۔

واحد متکلم اور واحد حاضر کے صیغہ سے کیا فرق پڑتا ہے: شیخ ابو عبد الرحمٰن علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ جس نے جعلت کی تاء پر پیش سمجھی تو اس طرح اس فعل سے اپنی ذات کی خبر دینا مقصود ہے۔ گویا کہ بندہ متکلم ہے اور جب جعلت پڑھا جائے تو اس وقت بندہ اس بات سے اپنی برأت کا ظاہر کرتا ہے کہ اس میں اس کے تکلف کا کوئی دخل ہے، بلکہ وہ اپنے رب سے خطاب کرتا اور عرض کرتا ہے:

''اے اللہ! تو نے مجھے یہ خصوصیت بخشی ہے۔ میں نے خود یہ بات حاصل نہیں کی۔''

بہر حال اگر اس فعل کو تاء کے پیش کے ساتھ متکلم کے صیغہ سے پڑھا جائے تو اس میں دعویٰ ہے اور اگر اسے تاء کے زبر کے ساتھ

واحد حاضر کے صیغہ سے پڑھا جائے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی عنایت ومہربانی کا اظہار ہے اور اپنی قوت کی نفی ہے۔
ان دونوں باتوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔
اگر تاء کو زبر کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کا مفہوم ہے:
"تمہارے لطف وکرم پر تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ جو کچھ میں عبادات کرتا ہوں وہ تیری عنایت سے کرتا ہوں۔"
اگر تاء کو پیش کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کا مفہوم ہے:
"میں اپنی کوشش سے تیری عبادت کرتا ہوں۔"

جمع الجمع

اختلاف اہل تصوف: "جمع الجمع" کا درجہ جمع وفرق سے بھی بلند ترین ہے۔ جیسا کہ اہل تصوف کے احوال مختلف ہیں اور ان کے درجوں میں فرق ہے، اسی طرح اہل تصوف میں ان امور میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

مقام جمع: جو بندہ اپنے نفس کو ثابت رکھے اور ساتھ ہی ساتھ یہ مشاہدہ بھی کرے کہ اس کا قیام حق کے ساتھ ہے تو یہ مقام "جمع" ہے۔

مقام جمع الجمع: جب بندہ جمیع مخلوق سے الگ تھلگ ہو جائے، ان سے تعلق توڑ لے، حتیٰ کہ اپنی ذات سے بھی اس سلطان حقیقت کی وجہ سے جو اس پر ظاہر اور غالب آ چکی ہے، بے خبر ہو جائے اور اپنے ہر قسم کے احساسات سے غافل ہو جائے تو یہ مقام "جمع الجمع" ہے۔

فرق، جمع اور جمع الجمع: تفرق (تفرقہ) اللہ کے غیر کا مشاہدہ ہے، جمع اللہ کے غیر کو اللہ کے ساتھ مشاہدہ کرنا ہے اور فنائے کلی اور غلبہ حقیقت کے وقت اللہ کے سوا ہر کسی احساس کے فنا کا نام "جمع الجمع" ہے۔

فرق ثانی

کم یاب کیفیت: فرق، جمع اور جمع الجمع کے بعد ایک ایسی کیفیت ہے جو بہت ہی کم ہوتی ہے، جسے اہل تصوف فرق ثانی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

مفہوم: فرق ثانی کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ فرائض کی ادائیگی کے وقت اصل حالت میں آ جائے (ضائع شدہ عقل اور حالت غشی وغیرہ ختم ہو جائے) تاکہ اپنے وقت پر فرائض بجا لائے جا سکیں۔ اہل تصوف کی اس حالت کی یوں توضیح کی جا سکتی ہے کہ بندے کا اپنی حالت کی طرف پلٹنا اللہ ہی کے لئے (فرائض کو ادا کرنے کے لیے) ہوتا ہے، نہ کہ بندوں کے لیے۔

فرق ثانی کی کیفیت میں بندے کے احساسات: فرق ثانی کی کیفیت میں بندہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے تصرف میں پاتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اس کی ذات اور عین کا مبداء اللہ کی قدرت کے تحت ہے اور اس قسم کے تمام افعال واحوال اللہ کے علم اور مشیت سے ہی اس پر جاری ہوتے ہیں۔

کچھ اہل تصوف کے نزدیک جمع کا مفہوم: کچھ اہل تصوف جمع اور فرق ثانی کے الفاظ سے کچھ اور معانی مراد لیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جمع یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جمیع مخلوق میں تصرف کرتا ہے۔

اس قول سے قائل کی مراد: قائل ہذا القول کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا خالق ہے اور ان کی صفات کو جاری کرنے والا ہے، اس نے تمام مخلوقات کو تصرف میں لا کر جمع کر دیا۔ مگر پھر مختلف اقسام کے طور پر ان کو الگ الگ کر دیا۔ چنانچہ اللہ

تعالیٰ نے ایک گروہ کو سعادت عطا فرمائی اور دوسرے بدبختی۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو ہدایت عطا فرمائی اور کسی کو گمراہی۔ کسی کو اپنی بارگاہ میں محبوب رکھا اور کسی کو اپنی طرف کھینچا۔ کسی کو اپنے وصال سے انس عطا فرمایا اور کسی کو اپنی رحمت سے مایوسی۔ کسی کو اپنی توفیق سے نوازا اور کسی کو ایسا بنایا کہ جب اس نے اسے پانے کی کوشش کی تو اسے جڑ سے کاٹ کر رکھ دیا۔ کسی کو ہوش عطا فرمائی اور کسی کو محویت۔ کسی کو قریب کیا اور کسی کو بُعد اور کسی کو اپنا قرب عطا کر کے اپنے سے دور کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کے مختلف افعال کے اقسام کی کوئی گنتی نہیں کر سکتا اور نہ ہی ان اقسام کی تفصیل ممکن ہے۔

سید الطائفہ کے اشعار: جمع اور تفرقہ کے بارے میں سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے یہ اشعار ہیں:

وتحققتك فی سری فنا جاك لسانی
فاجتمعنا لمعانی وافترقنا لمعانی
ان یكن غیبك التعظیم عن لحظ عیانی
فقد صیرك الوجد من الاحشاء دانی

''اور اے اللہ! میں نے تجھے اپنے باطن میں موجود پایا، پس میری زبان نے تیرے ساتھ مناجات کیں۔ پس ہم میں جمع ہو گئے کئی معانی اور کئی معانی ہم سے الگ تھلگ ہو گئے۔ اے اللہ! اگرچہ عظمت کی وجہ سے تو میری آنکھوں سے غائب ہے مگر تیرے وجد نے تجھے میرے قلب کے نزدیک کر دیا ہے۔''

اس بارے میں یہ اشعار بھی بیان کئے جاتے ہیں:

اذا مـا بـدا لـی تـعـاظـمـتـه
فـاصـدر فـی حـال مـن لـم یـرد
جـمـعـت و فـرقـت عـنـی بـه
فـفـرد الـتـواصـل مثـنـی الـعـدد

''جب وہ ظاہر ہوتا ہے تو میں اسے بہت ہی عظیم سمجھتا ہوں۔ پھر میں ایسی حالت میں اس کی طرف لوٹتا ہوں، گویا کہ میں اصل گھاٹ پر وارد ہی نہیں ہوا تھا۔ میں اکٹھا ہوا، اور پھر اس کی وجہ سے خود اپنے سے جدا ہو گیا، تو ہم دونوں کے وصال کا فرد، دو کا دوگنا ہے۔''

فنا و بقاء

فنا اور بقاء کا معنی: اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں سے فنا اور بقاء بھی ہیں۔ اہل تصوف ''فنا'' سے مذموم اوصاف کا ساقط ہونا مراد لیتے ہیں اور ان کے نزدیک بقاء سے مراد بندے کا اوصاف محمود کے ساتھ قائم ہونا ہے۔

فنا یا بقاء میں سے ایک صفت بندے میں ضرور موجود ہوتی ہے: بندے میں فنا یا بقاء دونوں قسموں میں سے ایک صفت ضرور موجود ہوتی ہے۔ ایک صفت کی نفی سے لامحالہ دوسری صفت کا اثبات ہوتا ہے۔ جو بندہ اپنے اوصاف مذمومہ سے فنا ہو چکا ہو اس پر صفات محمودہ ظاہر ہونے لگتے ہیں اور جس پر مذموم صفات غالب آتی ہیں تو اس سے صفات محمودہ پوشیدہ ہو جاتی ہیں۔

تین چیزیں: جان لو کہ بندہ جن اوصاف سے موصوف ہوتا ہے وہ یا تو افعال ہوتے ہیں یا اخلاق یا احوال۔

اقوال: افعال وہ صفات ہیں جن میں بندہ اپنے اختیار سے تصرف کرتا ہے۔

اخلاق: اخلاق وہ صفات ہیں جو انسان میں فطری طور پر پائے جائیں۔ البتہ کسی صفت کو بدلا بھی جا سکتا ہے۔

احوال کا دارومدار اخلاق پر ہے: احوال وہ صفات ہیں جو شروع میں بندے پر ظاہر ہوتے ہیں، مگر ان کی پاکیزگی کا دارومدار اعمال کی پاکیزگی پر ہے۔ اس اعتبار سے احوال بھی اخلاق کی طرح ہیں۔

شہوت کی رغبت فنا: جب بندہ قلب سے اخلاق کے ساتھ جنگ کرتا ہے اور اپنی کوشش سے اپنے خراب اخلاق کو دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے کرم سے اس کے اخلاق کو بہتر سے بہترین کر دیتا ہے۔ جب بندہ اپنی کوشش صرف کر کے اپنے اعمال کا تزکیہ کرتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس کے احوال کو پاک بنا دیتا ہے، بلکہ کمال کے ساتھ احوال کو اس پر ظاہر کر دیتا ہے، لہٰذا جس بندے نے ان افعال کو ترک کر دیا جو شرعاً مذموم ہیں تو اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ وہ اپنی شہوات سے فنا ہو چکا ہے اور جب اپنی شہوت سے فنا ہو گیا ہے تو اپنی نیت اور اخلاص کے ساتھ اپنی بندگی میں باقی رہے گا۔

ہر طرح کی رغبت فنا: جو بندہ قلب کو دنیا سے موڑ لیتا ہے، اس کے متعلق کہا جائے گا کہ اس کی ہر طرح کی رغبت فنا ہو گئی۔ وہ صدق قلب سے رجوع الی اللہ تعالیٰ کے مرتبہ پر قائم رہے گا۔

رذائل اخلاق کی رغبت سے فنا: جو بندہ کوشش کر کے اپنے اخلاق کو ٹھیک کر لے اور اپنے دل سے حسد، کینہ، بخل، غصہ، تکبر اور اسی قسم کے دیگر رذائل اخلاق نکال باہر کرے تو اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ وہ رذائل اخلاق سے فنا ہو گیا۔ جب رذائل اخلاق سے فنا حاصل ہو گئی تو وہ بندہ فتوت اور صدق کے ساتھ باقی رہے گا۔

حوادثات سے فنا: جس بندے نے احکام کے ردوبدل ہونے میں اللہ کی قدرت کے جاری ہونے کا مشاہدہ کیا اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ وہ حوادثات کو مخلوق کی طرف سے خیال کرنے سے فنا ہو گیا اور جب آثار کو غیر اللہ کی طرف سے سمجھنے سے فنا ہو گیا، تو وہ اللہ کی صفات کے ساتھ باقی رہا۔

مخلوق کی رغبت سے فنا: جس بندے پر سلطان حقیقت کا غلبہ ہو، حتیٰ کہ بندہ اللہ کے ماسویٰ کسی کو نہ دیکھے، نہ اصل کو اور نہ اس کے نشان کو تو ایسے بندے کے بارے میں کہا جائے گا کہ وہ مخلوق سے فنا ہو گیا اور حق کے ساتھ باقی رہا۔

مذموم افعال سے فنا ہونا: بندے کا اپنے مذموم افعال اور حقیر احوال سے فنا ہونا یہی ہے کہ وہ افعال و احوال اس سے بالکل محو ہو جائیں۔

اپنے نفس اور مخلوق سے فنا ہونا: بندے کا اپنی ذات اور مخلوق سے فنا ہونے سے مراد یہ ہے کہ بندہ کا اپنے نفس اور مخلوق کے بارے میں احساس بالکل ناپید ہو جائے۔

فنا شدہ صفت دوبارہ نہیں آتی: جب بندہ اپنے افعال، اخلاق اور احوال سے فنا ہو چکا ہو تو پھر یہ نہیں ہو سکتا کہ جو چیز فنا ہو چکی ہے دوبارہ اس میں آ جائے۔

اپنے نفس اور مخلوق سے فنا ہونے کا مفہوم: جب یوں کہا جاتا ہے کہ بندہ اپنی ذات اور مخلوق سے فنا ہو گیا، تو اس کا نفس تو بہرحال موجود ہوتا ہے اور مخلوق بھی موجود ہوتی ہے تو یہاں فنا سے مراد یہ ہوتا ہے کہ بندے کو نہ اپنے نفس و مخلوق کا علم ہے اور نہ کا احساس ہے نہ خبر۔ لہٰذا اس کی ذات بھی موجود ہو گی اور مخلوق بھی، مگر وہ اپنی ذات اور تمام مخلوق سے غافل ہے۔ اسے نہ اپنی ذات کا احساس ہے نہ مخلوق کا۔

مثال کے طور پر آپ نے دیکھا ہو گا کہ ایک آدمی کسی بادشاہ کے پاس جاتا ہے تو اس کی ہیبت سے وہ اپنی ذات اور اہل مجلس سے غافل ہو جاتا ہے اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ وہ اس بادشاہ کی شان و سطوت سے بھی غافل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہاں سے واپس آنے کے بعد اسے وہاں کے اہل مجلس، صاحب سطوت کی ہیبت کے متعلق دریافت کیا جائے گا تو وہ کچھ بھی نہیں بتا سکتا، جیسا کہ اللہ

تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((فلما راینہ کبرنہ وقطعن ایدیھن))

''پس جب ان عورتوں نے یوسف کو دیکھا تو ان کو بڑا جانا اوران عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔''

ان عورتوں کو اس وقت جب کہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا اپنے ہاتھ کاٹنے کی تکلیف محسوس نہ ہوئی، حالانکہ وہ کمزور ہوتی ہیں:

((وقلن حاش للہ ما ھذا بشرا))

''اورانہوں نے کہا: اللہ کی قسم! یہ تو انسان نہیں ہے۔''

حالانکہ حضرت یوسف علیہ السلام بشر تھے۔ نیز انہوں نے کہا:

((ان ھذا الا ملك کریم))

''نہیں ہے یہ مگر عزت والا فرشتہ۔''

حالانکہ حضرت یوسف علیہ السلام فرشتہ نہ تھے۔

یہ غفلت تو وہ غفلت ہے جو ایک مخلوق کو دوسری مخلوق کے ساتھ ملاقات کرنے سے پیدا ہوئی، لیکن جب کسی بندے کو اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ کا مکاشفہ ہو اور اگر اس وقت وہ اپنے نفس اور تمام مخلوقات سے غافل ہو جائے تو یہ کوئی تعجب والی بات نہیں۔

علم کے ساتھ بقا: جو بندہ اپنی جہالت سے فنا ہو گیا وہ اپنے علم کے ساتھ باقی رہا۔

رجوع الی اللہ سے باقی: جو بندہ اپنی خواہشات سے فنا ہو گیا وہ رجوع الی اللہ سے باقی رہا۔

ظاہر میں باقی نہ رہنے والا: جو بندہ اپنی رغبت سے فنا ہوا تو وہ اپنے ظاہر میں باقی نہ رہا۔

ارادہ سے باقی رہنے والا: جو بندہ اپنی آرزو اور تمناؤں سے فنا ہوا وہ اپنے ارادہ سے باقی رہا۔ اسی پر دیگر صفات کو قیاس کیا جائے۔

اپنی فنا کے مشاہدہ سے بے خبر: جب بندہ اس طرح فنا ہو جاتا ہے جس طرح بیان کیا گیا، تو وہ ترقی کر کے اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے جہاں اپنی فنا کی وجہ سے اپنی فنا کو نہیں دیکھ سکتا۔

شاعر نے ان اشعار میں اسی طرف اشارہ کیا ہے:

فقوم تاہ فی ارض بقفر
وقوم تاہ فی میدان حبہ
فافنوا ثم افنوا ثم افنوا
وابقوا بالبقاء من قرب ربہ

''پس ایک قوم چٹیل میدان میں حیران گھوم رہی ہے اور ایک قوم میدان محبت میں گھوم رہی ہے۔ پس وہ فنا ہو گئے پھر فنا ہو گئے پھر فنا ہو گئے اور انہوں نے فنا ہو کر بقا کے ساتھ بقا کو پا لیا اللہ تعالیٰ کے قرب کی وجہ سے۔''

فافنوا ثم افنوا ثم افنوا: پہلی فنا ذات اور صفات کی فنا ہے جن کی بقا حق کے ساتھ ہے۔

دوسری فنا اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ کی وجہ سے صفات حق سے فنا ہے۔

تیسری فنا یہ ہے کہ بندہ قرب الٰہی میں کامل فنا ہونے کی وجہ سے اپنی فنا کے مشاہدہ سے بھی فنا حاصل کر لے۔"

غیبت وحضور

اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں سے "غیبت" اور "حضور" بھی ہیں۔

غیبت کا مفہوم: غیبت کا مفہوم یہ ہے کہ قلب مخلوق کے حالات سے بے خبر ہو، کیونکہ قلب تو اس کیفیت میں مشغول ہے جو اس پر طاری ہوئی ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بندہ اپنی ذات اور دیگر امور کے احساس سے غافل ہوتا ہے، اس کیفیت کی وجہ سے جو اس پر طاری ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ثواب کو یاد کرنا یا عذاب کے بارے میں سوچنا وغیرہ۔

غیبت کی ایک کیفیت...... حالت غشی: مروی ہے کہ شیخ ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ صحابی رسول شیخ المشائخ، فقیہ اعظم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جایا کرتے تھے۔ شیخ ربیع بن خثیم علیہ الرحمۃ ایک روز لوہار کی دکان کے پاس سے گزرے۔ لوہار نے لوہا جلتی ہوئی بھٹی کے اندر رکھا تھا، جو آگ کی حرارت سے سرخ ہو چکا تھا۔ یہ دیکھ کر شیخ ربیع بن خثیم علیہ الرحمۃ غش کھا کر گر گئے اور دوسرے روز صبح تک ہوش نہ آیا۔ ہوش آنے پر ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

"تپتے ہوئے لوہے کو دیکھ کر مجھے وہ حالت یاد آ گئی جو جہنمیوں کی جہنم میں ہو گی۔"

یہ بھی غیبت کی ایک کیفیت ہے کہ صاحب تصوف پر غشی طاری ہو جائے۔

نار دنیا سے بے خبری نار جہنم کی وجہ سے: مروی ہے کہ امام علی بن حسین علیہ الرحمۃ حالت سجدہ میں تھے کہ ان کے گھر کو آگ لگ گئی، مگر انہوں نے اپنی نماز جاری رکھی۔ جب آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

"مجھے نار جہنم یاد آ گئی جس نے مجھے اس آگ سے غافل کر دیا۔"

احساسات سے غیوبت: بعض اوقات صوفی اپنے احساسات سے اس لئے غائب ہوتا ہے کہ اس پر حقائق منکشف ہو رہے ہوتے ہیں۔ البتہ ہر صوفی اپنے حال کے مطابق احساسات سے غائب ہوتا ہے، سب کی حالت ایک جیسی نہیں ہوتی۔

بہت مشہور حکایت ہے کہ شیخ ابو حفص نیشاپوری علیہ الرحمۃ نے لوہار کا پیشہ اس لئے ترک کیا کہ ایک بار جب وہ اپنی دکان پر تھے تو کسی قاری نے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھی جس سے شیخ ابو حفص علیہ الرحمۃ کے دل پر ایسی کیفیت وارد ہوئی کہ آپ اپنے احساسات سے غافل ہو گئے، آگ میں ہاتھ ڈال دیا اور تپتا ہوا لوہا اپنے ہاتھ سے نکال لیا۔ ان کے شاگرد نے انہیں دیکھا تو کہا:

"استاد محترم! یہ کیا معاملہ ہے؟"

جب شیخ ابو حفص علیہ الرحمۃ نے دیکھا کہ راز کھل گیا ہے تو آپ نے اپنا پیشہ ترک کر دیا۔

حالت غیبت میں دنیا سے بے خبری: ایک مرتبہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ تشریف فرما تھے اور ان کے پاس ان کی اہلیہ تھی کہ شیخ شبلی علیہ الرحمۃ تشریف لے آئے۔ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ اللہ علیہ کی بیوی نے پردہ کرنا چاہا تو شیخ جنید علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"اس وقت شبلی تمہاری موجودگی کو محسوس نہیں کر سکتا، تم بیٹھی رہو۔"

سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ شیخ شبلی علیہ الرحمۃ سے باتیں کرتے رہے۔ یہاں تک کہ شیخ شبلی علیہ الرحمۃ گریہ کرنے لگ گئے۔ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے اپنی اہلیہ سے فرمایا:

"اب پردہ کر لو، کیونکہ شبلی کو غیبت سے افاقہ ہو گیا ہے۔"

حالت غیبت میں اپنے ساتھی سے بے خبری: شیخ ابو نصر مؤذن علیہ الرّحمۃ نے شیخ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ سے ملاقات کی جو کہ صالح افراد میں سے تھے اور حج کے بارے میں گفتگو کیا کرتے تھے۔ شیخ ابو نصر کہتے ہیں کہ میرے قلب پر ان کی گفتگو مؤثر ہوا کرتی تھی۔ لہٰذا میں اسی سال حج کرنے کی نیت سے چل پڑا اور اپنی دکان اور ہمیشہ کے لئے سب کچھ چھوڑ کر روانہ ہو گیا۔ استاد ابو علی بھی اس سال حج کے لئے جا رہے تھے۔ نیشاپور کے قیام کے دوران میں ان کی خدمت کیا کرتا تھا اور ان کی مجلس میں ہمیشہ قرآن مجید پڑھتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے انہیں جنگل میں دیکھا کہ انہوں نے وضو کیا اور لوٹا وہیں بھول گئے۔ میں نے اسے اٹھا لیا۔ جب آپ اپنے خیمہ میں آئے تو میں نے وہ لوٹا آپ کے سامنے رکھ دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تمہیں اس کو اٹھانے کی جزا دے۔''

پھر دیر تک میری طرف دیکھتے رہے، گویا انہوں نے اس سے پہلے کبھی مجھے دیکھا ہی نہیں تھا۔ پھر فرمایا:

''میں نے تجھے ایک بار دیکھا ہے۔ تو کون ہے؟''

میں عرض گزار ہوا:

''اللہ کی پناہ! میں ایک مدت سے آپ کے ساتھ ہوں، میں نے آپ کی خاطر اپنا گھر بار اور مال و دولت چھوڑا ہے اور بیابان میں آپ کے ہمراہ ہو لیا ہوں اور آپ کہتے ہیں کہ میں نے تجھے ایک بار دیکھا ہے؟''

حضور...... جس قدر مخلوق سے غیوبت اسی قدر اللہ کی بارگاہ میں حضور: کبھی بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہوتا ہے، کیونکہ جب مخلوق سے غائب رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہوتا ہے، اس طرح گویا وہ حاضر ہے اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اس کے قلب پر غالب ہوتا ہے، لہٰذا وہ اپنے قلب کے ذریعے اپنے رب کے سامنے حاضر ہوتا ہے۔ جتنا وہ مخلوق سے غائب ہوتا ہے اتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر رہتا ہے۔ اگر وہ سارے کا سارا مخلوق سے غائب ہے تو پھر اسی طرح اس کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری بھی ہوگی۔

مرتبہ کے لحاظ سے معانی کا مکاشفہ: اگر کہا جائے کہ فلاں حاضر ہے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ اپنے قلب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہے، اس سے غافل نہیں ہے اور ہر وقت اس کے ذکر میں رہتا ہے۔ پھر اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ جن معانی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسے مخصوص فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کے حضور میں رہتے ہوئے اس پر اپنے مرتبہ کے مطابق ان معانی کا مکاشفہ ہوتا ہے۔

غیبت سے لوٹنا بھی حضور ہے: کبھی کبھار لفظِ حضور بندے کے ہوش و حواس میں لوٹ آنے کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ جب بندہ اپنے ذاتی احوال کے ساتھ اپنے احساس اور مخلوق کے حالات کے احساس کی طرف لوٹتا ہے تو اس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ حاضر ہوا یعنی وہ اپنی غیبت سے لوٹ آیا اور اس صورت میں مخلوق کے ساتھ حاضری ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیبت۔

غیبت و حضور کے مختلف احوال: اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیبت میں بھی مختلف احوال ہوتے ہیں۔ بعض صوفیاء کی غیبت طویل مدت کے لئے نہیں ہوتی اور بعض کی غیبت ہر وقت رہتی ہے۔

مروی ہے کہ شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ نے اپنے ایک ارادت مند کو شیخ ابا یزید بسطامی علیہ الرحمۃ کی کیفیت معلوم کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ جب وہ شخص بسطام پہنچا تو اس نے لوگوں سے شیخ ابا یزید بسطامی علیہ الرحمۃ کے گھر کے متعلق پوچھا۔ جب وہ شخص شیخ کے پاس حاضر ہوا تو شیخ ابا یزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''کیا چاہتے ہو؟''

اس نے عرض کیا:
"شیخ ابایزید کو ملنا چاہتا ہوں۔"
شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
"کون ابایزید؟ ابویزید کہاں ہے؟ میں تو خود ابایزید کا متلاشی ہوں۔"
شیخ کے منہ سے یہ باتیں سن کر وہ آدمی شیخ کے گھر سے نکل دوڑا اور لوگوں سے کہنے لگا:
"شیخ ابایزید تو تو دیوانہ ہوگئے ہیں۔"
اس آدمی نے آکر جو کچھ دیکھا تھا شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کو بتا دیا۔ یہ سن کر شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ رونے لگے اور فرمایا:
"میرا بھائی ابویزید اللہ کی طرف جانے والوں کے ساتھ چلا گیا۔"

صحو اور سُکر

مخصوص الفاظ: اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں سے "صحو اور سکر" کے الفاظ بھی ہیں۔
صحو کسے کہتے ہیں: احساس سے غیبت کے بعد احساس کی طرف پلٹنا "صحو" ہے۔
سکر کسے کہتے ہیں: کسی قوی کیفیت کے طاری ہونے کی وجہ سے احساس سے غائب ہونے کا نام "سکر" ہے۔
صاحب سکر اور ارادۂ سکر طاری کرنے والا: غیبت کے مقابلہ میں سکر ایک درجہ اعلیٰ ہے، کیونکہ صاحب سکر کو جب کامل سکر میسر نہیں ہوتا تو وہ کبھی "بسط" کی کیفیت میں ہوتا ہے اور کبھی "سکر" کی۔ صاحب سکر کے قلب سے چیزوں کے خطرات مٹ جاتے ہیں۔ یہی حال اپنے اوپر ارادۂ سکر کی حالت کو طاری کرنے والے کا ہے، جس پر سکر کی کیفیت مکمل طور پر ظاہر نہیں ہوتی، لہٰذا اس میں احساس کا عمل دخل باقی رہتا ہے۔
صاحب سکر اور صاحب غیبت: کبھی کبھار سکر کامل ہوتا ہے، یہاں تک کہ غیبت سے بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ بعض اوقات جب سکر کامل ہوتا ہے تو صاحب سکر کی غیبت، غیبت والے کی غیبت سے بھی بڑھ کر ہوتی ہے، لیکن جب صاحب سکر کا سکر بناوٹی اور غیر کامل ہوتا ہے تو صاحب غیبت کی غیبت صاحب سکر سے زیادہ پختہ ہوتی ہے۔
غیبت اور عبادات...... سکر اور صاحبان وجد: کبھی غیبت عبادت کے لئے نفع بخش ثابت ہوتی ہے، کیونکہ عابدوں کے قلوب پر غیبت، خوف اور امید کے تقاضے غالب ہوتے ہیں، لیکن سکر صرف صاحبان وجد پر وارد ہوتا ہے، چنانچہ جمال الٰہی کی صفت کے کشف پر صوفی کو "سکر" حاصل ہوتا ہے، اس کی روح وجد میں آتی ہے اور قلب حالت حیرانگی میں رہتا ہے۔
سکر کے بارے میں اشعار: ان اشعار میں اسی مفہوم کو بیان کیا گیا ہے:

فصحوك من لفظي هو الوصل كله
وسكرك من لحظي يبيح لك الشربا
فما مل ساقيها وما مل شارب
عقار لحاظ كاسه يسكر لبها

"تمہارا ہوش میں آنا میرے الفاظ کی سماعت کی وجہ سے وہ سارے کا سارا وصل ہے۔ اور تمہارا سکر میری نگاہوں سے، تمہارے

لئے مے کو پینا جائز کردیتا ہے۔ پس نہیں گھبراتا ساقی پلانے سے اور نہ ہی شرابی پینے سے۔ یہ شراب نظروں کی ہے جو عقل کو حالت سکر میں ڈال دیتی ہے۔"

اس بارے میں یہ اشعار بھی ہیں:

فاسكر القوم دور كاس

وكان سكري من المدير

"پس حالت سکر میں آ گئی قوم پیالے کے دور سے۔ اور میرا سکر تو ساقی کے دم سے تھا۔"

لي سكرتان وللندمان واحدة

شئي خصصت به من بينهم وحدي

"میرے لئے دو مدہوشیاں ہیں اور قریبی دوستوں کے لئے صرف ایک ہے۔ یہ ایسی چیز ہے جو ان میں سے فقط میرے لے مخصوص ہے۔"

نیز یہ شعر بھی پیش کیا جاتا ہے:

سكران بسكر هوى وسكر مدامة

فمتى يفيق فتى به سكران

"مدہوشیاں دو طرح کی ہیں خواہشات کی مدہوشی اور شراب کی مدہوشی۔ اسے کب افاقہ ہوتا ہے جس نوجوان پر دونوں قسم کی مدہوشیاں طاری ہوں۔"

صحو اور سکر کا تعلق اور ان کی مناسبت: جان لو کہ "صحو" کا "سکر" کے ساتھ تعلق و مناسبت ہوتی ہے جس کا "سکر" اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہو اس کا صحو بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہوتا ہے، لیکن جن کے سکر میں خواہشات اور لذات نفسانی ہوں ان کے صحو میں بھی صحیح حظ نفسانی ہوں گی۔ اپنی اصلی حالت میں حق کے ساتھ رہنے والا اپنی مستی میں بھی محفوظ رہے گا۔

سکر اور محو میں فرق: سکر اور صحو دونوں میں ایک طرح کے "فرق" کا اشارہ پایا جاتا ہے۔ جب سلطان حقیقت کی کوئی علامت ظاہر ہو جائے تو بندہ کی صفت یہی ہے کہ وہ فنا ہو جائے۔ اس کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے:

اذا طلع الصباح لنجم راح

تساوى فيه سكران وصاح

"جب صبح طلوع ہو جائے شراب کے ستارے کے سبب تو مدہوش اور ہوش والے دونوں مساوی ہیں۔"

مشاہدات: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((فلما تجلى ربه للجبل جعله دكا وخر موسى صعقا))(سورۃ الاعراف)

"پس جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمایا تو وہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ گر پڑے بے ہوش ہو کر۔"

یہ آیت بتا رہی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام باوجود رسول ہونے کے بے ہوش ہو کر گر پڑے اور پہاڑ ٹھوس اور مضبوط ہونے کے باوجود ریزہ ریزہ ہو گیا۔ بندہ سکر کی حالت میں حال کا مشاہدہ کرتا ہے اور صحو کی حالت میں علم کا۔ فرق یہ ہے کہ وہ سکر کی حالت میں محفوظ ہوتا ہے، مگر اس کی اپنی کوشش کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہوتا اور بندہ صحو کی حالت میں اپنی کوشش سے بچتا ہے۔ محو اور

سکر کا مرتبہ ''ذوق اور شراب'' کے بعد آتا ہے۔

ذوق اور شُرب

اہل تصوف کی مراد: اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں سے ''ذوق'' اور ''شرب'' کے الفاظ بھی ہیں۔ اہل تصوف کی ان الفاظ سے مراد وہ حاصل ہونے والی واردات ہیں جو تجلی کے ثمرات اور کشف کے نتائج سے فوری وارد ہوتی ہیں۔

تین درجے: پہلے ذوق ہوتا ہے، پھر شُرب اور پھر ''ری'' (سیرابی)۔ ان کے معاملات کی صفائی سے یہ لازم آتا ہے کہ انہیں کیفیات کا ذوق حاصل ہو اور منزلوں کو پورا کرنے کے لئے شرب ضروری ہو جاتا ہے اور دائمی وصل سے ''ری'' (سیرابی) حاصل ہوتی ہے۔

صاحب ذوق: صفت ذوق والا مدہوش ہونے کی سعی میں رہتا ہے۔

صاحب شُرب: جس بندے کو شُرب حاصل ہو وہ درحقیقت مست ہے اور جب یہ صفت دائمی ہو جائے تو شرب سے سکر پیدا نہیں ہوتا اور یہ بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ باہوش ہوتا ہے اور تمام حظوظ نفس اس کا شُرب مکدر نہیں کر پاتے۔

جس کی غذا ہی شُرب بن جائے وہ پھر اس کے بغیر نہیں رہ سکتا اور نہ اس کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے۔

شُرب کے بارے میں اشعار: شُرب کے بارے میں یہ شعر پڑھا جاتا ہے:

وانما لکاس رضاع بیننا

فاذا لم نذقھا لم نعش

''اور بے شک جو پیالہ ہے یہ تو ہماری گھٹی ہے۔ پس اگر ہم اس سے نہ پئیں گے تو زندہ نہیں رہ سکتے۔''

اس بارے میں یہ اشعار بھی پیش کیے جاتے ہیں:

عجبت لمن یقول ذکرت ربی

فھل انسی فاذکر ما نسیت

شربت الحب کاسا بعد کاس

فما نفد الشراب ولا رویت

''تعجب ہے اس پر جو کہتا ہے کہ میں نے اپنے رب کو یاد کیا ہے۔ تو پس کیا میں اسے بھول جاتا ہوں کہ اسے پھر یاد کروں؟ (میں تو ہر وقت اسے یاد رکھتا ہوں) میں نے محبت کا پیالہ بار بار نوش کیا، پس نہ تو شراب ختم ہوئی اور نہ ہی میں سیراب ہوا۔''

شیخ یحییٰ بن معاذ اور شیخ بسطامی کے خطوط: مروی ہے کہ شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ نے شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کو خط میں لکھا:

''یہاں ایک آدمی ہے جس نے ایک بار محبت کا پیالہ پیا پھر اسے پیاس نہیں لگی۔''

شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے جواباً تحریر کیا:

''مجھے تمہارے کمزور ترین حال پر تعجب ہوتا ہے۔ یہاں تو وہ آدمی ہے جو دنیا کے سمندر پی جانے کے بعد بھی منہ کھولے ہوئے تھا اور زیادہ مانگ رہا ہے۔''

جان لو کہ قرب الٰہی کے پیالے غیب سے ظاہر ہوتے ہیں اور ان کا دور صرف آزاد اجسام اور ان ارواح کے مابین چلتا ہے جو اشیاء

کی غلامی سے آزاد ہو چکے ہوتے ہیں۔

محو اور اثبات

اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں سے ''محو'' اور ''اثبات'' بھی ہیں۔

محو کی تعریف: بشری عادات کے وصفوں کو ختم کر دینے کا نام ''محو'' ہے۔

اثبات کی تعریف: احکام عبادت کے قائم کرنے کا نام ''اثبات'' ہے۔

صاحب محو واثبات: جس بندے نے اپنے احوال سے رذیل صفات کو نکال پھینکا اور ان کی جگہ پسندیدہ افعال اور احوال پر کاربند ہوا تو یہ بندہ صاحب محو واثبات ہے۔

وقت ہی محو واثبات ہے: شیخ استاد ابو علی دقاق کہتے ہیں کہ ایک صوفی نے ایک آدمی سے کہا:

''تو کس چیز کو محو کرتا ہے اور کس چیز کا اثبات کرتا ہے؟''

وہ آدمی جواب نہ دے سکا تو صاحب تصوف نے کہا:

''کیا تجھے معلوم نہیں کہ وقت ہی محو واثبات ہے، کیونکہ جس میں محو واثبات نہ ہو وہ معطل ومہمل شخص ہے۔''

محو کی اقسام: محو تین اقسام پر منقسم ہے:

1: ظاہراً بدن سے گناہ کو محو کرنا۔

2: غفلت کو قلب سے محو کرنا۔

3: رذائل کو باطن سے محو کرنا۔

گناہ اور لغزش کے محو ہو جانے سے معاملات کا اثبات ہوتا ہے۔ غفلت کو محو کرنے سے منزلوں اور مقامات کا اثبات ہوتا ہے اور علت کو محو کرنے سے اللہ سے وصال کا اثبات ہوتا ہے۔ یہی محو اور عبودیت کی شرط کا اثبات ہے۔

محو اثبات کا ظہور اور قدرت الٰہیہ:

حقیقتاً محو واثبات کا ظہور قدرت الٰہیہ سے ہوتا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کا چھپانا اور نفی کرنا محو ہے اور کسی کو اللہ تعالیٰ کا ظاہر کرنا اثبات ہے۔ محو اور اثبات مشیت ربانی پر منحصر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((یمحو الله ما یشاء و یثبت))

''اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے محو کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔'' (سورۃ الرعد، آیت نمبر:۳۹)

کچھ اہل تصوف کا کہنا ہے:

''اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل معرفت کے قلوب سے ذکر غیر اللہ کو محو کرتا ہے اور اہل ارادت کی زبانوں پر ذکر اللہ ثابت کر دیتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کو اپنی ذات کے ساتھ اثبات فرمانا:

اللہ تعالیٰ ہر بندے کو اس کے احوال کے عین مطابق محو اور اثبات سے نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندے کو اس کے نفس اور افعال کے مشاہدہ سے محو کر کے اپنے حقائق اور انوار کے ساتھ ثابت فرما دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کو اپنی ذات سے محو کرنا:

جس بندے کو اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ قائم رہنے سے محو کرتا ہے تو اسے اغیار کے مشاہدہ کی طرف لوٹا دیتا ہے اور اسے ''تفرقہ'' کی وادیوں میں سرگرداں کر دیتا ہے۔

ایک آدمی نے شیخ شبلی رحمہ اللہ سے عرض کیا:

''کیا بات ہے کہ میں آپ کو بے قرار دیکھتا ہوں؟ کیا وہ آپ کے ساتھ نہیں ہے اور کیا آپ اس کے ساتھ نہیں؟''

شیخ شبلی علیہ الرحمۃ نے جواباً فرمایا:

''اگر میں اس کے ساتھ ہوں تو بھی میں میں ہی ٹھہرا۔ میں تو اس کی ذات میں محو ہو چکا ہوں۔''

محق اور محو میں فرق: صوفیاء کے مخصوص الفاظ میں سے لفظ محق بھی ہے۔ محق کا درجہ محو سے بھی بلند ہے، اس لئے کہ محو میں کچھ نہ کچھ نشان باقی رہ جاتا ہے، لیکن محق میں کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ صوفیاء کی انتہائی آرزو یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مشاہدہ نفس سے بالکل محو کر دے اور پھر انہیں اپنی حالت پر نہ لوٹائے۔

ستر اور تجلی

عوام اور خواص: اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں سے ستر اور تجلی کے الفاظ بھی ہیں۔ عوام ستر کے پردے میں ہیں اور خواص دائمی تجلی میں۔ چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے:

((ان الله اذا تجلی لشیء خشع له))

''بیشک اللہ تعالیٰ جب کسی شے پر تجلی ڈالتا ہے تو وہ اس کے لیے خشوع کرتی ہے۔'' (سنن نسائی، کتاب الکسوف)

صاحب ستر اور صاحب تجلی: بہر حال صاحب ستر صفت مشاہدہ میں اور صاحب تجلی صفت خشوع میں ہوتا ہے۔

عوام اور خواص میں فرق: صفت ستر عوام کے لئے زحمت ہے، لیکن خواص کے لئے رحمت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جن چیزوں کو خواص پر واضح فرماتا ہے اگر ان پر پردہ نہ ڈالے تو یہ سلطانِ حقیقت کے سامنے فنا ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ خواص پر جس طرح مختلف امور واضح فرماتا ہے اسی طرح ان پر پردہ بھی ڈالتا ہے۔

شیخ منصور مغربی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ عرب کے کسی قبیلے سے صاحب فقر کا گزر ہوا۔ ایک نوجوان نے اس کی تواضع کی۔ نوجوان صاحب فقر کی خدمت میں مصروف تھا کہ اس پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ صاحب فقر نے اس نوجوان سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا:

''میری ایک چچازاد ہے جس سے مجھے عشق ہے، وہ اس وقت اپنے خیمے میں جا رہی تھی کہ میں نے اس کے پاؤں کے غبار کو دیکھ لیا تو ہوش کھو بیٹھا۔''

صاحب فقر خیمے کے دروازے پر گئے اور اس نوجوان کی چچازاد سے کہا:

''میں ایک مسافر ہوں اور میرا تم پر حق ہے۔ میں اس نوجوان کی سفارش کرنے آیا ہوں۔ تم اس کی محبت کے حوالے سے اس پر رحم کرو۔''

لڑکی نے کہا:

''سبحان اللہ! اے مخاطب! کیا تمہارا قلب سلامت ہے؟ یہ میرے غبار دامن کے مشاہدہ کو نہیں سہہ سکا تو میری محبت کی تاب کیسے لائے گا؟''

طیش اور عیش: عمومی اہل تصوف کے لیے حظ حیات تجلی میں اور آزمائش ستر میں ہوتی ہے، لیکن خاص اہل تصوف طیش و عیش کی درمیانی صفت میں ہوتے ہیں۔ خاص اہل تصوف جب صفت تجلی میں ہوتے ہیں تو وہ طیش میں ہوتے ہیں اور جب ان پر ستر ہوتا ہے تو وہ حیاتِ سابق کی طرف پلٹ آتے ہیں اور عیش میں ہوتے ہیں۔

حضرت موسیٰ سے کلام: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے فرمایا:

((وما تلك بيمينك يا موسى))

"اے موسیٰ! آپ کے ہاتھ میں کیا ہے۔؟" (سورۃ طہٰ، آیت نمبر ۱۷)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

"یہ میرا عصا ہے میں اس کے ذریعے بکریوں کو ہانکتا ہوں اور ان کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور اس پر ٹیک لگاتا ہوں۔ اس کے علاوہ بھی اس سے کئی کام لیتا ہوں۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس طرح اس لیے کلام فرمایا تاکہ اچانک اللہ کا کلام سماعت کرنے سے ان پر جو اثرات مرتب ہو سکتے تھے ان پر ایسی چیزوں سے پردہ ڈال دیا جائے جن سے وہ مانوس تھے جیسے عصا کے بارے میں سوال کر کے اس طرف متوجہ کر دیا۔

رسول اللہ کے قلب کا ستر: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((انه ليغان على قلبي حتى استغفر الله في اليوم سبعين مرة))

"بیشک میرے قلب پر پردہ آ جاتا ہے حتیٰ کہ میں دن میں ستر بار استغفار کرتا ہوں۔"

(مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۲۹، صفحہ ۳۹۱، رقم الحدیث: ۱۷۸۵۰، ۱۷۸۴۹، مطبوعہ بیروت)

اور یہ استغفار کرنا پردہ پوشی کی طلب ہے کیونکہ غفر ستر کو کہتے ہیں۔ اسی سے "غفر الثوب" (کپڑے سے ڈھانپنا) اور "مغفر" (لوہے کی ٹوپی) بنا ہے، گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جب آپ پر حقیقت کا غلبہ (قرب الٰہی حاصل) ہوتا ہے تو آپ اپنے قلب پر پردہ طلب کرتے ہیں کیونکہ وجود حق کے ساتھ مخلوق کا باقی رہنا ناممکن ہے۔

حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((ولو كشف عن وجهه لا حرقت سجات وجهه ما ادرك بصره))

"اور اگر وہ (اللہ) اپنے وجہ مبارک سے پردہ ہٹا دے تو اس کے چہرے کے انوار ہر اس چیز کو جلا دیں جس پر اس کی نگاہ پڑے۔" (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ان اللہ لا ینام)

محاصرہ، مکاشفہ اور مشاہدہ

ترتیب: اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں سے محاصرہ، مکاشفہ اور مشاہدہ بھی ہیں۔ محاضرہ پہلے ہوتا ہے اس کے بعد "مکاشفہ" اور پھر مشاہدہ ہوتا ہے۔

حقیقت محاضرہ: قلب کی حاضری کو محاضرہ کہا جاتا ہے۔ یہ حضوری کبھی مسلسل دلائل کے ذریعے ہوتی ہے اور کبھی بندہ حالت ستر میں ہوتا ہے، اگرچہ وہ سلطان ذکر کے غلبہ کی وجہ سے حاضر ہی کیوں نہ ہو۔

حقیقت مکاشفہ: محاضرہ کے بعد مکاشفہ ہوتا ہے اور یہ بندے کا صفت بیان کے ساتھ حاضر ہونا ہے۔ اس کیفیت میں بندہ

براہین میں غور وخوض کرنے کا محتاج نہیں ہوتا اور نہ ہی متلاشی راہ ہوتا ہے۔ حالت مکاشفہ میں بندے کو شکوک وشبہات کے اسباب سے پناہ طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی وہ مغیبات کے بیان کرنے میں حجاب میں ہوتا ہے۔

حقیقت مشاہدہ: مکاشفہ کے بعد مشاہدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح حاضر ہونا کہ اس میں کوئی شک باقی نہ رہے، یہ کیفیت مشاہدہ کہلاتی ہے۔ جب اسرار کا آسمان پردے کے بادلوں سے صاف ہوتا ہے تو شہود کا سورج شرف کے برج سے چمکتا ہے۔ اصل مشاہدہ وہ ہے جسے شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا ہے کہ وجود حق ہوگا تو تمہارا وجود مفقود ہو جائے گا۔

صاحبان محاضرہ، مکاشفہ اور مشاہدہ: صفت محاضرہ کے حامل بندے کا ربط وتعلق علامات کے ساتھ ہوتا ہے۔ صفت مکاشفہ کا حامل بندہ اپنی صفات کی وجہ سے حالت بسط میں ہوتا ہے۔ صفت مشاہدہ کا حامل بندہ ذاتی طور پر گرا پڑا ہوتا ہے۔

تینوں صفات والوں کی رہنمائی: صاحب محاضرہ کی رہنما اس کی عقل ہوتی ہے، صاحب مکاشفہ کا علم اسے قریب کرتا ہے اور صاحب مشاہدہ کی معرفت اسے مٹا دیتی ہے۔

شیخ عمر بن عثمان مکی کی وضاحت: مشاہدہ کی تحقیق سے متعلق جو شیخ عمرو بن عثمان مکی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے اس پر کسی نے کوئی کمی بیشی نہیں کی۔ شیخ عمر بن عثمان مکی علیہ الرحمۃ نے جو بیان فرمایا ہے اس کا مفہوم یوں ہے:

''بندے کے دل پر مسلسل تجلی بصورت مشاہدہ ہوتی ہے اور کبھی بھی یہ تجلی منقطع نہیں ہوتا اور درمیان میں کسی قسم کا ستر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر جس طرح سخت تاریک شب میں مسلسل آسمانی بجلی چمکے تو اس سے سورج جیسی روشنی پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح جب قلب پر مسلسل تجلی ہو تو بندے کے لئے (قرب الٰہی کا) دن چڑھ آتا ہے اور شب کی تاریکی (اللہ سے دوری) باقی نہیں رہتی۔''

تجلی کے بارے میں اشعار: یہ حضرات ان کا اشعار کو پیش کرتے ہیں:

لیلی بوجهك مشرق
وظلامه فی الناس ساری
والناس فی سدف الظلام
ونحن فی ضوء النهار

''میری شب آپ کے چہرے کی بدولت چمک اٹھی، حالانکہ اس کا اندھیرا لوگوں میں چھایا ہوا ہے۔ لوگ تو سخت تاریکی میں ہیں اور ہم دن جیسی روشنی میں ہیں۔''

مشاہدہ کب حاصل ہوتا ہے: شیخ نوری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اگر بندے کی ایک رگ بھی موجود ہے تو اسے صفت مشاہدہ حاصل نہیں۔''

صاحب مشاہدہ کو کسی اور چیز کی ضرورت نہیں رہتی: شیخ نوری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''طلوع آفتاب کے بعد چراغ کی ضرورت نہیں ہوتی۔''

مشاہدہ کا مفاعلہ کے وزن پر آنے سے پیدا ہونے والے اعتراضات اور ان کے جوابات: کچھ اہل تصوف کا کہنا ہے:

''تفرقہ بھی مشاہدہ کا ایک حصہ ہے، کیونکہ مشاہدہ میں تفرقہ کی طرف بھی اشارات موجود ہوتے ہیں۔''

ان کی دلیل یہ ہے کہ مشاہدہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے اور عربی میں ''باب مفاعلہ'' میں عمل یک طرفہ نہیں بلکہ دو طرفہ ہوتا ہے۔

اہل تحقیق کا کہنا ہے:

"باب مفاعلہ میں دونوں طرف سے عمل کسی کسی جگہ ہوتا ہے ہر جگہ نہیں ہوتا۔ ہر فعل میں دو طرفہ عمل کا خیال کرنے والے کو وہم ہوا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ میں مخلوق کو فناء ہوتی ہے۔ رہی بات باب مفاعلہ کی تو باب مفاعلہ ہر جگہ دونوں جانب کے درمیان عمل میں مشارکت کو نہیں چاہتا جیسے سافر کا معنی اس نے سفر کیا۔ یہ معنی نہیں کہ ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف سفر کیا۔ طارق النعل اس نے جوتا اوپر نیچے پہنا۔"

یہ احباب ان اشعار کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں:

فلما استبان الصبح ادرك ضوؤه

بانواره انوار ضوء الكواكب

بجرعهم كاسا لو ابتلى به اللظى

بتجريعة طارت كاسرع ذاهب

"پس جب صبح چھا گئی تو پایا اس کی روشنی نے اپنے انوار سے روشنی کواکب کو۔ پلاتی ہے ان کو جام شراب بھر بھر کر کہ اگر یہی جام آگ کو پلایا جاتا تو اس کا نام ونشان مٹ جاتا۔ یہ کیسا جام ہے جو ان کو اچک لیتا ہے، جیسے تیز بجلی اچک لیتی ہے۔"

کسی نے کیا خوب کہا:

((ساروا فلم يبق لا رسم ولا اثر))

"وہ گزر گئے پس باقی نہ بچا ان کا نام اور نہ نشان۔"

لوائح، لوامع اور طوالع

مبتدیوں کی صفات: اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں سے لوائح، طوالع اور لوامع کے الفاظ بھی ہیں۔

شیخ استاذ دقاق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"لوائح، طوالع اور لوامع کے معانی آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ باعتبار معنی ان میں کوئی بڑا فرق نہیں ہے۔ یہ الفاظ مبتدیوں کی صفات ہیں جو قلب کے ساتھ ساتھ ترقی کرتے رہتے ہیں اور جب ان پر آفتاب مغفرت روشن ہوتا ہے تو ان کی یہ کیفیت باقی نہیں رہتی، لیکن اللہ تعالیٰ ہر وقت ان کے قلوب کو (معرفت) کی خوراک عطا فرماتا رہتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ولهم رزقهم فيها بكرة و عيشا))

"اوران کے لیے ان کا رزق ہے اس میں صبح اور شام کے وقت۔" (سورۃ المریم، آیت نمبر ۶۲)

زمانہ ستر: جب اہل تصوف کے آسمان قلب کو لذات نفسانی کے تاریک بادل گھیر لیتے ہیں تو اس حالت میں آثار کشف کا ظہور ہوتا ہے اور آثار قربت جگمگا اٹھتے ہیں، اسی لئے وہ زمانہ ستر میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے اچانک آثار کی آمد کے منتظر ہوتے ہیں۔

پس وہ مثل ہذا الشعر ہوتے ہیں:

يا ايها البرق الذى يلمع

من اى اكناف السماء تسطع

''اے چمکدار بجلی! تو آسمان کی کن اطراف سے بھڑکتی ہے۔''

ترتیب: پس پہلے ''لوائح'' ہوتے ہیں پھر ''لوامع'' اس کے بعد ''طوالع''۔

لوائح: لوائح بجلی کی مثل ہیں کہ جب تک چھپ نہ جائے ظاہر نہیں ہوتی۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

افترقنا حولا فلما التقينا

كان تسليمه على وداعا

''ہم ایک برس تک حالت افتراق میں رہے۔ پس جب ہم ملے تو اس کا رخصت ہونا مجھے سلام کرنے سے تھا۔''

یہ اشعار بھی اس سلسلے کی کڑیاں ہیں:

يــا ذا الــذى زار ومــا زارا

كــانــه مــقتبــس نــارا

مــر بــاب الـدار مستعـجلا

مــاضــره لـو دخـل الـدارا

''اے وہ کہ جو ملنے آئے ہو بتاؤ تم نے کیا دیکھا۔ گویا کہ وہ آگ لینے آیا ہے۔ وہ جلدی جلدی گزر گیا گھر کے دروازے کے سامنے سے، کچھ نہ ہوتا اگر وہ گھر میں داخل ہو جاتا۔''

لوامع: لوامع کا اظہار لوائح سے زیادہ ہوتا ہے۔ لوامع بہت جلد زائل نہیں ہوتے۔ بعض دفعہ لوامع دو یا تین اوقات تک باقی رہتے ہیں۔ اہل تصوف لوامع کی مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں:

((والعين باكية لم تشبع النظر))

''اور آنکھ رو رہی ہے کہ آنکھ (محبوب کو دیکھ کر) سیراب نہیں ہوئی۔''

انہوں نے اس طرح بھی کہا ہے:

لم ترد ماء وجهه العين الا

شرقت قبل ربها برقيب

''نہیں پلٹی تھی آنکھ چہرے کی آب پر پڑ کر۔ خبردار رقیب کی وجہ سے سیر ہونے سے قبل ہی بے لطف ہو گئی۔''

جب یہ چمکدار ہوتی ہے تو یہ تجھے تیری ذات سے جدا کر کے اس کے ساتھ جمع کر دیتی ہے لیکن اس کے دن کی روشنی اس وقت تک روشن نہیں ہوتی جب تک رات کے لشکر حملہ آور نہ ہوں۔ صاحبان لوامع سکون و گریہ کی درمیانی حالت میں ہوتے ہیں۔ یہ کشف اور ستر کی درمیانی حالت میں ہوتے ہیں۔

یہ حضرات یہ شعر پڑھتے ہیں:

فاليل يشملنا بفاضل برده

والصبح يلحقنا رداء مذهبا

''پس شب ہمیں لپیٹ لیتی ہے اپنی چادر کے بچے ہوئے حصے میں اور صبح میں آ ملتی ہے اپنی چمکدار چادر اوڑھے۔''

طوالع: طوالع کی کیفیت کا قیام زیادہ دیر تک رہتا ہے۔ یہ زیادہ سے زیادہ دیر تک طاری رہتے ہیں اور دیگر صفات سے دیرپا بھی ہوتے ہیں۔ نیز یہ کثیر ظلمات والے اور حالت تہمت کی بہت زیادہ نفی کرنے والے ہوتے ہیں، لیکن اس کیفیت میں ان کے زائل ہونے کا خطرہ برقرار رہتا ہے۔ یہ زیادہ بلند بھی نہیں ہوتے ہیں اور نہ ہی زیادہ دیر ایک حالت میں ٹھہرتے ہیں۔ طوالع کو حاصل کرنے کے اوقات بہت جلد انقطاع پذیر ہو جاتے ہی اور ان کے زائل ہونے کے احوال لمبے لمبے دامن پھیلائے رہتے ہیں۔

ختم ہونے والے آثار: لوائح، لوامع اور طوالع باعتبار اپنی صفات اور کیفیات کے مختلف ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض کے زائل ہونے کے بعد ان کا اثر بھی زائل ہو جاتا ہے، جس طرح آسمانی بجلی چمک کر ختم ہو جاتی ہے تو اس کی روشنی بھی ختم ہو جاتی ہے اور تاریکی پہلے سے بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

نہ ختم ہونے والے آثار: ان میں سے کچھ کا اثر باقی رہتا ہے اور اگر اس کے آثار ختم بھی ہو جائیں تو درد ضرور باقی رہتا ہے۔ یعنی ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں کہ اگر ان کے انوار زائل بھی ہو جائیں تو اس کے باوجود ان کے آثار باقی رہتے ہیں۔ اس صفات کا حامل بندہ اس کیفیت کے ختم ہو جانے کے بعد اس کے آثار کی روشنی میں زندہ رہتا ہے۔ اسے یہ امید ہوتی ہے کہ وہ ضرور بالضرور ان آثار کی وجہ سے اس کیفیت تک رسائی حاصل کرلے گا اور اس کیفیت کے دوبارہ وارد ہونے کا منتظر رہتا ہے۔ اس صفت کا حامل اس کیفیت کے سہارے زندہ رہتا ہے جو اسے حاصل ہوئی تھی۔

بوادہ اور ہجوم

مخصوص الفاظ: اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں سے ''بوادہ اور ہجوم'' کے الفاظ بھی ہیں۔

بوادہ کا مفہوم: اللہ تعالیٰ کی جانب سے اچانک گھبراہٹ کی شکل میں قلب پر ظاہر ہونے والی کیفیت بوادہ کہلاتی ہے، چاہے وہ خوشی کا باعث ہو یا غم کا۔

ہجوم کا مفہوم: وہ کیفیت جو تمہارے تصنع کے بغیر قوت وقت سے قلب پر طاری ہوتی ہے ہجوم کہلاتی ہے۔

اس کیفیت کی قوت، یعنی قوی اور ضعیف ہونے کے اعتبار سے کئی اقسام ہیں۔

بوادہ اور ہجوام میں فرق: پس بوادہ کی کیفیت اہل تصوف میں تغیر پیدا کرتی ہے اور ہجوم کی کیفیت ان کو پھیر دیتی ہے۔

ہجوام (ہجوم کی جمع) میں سے بعض حال اور قوت کے لحاظ سے اچانک طاری ہونے والی کیفیت سے اعلیٰ اور بلند ہوتے ہیں۔ صاحبان ہجوم سادات وقت ہوتے ہیں۔ جیسا کہ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

لا تهتدی نوب الزمان الیهم

ولهم على الخطب الجليل لجام

''نہیں راستہ پاتے زمانے کے مصائب ان کی جانب اور بڑے بڑے امور کی باگ دوڑ ان کے ہاتھوں میں ہے۔''

تلوین و تمکین

صاحبان حال اور صاحبان حقیقت کی صفات: اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں سے ''تلوین اور تمکین'' کے الفاظ بھی ہے۔

تلوین صاحبانِ حال کی صفات میں سے ہے اور تمکین صاحبان حقیقت کی صفات میں سے ہیں۔

صاحب تلوین اور تمکین میں فرق: صاحب تصوف جب تک راستے میں ہوتا ہے تو وہ تلوین کی صفت سے متصف ہوتا ہے کیونکہ وہ ایک حالت سے دوسری حالت کی جانب بڑھتا ہے اور ایک صفت سے دوسری صفت کی جانب منتقل ہوتا ہے۔ بالآخر وہ سفر سے نکل کر مقام اسرار کی طرف آ جاتا ہے۔ جب وہاں پہنچتا ہے تو صاحب تمکین ہو جاتا ہے۔

یہ حضرات یہ شعر پڑھتے ہیں:

ما زلت انزل في ودادك منزلا

تتحير الالباب دون نزوله

''میں ایسی منزل میں اترا تیری محبت کی وجہ سے کہ دیگر لوگوں کی عقلیں وہاں اترنے سے پہلے حیران ہو گئیں۔''

تلوین کی صفت کا حامل بندہ روز بروز منازل میں ترقی ہی ترقی کرتا رہتا ہے اور تمکین کی صفت کا حامل بندہ اپنے مقام تک پہنچتا ہے تو وہ اس مقام سے متصل ہو جاتا ہے اور اس کے اتصال کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنی ذات سے کامل غفلت اختیار کر لیتا ہے۔

صاحب تمکین کسے کہتے ہیں: کچھ اہل تصوف کہتے ہیں:

''طریقت کے طالب کا سفر اس وقت اختتام پذیر ہو جاتا ہے جب وہ اپنی ذات کو پا لیتا ہے۔ صاحبان طریقت جب اپنی ذات کو پا لیتے ہیں تو انہیں وصال نصیب ہو جاتا ہے۔''

حضرت استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ان شیوخ کی عبارت سے مراد یہ ہے کہ صاحبانِ طریقت سے احکام بشریت زائل ہو جاتے ہیں اور ان پر سلطانِ حقیقت کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ جب کسی بندے کو یہ کیفیت دائمی طور پر میسر آ جاتی ہے تو وہ صاحب تمکین کہلاتا ہے۔

کلیم اللہ اور حبیب اللہ: شیخ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کہتے ہیں:

''حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام ''صاحب تلوین'' تھے، چنانچہ جب آپ اللہ کا کلام سننے کے بعد واپس پلٹے تو آپ کو اپنا چہرہ چھپانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''صاحب تمکین'' تھے، جس طرح معراج پر گئے اسی طرح واپس تشریف لائے، کیونکہ آپ نے اس رات جو مشاہدہ کیا اس کا آپ پر کوئی اثر نہ ہوا۔''

زلیخا اور زنانِ مصر: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ بطور دلیل حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ پیش فرماتے ہیں کہ جن خواتین نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تھا وہ اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھی اور ان کو خبر بھی نہ تھی، وہ خواتین صفت تلوین کی حاملہ تھیں، کیونکہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اچانک دیکھا تھا، لیکن حضرت زلیخا عزیز مصر کی زوجہ کی آزمائش ان عورتوں کے مقابلے میں زیادہ سخت تھی کہ وہ ہر وقت حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس رہتی تھی، اس کے باوجود زلیخا میں ذرا بھر تغیر و تبدل نہ ہوا کیونکہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملے میں صاحب تمکین تھی۔

تبدیلی کے دو اسباب: حضرت استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کہتے ہیں:

''جاننا چاہئے کہ بندے پر جو حالت طاری ہوتی ہے اس میں تبدیلی درج ذیل دو چیزوں کے باعث ہوتی ہے۔ طاری ہونے والی حالت کی قوت یا کمزوری کی وجہ سے تبدیلی آتی ہے۔ صاحب سکون کا سکون بھی دو باتوں میں سے ایک بات کی وجہ سے ہوتا ہے، اس کی قوت کی وجہ سے یا اس پر وارد ہونے والی کیفیت کی وجہ سے۔''

دو وجوہات: استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

مسلسل تمکین کے جائز ہونے میں دو وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((لو بقیتمم علی ما کنتم علیه عندی لصافحتکم الملائکة))

''جس حالت میں تم میرے پاس ہوتے ہو اگر ہر وقت اسی حالت میں رہو تو ملائکہ تمہیں سلام کریں۔''

(سنن ابی ماجہ، کتاب الزہد، باب المداومۃ علی العمل)(سنن ترمذی، کتاب القیامۃ)(صحیح مسلم، کتاب التوبہ باب فضل دوام الذکر)

نیز اس لیے بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((لی وقت لا یسعنی فیه غیر ربی عز وجل))

''میرے لیے اللہ کے ہاں ایک وقت ہے جس میں کسی دوسرے کی گنجائش نہیں۔'' (المقاصد الحسنہ)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخصوص وقت کی خبر دی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ احوال کا دائمی ہونا جائز ہے، کیونکہ صاحبان حقیقت ان طاری ہونے والے احوال سے بالاتر ہیں اور حدیث میں جو ہے کہ تم سے فرشتے مصافحہ کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس حالت کے مسلسل ہونے کی نفی نہیں کی۔ ملائکہ کا مصافحہ کرنا اس بات سے کم ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مبتدیوں کے لئے ثابت فرمائی ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

(ان الملائکة لتضع اجنحتها لطالب العلم رضا بما یصنع))

''بلاشبہ ملائکہ طالب علم کے علم سے راضی ہوتے ہوئے اپنے پر بچھاتے ہیں۔''

(سنن ابی داؤد، باب الحث علی طلب العلم، سنن ترمذی وابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ میرے لیے ایک وقت ہے، یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سامعین کی سمجھ کے مطابق ارشاد فرمائی، حالانکہ آپ تو ہر وقت حقیقت کے ساتھ قائم رہتے تھے۔

تحقیق شدہ بات: اہل حق کے ہاتھ تحقیق شدہ بات یہ ہے کہ صاحب تصوف جب تک ترقی پذیر ہوتا ہے وہ صاحب تلوین ہوتا ہے، اس کے وصف میں کمی یا زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ جب صاحب تصوف حق تک پہنچتا ہے احکام بشریت کو پیچھے چھوڑ کر تو اللہ تعالیٰ اسے صفت تمکین عطا فرما دیتا ہے۔ وہ اپنے نفس کی معلومات کی طرف نہیں پلٹتا۔ پس وہ اپنے حال پر اپنے مقام اور استحقاق کے ساتھ متمکن رہتا ہے۔

صاحب تمکین کو ہر لحہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو انعامات ملتے ہیں ان کا شمار ممکن نہیں۔ لہٰذا صوفی وصف میں زیادتی کے اوقات میں ''متلون'' (حالت بدلنے والا) ہوتا ہے، بلکہ اس کی کیفیت بدل جاتی ہے اور وہ اپنی اصل کے اعتبار سے متمکن ہوتا ہے۔

اعلیٰ سے اعلیٰ منازل پانا: صاحب تمکین ہمیشہ پہلی کیفیت سے اعلیٰ کیفیت پر متمکن ہوتا ہے۔ پھر اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی جانب ترقی کرتا جاتا ہے، کیونکہ قدرت الٰہیہ غیر محدود ہے، لیکن وہ آدمی جو اپنے شہود سے کٹ چکا ہو اور اپنے احساسات کو ختم کر چکا ہو تو بہر حال وہ بشریت کی ایک حد سے گزر چکا ہے۔ پس جب وہ اپنے امور، ذات اور احساس سے مٹ چکا ہے، اسی طرح تمام موجودات سے بے خبر ہو چکا ہے، پھر ہمیشہ اسی حالت غیبت پر رہتا ہے تو یہ شخص حالت محو میں ہے۔ یہ نہ تو تمکین کی صفت کا حامل ہے اور نہ تلوین کی۔ یہ نہ تو مقام میں ہے اور نہ حال میں۔

یقیناً جب بندہ ان اوصاف سے موصوف ہوگا تو اس کے لیے یہ نہ تو کوئی عزت کی بات ہے اور نہ ہی اس پر احکام جاری ہوں گے، تا حال کہ وہ اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹا دیا جائے اور ان امور کی طرف پھیر دیا جائے جو اس کے اختیار کے بغیر محض بارگاہ الٰہی سے اس پر جاری ہوتے ہیں۔ ان صفات کا حامل بندہ مخلوق کے گمان میں تصرف کرنے والا ہوتا ہے اور حقیقت میں وہ خود اپنے

احوال کی طرف پلٹایا جاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
((وتحسبهم ايقاظا وهم رقود و نقلبهم ذات اليمين و ذات الشمال))
"اور تم انہیں جاگتا سمجھو حالانکہ وہ سو رہے ہیں اور ہم ان کی کروٹیں بدلتے ہیں داہنی اور بائیں"۔

(سورۃ الکہف، آیت نمبر ۱۸)

یہ آیت اصحابِ کہف کے متعلق ہے۔ اور توفیق اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔

قرب اور بُعد

قرب کا مفہوم: اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں سے قرب اور بعد کے الفاظ بھی ہیں۔ قرب کا پہلا درجہ عبادت میں تقرب اور ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔

بُعد کا مفہوم اور اس کی اقسام: بُعد سے مراد اللہ کی مخالفت اور اس کی اطاعت و عبادت سے دوری کا نام ہے۔ بعد کا پہلا درجہ توفیق سے بعد اور دوسرا درجہ تحقیق سے بعد ہے، بلکہ توفیق سے بعد ہی تحقیق سے بعد ہے۔

فرائض کی ادائیگی تقرب کا بہترین ذریعہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((ما تقرب الى المتقربون بمثل اداء ما افترضته عليهم ولا يزال العبد يتقرب الى بالنوافل حتى يحبني واحبته فاذا احببته كنت له سمعاً وبصراً فبى يبصر و بى يسمع))

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع)

"نہیں میرا تقرب حاصل کر سکتے تقرب حاصل کرنے والے اس کے علاوہ کسی اور چیز سے جس کو میں نے فرض کیا (فرائض کی ادائیگی اللہ کے قرب کے حصول کا اعلیٰ ترین ذریعہ ہے)۔ بندہ نوافل کے ذریعے میرا تقرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ وہ مجھ سے محبت کرنے لگتا ہے اور میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان اور آنکھیں بن جاتا ہوں۔ پس وہ میرے ذریعے دیکھتا اور میرے ذریعے سنتا ہے۔"

لہٰذا تقرب حاصل کرنے کا سب سے پہلا اور عظیم طریقہ ایمان اور تصدیق (اعمال صالحہ) ہیں۔ اس کے بعد احسان اور تحقیق کے ذریعے تقرب حاصل ہوتا ہے۔

دنیا اور آخرت میں تقرب: اللہ سے تقرب سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں بندے کو اپنا عرفان عطا فرمائے اور آخرت میں اسے شہود و اعیان کا اعزاز۔ دنیا اور آخرت کے درمیان والے عرصے میں تقرب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اپنے مختلف لطف و احسان سے نوازے۔

مخلوق، اہل ایمان اور اولیاء کرام: بندہ اللہ تعالیٰ کا تقرب تبھی حاصل کر سکتا ہے جب مخلوق سے دور رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قرب علم اور قدرت کے ساتھ تمام مخلوق کو شامل ہے، لیکن قرب الٰہی مہربانی اور مدد کے ساتھ فقط مومنوں کے لئے خاص ہے۔ پھر قرب الٰہی سے فقط اولیاء کرام ہی مانوس ہوتے ہیں۔

چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

((ونحن اقرب اليه من حبل الوريد))

''اور ہم بندے کی شاہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔''
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
((ونحن اقرب الیه منکم))
''اور ہم تم سے زیادہ اس کے قریب ہیں۔'' (سورۃ الواقعہ، آیت نمبر ۸۵)
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
((وھو معکم این ما کنتم))
''اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔'' (سورۃ الحدید، آیت نمبر ۴)
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
((ما یکون من نجوی ثلثة الا ھو رابعھم))
''تم تین سرگوشی نہیں کر رہے ہوتے مگر چوتھا اللہ ہوتا ہے۔'' (سورۃ المجادلہ، آیت نمبر ۷)
قرب کا کم از کم درجہ: اگر بندے کو یہ یقین حاصل ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اس کے قریب ہے تو اس کا کم از کم درجہ یہ ہو کہ وہ ہمیشہ اپنی نگاہ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھے، یہی چیز اسے متقی بناتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی آدمی کے تقویٰ، حفاظت اور وفا کا محافظ ہے۔
اس مضمون کے متعلق یہ اشعار ہیں:

کان رقیباً منك یرعی خواطری
وآخر یرعی ناظری ولسانی
فما رمقت عیناي بعدك منظراً
یسوؤك الا قلت قد رفعانی
ولا بدرت من فی دونك لفظة
لغیرك الا قلت قد سمعانی
ولا خطرت فی السر بعدك خطرة
لغیرك الا عرجا بعنانی
واخوان صدق قد سمعت حدیثھم
وامسکت عنھم ناظری ولسانی
وما الزھد اسلی عنھم غیر اننی
وجدتك مشھوداً بکل مکان

''ہے رقیب تیری طرف سے میرے وہموں کو ملاحظہ کرتا۔ اور ایک دوسرا ہے جو دیکھتا ہے میری نگاہ کو اور میری زبان کے کلام کو۔ نہیں دیکھتی میری آنکھیں تجھ سے تعلق بننے کے بعد کسی ایسی چیز کو جو تجھے بری لگتی ہو مگر یہ کہ میں کہتا ہوں کہ دونوں نے مجھے دیکھ لیا ہے۔ اور نہیں نکلتا میرے منہ سے تیرے سوا کوئی اور لفظ تیرے غیر سے متعلق مگر یہ کہ میں کہتا ہوں کہ ان دونوں نے مجھے سن لیا ہے۔ اور نہیں آتا تمہارے بعد کسی اور کا خیال مگر یہ کہ وہ میری راہ بدل دیتے ہیں۔ اور میرے دوست بہت سچے دوست ہیں، تحقیق ان کی باتیں میں نے سنی

ہیں اور میں نے ان سے اپنی نظر اور لسان روک لی ہے۔ میں نے اپنی توجہ کو ان سے زہد کی وجہ سے ہٹایا بلکہ میں ہر جگہ تجھ کو اپنے پاس پاتا ہوں۔"

تقرب کا ایک درجہ: ایک شیخ نے ایک متعلم کو توجہ کے ساتھ خاص کر لیا۔ دوسرے ارادت مندوں نے اس بارے میں چہ مگوئیاں کیں تو شیخ نے ہر ایک کو ایک پرندہ دیا اور کہا:

"اسے اس جگہ ذبح کرو جہاں کوئی اسے نہ دیکھتا ہو۔"

چنانچہ ان میں سے ہر ایک گیا اور پرندے کو تنہائی میں ذبح کر دیا۔ جب کہ یہ شخص ذبح کیے بغیر پرندے کو واپس لے آیا۔ شیخ نے اس سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے عرض کیا:

"آپ نے فرمایا تھا کہ اس کو ایسی جگہ ذبح کرنا جہاں تمہیں کوئی نہ دیکھتا ہو، لیکن کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں اللہ نہ دیکھتا ہو۔"

شیخ نے تمام ارادت مندوں سے فرمایا:

"سنو! اس سبب سے میں نے اس کو تم لوگوں پر برتری دی تھی، کیونکہ تم پر مخلوق کا غلبہ ہے اور اس پر خالق کا۔"

(اسی طرح کا قصہ حضرت شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی علیہ الرحمۃ کا ہے)

قرب کے متعلق اہل تصوف کا قول: قرب پر نگاہ رکھنا قرب سے حجاب کا سبب بن سکتا ہے پس جو شخص اپنے لئے مقام یا اپنے نفس کا مشاہدہ کرے تو وہ دھوکے میں ہے۔ اسی لئے اہل تصوف کا فرمان ہے:

"اللہ تجھے اپنے قرب سے وحشت ناک کرے یعنی اس قرب کو دیکھنے سے اس پر وحشت طاری ہو کیونکہ قرب سے انس محسوس کرنا اس بات کی علامت ہے کہ وہ اسی قرب سے دھوکہ کھائے ہوئے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر انس سے بالاتر ہے۔"

مقامات حقیقت: مقامات حقیقت وحشت اور محویت کا سبب ہوتے ہیں۔

اسی بات کے ثبوت میں یہ اشعار ہیں:

محنتي فيك انني ما ابالي بمحنتي
قربكم مثل بعد كم فمتي وقت راحتي

"تمہاری خاطر میرا تکلیف میں پڑنا یہ ہے کہ میں اپنی تکلیف کی کوئی پرواہ نہ کروں۔ تمہارا قرب میرے لیے تمہارے بُعد کی طرح ہے، پس کب آئے گا میرے راحت کا وقت۔"

شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ اکثر یہ شعر پڑھتے تھے:

وداد كم هجر وحبكم قلي
وقربكم بعد وسلمكم حرب

"تمہاری مودت حقیقت میں ہجر ہے اور تمہاری محبت حقیقت میں دشمنی۔ تمہارا قرب حقیقت میں بُعد ہے اور تمہاری صلح حقیقت میں جنگ۔"

قرب القرب بعد البعد: شیخ ابوالحسین نوری علیہ الرحمۃ نے شیخ ابوحمزہ علیہ الرحمۃ کے ایک ارادت مند سے فرمایا:

"تم ابوحمزہ کے ارادت مند ہو جو قرب کی صفت کے حامل ہیں۔ جب ان سے ملو تو کہنا کہ ابوالحسین نوری آپ کو سلام کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس مقام میں ہم گفتگو کرتے ہیں اس میں قرب القرب بعد البعد ہے (جتنا قرب ہوتا ہے اتنا ہی بعد بھی ہوتا ہے)۔"

ذات وصفات الٰہی کا قرب محال ہے: ذات کے قرب سے اللہ تعالیٰ پاک ہے، وہ حدود و قیود، کناروں، انتہاء اور مقدار سے

پاک ومنزہ ہے۔اس کے ساتھ کسی مخلوق کا اتصال نہیں ہوتا اور نہ کوئی حادث اس سے الگ ہوا کہ وہ اس سے سبقت کرے۔لہٰذا وہ وصل (ملنے) اور فصل (جدا ہونے) سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات میں وہ قرب محال ہے جو ذاتوں کا قرب ہے۔

کونسے قرب جائز ہیں: ایک قرب اس کی صفت میں واجب ہے اور وہ علم اور رویت (دیکھنے) کا قرب ہے۔ایک قرب سے اس کا موصوف ہونا جائز ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کے ساتھ خاص کرتا ہے اور وہ اپنے "لطف وکرم کے ساتھ فضل فرمانے" کا قرب ہے۔

شریعت وحقیقت

شریعت کا مفہوم: اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں سے شریعت اور حقیقت کے الفاظ بھی ہیں۔بندگی اور اطاعت پر قائم رہنے کا حکم دینا شریعت ہے۔

حقیقت کا مفہوم: مشاہدہ ربوبیت کو حقیقت کہتے ہیں۔

شریعت اور حقیقت لازم وملزوم ہیں: شریعت اور حقیقت لازم وملزوم ہیں۔ان میں سے ہر ایک کا دوسرے کے ساتھ پایا جانا لازم ہے۔پس اگر شریعت کی تائید حقیقت سے نہ ہو تو وہ مردود ہے اور اگر حقیقت میں شریعت کی قیود کا خیال نہ رکھا جائے تو وہ حقیقت بھی مردود ہے۔

شریعت اور حقیقت میں فرق: شریعت مخلوق کو مکلف بنانے کیلئے آتی ہے اور حقیقت یہ معلوم کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات میں کس طرح تصرف فرماتا ہے۔شریعت عبادت کرنے کا نام ہے اور حقیقت مشاہدہ کرنے کا۔شریعت اس کے احکام کو بجالانے کا نام ہے اور حقیقت میں ان امور کا مشاہدہ ہوتا ہے جن کا فیصلہ تقدیر میں ہو چکا ہے، پھر برابر ہے کہ وہ مخفی ہیں یا ظاہر۔

سورۃ الفاتحہ اور شریعت وحقیقت: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"ایاک نعبد کے الفاظ میں حفاظت شریعت مضمر ہے اور ایاک نستعین میں حقیقت کا اقرار ہے۔"

شریعت ایک اعتبار سے طریقت ہے اور طریقت ایک اعتبار سے شریعت ہے: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"جاننا چاہئے کہ شریعت کے بارے میں جب یہ جانا جائے گا کہ وہ اللہ کے حکم سے واجب ہے تو یہ حقیقت کہلائے گی اور حقیقت کے بارے میں جب یہ جانا جائے گا کہ معرفت الٰہی بھی اللہ کے حکم سے واجب ہوتی ہے تو یہ شریعت کہلائے گی۔"

نفس

نفس کا مفہوم: اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں سے ایک لفظ "نَفَس" (فاء پر زبر کے ساتھ) بھی ہے۔نفس غیبی لطائف کے ذریعے قلوب کو راحت پہنچانے کا نام ہے۔

صاحبان نفس، وقت اور حال: صاحبانِ نفس صاحبانِ حال کے مقابلے میں زیادہ لطیف اور زیادہ صاف ہوتے ہیں۔

صاحب وقت مبتدی ہے اور صاحب نفس منتہی، جبکہ صاحب حال ان دونوں کے درمیان ہوتا ہے۔

پس احوال وسائل ہیں اور انفاس انتہائی ترقی ہیں۔اوقات صاحبان قلوب کے لئے، احوال صاحبان ارواح کے لئے اور انفاس صاحبان اسرار کے لئے ہیں۔

بہترین عبادت: اہل تصوف کا کہنا ہے:

''اللہ تعالیٰ کی بہترین عبادت اپنے انفاس کو شمار کرنا ہے۔''

قلوب معرفت کی کانیں: صوفیاء کرام کہتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے قلوب کو پیدا فرما کر انہیں معرفت کی کانیں بنادیا ہے۔ ان کے بعد اضطرار کو پیدا کر کے ان کو توحید کا محل بنایا، پس جو نفس معرفت پر دلالت اور توحید کی طرف اشارہ کیے بغیر اس عالم اضطرار میں حاصل ہو وہ مردہ ہے اور ایسے صاحب نفس سے حساب ہوگا۔''

صاحب معرفت کا نفس: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کہتے ہیں:

''صاحب معرفت کا نفس سلامتی والی حالت میں نہیں رہتا کیونکہ اس کے ساتھ کوئی رو رعایت نہیں کی جاتی۔ محب کے لئے نفس ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر وہ طاقت نہ رکھنے کی وجہ سے ختم ہو جائے گا۔''

خواطر

ضمیر پر وارد ہونے والا: اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں سے ایک لفظ خواطر بھی ہے۔ خواطر ایسا خطاب ہے جو ضمیر پر وارد ہوتا ہے۔

خواطر کا القاء: بعض اوقات خواطر فرشتے کی جانب سے ضمیر پر وارد ہوتا ہے، بعض اوقات ابلیس کی جانب سے اور بعض اوقات خواطر حدیث نفس ہوتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے۔

الہام: خواطر کو الہام تب کہتے ہیں جب اس کا القاء فرشتے کی جانب سے ہو۔

ہواجس: خواطر کو ہواجس تب کہتے ہیں جب اس کا القاء نفس کی جانب سے ہو۔

وسوسہ: خواطر کو وسوسہ اس وقت کہتے ہیں جب اس کا القاء شیطان کی جانب سے ہو۔

خواطر حق: خواطر کو خاطر حق اس وقت کہتے ہیں جب اس کا القاء اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو۔

فرشتے کی جانب سے: گویا خواطر کلام کو کہتے ہیں اور سابقہ جو بیان کی گئیں ہیں وہ سب کلام کی اقسام ہیں۔ خواطر اگر فرشتے کی جانب سے ہوگا تو اس کی صداقت اس طرح معلوم کی جاتی ہے کہ وہ علم کے موافق ہو۔ اسی لئے اہل تصوف کا فرمان ہے:

''جس خاطر کی شہادت ظاہر نہ ہو وہ باطل ہے۔''

شیطان کی جانب سے: خواطر اگر شیطان کی جانب سے ہو تو عام طور پر اس میں نافرمانی کی دعوت ہوتی ہے۔

نفس کی جانب سے: خواطر اگر نفس کی طرف سے ہو تو عام طور پر اس میں نفسانی خواہشات کی اتباع یا تکبر کے احساس کی دعوت پائی جاتی ہے یا یہ نفسانی اوصاف کے خصائص کو بڑھاتا ہے۔

لقمہ حرام کھانے والا وسوسہ اور الہام میں فرق نہیں کر سکتا: اہل تصوف کے شیوخ اس بات پر متفق ہیں کہ جس آدمی کی غذا حرام مال سے ہو وہ الہام اور وسوسہ میں تمیز نہیں کر سکتا۔

چنانچہ شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جس آدمی کی غذا کے متعلق معلوم ہو کہ وہ حرام ہے تو وہ الہام اور وسوسوں میں فرق نہیں کر سکتا اور جس آدمی کے ''ہواجس نفس'' اس کے سچے مجاہدہ کی وجہ سے ساکت (خاموش) ہو گئے وہ اپنے مجاہدہ کی بدولت قلوب میں چھپی باتیں بھی ظاہر کر دیتا ہے۔''

قلب اور نفس...... سچ اور جھوٹ: مشائخ اہل تصوف متفق ہیں کہ
((ان النفس لا تصدق وان القلب لا یکذب))
''بیشک نفس سچ نہیں بولتا اور بیشک قلب جھوٹ نہیں بولتا۔''
بعض شیوخ کا فرمان ہے:
''تمہارا نفس سچ نہیں بولتا اور تمہارا قلب جھوٹ نہیں بولتا اور اگر تم بہت زیادہ کوشش کرو کہ تمہاری روح تم سے مخاطب ہو تو وہ مخاطب نہیں ہوگی۔''

مطالبہ نفس: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے ''ہواجسِ نفس'' اور شیطانی وسوسوں میں تفریق کرتے ہوئے فرمایا ہے:
''نفس کسی چیز کا مطالبہ کرتا ہے تو اصرار پر اتر آتا ہے، لہٰذا وہ اپنا مطالبہ کرتا رہتا ہے اگرچہ کچھ وقفہ کے بعد ہو۔ حتیٰ کہ وہ اپنی بات تسلیم کرالیتا ہے تاکہ اس کا مقصود حاصل ہو جائے، چہ جائے کہ بندے کا سچا مجاہدہ دائمی ہی کیوں نہ ہو پھر بھی نفس اپنا مطالبہ دہراتا رہتا ہے۔''

شیطان کے لیے تمام گناہ برابر ہیں: جب خواطر کے ذریعے شیطان گناہ کی جانب بلائے اور تم اس کی مخالفت کرو اور گناہ کو ترک کر دو تو وہ کسی دوسرے گناہ کا وسوسہ ڈالتا ہے، کیونکہ اس کے نزدیک تمام گناہ ایک جیسے ہیں۔ اس کا مقصد تو یہ ہے کہ وہ کسی نہ کسی گناہ کی جانب دعوت دے، کسی خاص گناہ کو کروانا اس کا مقصد نہیں ہوتا۔

فرشتے اور اللہ کی طرف سے خاطر: یہ بھی منقول ہے کہ جو خاطر فرشتے کی جانب سے ہو تو کبھی آدمی اس کی اتباع کرتا ہے اور کبھی مخالفت، لیکن جو خاطر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو اس میں بندے کی طرف سے مخالفت نہیں ہوتی۔

زیادہ قوی خاطر: شیوخ اہل تصوف نے اس معاملے میں بحث کی ہے کہ جب دونوں ''خاطر'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں کہ کیا دوسرا خاطر پہلے سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔
چنانچہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''جب دو خواطر ہوں تو بلاشبہ پہلا خاطر زیادہ قوی ہوگا، کیونکہ جب وہ باقی ہو تو ایسے آدمی کو غور و فکر کی توفیق میسر آتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ آدمی کو معلوم ہو کہ یہ خاطر اللہ کی طرف سے ہے۔ پس پہلے خاطر کو نظر انداز کرنا دوسرے کو نظر انداز کرنے کے برابر ہے۔''
شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''دو خواطر میں سے دوسرا زیادہ قوی ہوتا ہے کیونکہ پہلے خاطر کے سبب دوسرے کو قوت میسر آتی ہے۔''
متاخرین اہل تصوف میں سے شیخ ابو عبداللہ بن خفیف علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''اگر دو خواطر ہوں اور دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں تو دونوں کا درجہ برابر ہے، کیونکہ دونوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں، لہٰذا ان میں کسی کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں۔ جب دوسرا خاطر میسر آگیا تو پہلا باقی نہ رہا کیونکہ آثار کو بقاء نہیں۔''

علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین

واضح علوم: اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں سے علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کے الفاظ بھی ہیں۔ ان الفاظ سے روشن اور واضح علوم مراد لیے جاتے ہیں۔

علم الیقین سے مراد: پس علم الیقین سے مراد وہ علم ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا۔ ہے اور اللہ پر اس صفت کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ یہ علم توقیفی نہیں۔ پس علم الیقین سے مراد یقین کامل ہے۔ عین الیقین اور حق الیقین دونوں نفس یقین ہیں۔ پس اہل تصوف کی اصطلاح میں علم الیقین سے مراد وہ علم ہے جس میں برہان اور دلیل کی شرط ہو۔

عین الیقین سے مراد: اہل تصوف کی اصطلاح میں عین الیقین سے مراد وہ علم ہے جس میں خوف وضاحت ہو۔

حق الیقین: اہل تصوف کی اصطلاح میں حق الیقین سے مراد وہ علم ہے جس میں معائنہ ومشاہدہ پایا جائے۔

صاحبان علم: علم الیقین ارباب عقول کو حاصل ہوتا ہے۔

عین الیقین اصحاب علوم کو حاصل ہوتا ہے۔

حق الیقین اصحاب معرفت کو حاصل ہوتا ہے۔

ہم نے ان تمام اقسام پر جامع گفتگو کر دی ہے اور ہم نے تنبیہ کے طور پر اسی پر اکتفاء کیا ہے۔

وارد

کثرت استعمال: اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں سے ایک لفظ ''وارد'' بھی ہے۔ اہل تصوف اپنے کلام میں لفظ ''وارد'' کو کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔

اصطلاحی معانی: اصطلاح اہل تصوف میں وارد سے مراد وہ اچھے خواطر ہیں جنہیں صوفیاء بغیر ارادہ کے قلوب میں محسوس کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ امور جو خواطر نہیں ہیں وہ بھی لفظ ''وارد'' ہی سے موسوم کیے جاتے ہیں۔

بجانب حق وعلم: وارد کا ورود کبھی حق کی جانب سے ہوتا ہے اور کبھی علم کی جانب سے۔ پس واردات خواطر سے زیادہ عام ہیں کیونکہ خاطر ایک قسم کے خطاب سے مختص ہیں یا اس کے معنی کو شامل ہیں۔

اقسام وارد: پس وارد کی کئی اقسام ہیں۔ وارد کبھی وارد سرور ہوتا ہے اور کبھی وارد حزن۔ کبھی وارد قبض ہوتا ہے اور کبھی وارد بسط۔

دیگر معانی: وارد اس کے علاوہ کئی معانی پر مشتمل وارد ہوتے ہیں۔

شاہد

کثرت سے مستعمل ہونے والا لفظ: اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں سے ایک لفظ شاہد بھی ہے۔ اہل تصوف اپنے کلام میں اس لفظ کو کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ فلاں شاہد علم ہے، فلاں شاہد وجد ہے اور فلاں شاہد حال ہے۔

شاہد کا معنی: اہل تصوف کے نزدیک شاہد سے مراد ہر وہ چیز ہے جو قلب انسانی میں حاضر ہو اور جس کا ذکر غلبہ کے ساتھ موجود ہو، حتیٰ ایسا محسوس ہو کہ آدمی اسے دیکھ رہا ہے، حالانکہ وہ چیز نظروں سے غائب ہو۔

قلب پر غالب چیز شاہد ہے: پس کسی آدمی کے قلب پر جس چیز کا ذکر غالب ہو وہ اس کا شاہد ہے۔ اگر اس پر علم غالب ہے تو وہ شاہد علم کہلائے گا۔ اگر اس پر وجد غالب ہے تو وہ شاہد وجد کہلائے گا۔

حاضر چیز: اہل تصوف کے نزدیک شاہد کا معنی حاضر ہے۔ پس جو چیز تیرے قلب میں حاضر ہے وہ تیرا شاہد ہے۔

مشاہدہ حق: شیخ شبلی علیہ الرحمۃ سے مشاہدہ سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''ہم مشاہدہ حق کہاں سے کریں گے، حق تو ہمارا شاہد ہے۔''

شیخ شبلی علیہ الرحمۃ نے شاہد حق سے مراد یہ لیا ہے کہ ان کے قلب پر حق کا غلبہ ہے اور اس کا ذکر غالب ہے اور ان کے قلب میں ہمیشہ ذکر حق غالب رہتا ہے۔

مخلوق کا شاہد: جس آدمی کا مخلوق سے قلبی تعلق قائم ہو جائے تو کہا جاتا ہے کہ وہ شاہد مخلوق ہے یعنی اس کے قلب میں مخلوق حاضر ہے، کیونکہ تقاضائے حب یہی ہے کہ ذکر محبوب ہمیشہ موجود رہے اور قلب پر اس کا غلبہ رہے۔

لفظ شاہد کی مکمل تحقیق: کچھ اہل تصوف نے لفظ شاہد کے اشتقاق میں تکلف سے کام لیا ہے اور کہا ہے کہ یہ لفظ شہادت سے مشتق ہے گویا جب کوئی آدمی کسی کو اس کے جمالی وصف کے ساتھ ملاحظہ کرتا ہے تو اس وقت اس کی بشریت ساقط ہو جاتی ہے اور اس آدمی کی موجودگی اس کو اپنی حالت سے غافل نہیں کرتی اور کسی صورت میں اس کی صحبت اس میں اثر نہیں کرتی تو وہ آدمی اس بات پر شاہد ہے کہ اس کا نفس فناء ہو گیا اور جس میں وہ اثر کرے تو وہ اس کے نفس کے بقاء پر شاہد ہے اور اس کا احکام بشریت کے ساتھ قائم ہونا اس کے حق میں یا اس کے خلاف شاہد ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے یہی معنی مراد لیے گئے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے:

(رأیت ربی لیلة المعراج فی احسن صورة) (ای حسن صورة رأیتها تلك الیلة لم تشغلنی عن رؤیته تعالیٰ بل رأیت المصور فی الصورة والمنشی ء فی الانشاء)

''میں نے معراج کی رات اپنے رب کو اچھی صورت میں دیکھا۔''

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جو اچھی صورت اس رات میں نے دیکھی اس نے مجھے دیدار الٰہی سے غافل کر کے اپنی طرف مشغول نہیں کیا بلکہ میں نے اس صورت میں مصور کو اور پیدا کرنے میں پیدا کرنے والے کو دیکھا۔''

(السنہ لابن ابی عاصم، جلد ۱، صفحہ ۲۰۴، رقم الحدیث: ۴۶۹، ۴۶۸، مطبوعہ المکتبۃ الاسلامی بیروت)

نَفْس

نفس کا مفہوم: اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں سے ایک لفظ ''نفس'' (فاء پر سکون کے ساتھ) بھی ہے۔ نفس الشیء کا مفہوم ہے کسی چیز کا وجود ہے۔ اہل تصوف کی ایک جماعت کے مطابق لفظ نفس سے مراد وجود نہیں اور نہ ہی وہ ڈھانچہ (جسم) ہے جو نفس کا موضوع ہے، بلکہ اس سے آدمی کے وہ اوصاف مراد ہیں جن میں کوئی خرابی ہو۔ یعنی نفس سے مراد بندے کے برے اخلاق اور افعال ہیں۔

اخلاق رذیلہ کی دو اقسام: پس وہ اوصاف جن میں کوئی خرابی ہو ان کو دو اقسام پر منقسم کیا جاتا ہے۔

پہلی قسم: وہ افعال جو بندہ خود اختیار کرتا ہے، جیسے معصیت اور احکام شرع کی مخالفت۔

دوسری قسم: اخلاق مذمومہ جو ذاتی طور پر مذموم ہوتے ہیں۔ جب بندہ ان کی مخالفت کرے اور ان سے جنگ کرے تو مجاہدہ کی وجہ سے ان برے اخلاق کی عادت بنا لینے سے نجات پا لیتا ہے۔

پس پہلی قسم وہ ہے جس سے بطور نہی تحریمی یا نہی تنزیہی منع فرمایا گیا ہے اور دوسری قسم میں ردی اور مذموم اخلاق شامل ہیں۔ مختصراً نفس سے مراد یہ دوسری قسم ہے۔

اخلاق مذمومہ سے مراد: مذموم اخلاق سے مراد تکبر، غصہ، کینہ، حسد، بد خلقی اور عدم برداشت وغیرہ ہیں۔

شرک خفی: سب سے زیادہ نقصان دہ چیز یہ ہے کہ آدمی ان مذموم اخلاق میں سے کسی کو اچھا سمجھنے لگ جائے یا ان میں سے کسی کو قابل قدر خیال کرے، اسی لیے اس قسم کے خیال کو شرک خفی قرار دیا گیا ہے۔
نفس کا علاج: نفس (اخلاق رذیلہ) کا علاج بھوک، پیاس اور بیداری وغیرہ کے ذریعے کیا جاتا ہے۔
زیادہ کامل علاج: بھوک، پیاس اور بیداری کے مقابلے میں نفس کے علاج کے لیے مجاہدات زیادہ کامل ہیں جن کے ذریعے قوت کو توڑا جاتا ہے۔البتہ بھوک اور پیاس بھی نفس کو ترک کرنے کی ایک صورت ہے۔
نفس اور روح: عین ممکن ہے کہ نفس ایک لطیف چیز ہو جو جسم کے اس ڈھانچے میں رکھا گیا ہو جو مذموم اخلاق کا محل ہے، جس طرح روح ایک لطیف چیز ہے جو جسم کے ڈھانچے میں اس جگہ رکھی گئی ہے جو اچھے اخلاق کا محل ہے۔ یہ دونوں (نفس اور روح۔ اخلاق حسنہ اور سیئہ) ایک دوسرے پر غالب آتے رہتے ہیں اور ان دونوں کا مجموعہ ''انسان'' کہلاتا ہے۔
کل اور جزء: ظاہر میں روح اور نفس کا اجسام لطیفہ میں سے ہونا اسی طرح ہے جس طرح فرشتے اور شیطان میں لطافت کی صفت پائی جاتی ہے اور جس طرح آنکھ دیکھنے کا محل ہے، کان سننے کا محل، ناک سونگھنے کا محل، منہ چکھنے کا محل ہے حالانکہ سننے والی، دیکھنے والی، سونگھنے والی اور چکھنے والی قوت یہ تمام کی تمام انسان میں شامل ہیں اور ان کا مجموعہ انسان ہے۔
اسی طرح اچھی صفات کا محل قلب اور روح ہے اور اوصاف مذمومہ کا محل نفس ہے اور نفس انسان کا جزء ہے اور دل بھی انسان کا جزء ہے، البتہ حکم اور نام کا اطلاق کل پر ہوتا ہے۔

روح

مخصوص لفظ: اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں سے ایک لفظ ''روح'' بھی ہے۔
روح سے مراد زندگی ہے: محققین اہل سنت نے مسئلہ روح میں اختلاف کیا ہے۔ بعض فرماتے ہیں:
''روح زندگی ہے۔''
روح سے مراد اجسام ہیں: بعض کا کہنا ہے:
''روح سے مراد اجسام اور وہ چیز ہے جو ان اجسام میں ہے۔''
طریقہ الٰہی: اللہ کا مبارک طریقہ ہے کہ جب تک ارواح اجسام میں ہوتی ہیں تو ان میں حیات باقی رہتی ہے، کیونکہ انسان زندگی کے ساتھ زندہ ہے۔
جسم و روح کا مجموعہ: البتہ ارواح اجسام میں رکھی گئی ہیں اور یہ نیند کی حالت میں اوپر چڑھ جاتی ہیں اور جسم سے جدا ہو جاتی ہیں، پھر اس کی طرف واپس آ جاتی ہیں اور انسان روح اور جسم (کا مجموعہ) ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان دونوں کو ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم قرار دے دیا ہے۔ حشر اجسام اور ارواح دونوں کا ہوگا اور ثواب و عذاب بھی دونوں کو ہوگا۔
ارواح قدیم نہیں: ارواح مخلوق ہیں اور جو ارواح کو قدیم کہے وہ گمراہ ہے۔ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ ارواح اعیان لطیفہ (لطیف اجسام) ہیں۔ (قرآن مجید میں بھی ہے کہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو آپ فرما دیجئے کہ وہ میرے رب کے حکم سے ہے۔)

محل مشاہدہ: اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں سے ایک لفظ سر بھی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ سر روح کی طرح ایک لطیف چیز ہو

جو جسم میں رکھی گئی ہے۔ اہل تصوف کے اصول سے پتہ چلتا ہے کہ سر مشاہدہ کا محل ہے جس طرح ارواح محبت کا محل اور دل مغفرت کا محل ہے۔

سر اور سر السر: صوفیاء کرام کے شیوخ کا فرمان ہے:

''جس پر تو جھانک کر نگاہ ڈالے وہ سر ہے اور جس پر حق کے سوا کسی کو اطلاع نہ ہو وہ سر السر ہے۔

ارواح سے زیادہ لطیف: کچھ صوفیاء کے مقام اور ان کے اصولوں کی رو سے دیکھا جائے تو سر روح سے زیادہ لطیف ہے اور روح قلب سے زیادہ شرف والی۔

ان صوفیاء کا کہنا ہے:

''اسرار اغیار کی غلامی سے آزاد ہوتے ہیں، چاہے وہ آثار ہوں یا اظلال۔''

بندے اور اللہ کا درمیانی راز: کبھی سرّ سے مراد وہ راز بھی ہوتا ہے جو بندے اور اللہ کے درمیان ہر حالت میں محفوظ اور پوشیدہ ہوتا ہے۔

سر کے بارے میں مختلف صوفیاء کے اقوال: یہ قول اسی معنی پر محمول کیا جاتا ہے:

((اسرارنا بكر لم يفتضها وهم واهم))

''ہمارے اسرار اس کنواری کی طرح ہیں جس کے کنوارہ پن کو کسی وہم کرنے والے کا وہم بھی نہیں توڑ سکتا۔''

بعض صوفیاء کہتے ہیں:

((صدور الاحرار قبور الاسرار))

''آزاد لوگوں کے سینے اسرار کی قبریں ہیں۔''

بعض کا کہنا ہے:

((لو عرف زری سری لطرحته))

''اگر میرا بٹن میرے راز کو جان لے تو میں اسے اتار کر پھینک دوں۔''

انفرادی کلام میں لائے جانے والے الفاظ کی تشریح: مندرجہ بالا میں اہل تصوف کے بیان کردہ معانی کی توضیح بیان کی گئی ہے۔ ہم نے مختصراً اہل تصوف کے مخصوص الفاظ کی تشریح کی ہے، جو وہ انفرادی طور پر اپنے کلام میں استعمال کرتے ہیں۔

اب ہم ارباب سلوک کے مدارج کے سلسلے میں مختلف ابواب ذکر کریں گے۔ پھر آخر میں ان احوال کی تفصیل جو اللہ نے اپنے فضل سے ہمارے لئے آسان فرمائی ہے، بیان کریں گے۔

☆☆☆

فصل نمبر5:

توبہ

آیت کریمہ: ارشاد ربانی ہے:

((وتوبوا الی اللہ جمیعاً ایُّہ المؤمنون لعلکم تفلحون))

"اے ایمان والو تم سب کے سب اللہ کی طرف توبہ کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔" (سورۃ النور، آیت نمبر:۳۱)

حدیث مبارکہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((التائب من الذنب کمن لاذنب له، واذا حب الله عبدًا لم یضره ذنب))

(سنن ابن ماجہ فی الزھد)

"گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں اور جب اللہ تعالی کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو اسے کوئی گناہ ضرر نہیں پہنچاتا۔"

محبت الٰہی: ارشاد ربانی ہے:

((ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین))

"بیشک اللہ تعالی محبت فرماتا ہے توبہ کرنے والوں سے اور پاک رہنے والوں سے۔"

توبہ کی نشانی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا:

"یارسول اللہ! توبہ کی نشانی کیا ہے۔؟"

فرمایا:

"ندامت۔"

توبہ کرنے والا نوجوان: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مامن شیء احب الی اللہ من شاب تائب))

"اللہ تعالی کو توبہ کرنے والے نوجوان سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں۔" (دیلمی فی المسند:۶۱۰۳)

سالکین اور طالبین کا پہلا مقام ومنزل: توبہ سالکین کی منازل میں سے پہلی منزل ہے اور طالبین کے مقاموں میں سے پہلا مقام ہے۔

توبہ کا معنی: عربی زبان میں لفظ توبہ کے معنی رجوع کرنے کے ہیں۔ چنانچہ جب کوئی آدمی کسی بات کی طرف رجوع کرتا ہے، تو کہتے ہیں "تاب" (اس نے رجوع کیا)

بلاشبہ لفظ توبہ کے اصطلاحی معنی ہوئے:

"شریعت میں جس چیز کو ناپسندیدہ اور ناجائز قرار دیا گیا ہے اس سے لوٹ کر قابل تعریف چیز کی جانب آ جانا۔"

توبہ دراصل ندامت ہے: ارشاد نبوی ہے:

((الندم توبة))

"توبہ دراصل ندامت کا نام ہے۔" (سنن ابن ماجہ)

شرائط توبہ: محققین اہل سنت کہتے ہیں:
''توبہ کے صحیح ہونے کی تین شرائط ہیں۔ پہلی: شریعت کے مخالف امور پر ندامت کا اظہار کرنا۔ دوسری: اپنی لغزش و غلطی کو فوراً چھوڑ دینا۔ تیسری: پکا ارادہ کرنا کہ جو گناہ صادر ہو چکے ہیں انہیں دوبارہ نہیں کروں گا۔ پس توبہ کے صحیح ہونے کے لیے ان امور کا ہونا ضروری ہے۔''

بڑے رکن کی طرف اشارہ: صاحبان اصول کا ارشاد ہے:
''حدیث مبارکہ میں ہے کہ النـدم تـوبة توبہ حقیقت میں ندامت کا نام ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مبارکہ میں توبہ کے سب سے اہم جزو کی طرف اشارہ کیا۔ بعینہ اس طرح، فرمایا: الـحـج عـرفـة عرفہ میں قیام ہی حج ہے۔'' (ترمذی: ۸۸۹، ابن ماجہ: ۳،۱۰)

اس حدیث سے مراد ہے کہ عرفہ میں قیام کرنا حج کا سب سے بڑا رکن ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ عرفہ میں ٹھہرنا ہی حج ہے۔ ہو بہو اسی طرح فرمایا: ندامت ہی توبہ ہے، تو اس سے مراد یہ ہے کہ ندامت توبہ کا سب سے بڑا رکن ہے۔

اثبات توبہ کے لیے ندامت کافی ہے: اہل تحقیق کا کہنا ہے:
''اثبات توبہ کے لئے ندامت کفایت کرتی ہے، کیونکہ توبہ کے دوسرے دو رکن ندامت کے تابع ہیں۔ اس لئے یہ بات ناممکن ہے کہ کسی کو ایسی بات سے نادم فرض کرلیں؛ جس پر وہ ہے، یا جس کے کرنے کا وہ عزم کر چکا ہے۔''

اسباب، ترتیب اور اقسام: مندرجہ بالا میں توبہ کی اجمالی تعریف بیان کی گئی ہے، وضاحت اور تشریح کے اعتبار سے توبہ کے خاص اسباب' خاص ترتیب اور کئی اقسام ہیں۔

خواب غفلت سے بیداری اور دل کا ارادہ توبہ: توبہ کا درجہ اول یہ ہے کہ آدمی خواب غفلت سے بیدار ہو جائے اور اخلاق رذیلہ اور گناہوں کو محسوس کرے۔ اس مقام تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ قلب عبد کو زجر و توبیخ سننے کی توفیق دے اور بندے کے دل میں جو کچھ کھٹکتا ہو بندہ اسے محسوس بھی کرے۔ چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے:

((واعظ الله في قلب كل امرىء مسلم))
''اللہ کا واعظ ہر مسلمان بندے کے قلب میں ہوتا ہے۔'' (ترمذی: ۲۸۰۹)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:
((ان في البدن لمضغة، اذا صلحت صلح جميع الجسد، واذا فسدت فسد جميع البدن، الاوهي القلب)) (صحيح بخاری: ۵۲) (صحيح مسلم ۱۵۹۹)

''بیشک جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے۔ جب وہ درست ہو جائے تو سارے کا سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب وہ فاسد ہو جائے تو سارے کا سارا جسم فاسد ہو جاتا ہے۔ خبردار وہ دل ہے۔''

عمل توبہ میں قلب کی اہمیت: جب آدمی اپنے قلب کی مدد سے اپنے گناہوں پر غور کرتا ہے تو اس کے قلب میں توبہ کا ارادہ پیدا ہوتا ہے اور اس کو اپنے برے اعمال سے باز آنے کا خیال آتا ہے۔ اس ارادہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے کی مدد فرماتا ہے۔ بندہ گناہوں کو ترک کرنے کی ابتداء کرتا ہے تو یہی توبہ کے اسباب کی تیاری ہے۔

برے دوستوں کی مجلس کو ترک کرنا اور مشاہدہ: اسباب توبہ میں سے پہلا سبب برے دوستوں کی مجلس کو ترک کرنا ہے، کیونکہ برے دوست ہی آدمی کو توبہ کا ارادہ ترک کرنے پر اُکساتے ہیں اور اس ارادہ کے صحیح ہونے میں شکوک پیدا کرتے ہیں۔ توبہ کی

تکمیل اسی وقت ہو سکتی ہے جب آدمی برے دوستوں کی مجالس کو ترک کر کے مشاہدہ پر مداومت کرے جو توبہ کرنے کی رغبت میں اضافہ کرتا ہے۔ مشاہدہ سے آدمی کو خوف ورجاء کی قوت میسر آتی ہے اور جو توبہ کا اس نے عزم کیا ہوتا ہے اس کے پورا کرنے کے لئے یہ معاون ثابت ہوتا ہے۔ حصول مشاہدہ کے بعد کہیں آدمی کے قلب سے برے اعمال پر اصرار کرنے کی گرہ کھلتی ہے اور وہ ممنوع امور کو ترک کر دیتا ہے اور شہوات کی تابعداری کرنے سے اپنے نفس کی لگام کو کھینچ لیتا ہے۔ اس کیفیت میں آدمی فوراً اپنی غلطی کو ترک کر دیتا ہے۔ اگر بندہ اپنے ارادہ کے مطابق چلے اور اپنے عزم کے مطابق کام کرے تو وہ صحیح معنوں میں اللہ کی توفیق کے قابل ہوا۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بندہ کئی مرتبہ توبہ توڑتا ہے اور اپنے ارادہ کو از سر نو توبہ کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ ہمیں اس قسم کے لوگوں کی توبہ سے مایوس نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔

شیخ ابوسلیمان دارانی کا واقعہ توبہ: شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں ایک مجلس میں جایا کرتا تھا، جس میں ایک آدمی مختلف قصص سنایا کرتا تھا۔ اس کے کلام کا میرے قلب پر بہت اثر ہوتا تھا، مگر جب میں مجلس سے اٹھ کھڑا ہوتا تو میرے قلب پر کوئی اثر نہ رہتا۔ میں دوبارہ مجلس میں جاتا اور کلام سنتا تو میرے قلب پر بہت اثر ہوتا، مگر پھر زائل ہو جاتا۔ دوبار میرے ساتھ یوں ہی ہوا۔ میں جب تیسری مرتبہ اس مجلس میں گیا تو اس کلام کا اثر میرے قلب پر گھر پہنچنے تک رہا۔ چنانچہ میں نے مخالفت الٰہی کو ترک کر دیا اور راہ طریقت کو اختیار کر لیا۔

شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ نے شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ کو یہ واقعہ سنایا تو انہوں نے فرمایا:

"تو گویا ایک چڑیا نے کرکی (کونج) کا شکار کر لیا۔"

شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ کے اس قول میں چڑیا سے مراد قصہ خواں تھا اور کرکی سے شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ۔

شیخ ابوحفص حداد کا راہ طریقت اختیار کرنا: شیخ ابوحفص حداد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے کئی بار اپنا پیشہ چھوڑا، مگر پھر وہی پیشہ اپنا لیتا۔ آخر اس پیشہ نے مجھے چھوڑ دیا جس کے بعد میں نے پھر وہ کام نہیں کیا۔

شیخ ابوعمرو بن نجید کی توبہ: منقول ہے کہ شیخ ابوعمرو بن نجید علیہ الرحمۃ شروع شروع میں شیخ ابوعثمان علیہ الرحمۃ کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے۔ شیخ ابوعثمان علیہ الرحمۃ کا کلام شیخ ابوعمرو علیہ الرحمۃ کے قلب پر اثر انداز ہوتا۔ بالآخر شیخ ابوعمرو علیہ الرحمۃ نے توبہ کر لی۔ کچھ دنوں بعد شیخ ابوعمرو علیہ الرحمۃ سے توبہ ٹوٹ گئی۔ اس کے بعد جب بھی شیخ ابوعمرو شیخ ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے تو دور بھاگتے اور ان کی مجلس میں بھی نہ جاتے۔ ایک مرتبہ شیخ ابوعثمان علیہ الرحمۃ سے آمنا سامنا ہو گیا تو شیخ ابوعمرو راستہ سے ہٹ گئے اور بھاگنا شروع کر دیا۔ شیخ ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا پیچھا کیا، یہاں تک کہ وہ ان سے جا ملے۔ شیخ ابوعثمان علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"ابوعمرو! بیٹا! جو آدمی تجھ سے صرف اس صورت میں محبت کرتا ہے کہ جب تو معصوم ہو تو اس کی صحبت میں نہ رہ وہ ابوعثمان ہے۔ آجا! ابوعثمان تجھے اس (گناہ کی) حالت میں (توبہ کی طرف مائل کر کے) نفع پہنچا سکتا ہے۔"

منقول ہے کہ شیخ ابوعمرو بن نجید علیہ الرحمۃ نے یہ سن کر کامل توبہ کی، شیخ ابوعثمان علیہ الرحمۃ کے ارادت مندوں میں شامل ہو گئے اور تاحیات توبہ پر قائم رہے۔

ایک ارادت مند کا واقعہ: شیخ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ایک ارادت مند تائب ہوا، مگر اس نے پھر سستی کی اور توبہ کو قائم نہ رکھ سکا۔ ایک دن وہ اسی خیال میں تھا کہ اگر میں دوبارہ توبہ کرتا ہوں تو میری توبہ کا کیا حکم ہے؟ اس پر ہاتف غیبی نے پکارا:

"تم نے ہماری اطاعت کی، تو ہم نے شکریہ ادا کیا۔ تو نے ہمیں چھوڑ دیا تو ہم نے تمہیں مہلت دی، پھر رجوع کرو گے تو ہم ضرور قبول کریں گے۔"

ارادت مند نے پھر کامل توبہ کی اور پھر اس پر ثابت قدم رہا۔

ندامت کب میسر آتی ہے: یقیناً جب انسان گناہوں کو چھوڑ کر اپنے قلب سے اصرار کی گرہ کو کھول دیتا ہے اور پھر یہ ارادہ کر لیتا ہے کہ وہ پھر ایسا کام نہیں کرے گا تب کہیں اس کے قلب پر خالص ندامت وارد ہوتی ہے اور وہ اپنے کئے پر افسوس کرتا ہے اور اپنے اعمال اور برے افعال کے مرتکب ہونے پر نادم ہوتا ہے۔ اس طرح اس کی توبہ مکمل ہوتی ہے اور اس کا مجاہدہ درست۔

ایسی صفات کا حامل آدمی لوگوں سے میل جول رکھنے کے بجائے ان سے علیحدگی اختیار کر لیتا ہے اور اصحاب بد کی محافل میں بیٹھنے کے بجائے ان سے متنفر ہو کر خلوت پسند ہو جاتا ہے۔ وہ دن رات اپنے گناہوں پر افسوس کرتا رہتا ہے اور اکثر اوقات صدق قلب سے نادم و شرمسار ہوتا ہے۔ وہ اپنے آنسوؤں سے نشان معصیت مٹاتا ہے اور کامل توبہ کے ذریعے گناہوں کا معالجہ کرتا ہے۔ ایسا آدمی اپنے ہم جنسوں کے درمیان اپنے گناہوں کی وجہ سے مشہور ہوتا ہے اور اس کی لاغری کے ذریعہ اس کی حالت کی درستی کا پتہ چلتا ہے۔

حقوق کی ادئیگی کے بغیر توبہ مقبول نہیں: کسی بھی آدمی کی توبہ کامل توبہ اس وقت تک نہیں بنتی جب تک وہ اپنے مخالفوں کو راضی نہیں کرتا، کیونکہ توبہ کی پہلی منزل یہی ہے کہ مظلوموں کو جس طرح بھی ہو سکے راضی کیا جائے۔ اگر اس کے پاس اس قدر دولت ہو کہ وہ اپنے ضائع شدہ حقوق ادا کر سکے تو بہتر ہے بہتر ہے کہ ان کی ادائیگی کرے یا وہ لوگ اپنی خوشی سے معاف یا بری کر دیں، تو خوب ہے۔ ورنہ اسے چاہئے کہ وہ عزیمت قلب سے فیصلہ کرے کہ جب بھی ممکن ہو سکے گا وہ ان کے حقوق ادا کر دے گا اور صدق قلب سے عجز و انکساری کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرے اور ان کے لئے اور اپنے لیے دعا کرتا رہے۔

صفات و خصائل تائبین: تائبین کی کچھ صفات اور حالات ہیں جو ان کے خصائل ہیں۔ توبہ میں ان خصائل کا شمار اس لئے کیا جاتا ہے کہ یہ ان کی صفات میں سے ہیں، اس لئے نہیں کہ یہ امور کے سچے ہونے کے لئے شرائط ہیں۔ توبہ کے اسی مفہوم کو اہل تصوف کے شیوخ کے درج ذیل اقوال بیان کرتے ہیں۔

تین اقسام: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''توبہ کی تین اقسام ہیں۔ پہلی: توبہ۔ دوسری: انابہ۔ تیسری: اوبہ۔''

شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کے اس قول مطلب یہ ہے کہ اقسام توبہ میں ابتدائی مقام توبہ کو حاصل ہے، انتہائی مقام اوبہ کو اور درمیانی مقام انابہ کو۔

توبہ، انابہ اور اوبہ کی تشریح: جو آدمی سزا کے خوف سے رجوع کرے تو اس کے رجوع کو ''توبہ'' کہا جاتا ہے۔ جو آدمی ثواب کی لالچ میں رجوع کرے تو اس کی توبہ کو ''انابہ'' کہا جاتا ہے۔ جو آدمی امر کی اطاعت کی وجہ سے توبہ کرے (کہ قرآن مجید میں توبہ کرنے کا حکم آیا ہے)، نہ اسے ثواب کی خواہش ہو اور نہ ہی سزا کا خوف تو ایسے آدمی کی توبہ کو ''اوبہ'' کہا جاتا ہے۔

صاحب توبہ: توبہ مومنین کی صفات میں سے ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

((توبو الی اللہ جمیعاً ایُّہَ المؤمنون))

''تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو اے مومنو!'' (سورۃ النور، آیت نمبر: ۳۱)

صاحب انابہ: انابت اولیاء اللہ اور مقربین الٰہی کی صفات میں سے ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

((وجاء بقلب منیب))

''اور وہ آیا انابت قلب لے کر۔'' (سورۃ ق، آیت نمبر: ۳۳)

صفت اوبہ: صفت اوبہ انبیاء ومرسلین کی صفات میں سے ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

((نعم العبد انه اواب))

''کتنا بہترین بندہ ہے (حضرت ایوب)۔ بیشک وہ اواب ہے۔'' (سورۃ ص، آیت نمبر: ۳۰)

توبہ کے تین معانی: شیخ جعفر بن نصیر فرماتے ہیں کہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

'توبہ کے تین معنی ہیں۔ پہلا: ندامت۔ دوسرا: پکا ارادہ کہ وہ دوبارہ ان باتوں کی طرف نہ لوٹے گا' جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ تیسرا: لوگوں سے زبردستی لی ہوئی چیزوں کو واپس کرنا۔''

لیت ولعل کو چھوڑنا: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''توبہ لیت ولعل کو چھوڑ دینے کا نام ہے۔''

توبہ اور طلب توبہ: شیخ حارث علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں نے کبھی اس طرح دعا نہیں مانگی:

((اللهم انی اسئلك التوبة))

''اے اللہ! میں تجھ سے توبہ کا سوال کرتا ہوں۔''

لیکن میں اس طرح دعا مانگتا ہوں:

((اللهم انی اسئلك شهوة لتوبة))

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں توبہ کی چاہت کا (مجھے طلب توبہ کی توفیق مرحمت فرما)''

حالت وفا میں حالت جفا کی بات کرنا جفا ہے: شیخ ابو عبداللہ شیرازی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دن میں شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کے پاس حاضر ہوا تو دیکھا کہ ان کی کیفیت تبدیل تھی۔ میں نے عرض کیا:

''کیا بات ہے؟''

شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''ایک نوجوان نے آکر مجھ سے توبہ کے متعلق سوال کیا تو میں نے اسے کہا: توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہ کو نہ بھولے۔ اس نے میری بات کاٹ کر کہا: توبہ تو یہ ہے کہ تو گناہ کو بھول جائے۔''

سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

''شیخ! میرے ہاں حقیقت وہی بات ہے جو اس نوجوان نے کہی ہے۔''

شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''کیوں؟''

میں نے عرض کیا:

''اس سبب سے کہ جب میں جفا کی حالت میں ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے وفا کی حالت میں منتقل فرما دیتا ہے تو حالت وفا میں جفا کا ذکر کرنا جفا ہوگی۔''

شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میری اس بات پر شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ خاموش ہو گئے۔

گناہ کو بھول جانا توبہ ہے: شیخ ابو نصر سراج علیہ الرحمۃ نے شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ سے توبہ کے بارے میں سوال کیا تو شیخ سہل نے فرمایا:

''اپنے گناہ کو بھلا دینا توبہ ہے۔''

شیخ سہل اور سید الطائفہ کے اقوال کی صحیح توضیح: شیخ ابونصر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''شیخ سہل علیہ الرحمۃ نے جو فرمایا کہ گناہ کو بھول جانا توبہ ہے تو ان کا اشارہ ارادت مندوں اور معترفین کے احوال کی جانب ہے، کیونکہ کبھی حالات ان کے حق میں ہوتے ہیں اور کبھی ان کے خلاف۔ البتہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے جو فرمایا ہے کہ حالت وفا میں گناہ کو یاد کرنا بھی گناہ ہے تو اس میں آپ نے محققین کی توبہ کی جانب اشارہ فرمایا ہے، کیونکہ وہ اپنے قلوب پر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور دائمی ذکر کے غلبہ کی وجہ سے اپنے گناہوں کو یاد نہیں کرتے۔''

توبہ سے تائب ہونا: شیخ ابونصر علیہ الرحمۃ مزید فرماتے ہیں:

''یہ جواب اسی قسم کا ہے، جس قسم کا جواب شیخ رویم علیہ الرحمۃ نے دیا تھا، جب ان سے توبہ کی نسبت پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''توبہ سے تائب ہونے کا نام توبہ ہے۔''

عوام اور خواص کی توبہ: شیخ ابونصر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ سے توبہ کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا:

''عوام گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور خواص غفلت سے۔''

اللہ کے ماسوا: شیخ ابونصر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شیخ نوری علیہ الرحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''توبہ یہ ہے کہ تو اللہ کے سوا ہر چیز سے توبہ کرلے۔''

لغزشوں، غفلتوں اور نیکیوں کو دیکھنے سے توبہ: شیخ محمد بن احمد بن محمد صوفی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ عبداللہ بن علی تمیمی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''توبہ تین قسم کی ہوتی ہے اور ان میں سے ہر قسم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پہلی: لغزشوں سے توبہ۔ دوسری: غفلتوں سے توبہ۔ تیسری: نیکیوں کو دیکھنے سے توبہ۔''

پُرخلوص اور کامل توبہ: شیخ واسطی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''پُرخلوص توبہ تائب کے ذمہ گناہ کا کوئی نشان باقی نہیں چھوڑتی' نہ باطن میں' نہ ظاہر میں۔ خالص اور کامل توبہ والے کو اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ صبح کیسے گزاری اور شام کیسے؟''

توبہ کا ایک طریقہ: شیخ محمد بن رومی سے منقول ہے کہ شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ کہا کرتے تھے:

''اے اللہ! میں ہرگز ایسا نہیں کہتا کہ میں توبہ کرتا ہوں اور آئندہ ایسا نہیں کروں گا، کیونکہ میں اپنے اخلاق کو جانتا ہوں، میں اپنے بارے میں ترک معصیت کی ضمانت نہیں دیتا، اس لئے کہ مجھے اپنی کمزوری معلوم ہے۔ میں پھر بھی یہ کہتا ہوں کہ آئندہ ایسا گناہ نہ کروں گا، ہوسکتا ہے کہ میں دوبارہ ایسے گناہ سے پہلے مر جاؤں۔''

توبہ کے بارے میں شیخ ابن یزدانیار کے اقوال: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ نصر آبادی علیہ الرحمۃ نے کہا کہ شیخ ابن یزدانیار علیہ الرحمۃ سے ایک آدمی نے پوچھا:

''جو کوئی اللہ کی طرف نکل آئے تو اسے کن اصولوں پر کاربند ہونا چاہیے؟''

شیخ ابن یزدانیار علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"اس کو چاہئے کہ اس اصول کو اپنائے کہ جس معصیت سے وہ ایک بار نکل گیا ہے دوبارہ اس کی جانب نہیں لوٹے گا اور اللہ کے سوا کسی اور کی پرواہ نہیں کرے گا اور جس چیز سے وہ بیزار رہا اس کی طرف اشارہ کرنے سے اپنے باطن کو محفوظ رکھے گا۔"

کسی نے پوچھا:

"یہ تو اس آدمی کے لیے حکم ہے جو کسی وجودی چیز سے نکل کر جائے' لیکن اگر عدم سے نکل کر آئے تو اس کو کیا کرنا چاہئے؟"

شیخ نے فرمایا:

"عدم سے نکل کر آنے والے کو چاہئے کہ وہ ماضی میں گناہ کی کڑواہٹ پانے کے بدلے نئی چیز اپنائے یعنی توبہ کی حلاوت۔"

گناہ کی کڑواہٹ: شیخ بوشنجی علیہ الرحمۃ سے توبہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

"گناہ کا ذکر کرنے سے جب تجھے مٹھاس محسوس نہ ہو تو یہی تمہاری توبہ ہے۔"

شیخ ذوالنون مصری کے نزدیک حقیقت توبہ: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"حقیقت توبہ یہ ہے کہ دنیا باوجود اپنی فراخی کے تمہیں اپنے لیے اس قدر تنگ معلوم ہو کہ تمہیں قرار حاصل نہ ہو، بلکہ تمہارا نفس بھی تمہارے لئے تنگ ہو جائے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

((وضاقت علیهم انفسهم وظنوا ان لا ملجأ من اللّٰه الا الیه ثم تاب علیهم لیتوبوا))

(سورۃ التوبہ، آیت نمبر:۱۱۸)

"اور تنگ ہو گئیں ان پر ان کی جانیں انہیں یقین ہو گیا کہ نہیں ہے ٹھکانہ مگر اللہ کی طرف، پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی، تا کہ وہ لوٹ آئیں۔"

توبہ کی دو اقسام: شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

"توبہ کی دو اقسام ہیں۔ پہلی: الانابہ۔ دوسری: الاستجابہ۔ توبہ الانابہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی سزا کے خوف سے توبہ کرے اور توبہ الاستجابہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی بخشش سے حیاء کے مارے توبہ کرے۔"

توبہ کرنے والے اور بغض دنیا: شیخ ابوحفص علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا:

"توبہ کرنے والے دنیا سے بغض کیوں رکھتے ہیں؟"

آپ نے جواباً فرمایا:

"کیونکہ دنیا ہی وہی جگہ ہے جہاں انہوں نے گناہ کیے تھے۔"

سوال کیا گیا:

"دنیا ہی تو وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے والوں کو توبہ کی توفیق دی۔"

آپ نے فرمایا:

"توبہ کرنے والے کو توبہ کرنے کا تو حتمی طور پر علم ہے، مگر توبہ قبول نہ ہونے کا کھٹکا بھی ہے۔"

حضرت داؤد: شیخ واسطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"حضرت داؤد علیہ السلام پر ان کے حلاوت طرب وسرور کی وجہ سے یہ کیفیت طاری ہو جاتی کہ لمبے لمبے سانس بھرتے اور وہ حالت غم کو چھپانے میں کامل تھے۔"

کذابین کی توبہ: ایک اہل تصوف کا فرمان ہے:

''کذابین فقط زبان سے توبہ کرتے ہیں (اس کے مطابق ان کا عمل نہیں ہوتا)۔''
توبہ اور بندے کا عمل دخل: شیخ ابو حفص علیہ الرحمۃ سے توبہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:
''توبہ میں بندہ کا کچھ عمل دخل نہیں ہوتا، کیونکہ توبہ رجوع الی اللہ کا نام ہے نہ کہ بندہ کی طرف رجوع کا۔''
حضرت آدم کو وحی: شیخ ابو حفص علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''حضرت آدم علیہ السلام کو بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوا: اے آدم! تیری اولاد تھکنے اور چور ہونے کی وارث ہوئی اور تو نے انہیں توبہ کا وارث بنادیا۔ لہٰذا جو آدمی مجھے اس طرح پکارے گا، جس طرح تو نے پکارا ہے تو میں اس کی پکار کا اسی طرح جواب دوں گا، جس طرح میں نے تجھے دیا ہے۔ اے آدم! جب میں تائبین کا حشر کروں گا تو وہ مجھ سے خوش ہوں گے اور مسکرا رہے ہوں گے کہ ان کی دعا قبول کی گئی ہے۔''
بہت گنہگار کی توبہ: حضرت رابعہ بصری علیہا الرحمۃ سے ایک شخص نے عرض کیا:
''میں بہت گناہگار ہوں، کیا میں تائب ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمالے گا۔؟''
حضرت رابعہ بصری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
((ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین))
''بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔'' (سورۃ البقرۃ:۲۲۲)
شرط توبہ: جس کسی سے بھی کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے اسے اپنے گناہ کا یقین ہوتا ہے اور جب توبہ کرتا ہے تو توبہ کی مقبولیت کا شک رہتا ہے۔ بالخصوص اس وقت کہ جب توبہ کے مقبول ہونے کی شرط اور حق یہ ہے کہ توبہ کرنے والا قرب الٰہی کو حاصل کرلے اور یہ مقام بہت ہی کوشش سے حاصل ہوتا ہے۔ گنہگار کی توبہ کی نشانی یہ ہے کہ وہ ایسی علامات پائے جن سے معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے، لہٰذا جب بندہ کسی ایسی بات کا مرتکب ہوتا ہے جس سے توبہ کرنا ضروری ہے تو اس کے لئے یہی صورت ہے کہ وہ ہر وقت اللہ کے سامنے انکساری کرے اور اپنے گناہ سے بیزاری کا اظہار اور استغفار کرتا رہے۔
وفات تک خوف: اہل تصوف کے شیوخ کا فرمان ہے:
((استشعار الوجل الی الاجل))
''(توبہ کے قبول نہ ہونے کا) خوف وفات تک رہنا چاہئے۔''
اطاعت رسول: فرمان الٰہی ہے:
((قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ)) (سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۳۱)
''اے نبی! فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو! اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔''
رسول اللہ کا مبارک طریقہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک طریقہ یہ تھا کہ آپ ہمیشہ استغفار کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ آپ کا فرمان ہے:
((انہ لیغان علی قلبی فاستغفر اللہ فی الیوم سبعین مرۃ))
''بیشک میرے قلب پر پردہ چھا جاتا ہے تو میں دن میں ستر بار استغفار کرتا ہوں۔''
توبہ کے بعد کی لغزش: شیخ عبداللہ بن سہل علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ حضرت یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے:
''توبہ (نہ کرنے یا توبہ کرنے کے بعد) کی لغزش توبہ سے پہلے کی ستر لغزشوں سے بدتر ہے۔''

آیت کی تفسیر: شیخ ابوعثمان علیہ الرحمۃ آیت کریمہ:

((ان الینا ایابھم))

''پھران کو ہماری طرف ہی پلٹنا ہے۔''(سورۃ الغاشیہ،آیت نمبر:۲۵)

کی تفسیر میں فرمایا کرتے تھے:

''چاہے لوگ اللہ کی مخالفت میں کسی قدر دور کیوں نہ چلے جائیں،انہیں بالآخر اللہ ہی کی جانب پلٹنا ہے۔''

شیخ عیسیٰ وزیر کی توبہ: شیخ ابوبکر الرازی شیخ ابوعمر الانماطی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک بار شیخ علی بن عیسیٰ وزیر علیہ الرحمۃ کی سواری بڑی دھوم دھام سے نکلی۔غیر ملکی لوگ پوچھنے لگے:

''یہ کون ہے؟''

راستہ میں ایک خاتون کھڑی تھی،اس نے کہا:

''تم کب سے پوچھنے لگے کہ یہ کون ہے؟ یہ کون ہے؟ یہ ایک ایسا بندہ ہے جو اللہ کی نگاہ میں گر چکا ہے۔اسی لئے تو اللہ نے اسے اس معصیت میں گرفتار کر رکھا ہے،جسے تم دیکھ رہے ہو۔''

یہ سن کر شیخ علی بن عیسیٰ علیہ الرحمۃ گھر لوٹے،وزارت سے استعفاء دے دیا اور مکہ مکرمہ چلے گئے اور ادھر وہیں رہنے لگے۔

اضافہ از مترجم: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((یاایھا الناس توبوا الی ربکم فانی اتوب الیه فی الیوم مائة مرة))

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو۔بیشک میں بھی اس کے سامنے روزانہ (گناہوں اور خطاؤں سے معصوم ہونے کے باوجود) سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔''

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کلمات سید الاستغفار ہیں:

((اللھم انت ربی لا اله الا انت خلقتنی وانا عبدك وانا علی عھدك و وعدك ما استطعت اعوذ بك من شرما صنعت ، ابو لك بنعمتك علی وابوء لك بذنبی فاغفر لی فانه لا یغفر الذنوب الا انت))

''اے اللہ! تو میرا پروردگار ہے۔تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔تو نے ہی مجھے پیدا فرمایا،میں تیرا ہی بندہ ہوں،تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں،جتنی مجھ میں ہمت ہے۔میں نے جو کیا ہے اس کے شر سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔تیری جو مجھ پر نعمتیں ہیں میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور تیرے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار بھی کرتا ہوں۔تو مجھے بخش دے،کیونکہ تیرے سوا گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص ان کلمات کو صبح ہونے کے بعد ایمان و یقین کے ساتھ پڑھے گا اور اس دن میں فوت ہوگا تو وہ جنتیوں میں سے ہوگا اور جو شخص ان کو شام ہونے کے بعد ایمان و یقین کے ساتھ پڑھے گا اور اس رات میں اس کا انتقال ہوگا تو بھی وہ جنتیوں میں سے ہوگا۔''

حضرت عمرو بن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ان ابلیس قال لربه عزوجل بعزتك وجلالك لا ابرح اغوی بنی آدم مادامت الا رواح فیھم ، فقال له ربه عزوجل فبعزتی و جلالی لا ابرح اغفر لھم ما استغفرونی))

''بیشک شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ مجھے تیرے غلبہ اور جلال کی قسم! میں انسانوں کو اس وقت تک گمراہ کرتا رہوں گا جب تک ان کی روحیں ان کے اجسام میں موجود رہیں گی۔تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے بھی اپنے غلبہ اور جلال کی قسم! میں بھی ان کی بخشش کرتا رہوں

گا جب تک وہ مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے۔“

حضرت بکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”انسانوں کے اعمال آسمانوں پر اٹھا لئے جاتے ہیں۔ جب ایسا کوئی اعمالنامہ اٹھایا جاتا ہے جس میں استغفار بھی شامل ہو تو وہ سفید شکل میں اٹھتا ہے اور جب وہ اعمالنامہ اٹھایا جاتا ہے جس میں استغفار موجود نہ ہو تو وہ سیاہ شکل میں اٹھتا ہے۔“

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”گناہ پر رونا گناہوں کو اس طرح سے جھاڑ دیتا ہے جیسے ہوا خشک پتوں کو (درختوں سے) جھاڑ دیتی ہے۔“

حضرت رقاشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جو شخص اپنے گناہوں پر روتا ہے تو اس کے پاس رہنے والے، اس کی حفاظت کرنے والے اور اس کے اعمال لکھنے والے فرشتے اس کے گناہ کو بھول جاتے ہیں۔“

حضرت معتمر بن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”میں حضرت ابوالحجاج جرجانی کے ہاں ایک دن حاضر ہوا اور ان سے بات کرنا چاہی، مگر انہوں نے مجھ سے بات نہ کی۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ کو کیا حرج ہوگا اگر آپ کے پاس کوئی علم کی بات ہو اور مجھے بتا دیں۔؟ تو انہوں نے مجھے فرمایا:

”تم نے کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔؟“

میں نے کہا:

”جی ہاں۔!“

انہوں نے فرمایا:

”اس کو تیرے اعمالنامہ میں لکھ کر اللہ جل شانہ کے حضور پیش کیا گیا ہے۔؟“

میں نے عرض کیا:

”جی ہاں۔!“

انہوں نے فرمایا:

”کیا تمہیں علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا۔؟“

میں نے عرض کیا:

”مجھے علم نہیں ہے۔“

تو انہوں نے فرمایا:

”پھر یہاں کیوں آرام سے بیٹھے ہو اور کیوں خاموش ہو؟ روتے کیوں نہیں۔؟ جاؤ اپنی زندگی کے تمام دن اپنے نفس پر رونے پر گزار دو حتیٰ کہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیرے گناہ کا کیا حال ہے۔ کیا وہ بخش دیا گیا ہے یا نہیں۔“

اس کے بعد حضرت معتمر رحمۃ اللہ علیہ خوف کے مارے تیس سال تک روتے رہے حتیٰ کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

(مترجم کا کلام ختم ہوا)

فصل نمبر 6:

مجاہدۂ نفس

مجاہدہ کرنے والے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((والذین جاھدوا فینالنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین))

"اور وہ لوگ کہ جنہوں نے ہمارے راستہ میں مجاہدہ کیا یقیناً ہم انہیں ہدایت دیں گے صحیح راستے کی جانب اور بیشک اللہ تعالیٰ محسنین کے ساتھ ہے۔" (سورۃ العنکبوت، آیت نمبر ۶۹)

حضرت ابوسعید خدری کی روایت: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ترین جہاد کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

((کلمۃ عدل عند سلطان جائر))

"کلمہ حق ظالم بادشاہ کے سامنے کہنا۔" (سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر)

یہ حدیث بیان کرتے ہوئے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

مجاہدۂ ظاہر: حضرت استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"جو آدمی اپنے ظاہر کو مجاہدہ کے ساتھ مزین کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو مشاہدہ کے ساتھ حسن عطا فرما دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((والذین جاھدوا فینالنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین))

"اور وہ لوگ کہ جنہوں نے ہمارے راستہ میں مجاہدہ کیا یقیناً ہم انہیں ہدایت دیں گے صحیح راستے کی جانب۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ محسنین کے ساتھ ہے۔" (سورۃ العنکبوت، آیت نمبر ۶۹)

ایک صوفی کے لیے مجاہدہ کی اہمیت: جاننا چاہئے کہ جو آدمی شروع میں مجاہدہ اختیار نہیں کرتا وہ اس (تصوف) سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتا۔

بغیر مجاہدہ کشف حاصل نہیں ہوتا: شیخ ابوعثمان مغربی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"جو آدمی یہ سمجھتا ہے کہ مجاہدہ اختیار کیے بغیر اس کو طریقت حاصل ہو جائے گی یا اس سے کوئی کشف ہوگا تو وہ واضح ترین غلطی پر ہے۔"

مجاہدہ طریقت کا قومہ ہے: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"جس آدمی کو ابتداء میں قومہ (نماز میں رکوع کے بعد کھڑا ہونے کو قومہ کہا جاتا ہے، یہاں مراد مجاہدہ ہے) حاصل نہ ہو اس کے لئے انتہاء میں جلسہ (دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو جلسہ کہا جاتا ہے، یہاں مراد حقیقت طریقت ہے) نہیں ہوتا۔"

حرکت میں برکت: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"کہا جاتا ہے: ((الحرکۃ برکۃ)) "حرکت میں برکت ہے"، اس سے مراد یہ ہے کہ ظاہر کی حرکت (مجاہدہ) اندر کی برکات (قرب الٰہی) کا ذریعہ ہے۔"

شیخ ابایزید بسطامی کا مجاہدہ: حضرت ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''میں نے بارہ برس اپنے نفس کا کوہا ہے۔ میں پانچ برس میں اپنے دل کا آئینہ رہا۔ ایک سال میں ان دونوں کے درمیان دیکھتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ ظاہر میں میری کمر پر زنار (یہودیوں کا کمر بند) ہے تو میں نے بارہ سال اس زنار کو کاٹنے میں لگائے۔ پھر میں نے دیکھا تو میرے باطن میں زنار تھا تو میں نے اسے کاٹنے کیلئے پانچ سال عمل کیا۔ میں سوچتا کہ اسے کس طرح کاٹوں تو مجھے کشف ہوا۔ پس میں نے مخلوق کو ملاحظہ کیا تو وہ مردہ تھی پس میں نے ان پر جنازہ کی چار تکبیریں کہیں۔''

شیخ سری سقطی کا مجاہدہ اور نوجوانوں کو خطاب: شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''اے نوجوانو! میری عمر تک پہنچنے سے پہلے خوب کوشش کرلو۔ پس تم کمزور ہو جاؤ گے اور کوتاہی کرنے لگو گے جس طرح میں کمزور ہو گیا اور مجھ سے کوتاہی ہو جاتی ہے۔''

شیخ نے جب یہ بات ارشاد فرمائی اس وقت بھی کوئی جوان ان جیسی عبادت نہیں کر سکتا تھا۔

تصوف کی تین بنیادیں: شیخ حسن قزار علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''تین اشیاء پر تصوف کی بنیاد ہے۔ پہلی: تو انتہائی بھوک کے بغیر کھانا نہ کھائے۔ دوسری: تو انتہائی نیند کے غلبہ کے بغیر نہ سوئے۔ تیسری: تو انتہائی ضرورت کے بغیر گفتگو نہ کرے۔''

ابتدائی مجاہدہ کی چھ چیزیں: شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''کوئی بھی آدمی اس وقت تک صالحین کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ یہ چھ گھاٹیاں طے نہ کرلے:

((ان یغلق باب النعمة ویفتح باب الشدة))

نعمت کا دروازہ بند کر کے شدت کا دروازہ کھول دے۔

((ان یغلق باب العز و یفتح باب الذل))

کہ وہ بند کرلے عزت کا دروازہ اور کھول لے ذلت کا دروازہ۔

((ان یغلق باب الراحة ویفتح باب الجهد))

کہ وہ بند کرلے راحت کا دروازہ اور کھول لے جہد کا دروازہ۔

((ان یغلق باب النوم ویفتح باب السهر))

کہ وہ بند کرلے نیند کا دروازہ اور کھول لے شب بیداری کا دروازہ۔

((ان یغلق باب الغنی ویفتح باب الفقر))

کہ وہ بند کرلے غنیٰ کا دروازہ اور کھول لے فقر کا دروازہ۔

((ان یغلق باب الامل ویفتح باب الاستعداد للموت))

کہ وہ بند کرلے امید کا دروازہ اور کھول لے موت کی تیاری کا دروازہ۔

اپنے آپ کو صاحب عزت خیال کرنا: شیخ ابو عمرو بن نجید علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

((من كرمت عليه نفسه هان عليه دينه))

''جو اپنے آپ کو عزت والا سمجھنا شروع کردے تو اس کا دین کمزور ہو جاتا ہے۔''

حقیقی صاحب تصوف: شیخ ابوعلی روذباری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"اگر صاحب تصوف پانچ یوم کے بعد بھی یہ کہے کہ میں بھوک سے ہوں تو اسے تجارت کرنے کے لیے، بازار بھیج دو اور کہو کہ جاؤ مال کماؤ (کیونکہ تم حقیقی صاحب تصوف نہیں ہو۔)

نفس کی خواہشات کو کچلنا: جاننا چاہئے کہ مجاہدہ کی اصل اور سرچشمہ یہ ہے کہ آدمی نفس کو ان باتوں کو چھوڑنے پر مجبور کرے جن کا وہ عادی ہو چکا ہے اور عام طور پر اسے خواہشات کے خلاف کاموں کی ترغیب دے۔

نیکی سے روکنے والی دو چیزیں: نفس کو دو چیزیں نیکی کرنے سے باز رکھتی ہیں:

1: الهماك فى الشهوات

"خواہشات پوری کرنے میں محو رہنا۔"

2: امتناع عن الطاعات

"عبادات کو ترک کر دینا۔"

نفس کا علاج:

نفس کو اس وقت تقویٰ کے ذریعے ضرور بالضرور روکنا چاہئے جب وہ خواہش کی سواری پر سوار ہو کر اپنی مرضی کا کام کرنا چاہے۔ نفس جب دین پر عمل کرنے سے روگردانی کرے تو اس کی خواہشات کی مخالفت کرنی چاہئے۔ نفس جب غصہ سے مشتعل ہو جائے تو اس وقت اس کی حالت کی رعایت رکھنا ضروری ہے، کیونکہ غصہ کی حالت میں نفس کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے اچھا نتیجہ حاصل کرنے کی غرض سے ایسے حسن خلق سے پیش آنا چاہیے جو اس کے غلبہ کو توڑ دے اور نرمی کے ساتھ اس کی آگ کو بجھا دے اور جب نفس رعونت (تکبر) کی شراب کو حلال سمجھے اور اس کی خوبیاں بیان کرنے سے نہ رکے اور دیکھنے والوں کے ساتھ مزین ہو کر پیش ہو تو اسے بھی توڑنا ضروری ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے لئے رعونت کو اس طرح حلال قرار دیا جائے جس میں ذلت پائی جائے مثلاً: یہ کہا جائے کہ رعونت ایک حقیر اور ناپسندیدہ چیز ہے۔ عوام اعمال کو بجالانے کی کوشش میں ہوتے ہیں اور خواص احوال کو پاک کرنے کی۔ بھوک اور بیداری کو برداشت کرنا حقیر اخلاق سے پاک ہونے سے آسان ہوتا ہے۔

آفت نفس...... تعریف کا پسندیدہ ہونا: آفات نفس میں سے ایک آفت یہ ہے کہ نفس اپنی تعریف کو بہت پسند کرتا ہے۔ بلاشبہ جو آدمی تعریف کی شراب کا ایک گھونٹ پی لیتا ہے تو گویا اس نے زمین و آسمان کو اپنی ایک پلک پر اٹھا لیا۔ جب نفس کو شراب تعریف میسر نہیں آتی تو وہ نیک اعمال کرنے میں سست ہو جاتا ہے۔

سابقہ نمازیں قضاء کرنا:

ایک صاحب تصوف کئی برس تک مسجد کی پہلی صف میں نماز پڑھتے رہے۔ ایک دن ان کو پہلی صف میں پہنچنے میں رکاوٹ ہوگئی تو انہوں نے آخری صف میں نماز پڑھی۔ اس کے بعد ایک مدت تک وہ دکھائی نہ دیئے۔ اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا:

"میں نے ایک عرصہ پہلی صف میں نماز پڑھی اور میرا خیال تھا کہ میں اللہ کے ہاں مخلص ہوں اور جس دن میں آخری صف میں تھا تو لوگ مجھے دیکھ رہے تھے اور میں شرمندگی محسوس کر رہا تھا۔ پس مجھے معلوم ہو گیا کہ اتنا عرصہ میرا نفس لوگوں کو دکھانے کیلئے تیزی کا مظاہرہ کرتا تھا اور پہلی صف میں جگہ بنا لیتا تھا۔ پس میں نے اپنی سابقہ نمازیں قضا کی ہیں۔"

نفس کا تعریف اور ریاکاری کو پسند کرنا: شیخ ابو محمد مرتعش علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے کہ میں نے بہت سے حج بھوک کی حالت میں کیے۔ بعد میں مجھے علم ہوا کہ میرے حجوں میں میرے نفس کا حصہ تھا، وہ اس طرح کہ ایک دن میری والدہ نے مجھ سے کہا:

"پانی کا ایک گھڑا لے آؤ۔"

یہ چیز مجھے بھاری محسوس ہوئی تو مجھے معلوم ہو گیا کہ حج کرتے ہوئے میرے نفس نے جو میری اطاعت کی ہے اس میں میرے نفس کا پورا پورا حصہ تھا (ریاکاری تھی) کیونکہ اگر میرا نفس فناء ہو چکا ہوتا تو شریعت کا حکم مانتے ہوئے اتنے شدید دشواری محسوس نہ ہوتی۔"

جوانی کی قوت: ایک صاحب تصوف بوڑھی خاتون سے اس کے حال کے متعلق دریافت کیا گیا تو اس نے کہا:

"حالت جوانی میں مجھے اپنے نفس میں خوشی اور کچھ حالات محسوس ہوتے تھے، میں ان کو قوت حال سمجھتی تھی۔ جب میں ادھیڑ عمر ہوئی تو وہ حالت جاتی رہی، مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ جوانی کی قوت تھی جب کہ میں اسے "حالت" سمجھتی تھی۔"

شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ اس خاتون کے متعلق فرماتے ہیں:

"جو صاحب تصوف بھی اس حکایت کو سماعت کرتا اسے اس بوڑھی خاتون پر رحم آتا اور وہ کہتا کہ وہ منصف تھی۔"

صاحب عزت اور صاحب ذلت: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"جس بندے کو اپنے نفس کی ذلت کا علم ہو گیا اللہ کے ہاں اس سے زیادہ کوئی صاحب عزت نہیں۔ جو بندہ اپنے نفس کی ذلت سے بے خبر رہا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے زیادہ کوئی ذلیل نہیں۔"

مشکل حکم پر عمل: شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"مجھے جس چیز (نیک عمل کے ترک کرنے) کا ڈر لاحق ہوتا میں اس پر سواری کرتا (اس پر ضرور عمل کرتا)۔"

حقیقت راحت: شیخ محمد بن فضل علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

((الراحة هو الخلاص من امانی النفس))

"راحت نفس کی خواہشات سے خلاصی کا نام ہے۔"

تین آفات: شیخ ابو علی روذباری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"مخلوق پر تین چیزوں کے سبب آفت وارد ہوتی ہے۔ پہلی: طبیعت کی بیماری۔ دوسری: عادت پر قائم رہنا۔ تیسری: بری صحبت۔"

پوچھا گیا:

"طبیعت کی بیماری سے کیا مراد ہے؟"

فرمایا:

"حرام کھانا۔"

پوچھا گیا:

"عادت پر قائم رہنے سے کیا مراد ہے؟"

فرمایا:

"حرام کی طرف دیکھنا، حرام سے نفع اختیار کرنا اور غیبت۔"

پوچھا گیا:

"بری صحبت سے کیا مراد ہے۔؟"

فرمایا:

"نفس کی اس خواہش کا اتباع کرنا جو خوب اُمڈ کر آئے۔"

نفس جبل ہے: شیخ ابو القاسم ابراہیم بن محمد نصر آبادی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"نفس حقیقت میں تمہارے لیے جیل ہے۔ جب تم اس سے آزاد ہو جاؤ گے تو ابدی آرام وسکون پاؤ گے۔"

شیخ ابوعثمان حیری کا اپنے ارادت مندوں کو حکم:

شیخ ابوالحسین وراق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"شیخ ابوعثمان حیری علیہ الرحمۃ کی مسجد میں ابتدائی طور پر ہمیں سب سے بڑا حکم یہ ہوتا تھا کہ جو کچھ اللہ ہم پر منکشف فرماتا ہے اس کی وجہ سے دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیں، کسی معلوم چیز پر رات نہ گزاریں، جو شخص ہم سے برا سلوک کرے اپنی ذات کے لئے اس سے بدلہ نہ لیں بلکہ ہم معذرت چاہیں اور اس کے لئے تواضع کریں اور جب ہمارے دلوں میں کسی کے بارے میں حقارت پیدا ہو جائے تو ہم اس کی خدمت کے لئے کمر کس لیں اور اس سے احسان کریں حتیٰ کہ یہ حقارت جاتی رہے۔"

نفس کی ظلمتیں: شیخ ابوحفص علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"نفس سب کا سب ظلمات ہے، اس کا چراغ اس کا سرّ (باطن) ہے اور اس چراغ کی روشنی توفیق الٰہی ہے۔ جس آدمی کے باطن میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے سرّ نہ ہو وہ ہمیشہ تاریکی اور ظلمتوں میں رہتا ہے۔"

حقیقت سرّ: میں کہتا ہوں کہ شیخ ابوحفص علیہ الرحمۃ کے قول ہے:

"اس کا چراغ اس کا سرّ ہے۔"

شیخ کی اس سے مراد وہ سرّ (راز) ہے جو اللہ اور بندے کے درمیان ہوتا ہے۔ حقیقت میں وہ اخلاص ہے۔ بندہ اس کے سبب جان سکتا ہے کہ حادثات اللہ کی جانب سے ہیں نہ کہ اس کے نفس کی جانب سے اور نہ ہی اس کے نفس کے لیے، تاکہ بندہ ہمیشہ اپنی طاقت اور قوت سے بیزار رہے۔ پھر توفیق الٰہی کے ذریعے اپنے نفس کے شر سے بچے، کیونکہ جس آدمی کو اللہ تعالیٰ کی توفیق حاصل نہیں ہوتی اسے اپنی ذات اور اپنے رب کے بارے میں علم نافع حاصل نہیں ہوتا۔ اہل تصوف کے شیوخ کا فرمان ہے:

((من لم یکن له سر فهو مصر))

"جس کے پاس سرّ نہیں وہ لغزشوں پر اصرار کرنے والا ہے۔"

نفس کی اچھائیاں اور برائیاں: شیخ ابوعثمان علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"جو آدمی اپنے نفس کو نیک سمجھتا ہے وہ اپنے نفس کے عیوب کو ملاحظہ نہیں کر سکتا۔ نفس کے عیوب کو وہی ملاحظہ کر سکتا ہے جو تمام حالات میں اپنے نفس کو قصوروار ٹھہراتا ہے۔"

معصیت اور کفر: شیخ ابوحفص علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"جو آدمی اپنے عیوب کو نہیں پہچانتا وہ بہت جلد ہلاک ہو جاتا ہے کیونکہ معصیت کفر کے ڈاکیے ہیں۔"

افعال نفس: شیخ ابوسلیمان علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"میں اپنے نفس کے افعال کو نیکیاں خیال نہیں کرتا کہ ان پر ثواب کا طلب گار بنوں۔"

تین قسم کے لوگوں سے بچو: شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"مالداروں کے ہمسائیوں، بازار کے قاری (بازار میں قرآن پڑھنے والے) اور حکام کے پاس بیٹھنے والے علماء سے بچو۔"

آفات دنیا و آخرت کی چھ وجوہات: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ مخلوق ان چھ چیزوں کی وجہ سے آفت (خسارے) کا شکار ہوتی ہے:

((ضعف النیه بعمل الاخرة))

"آخرت کے لیے عمل کرنے کے بارے میں نیت کی کمزوری کی وجہ سے۔"

((صارت ابدانهم رهينة لشهواتهم))

"جب بندوں کے اجسام خواہشات کے رہین منت ہوں تب۔"

((غلبهم طول الامل مع قرب الاجل))

"بڑی بڑی امیدوں کے غلبہ کی وجہ سے جبکہ معلوم ہے کہ موت قریب ہے۔"

((اثروا رضا المخلوقين على رضا الخالق))

"جب بندے مخلوق کی رضا کو خالق کی رضا پر ترجیح دیدیں تب۔"

((اتبعوا اهواء هم ونبذوا سنة نبيهم وراء ظهور هم))

"جب بندے اپنی خواہشات کی اتباع کریں اور اپنے نبی کی سنت کو پس پشت پھینک دیں۔"

((جعلوا قليل زلات السلف حجة لا نفسهم ودفنوا كثير منا قبهم))

"جب لوگ اپنے اسلاف کی معمولی لغزش کو اپنے لیے دلیل بنالیں اور ان کے بے شمار اچھے کاموں کو دفن کردیں۔"

اضافہ از مترجم: نفس غلط خواہشات میں گھرا ہوا ہوتا ہے اگر اس کو ان سے نہ روکا جائے تو یہ اپنی خواہش کو پورا کرنے میں مصروف ہوجاتا ہے اور غلط آراء، جھوٹی طمع اور عجیب آرزوؤں میں گھر جاتا ہے، خصوصاً جب جوانی ہو۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((الكيس من دان نفسه و عمل لما بعد الموت ، والعجز من اتبع نفسه هو اهاو تمنى على الله))

"سمجھدار شخص وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کیلئے عمل کرے اور عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہش کی تکمیل میں لگا رہے اور اللہ تعالیٰ (سے جھوٹی) امیدیں قائم کرے۔"

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ پر پتھر رکھ لیا اور ارشاد فرمایا:

((الا رب نفس طامعه في الدنيا جائعة عاريه يوم القيامه ، الا رب مكرم النفسه وجولها مهين ، الارب مهين لنفسه وهو لها مكرم ، الا يارب متخوض متنعم فيما افاء الله على رسوله ماله عند الله من خلاق، الا وان عمل الجنه حزنه بربوة، الا وان عمل النار سهله بسهوة، الايارب شهوة ساعة اور ثت خزناً طويلاً))

"سن لو! دنیا میں بہت سے سیر ہو کر کھانے والے قیامت کے دن بھوکے ننگے ہوں گے۔ سن لو! بہت سے لوگ اپنے نفس کی قدر کرنے والے ہیں جن کو یہ (قیامت کے دن) رسوا کرے گا۔ سن لو! بہت سے لوگ اپنے نفس کو ذلیل کرنے والے ہیں جن کی یہ (قیامت کے دن) عزت بڑھانے والا ہے۔ سن لو! بہت سے لوگ اللہ اور اس کے رسول کی عطا کردہ نعمتوں میں مشغول ہیں ان کیلئے (قیامت میں) اللہ کے پاس کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ سن لو! جنت کا عمل اونچے سخت پہاڑ پر چڑھنے (کی طرح مشکل) ہے۔ سن لو! دوزخ کا عمل ہموار زمین پر آسانی سے کود جانے کی طرح ہے۔ خبردار! ایک گھڑی کی شہوت طویل زمانہ تک غمگین (اور عذاب میں مبتلا) کر دینے والی ہے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ليس الشديد من غلب الناس ولكن الشديد من غلب نفسه))

''وہ آدمی پہلوان نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان تو وہ ہے جو اپنے نفس پر غالب آ جائے۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس آئے تو مجاہدین سے فرمایا:

((قدمتم خير مقدم و قدمتم من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر))

''تمہارا آنا مبارک ہے۔ اتم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف آئے۔!''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

((وما الجهاد الاكبر يا رسول الله))

''یارسول اللہ! بڑا جہاد کونسا ہے۔؟''

ارشاد فرمایا:

((مجاهدة العبد هواه))

''انسان کا اپنی خواہشات نفسانی سے جہاد کرنا (جہاد اعظم ہے)۔''

مجاہدۂ نفس بڑا جہاد اس لیے ہے کہ نفس محبوب چیز ہے، یہ جس چیز کی رغبت کرے وہ بھی محبوب ہوتی ہے، یہ اسی کی دعوت دیتا ہے جس کی خواہش کرتا ہے، اس طرح سے نفس کی مخالفت مکروہ کام میں بھی محبوب ہوتی ہے اور جب یہ کسی محبوب چیز کی طرف بلائے تو پھر محبوب کیوں نہ ہوگی۔؟ جب حالت اس کے مخالف ہو کہ محبوب نفس کسی چیز کو پسند کر رہا ہو اور آدمی اس کی مخالفت کر رہا ہو تو یہ مشکل اور بڑا جہاد کیوں نہ ہوگا، بخلاف کفار کے ساتھ جہاد کرنے کے؟ کیونکہ طبیعتیں دشمنوں سے برسر پیکار ہونے پر تیار ہو جاتی ہیں لیکن نفس سے برسر پیکار ہونے پر تیار نہیں ہوتیں۔

ارشاد الٰہی ہے:

((وجاهدوا في الله حق جهاده))

''تم اللہ کی راہ میں ایسے جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔'' (القرآن المجید، سورۃ الحج، آیت نمبر 88)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں حضرت امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس جہاد سے مراد نفس اور خواہش سے مقابلہ کا جہاد ہے۔''

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''تم اپنے آپ کا محاسبہ کیا کرو پہلے اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے اور اپنے نفسوں کا وزن کیا کرو پہلے اس کے کہ تمہارا (قیامت کے دن) وزن کیا جائے، کیونکہ آج کا حساب کر لینا آسان ہے قیامت کے دن حساب دینے سے اور خود کو بڑی پیشی کیلئے سنوار لو۔ جس دن تم پیش کئے جاؤ گے تمہاری کوئی غلطی تم سے پوشیدہ نہیں رہے گی۔''

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''مومنین کی جماعت ایسی ہے جس کو قرآن مجید نے قابو کر رکھا ہے۔ قرآن مجید مومنوں اور ان کی ہلاکت کے درمیان حائل ہے۔ بلاشبہ مومن دنیا میں قیدی ہے۔ جو اپنی گردن کو (دوزخ سے) آزاد کرانے کی کوشش میں ہے وہ کسی چیز سے بے خطر نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ اس کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہو جائے۔ وہ تو (دنیا میں) یہی جانتا ہے کہ اس کی سماعت، بصارت، زبان اور اعضاء سے حساب ہوگا (اسی لئے وہ ان کو گناہوں سے محفوظ رکھنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے)۔''

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''آدمی اس وقت تک متقی نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے نفس کا اس طرح سے حساب نہ کرے جس طرح سے کوئی اپنے شریک سے حساب کرتا ہے۔''

سلمہ بن منصور کا ایک غلام حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ حضرت ابن قیس رضی اللہ عنہ کی اکثر رات عبادت ودعا میں بسر ہوتی تھی۔ وہ ایک چراغ کے پاس آتے، اپنی انگلی اس پر رکھ دیتے اور فرماتے:

''حس''

پھر فرماتے:

''اے حنیف! تمہیں کس نے ابھارا تھا کہ تو نے فلاں دن یہ جرم کیا؟ تمہیں کس نے ابھارا تھا کہ تم نے فلاں دن یہ جرم کیا۔؟''

حضرت وہیب بن الورد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت کعبہ کا طواف کر رہی تھی اور یہ کہہ رہی تھی:

''اے پروردگار! ساری لذتیں رخصت ہوگئیں اب تو مشقت ہی مشقت رہ گئی۔ اے پروردگار! تیری ذات پاک ہے اور تو سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے۔ اے پروردگار! آگ کی سزا کے مالک!''

اس عورت کی ساتھی عورت نے کہا:

''اے بہن! تو آج اپنے پروردگار کے گھر میں داخل ہوئی ہے اور ایسی مایوسی کی بات کیوں کرتی ہے۔؟''

اس نے اپنے قدموں کی طرف اشارہ کر کے کہا:

''اللہ کی قسم! میں ان قدموں کو اپنے پروردگار عزوجل کے گھر کے گرد طواف کی اہل ہی نہیں سمجھتی۔ میں ان کو اس کا اہل کیسے سمجھ لوں کہ اپنے پروردگار کے گھر میں ان کے ساتھ طواف کروں حالانکہ مجھے پتہ ہے کہ یہ کہاں کہاں چلے ہیں اور کیوں چلے ہیں۔''

صحابی رسول حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ ایک رات ایسے سوئے کہ تہجد کیلئے نہ جاگ سکے پھر وہ ایک سال تک اپنے نفس کو سزا دینے کیلئے رات کو جاگتے رہے۔

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص طویل زمانہ تک عبادت میں مصروف رہا، پھر اس کو ایک ضرورت پیش آئی تو اس نے ہفتہ کے دن کے ستر روزے رکھے، ہر ہفتہ کے دن میں گیارہ کھجور کھاتا تھا اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرتا تھا لیکن اس کی حاجت پوری نہ کی گئی۔ اس نے اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

''یہ خواہش تیری طرف سے ظاہر ہوئی تھی اگر تجھ میں کوئی خیر ہوتی تو تیری یہ ضرورت پوری ہوتی۔''

چنانچہ اسی وقت اس کے پاس ایک فرشتہ ظاہر ہوا اور کہنے لگا:

''اے انسان! تیرا یہ محاسبہ نفس والا ایک لمحہ تیری اس ساری عبادت سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ نے تیری یہ ضرورت بھی پوری کر دی ہے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

''سب سے بہتر اعمال وہ ہیں جن کے عمل کرنے پر نفس کو مجبور کیا جائے۔''

علی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک عورت دیکھی جو دنیا کی عورتوں جیسی نہیں تھی۔ میں نے پوچھا:

''تم کون ہو۔؟''

اس نے کہا:

"جنت کی حور ہوں۔"
میں نے کہا:
"تم میرے ساتھ شادی کرو گی۔؟"
اس نے کہا:
"ہاں! میرے آقا! اللہ تعالیٰ کو میرے ساتھ نکاح کا پیغام دو۔"
میں نے پوچھا:
"تمہارا مہر کیا ہے۔؟"
اس نے کہا:
"تمہارا اپنے نفس کو مرغوبات سے باز رکھنا۔"
حضرت ابو محمد جریری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
"جس پر اس کا نفس حاوی ہو جائے وہ شہوات کا اسیر ہو جاتا ہے، خواہشات نفس کی جیل میں قید ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے دل پر فوائد کے نزول کو حرام کر دیتا ہے۔ اس طرح سے وہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے نہ لذت پا سکتا ہے نہ اس پر عمل کر سکتا ہے، اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا کثرت سے ذکر کرتا ہو۔"
ہیثم بن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ (عبدالملک بن مروان بادشاہ کی بیٹی فاطمہ) کی ایک نہایت حسین و جمیل لونڈی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفۃ المسلمین بننے سے پہلے اس کو بہت پسند کرتے تھے۔ آپ نے اس کو اپنی اہلیہ سے طلب کیا اور اس کی حرص کی تو اہلیہ محترمہ نے اس کا انکار کر دیا اور غیرت کھائی۔ یہ لونڈی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں گھر کیے رہی، جب آپ مسند نشین خلافت ہوئے تو فاطمہ نے لونڈی کو سنورنے کا حکم کیا تو اس نے بناؤ سنگھار کیا اور اس کے حسن و جمال کا سورج طلوع ہونے لگا۔ پھر فاطمہ اس لونڈی کو لے کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا:
"اے امیر المومنین! آپ میری فلاں لونڈی کو پسند کرتے تھے اور مانگتے تھے اور میں انکار کرتی تھی۔ آج میرے دل نے اس کو منظور کر لیا ہے۔ یہ رہی وہ لونڈی۔ میں اس کو آپ کے حوالے کرتی ہوں۔"
جب فاطمہ نے یہ کہا تو آپ کے چہرہ سے خوشی جھلکنے لگی، پھر فرمایا:
"اسے میرے پاس بھیج دو۔"
جب وہ حاضر ہوئی اور آپ نے اس کی طرف نظر اٹھائی تو شیفتگی کی حد نہ رہی۔ پھر اس سے فرمایا:
"اپنے کپڑے اتار دو۔"
جب وہ اتارنے لگی تو آپ نے فرمایا:
"رک جا اور بیٹھ کر مجھے یہ بتا کہ تو کس کی ملکیت میں تھی اور فاطمہ کے پاس کیسے آئی۔؟"
لونڈی نے کہا:
"حجاج بن یوسف نے اپنے مالیات کا کام کرنے والے ایک شخص کو مقروض کر دیا۔ یہ شخص کوفہ کا مالدار تھا۔ حجاج نے اپنے مال کے بدلے اس آدمی سے مجھے، ایک غلام اور کچھ مال وصول کر کے معاملہ صاف کیا۔ حجاج نے مجھے (خلیفہ وقت) عبدالملک بن مروان کے

پاس بھیج دیا۔اس وقت میں بچی تھی اور عبدالملک نے مجھے اپنی بیٹی فاطمہ کو ہدیہ کر دیا۔"

آپ نے پوچھا:

"اس مقروض شخص کا کیا بنا۔؟"

لونڈی نے کہا:

"وہ فوت ہو چکا ہے۔"

آپ نے فرمایا:

"اس کی کوئی اولاد بھی ہے۔؟"

کہنے لگی:

"جی ہاں!"

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"ان کا کیا حال ہے۔؟"

لونڈی کہنے لگی:

"بہت برا حال ہے۔"

آپ نے فرمایا:

"تو اپنے کپڑے پہنے رکھ۔"

پھر آپ نے اپنے ایک ذمہ دار افسر عبدالحمید کو حکم نامہ لکھا کہ فلاں بن فلاں شخص کو محط کے ذریعے میرے پاس بلاؤ۔ جب وہ حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"حجاج نے تمہارے والد کو جتنا مقروض کیا مجھے بتلاؤ۔؟"

اس نے سب کا سب بیان کیا۔ پھر آپ نے اس لونڈی کو اس لڑکے کے سپرد کیا اور فرمایا:

"تم اس سے صحبت نہ کرنا ہو سکتا ہے تیرے والد نے اس سے صحبت کی ہو۔"

لڑکے نے کہا:

"اے امیر المومنین! یہ آپ کی خدمت میں میں ہدیہ پیش کرتا ہوں۔"

آپ نے فرمایا:

"مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

اس نے کہا:

"چلو! آپ اس کو مجھ سے خرید لیں۔"

آپ نے فرمایا:

"اگر میں نے ایسا کر لیا تو ان حضرات میں سے نہیں ہو سکوں گا جنہوں نے اپنی خواہش نفس پر قابو پایا۔"

جب وہ جوان لونڈی کو لے کر جانے لگا تو لونڈی نے کہا:

"اے امیر المومنین! آپ کی وہ محبت کہاں گئی جس کی وجہ سے مجھے اپنی بیوی سے بطور ہدیہ کے مانگا کرتے تھے۔؟"

آپ نے فرمایا:

''وہ تو ابھی تک موجود ہے بلکہ بڑھ گئی ہے۔''

چنانچہ وہ لونڈی آپ کے نفس میں رہی حتیٰ کہ آپ وفات پا گئے، لیکن آپ نے خواہش نفس کو قابو کیے رکھا۔

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس قبر میں سوال و جواب کرنے والے فرشتے منکر نکیر آئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے دونوں پلوؤں سے پکڑ کر خود پوچھا:

''تم بتاؤ تمہارا رب کون ہے۔؟''

اگر انہوں نے خواہشات کو نہ دبایا ہوتا تو منکر نکیر سے اتنی بے باکی کا اظہار نہ کر پاتے۔

خلیفہ ابو جعفر منصور جب مکہ شریف کو روانہ ہوا تو اس نے کچھ ملازم روانہ کئے اور حکم دیا کہ تم سفیان ثوری کو جہاں دیکھو وہی سولی پر چڑھا دو۔ چنانچہ ملازم آگے بڑھے، سولی چڑھانے کیلئے لکڑیاں گاڑ دیں اور حضرت سفیان ثوری کو آواز لگائی گئی۔

اس وقت حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا سر مبارک حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی گود میں اور پاؤں حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کی گود میں تھے۔ ان حضرات نے آپ سے کہا:

''اے ابو عبداللہ! اللہ سے ڈرو! ہم پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دو۔ اپنی حفاظت کر لو اور کہیں روپوش ہو جاؤ۔''

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کعبۃ اللہ کے پردوں کو پکڑ کر عرض کیا:

''اے اللہ! اگر ابو جعفر مکہ میں داخل ہو جائے تو میں اس سے بری ہوں۔''

چنانچہ یہ ظالم مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے فوت ہو گیا۔ جب حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے کچھ نہ فرمایا۔

اے معزز بھائی! خواہش نفس کی مخالفت کا اثر دیکھ۔ جب اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے قسم اٹھائی تو اس کی عظمت کا اظہار کس طرح سے ہوا اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار کی عظمت اور نافرمان کی ذلت میں فرق کر کے دیکھ۔

ایک حکیم کہتا ہے کہ تقویٰ کا ظاہر دنیا کا شرف ہے اور اسکا باطن آخرت کا شرف ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 7:

خلوت اور گوشہ نشینی

اعلیٰ ترین انسان: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"جمیع انسانوں میں سے اعلیٰ حیات کا مالک وہ آدمی ہے جو جہاد فی سبیل اللہ میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے رکھے۔ جونہی اسے کوئی کھنکھناہٹ یا آہٹ سنائی دے تو وہ اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو جائے اور ان جگہوں میں جائے جہاں موت یا قتل کا خدشہ ہو۔ یا پھر بہترین آدمی وہ ہے جو اپنی چند بکریاں لئے کسی پہاڑ کی چوٹی پر رہتا ہو یا کسی وادی میں رہتا ہو اور وہاں نماز ادا کرتا ہو، زکوۃ دیتا ہو اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت کرتا رہے، وہ دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں نیکی ہی نیکی میں ہے۔" (صحیح مسلم:۱۸۸۹) (سنن ابن ماجہ:۳۹۷۷)

شیخ استاذ ابو علی دقاق کا فرمان: شیخ استاد ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
"خلوت اہل صفاء کی صفات میں سے ہے اور گوشہ نشینی وصال وقرب الٰہی کی نشانی ہے۔ ارادت مند کے لئے ابتداء لوگوں سے علیحدگی ضروری ہے، پھر بعد میں کامل خلوت ضروری ہے، تا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس حاصل ہو۔"

شیخ کی مراد: شیخ کے اس قول سے یہ معنی اخذ ہوتے ہیں کہ جب کوئی آدمی گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے تو اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک خاص جگہ پر رہے اور لوگ اس کے شر سے بچیں۔ صاحب تصوف کا گوشہ نشینی سے یہ مقصود نہ ہو کہ وہ خود لوگوں کے شر سے بچا رہے، کیونکہ پہلی صورت میں یہ نتیجہ نکلے گا کہ وہ لوگوں پر فوقیت رکھتا ہے، اور جس نے اپنے نفس کو حقیر جانا وہ آدمی صاحب تواضع ہے اور جس نے اپنے آپ کو کسی شخص پر فائق سمجھا وہ آدمی متکبر ہے۔

لوگوں کو محفوظ رکھنے کے لیے خلوت: ایک آدمی نے کسی راہب کو دیکھا تو سوال کیا:
"کیا آپ راہب ہیں؟"
راہب نے جواباً کہا:
"ہرگز نہیں! میں تو کتے کا پاسبان ہوں۔ میرا نفس کتا ہے جو لوگوں کو کاٹتا ہے، لہٰذا میں نے اسے لوگوں میں سے نکال لیا ہے تا کہ لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں۔"

اپنے شر سے لوگوں کو بچانے کے لیے: ایک آدمی کسی صاحب تصوف کے قریب سے گزرا تو صاحب تصوف نے اپنے کپڑوں کو سمیٹ لیا۔ اس آدمی نے یہ دیکھا تو کہا:
"میرے کپڑے ناپاک تو نہیں ہیں کہ آپ نے اپنے کپڑے سمیٹ لیے۔"
صاحب تصوف نے کہا:
"آپ کو وہم ہوا ہے میرے تو اپنے کپڑے ناپاک ہیں۔ اپنے کپڑوں کو سمیٹنے کی وجہ یہی تھی کہ آپ کے کپڑے ناپاک نہ ہو جائیں، میں نے اس لئے کپڑے ہرگز نہیں سمیٹے تھے کہ میرے کپڑے پلید نہ ہو جائیں۔"

عقائد وارکان: خلوت کے یہ دو آداب ہیں:

1: بندہ اس قدر علوم کی تحصیل کرے کہ جس سے وہ اپنے عقیدہ توحید کو درست کر سکے، تا کہ ابلیس وساوس کے ذریعے اسے بے راہ

نہ کر سکے۔

2: بندہ اس قدر علوم شرعیہ کی تحصیل کرے کہ جن سے وہ اپنے فرائض ادا کر سکے، تا کہ اس طرح اس کے تصوف کی بنیادیں مضبوط وقوی ہو سکیں۔

خلوت کی غرض وغایت...... باطن سے دوری: خلوت اور گوشہ نشینی درحقیقت بری خصلتوں سے کنارہ کشی کا نام ہے، لہٰذا گوشہ نشینی کی غرض وغایت اپنی صفات کو تبدیل کرنا ہے، اس سے مراد اپنے باطن سے دوری ہرگز نہیں۔

صاحب معرفت: چنانچہ ایک مرتبہ کسی سے پوچھا گیا:

''صاحب معرفت کون ہے؟''

جواب ملا:

''کائنْ بائنْ''

''ملا ہوا لیکن یکسر الگ۔''

مراد یہ ہے کہ صاحب معرفت وہ ہے جو مخلوق کے ساتھ رہے، مگر اپنے باطن کے اعتبار سے اس سے الگ تھلگ ہو۔

کھانا اور لباس: شیخ استاد ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''تم بھی وہی لباس پہنو جو لوگ پہنتے ہیں اور وہی کھاؤ جو کچھ وہ کھاتے ہیں، مگر اپنے باطن کے اعتبار سے ان سے الگ تھلگ رہو۔''

اپنے نفس سے ایک قدم آگے بھرنا: شیخ استاد ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی میرے پاس آیا اور کہنے لگا:

''میں بہت دور سے آیا ہوں۔''

میں نے کہا:

''تصوف کا دارومدار مسافت طے کرنے پر نہیں اور نہ تکلیف برداشت کرنے پر ہے۔ اپنے نفس سے صرف ایک قدم بھر الگ ہو جاؤ تمہیں تمہارا مقصود حاصل ہو جائے گا۔''

قرب الٰہی کا ذریعہ...... نفس سے دوری: شیخ ابا یزید علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت سے نوازا گیا تو میں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا:

''یا اللہ! میں تجھے کیسے پاؤں؟''

فرمایا:

''اپنے نفس سے جدا ہو کر چلے آؤ۔''

صاحب خلوت اور چند احکامات: شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابو عثمان مغربی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''صحبت عوام وخواص چھوڑ کر خلوت اختیار کرنے والے کو چاہئے کہ وہ اپنے رب کے ذکر کے علاوہ تمام چیزوں کے ذکر سے علیحدگی اختیار کرے اور رضائے الٰہی کے علاوہ ہر قسم کے ارادوں سے علیحدگی اختیار کرے۔ ہر اس چیز سے علیحدگی اختیار کرے نفس جس کا مطالبہ کرتا ہے۔ اگر صاحب خلوت میں یہ صفات نہ پائی جائیں تو اس کی خلوت اسے آزمائش اور مصیبت میں ڈال دے گی۔''

خلوت کی تنہائی کا سکون: بعض اہل تصوف کا کہنا ہے:

''خلوت کی تنہائی میں تمام اسباب سکون سے زیادہ سکون میسر آتا ہے۔''

نفس کے لیے خلوت یا اللہ کے لیے: شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''غور سے محسوس کیا کرو کہ کیا تمہیں خلوت کے ساتھ انس ہے یا خلوت میں اللہ کے ساتھ انس ہے۔ اگر تمہیں خلوت کے ساتھ انس ہے تو تب تم خلوت کو ترک کر دو گے تو تمہارا انس جاتا رہے گا اور اگر تمہیں خلوت میں اللہ کے ساتھ انس ہو گا تو خواہ صحرا ہو یا جنگل تمہارے لئے تمام جگہیں برابر ہوں گی۔''

خلوت دنیا اور آخرت کی بھلائی کا سبب: شیخ محمد بن حامد کہتے ہیں کہ ایک آدمی شیخ ابوبکر وراق علیہ الرحمۃ کی زیارت کے لیے آیا۔ جب شیخ سے ملاقات کر کے پلٹنے لگا تو عرض کیا:

''مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔!''

شیخ ابوبکر وراق علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''میں نے خلوت اور قلت سے ہی دنیا اور آخرت کی بھلائی حاصل کی ہے۔ کثیر لوگوں میں بیٹھنے اور لوگوں سے میل جول رکھنے میں ہی دنیا اور آخرت کا خسارہ ہے۔''

خلوت نام کس کا ہے: شیخ منصور بن عبد اللہ علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ جریری علیہ الرحمۃ سے خلوت و گوشہ نشینی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

''لوگوں کے ہجوم میں داخل ہو کر اپنے باطن کو لوگوں کی مزاحمت سے محفوظ رکھنے، اپنے نفس کو گناہوں سے علیحدہ رکھنے اور باطن کا تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم کرنے کا نام خلوت ہے۔''

خلوت سے محبت: بعض اہل تصوف کا کہنا ہے:

''جس نے خلوت کو محبوب رکھا اس نے اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھا۔''

خلوت کب درست ہو گی: شیخ سہل علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''گوشہ نشینی تب درست ہو سکتی ہے جب کہ روزی حلال ہو۔ یاد رکھو کہ حقوق اللہ (فرائض) ادا کئے بغیر کوئی آدمی حلال روزی نہیں کھا سکتا۔ (یعنی فرائض ادا نہ کرنے والے کی روزی چہ جائیکہ حلال طریقے سے ہو لیکن پھر بھی حلال نہیں)''

گوشہ نشینی، بھوک اور مناجات: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''گوشہ نشینی تمہاری رفیقہ، بھوک تمہارا کھانا اور مناجات تمہاری گفتگو ہونی چاہئے۔ اس طرح یا تو موت کا شکار ہو جائے گا یا اللہ کا قرب حاصل کر لے گا۔''

خلوت اور قرب الٰہی: شیخ ذوالنون علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''خلوت میں مخلوق سے چھپنے والا اس آدمی کے ہرگز برابر نہیں ہو سکتا جو اللہ کے ساتھ ہو کر مخلوق سے چھپا رہا۔''

خلوت کی مصیبت: شیخ جعفر بن نصیر سے منقول ہے کہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''خلوت کی مصیبت برداشت کر لینا لوگوں سے میل جول اور مدارات کرنے سے زیادہ آسان ہے۔''

خلوت کا ایک بڑا فائدہ: شیخ مکحول کا فرمان ہے:

''اگر لوگوں سے میل جول رکھنے میں کوئی بھلائی ہے تو خلوت میں شر سے سلامتی ہے۔''

صدیقین کا شیوہ: شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''خلوت صدیقین کی ہم نشین ہے۔''

افلاس: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ شبلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''لوگو! افلاس سے بچو!''

پوچھا گیا:

''افلاس کی کیا علامت ہے؟'

شیخ شبلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''لوگوں سے انس افلاس کی علامت ہے۔''

میل جول رکھنے کے نقصانات: شیخ یحییٰ بن ابی کثیر علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جو لوگوں سے میل جول رکھے گا وہ ان سے مدارات کرے گا اور جو مدارات کرے گا وہ ریا کاری کرے گا۔''

قرب الٰہی میں وحشت کیسی: شیخ سعید بن حرب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں کوفہ میں شیخ مالک بن مسعود علیہ الرحمۃ سے ملا۔ وہ اپنے گھر میں اکیلے تھے۔ میں نے عرض کیا:

''کیا آپ خلوت وتنہائی میں وحشت محسوس نہیں کرتے؟''

فرمایا:

''میں نہیں سمجھتا کہ کوئی آدمی اللہ کے قرب میں وحشت محسوس کرتا ہو۔''

زمانہ وحشت: شیخ ابوعمرو انماطی سے منقول ہے کہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''جو آدمی اپنے دین کو سلامت رکھنا چاہے اور اپنے بدن اور دل کو راحت دینا چاہے وہ خلوت وگوشہ نشینی لازم کرلے، کیونکہ یہ وحشت کا زمانہ ہے اور عقلمند وہی ہے جو اس زمانہ میں تنہائی اختیار کرلیتا ہے۔''

خلوت قوی الایمان لوگوں کے بس کی بات ہے: شیخ ابوبکر رازی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابویعقوب سوسی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''خلوت کی طاقت صرف قوی لوگوں کو حاصل ہے اور ہم جیسے لوگوں کے لئے تو لوگوں سے مل جل کر رہنا ہی مفید ہے، کیونکہ ہم ایک دوسرے کو دیکھ کر عمل کرتے ہیں۔''

لوگوں کی مجالس کو ترک کرنا: شیخ ابوالعباس الدامغانی علیہ الرحمۃ کو شیخ شبلی علیہ الرحمۃ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''خلوت لازم کرلو اور اپنا نام لوگوں کی مجالس سے مٹادو اور دیوار کی طرف منہ کئے رکھو یہاں تک کہ تم موت کی آغوش میں چلے جاؤ۔''

اللہ کے ساتھ اُنس: ایک آدمی شیخ شعیب بن حرب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ نے اس سے پوچھا:

''کیسے آئے؟''

اس نے عرض کیا:

''آپ کی صحبت میں رہنے کی غرض سے آیا ہوں۔''

شیخ شعیب علیہ الرحمۃ نے جواباً فرمایا:

''اے بھائی! عبادت شرکت نہیں چاہتی، جسے اللہ کے ساتھ انس حاصل ہوا سے کسی اور کے ساتھ انس حاصل نہیں ہوسکتا۔''

توکل: منقول ہے کہ ایک صوفی سے پوچھا گیا:

''آپ کو سیاحت کے دوران کون سی عجیب ترین چیز ملی؟''

انہوں نے جواباً کہا:
"مجھے حضرت خضر ملے اور انہوں نے میری صحبت میں رہنے کی مجھ سے درخواست کی۔ ان سے مجھے یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں یہ میرے توکل کو خراب نہ کر دیں۔"
قرآن مجید کے ساتھ اُنس: کسی صوفی سے پوچھا گیا:
"کیا آپ کو یہاں کسی سے انس ہے؟"
انہوں نے اپنا ہاتھ قرآن مجید کی طرف بڑھاتے ہوئے اور اسے اپنی گود میں رکھ کر کہا:
"مجھے اس سے انس ہے۔"
یہ شعر اسی مفہوم کو واضح کرتا ہے:

وکتبك حولي لاتفارق مضجعي
وفيها شفاء للذي انا كاتم

"تمہارے خط میرے اردگرد میرے بستر پر پڑے رہتے ہیں اور ان سے مجھے شفا ملتی ہے اس بیماری (عشق) سے جسے میں نے چھپایا ہوا ہے۔"
نفس سے علیحدگی کی طاقت: ایک آدمی نے شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ سے پوچھا:
"میرے لئے خلوت کو لازم پکڑنا کب درست ہوگا؟"
شیخ نے فرمایا:
"جب تجھے اپنے نفس سے علیحدگی کی طاقت حاصل ہو جائے گی۔"
قلب کا علاج: شیخ ابن المبارک علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:
"قلب کا کیا علاج ہے؟"
فرمایا:
"لوگوں سے میل جول کم رکھنا۔"
خلوت سے انس...... عطائے الٰہی: اہل تصوف کے ہاں مشہور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو گناہ کی ذلت سے نکال کر اطاعت کی عزت سے سرفراز کرنا چاہتا ہے تو اسے خلوت و گوشہ نشینی سے انس عطا فرما دیتا ہے اور قناعت کے ساتھ مستغنی کر دیتا ہے اور اسے اس کے نفس کے عیوب دکھا دیتا ہے۔ جس آدمی کو بھی یہ چیزیں میسر ہو گئیں اسے دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل ہو گئی۔
اضافہ از مترجم: یہاں خلوت و گوشہ نشینی سے مراد ترک دنیا اور رہبانیت ہرگز نہیں ہے، بلکہ صوفیاء کرام علیہم الرحمۃ کے نزدیک خلوت سے مراد لوگوں سے زیادہ میل جول ترک کرنا ہے، یہ مراد نہیں ہے کہ شادی نہ کی جائے اور حقوق العباد کی ادائیگی نہ کی جائے اور الگ ایک کمرے میں بیٹھے رہیں۔ خلوت نشین صوفیاء شادی بھی کرتے تھے اور رشتہ داروں اور اہل محلہ کے حقوق کی ادائیگی بھی کرتے تھے۔ قرآن و سنت کے مطابق معاملات کی ادائیگی کرنا اور افراط و تفریط سے بچنا خلوت ہے۔
درج ذیل میں خلوت اور رہبانیت میں فرق واضح کیا جاتا ہے۔
"رہبانیت" کیلئے عربی زبان میں "رہبانیۃ" یا "الرھبانیۃ" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ "رھبانیۃ" کا مادہ "رہب" (باب سمع۔یسمع) ہے۔ جس کے معانی ہیں: ڈرنا اور خوف کھانا۔ اس سے لفظ "ترھب" اختراع کیا گیا ہے جس کے معانی ہیں: راہب

ہونا' عبادت کرنا۔
''الراہب'' اس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں سے کنارہ کش ہو کر گرجا یا خانقاہ وغیرہ میں عزلت نشین ہو جائے یعنی تارک الدنیا شخص۔
عیسائیوں کے ہاں ایسے اشخاص کو جو علائق دنیوی ترک کر کے تجرد کی زندگی بسر کریں' اُنہیں ''راہب'' کہتے ہیں۔ ایسے لوگ عمر بھر شادی نہیں کرتے۔ مجردانہ زندگی بسر کرنے والی عورت کو ''راہبہ'' کہا جاتا ہے۔
راہبوں کا عقیدہ ہے کہ انسان مجرد رہ کر ہی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے، لیکن اسلام میں ''رہبانیت'' نہیں ہے۔
''سورۃ الحدید'' میں فرمایا گیا ہے:
((ورھبانیۃ ن ابتدعوھا ما کتبنھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا))
''اور رہبانیت (ترک دنیا) جو انہوں نے نئی بات نکالی تھی، ہم نے ان پر یہ لازم قرار نہیں دی تھی، مگر انہوں نے اللہ کی رضامندی کے لیے اسے اختیار کیا، پھر نہ نبایا اس کو جیسا چاہیے تھا نباہنا۔''
سورۃ الحدید میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان پر نازل ہونے والی کتاب انجیل کا تذکرہ کرنے کے بعد سورۃ ہذا میں فرماتا ہے کہ ہم نے ان (عیسائیوں) کو رہبانیت اختیار کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ یہ نئی بات تو انہوں نے خود وضع کر لی تھی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے رہبانیت اختیار کر لی، مگر وہ اپنی اختیار کی ہوئی روش پر بھی قائم نہ رہ سکے۔
''رہبانیت'' اختیار کرنے کا حق تو یہ تھا کہ وہ نفسانی خواہشات سے پہلوتہی کر کے پاکیزگی کا راستہ اختیار کریں' مگر وہ خلوص نیت سے اس پر عملدرآمد نہ کر سکے۔ انہوں نے راہبوں کا سا لباس تو پہن لیا مگر ان میں ''رہبانیت'' کے اوصاف پیدا نہ ہو سکے۔
انہوں (عیسائیوں) نے انجیل کے احکام اور شریعت میں تغیر و تبدل کر دیا اور خلاف شرع کام کرنے لگے۔ چنانچہ آیت ہذا سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو رہبانیت اختیار کرنے کا حکم نہیں دیا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو پکار کر فرمایا:
''سنو! بنی اسرائیل کے بہتر گروہ ہو گئے جن میں سے تین نے نجات پائی۔ ایک فرقہ وہ کہ جس نے بنی اسرائیل کی گمراہی دیکھ کر اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر تبلیغ کی اور بادشاہ و امراء جو تبلیغ سے بہت گھبراتے تھے انہوں نے انہیں قتل کر دیا۔ دوسری جماعت وہ جو امراء کے مقابلے کی تو نہ تھی، البتہ پھر بھی بے باکی سے گمراہوں کو حق کی تبلیغ کرنے لگی اور عیسیٰ علیہ السلام کے مسلک کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دینے لگی۔ اس پر ان سرکش بادشاہوں نے انہیں بھی قتل کر دیا اور آگ میں ڈالا یا آروں سے چیرا۔ تیسری وہ جماعت جو انہیں برائی سے منع کرنے اور طاقت سے ان کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔ انہوں نے سوچا کہ اگر اب ان گمراہوں میں مل کر رہے تو ہمارا دین بھی برباد ہوگا، لہٰذا انہوں نے دنیا کی جائز لذتیں اور آسائشیں بھی اپنے اوپر حرام کر لیں اور جنگلوں اور پہاڑوں کی طرف نکل گئے تاکہ احکام دین پر آزادانہ طور پر مشغول ہو کر عمل کر سکیں۔'' (تفسیر ابن کثیر)
رہبانیت ناقابل عمل' خلاف فطرت و خلاف عقل نقل ہے، کیونکہ انسان بغیر معاشرہ کے زندگی نہیں گزار سکتا۔ جدوجہد' انسانی زندگی کا بنیادی حصہ ہے۔ ہر انسان کے اندر یہ فطری صلاحیت پائی جاتی ہے کہ وہ اپنا دفاع اور دشمن کا مقابلہ کرے اور جو اس فطری صلاحیت کا مظاہرہ نہ کرے تو یہ گویا غیر فطری طریقہ پر عمل ہوگا۔
عزت نفس انسان کی گھٹی میں پڑی ہے۔ جدوجہد کو چھوڑنے والا دنیا سے پیچھے رہتا ہے، لہٰذا یہ عین دنیا کا نظام ہے کہ آدمی

کوشش ومحنت کرے۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں جدوجہد نہ کرنے والے ناکام' کم ہمت اور بے صبرے ہوتے ہیں اور نتیجتاً انسانی زندگی کا ارتقاء ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

((کل یوم ھو فی شان))

دوسرے لفظوں میں رہبانیت اصل میں محنت ومشقت سے جی چرانے اور خاندانی زندگی سے انکار کا نام ہے۔ جس کے نتیجے میں انسانی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ راہبوں نے شادی سے گریز کر کے تزکیہ نفس کرنے کی کوشش کی حالانکہ فطری اور جنسی ضرورت کی تکمیل حوائج انسانی میں شامل ہے اور جنسی ضرورت کی تکمیل کے لیے نکاح بنیادی چیز ہے۔ لہٰذا رہبانیت اختیار کرنا فطرت سے آنکھیں بند کر لینے کا نام ہے۔ جیسے بلی کو دیکھ کر کبوتر آنکھیں بند کر کے اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہے۔

پادریوں کا اپنا کہنا ہے کہ جب فطرت کو دبانے کی کوشش کی گئی تو فطرت نے اپنا رنگ دکھایا اور کلیسا میں غلاظت کی انتہا ہو گئی۔

جیسا کہ آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ کلیساؤں میں وہ راہبائیں جو کہ نکاح کا انکار کر کے اپنے آپ کو وقف کر بیٹھتی ہیں بالآخر حاملہ ہو جاتی ہیں جس کی اصل وجہ وہی فطری داعیہ کو دبانا ہے۔

معاشیات کے سلسلے میں بھی عیسائیوں نے کہا کہ معاشی جدوجہد کی کوئی ضرورت نہیں، حالانکہ کسی ملک کی زندگی اور بقا کا دارومدار اس ملک کی معاشی ترقی پر ہوتا ہے۔ اگر کسی ملک کی معاشی ترقی رک جائے تو افراد تباہ ہو جاتے ہیں۔

کچھ لوگ کمائیں اور کچھ نہ کمائیں تو یہ بھی خلاف فطرت بات ہے۔ جس ملک کی معاشی جدوجہد ختم ہو جائے وہ ملک اور افراد غارت ہوتے ہیں، کیونکہ قوموں کے آگے بڑھنے کے لیے معاشی جدوجہد فطری ضرورت ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ راہبوں کا تمام طریق کار اخلاقی' معاشرتی اور معاشی زندگی کو تباہ کرنے والا ہے۔ اس سے اخلاقی اقدار تباہ ہوتی ہیں کیونکہ انسان روح وجسم کا امتزاج ہے۔ اسی لیے شریعت اسلامی میں دونوں کو معتدل رکھنے کا حکم ہے۔

روحانی زندگی گزارنے کے خودکار طریقے جو عیسائیوں نے وضع کیے ان سے بھی افراط وتفریط پیدا ہوا اور مقابلہ ایک طرف کو جھک گیا۔ مادیت وروحانیت میں سے ایک بھی چیز ختم ہو جائے تو سارا سلسلہ UNBALANCE (جامد) ہو جاتا ہے۔ عیسائیوں نے جو ضابطہ دیا اس میں روحانیت پر زور دے کر مادیت کو سخت دھچکا لگا کر فطرت کے ساتھ ٹکر لینے کی کوشش کی' لیکن بالآخر فطرت ہمیشہ غالب آ کر رہتی ہے۔ اس کی مثال ایک بحری جہاز سے لی جاسکتی ہے کہ جہاز کے چٹان سے ٹکرانے کے نتیجے میں چٹان کا کچھ نہیں بگڑتا لیکن جہاز ہی پاش پاش ہوتا ہے۔

اسلام میں مجردانہ زندگی گزارنے کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

((ھن لباس لکم وانتم لباس لھن))

''عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم مرد عورتوں کا لباس ہو۔''

اسلام میں مرد وعورت کو آپس میں نکاح کر کے احکام الٰہی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''نکاح میری سنت ہے۔''

ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے:

''عورتوں میں بہتر عورت اسلام لانے کے بعد وہ ہے جو ایماندار ہو اور مرضی کے موافق ہو' کیونکہ تمام وحشتیں مجرد ہونے میں ہیں اور تمام مسرتیں صحبت میں ہیں۔''

ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے:

''نکاح کرو اور بڑھو۔ بسبب تمہاری کثرت کے میں دوسری اُمتوں پر تمہارے متعلق قیامت کے دن فخر کروں گا' خواہ اسقاط شدہ بچہ ہی کیوں نہ ہو۔''

اسلام میں نکاح کا مقصد نفسانی خواہشات کو پورا کرنا نہیں بلکہ اس کا اصل مقصد نسل کو آگے بڑھانا ہے تاکہ ایک مہذب اور اسلامی معاشرہ قائم ہو۔ ہر خاندان معاشرے کی ایک اکائی ہوتا ہے۔ اسلام میں خاندان کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ زوجین کے درمیان تقسیم کار ہو اور جو جس کام کی خصوصی صلاحیت اور فطری اہلیت لے کر پیدا ہوا ہے' اسی کے مطابق اپنی ذمہ داریاں پوری کرے اور نئی نسل کی تربیت ونگہداشت خاندان کا اصل وظیفہ ہو۔ ایک ایسا خاندان ہی ایک مثالی خاندان ہوتا ہے اور اسی قسم کے خاندانوں کے ملنے سے اسلامی معاشرہ جنم لے سکتا ہے۔

ایک شادی شدہ اور بال بچوں والا شخص اپنے خاندان کیلئے رزق حلال کمانے کا ذمہ دار ہے اور اس مقصد کیلئے اُسے جو تگ ودو کرنا پڑتی ہے وہی اسلامی زندگی کا شعار ہے۔ ایک شادی شدہ شخص اگر دنیا میں رہتے ہوئے رزق حلال کمائے، خود بھی کھائے' اپنے بال بچوں کو کھلائے اور راہ الٰہی میں بھی خرچ کرے تو اس کا یہ فعل بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔ ایسا شخص اس راہب سے ہزار گنا بہتر ہے جو کسی خانقاہ میں گوشہ نشین ہو کر مصروف عبادت رہتا ہے اور اپنی روٹی کیلئے دوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔

المختصر یہ کہ اسلام میں رہبانیت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اسلام میں ترک دنیا اور نکاح وجنسی ضروریات کو خیر باد کہہ کر جنگلوں کی طرف نکل جانے کا کوئی تصور نہیں ملتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد رسول ہے:

((لارهبانية فى الاسلام))

''اسلام میں کوئی رہبانیت نہیں۔''

عیسائیوں کا اصل میں رہبانیت اختیار کرنا قرب الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ تھا اور تزکیہ حاصل کرنا مقصد تھا' لیکن قرب الٰہی کے حصول کا اسلام نے ایسا عمدہ ضابطہ دیا جس سے روحانیت ومادیت کی تسکین ہو سکے۔ راہبوں کا نقطہ نظر یہ تھا کہ کسی سے مقابلہ نہ کیا جائے بلکہ سب کچھ ترک کر کے جنگلوں کی طرف نکلا جائے لیکن اسلام مصائب ومشکلات میں راہ فرار اختیار کرنے کا سبق نہیں دیتا۔

ارشاد ہے:

((ولاتلقوا بايديكم الى التهلكة))

''اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔''

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''مصیبت کی دعا نہ کرو اور اگر مصیبت آئے تو صبر سے کام لو اور ڈٹ جاؤ اور اللہ سے صبر کی توفیق مانگو۔''

لہٰذا معلوم ہوا اسلام نے مشکلوں میں کہیں ہمت ہارنے کی ترغیب نہ دی بلکہ مصائب کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

((المومن القوی خیر من المومن الضعیف))

''کمزور مومن سے طاقتور مومن بہتر ہے۔''

معلوم ہوا کہ اسلام نے ہمیں ہر شعبہ میں ACTIVE اور فعال رہنے کی ترغیب دی ہے۔

اسی طرح سے ایک جگہ فرمایا:

((رهبانیه امتی الجهاد))

''میری امت کی رہبانیت جہاد ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اگر تمہیں دنیا کو چھوڑنا ہی ہے تو پھر فی سبیل اللہ جہاد کے لیے سب کچھ چھوڑ کر نکلو۔ اس میں بھی بڑی دلچسپ بات سامنے آتی ہے کہ جہاد کے عمل میں بھی خالص جدوجہد ہی سامنے آتی ہے۔ نجات کا حصول تبھی ممکن ہے جب اس برائیوں سے بھری دنیا میں آدمی خوف الٰہی سے اپنے دامن کو برائیوں سے پاک رکھ کر گزارے، کیونکہ اسی لیے تو فرمایا:

((ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئك کان عنه مسئولا))

''سماعت اور بصارت اور قلب ہر چیز سے سوال کیا جائے گا۔''

اسی طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''روزانہ سوتے وقت اپنا خود احتساب کیا کرو اور دن بھر کی غلطیوں کی معافی مانگو۔''

مزید فرمایا:

''چار چیزوں کا حساب دیئے بغیر آدمی قیامت کے دن ایک قدم بھی نہ ہلا سکے گا۔ زندگی کیسے گزاری، جوانی کیسے گزاری، مال کیسے کمایا اور خرچ کیا اور علم پر کتنا عمل کیا۔''

ان سب صورتوں سے واضح ہوا کہ اسلام مل جل کر معاشی زندگی گزارنے کی ترغیب دیتا ہے اور سب برائیوں سے بچ کر ویرانوں میں نکل کر زندگی گزاری تو کیا گزاری۔

اسی طرح قرآن میں مختلف مقامات پر یوں مذکور ہے:

((ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیهم الملئکة))

''بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر (مدد کے لیے) فرشتے نازل ہوتے ہیں۔''

درج ذیل آیات سے معلوم ہوا کہ اسلام آپس میں ربط و تعلق، مل جل کر رہنے اور مشکل میں صبر وہمت اور استقامت سے ڈٹ جانے کی تلقین کرتا ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 8:

تقویٰ

صاحب تقویٰ صاحب عزت ہے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

((ان اکرمکم عند الله اتقاکم))

"بے شک تم میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں زیادہ متقی ہے۔" (سورۃ الحجرات، آیت نمبر ۱۳)

تقویٰ، جہاد اور ذکر: صحابی رسول حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا:

"یا رسول اللہ! مجھے نصیحت کیجئے۔!"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الیك بتقوی الله فانه جماع كل خير وعليك بالجهاد فانه رهبانية المسلم وعليك بذكر الله فانه نور لك))(مسند امام احمد بن حنبل)

"تم پر تقویٰ لازم ہے۔ پس بلاشبہ تقویٰ تمام اچھائیوں کا جامع ہے۔ تم پر جہاد لازم ہے۔ پس بلاشبہ جہاد ہی مسلمان کی رہبانیت (ترک دنیا) ہے اور تم پر اللہ کا ذکر لازم ہے۔ پس بلاشبہ ذکر ہی تمہارے لئے نورانیت ہے۔"

متقی آل محمد میں داخل ہے: صحابی رسول سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا:

"یا رسول اللہ! آل محمد کون ہیں؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہر متقی (پرہیزگار) آل محمد ہے۔"

تقویٰ کا مفہوم: بلاشبہ تقویٰ اور پرہیزگاری تمام اچھائیوں کا جامع ہے۔ تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اطاعت الٰہی کے ذریعے عذاب الٰہی سے بچے۔

کہا جاتا ہے:

((اتقی فلان بترسه))

"فلاں آدمی نے ڈھال کے ساتھ اپنا بچاؤ کیا۔"

پرہیزگاری کی اصل: پرہیزگاری کی اصل شرک سے، معصیت سے، شبہات سے اور فضول باتوں سے بچاؤ ہے۔

یہ قول شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ہے۔

تقویٰ کی اقسام کا الگ باب: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ ہی کا فرمان ہے:

"تقویٰ کی ہر قسم کا الگ باب ہے۔"

آیت کریمہ کی تفسیر: پھر شیخ آیت کریمہ:

((اتقوا الله حق تقاته))
''اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔'' (سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۱۰۲)
کی تفسیر کے بارے میں فرتے ہیں:
((ان یطاع فلا یعصی ویذکر فلا ینسی ویشکر فلا یکفر))
''اصل تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے، اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ اسے یادرکھا جائے، بھلایا نہ جائے، اس کا شکر ادا کیا جائے، اس کی ناشکری نہ کی جائے۔''

تقویٰ حقیقی زادِراہ ہے: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
((لا معین الا الله ولا دلیل الا رسول الله ولا زاد الا التقویٰ ولا عمل الا الصبر علیه))
''کوئی مددگار نہیں مگر اللہ۔ اور کوئی رہنما نہیں مگر رسول اللہ۔ اور کوئی زادراہ نہیں مگر تقویٰ۔ اور کوئی عمل نہیں مگر صبر۔''

آخرت کی تقسیم: شیخ ابوبکر محمد بن علی کتانی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''مالِ دنیا کی تقسیم آزمائش کی بنیاد پر کی گئی اور انعاماتِ آخرت کی تقسیم تقویٰ اور پرہیزگاری کی بنیاد پر کی گئی۔''

تقویٰ کے بغیر مشاہدہ ومکاشفہ کچھ نہیں: شیخ محمد بن محمد جریری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''وہ بندہ کبھی بھی کشف اور مشاہدہ کا حصول نہیں کر سکتا جس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تقویٰ اور مراقبہ مضبوط نہیں۔''

ماسوا اللہ ہر چیز کو ترک کرنا: شیخ ابوالقاسم ابراہیم بن محمد نصر آبادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''پرہیزگاری (کا سب سے اعلیٰ درجہ) یہ ہے کہ آدمی اللہ کے علاوہ ہر چیز سے بچے۔''

تمام معصیتوں کو ترک کرنا: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''جو آدمی چاہتا ہے کہ اس کی پرہیزگاری درست ہو تو اسے چاہئے کہ وہ تمام معصیتوں کو ترک کردے۔''

آخرت اور اہل تقویٰ: شیخ ابوالقاسم ابراہیم بن محمد نصر آبادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''جو آدمی تقویٰ کو اختیار کرتا ہے وہ دنیا کو چھوڑنے کا مشتاق ہوتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
((وللدار الاخرة خیر للذین یتقون افلا تعقلون))(سورۃ الانعام، آیت نمبر ۳۲)
''اور بلاشبہ آخرت کا گھر بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو متقی ہیں۔ تو کیا تمہیں سمجھ نہیں۔''

دنیا سے بچاؤ: بعض اہل تصوف کا فرمان ہے:
''جس آدمی نے حقیقت تقویٰ کو پالیا اللہ تعالیٰ اس کے قلب پر دنیا سے بچنا سہل کر دیتا ہے۔''

اللہ سے دور کرنے والی چیز: شیخ ابوعبداللہ روذباری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''تمہارا اس چیز سے پرہیز کرنا تقویٰ ہے، جو تمہیں اللہ سے دور کرتی ہو۔''

رضائے الٰہی کے ساتھ قائم رہنا: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''صاحبِ تقویٰ وہ ہے جو اپنے ظاہر کو خلاف شریعت کاموں اور باطن کو قلبی بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے اور رضائے الٰہی کے ساتھ قائم رہتا ہے۔''

تقویٰ کا ظاہر و باطن: شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''تقویٰ کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ اس کا ظاہر حدود کی حفاظت ہے اور باطن نیت اور اخلاص ہے۔''

اہل دل کی معیت: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

لا عیش الا مع رجال قلوبھم
تحن الی التقوی و ترتاح للذکر
سکون الی روح الیقین و طیبہ
کما سکن الطفل الرضیع الی الحجر

''زندگی نہیں ہے مگر ایسے لوگوں کی معیت میں رہنا جن کے قلوب تقویٰ کے مشتاق ہوں اور جو اللہ کے ذکر سے خوشی محسوس کرتے ہوں۔ان کے قلوب روح یقین کے پاس اس طرح خوش رہتے ہیں جس طرح دودھ پیتا بچا گود میں سکون محسوس کرتا ہے۔''

تقویٰ کی تین علامات: منقول ہے کہ آدمی کے متقی ہونے کی تین علامات ہیں:

1: حاصل نہ ہونے والی چیز کے متعلق کامل توکل اختیار کرے۔

2: حاصل ہونے والی چیز پر کامل رضا کا اظہار کرے۔

3: جو چیز ہاتھ سے چلی جائے اس پر خوشی سے صبر کرے۔

تقویٰ اور رزق حلال: شیخ ابو حفص علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''تقویٰ کا حصول صرف (رزق) حلال سے ہوتا ہے اس کے غیر سے نہیں۔''

نفع تقویٰ: شیخ ابوالحسین زنجانی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جو آدمی تقویٰ کا سرمایہ حاصل کر لے زبانیں اس کے نفع کے بیان سے عاجز ہیں۔''

صاحبان تقویٰ: شیخ ابوبکر واسطی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''پرہیزگاری یہ ہے کہ بندہ اپنی پرہیزگاری سے بھی بچے۔حقیقی صاحب تقویٰ وہ ہے جو حضرت ابن سیرین علیہ الرحمۃ کی طرح ہو۔انہوں نے گھی کے چالیس مٹکے خریدے۔ان کے غلام نے ایک مٹکے سے چوہا نکالا۔انہوں نے پوچھا:

''تم نے کس مٹکے سے نکالا ہے؟''

اس نے کہا:

''مجھے یاد نہیں۔''

انہوں نے تمام مٹکے زمین پر گرا دیئے۔

متقی ہو تو شیخ ابایزید بسطامی جیسا کہ انہوں نے ''ہمذان'' میں قرطم (کڑک) کا بیج خریدا تو اس میں سے کچھ بچ گیا۔جب وہ ''بسطام'' کی جانب واپس پلٹے تو اس میں دو چیونٹیاں دیکھیں،پس آپ ''ہمذان'' کی طرف واپس لوٹے اور چیونٹیاں وہاں چھوڑ کر آئے۔

حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے متعلق منقول ہے کہ آپ اپنے مقروض کے درخت کے سائے میں نہیں بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

((کل قرض جر نفعاً فھو ربا))

''ہر وہ قرض جو نفع کھینچے وہ سود ہے۔'' (کشف الخفاء) (کنزالعمال)

اپنے اوپر رکھ کر کپڑا خشک کرنا: منقول ہے کہ شیخ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ اپنے ایک ارادت مند کے ہمراہ جنگل سے گزرے اور اسی دوران انہوں نے وہاں اپنا ایک کپڑا دھویا۔ ارادت مند نے عرض کیا:

"کپڑے کو انور کی دیوار پر لٹکا دیں۔"

شیخ نے فرمایا:

"نہیں لوگوں کی دیواروں میں کیل نہ گاڑو۔"

ارادت مند نے عرض کیا:

"ہم کپڑا سوکھنے کے لیے درخت پر لٹکا دیتے ہیں۔"

شیخ ابایزید بسطامی نے فرمایا:

"نہیں اس سے ٹہنیاں ٹوٹ جائیں گی۔"

ارادت مند نے عرض کیا:

"ہم اسے سوکھنے کے لیے اذخر گھاس پر بچھا دیتے ہیں۔"

شیخ نے فرمایا:

"نہیں یہ جانوروں کی خوراک ہے۔ ہم اسے ان جانوروں سے نہیں چھپائیں گے۔"

پس شیخ نے کپڑا اپنی پیٹھ پر رکھ کر اسے سورج کی جانب کر دیا۔ حتیٰ کہ کپڑے کی ایک جانب خشک ہو گئی، پھر انہوں نے اسے الٹا دیا حتیٰ کہ دوسری جانب بھی خشک ہو گئی۔

ذرا سی تکلیف اور معذرت: منقول ہے کہ شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ جامع مسجد میں تشریف فرما ہوئے اور اپنے عصا کو زمین میں گاڑ دیا۔ وہ ایک بوڑھے شخص کی لاٹھی پر گر گیا جو اس کے پہلو میں زمین پر گاڑی گئی تھی۔ چنانچہ دونوں لاٹھیاں گر گئیں۔ شیخ نے جھک کے اسے اٹھا لیا۔ شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ اس بوڑھے کے گھر گئے اور اس سے معافی چاہی اور فرمایا:

"آپ کے جھکنے کا سبب یہ ہوا کہ میں نے اپنی لاٹھی اچھی طرح گاڑی نہیں تھی اس لیے وہ گر گئی اور آپ کو جھکنا پڑا۔"

شیخ عتبہ غلام: شیخ عتبہ غلام علیہ الرحمۃ کو سردیوں میں پسینہ آیا ہوا تھا۔ ان سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

"یہ وہ جگہ ہے جہاں مجھ سے گناہ سرزد ہوا تھا۔"

شیخ عتبہ سے اس گناہ کے بارے میں سوال کیا گا جس کا ان سے ارتکاب ہوا تھا تو انہوں نے فرمایا:

"میں نے اس دیوار سے مٹی کا ٹکڑا الگ کیا تھا جس کے ساتھ میرے مہمان نے اپنے ہاتھ دھوئے تھے اور میں نے اس کی مالک سے اجازت نہیں لی تھی۔"

ایک مجبور سے تقویٰ کے درجہ میں کمی: شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات بیت المقدس میں صخرہ پتھر کے پاس گزاری۔ جب رات کا کچھ حصہ گزرا تو دو فرشتے اترے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا:

"یہاں کون ہے؟"

دوسرے نے جواباً کہا:

"ابراہیم بن ادہم ہے۔"

پہلے نے کہا:

''کیا یہ وہی نہیں ہے جس کے درجات میں سے اللہ نے ایک درجہ کم کر دیا ہے۔''
پہلے فرشتے نے کہا:
''کیوں؟''
دوسرے نے جواباً کہا:
''اس لیے کہ اس شخص نے شہر بصرہ میں کھجوروں کی خریداری کی تو پھل فروش کی ایک کھجور ان کی کھجوروں میں چلی گئی اور انہوں نے وہ کھجور اس کے مالک کی طرف نہیں لوٹائی۔''
شیخ ابراہیم بن ادہم فرماتے ہیں:
''میں شہر بصرہ کی جانب روانہ ہوا اور اس آدمی سے کھجوریں خرید کر ایک کھجور اس کی کھجوروں میں گرا دی جس کی کھجور میری کھجوروں میں رہ گئی تھی۔ پس میں پھر واپس بیت المقدس پہنچا اور صخرہ میں رات گزاری۔ جب رات کا کچھ حصہ گزرا تو دو فرشتے آسمان سے اترے اور ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا:
''یہاں کون ہے؟''
دوسرے نے جواباً کہا:
''ابراہیم بن ادہم ہیں۔''
پہلے فرشتے نے کہا:
''کیا یہ وہی شخص نہیں ہے جسے اللہ نے پہلا مرتبہ عطا کیا اور ان کا ایک درجہ بلند کر دیا گیا۔''
عوام، خواص، اولیاء اور انبیاء کا تقویٰ: منقول ہے کہ تقویٰ کئی اقسام پر منقسم ہوتا ہے۔
((للعامة تقوى الشرك وللخاصة تقوى المعاصي وللاولياء تقوى التوسل بالا فعال و للانبياء نسبة الافعال اذ تقواهم منه اليه))
1: عوام کا تقویٰ: عوام کا تقویٰ شرک سے بچنا ہے۔
2: خواص کا تقویٰ: خواص کا تقویٰ معصیت سے بچنا ہے۔
3: اولیاء کا تقویٰ: اولیاء کا تقویٰ اپنے افعال کو وسیلہ بنانے سے بچنا ہے۔
4: انبیاء کرام کا تقویٰ: نبیوں کا تقویٰ افعال کو اپنی طرف منسوب کرنے سے بچنا کیونکہ ان کا تقویٰ اللہ کی طرف سے اسی کی طرف ہوتا ہے۔
آخرت کے سردار: امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
((سادة الناس في الدنيا الاسخياء وسادة الناس في الآخرة الاتقياء))
''دنیا میں سخی حضرات لوگوں کے سردار ہیں اور آخرت میں متقی۔''
نظر جھکانے کا ثواب: حضرت ابوامامہ باہلی علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((من نظر الى محاسن امراة فغض بصره في اول مرة احدث الله له عبادة يجد حلاوتها في قلبه))(مسند امام احمد بن حنبل)

''جو آدمی کسی خوبصورت عورت کو دیکھے تو وہ پہلی مرتبہ ہی نگاہیں جھکا لے۔ اللہ اسے ایسی عبادت کی توفیق دے گا جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔''

نجات: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''نجات پانے والا اللہ تعالیٰ کے ہاں سچی پناہ حاصل کر کے ہی نجات پا سکتا ہے۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت))

(سورۃ التوبہ، آیت نمبر ۱۱۸)

''اور وہ تین (صحابی) جو (غزوہ تبوک سے) پیچھے رکھے گئے تھے، ان پر زمین تنگ ہو گئی اتنی وسیع ہونے کے باوجود۔''

سچا تقویٰ: شیخ رویم علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''ہر نجات پانے والے نے سچے تقویٰ کے ذریعے ہی نجات پائی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((وینجی اللہ الذین اتقوا بمفازتھم))(سورۃ الزمر، آیت نمبر ٦١)

''اور نجات دے گا اللہ تعالیٰ متقیوں کو کامیابی کے ساتھ۔''

وفا: شیخ محمد بن محمد جریری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جس نے بھی نجات حاصل کی وفا کی رعایت کر کے حاصل کی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((الذین یوفون بعھد اللہ ولا ینقضون المیثاق))(سورۃ الرعد، آیت نمبر ٢٠)

''وہ لوگ جو اللہ کا وعدہ وفا کرتے ہیں اور کبھی بھی وعدہ سے پھرتے نہیں ہیں۔''

حقیقی حیاء: شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جس نے بھی نجات حاصل کی اللہ سے حقیقی حیاء کے ذریعے حاصل کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((الم یعلم بان اللہ یری))(سورۃ العلق، آیت نمبر ١٤)

''کیا وہ نہیں جانتا کہ بے شک اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔''

حکم وقضاء: جس نے بھی نجات حاصل کی اللہ تعالیٰ کے حکم اور قضا سے حاصل کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ان الذین سبقت لھم من الحسنیٰ))(سورۃ الانبیاء، آیت نمبر ١٠١)

''بیشک وہ لوگ جن کے لئے ہمارا بھلائی والا وعدہ سبقت لے چکا۔''

اللہ تعالیٰ کا مخصوص فرمانا: جس کو نجات ملی اس لیے ملی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پہلے سے منتخب فرمالیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((واجتبینھم وھدینا ھم الی صراط مستقیم))

''اور ہم نے انہیں چن لیا اور صراط مستقیم کی جانب ان کی رہنمائی کی۔'' (سورۃ الانعام، آیت نمبر ٨٧)

☆☆☆

فصل نمبر9:

ورع

فضولیات کو ترک کرنا: شیخ ابوالاسود الدولی نے صحابی رسول حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اچھا مسلمان وہ ہے جو فضول چیزوں کو ترک کردے۔'' (سنن ترمذی: ۲۳۱۸) (سنن ابن ماجہ: ۳۹۷۶)

مشتبہ چیز وامور کو ترک کرنا: شیخ استاد ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''ہر مشتبہ چیز کو ترک کردینا ورع ہے۔''

فضول بات: شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''ہر مشتبہ بات کو ترک کردینا ورع ہے اور (حدیث میں جو فرمایا گیا ہے) ترک مالا یعنیك سے مراد فضول باتوں کو ترک کردینا ہے۔''

سیدنا صدیق اکبر کا ورع: صحابی رسول خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

''ہم ستر قسم کی حلال اور جائز باتوں کو فقط اس ڈر سے ترک کردیا کرتے تھے کہ کہیں کسی حرام امر میں نہ جاگریں۔''

متقی ہی عبادت گزر رہوتا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

''متقی بنو گے تو سب سے زیادہ عبادت گزار ہوجاؤ گے۔'' (سنن ابن ماجہ: ۴۲۱۷)

چار متقی شخصیات: سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اس زمانہ میں چار انتہائی متقی شخصیات گزری ہیں۔ پہلی: شیخ حذیفہ مرعشی۔ دوسری: شیخ یوسف بن اسباط۔ تیسری: شیخ ابراہیم بن ادہم۔ چوتھی: شیخ سلیمان الخواص۔ انہوں نے تقویٰ میں غور وغوض کیا۔ جب معاملہ مشکل نظر آیا تو جو کچھ بھی وہ کماتے اس میں سے کم ہی استعمال کرتے۔''

ورع کی تعریف: شیخ ابوالقاسم الدمشقی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ شبلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''ماسوائے اللہ ہر چیز سے پرہیز کا نام ورع ہے۔''

بول چال میں تقویٰ اور عہدے سے پرہیز: شیخ احمد بن ابی الحواری سے منقول ہے کہ شیخ اسحاق بن خلف علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''بول چال میں تقویٰ اختیار کرنا سونے اور چاندی سے بچنے سے زیادہ سخت ہے۔ عہدے سے پرہیز کرنا سونے اور چاندی کے زہد سے زیادہ مشکل ہے، کیونکہ تم تو سونے اور چاندی کو عہدے کے لیے خرچ کردیتے ہو۔''

ورع زہد کی ابتداء کا نام ہے: شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''ورع زہد کی ابتداء ہے، بالکل اسی طرح جس طرح قناعت رضاء کا ایک حصہ ہے۔''

ورع کا ثواب کب ملے گا: شیخ ابوعثمان علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''ورع کا ثواب حساب میں آسانی ہونے کی صورت میں ملے گا۔''

تاویل سے بچنا ورع ہے: شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''بغیر کسی قسم کی تاویل کے علم کی حد پر کھڑا رہنا ورع ہے۔''

مکہ میں تیس سال رہنے والا: شیخ ابن الجلاء علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''میں ایک ایسے آدمی کو پہچانتا ہوں جو تیس سال تک مکہ مکرمہ میں رہا، مگر اس نے زمزم کا وہی پانی پیا جس کو اس نے خود اپنی رسی اور چھاگل سے نکالا تھا۔ شہر سے لایا گیا کھانا کبھی اس نے نہیں کھایا۔''

ایک پیسہ کی خاطر تیرہ دینار صرف کرنا: شیخ ابوبکر الرازی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ علی بن موسی التاہرتی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''عبداللہ بن مروان علیہ الرحمۃ سے ایک پیسہ ایک گندے کنوئیں میں گر پڑا تو انہوں نے تیرہ دینار مزدوری پر لگا دیے، یہاں تک کہ اس پیسے کو نکال لیا۔ کسی نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا: اس پیسے پر اللہ کا نام لکھا ہوا تھا۔''

ورع کی دو اقسام: شیخ ابن علویہ سے منقول ہے کہ شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''ورع کی دو اقسام ہیں: پہلی: ظاہری ورع۔ یعنی انسان حرکت بھی کرے تو صرف اللہ کے لیے۔ دوسری: باطنی ورع۔ یعنی تمہارے قلب میں اللہ کے سوا کوئی اور داخل ہی نہ ہو۔''

ورع کی باریکیوں پر غور: شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''جو آدمی ورع کی باریکیوں میں غور نہیں کرتا وہ اللہ کے بڑے عطیوں تک نہیں پہنچ سکتا۔''

دین میں باریک بین: منقول ہے کہ جو آدمی دین میں باریک بین ہوگا تو آخرت میں وہ عظیم مرتبہ کا مالک ہوگا۔''

حالت محتاجی میں تقویٰ اختیار نہ کرنے والا: شیخ ابن الجلاء علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جو آدمی حالت محتاجی میں تقویٰ کو نہ اپنائے وہ قطعی حرام کا مال کھائے گا۔''

محاسبہ کا نام ورع ہے: شیخ یونس بن عبید علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''ورع ہر قسم کے شبے سے بچنے اور ہر وقت اپنا محاسبہ کرنے کا نام ہے۔''

آسان ترین چیز: شیخ سفیان ثوری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جو چیز تمہارے قلب میں کھٹکے اسے چھوڑنا ورع ہے اور میں نے ورع سے زیادہ سہل کوئی چیز نہیں دیکھی۔''

مدح وذم سے زبان کو محفوظ رکھنا: شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جس طرح تو اپنی زبان کو ذم (برائی) سے بچاتا ہے اسی طرح مدح سے بھی بچا۔''

تین امور مشکل ترین امور: شیخ بشر بن الحارث علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''تین کام مشکل ترین کام ہیں۔ پہلا: محتاجی میں سخاوت۔ دوسرا: خلوت میں پرہیزگاری۔ تیسرا: جس آدمی سے بھلائی کی امید یا برائی کا ڈر ہو اس کے سامنے کلمۂ حق کہنا۔''

بشر حافی کی ہمشیرہ کا سوال اور امام احمد بن حنبل کا جواب: شیخ بشر حافی کی بہن امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا:

''ہم اپنے گھر کی چھت پر سوت کاتتے ہیں تو رات کے وقت ظاہریہ کی مشعلیں گزرتی ہیں اور ان کی روشنی سوت کاتتے ہوئے ہم پر پڑتی ہیں۔ کیا ان کی روشنی میں ہمارے لیے سوت کاتنا جائز ہے؟''

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''تم کون ہو؟''

عرض کیا:

''میں بشر حافی کی بہن ہوں۔''

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ رونے لگے اور فرمایا:

''تمہارے ہی گھر سے تو سچا تقویٰ ظاہر ہوتا ہے۔ پس تم ان کی مشعلوں کی روشنی میں سوت نہ کاتا کرو۔''

تقویٰ میں کمی اور ہیبت: شیخ علی عطار علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں شہر بصرا کے ایک راستہ سے گزرا۔ وہاں کافی بچے کھیل رہے تھے اور کچھ بزرگ قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے بچوں سے کہا:

''کیا تمہیں ان بزرگوں سے شرم نہیں آتی؟''

ان میں سے ایک بچے نے کہا:

''ان بزرگوں کے تقویٰ میں کمی آگئی ہے جس وجہ سے ان کی ہیبت جاتی رہی۔''

کھانے پینے میں ورع: شیخ مالک بن دینار علیہ الرحمۃ نے چالیس سال کا عرصہ شہر بصرہ میں گزارا، مگر آپ نے بصرہ کی ایک کھجور کھانا بھی پسند نہ کی، یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ ان کا طریقہ تھا کہ جب تازہ کھجوروں کا موسم گزر جاتا تو کہتے:

''اے بصرہ والو! یہ میرا پیٹ ہے۔ اس میں سے کچھ کم نہیں ہوا اور نہ تم میں کچھ زیادتی ہوئی ہے۔''

اپنا ڈول ہوتا تو آب زمزم پیتا: شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''آپ آب زمزم نوش کیوں نہیں کرتے؟''

آپ نے فرمایا:

''اگر میرے پاس زمزم کے کنویں سے پانی نکالنے کے لیے ڈول ہوتا تو ضرور پیتا۔''

انگلی کا پھڑکنا: شیخ استاد ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''شیخ حارث محاسبی علیہ الرحمۃ جب ایسے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے جس میں شبہ ہوتا تو ان کی انگلی کے سرے سے ایک رگ پھڑکنے لگ جاتی، جس سے انہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ کھانا حلال نہیں ہے۔''

شبہ والا کھانا: شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ ایک دعوت میں تشریف فرما تھے۔ ان کے سامنے کھانا رکھا گیا تو انہوں نے بہت کوشش کی کہ اپنا ہاتھ کھانے کی طرف بڑھائیں۔ انہوں نے تین مرتبہ کوشش کی، لیکن آپ کا ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھتا تھا۔ ایک آدمی جسے یہ کیفیت معلوم تھی، نے عرض کیا:

''آپ ایسے کھانے کو ہرگز نہیں کھا سکیں گے جس میں شبہ ہوگا۔ دعوت دینے والے نے آپ کو کیوں دعوت دی؟''

حلال کی تعریف: شیخ احمد بن محمد یحییٰ الصوفی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ احمد بن محمد بن سالم علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ کسی نے شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ سے حلال و پاکیزہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے تو فرمایا:

''حلال و پاک وہ ہے جس میں اللہ کی نافرمانی نہ کی گئی ہو۔''

شیخ سہل علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''حلال اور پاک وہ چیز ہے جس میں اللہ کو نہ بھلایا گیا ہو۔''

باب العلم کے صاحبزادے کے جوابات: شیخ حسن بصری علیہ الرحمۃ مکہ میں آئے اور وہاں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک بچے کو کعبہ سے پیٹھ لگائے لوگوں کو وعظ کرتے دیکھا۔ شیخ حسن بصری علیہ الرحمۃ کھڑے ہو گئے اور بچے

سے پوچھا:

"دین کا دارومدار کس چیز پر ہے؟"

بچے نے جواب دیا:

"تقویٰ وورع پر۔"

شیخ نے پھر پوچھا:

"دین کی آفت کس چیز میں ہے؟"

بچے نے جواباً کہا:

"لالچ میں۔"

بچے کے یہ جوابات سن کر شیخ حسن بصری علیہ الرحمۃ بہت متعجب ہوئے۔

کامل تقویٰ: شیخ حسن بصری علیہ الرحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

"کامل تقویٰ ایک ذرہ بھر بھی ہو تو وہ نماز روزہ کے ایک ہزار مثقال سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ میرا قرب حاصل کرنے والے تقویٰ اور زہد سے بڑھ کر کسی اور چیز سے میرا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔"

جس کا ساتھ ورع نہ دے: صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے:

"ورع جس آدمی کا ساتھ نہ دے وہ اگر ہاتھی بھی کھا جائے تو سیر نہ ہوگا۔"

خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا ورع: ایک مرتبہ خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کے دربار میں مال غنیمت میں سے کستوری پیش کی گئی۔ آپ نے اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لیا اور فرمایا:

"کستوری کی فقط خوشبو سے ہی فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور میں پسند نہیں کرتا کہ میں اکیلا اس کی خوشبو سونگھوں (کیونکہ یہ مال غنیمت ہے تو اس میں مجاہدین کا حصہ بھی ہے)۔"

شیخ حمدون کا ورع: شیخ ابو عثمان علیہ الرحمۃ سے ورع کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

"شیخ ابو صالح حمدون علیہ الرحمۃ اپنے ایک دوست کے پاس اس کی حالت نزاع میں موجود تھے۔ جب وہ آدمی فوت ہو گیا تو شیخ ابو صالح حمدون علیہ الرحمۃ نے فوراً چراغ بجھا دیا۔ کسی نے کہا: آپ نے چراغ کیوں بجھایا؟ آپ نے فرمایا: اب تک چراغ کے تیل کا مالک وہ خود تھا، مگر اب یہ تیل اس کے وارثوں کا ہے، لہٰذا کوئی اور تیل لاؤ تب چراغ جلاؤں گا۔"

ایک صاحب تصوف کا ورع: ایک شیخ فرماتے ہیں:

"مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا، جس کے سبب میں چالیس برس سے گریہ کر رہا ہوں۔ ہوا یوں کہ میرا ایک دوست مجھے ملنے آیا۔ میں نے اس کے لیے ایک دانق تلی ہوئی مچھلی خریدی۔ جب وہ مچھلی تناول کر چکے تو میں نے اپنے ایک پڑوسی کی دیوار سے مٹی کا ایک ٹکڑا لیا، جس کو ہاتھوں پر مل کر انہوں نے اپنے ہاتھ صاف کیے اور میں پڑوسی سے اس کی اجازت نہ لے سکا۔"

ایک منادی کی ندا: یہی صاحب تصوف فرماتے ہیں:

"ایک آدمی نے ایک دکان عاریتاً (کرایہ پر) لی۔ وہ اس میں بیٹھ کر رقعہ لکھا کرتا تھا۔ اس نے حروف کو مٹانے کے لئے دیوار سے مٹی لینی چاہی، مگر فوراً دل میں خیال آیا کہ مکان تو کرایہ کا ہے۔ پھر خیال آیا کہ اتنی سی بات سے کیا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس نے حروف پر دیوار سے مٹی لے کر ڈال دی۔ ایک منادی نے اسے پکار کر کہا: اتنی سی مٹی کو حقیر جاننے والے کو قیامت کو معلوم ہو جائے گا کہ اس کا حساب کس

قدر طویل ہوتا ہے۔''

امام احمد بن حنبل کا ورع: امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے مکہ مکرمہ میں تانبے کا ایک برتن ایک سبزی فروش کے پاس گروی رکھا۔ جب آپ نے اسے چھڑانا چاہا تو سبزی فروش دو برتن نکال لایا اور کہا:

''آپ جونسا چاہتے ہیں لے لیں۔''

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''میں اپنا برتن پہچان نہ سکا۔ اور میں نے کہا: یہ برتن بھی تیرا ہے اور یہ درہم بھی تیرے ہیں۔''

سبزی فروش نے کہا:

''آپ کا برتن یہ ہے۔ میں تو صرف آپ کو آزما رہا تھا۔''

آپ نے فرمایا:

''میں اب اسے ہرگز نہ لوں گا۔''

پھر برتن اس کے پاس چھوڑ کر چلے گئے۔

شیخ مبارک کا جانور: شیخ عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ نے ایک قیمتی جانور کھلا چھوڑ دیا اور خود نماز ظہر کے لیے چلے گئے۔ آپ کا جانور بادشاہ کے کھیتوں میں چلا گیا اور چرنے لگا۔ اس پر ابن مبارک نے اس جانور کو اس شخص کے پاس چھوڑ دیا' جس کے قبضے میں وہ کھیت تھے اور پھر اس پر سوار ہونا پسند نہ کیا۔

ایک قلم کی واپسی کے لیے طویل سفر طے کرنا: شیخ عبداللہ ابن مبارک علیہ الرحمۃ نے مرو سے ملک شام تک کا سفر صرف اس لیے طے کیا کہ ان کے پاس ایک عاریتاً لیا ہوا قلم تھا جس کو انہوں نے واپس نہ کیا تھا۔

کرایہ پر سواری: شیخ عبداللہ نخعی علیہ الرحمۃ نے ایک سواری کا جانور کرایہ پر حاصل کیا۔ راستہ میں ان کا کوڑا ہاتھ سے گر پڑا۔ آپ نے اتر کر سواری کو باندھا اور واپس آ کر کوڑا اٹھایا۔ کسی نے عرض کیا:

''کاش! آپ اس جانور کو واپس لے آتے اور جہاں کوڑا گرا ہے وہاں سے اٹھا لیتے۔''

آپ نے فرمایا:

''میں نے اس جانور کو اس شرط پر کرایہ پر لیا تھا کہ اُس طرف جاؤں گا نہ کہ اس طرف۔''

شیخ ابوبکر کی قلبی قساوت: شیخ ابوبکر دقاق علیہ الرحمۃ کا فرمایا:

''میں پندرہ یوم بنی اسرائیل کے میدان تیہ میں حیران و پریشان پھرتا رہا۔ پھر جب راستے پر آیا تو مجھے ایک فوجی ملا' جس نے مجھے پانی پلایا۔ اس کی وجہ سے میرا قلب تیس سال تک پریشان حال رہا (کیونکہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ پانی جائز ذرائع سے حاصل کیا گیا تھا یا ناجائز)۔''

سیدہ رابعہ عدویہ کا ورع: حضرت رابعہ عدویہ علیہا الرحمۃ نے اپنی قمیض کا ایک چاک شاہی مشعل کی روشنی میں سی لیا تو ان کا سکون قلب جاتا رہا۔ جب انہیں یہ بات یاد آئی تو قمیض کو دوبارہ پھاڑ دیا جس پر ان کے قلب کا سکون واپس پلٹا۔

شیخ سفیان ثوری: کسی نے شیخ سفیان ثوری علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا کہ ان کو دو پر لگے ہوئے ہیں اور جنت میں ایک درخت سے اڑ کر دوسرے درخت پر جاتے ہیں۔ اس آدمی نے پوچھا:

''آپ کو یہ مرتبہ کیسے ملا؟''

فرمایا:

''تقویٰ اور ورع کے سبب۔''

شیخ حسان کا ورع: شیخ حسان بن ابی سنان علیہ الرحمۃ شیخ حسن بصری علیہ الرحمۃ کے حلقوں کے قریب آئے اور فرمایا:

''کون سی چیز تم کو سخت مشکل لگتی ہے؟''

انہوں نے عرض کیا:

''ورع اور مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرنا۔''

شیخ نے فرمایا:

''میرے لئے تو یہ دونوں بہت سہل ہیں۔''

عرض کیا گیا:

''وہ کیسے؟''

فرمایا:

''تقریباً چالیس برس ہو گئے کہ میں نے تمہاری نہر کا پانی نہیں پیا۔''

ایک سوئی کی وجہ سے جنت سے روک دیا جانا: شیخ حسان بن ابی سنان علیہ الرحمۃ کی عادت تھی کہ آپ نہ تو چت لیٹا کرتے تھے، نہ مرغن غذا تناول کیا کرتے تھے اور نہ ہی ٹھنڈا پانی پیتے تھے۔ اسی طرح ساٹھ برس گزار گئے۔ بعد از وفات کسی نے خواب میں ان کی زیارت کی تو عرض کیا:

((ما فعل الله بك))

''اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟''

فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ اچھا برتاؤ کیا ہے۔ میں نے ایک سوئی ادھار لی تھی اور میں نے اسے واپس نہیں کیا، جس کی وجہ سے مجھے جنت میں جانے سے روک دیا گیا ہے۔''

ترازو کی غبار: شیخ عبدالواحد بن زید کا ایک غلام تھا جس نے کئی سال ان کی خدمت کی تھی اور چالیس سال تک عبادت کرتا رہا۔ یہ غلام شروع شروع میں وزن کرنے کا کام کرتا تھا۔ بعد از وفات کسی نے اسے خواب میں دیکھا تو پوچھا:

''اللہ نے تم سے کیا برتاؤ کیا؟''

اس نے کہا:

''اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کیا۔ میرے ذمے ترازو کے غبار کی وجہ سے جو اس پر ہوا سے اڑ کر پڑ جاتی تھی، چالیس پیمانہ بھر وزن نکالا گیا ہے اور اسی وجہ سے مجھے جنت سے روک دیا گیا ہے۔''

ایک فوت شدہ کا قصہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک مرتبہ قبرستان کے قریب سے گزرے۔ آپ نے ایک فوت شدہ آدمی کو پکارا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

''تو کون ہے؟''

اس نے عرض کیا:

"میں لوگوں کا بوجھ اٹھانے والا مزدور تھا۔ ایک دن میں کسی آدمی کی لکڑیاں اٹھا کر مطلوبہ مقام کی طرف لے جا رہا تھا کہ میں نے دانتوں کے خلال کے لیے اس میں سے ایک تنکا توڑ لیا۔ جب سے میں فوت ہوا ہوں مجھ سے اس کا مطالبہ ہو رہا ہے۔"

شیخ ابوسعید اور شیخ عباس: شیخ ابو سعید خراز علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ ورع کے بارے میں گفتگو فرما رہے تھے کہ اتفاقاً شیخ عباس بن المہدی کا ادھر سے گزر ہوا۔ انہوں نے کہا:

"اے ابوسعید! کیا تجھے شرم نہیں آتی؟ تم ابوالدوانیق کی چھت کے نیچے بیٹھتے ہو اور زبیدہ کے حوض سے پانی پیتے ہو اور کھوٹے درہموں سے لین دین کرتے ہو اور پھر بھی ورع پر گفتگو کرتے ہو۔"

☆☆☆

فصل نمبر10:

زہد

رسول اللہ کی وصیت: صحابی رسول حضرت ابوخلاد رضی اللہ علیہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اذا رأیتم الرجل قد اوتی زهدًا فی الدنیا و قلة منطق فاقتربوا منه فانه یلقن الحکمة))

"جب تم کسی ایسے آدمی کو دیکھو کہ جسے دنیا سے زہد اور اس سلسلہ میں گفتگو کی توفیق دی گئی ہے تو تم اس کا قرب اختیار کرو کیونکہ اسے حکمت عطا کی گئی ہے۔" (سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الزہد فی الدنیا)

زہد حرام ہے: اہل تصوف کا مسئلہٴ زہد میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ زہد حرام ہے، کیونکہ حلال چیز اللہ کی طرف سے مباح ہے۔ پس جب اللہ اپنے بندے پر حلال مال کے ذریعے انعام کرتا ہے اور بندہ اس کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کی عبادت کرتا ہے تو اس صورت میں اپنے اختیار سے اسے چھوڑنا اور خرچ نہ کرنا دونوں مساوی ہیں، اسے روکنے پر فضیلت نہ ہوگی۔

باعث فضیلت: بعض اہل تصوف کا کہنا ہے کہ حرام چیز میں زہد واجب ہے اور حلال میں باعث فضیلت ہے، کیونکہ بندے کو کم مال دیا جائے اور پھر وہ اس پر صبر کرے، اللہ کی تقسیم پر راضی ہو، جو اسے عطا کیا گیا ہے اس پر قناعت کرے تو یہ اس حالت سے بہتر ہے کہ اللہ اسے دنیا میں کشادہ مال عطا کرے۔ نیز اللہ نے مخلوق کو دنیا میں زہد اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((قل متاع الدنیا قلیل والاخرة خیر لمن اتقی)) (سورۃ النساء، آیت نمبر:۷۷)

"کہہ دیجئے کہ دنیا کا سامان تھوڑا ہے اور آخرت اہل تقویٰ کے لیے بہتر ہے۔"

قرآن مجید میں بہت سی آیات ہیں جو دنیا کی مذمت اور اس سے بے رغبتی کا مضمون سمیٹے ہوئے ہیں۔

حلال مال سے زہد: بعض اہل تصوف کا کہنا ہے:

"جب آدمی اپنا مال و دولت اللہ کی اطاعت میں خرچ کرے اور اس کے حال سے صبر معلوم ہو اور وہ تنگ دستی کی حالت میں بھی اس چیز سے تعلق نہ رکھے جس سے شریعت نے منع کیا ہے تو اس وقت حلال مال سے اس کی بے رغبتی (زہد) مکمل ہوتا ہے۔"

صاحب فقر اور صاحب مال: بعض اہل تصوف کا کہنا ہے:

"آدمی کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ تکلف کے ساتھ حلال مال کو ترک نہ کرے اور اس فضول (زائد) چیز کو طلب نہ کرے جس کی اسے حاجت نہیں اور تقدیر کا خیال رکھے۔ اگر اللہ اسے حلال سے مال عطا کرے تو اس کا شکر بجا لائے اور اگر اللہ اس کو ضرورت کی حد میں رکھے تو زائد کی طلب میں تکلف نہ کرے۔ پس صاحبانِ فقر کے لئے صبر بہتر ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال مال عطا کیا ہے اس کے لیے شکر زیادہ مناسب ہے۔"

شیخ سفیان ثوری اور زہد: بہت سے صوفیاء کرام نے زہد سے متعلق کلام فرمایا ہے۔ ہر ایک نے اپنے حال کے مطابق بات کی اور زہد کی تعریف بیان کی ہے۔

شیخ سفیان ثوری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"زہد سے مراد دنیا کی امید کم کرنا ہے۔ غیر لطیف چیز کھانا اور جبہ نہ پہننا زہد نہیں ہے۔"

شیخ سری سقطی اور زہد: شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کی آنکھوں سے دنیا کو پوشیدہ کر دیا، اصفیاء کو دنیا سے محفوظ رکھا اور اہل محبت کے قلوب سے دنیا کو نکال دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا دینے پر راضی نہیں۔"

زہد سے متعلق ارشادِ الٰہی: منقول ہے کہ زہد اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے مراد لیا گیا ہے:

((لیلا تأسوا علی ما فاتکم و لا تفرحوا بما اتکم)) (سورۃ الحدید، آیت نمبر ۲۳)

"اس لیے کہ تم افسوس نہ کرو اس پر جو تمہارے ہاتھوں سے جاتا رہا اور خوش نہ ہو اس پر جو تم کو دیا گیا۔"

پس بلاشبہ حقیقی زاہد اس چیز پر نازش نہیں ہوتا جو دنیا میں موجود ہے اور نہ اس پر افسوس کرتا ہے جو اس سے کم ہو گئی ہے۔

دنیا کی پرواہ نہ کرنا: شیخ ابوعثمان علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

((الزهد ان تترك الدنيا ثم لا تباى بمن اخذها))

"زہد یہ ہے کہ تم ترک کردہ دنیا کو پھر پرواہ نہ کرو کہ اسے کون حاصل کرتا ہے۔"

شیخ ابوعلی دقاق کا قول: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"مال دنیا کو اس کی حالت پر چھوڑ دو۔ یہ نہ کہو کہ میں اس کے ذریعے کوئی راستہ بناؤں گا یا مسجد تعمیر کروں گا۔"

زہد کی سخاوت اور دنیا کی محبت: شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"زہد اپنی ملکیت میں سخاوت پیدا کرتا ہے اور دنیا سے محبت روح کی سخاوت پیدا کرتی ہے۔"

نظر زوال: شیخ ابن الجلاء علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"دنیا کو نظر زوال سے دیکھنا زہد ہے تاکہ وہ تمہارے نزدیک ذلیل ہو جائے اور تمہارے لیے اسے ترک کرنا سہل ہو۔"

علامت زہد: شیخ ابوعبداللہ محمد ابن خفیف علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"دنیا کو اپنی ملکیت سے خارج کرنے کے بعد راحت محسوس ہونا علامت زہد ہے۔"

اسباب قلب: شیخ ابوعبداللہ محمد ابن خفیف علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"زہد یہ ہے کہ قلب کے اسباب کی طرف خیال نہ کیا جائے اور ملکیتوں کو ہاتھوں سے جھاڑ دیا جائے۔"

دنیا سے اعراض: منقول ہے کہ کسی تکلف کے بغیر انسان کے نفس کا دنیا سے اعراض کرنا زہد ہے۔"

زاہد اور عابد: شیخ ابوالقاسم ابراہیم بن محمد نصر آبادی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

((الزاهد غريب فى الدنيا و العارف غريب فى الاخرة))

"زاہد دنیا میں اجنبی ہوتا ہے اور عارف آخرت میں بہت کم مقدار میں ہوں گے۔"

دنیا کا رغبت سے ملنا: منقول ہے کہ جو آدمی اپنے زہد میں صادق ہو تو دنیا اس کی طرف رغبت سے آتی ہے، اسی لئے کہا گیا کہ اگر آسمان سے ٹوپی گرے تو وہ اس شخص کے سر پر آتی ہے جو اسے نہیں چاہتا۔

ہاتھ اور قلب کا خالی ہونا: شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"جس چیز سے ہاتھ خالی ہے اس سے قلب کا خالی ہونا زہد ہے۔"

اون کا لباس: شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"علامات زہد میں سے ایک علامت اون کا لباس بھی ہے، لہٰذا صاحب زہد کے لئے تین درہموں کا اونی لباس پہننا مناسب نہیں جب کہ اس کے دل میں پانچ درہموں کی خواہش ہو۔"

زہد دنیا: زہد کے بارے میں اسلاف کا اختلاف ہے۔ چنانچہ شیخ امام سفیان ثوری، حضرت امام احمد بن حنبل، شیخ عیسیٰ بن یونس علیہم الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''امیدوں کو کم کرنا دنیا کا زہد ہے۔''

ان بزرگوں کے اس قول سے زہد کی علامات اور اس کی ترغیب دینے والے اسباب اور اس کو ثابت کرنے والی چیزیں مراد ہیں۔

ذات الٰہی پر اعتماد: شیخ عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''فقر کو پسند کرتے ہوئے اللہ کی ذات پر اعتماد کرنا زہد ہے۔''

شیخ بلخی اور ابن اسباط: شیخ شفیق بلخی علیہ الرحمۃ اور شیخ یوسف بن اسباط علیہ الرحمۃ نے بھی اس بارے میں یہی ارشاد فرمایا ہے کہ یہ زہد کی علامات میں سے ہے کیونکہ بندے کو جب اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہوگا اور توکل علی اللہ حاصل ہوگا تو اسی وقت اسے زہد پر قوت حاصل ہوگی۔

مال سے تعلق ترک کرنا: شیخ عبدالواحد بن زید علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''مال دنیا یعنی دینار و درہم کے ساتھ تعلق ترک کردینے کا نام زہد ہے۔''

غفلت والی چیز کو چھوڑ دینا: شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جو چیز اللہ تعالیٰ سے غافل کردے اس کو چھوڑ دینے کا نام زہد ہے۔''

دنیا کو حقیر سمجھنا: شیخ رویم علیہ الرحمۃ نے سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے زہد کے متعلق پوچھا تو شیخ جنید نے فرمایا:

''زہد دنیا کو حقیر جاننے اور اس کے نشانات کو قلب سے مٹا ڈالنے کا نام ہے۔''

کامل زاہد و کامل عارف: شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''اپنے نفس (کی اصلاح) سے غافل ہونے والے زاہد کی زندگی کبھی پاکیزہ نہیں ہوسکتی اور اپنے نفس میں مشغول ہونے والے عارف کی زندگی کبھی پاکیزہ نہیں ہوسکتی۔''

زہد کی جامع تعریف: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمہ سے زہد کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''ہاتھ کے مملوکہ چیز سے خالی ہونے اور قلب کے اس کی طرف متوجہ نہ ہونے کا نام زہد ہے۔''

اللہ کے علاوہ ہر کسی سے بے رغبت ہونا: شیخ شبلی علیہ الرحمۃ سے زہد کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''تمہارا اللہ کے علاوہ ہر چیز سے بے رغبت ہونا زہد ہے۔''

حقیقت زہد تک پہنچنے کے تین طریقے: شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''کوئی آدمی ان تین صفات کے بغیر زہد کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا۔ پہلی: عمل میں اللہ کے سوا کسی سے کوئی تعلق نہ ہو۔ دوسری: اس کی گفتگو میں کوئی لالچ نہ ہو۔ تیسری: عہدے کے بغیر اپنے آپ کو باعزت بنائے۔''

زہد کی حقیقت کچھ نہیں: شیخ ابوحفص علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''زہد صرف حلال مال میں ہوتا ہے اور دنیا میں حلال نہیں ہے، لہٰذا زہد بھی نہیں۔''

زاہد اور عطائے الٰہی: شیخ ابوعثمان علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

((ان اللہ تعالیٰ یعطی الزاھد فوق ما یرید ویعطی الراغب دون ما یرید ویعطی المستقیم موافقۃ

ما یرید))

"بے شک اللہ زاہد کو اس کی خواہش سے زیادہ عطا کرتا ہے اور (دنیا میں) رغبت کرنے والے کو اس کی خواہش سے کم دیتا ہے اور قناعت کرنے والے کو اس کی خواہش کے مطابق دیتا ہے۔"

زہد اور معرفت میں فرق: شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"زاہد تجھے سرکہ اور رائی کی نسوار دیتا ہے اور عارف تجھے کستوری اور عنبر سونگھاتا ہے۔"

ترک تعلق: شیخ امام حسن بصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"دنیا میں زہد یہ ہے کہ تم دنیا والوں اور جو کچھ دنیا میں ہے، سب سے ترک تعلق کرو۔"

دنیا کو دنیا والوں کے لیے چھوڑ دینا: ایک اہل تصوف سے کسی نے سوال کیا:

"دنیا میں زہد کیا ہے؟"

انہوں نے فرمایا:

"دنیا کو دنیا والوں کے لئے چھوڑ دینا زہد کہلاتا ہے۔"

نفس سے منہ موڑنا: ایک آدمی نے شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ سے سوال کیا:

"مجھے زہد کا مقام کب حاصل ہو سکتا ہے؟"

انہوں نے فرمایا:

"تم جب اپنے نفس سے منہ موڑ لو گے تب۔"

زاہدوں کا ایثار: شیخ محمد بن فضل علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"زاہدوں کا ایثار استغناء کے وقت ہوتا ہے اور جواں مردی کا ایثار محتاجی کے وقت ہوتا ہے۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصہ))

"اور وہ اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ انہیں شدید محتاجی ہو۔" (سورۃ الحشر، آیت نمبر ۹)

بلا اختلاف: شیخ ابوبکر محمد بن علی کتانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"ایسی چیز جس میں کسی کوفی، کسی مدنی، کسی عراقی اور کسی شامی کا اختلاف نہیں وہ دنیا میں زہد، سخاوت اور مخلوق کی خیر خواہی ہے۔"

تین دن تک بھوک برداشت کرنا: ایک آدمی نے شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ سے سوال کیا:

"میں توکل کی دکان میں کب داخل ہو سکتا ہوں اور کب زاہدوں کی چادر پہن سکتا ہوں؟"

انہوں نے جواباً فرمایا:

"جب تمہاری مخفی ریاضت اس درجہ کو پہنچ جائے کہ اگر اللہ تم کو تین دن رزق نہ دے تو تمہارے نفس میں کوئی کمزوری محسوس نہ ہو اور جو آدمی اس درجہ تک نہ پہنچے (اور اس کے باوجود اپنے آپ کو زاہد شمار کرتے تو) اس کا زاہدوں کے بچھونے پر بیٹھنا سراسر جہالت ہے۔ پس مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم ان (صوفیاء کرام) کے درمیان رسوا نہ ہو جاؤ۔"

حب دنیا سے خالی قلوب: شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"زہد فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جو صرف ان لوگوں کے قلوب میں سکونت اختیار کرتا ہے جن کے قلوب حب دنیا سے خالی

ہوں۔"

مال کی جانب رغبت رکھنے والا واعظ: شیخ محمد بن اشعث بیکندی علیہ الرحمۃ کے بیٹے کا فرمان ہے:

((من تکلم فی الزهد ووعظ الناس ثم رغب فی مالهم رفع الله تعالیٰ حب الاخرة من قلبه))

"جو آدمی زہد کے متعلق کلام کرے اور لوگوں کو وعظ کرے، پھر ان کے مال میں رغبت رکھے اللہ اس کے قلب سے حبِ آخرت نکال دیتا ہے۔"

حکمت کا پودا: منقول ہے کہ جب انسان زہد اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے ایک فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے جو اس کے قلب میں حکمت کا پودا لگا دیتا ہے۔

دنیا کا منہ پھیرنا: ایک اہل تصوف سے سوال کیا گیا:

"آپ دنیا سے بے رغبتی کیوں اختیار کرتے ہیں؟"

انہوں نے فرمایا:

"اس لیے کہ دنیا مجھ سے منہ پھیرتی ہے۔"

زہد کے تین درجے: زہد تین اقسام اور درجوں پر منقسم ہوتا ہے۔

((ترك الحرام وهو زهد العوام))

"عوام کا زہد حرام کو ترک کرنا ہے۔"

((ترك الفضول من الحلال وهو زهد الخواص))

"خواص کا زہد حلال میں سے زائد چیزوں کو ترک کرنا ہے۔"

((ترك ما یشغل العبد عن اللہ تعالیٰ وهو زهد العارفین))

"عارفین کا زہد ہر اس شے کو ترک کر دینا ہے جو اللہ سے غافل کر دے۔"

اکثر اور اقل سے اجتناب: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک اہل تصوف سے سوال کیا گیا:

"آپ نے دنیا میں زہد کو کیوں اختیار کیا؟"

انہوں نے فرمایا:

"جب میں نے دنیا کی کثیر اشیاء کو ترک کر دیا تو میں نے دنیا کی قلیل اشیاء میں مشغول ہونا بھی پسند نہ کیا۔"

دنیا کی مثال: شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"دنیا کی مثال دلہن کی طرح ہے کہ اس کا طالب اس کا بناؤ سنگھار کرنے والا ہے اور اس سے اعراض کرنے والا اس کا منہ کالا کرنے والا ہے۔ عوام اس کے بال نوچتے اور اس کے کپڑوں کو جلاتے ہیں، لیکن عارفین اللہ تعالیٰ کی ذات میں مشغول ہوتے ہیں وہ اس کی طرف توجہ ہی مبذول نہیں کرتے۔"

شیخ سری سقطی کا زہد: شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"میں نے زہد کے ہر باب کی مشق کی ہے۔ میں جس چیز کا ارادہ کرتا اسے پالیتا، البتہ میں لوگوں سے تعلقات کو ترک نہ کر سکا اور نہ مجھ میں اس کی ہمت ہے۔"

زاہدین کا اعلیٰ سے اعلیٰ کی طرف سفر: منقول ہے کہ زاہدین اعلیٰ چیز کی جانب جاتے ہیں کیونکہ وہ فانی نعمتوں (دنیا) کو چھوڑ کر باقی

رہنے والی نعمتوں (آخرت) کی طرف جاتے ہیں۔

عارفین وزاہدین: شیخ ابوالقاسم ابراہیم بن محمد نصر آبادی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''زہد میں زاہدین کا خون محفوظ رکھا جاتا ہے اور عارفین کا بہایا جاتا ہے۔''

حقیقی زاہد: شیخ حاتم الاصم علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''حقیقی زاہد نفس سے پہلے ہتھیلی کو پگھلاتا ہے (جو مال پاس ہوتا ہے فی سبیل اللہ خرچ کر دیتا ہے) اور مصنوعی زاہد اپنی ہتھیلی سے پہلے اپنے نفس کو پگھلاتا ہے (مال ہاتھ سے نہیں جانے دیتا)''

تمام خیر اور زہد: شیخ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''اللہ نے تمام شر کو ایک جگہ بند کر کے دنیا کی محبت کو اس کی چابی بنا دیا ہے اور تمام خیر کو ایک جگہ بند کر کے زہد کو اس کی چابی بنا دیا۔''

اضافہ از مترجم: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((قل متاع الدنيا قليل والاخرة خير لمن اتقى))(سورة النساء)

''کہہ دیجئے کہ دنیا کا فائدہ تھوڑا ہے اور آخرت پرہیزگار کیلئے بہتر ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وماالحيوة الدنيا الالعب ولهو))(سورة الانعام:32)

''اور دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشا ہے۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سن لو اور یاد رکھو کہ دنیا ایک عارضی اور وقتی سودا ہے جو اس وقت حاضر اور نقد ہے۔ اس میں ہر نیک اور بد کا حصہ ہے اور اس سے کھاتے ہیں۔ یقین جانو کہ آخرت ایک مقررہ وقت پر آنے والی ہے۔ یہ ایک سچی اٹل حقیقت ہے۔ قادر و مالک اسی میں فیصلہ کرے گا۔ یاد رکھو دنیا کی ساری خوشگواری اور اس کی تمام قسمیں جنہم میں ہیں۔ پس خبردار رہو جو کچھ کرو اللہ سے ڈرتے ہوئے کرو۔ تم اپنے اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جاؤ گے۔ جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

((اخذ رسول الله ﷺ بمنكبني فقال كن في الدنيا كانك غريب او غابر سبيل))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھے کو پکڑ کر فرمایا: دنیا میں اس طرح رہ کہ تو پردیسی ہے یا راہ گزرنے والا مسافر ہے۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الا ان الدنيا ملعونة وملعون مافيها الا ذكر الله وما والاه الله وعالم او متعلم))

''خبردار! دنیا ملعون ہے جو اس کے اندر ہے وہ بھی ملعون ہے۔ سوائے اللہ کی یاد کے اور ان چیزوں کے جنہیں اللہ سے کوئی تعلق اور واسطہ ہے اور سوائے عالم اور متعلم کے۔''

حضرت سہیل بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہا:

''مجھے ایسا عمل بتائیے کہ اس کے کرنے سے اللہ بھی مجھ سے محبت کرنے لگے اور اللہ کے بندے بھی۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دنیا کی جانب سے بے رخی اختیار کرلو تو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور لوگوں کے پاس جو کچھ (مال) ہے اس سے اعراض اختیار کرتو لوگ تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! میں تمہارے فقر وافلاس سے نہیں ڈرتا بلکہ اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر کشادہ کردی جائے گی جس طرح ان لوگوں پر کشادہ کی گئی تھی جو تم سے پہلے گزرے، پھر تم دنیا کی رغبت کروگے جس طرح تم سے پہلے لوگوں نے کی اور یہ دنیا تمہیں ہلاک کرڈالے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الدنیا سجن المؤمن و جنة الکافر))

''دنیا مومن کیلئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بکری کے مردہ بچے کے پاس سے گزرے۔ وہاں پر موجود لوگوں سے فرمایا:

''تم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ اسے ایک درہم میں خریدے۔؟''

انہوں نے کہا:

''ہم میں سے کوئی بھی پسند نہیں کرے گا کہ اسے خریدے۔''

آپ نے فرمایا:

''قسم ہے اللہ کی! دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل اور کم قیمت ہے جتنا ذلیل اور کم قیمت تمہارے نزدیک یہ مردہ ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لو کانت الدنیا تعدل عنداللہ جناح بعوضة ماسبقی اللہ کافراً منها شربة مآء))

''اگر دنیا کی قدر اللہ کے نزدیک گندمی مکھی کے پر جتنی بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ سب کچھ مومن کو دیتا کافر کو پینے کے لیے پانی بھی میسر نہ آتا (لیکن اللہ کے ہاں دنیا مکھی کے گندھے پر سے بھی زیادہ ذلیل ہے)''

حضرت مستور بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دنیا کی مثال آخرت کے مقابلے میں بس ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی ایک انگلی دریا میں ڈال کر نکال لے اور پھر دیکھے کہ پانی کی کتنی مقدار اس کے ساتھ لگ کر آئی ہے۔''

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کوئی ایسا شخص ہے جو پانی پر چلے اور اس کے پاؤں نہ بھیگیں۔؟''

عرض کیا:

''ایسا تو نہیں ہوسکتا۔''

فرمایا:

''اسی طرح دنیادار گناہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے دنیا سے اس طرح پرہیز کرنے والا بنا دیتا ہے جس طرح تم اپنے اس مریض کو پانی سے پرہیز کراتے ہو، جسے پانی نقصان پہنچاتا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں اپنی امت پر جن بلاؤں کے آنے سے ڈرتا ہوں ان میں زیادہ ڈر کی چیزیں ھوئی (خواہشات نفسانی) اور طول امل (لمبی لمبی امیدیں) ہیں اور یہ دنیا ہر لحہ چلی جا رہی ہے۔ گزر رہی ہے اور آخرت بھی چل پڑی ہے۔ چلی آ رہی ہے۔ ان دونوں کے بچے ہیں، یعنی انسانوں میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں جو دنیا سے اس قدر محبت کرتے ہیں جس طرح بچوں کو اپنی ماں سے ہوتی ہے اور اسی طرح آخرت کے۔''

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر دنیا اللہ کی نظر میں مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت رکھتی ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی میسر نہ آتا۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''درہم و دینار کے بندہ پر لعنت کی گئی ہے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند و بالا عمارت بنانے کو ناپسند فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دنیا کی مثال ایسے ہے جیسے سوار درخت تلے کھڑا ہو کر سایہ کا فائدہ اٹھالے اور پھر چل دے درخت کو وہیں چھوڑ کر۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری امت کا فتنہ مال ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''جب آدمی مرتا ہے تو فرشتے پوچھتے ہیں اس نے آخرت کیلئے کیا بھیجا؟ جبکہ آدمی کہتے ہیں اس نے کیا چھوڑا۔؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تمہارے سامنے ایک دشوار گزار گھاٹی ہے، اس سے وہ لوگ نہیں گزر سکتے جو گراں بار ہیں، اس لیے میں پسند کرتا ہوں کہ اس گھاٹی پر چڑھنے کیلئے ہلکا رہوں اور گراں بار نہ ہوں۔''

کوئی بھی چیز حقیقت میں بری نہیں ہوتی اس کا اچھا یا برا استعمال ہے۔ اسی طرح یہ دولت بنفسہ اور دنیا بری چیزیں نہیں، بلکہ یہ تو قرآن و حدیث میں اللہ کے احسانات ہیں لیکن ان کا استعمال ان کو اچھا یا برا بناتا ہے۔

دنیا کو غلط استعمال کرنا یہ ہے کہ انسان اللہ کے احکامات کو پس پشت ڈال کر شیطان کی راہ اختیار کر لے اور دولت اس وقت غلط چیز ہے جب ناجائز ذرائع سے اس کا حصول ہو۔ غلط خرچ' بخل سے کام لینا' حلال و حرام میں تمیز نہ کرنا' ان تمام صورتوں میں دولت اور دنیا وبال ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

((اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ و ذروا البیع))

''اور جب جمعہ کی اذان ہو جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر جاؤ اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔''

پھر فرمایا:

((فاذا قضی الصلوۃ فانتشروافی الارض وابتغوامن فضل اللہ))

''اور جب جمعہ کی نماز پڑھ لی جائے تو پھر اللہ کی زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرو۔''

ارشاد ربانی ہے:

((والفلك التی تجری فی البحر بما ینفع الناس))

''اور وہ کشتی جو سمندر میں چلتی ہے لوگوں کو نفع دینے والی چیز (مال تجارت) کو لے کر۔''

جانوروں کے بارے میں فرمایا:

((والانعام خلقها لكم فيها دف ء ومنافع للناس ومنها تاكلون ولكم فيها جمال حين تريحون وحين تسرحون تحمل اثقالكم لا تكونوابالغيه الابشق الانفس))

((والخيل والبغال والحميرلتركبوها وزينة ويخلق مالا تعلمون))

سورت نحل میں چاند وسورج کے متعلق ارشاد فرمایا:

((وسخرلكم الليل والنهار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامره))

ان تمام چیزوں کو نہ صرف پیدا کیا بلکہ تمہاری خدمت میں لگا دیا۔ ساری کائنات کی رنگینیاں اور سرکمیاں تمہارے ہی لیے پیدا کی ہیں۔

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا۔ اس کے گندے اور پرانے کپڑے تھے اور بکھرے ہوئے بال۔ پوچھا گیا:

''کیا تم غریب ہو۔؟''

کہنے لگا:

''نہیں۔ میرے پاس تو بہت بڑا ریوڑ ہے۔''

فرمایا:

''جو اللہ نے تمہیں دیا ہے اس کا اظہار بھی کرو۔''

حدیث میں ارشاد ہے:

((ان اللہ جمیل ویحب الجمال))

''اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی (صفائی، جائز آرائش) کو پسند فرماتا ہے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے:

((ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة))

''اے اللہ! ہمیں دنیا اور آخرت دونوں میں بھلائی عطا فرما۔''

اسلام میں دنیا سے کنارہ کشی اور گوشہ نشینی کا کوئی تصور موجود نہیں کہ انسان اپنے تمام حقوق وفرائض سے کنارہ کش ہو جائے بلکہ اصل عبادت تو دنیا کے اندر اس کی مشکلات میں رہ کر دنیا کی آلائشوں سے محفوظ رکھنا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

((ورهبانية ابتدعوها ما كتبنها عليهم الا ابتغاء رضوان الله فما رعوها حق رعايتها))

''اور رہبانیت جو انہوں نے خود ہی شروع کی تھی ہم نے ان پر لازم نہیں کی تھی مگر وہ اس کے ذریعے اللہ کی رضا چاہتے تھے، مگر وہ اس کی اُس طرح رعایت نہ رکھ سکے جیسا رعایت رکھنے کا حق تھا۔''

حدیث ہے:

((لارهبانية فى الاسلام))

''اسلام میں ترک دنیا نہیں۔''

دنیا میں انسان کے حصہ کے بارے میں فرمایا:

((ولاتنس نصيبك من الدنيا))

''اور جو دنیا میں تیرا حصہ ہے اسے نہ بھول جا۔''

((وانه لحب الخير لشديد))

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہدایت کا فیصلہ فرماتا ہے تو اس کے دل کو اسلام کیلئے کشادہ کر دیتا ہے۔''

اس کی علامت کے حوالے سے صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دنیا جو دھوکے اور فریب کی جگہ ہے۔ اس سے طبیعت کا ہٹ جانا اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری شروع کر دینا' دولت اگر صلاح وتقویٰ کیلئے ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔''

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جو شخص اللہ سے ڈرے اس کیلئے مالداری میں کوئی مضائقہ نہیں۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص دنیا کی دولت حلال طریقہ سے اس مقصد کے تحت حاصل کرنا چاہے کہ اسے دوسروں سے سوال نہ کرنا پڑے، اپنے اہل وعیال کے لئے روزی اور آرام وآسائش پیدا کرے اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ احسان کر سکے تو قیامت کے دن وہ اللہ کے سامنے اس انداز سے حاضر ہوگا۔ اگر وہ دولت حلال طریقے سے ہی کمائے اور مقصد یہ ہو کہ وہ بڑا مالدار بن جائے، دوسروں کے مقابلے میں اس کی شان بلند ہو، دوسروں کے مقابلے میں بڑا نظر آئے تو قیامت کے دن وہ اللہ کے سامنے حاضر ہوگا اس حالت میں کہ اللہ تعالیٰ اس پر سخت غضبناک ہوگا۔''

یوں قرآن میں دو پہلوؤں سے بات کی گئی ہے۔

1: بعض مقامات پر دنیاوی زندگی کی مذمت کی گئی ہے۔

2: بعض مقامات پر اس زندگی کی ترغیب دی گئی ہے۔

اس کی مطابقت میں مختلف مفسرین لکھتے ہیں۔

''فی نفسہ دنیا اور دولت بری چیزیں نہیں ہیں بلکہ اسلام کی روح یہ ہے کہ ہم زندگی اس طرح گزاردیں کہ دین ودنیا کی کشمکش بھی

موجود ہو لیکن اس کے باوجود زندگی اسلام کے حکم کے مطابق ڈھال دیں۔

دنیاوی دولت، کشش اور رنگینیاں دیکھ کر رہبانیت اختیار کرنا عظمت نہیں بلکہ اصل عظمت ان لذتوں کے باوجود احکام الٰہی کے مطابق زندگی بسر کرنا ہے۔

انسان کی برتری فرشتوں سے اسی لیے زیادہ ہے کہ انسان کے اندر شر کی صلاحیت اور مادہ موجود ہے جب کہ فرشتوں کے اندر شر کا پہلو نہیں ہے اور جب انسان اس شر کی صلاحیت کو دبا دیتا ہے تو فرشتوں سے بھی بالاتر مقام حاصل کر لیتا ہے۔

جب انسان اس دنیا کا اور پیسے کا ہی بن کر رہ جائے اور احکام الٰہی سے غافل ہو جائے، دولت میں محو ہو جائے وہ نہیں جانتا کہ حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے۔ پھر کثرت کی خواہش نے اس کو نماز، حقوق اللہ اور حقوق العباد سے غافل کر دیا۔

ارشاد الٰہی ہے:

((الذی جمع مالا و عدده یحسب ان ماله اخلده))

''وہ جو مال جمع کرتا ہے اور اس کو گن گن کر رکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ ہمیشہ رہے گا۔''

اور پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے:

((نار اللہ الموقدة التی تطلع علی الافئدة))

''اللہ کی تیار کردہ جہنم جو دل تک کو جلا کر راکھ کر دے گی۔''

انسان بخل کا شکار ہو چکا ہوتا ہے۔

((والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل اللہ فبشرهم بعذاب الیم))

''اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اس میں سے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، پس انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دیدیجئے۔''

پھر اسلام کی اصل روح یہ ہے کہ زندگی کو اس طرح گزاریں کہ دنیا کو بھی اس کی تمام تر کشش اور مشکلات میں احسن صورت میں سرانجام دیا جائے اور دوسری طرف احکام الٰہیہ و شرعیہ کی بھی پابندی ہو۔

حدیث مبارکہ:

((طلب کسب الحلال فریضة من بعد الفریضة))

''حلال روزی کا حصول فرض نماز کے بعد سب سے اہم فرض ہے۔''

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

((الکاسب حبیب اللہ))

''ہاتھ سے کمانے والا اللہ کا دوست ہے۔''

دنیا دار الامتحان: سورۃ حدید میں ہے:

((اعلموا انما الحیوة الدنیا لعب ولهو))(حدید، آیت نمبر 20)

''جان لو بے شک دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے۔''

ارشاد ربانی ہے:

((وماالحیوۃ الدنیا الامتاع الغرور))

"اور دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے۔"

آیت مبارکہ میں دو بنیادی نکات کی وضاحت کی گئی ہے:

1: دنیا کی بے ثباتی۔

2: دنیاوی زندگی کے بارے قرآن کا نقطہ نظر۔

قرآن کا نقطہ نظر یہ ہے کہ دنیا فانی ہے اور ہر چیز کو ایک دن فنا ہونا ہے جب کہ آخرت کی زندگی ابدی ہے تو پھر ایسے کام نہیں کرنے چاہئیں جن کی وجہ سے انسان کی آخرت تباہ ہو جانے کا خطرہ ہو۔

آیت مبارکہ میں دنیا کی بے ثباتی کو دو مثالوں سے سمجھایا گیا ہے:

1: انسانی مراحل کا ذکر کر کے دنیا کی بے ثباتی سمجھائی گئی ہے۔

2: کسان کی کھیتی سے وضاحت کی گئی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

((لعب ولھو وزینة وتفاخر بینکم وتکاثر فی الارض والاولاد))

"(دنیا) کھیل تماشہ اور زینت ہے اور تمہارا آپس میں فخر کرنا اور زمین اور اولاد کی کثرت پر فخر کرنا۔"

لعب: وہ کھیل ہے جو شیر خوارگی کے زمانے میں بے مقصد کھیلا جاتا ہے اور ابتدائی مرحلے کے بے مقصد کھیلوں کو کہا جاتا ہے۔

لھو: لعب سے اگلا مرحلہ جب بچہ با مقصد کھیلتا ہے اس وقت بچے کو کسی حد تک شعور آ چکا ہوتا ہے۔

وزینۃ: انسان کی زیب و زینت کا مرحلہ یہ لڑکپن کا زمانہ ہے اس دوران وہ اپنے جوبن پر ہوتا ہے فطری حسن ہوتا ہے۔

وتفاخر بینکم: اس میں ایک دوسرے پر فخر جتانے کا مرحلہ ہوتا ہے۔ اچھی شکل، اچھا رہن سہن، مالی آسودگی اور نسل کے اعتبار سے فخر۔ اچھے لباس وخوراک وغیرہ یہ سب چیزیں انسان کے فخر کا باعث بنتی ہیں۔

یہاں اولاد سے مراد اصل اولاد اور اس کی قوت اور طاقت مراد ہے۔ قوت اور طاقت کے بل بوتے پر وہ اپنی برتری جتاتا ہے اور معاشرے میں نام پیدا کرنا چاہتا ہے۔

ایک دوسرے مقام پر قرآن میں فرمایا گیا:

((یاایھاالذین امنو الاتلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ انما اموالکم و اولادکم فتنة))

"اے ایمان والو تمہارا مال اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دے۔ بے شک تمہارا مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہے۔"

ان چاروں مراحل کا ذکر کر کے یہاں دنیا کے ناقص پن، عارضی پن اور بے ثباتی کو نہایت خوبصورت پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔

((کمثل غیث اعجب الکفار نباته ثم یھیج فتراہ مصفرًا ثم یکون حطامًا))

"(دنیا) بارش کی مانند ہے، کسان کو کھیتی بڑی پسند آتی ہے، اس کا سبزہ آتا ہے، پھر تو دیکھے کہ زرد ہو گیا ہے، پھر ہو جاتا ہے روندا ہوا گھاس۔"

لہٰذا" بارش ہوتی ہے اور کسان کی کھیتی لہلہانے لگتی ہے وہ دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور صبح کاٹنے کے ارادہ سے آتا ہے کہ رات کو اس کی فصل حادثاتی طور پر تباہ ہو جاتی ہے اور رات کے بعد اس کی فصل بھوسہ کا ڈھیر بن چکی ہوتی ہے۔

یہی حال انسانی زندگی کا ہے کہ اس کی زندگی ختم ہو کہ پتہ بھی نہیں چلتا اور اچانک وہ موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔ اس آیت کریمہ سے اصل مقصود یہ ہے کہ موت اور دنیا بے ثبات ہے۔

دنیا دارالامتحان ہے جس طرح امتحان کا دورانیہ بہت کم ہوتا ہے اور اس کے اثرات بہت گہرے اور نمایاں ہوتے ہیں، اسی طرح دنیا کی زندگی بہت مختصر ہے یعنی اس کے ثمرات نمایاں اور گہرے اور دیرپا ہیں۔

قرآن میں دنیاوی زندگی کو بہت مقام پر دارالامتحان قرار دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

((الذی خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا فینظر کیف تعملون))

"وہ اللہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے، پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔"

نیز ارشاد الٰہی ہے:

((ھوالذی خلق السموت والارض فی ستۃ ایام وکان عرشہ علی الماء لیبلوکم ایکم احسن عملا))

"وہ اللہ کہ جس نے آسمان اور زمین پیدا کیے چھ دنوں میں اور اس کا عرش پانی پر تھا، تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"زندگی کو اس طرح گزارو کہ تم اجنبی ہو یا رستہ چلتے انسان ہو۔"

ارشاد الٰہی ہے:

((وماھذہ الحیوۃ الدنیا الالعب ولھو))

"اور دنیا کی زندگی تو بس لہو و لعب ہے۔"

نیز فرمایا:

((وماالحیوۃ الدنیا الامتاع الغرور))

"دنیاوی زندگی بس دھوکے کا سامان ہے۔"

دنیاوی زندگی محض دھوکا ہے۔ اصل سرمایہ نہیں جو مشکل وقت آڑے آئے، پھر آخرت کے عذاب و ثواب اور دنیا کے بے ثباتی بیان فرمانے کا ازلی نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ انسان دنیاوی لذتوں میں منہمک نہ ہو اور آخرت کی نعمتوں کی زیادہ فکر کرے۔

اس کو اگلی آیات میں یوں بیان فرمایا:

((سابقواالی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا کعرض السماء والارض))

"اللہ کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو جس کی چوڑائی آسمان اور زمین جیسی ہے۔"

دنیا کی زندگی محض عارضی ہے، یہاں کی بہار بھی عارضی اور خزاں بھی عارضی، یہاں دل بہلانے کا سامان ہے مگر وہ بہت

تھوڑا اور گھاٹے کا فائدہ ہے اور انسان اس کو اپنی منشائے مقصود سمجھ کر دھوکے میں پڑ جاتا ہے۔

اسی مضمون ''متاع الغرور'' کو قرآن میں اور مقامات پر بھی بیان کیا ہے:

((ذالك متاع الحيوة الدنيا والله عنده حسن المآب))(سورہ آل عمران)

''یہ دنیا کی زندگی کا مختصر ترین سامان ہے اور اللہ کے ہاں اچھا ٹھکانہ ہے۔''

((واضرب لهم مثل الحيوة الدنيا كماء انزلنه من السمآء فاختلط بى نبات الارض فاصبح هشيما تذروه الرياح وكان الله على كل شىء مقتدرا المال والبنون زينة الحيوة الدنيا والبقيت الصلحت خير عند ربك ثوابا وخير املا))(سورہ الکھف)

''ان کے لیے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کیجئے کہ جیسے ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا تو اس میں پتے اور جڑی بوٹیاں مل گئی تو پانی انہیں بہا لے گیا، پھر وہ خشک ہوئیں تو ہوائیں ان کو بکھرنے لگیں، اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ مال و دولت اور اولاد دنیا کی زندگی کی زینت ہیں، اور باقی رہنے والے نیک اعمال تمہارے رب کے ہاں بہتر ہیں اور اس کے ہاں بہت ثواب اور بڑا اچھا ٹھکانہ ہے۔''

ارشاد ربانی ہے:

((ارضيتم بالحيوة الدنيامن الآخرة فما متاع الحيوة الدنيا فى الاخرة الاقليل))

''کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیاوی زندگی پر خوش ہو؟ پس دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔''

ارشاد ربانی ہے:

((وماالحيوة الدنيا فى الآخرة الامتاع))

''دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں بہت تھوڑی ہے۔''

ارشاد ربانی ہے:

((من كان يريدالحيوة الدنيا وزينتهااولئك الذين ليس لهم فى الاخرة الاالنار))

''پس جو دنیا کی زندگی اور زینت چاہتا ہے یہی لوگ وہ ہیں کہ ان کے لیے آخرت میں بس جہنم ہے۔''

دنیا کو ترجیح دینے کے انجام کے بارے میں ارشاد ہے:

((الذين يستحبون الحيوة الدنيا على الآخرة ويصدون عن سبيل الله ويبغونها عوجاً اولئك فى ضلال بعيد))

''جو لوگ دنیا کی زندگی سے خوش ہوتے ہیں اور زمین میں احکامات الٰہی کے نفاذ میں خلل ڈالتے ہیں اور ان میں ٹیڑھ پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ بہت دور کی گمراہی میں پڑے ہیں۔''

دنیاوی زندگی کے بارے میں بے شمار احادیث ہیں۔ چند ایک درج ذیل ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كن فى الدنيا كانك غريب اوعابر سبيل))

''دنیا میں اس طرح رہ جیسے غریب یا مسافر۔''

((عن ابى هريرة الا ان الدنيا ملعون))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار دنیا ملعون ہے جو اس کے اندر ہے وہ بھی ملعون ہے، اللہ کی یاد کے سوائے اور ان چیزوں کے جن کا اللہ سے واسطہ ہے۔''

ایک شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہا:

''مجھے ایسا عمل بتایئے جس کے کرنے سے اللہ بھی مجھ سے محبت کرنے لگے اور اللہ کے بندے بھی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دنیا کی جانب سے بے رخی اختیار کر تو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔''

ارشاد نبوی ہے:

((الدنیا سجن المومن و جنة الکافر))

''دنیا مومن کے لیے جیل اور کافر کے لیے جنت ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دنیا کی مثال آخرت کے مقابلے میں بس اتنی ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی انگلی دریا میں ڈال کر باہر نکال لے اور پھر دیکھے تو پانی کی کتنی مقدار اس کے ساتھ لگ کر باہر آئی ہے۔؟''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں دیکھا کہ کھڑکیوں پر پردے لٹک رہے ہیں۔ فوراً واپس آگئے گویا آپ نے پسند نہ فرمایا کہ نبی کی بیٹی کے گھر میں دنیا کا سامان موجود ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں اپنی امت کے بارے میں کسی چیز کے متعلق پریشان نہیں ہوں، سوائے دولت کے کہ جب ان میں دولت آجائے گی تو یہ فتنہ کا شکار ہو جائیں گے۔''

☆☆☆

فصل نمبر 11:

خاموشی

رسول اللہ کا حکم: حضرت ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من كان يومن بالله واليوم الآخر فلا يوذ جاره، ومن كان يومن بالله واليوم الآخر فليقل خيرًا او ليصمت))(صحيح بخاری ۶۰۱۸) (مسلم:۴۷) (احمد:۱۷۵۷)

"جو کوئی اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دے، اور جو کوئی اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔"

نجات کیا ہے: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا:

"نجات کیا ہے؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اپنی زبان کی حفاظت کرو اور اپنے گناہوں پر رویا کرو۔" (سنن ترمذی:۲۳۰۶) (مسند امام احمد:۲۱۷۳۲)

خاموشی سلامتی ہے...... وقت پر گفتگو وقت پر خاموشی: خاموشی سلامتی ہے، چونکہ جب خاموش نہ رہنے پر شریعت نے جبر کیا ہے تو اس وقت خاموشی ندامت کا سبب ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ خاموش رہنے میں احکام شریعت اور امر و نہی کا لحاظ رکھا جائے۔ وقت پر خاموش رہنا اللہ کے بندوں کی صفات میں سے ہے جس طرح کہ اپنے محل پر بولنا بہت شریف خصلت لوگوں کی صفات میں سے ہے۔

خاموشی ادب ہے: شیخ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"حق بات کہنے سے خاموش رہنے والا آدمی گونگا شیطان ہے اور خاموشی بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونے کے آداب میں سے ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((واذا قرى القران فاستمعوا له وانصتو لعلكم ترحمون))(سورۃ الاعراف، آیت نمبر ۲۰۳)

"اور جب قرآن کی تلاوت کی جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جنوں کے حاضر ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

((فلما حضروا قالوا انصتو))(سورۃ الاحقاف، آیت نمبر ۲۹)

"پس جب وہ حاضر ہوئے تو کہا: خاموش ہو جاؤ (تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو غور سے سن سکو)۔"

ارشاد ربانی ہے:

((وخشعيت الاصوات للرحمن فلا تسمع الا همسا))

"اور پست ہو جائیں گی آوازیں رحمان کے لیے۔ پس تو نہیں سن سکے گا مگر دھیمی آواز۔" (سورۃ طہ، آیت نمبر:۱۰۸)

اللہ کے لیے خاموشی: جو بندہ جھوٹ اور غیبت سے بچنے کے لیے خاموشی اختیار کرتا ہے اس میں اور اس بندے میں کتنا فرق

ہے جو دبدبے والے لاشریک بادشاہ اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے خاموشی اختیار کرتا ہے۔؟
خاموشی کے بارے میں اشعار: اس بارے میں یہ اشعار پڑھے جاتے ہیں:

افکر ما اقول اذا افترقنا
واحکم دائبا حجج المقال
فانساها اذا نحن التقینا
فانطق حین انطق بالمحال

''میں فکر کرتا ہوں اس بارے میں جو کچھ میں نے اس وقت کہنا ہے جب ہم جدا ہوتے ہیں۔ پس بڑی کوشش سے گفتگو کے دلائل کو مضبوط بناتا ہوں۔ پس جب ہم ملتے ہیں تو میں بھول جاتا ہوں۔ پس جو کچھ کہتا ہوں وہ سب بغیر محل گفتگو ہوتی ہے۔''
نیز یہ شعر بھی ہے:

فیالیل کم من حاجة لی مهمة
اذا جئتکم لم ادر یالیل ماهیا

''پس اے لیلیٰ! میری کثیر اہم حاجات ہیں، لیکن جب تمہارے پاس آتا ہوں تو سب حاجات بھول جاتی ہیں۔''
اس مضمون کو یہ شعر بھی بیان کرتا ہے:

وکم حدیث لك حتی اذا
مکنت من لقیاك انسیته

''تم سے بہت سی باتیں کہنی ہوتی ہیں، حتیٰ کہ جب تم سے ملتا ہوں تو سب بھول جاتا ہوں۔''
یہ اشعار بھی ہیں:

رایت الکلام یزین الفتی
والعصمت خیر لمن قد صمت
وکم من حروف تجر الحتوف
ومن ناطق ود ان لو سکت

''میں سمجھتا ہوں کہ کلام کرنا بھلا معلوم ہوتا ہے جوان کو۔ اور خاموش رہنے والے کو خاموشی اچھی لگتی ہے۔ اور بہت سے حروف موت کا سبب بنتے ہیں اور بہت سے کلام کر چکنے والے چاہتے ہیں کہ کاش وہ خاموش رہتے۔''

خاموشی کی دو اقسام:

خاموشی کی دو اقسام ہیں:
1: ظاہری خاموشی۔ 2: قلب و ضمیر کی خاموشی۔

چنانچہ توکل کرنے والا رزق کا تقاضا کرنے سے خاموش رہتا ہے۔ مگر قلب عارف اللہ تعالیٰ کے احکام کی موافقت کی خاطر خاموش ہوتا ہے۔ چنانچہ توکل کرنے والا اللہ تعالیٰ کی عنایات پر کلی اعتماد رکھتا ہے اور صاحب معرفت اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر قناعت کرتا ہے۔

شاعر کا یہ شعر اسی معنی کی عکاسی کرتا ہے:

تجری علیه صروفه
وهموم سرك مطرقه

"تم پروارد ہوتی رہتی ہیں اس (محبوب) کی گردشیں اور تمہارے اسرار کے غم سر جھکائے رہتے ہیں۔"

فی البدیہہ کلام سننے کی وجہ سے: بعض اوقات فی البدیہہ کلام کرنے کی وجہ سے حیرانی اور خاموشی چھا جاتی ہے، کیونکہ جب کشف اچانک حاصل ہو تو تمام عبارتیں گنگ ہو جاتی ہیں، لہٰذا اس وقت نہ کوئی بیان ہوتا ہے اور نہ گویائی اور تمام شواہد ماند پڑ جاتے ہیں۔ لہٰذا نہ کسی قسم کا علم ہوتا ہے اور نہ حس۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

((یوم یجمع الله الرسل فیقول ماذا اجبتم قالو لا علم لنا))(سورۃ المائدہ، آیت نمبر:۱۰۹)

"جس دن اللہ تمام رسولوں کو اکٹھا کرے گا، پس فرمائے گا: تمہیں (امتوں کی طرف سے) کیا جواب دیا گیا۔ وہ عرض کریں گے: ہمیں کچھ علم نہیں (اے اللہ! آپ سب کچھ جانتے ہیں)"

سوال: صاحبانِ مجاہدہ نے خاموشی کیوں اختیار کی ہے۔؟

جواب: ان لوگوں کو معلوم ہے کہ کلام کرنے میں کیا کیا آفتیں ہیں اور پھر کلام میں نفس کا حصہ بھی ہوتا ہے اور نفس چاہتا ہے کہ اپنے کلام کے ذریعے اپنی تعریف کرے، کیونکہ وہ اپنے ہم مرتبہ لوگوں میں امتیازی حیثیت حاصل کرنے کا خواہش مند ہوتا ہے اور یہ امر مخلوق کی آفات میں سے ایک آفت ہے۔

صاحبانِ ریاضت: خاموشی صاحبانِ ریاضت کی صفات میں سے ہے اور اس کے ساتھ ساتھ خاموشی مقام ومنزلت اور تہذیب واخلاق کے ارکان میں سے بھی ہے۔

شیخ داؤد طائی کی خلوت: منقول ہے کہ شیخ داؤد طائی علیہ الرحمۃ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے متعلمین میں سے تھے۔ انہوں نے جب اپنے گھر میں خلوت اختیار کرنے کا عزم کیا تو پہلے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ شیخ داؤد طائی علیہ الرحمۃ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی مجلس میں آکر اپنے ساتھی علماء میں بیٹھے رہتے، مگر کسی مسئلہ میں گفتگو نہ کرتے۔ جب ایک سال تک اس عادت کو پختہ کر لینے پر کامیاب ہو گئے تب جا کر اپنے گھر میں خلوت گزیں ہو گئے۔

تحریر کو چاک کر دینا: خلیفہ عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی مضمون لکھتے اور اس کے الفاظ انہیں اچھے معلوم ہوتے تو وہ اس خط کو چاک چاک کر دیتے اور دوبارہ لکھتے (تا کہ جس کی طرف خط بھیجا جا رہا ہے اس کے دل میں ان الفاظ کو پڑھ کر کوئی ایسی بات نہ آئے کہ وہ سمجھنے لگ جائے کہ خلیفہ کے ہاں میں معزز ہوں اس لیے جو چاہوں کروں)۔"

کبھی کلام کبھی سکوت: احمد بن الفتح سے منقول ہے کہ شیخ بشر بن الحارث علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"جب تمہیں اپنا کلام پسند آئے تو خاموش رہو اور جب خاموشی پسند آئے تو کلام کرو۔"

خلوت، خاموشی اور توبہ: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"انسان کا خاموش رہنا اس وقت درست ہو سکتا ہے جب وہ گوشہ نشینی کو لازم کر لے، انسان کی توبہ بھی اسی وقت درست ہو سکتی ہے جب وہ اپنے لئے خاموشی کو لازم کر لے۔"

قلب وجوارح کی خاموشی: شیخ ابوبکر فارسی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''خاموشی صرف زبان کی ہی نہیں ہوتی، بلکہ قلب اور تمام جوارح کی بھی ہوتی ہے۔''

خاموشی کو غنیمت نہ جاننے والا: ایک صاحب تصوف کا قول ہے:

''جو آدمی خاموشی کو غنیمت نہیں جانتا وہ جب بولے گا بے ہودہ بات کرے گا۔''

خاموشی اور تفکر: شیخ محمد بن عبداللہ بن شاذان سے روایت ہے کہ شیخ ممشادالدینوری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''حکماء خاموشی اور تفکر ہی سے حکمت کے وارث بنے ہیں۔''

ماضی اور مستقبل کی مشغولیت: شیخ ابوبکر فارسی علیہ الرحمۃ سے سرّ کی خاموشی کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''راز کی خاموشی یہ ہے کہ تو ماضی اور مستقبل میں مشغول رہنا چھوڑ دے۔''

ضروری بات کہنے والا خاموش ہی تصور ہوگا: شیخ ابوبکر فارسی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جب آدمی ایسی بات کر رہا ہو جو انتہائی ضروری ہو یا جس کے علاوہ کوئی اور چارہ نہ ہو تو وہ خاموش ہی تصور کیا جائے گا۔''

اللہ سے زیادہ باتیں کرو: صحابی رسول حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''لوگوں سے کم اور اللہ سے زیادہ باتیں کرو۔ شاید کہ تمہارا قلب اللہ کی زیارت کر لے۔''

محافظ نفس: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا:

''وہ کون سا آدمی ہے جو سب سے زیادہ اپنے نفس کا محافظ ہے؟''

شیخ نے فرمایا:

''اپنی زبان کو سب سے زیادہ قابو میں رکھنے والا آدمی۔''

طویل قید: صحابی رسول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''زبان سے بڑھ کر کوئی چیز طویل قید کی حقدار نہیں ہے۔''

چار دروازے: شیخ علی بن بکار علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک دروازہ بنایا ہے، مگر زبان کے چار دروازے بنائے ہیں۔ چنانچہ دونوں ہونٹ دو چوکھٹ ہیں اور دانت دو چوکھٹ ہیں۔''

حضرت صدیق اکبر کا منہ میں پتھر ڈالنا: صحابی رسول خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کم از کم کلام کرنے کے لیے کئی برس اپنے منہ میں پتھر ڈالے رہتے تھے۔

شیخ ابوحمزہ بغدادی: منقول ہے کہ شیخ ابوحمزہ بغدادی علیہ الرحمۃ بہت عمدہ گفتگو کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہیں ایک منادی نے ندا دی:

''تم بولے اور اچھا بولے۔ اب یہ باقی رہ گیا کہ خاموش رہو اور وہ بھی اچھی خاموشی ہو۔''

یہ ندا سننے کے بعد مرتے دم تک انہوں نے کبھی بات نہیں کی۔ اس ندا کے سات روز بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

بطور سزا چپ رہنا: کبھی متکلم کو بطور سزا چپ رہنے کا حکم دیا جاتا ہے، اس لئے کہ اس نے کسی بات میں بے ادبی کی ہوتی ہے۔ چنانچہ شیخ شبلی علیہ الرحمۃ جب اپنی مجلس میں بیٹھتے اور شاگرد سوال نہ کرتے تو آپ اس آیت کریمہ کی تلاوت کرتے:

((ووقع القول علیهم بما ظلموا فهم لا ینطقون))

''اور لازم ہو گئی ہماری بات ان پر ان کے ظلم کے سبب۔ پس وہ بول نہیں سکتے۔''

شیخ شاہ کرمانی اور شیخ یحییٰ بن معاذ:

کبھی متکلم کے لئے خاموش رہنا اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ مجلس میں ایسا شخص موجود ہوتا ہے جو کلام کا اس سے زیادہ حق دار ہے۔

شیخ ابن سماک علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ شیخ شاہ کرمانی علیہ الرحمۃ اور شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ آپس میں دوست تھے۔ اتفاق سے دونوں ایک ہی شہر میں موجود تھے، مگر شیخ شاہ کرمانی علیہ الرحمۃ شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ کی مجلس میں حاضر نہ ہوتے تھے۔ کسی نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا:

''میرا اُن کی مجلس میں نہ جانا بہتر ہے۔''

ایک دن شیخ شاہ کرمانی شیخ یحییٰ کی مجلس میں جا پہنچے اور ایک طرف ہو کر اس طرح بیٹھ گئے کہ شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ کو ان کا علم نہ ہوا، مگر جب شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ گفتگو فرمانے لگے تو خاموش ہو گئے اور فرمایا:

''کوئی نہ کوئی ایسا شخص یہاں موجود ہے جو مجھ سے زیادہ کلام کرنے کا حق دار ہے۔''

لیکن اس کے علاوہ شیخ یحییٰ علیہ الرحمۃ کی زبان سے کوئی اور جملہ نہ نکلتا تھا۔ یہ دیکھ کر شیخ شاہ کرمانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ میرا ان کی مجلس میں نہ جانا ہی بہتر ہے۔''

متکلم پر سکوت کے طاری ہونے کی ایک وجہ...... سامعین کے احوال کی خرابی: کبھی متکلم پر سکوت اس لئے بھی طاری ہو جاتا ہے کہ حاضرین میں سے کسی میں خرابی ہوتی ہے، یعنی ان میں ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں جو اس کلام کو سننے کے اہل نہیں ہوتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس لیے متکلم کی زبان کو محفوظ رکھتا ہے تا کہ کوئی نا اہل نہ سن لے۔

سامعین کے فتنہ کی وجہ سے متکلم پر سکوت: کبھی متکلم پر سکوت اس لیے طاری ہو جاتا ہے کہ حاضرین میں ایسے اشخاص موجود ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اگر انہوں نے اس شخص کا کلام سن لیا تو ان کے لیے فتنہ کا سبب ہوگا، کیونکہ وہ یہ سمجھیں گے کہ یہ ان کا ''وقت'' ہے، حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں یا یہ کہ وہ اپنے ذمہ ایسی بات لگا دیں گے جس کی برداشت کی ان میں طاقت نہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرماتا ہے اور ان کے کانوں کو اس کلام کو سننے سے محفوظ رکھتا ہے۔

جنات کا حاضر ہونا: صاحبانِ طریقت کے شیوخ کا فرمان ہے کہ کبھی متکلم پر خاموشی طاری ہونے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ مجلس میں ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اس کا کلام سننے کے اہل نہیں ہوتے، کیونکہ صوفیاء کی مجالس میں جنات بھی حاضر ہوتے ہیں۔

شیخ استاد ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''ایک مرتبہ میں مرو کے علاقہ میں بیمار ہو گیا۔ میری آرزو تھی کہ میں نیشاپور چلا جاؤں۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی مجھے کہہ رہا ہے: آپ اس شہر سے نہیں نکل سکتے، کیونکہ کچھ جنوں کو آپ کا کلام پسند آ گیا ہے۔ وہ آپ کی مجلس میں آئے تھے، ان کی خاطر آپ کو یہاں ٹھہرنا ہوگا۔''

کان دو، آنکھیں دو لیکن زبان ایک کیوں؟: ایک حکیم کا قول ہے:

''انسان کو ایک زبان، دو کان اور دو آنکھیں اس لئے دی گئیں ہیں کہ وہ کلام کرنے کے مقابلہ میں زیادہ سنے اور زیادہ دیکھے۔''

گوشت روٹی سے پہلے: شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ کو ایک دعوت میں بلایا گیا تو آپ اس میں تشریف لے گئے۔ جب آپ بیٹھے تو آپ کے قریب بیٹھنے والوں نے لوگوں کی غیبت کرنی شروع کر دی۔ شیخ ابراہیم بن ادہم نے فرمایا:

''ہم تو روٹی کو گوشت سے پہلے کھاتے ہیں اور تم نے شروع ہی میں گوشت کھا لیا ہے۔؟''

شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ کی مراد اس آیت مبارکہ کا مفہوم تھا:

((ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکر ھتموہ))(سورۃ الحجرات، آیت نمبر:۱۲)
''کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ (غیبت کر کے) اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ پس تم اسے ناپسند کرتے ہو۔''
لسان العلم: منقول ہے:
''لسان العلم خاموشی ہے۔''
خاموشی سیکھنا: ایک صاحب تصوف کا کہنا ہے:
''جس طرح تو کلام کرنا سیکھتا ہے اس طرح خاموش رہنا بھی سیکھ، کیونکہ اگر کلام تجھے راستہ بتاتا ہے تو خاموشی تجھے بچاتی ہے۔''
خاموشی کی زبان: منقول ہے:
''خاموشی زبان کی پرہیزگاری ہے۔''
خونخوار درندہ: منقول ہے:
''زبان ایک خونخوار درندہ ہے اگر تو اسے جکڑ کر نہیں رکھے گا تو یہ تجھ پر حملہ کر دے گا۔''
بولنا اور خاموش رہنا دونوں میں آفت ہے: شیخ ابوحفص علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:
''اولیاء کے لیے خاموشی افضل ہے یا کلام کرنا؟''
آپ نے فرمایا:
''کلام کرنے والے کو اگر معلوم ہو جائے کہ کلام کرنے میں کیا آفات ہیں تو اگر اسے عمر نوح بھی مل جائے تو وہ ساری عمر خاموش رہے اور اگر اس کو معلوم ہو جائے کہ خاموش رہنے میں کیا آفات ہیں تو وہ اللہ سے عمر نوح جتنی دو عمریں مانگے تاکہ وہ کلام کر سکے۔''
خاموشی کے درجے: منقول ہے کہ خاموشی کے کئی درجے ہیں:

1: عوام کی خاموشی زبان سے ہوتی ہے۔
2: عارفین کی خاموشی دل سے ہوتی ہے۔
3: محبین کی خاموشی باطن کے خیالات سے ہوتی ہے۔

بولنا اور سننا...... آفات ہی آفات: ایک صاحب تصوف سے کلام کرنے کو کہا گیا تو اس نے فرمایا:
''مجھ میں (زبان کی آفات کو دیکھ کر) بولنے کی طاقت ہی نہیں ہے تو کیسے بولوں۔؟''
اس سے کہا گیا:
''اگر بول نہیں سکتے تو بات سن تو لیا کریں۔''
فرمایا:
''(فضول کلام سننے کی آفات کی وجہ سے) مجھ میں سننے کی طاقت ہی نہیں تو کیسے سنوں۔؟''
قلب اور زبان: ایک صاحب تصوف کا بیان ہے:
''تیس برس میری یہی حالت رہی کہ میری زبان جو کچھ سنتی قلب کی طرف سے سنتی۔ اس کے بعد تیس سال ایسے گزرے کہ قلب جو کچھ سنتا زبان کی طرف سے سنتا۔''
کلام زبان و قلب اور روح: منقول ہے کہ خواہ تو اپنی زبان کو بھی بند کیوں نہ کر دے تو اپنے کلام قلب سے نجات نہیں پا سکتا اور تیری ہڈیاں بوسیدہ ہی کیوں نہ ہو جائیں پھر بھی تو کلام نفس سے نجات نہیں پا سکتا اور تو کتنی ہی کوشش کیوں نہ کر لے تمہاری روح تم سے ہم کلام

نہیں ہوگی، اس لئے کہ وہ تو سرالاسرار ہے۔"

جاہل کی زبان: منقول ہے:

"جاہل کی زبان اس کی ہلاکت ہوتی ہے۔"

عاشق اور عارف کی خاموشی: منقول ہے:

"عاشق خاموش ہو جائے تو مر جاتا ہے اور عارف اگر خاموش رہے تو اپنے اوپر قابو پا لیتا ہے۔"

گفتگو کو اعمال میں شمار کرنے والا: مردویہ الصائغ سے روایت ہے کہ شیخ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"وہ آدمی بہت کم گفتگو کرے گا جو گفتگو کو اپنے اعمال کا حصہ سمجھے گا۔ ایسا آدمی فقط ان چیزوں کے بارے میں گفتگو کرے گا جن کی اسے سخت ضرورت ہے۔"

اضافہ از مترجم: زبان کی حفاظت قرآن وحدیث کی روشنی میں: "حفظ اللسان" کا لغوی مفہوم ہے: زبان کا قابو میں رکھنا، زبان کی حفاظت کرنا۔

زبان کی حفاظت کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے:

"زبان سے ایسے کلمات نہ کہے جائیں کہ جو تعلیمات اسلام کے خلاف ہوں۔ نیز انسان اپنی زبان سے اچھی اچھی باتیں کرے اور یہ کہ برائی کی باتوں سے پرہیز کرے۔"

اللہ تعالیٰ نے انسان کے ساتھ دو فرشتے مقرر کر رکھے ہیں، جو انسان کے اعمال کو باقاعدہ لکھ رہے ہوتے ہیں۔ انسان اپنے اعضائے جسم سے کوئی کام بھی سرانجام دیتا ہے خواہ وہ کام اچھا ہو یا برا، اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے۔ زبان بھی انسان کے جسم کا ایسا عضو ہے جس سے نہ چاہتے ہوئے بھی ایسے کام سرزد ہو جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ ہیں۔ زبان کی ہی وجہ سے انسان جنت اور جہنم کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اس لئے انسان کو چاہیے کہ زبان سے ایسے کلمات کا استعمال کرے جو خوش اخلاقی کا باعث ہوں۔ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ انسان کی مغفرت فرما دے گا اور اس کے گناہوں کو بخش دے گا۔

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولوا قولاً سدیداً یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم))(سورۃ احزاب ، آیات 71-70)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچی بات کہو۔ اللہ تعالیٰ (اس کے صلہ میں) تمہارے اعمال کو قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔"

سورۃ ق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید))(سورۃ ق ، آیت 18)

"وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں بولنے پاتا مگر اس کے پاس ہی ایک تاک لگانے والا تیار ہوتا ہے۔"

ایک مہذب معاشرے کا قیام انسانیت کو اس کا اصلی مقام ومرتبہ مہیا کرتا ہے۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ ایک دوسرے سے خوش اخلاقی سے برتاؤ کیا جائے اور مہذبانہ طریقہ زندگی اختیار کیا جائے۔ بہترین انسان وہی ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے زندگی گزارے اور دنیا والوں کو بھی راہ ہدایت کی دعوت دے۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وقولوا للناس حسناً))(سورۃ البقرہ، آیت 83)

لوگوں سے حسن کلام سے پیش آؤ۔ ان سے بدکلامی نہ کرو، یعنی ہمیشہ پیار و محبت سے حق بات پہنچاتے رہو۔ حسن کلام یہ ہے کہ کلام حق بھی ہو اور مناسب طریقے سے کہا بھی جائے۔

مداہنیت یعنی محض کسی کو خوش کرنے کی خاطر غلط باتیں اور بے جا خوشامد کو احسن کلام نہیں کہا جا سکتا۔

انسان کو بیہودہ اور غلط قسم کی گفتگو سے بچنا چاہیے، زبان کی حفاظت نہ کرنے کی وجہ سے انسان کو آخرت میں عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ لہٰذا عذاب آخرت کو ذہن میں رکھتے ہوئے بیہودہ اور لغو قسم کی گفتگو سے پرہیز کیا جائے۔ اگر کوئی جاہل لغو اور بے ہودہ بات چیت کرے تو اس سے کنارہ کشی کر لینی چاہیے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((واذا سمعوا اللغوا اعرضوا عنه وقالوا لنا اعملنا ولكم اعمالكم سلام عليكم لا نبتغی الجهلين))(سورة القصص، آیت 55)

"اور جب کوئی لغو بات سنتے ہیں تو اس کو ٹال جاتے ہیں اور (سلامت روی کے طور پر) کہہ دیتے ہیں کہ (ہم کچھ جواب نہیں دیتے) ہمارا کیا ہمارے سامنے آئے گا اور تمہارا کیا تمہارے۔ ہم تم کو سلام کرتے ہیں، ہم بے سمجھ لوگوں سے الجھنا نہیں چاہتے۔"

1: بری گفتگو سے بچنا اور زبان کی حفاظت بلا شبہ ہمت کا کام ہے، جب انسان کو کسی بات پر غصہ آ جائے تو اس پر کنٹرول کرنا اور غصے کو پی جانا بھی حفاظت زبان سے ہے اور یہ بڑا احسن کام ہے۔ غصہ پی جانے والوں سے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے:

((والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس والله يحب المحسنين))(سورة آل عمران، 134)

"اور مومن غصہ پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہوتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔"

2: اسی صورت میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ مزید فرماتا ہے:

((واذا ماغضبوا هم يغفرون))(سورة الشوریٰ، آیت 37)

"اور جب مسلمان غضبناک ہوتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں۔"

انسان کی اخلاقی زندگی کے جن پہلوؤں سے اس کو سب سے زیادہ واسطہ پڑتا ہے اور جن کے نتائج اور اثرات بہت دوررس ہوتے ہیں ان میں انسان کی زبان کی مٹھاس یا تلخی اور سختی یا نرمی بھی شامل ہے۔ اسی لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی اور شیریں گفتگو کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے اور ناپسندیدہ گفتگو سے منع فرمایا ہے۔

((عن سهل بن سعد قال قال رسول الله ﷺ من يضمن لی مابين لحييه وما بين رجليه اضمن له الجنة))(صحيح بخاری)

"حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھ سے اس کا عہد کرے کہ وہ اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز (زبان) اور اپنے دونوں پاؤں کے درمیانی چیز (شرم گاہ) کی حفاظت کرے گا تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔"

((عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ ان العبد ليتكلم بالكلمة من رضوان الله لا يلقی لها الا يرفع الله بها درجات وان العبد ليتكلمه بالكلمة من سخط الله لا يلقی لها الا يهوی بها فی

جهنم))(صحيح بخاری)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ بعض وقت ایسی بات زبان سے کہتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہو جاتا ہے، لیکن وہ بندہ اس سے واقف نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس بات کے بدلے میں اس کے درجات بلند کر دیتا ہے اور بعض اوقات بندہ ایسی بات کہتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے اور وہ اس سے واقف نہیں ہوتا اور وہ بات اس کو جہنم میں لے جاتی ہے اور ایک روایت ہے کہ وہ کلمہ اسے جہنم میں اتنی دوری پر ڈال دیتا ہے جتنی کہ مشرق و مغرب میں دوری ہے۔''

بندۂ مومن ہر وقت اپنی زبان کی حفاظت کرتا رہتا ہے۔ وہ بری گفتگو کرنے سے بچتا ہے، مومن آدمی نہ تو بدگوئی اور گالی گلوچ کرتا ہے اور نہ ہی لعن طعن کرتا ہے۔

((عن ابی هریرة عن النبی ﷺ الكلمة الطيبة صدقة))(صحيح بخاری)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھی اور میٹھی بات بھی ایک صدقہ ہے (نیکی کی ایک قسم ہے جس پر آدمی اجر کا مستحق ہوتا ہے)''

((عن جابر بن عبد الله ان رسول الله ﷺ ان من احبكم الی واقربكم منی مجلساً يوم القيمة، احسنكم اخلاقاً الثرثارون والمتشدقون، والمتفيهقون))(سنن ترمذی)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تم میں سے میرے نزدیک زیادہ محبوب اور زیادہ قریب مجلس والے وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق اچھے ہوں گے اور میرے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور دور رہنے والے وہ لوگ ہوں گے جو بتکلف زیادہ کلام کرنے والے، اپنے کلام کے ذریعے لوگوں پر فخر کا اظہار کرنے والے اور تکبر امنہ بھر کر کلام کرنے والے ہیں۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''کم بولنا حکمت ہے، کم کھانا صحت ہے، کم سونا صحت ہے اور عوام سے کم ملنا عافیت ہے۔''

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

''جب زبان کی اصلاح ہونے لگتی ہے تو دل کی بھی اصلاح ہو جاتی ہے۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں:

''آدمی کی قابلیت زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔ نیز اگر عقلمند آدمی خاموش رہے تو قدرت الٰہی میں فکر کرتا ہے اور جب نگاہ اٹھا کر دیکھتا ہے تو عبرت حاصل کرتا ہے۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''عبادت کے دس حصے ہیں جس میں سے نو حصے خاموشی میں ہیں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''جسے یہ بات پسند ہو کہ دوسرے لوگ اس کی عزت و اکرام کریں تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور حق بات کہے۔''

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''عقلمند انسان کی زبان اس کے دل کی تابعدار ہوتی ہے۔ جب وہ کوئی بات کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو پہلے اپنے دل کی طرف رجوع

کرتا ہے۔ اگر دل اجازت دیتا ہے تو بولتا ہے، اگر بولنے سے کوئی نقصان پاتا ہے تو خاموش رہتا ہے۔ اس کے برعکس جاہل آدمی کا دل اس کی زبان کی نوک پر ہوتا ہے۔ وہ بات کرتے وقت اپنے دل سے مشورہ نہیں کرتا بلکہ جو کچھ اس کی زبان پر آتا ہے کہہ دیتا ہے۔"

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

"وعظ خالصۃ اللہ کا کر! ورنہ! تیرا خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔"

حضرت لقمان حکیم سیاہ فام تھے۔ کسی نے ان کو اپنے غلام حبشی کے دھوکے میں خدمت گار بنالیا۔ آپ غلاموں کی طرح اپنے بادشاہ کی خدمت میں مشغول رہے۔ آقا نے حضرت لقمان حکیم سے کہا:

"ایک بکری ذبح کرو اور اس کے گوشت میں سے نہایت ہی عمدہ قسم کے دو ٹکڑے میرے لئے لے آؤ۔"

آپ نے بکری ذبح کی اور اس کا دل اور زبان تیار کر کے آقا کی خدمت میں لے گئے۔ آقا نے اس کی وجہ پوچھی تو جواب دیا:

"جسم میں یہی دو ٹکڑے ہیں کہ اگر اچھی حالت پر رہیں تو ان سے بہتر کوئی ٹکڑا نہیں اور اگر خباثت کیساتھ زندگی بسر ہو تو جسم میں ان سے بدتر کوئی ٹکڑا نہیں ہے۔"

بعض حکماء کے مطابق خاموش رہنے میں مندرجہ ذیل سات خوبیاں ہیں جن میں سے ہر خوبی ہزار نیکیوں کے برابر ہے:

1: خاموشی ایسی عبادت ہے کہ جس میں جسم کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی۔
2: خاموشی ایک ہیبت ہے جو بغیر دلیل اور محنت کے عیاں ہو جاتی ہے۔
3: خاموشی ایک ایسا قلعہ ہے کہ جس کی نگہبانی کی ضرورت نہیں پڑتی۔
4: خاموشی ایک آرائش و زینت ہے جس میں کوئی تکلیف نہیں۔
5: خاموشی انسان کے تمام عیبوں پر پردہ ڈال دیتی ہے۔
6: خاموشی کی بدولت کراماً کاتبین آرام میں رہتے ہیں۔
7: خاموش رہنا ایسی بے نیازی ہے جس میں کسی سے عذر کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

حفاظت زبان کے بے شمار فوائد ہیں جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

1: پردہ پوشی۔
2: اسلامی معاشرے کا قیام۔
3: اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت۔
4: جذبۂ محبت۔
5: جنت کا دخول۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے خاموشی اختیار کی وہ آفتوں سے بچ گیا۔"

مختصر یہ کہ زبان کی حفاظت ہر شعبہ ہائے زندگی میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اگر انسان اپنی زبان کی حفاظت نہیں کرتا تو حیوانیت کے درجے میں شمار ہونے لگتا ہے۔ اس لئے زبان کی حفاظت و نگرانی انتہائی ضروری ہے۔ انسان کی گفتگو سے ہی اس کی

شخصیت کا پتہ چلتا ہے۔اچھی گفتگو اچھے خاندان کی پہچان ہوتی ہے اس لئے انسان کو اپنی شخصیت کے اندر نکھار پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اپنی زبان کا صحیح استعمال کرتے ہوئے اچھی اور پراثر گفتگو کرے۔

زبان کی حفاظت انسان کی پردہ پوشی کرتی ہے۔

حفاظت زبان سے اسلامی معاشرے کے قیام میں مدد ملتی ہے۔

زبان کی حفاظت کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری کا باعث ہے۔

حفاظت زبان سے لوگوں میں باہم جذبہ محبت پیدا ہوتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے:

''جس نے مجھے زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کی ضمانت دی میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

زبان کی آفتیں: اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت سی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ان نعمتوں میں سے اسلام کے بعد زبان ایک عظیم نعمت ہے۔یہ زبان دودھاری تلوار کی مانند ہے۔اگر اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت (مثلاً قرآن کریم کی تلاوت کرنے' نیکی کا حکم دینے' برائی سے روکنے مظلوم کی مدد کرنے وغیرہ) میں استعمال کیا جائے تو یہی وہ کام ہیں جو ہر مسلمان سے مطلوب ہیں اور اعمال خیر میں زبان کو استعمال کرنا ہی اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔

زبان اور شرمگاہ کو ناجائز جگہ استعمال کرنے سے پرہیز کرنے والوں کو بھی جنتی قرار دیا گیا ہے۔چنانچہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص مجھے دو جبڑوں کے درمیان والی چیز (زبان) کی اور دو ٹانگوں کے درمیان والی چیز (شرمگاہ) کی ضمانت دے دے (کہ ان کو غلط استعمال نہ کرے گا تو) میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، جلد 2، عربی صفحہ 958)

اگر زبان کو شیطان کی اطاعت' مسلمانوں کے درمیان تفریق' جھوٹ' بہتان تراشی' غیبت' چغلی اور مسلمانوں کی عصمتوں کو پامال کرنے وغیرہ میں استعمال کیا جائے تو یہ اس عظیم نعمت کی ناشکری ہے اور یہ وہ کام ہیں جو ہر مسلمان پر حرام ہیں۔زبان کی دو بڑی آفتیں ہیں:

1: ناحق کلام کرنا۔

2: اظہار حق سے خاموش رہنا۔

جب کسی شخص کو جان ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہو پھر بھی وہ حق بات کے اظہار سے خاموش رہے تو وہ دین سے غافل' ریاکار' اللہ کا نافرمان اور گونگا شیطان ہے۔جبکہ باطل کلام کرنے والا' ناحق بات کہنے والا بھی اللہ کا نافرمان اور بولنے والا شیطان ہے۔ اکثر لوگ کلام کرنے اور خاموش رہنے کے معاملے میں راہ حق سے دور ہیں، جبکہ میانہ روی اختیار کرنیوالے اپنی زبانوں کو باطل سے روکتے اور حق کے راستے میں استعمال کرتے ہیں۔

زبان کی آفات انسان کے لئے انتہائی خطرناک ہیں، کیونکہ اس کے لئے حرام کھانے' ظلم' زنا' چوری' ڈاکہ اور شراب خوری وغیرہ گناہوں سے بچنا آسان ہے، لیکن زبان کے شر سے بچنا اس کے لئے مشکل ہے۔یہاں تک کہ بعض اوقات نیک' صالح اور زاہد انسان لاپرواہی سے اللہ کو ناراض کر دینے والا کوئی ایسا جملہ منہ سے ادا کر بیٹھتا ہے جس کی وجہ سے وہ ستر سال کی مسافت کے برابر آگ کی گہرائی میں جا گرتا ہے۔قابل افسوس بات ہے کہ بہت سے متقی اور پرہیزگار لوگ جو ظلم' برائی اور بے حیائی سے تو مکمل

اجتناب کرتے ہیں مگر ان کی زبانیں بڑی بے فکری دلا پرواہی سے زندوں اور مردوں کی توہین وتحقیر میں لگی رہتی ہیں۔اب زبان کے ان افعال کا تذکرہ پڑھئے جن سے بچنے کا نام حفاظت زبان ہے اوران سے بچنے والے کو ہی حدیث مذکور میں جنت کی خوش خبری عطا فرمائی گئی ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جوشخص مجھے دو جبڑوں کے درمیان والی چیز (زبان) کی اور دو ٹانگوں کے درمیان والی چیز (شرمگاہ) کی ضمانت دے دے (کہ ان کو غلط استعمال نہ کرے گا تو) میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، جلد 2، عربی صفحہ 958)

زبان کی فحش گوئی: 1: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

((لاخير في كثير من نجواهم الامن امر بصدقة اومعروف اواصلاح بين الناس ومن يفعل ذالك ابتغاء مرضات اللهفسوف نوتيه اجرًا عظيماً))(سورة النساء:114)

''لوگوں کی خفیہ سرگوشیوں میں اکثر وبیشتر کوئی بھلائی نہیں ہوتی۔ہاں اگر کوئی پوشیدہ طور پر صدقہ وخیرات کی تلقین کرے یا کسی نیک کام کے لئے یا لوگوں کے معاملات میں اصلاح کرنے کے لئے کسی سے کچھ کہے تو البتہ بھلی بات ہے اور جو کوئی اللہ کی رضا جوئی کے لئے ایسا کرے گا اسے ہم بڑا اجر عطا کریں گے۔''

2: اللہ ذوالجلال نے فرمایا:

((لايحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم وكان الله سميعاً عليماً))

(سورۃ النساء:148)

''اللہ پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے الا یہ کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو۔اور اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ بے ہودہ گوئی اور زبان سے ایذا رسانی کو پسند نہیں کرتا۔البتہ مظلوم ظالم پر بددعا یا اس کی برائی اعلانیہ ذکر کرسکتا ہے۔

3: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اللہ یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی آدمی دوسرے پر بددعا کرے۔البتہ مظلوم ظالم پر بددعا کرسکتا ہے۔''

(صفوۃ التفاسیر للصابونی:314/1)

4: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((مايلفظ من قول الا لديه رقيب عتيد))(سورة ق:18)

''کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا مگر اسے محفوظ کرنے کے لئے ایک نگران ہر وقت موجود رہتا ہے۔''

5: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((ان ربك لبالمرصاد))(سورة الفجر:14)

''حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب گھات لگائے ہوئے ہے۔''

6: ((عن ابی موسیٰ اشعری قال: قلت یارسول اللهای المسلمین افضل قال: من سلم

المسلمون من لسانه ويده))(صحيح بخاری 9/1وصحيح مسلم:65/1)

''سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! کونسا مسلمان افضل ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہیں۔''

7: ((عن ابی هريرة رضی الله عنه انه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ان العبد ليتكلم بالكلمة مايتبين فيها يهوی بهافی النار ابعدمابين المشرق والمغرب))

(صحیح بخاری:148/7وصحیح مسلم:2290/4)

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بندہ سوچے سمجھے بغیر ایسی بات کردیتا ہے جس کی وجہ سے مشرق ومغرب کے درمیان مسافت سے بھی زیادہ دور جہنم کی آگ میں جاگرتا ہے۔''

8: ((عن ابی هرة رضی الله عنه قال :قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ان الرجل ليتكلم بالكلمة من سخط الله لايری بها باسا فيهوی بها في نار جهنم سبعين خريفاً))

(سنن ابن ماجہ:1313/2 صحیح ابن ماجہ:358/2)

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ لاپرواہی سے اللہ تعالیٰ کوناراض کردینے والی بات کومعمولی جانتے ہوئے کردیتا ہے جس کے نتیجے میں ستر برس کے لئے جہنم کی آگ میں جاگرتا ہے۔''

9: ((عن ابي هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال :ان العبدليتكلم بالكلمة من رضوان الله لا يلقیٰ لها بالا يرفع الله بها درجات وان العبدليتكلم بالكلمة من سخط الله لا يلقیٰ لها بالايهوی بها فی جهنم))(صحيح بخاری:185/7)

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان لاپرواہی سے اللہ کی رضا کا ایک کلمہ بولتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے کئی درجات بلند فرمادیتا ہے اور کبھی انسان لاپرواہی سے اللہ کی ناراضگی کا ایک کلمہ بولتا ہے اور اس کی وجہ سے جہنم کی آگ میں جاگرتا ہے۔''

10: ((عن ابی هريرة رضی الله عنه قال:قال رسول الله صلی الله عليه وسلم من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيرًا اوليصمت ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه))

(صحیح بخاری:184/7وصحیح مسلم:68/1)

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کرے ورنہ خاموش رہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی عزت افزائی کرے۔''

11: ((عن سهل بن سعد رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال:من يضمن لی مابين لحييه ومابين رجليه اضمن له الجنة))(صحيح بخاری:184/7)

''سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھے اپنی زبان اور عصمت کی حفاظت کرنے کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

12: ((عن المغیرة رضی اللہ عنہ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینھی عن قیل وقال وکثرة السوال واضاعة المال ومنع وھات وعقوق الامھات وادالبنات))(صحیح بخاری:183/7)

"سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر ادھر کی باتوں، زیادہ سوال کرنے، مال کے ضیاع، بخل وطمع، والدین کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔"

13: ((عن بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان الرجل لیتکلم بالکلمة من رضوان اللہ ما کان یظن ان تبلغ مابلغت یکتب اللہ لہ بھا رضوانہ الی یوم یلقاہ وان الرجل لیتکلم بالکلمة من سخط اللہ ما کان یظن ان تبلغ مابلغت یکتب لہ بھا سخطہ الی یوم یلقاہ))(صحیح بخاری:185/7 وموطا مالک:985/2)

"سیدنا بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اللہ کی خوشنودی کی بات کرتا ہے جس کی اہمیت کا اسے اندازہ نہیں ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تک اس کے لئے اپنی رضامندی مقرر کردیتا ہے۔ اور ایک شخص اللہ کی ناراضگی کی بات کرتا ہے اور اسے اس کے (نقصان) کا اندازہ نہیں ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تک اس کے لئے اپنی ناراضگی تحریر کردیتا ہے۔"

14: ((عن سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال قلت یارسول اللہ حدثنی بامر اعتصم بہ قال: قل ربی اللہ ثم ربی اللہ ثم استقم قال قلت یارسول اللہ ھا اخوف ماتخاف علی؟ فاخذ بلسان نفسہ ثم قال: "ھذا))(صحیح مسلم 65/1 ومسند احمد:41/3)

"سیدنا سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی ایسی بات بتایئے جسے میں مضبوطی سے تھام لوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اقرار کرکہ میرا رب اللہ ہے اور اس پر قائم رہ۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے لئے سب سے خطرناک چیز کیا ہے۔؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا: یہ (سب سے خطرناک چیز ہے)۔"

15: ((وعن عمر انہ دخل علی ابی بکر وھو یجبد لسانہ فقال لہ عمر مہ غفر اللہ لک فقال ابوبکر ان ھذا اوردنی الموارد'))(موطا مالک 988/2)

"سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ اپنی زبان کھینچ رہے تھے تو انہوں نے کہا: ٹھہریئے! اللہ آپ کو معاف فرمائے (آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟) تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسی نے ہی مجھے مصائب ومشکلات میں گرفتار کرایا ہے۔"

16: ((عن جندب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدث ان رجلاً قال: واللہ لا یغفر اللہ لفلان وان اللہ تعالیٰ قال: من ذاالذی یتالی علی ان لا اغفر لفلان فانی قد غفرت لفلان واحبطت عملک))(صحیح مسلم 2023/4)

((ویذکر ان اباھریرة قال والذی نفسی بیدہ لتکلم بکلمة اوبقت دنیاہ وآخرتہ))

(مسند احمد:328/2)(سنن ابی داؤد:4901)

''سیدنا جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو معاف نہیں کرے گا (اس پر) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کون ہے جو مجھ پر (اتنی جرأت سے) قسم اٹھاتا ہے کہ میں نے فلاں کو معاف نہ کروں گا۔؟ بلاشبہ میں نے اسے تو معاف کردیا ہے اور تیرے عمل برباد کردیے ہیں۔''

بیان کیا جاتا ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! ایک کلمہ بولنے کی وجہ سے اس کی دنیا و آخرت برباد ہوگی۔''

17: ((عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال قال رسول اللہ صلی اللہ عیه وسلم: لاتکثروا الکلام بغیر ذکر اللہ فان کثره الکلام بغیر ذکر اللہ تعالیٰ قسوة للقلب وان ابعد الناس من اللہ تعالیٰ القلب القاسی))

(سنن الترمذی: 607/4)(اذکار للنووی تحقیق الارنووط: 285)

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ذکر کے بغیر زیادہ باتیں نہ کرو، کیونکہ اللہ کے ذکر سے خالی گفتگو کی کثرت دلوں میں سختی پیدا کرتی ہے اور لوگوں میں سے سنگدل انسان اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہوگا۔''

18: ((عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: اذا اصبح ابن آدم فان الاعضاء کلها تکفر اللسان فتقول: اتق اللہ فینا فانما نحن بك فان استقمت استقمنا وان اعوججت اعوججنا))

(سنن الترمذی: 615/4)(صحیح الترمذی: 287/2)

''سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ خدری سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ابن آدم صبح اٹھتا ہے تو اس کے تمام اعضاء زبان کے سامنے عاجزی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے بارے میں اللہ سے ڈر جا، ہم تیرے ساتھی ہیں، اگر تو درست رہے گی تو ہم بھی درست رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی تیرے ساتھ ہی ٹیڑھے ہوجائیں گے۔''

19: ((عن معاذ رضی اللہ عنه فی حدیثه الطویل وفی عجزه الا اخبرك بملاك ذالك کله؟ قلت بلی یارسول اللہ فاخذ بلسانه ثم قال: کف علیك هذا قلت یارسول اللہ وانا لمواخذون بما نتکلم به؟ فقال ثکلتك امك وهل یکب الناس فی النار علی وجوههم الاحصائد السنتهم))(سنن ترمذی 11/5 وقال حدیث حسن صحیح)

''سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ ایک طویل حدیث کے آخر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تجھے ان سب کا خلاصہ نہ بتادوں؟ میں نے عرض کیا: ضرور بتایئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا: اسے قابو میں رکھو۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہماری گفتگو پر بھی مواخذہ ہوگا۔؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے تمہاری ماں گم پائے! لوگوں کو اوندھے منہ آگ میں گرانے والی ان کی زبانوں کی کمائی ہی تو ہے۔''

20: ((عن عائشة رضی اللہ عنها عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: ان ابغض الرجال الی اللہ الالد الخصم))(صحیح بخاری 100) (صحیح مسلم 2054/4)

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے ناپسندیدہ

سخت جھگڑالوانسان ہے!"

21: ((عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن اکثر مایدخل الناس الجنۃ قال: تقوی اللہ وحسن الخلق وسئل عن اکثر مایدخل الناس النار قال: الفم والفرج)) (سنن الترمذی: 363/4 وصحیح الترمذی: 194/2)

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ جنت میں داخل ہونے کا سبب کونسی چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا تقویٰ اور اچھا اخلاق۔ پھر سوال کیا گیا کہ جہنم میں داخلے کا سب سے بڑا سبب کونسی چیز ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زبان اور شرمگاہ۔"

ستاروں کے ذریعے بارش طلب کرنا: "سیدنا زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر رات کی بارش کے بعد ہمیں صبح کی نماز پڑھائی' نماز سے فراغت کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

"کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا۔؟"

لوگوں نے عرض کیا:

"اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آج صبح میرے کچھ بندے میرے ساتھ ایمان لانے والے اور کچھ کفر کرنے والے بن گئے۔ جس نے کہا: ہمیں اللہ کے فضل وکرم سے بارش نصیب ہوئی وہ مومن ہے اور وہ ستاروں کی تاثیر کا منکر ہے اور جس نے کہا: فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش برسی تو وہ میرے ساتھ کفر کرنے والا اور ستاروں کے ساتھ ایمان لانے والا ہے۔"

غیر اللہ کی قسم اٹھانا: 1: ((عن بریدہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حلف بالامانۃ فلیس منا)) (ابوداؤد 223/3) (صحیح الجامع 282/5)

"سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے امانت کی قسم اٹھائی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

2: ((عن عمر قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ ینہاکم ان تحلفوا بابائکم فواللہ ماحلفت بہامنذ سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذاکرا ولا اثرا))

(صحیح بخاری: 221/7) (صحیح مسلم: 1266/3)

"سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں آباؤ اجداد کے ناموں کی قسمیں اٹھانے سے منع فرماتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے تو میں نے کسی کا ذکر کرتے ہوئے اور کسی سے نقل کرتے ہوئے کبھی غیر اللہ کی قسم نہیں اٹھائی۔"

3: ((عن ابن عمر رضی اللہ عنہ انہ ادرک عمر بن الخطاب فی رکب وھو یحلف بابیہ فناداہ رسول اللہ ﷺ الا ان اللہ ینہاکم ان تحلفوا بابائکم فمن کان حالفاً فلیحلف باللہ او لیصمت)) (صحیح

بخاری:98/7) (صحیح مسلم:1267/3)

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لوگوں کی ایک جماعت میں دیکھا کہ وہ اپنے باپ کی قسم اٹھا رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا کر فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں آباء واجداد کی قسمیں اٹھانے سے منع کرتا ہے لہٰذا جس نے قسم اٹھانی ہے تو وہ صرف اللہ کی قسم اٹھائے ورنہ خاموش رہے۔''

4: ((عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انہ سمع رجلا یقول لا والکعبة فقال ابن عمر: لایحلف بغیر اللہ فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من حلف بغیر اللہ فقد کفر او اشرك))

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو کعبۃ اللہ کی قسم اٹھاتے ہوئے سنا تو فرمایا: ''غیر اللہ کی قسم نہیں اٹھائی جاتی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے کفر کیا یا آپ نے فرمایا کہ اس نے شرک کیا۔''

5: ((عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حلف فقال فی حلفه واللات والعزی فلیقل لااله الا اللہ ومن قال لصاحبه تعال اقامرك فلیتصدق))

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان لات اور عزیٰ کی قسم اٹھاتا ہے وہ لا الہ الا اللہ پڑھے اور جس نے اپنے ساتھی کو کہا آؤ جوا کھیلیں وہ صدقہ کرے۔''

جھوٹی قسم اور احسان جتلانا: 1: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((یاایها الذین امنوا لاتبطلوا صدقتکم المن والاذی کالذی ینفق ماله رئآء الناس ولایؤمن باللہ والیوم الآخر))(سورة البقرة آیت:264)

''اے اہل ایمان! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملاؤ جو اپنا مال محض لوگوں کے دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔''

2: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین قسم کے آدمیوں کی طرف نہیں دیکھے گا، نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا: وہ شخص جس کے پاس ضرورت سے زائد پانی ہے اور وہ مسافروں کو استعمال نہیں کرنے دیتا، وہ انسان جو حصول دنیا کی خاطر حاکم وقت کی بیعت کرتا ہے، اگر اسے مال مل جائے تو خوش ہوتا ہے اور اگر نہ ملے تو ناراض ہو جاتا ہے اور تیسرا وہ شخص جو عصر کے وقت (اپنا سامان مہنگے داموں بیچنے کے لئے) اللہ کی قسم اٹھاتا ہے کہ اس کے مال کے بدلے اسے اتنی رقم ملتی تھی (لیکن اس نے بیچا نہیں) گاہک اسے سچا سمجھ لیتا ہے (اور مہنگے داموں سامان خرید لیتا ہے)''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

((ان الذین یشترون بعهد اللہ و ایمنهم ثمناً قلیلًا اولئك لاخلاق لهم فی الآخرة ولا یکلمهم اللہ ولاینظر الیهم یوم القیمة و لا یزکیهم و لهم عذاب الیم))

(سورۃ آل عمران:77)(صحیح بخاری:75/3)(صحیح مسلم:103/1)

''جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اللہ قیامت کے روز

ان سے بات کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا، بلکہ ان کے لئے سخت دردناک عذاب ہے۔"

3: ((عن ابی ذر رضی اللّٰہ عنه عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال ثلاثة لایکلمهم اللّٰہ یوم القیامة ولاینظر الیهم ولایزکیهم ولهم عذاب الیم قال قرأها رسول صلی اللّٰہ علیه وسلم ثلاث مرار قال ابو ذر خابوا وخسروا من هم یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ؟ قال المسبل ازاره والمنان والمنفق سلعته بالحلف الکاذب))(صحیح مسلم:102/1)

"سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین قسم کے لوگوں سے کلام نہیں فرمائے گا' نہ ان کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھے گا اور نہ ہی انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے تکلیف دہ عذاب ہوگا۔ آپ نے اس بات کو تین مرتبہ دہرایا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: وہ لوگ تو ناکام ونامراد ہو گئے اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی چادر ٹخنوں سے نیچے رکھنے والا، احسان کر کے جتلانے والا اور جھوٹی قسم کے ذریعے مال فروخت کرنے والا۔"

4: ((عن ابی هریرة رضی اللّٰہ عنه قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول :الحلف منفقة للسلعة ممحقة للبرکة))(صحیح بخاری:12/3) (صحیح مسلم:1688/3)

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جھوٹی) قسم سامان فروخت کروا دینے والی اور برکت ختم کر دینے والی ہے۔"

شہنشاہ نام رکھنا: ((عن ابی هریرة رضی اللّٰہ عنه قال :قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم :اخنع الاسماء عنداللّٰہ رجل تسمی بملك الاملاك))

(صحیح بخاری:119/7)(صحیح مسلم:1688/3)

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے گھٹیا اور ذلیل نام شہنشاہ (بادشاہوں کا بادشاہ) ہے۔"

زمانے کو گالی دینا: ((عن ابی هریرة رضی اللّٰہ عنه قال :قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: قال اللّٰہ عزوجل: یوذینی ابن آدم یسب الدهر وانا الدهر بیدی الامر اقلب اللیل النهار))(صحیح بخاری:40/6)(صحیح مسلم:1762/4)

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ابن آدم زمانے کو گالی دے کر مجھے تکلیف دیتا ہے، کیونکہ میں ہی زمانہ ہوں' میرے ہاتھ میں تمام معاملہ ہے (اور) میں ہی رات دن کو پھیرتا ہوں۔"

نوحہ کرنا: 1: ((عن ام عطیة رضی اللّٰہ عنها قالت اخذ علینا النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم عند البیعة ان لا ننوح فماوفت منا امرأة غیر خمس نسوة ام سلم وام العلاء وابنة ابی بن سبرة امرأة معاذ وامرأتین اوابنة ابی سبرة وامراة معاذ و امرأة اُخری))

(صحیح بخاری:82/2)(صحیح مسلم:645/2)

"سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لیتے وقت ہم سے عہد لیا تھا کہ ہم نوحہ نہ کریں گی

لیکن ہم میں سے صرف پانچ عورتوں نے یہ عہد پورا کیا' ام سلیم' ام العلاء' معاذ کی بیوی (ابوسبرہ کی بیٹی) اور دو دیگر عورتیں یا (ام عطیہ نے) کہا: معاذ کی بیوی اور ابوسبرہ کی بیٹی اور ایک دوسری عورت۔"

2: ((عن ابی مالك الاشعری رضی اللہعنہ ان النبی صلی اللہعلیہ وسلم قال: اربع فی امتی من امر الجاهلیة لایتر کونهن: الفخر فی الاحساب والطعن فی الانساب والاستسقاء بالنجوم' والنیاحة وقال النائحة اذالم تتب قبل موتها تقام یوم القیامه وعلیها سربال من قطران ودرع من جرب)) (صحیح مسلم 644/2)

"سیدنا ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں جاہلیت کی چار باتیں ہیں جنہیں یہ نہ چھوڑیں گے: (اپنے) حسب ونسب پر فخر (دوسرے کے) نسب پر طعن' ستاروں کے ذریعے بارش طلب کرنا اور نوحہ کرنا (بین کرنا)۔ مزید فرمایا: نوحہ کرنے والی عورت نے موت سے قبل توبہ نہ کی تو روز قیامت اس حال میں اٹھائی جائے گی کہ اس پر گندھک کی قمیض اور خارش کی چادر ہوگی۔"

3: سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ پر شدید تکلیف کے باعث غشی طاری ہوگئی تو ان کے اہل خانہ میں سے بعض نے نوحہ کرنا شروع کردیا' لیکن غشی کی وجہ سے وہ انہیں روک نہ سکے۔ جب انہیں افاقہ ہوا تو فرمایا:

((انابریء ممن منه رسول اللہصلی اللہعلیه وسلم ان رسول اللہصلی اللہعلیه وسلم بریء من الصالقة والحالقةو الشاقة))

"میں ان لوگوں سے بری ہوں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برأت کا اظہار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوحہ کرنے والی' سر مونڈنے والی اور گریبان پھاڑنے والی سے بری ہیں۔" (صحیح بخاری: 83/2) (صحیح مسلم: 99/1)

4: ((عن ابن مسعود رضی اللہعنه قال: قال رسول اللہصلی اللہعلیه وسلم لیس منامن ضرب الخدود وشق الجیوب ودعابدعوی الجاهلیة))

(صحیح بخاری: 83/2) (صحیح مسلم: 99/1)

"سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رخسار پیٹے' گریبان پھاڑا اور جاہلیت والی باتیں کیں تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

بولی (قیمت) بڑھانا: ((عن ابی هریرة رضی اللہعنه ان رسول اللہصلی اللہعلیه وسلم قال: لاتلقوا الرکبان ولایبع بعضکم علی بیع بعض ولاتناجشوا ولایبع حاضرلبادولاتصرواالغنم ومن ابتاعها بخیرالنظرین بعد ان یحتلبها ان رضیها امسکها وان سخطها ردها وصاعامن تمری)) (صحیح بخاری: 26/3) (صحیح مسلم: 1154/3)

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باہر سے سامان لانے والے قافلہ سے راستے میں نہ ملو اور دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرو' قیمت نہ بڑھاؤ' شہری دیہاتی کا مال نہ بیچے' جانوروں کا دودھ نہ روک رکھو' جو شخص کوئی ایسا جانور خریدے تو دودھ دوہنے کے بعد اسے اختیار ہے چاہے تو اسے رکھ لے ورنہ وہ جانور اور اس کے ساتھ ایک صاع (تقریباً اڑھائی کلو) کھجور واپس کردے۔"

خلاف حقیقت مدح: 1: ((عن ابی بکر رضی اللہ عنہ قال اثنی رجل علی رجل عندالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: ویلك قطعت عنق صاحبك قطعت عنق صاحبك مرارا ثم قال: من کان منکم مادحا اخاہ لا محالة فلیقل: احسب فلاناً واللہ حسیبہ ولا ازکی علی اللہ احد احسبہ کذا وکذا ان کان یعلم ذلك منہ))

(صحیح بخاری:158/3)(صحیح مسلم:2296/4)

''سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوسرے کی تعریف شروع کردی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے تو نے اپنے ساتھی کی گردن توڑ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات کئی بار دہرانے کے بعد فرمایا: اگر کوئی لازماً (ضرورت کے تحت) اپنے بھائی کی تعریف کرنا چاہتا ہے تو یوں کہے کہ میں فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں اور اللہ ہی اس کا حساب لینے والا ہے۔ میں اللہ کے مقابلے میں کسی کی صفائی بیان نہیں کرتا البتہ میں اس کو ایسا ایسا آدمی سمجھتا ہوں' لیکن یہ بات بھی اسی وقت کرے جب اس کے بارے میں یہ جانتا ہو''

2: ((عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ قال: سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً یثنی علی رجل ویطریہ فی مدحہ فقال: اھلکتم او قطعتم ظھر الرجل))

(صحیح بخاری:158/3)(صحیح مسلم:2297/4)

''سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا وہ دوسرے کی تعریف کرتے ہوئے اسے بڑھا رہا تھا تو آپ نے فرمایا: تم نے ہلاک کر دیا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس کی کمر توڑ دی ہے۔''

4: ابن ابطال نے فرمایا:

''مدح کرنے سے منع کا مقصد یہ ہے کہ ممدوح کی مبالغہ بھری مدح سے اس میں خود پسندی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اور وہ اپنی صفات وتعریفات پر اعتماد کرتے ہوئے عمل ضائع اور نیکی کے جذبے کو ختم کر دے گا۔ اس لئے علماء نے اس حدیث (مداحین کے منہ میں مٹی ڈالو) کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ جو شخص لوگوں کے سامنے کسی کی تعریف میں مبالغہ کرتا ہے تو اس کے منہ میں مٹی ڈالنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ورنہ حقیقت پر مبنی مدح اور خصوصاً جس سے ممدوح میں خیر وصلاح اور بہتری کی توقع ہو تو وہ مدح جائز ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایسی ہی ناجائز تعریف کے بارے میں فرمایا کہ تعریف کرنا ممدوح کو ذبح کر دینے کے مترادف ہے۔''

5: ہمام بن حارث فرماتے ہیں:

''ایک شخص نے مجلس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تعریف شروع کردی تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے اپنے گھٹنوں کے بل اوپر اوٹھ کر اس (مداح کرنے والے) کے چہرے پر کنکریاں پھینکیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ تو سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مداحین کے چہروں پر مٹی ڈالنے کا حکم دیا ہے۔''

جو مدح بے موقع، غلو والی اور ممدوح کے بگاڑ کا باعث ہو تو وہ یقیناً زبان کے لئے آفت ہے' البتہ جو غلو سے خالی اور فتنہ کا باعث نہ ہو تو وہ درست ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمان بھائی کی کسی اچھی صفت پر اس کی تعریف کرنے والے شخص کے باب میں فرمایا ہے:

''سیدنا سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے سوا کسی شخص کے

متعلق نہیں سنا کہ وہ اہل جنت میں سے ہے۔" (صحیح بخاری:87/7)

اس حدیث میں سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے دیگر صحابہ کے اہل جنت میں سے ہونے کے بارے میں اپنی معلومات کی نفی فرمائی ہے، جبکہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشرہ مبشرہ اور بعض دیگر صحابہ کے جنتی ہونے کی شہادت دی ہے۔

6: ((عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین ذکر فی الازار ماذکر قال ابوبکر یارسول اللہ ان ازاری یسقط من احد سقیہ قال انک لست منھم)) (صحیح بخاری:87/7)

"سیدنا عبداللہ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹخنوں سے نیچے چادر لٹکانے کی مذمت بیان کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میری چادر ایک جانب سے لٹک جاتی ہے تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر تو ان (تکبر کرنے والوں) میں سے نہیں ہے۔"

اس طرح کی مدح درست اور زبان کی آفت میں شامل نہیں ہے۔ جائز مدح کا اصول یہ ہے کہ وہ بے موقع نہ ہو اور اس سے ممدوح میں خود پسندی اور بگاڑ پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ فضائل صحابہ اور ان کے اوصاف جمیلہ سے متعلقہ تمام احادیث اس قسم کی مدح کے درست ہونے کی دلیل ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

"تم جس راستے پر چل رہے ہو تو شیطان اسے چھوڑ کر دوسری راہ پر چلتا ہے۔"

(صحیح بخاری مع الفتح:489/10) (صحیح مسلم:1864/4)

ممدوح میں پائی جانے والی خوبی پر اس کی تعریف ممنوع نہیں اس لئے کہ اشعار اور خطبوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کی جاتی تھی۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بخاری و مسلم میں بہت سی احادیث ممدوح کی موجودگی میں اس کی تعریف کرنے سے متعلق آئی ہیں۔ علماء نے ان احادیث میں اس طرح موافقت پیدا کی ہے کی ممدوح کے سامنے تعریف سے منع کرنے والی احادیث بے موقع، غلو پر مشتمل اور ممدوح کو بگاڑنے والی مدح کے ناجائز ہونے کے متعلق ہیں اور جس شخص کے کمال تقویٰ، صاحب عقل اور جہاں دیدہ ہونے کی وجہ سے بگڑنے کا خدشہ نہ ہو اور مدح بھی حقیقت پر مبنی ہو تو اس کے سامنے تعریف جائز ہے' خصوصاً جب اس تعریف سے کوئی دینی مصلحت' مثلاً اعمال صالحہ میں سبقت' ان پر دوام اور ان کے کرنے میں رغبت و رشک دلانا مقصود ہو تو یہ پسندیدہ عمل ہے۔" (شرح نووی علی مسلم: شرح نووی علی مسلم:126/18)

ذاتی عیوب کا اظہار: ((عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: کل امتی معافی الاالمجاھرین وان من المجانۃ ان یعمل الرجل باللیل عملاً ثم یصبح وقد سترہ اللہ فیقول: یافلان عملت البارحۃ کذاو کذاوقد بات یسترہ ربہ ویصبح یکشف ستر اللہ عنہ ولفظ مسلم وان من الاجھاروالمجانۃ عدم المبالاۃ بالقول والفعل)) (صحیح مسلم:2291/4)

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے: کھلے عام گناہ کرنے والوں کے سوا میری تمام امت معاف کردی جائے گی اور اظہار گناہ یہ بھی ہے کہ آدمی رات کو کوئی گناہ کرے اور صبح لوگوں سے کہے کہ میں

نے رات یہ کام کیا ہے' حالانکہ اللہ نے پوری رات اس پر پردہ ڈالے رکھا اور یہ صبح اللہ کا پردہ اپنے آپ سے اتار دیتا ہے۔ اور صحیح مسلم کے الفاظ اس طرح ہیں: اعلان یہ ہے کہ آدمی اپنے قول و فعل کی پرواہ نہ کرے۔''

مشیت الٰہی میں غیر کا شرک: 1: ((عن حذیفة رضی اللّٰہ عنه عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: لاتقولوا ماشآء اللّٰہ وشآء فلان ولکن قولوا ماشآء اللّٰہ ثم شآء فلان))

(سنن ابی داؤد: 290/4 و مسند احمد: 384/5)

''سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ نہ کہو کہ جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے (وہی ہوگا) بلکہ یوں کہو کہ جو اللہ چاہے، پھر فلاں چاہے۔''

کسی بات کو اللہ عزوجل کی مرضی کے ساتھ جوڑنے کے تین مرتبے ہیں:

☆: جو اکیلا اللہ چاہے وہی ہوگا یا اکیلا اللہ نہ ہوتا تو یہ کام ایسے ہو جاتا۔ یہ سب سے افضل مرتبہ ہے۔

☆: جو اللہ چاہے، پھر فلاں چاہے وہی ہوگا یا اگر اللہ نہ ہوتا، پھر فلاں نہ ہوتا تو کام نہ ہو سکتا' یہ مرتبہ جائز ہے۔

☆: جو اللہ اور فلاں چاہے وہی ہوگا یا اگر اللہ تعالیٰ اور فلاں نہ ہوتے تو یہ کام نہ ہو سکتا' یہ مرتبہ ناجائز ہے۔

معاملات کو اللہ کے سپرد نہ کرنا: ((عن ابی هریرة رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم المؤمن القوی خیر من المومن الضعف وفی کل خیر احرص علی ما ینفعك واستعن باللّٰہ ولاتعجزوان اصابك شیء فلاتقل لو انی فعلت کذا کان کذا وکذا ولکن قل: قدر اللّٰہ وماشآء فعل فان لو تفتح عمل الشیطان))

(صحیح مسلم: 2062/4)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طاقت ور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے، جب کہ دونوں میں بھلائی موجود ہو۔ اپنے اندر اچھے کاموں کا شوق پیدا کرو جو چیز تمہیں نفع دے اس پر حرص کرو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو، عاجز نہ بنو اور اگر کوئی تکلیف پہنچے تو یہ نہ کہو: اگر میں ایسا کرتا تو اس سے بچ جاتا' بلکہ یوں کہو: اللہ نے یہی مقدر کیا تھا اور اس نے چاہا کر دیا کیونکہ اگر مگر کہنے سے شیطان کو اپنا کام کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔''

یہ کہنا کہ لوگ برباد ہو گئے: ((عن ابی هریرة رضی اللّٰہ عنه ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: اذا قال الرجل هلك الناس فهو اهلکهم)) (صحیح مسلم: 2024/4)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی آدمی یہ کہتا ہے۔ لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ خود ان سے زیادہ ہلاک ہوا۔''

اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ اس حدیث میں اس شخص کی مذمت کی گئی ہے جو لوگوں کو حقیر اور ان کے اعمال کو کم تر اور اپنے آپ کو ان سے افضل سمجھتے ہوئے کہتا ہے کہ لوگ برباد ہو گئے' البتہ جو شخص خود اپنی ذات میں اور دوسروں میں دین پر عمل کرنے میں غفلت اور سستی پر افسوس کرتے ہوئے ایسی بات کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کا مفہوم اس طرح بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آدمی مسلسل لوگوں کی برائیوں اور خامیوں کا تذکرہ کرتا رہتا ہے تو اس طرح ان کی غیبت کرنے اور خود پسندی' تکبر وغیرہ گناہوں کی وجہ سے دوسروں سے زیادہ ہلاکت اور بربادی کا مستحق بن جاتا

ہے۔

گانا بجانا اور حرام اشعار: 1: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم و یتخذھا ھزوا اولئک لھم عذاب مھین و اذا تتلی علیہ ایتنا ولی مستکبراً کان لم یسمعھا کان فی اذنیہ وقراً فبشرہ بعذابٍ الیم))(سورۃ لقمان 6،7)

''اور بعض لوگ لغو باتوں کو خرید تے ہیں، تا کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے مذاق بنائیں، ایسے لوگوں کے لئے رسوا کرنیوالا عذاب ہے۔ جب اس کے سامنے ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو تکبر کرتا ہوا اس طرح منہ پھیر لیتا ہے، گویا اس نے سنا ہی نہیں، گویا اس کے دونوں کانوں میں (بہرے پن) کا بوجھ ہے۔ پس آپ اسے دردناک عذاب کی نشاندہی سنا دیجئے۔''

2: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کریم کا مطلب و مفہوم بہتر سمجھتے ہیں اسی لئے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

- ''اللہ کی قسم ''لھوالحدیث'' سے مراد گانا ہے۔''

انہوں نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا۔ (تفسیر ابن کثیر:3/442)

3: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((لیکونن من امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والخمر والمعارف افمن ھذاالحدیث تعجبون وتضحکون ولاتبکون وانتم سمدون))

(سورۃ النجم:59،61)(صحیح بخاری مع الفتح:10/51)

''میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا' ریشم' شراب اور گانے بجانے کو حلال سمجھیں گے۔''

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

''کیا تم قرآن کو سن کر تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو روتے نہیں اور تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو۔؟''

اشعار کی دو قسمیں ہیں:

جس میں اسلام' مسلمانوں' حق اور اہل حق کی مدح ہو۔ ان اشعار کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جس میں ناجائز طور پر لوگوں کی تعریف یا مذمت کی گئی ہے یا اس میں کسی پر جھوٹ اور بہتان باندھا گیا ہے تو یہ قسم حرام ہے اور زبان کی بہت بڑی تباہ کاری ہے۔

3: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((والشعرآء یتبعھم الغاوٗن الم تر انھم فی کل واد یھیمون وانھم یقولون مالایفعلون الاالذین امنوا وعملوا الصلحت وذکروا اللہ کثیرا وانتصروا من بعدماظلموا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلبٍ ینقلبون))(سورۃ الشعراء:224،227)

''شاعروں کی پیروی وہ لوگ کرتے ہیں جو بہکے ہوئے ہوں' کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا کہ وہ (شعراء) ہر وادی (بیابان) میں سر ٹکراتے پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو وہ کرتے نہیں' لیکن جو (شعراء) ایمان لائے' نیک عمل کئے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اپنی

مظلومی کے بعد انتقام لیا (وہ ان جاہل شعراء سے مختلف ہیں) اور ظالم جلد ہی اپنا ٹھکانہ جان لیں گے۔"

جھوٹا وعدہ: 1: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"منافق کی تین نشانیاں ہیں: جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا اور امانت میں خیانت کرنا۔"

(صحیح بخاری مع الفتح: 89/1 وصحیح مسلم: 78/1)

2: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اربع من کن فیه کان منافقاً خالصاً ومن کانت فیه خصلة منهن کانت فیه خصلة من النفاق حتی یدعها اذااتمن خان و اذاحدث کذب اذاعاهد غدرواذاخاصم فجر))

(صحیح بخاری مع الفتح: 89/1 وصحیح مسلم: 18/1)

"جس میں چار نشانیاں پائی گئیں وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے کوئی ایک نشانی پائی گئی تو اس میں نفاق کا چوتھا حصہ ہوگا، یہاں تک کہ اسے ترک کردے۔ امانت میں خیانت کرنا' جھوٹ بولنا' وعدہ خلافی کرنا' جھگڑتے ہوئے گالی بکنا۔"

دوسروں کو نصیحت خود میاں فصیحت: ((عن اُسامة بن زید رضی اللہ عنه قیل له لو اتیت فلاناً فکلمته قال: انکم لترون انی لااکلمه الااسمعکم انی اکلمه فی السردون ان افتح باباالااکون اول من فتحه ولااقول لرجل ان کان علی امیر انه خیرالناس بعد شیء سمعته من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قالوا: وماسمعته یقول؟ قال سمعته یقول :یجآء بارجل یوم القیامة فیلقی فی النار فتندلق اقتابه فیدور کما یدور الحمار برحاه فیجمع اهل النار علیه فیقولون: ای فلان ماشانك الیس کنت تامرنا بالمعروف وتنهانا عن المنکر؟ قال: کنت امرکم بالمعروف ولاآتیه وانها کم عن المنکر وآتیه))

(صحیح بخاری: 90/4) (صحیح مسلم: 2290/4)

"سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے کہا: اگر آپ فلاں کو نصیحت کریں تو کیا ہی اچھا ہو' تو انہوں نے جواب دیا: میں تمہیں سنانے کے لئے اس سے بات کر کے برائی کا دروازہ نہیں کھولنا چاہتا۔ البتہ میں اسے علیحدگی میں سمجھاؤں گا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سننے کے بعد اپنے کسی حکمران کو یہ نہیں کہا کہ وہ سب سے بہتر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لا کر آگ میں جھونکا جائے گا تو اس کی انتڑیاں پیٹ سے باہر لڑھک جائیں گی اور وہ ان کے گرد یوں چکر لگا رہا ہوگا جیسے گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے' جہنم والے اس کے گرد جمع ہو کر کہیں گے: اے فلاں! تو تو دنیا میں ہمیں نیکی کا حکم کرتا اور برائی سے روکتا تھا' تیرا یہ کیا حال بنا ہوا ہے؟ تو یہ جواب دے گا: میں تمہیں نیک اعمال کرنے کا حکم دیتا تھا، مگر خود نہ کرتا تھا اور تمہیں برے اعمال سے منع کرتا، مگر خود ان سے باز نہ آتا تھا۔"

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی اپنے کمال کو پہنچنے تک نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کا فریضہ سرانجام نہ دے۔ اگر حدیث کا یہی مطلب ہوتا کہ صرف کامل لوگوں نے ہی یہ فریضہ ادا کرنا ہے تو چند افراد کے سوا کوئی بھی یہ ذمہ داری ادا نہ کرتا۔

حدیث کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسان پر دو چیزیں واجب ہیں:

☆: انسان خود اپنی ذات کو اعمال صالحہ کا حکم دے' برے اعمال سے روکے اور کتاب وسنت کے مطابق عمل کرے۔

☆: علم وحکمت اور بصیرت کے ساتھ دوسروں کو اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برائی سے منع کرے۔

جب آدمی اخلاص نیت کے ساتھ ایک فریضہ ادا کرے گا تو اس نے آدمی ذمہ داری ادا کردی اور آدمی باقی رہ گئی اگر پہلا واجب ادا نہ کرنے کی وجہ سے دوسرا بھی ادا نہ کرے گا تو اللہ کے نزدیک دوہرا مجرم ٹھہرے گا۔ واللہ اعلم۔!

خاوند یا بیوی کے راز ظاہر کرنا: ((قال رسول الله علیه الصلوٰة و السلام ان من اشر الناس عنداللهمنزلة یوم القیامة الرجل یقضی الی امراته وتفضی الیه ثم ینشر سرها))

(صحیح مسلم:1020/2)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روز قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے برا انسان وہ ہوگا جو اپنی بیوی سے ہم بستری کرتا ہے، پھر اس کے راز پھیلا دیتا ہے۔"

اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی قسم اٹھانا: ((عن ثابت بن الضحاك عن النبی صلی اللهعلیه وسلم قال: من حلف علی ملة غیر الاسلام كاذباً فهو كما قال ولیس علی ابن آدم نذرفیها لایملك ومن قتل نفسه بشیء عذب به فی نار جهنم ومن لعن مومنا فهو كقتله من قذف مومنا بكفر فهو كقتله)) (صحیح بخاری مع فتح الباری: 464/1) (مسلم 105/1)

"سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی جھوٹی قسم اٹھاتا ہے وہ ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسا اس نے کہا۔ انسان جس چیز کا مالک نہیں اس کی نذر پوری کرنا اس پر ضروری نہیں اور جو آدمی کسی چیز یا آلہ سے خودکشی کرتا ہے اسی کے ساتھ جہنم میں اسے عذاب دیا جائے گا۔ مومن پر لعنت کرنا اسے قتل کرنے کی مانند ہے۔ ایسے ہی کسی مومن کو کافر کہنا بھی اس کے قتل کے مترادف ہے۔"

فاسق کو سردار بنانا: ((عن بریده رضی اللهعنه قال: قال رسول اللهصلی اللهعلیه وسلم لاتقولو اللمنافق سیدفانه ان یك سید فقد اسخطتم ربكم عزوجل))

(سنن ابی داؤد 295/4) (مسند احمد: 346/3) (صحیح الجامع: 170/6)

"سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی منافق کو سردار نہ کہو کیونکہ اگر تم نے اسے سردار بنایا تو تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کردیا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی منافق و فاسق کو سردار بنانا تو دور کی بات ہے اسے زبان سے سردار کہنا بھی جائز نہیں ہے۔

بخار کو گالی دینا: ((عن جابربن عبدالله ان رسول اللهصلی اللهعلیه وسلم دخل علی ام السائب او ام المسیب فقال مالك یاام السائب او ام المسیب تزفزفین قالت: الحمی لابارك الله فیها فقال: لاتسبی الحمی فانها تذهب خطایابنی آدم كما یذهب الكیرخبث الحدید)) (مسلم 1993/4)

"سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سائب یا ام میسب کے پاس گئے تو پوچھا: اے سائب یا میسب کی ماں! تو کیوں کانپ رہی ہے۔؟ اس نے کہا: مجھے بخار ہے۔ اللہ اس میں برکت نہ دے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے گالی نہ دو، کیونکہ یہ اولاد آدم کے گناہوں کو اس طرح ختم کرتا ہے جیسی بھٹی لوہے کا زنگ اتار دیتی ہے۔"

زبان کی حفاظت فرض ہے: 1: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ہر عقل مند بالغ مسلمان پر فضول باتوں سے زبان کی حفاظت کرنا فرض ہے جس کسی بات کا نفع و نقصان برابر ہو تو ایسی بات کرنے

سے باز رہنا مسنون ہے کیونکہ کبھی جائز کلام انسان کو حرام یا مکروہ بات تک پہنچا دیتی ہے، بلکہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔'' (الاذکار:284)

2: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من حسن اسلام المرء ترکه مالایعنیه))

(ترمذی:558/4)(ابن ماجہ:1316/2)(صحیح ترمذی:269/6)

''کسی انسان کا فضول باتوں کو ترک کر دینا اس کے اچھے مسلمان ہونے کی علامت ہے۔''

3: شاعر نے کیا خوب کہا:

''احفظ لسانك ايها الانسان
لايلدغنك انه ثعبان
كم في المقابر من قتيل لسانه
كانت تهاب لقاءه الشجعان

''اے انسان! اپنی زبان کی حفاظت کر یہ اژدھا ہے کہیں تجھے ڈس نہ لے۔ اپنی زبان کے ڈسے ہوئے کتنے ہی ایسے لوگ قبرستان میں پہنچ چکے ہیں کہ جس کا سامنا کرنے سے بہادر بھی گھبراتے تھے۔''

4: دوسرا شاعر یوں آفات زبان کی قباحت بیان کرتا ہے:

''انسان اپنی زبان کی لرزش سے مرسکتا ہے جب کہ پاؤں پھسلنے سے اس کی موت واقع نہیں ہوتی (اور) زبان کی لرزش اس کا سر کاٹ دیتی ہے، جب کہ پاؤں کی لرزش سے آنے والا زخم کچھ عرصہ میں صحیح ہو جاتا ہے۔''

اس لئے کسی مسلمان کو اپنے منہ سے کوئی فضول لفظ نہ نکالنا چاہئے صرف وہی بات کرے جس سے دین میں کسی فائدہ کی امید ہو۔ ہر مرتبہ بولنے سے پہلے یہ دیکھے کہ میں جو بات کرنا چاہتا ہوں اس میں کوئی فائدہ ہے یا نہیں۔ اگر فائدہ نہیں تو بات کرنے سے باز رہے اور اگر فائدہ ہے تو یہ دیکھے کہ کیا اس بات کی وجہ سے زیادہ مفید اور اہم بات سے محروم تو نہیں ہو رہا' اس لئے کم نفع والی بات کی وجہ سے اہم بات کو ضائع نہ کرنے اور زبان کی حرکت کے ذریعے دل کی کیفیت معلوم کی جا سکتی ہے۔

5: شیخ یحیٰی بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''دل ہنڈیا کی مانند ہیں اور زبانیں دلوں کے چمچے کی طرح ہیں۔ جب آدمی کلام کر رہا ہوتا ہے تو زبان اس کے دل کا ذائقہ بیان کر دیتی ہے اور اس چمچے کے ذریعے دل کا ذائقہ معلوم ہو جاتا ہے جس طرح ہنڈیا میں موجود کھانے کا ذائقہ زبان کے ساتھ چکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔''

6: تعجب کی بات تو یہ ہے کہ انسان کے لئے حرام خوری' زنا' ظلم' چوری' ڈاکہ اور شراب نوشی وغیرہ سے بچنا تو آسان ہے، مگر زبان کی حرکت سے بچنا مشکل ہے۔ حتی کہ ایک آدمی دین' زہد و تقویٰ اور عبدیت میں کمال کو پہنچا ہوتا ہے، مگر لاپرواہی سے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی بات کہہ دیتا ہے' جس کی وجہ سے جہنم کی گہرائی میں جا گرتا ہے۔ اس کی دلیل صحیح مسلم کی حدیث ہے:

''سیدنا جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ فلاں آدمی کو معاف نہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کون ہے جو میرے متعلق ایسی جرأت کر کے کہتا ہے کہ میں فلاں کو معاف نہیں کروں گا۔؟ میں نے اسے تو بخش دیا اور تیرے اعمال کو برباد کر دیا ہے۔'' (مسلم:2023/4)

اب دیکھئے کہ اس عابد وزاہد نے ایک عرصہ تک اللہ کی عبادت کی، مگر ایک صرف جملے نے اس کی تمام عبادت کو برباد کر دیا۔ ایسے کتنے ہی ظلم وستم برائی اور بے حیائی سے بچنے والے متقی اور پرہیزگار لوگ ہیں کہ جن کی زبانوں سے زیادہ فوت شدہ انسانوں کی عزتیں محفوظ نہیں ہیں۔

7: سلف صالحین اکثر اپنا محاسبہ کیا کرتے تھے ایک بزرگ عالم کو خواب میں دیکھا گیا اوران سے پوچھا گیا:

''تیرا کیا حال ہے۔؟''

تو اس نے جواب دیا:

''میں ایک جملے کی وجہ سے روک دیا گیا ہوں۔ میں نے کہا تھا کہ لوگ کس قدر بارش کے محتاج ہیں تو اللہ کی طرف سے مجھے کہا گیا: تجھے معلوم نہیں کہ میں اپنے بندوں کی مصلحت کو بہتر سمجھتا ہوں۔''

8: ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنی لونڈی سے کہا:

''دسترخوان لاؤ! ہم اس کے ساتھ کھیلیں۔''

پھر فرمایا:

''میں اللہ سے بخشش چاہتا ہوں' میں ہر بات کرنے سے پہلے اسے لگام ڈالتا ہوں، لیکن یہ بات بغیر لگام ڈالے مجھ سے نکل گئی ہے۔'' (الجواب الکافی لابن قیم: 281)

9: سیدنا ابن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ اپنی زبان کو پکڑ کر کہہ رہے تھے: تجھ پر افسوس ہے! اچھی بات کہہ کر نفع حاصل کرے یا برائی سے خاموشی اختیار کر کے سلامت رہ۔ ورنہ تجھے بہت جلد ندامت اٹھانی پڑے گی۔''

(جامع العلوم والحکم لابن رجب: 241)

10: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اللہ کی قسم اٹھا کر فرماتے تھے:

''اس زمین پر میری زبان سب سے زیادہ قید کئے جانے کی مستحق ہے۔'' (جامع العلوم والحکم: 242)

اعضائے انسانی میں سب سے آسان حرکت زبان کی ہے، مگر بندے کے لئے یہی سب سے زیادہ نقصان دہ ہے۔

11: سلف وخلف میں سے اکثر علماء اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ انسانوں کے منہ سے نکلنے والی تمام باتیں لکھی جاتی ہیں۔ اگرچہ بعض علماء صرف نیکی اور برائی تحریر کئے جانے کے قائل ہیں۔ زبان کی دو بڑی مصیبتیں ہیں۔ اگر ایک سے نجات پا جائے تو دوسری سے نہیں بچ سکتا:

کلام کرنے کی آفت۔

خاموش رہنے کی آفت۔

موقع کی مناسبت سے ان میں سے ہر ایک کا گناہ دوسری مصیبت سے بڑا ہوتا ہے' حق بات کو ظاہر کرنے کے موقع پر خاموش رہنے والا دین سے لاپرواہ' ریاکار' اللہ کا نافرمان اور گونگا شیطان ہے۔ باطل کا اظہار کرنے والا بھی اللہ کا نافرمان اور بولنے والا شیطان ہے۔

بہت سے لوگ اپنے بولنے اور خاموش رہنے کے معاملے میں احتیاط سے کام نہیں لیتے، جب کہ بہترین اور صراط مستقیم پر چلنے

والے وہی لوگ ہیں جو باطل سے زبانوں کو محفوظ رکھتے ہیں اور مفاد اخروی کی خاطر کلام کرتے ہیں۔ آپ ان میں سے کسی کو بھی فضول گوئی کرنے والا نہیں پائیں گے' کہاں یہ کہ وہ آخرت میں نقصان دینے والی بات کریں۔

12: قیامت کے روز ایک شخص پہاڑوں کے برابر نیکیاں لے کر آئے گا، لیکن وہاں پہنچ کر احساس ہوگا کہ اس کی زبان نے ان سب کو برباد کر دیا ہے اور دوسرا شخص پہاڑوں کے برابر گناہ لے کر حاضر ہوگا، مگر وہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوگا کہ اس کی زبان نے ذکر اللہ کی کثرت اور اظہار حق کے باعث ان گناہوں کو اس سے مٹا دیا ہے اس لئے مختصر سی نصیحت چاہنے والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہر نماز کو زندگی کی آخری نماز سمجھ کر ادا کرو۔ وہ بات نہ کہو جس سے کل معذرت کرنا پڑے اور لوگوں سے ناامید ہو جاؤ۔''

(صحیح ابن ماجہ:405/2)(مسند احمد:412/5)

13: یہ ایسی تین نصیحتیں ہیں جو بھی اس پر عمل کرے گا فلاح پا جائے گا۔ اسی لئے سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے جب سوال کیا:

''کامیابی کیا ہے۔؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اپنی زبان کو روک کر رکھو، اپنے گھر میں رہو اور اپنے گناہ پر رویا کرو۔''

(جامع الترمذی:605/4)(صحیح الجامع:1388)

14: ان تمام گناہوں سے بچنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ گھر ہو یا بازار دفتر ہو یا فیکٹری ہر مقام پر اپنی نگاہ کی حفاظت کی جائے اور فلمیں' ڈرامے وغیرہ دیکھنے سے بچا جائے، کیونکہ جب نظر بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر بہک جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالك از کی لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون وقل للمومنت یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن))

''مسلمان مردوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے بہت ستھرا ہے۔ بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں۔'' (سورۃ النور، آیت نمبر:31,30)

☆☆☆

فصل نمبر 12:

خوف

ارشادِ الٰہی: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((یدعون ربھم خوفاً و طمعاً))

''وہ پکارتے ہیں اپنے رب کو خوف اور طمع کے سبب۔'' (سورۃ السجدۃ، آیت نمبر:۱۶)

خوف سے رونا: حضرت عیسیٰ بن طلحہ صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لایدخل النار من بکی من خشیۃ اللہ تعالی حتی یلج اللبن فی الفرع، ولا یجتمع غبار فی سبیل اللہ و دخان جھنم فی منخری عبد ابدًا))

''وہ آدمی ہرگز جہنم میں داخل نہیں ہوگا جو اللہ کے خوف سے روئے، یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے۔ کسی بھی بندے کے نام میں جہنم کا دھواں اور اللہ کی راہ میں غبار (جہاد کے دوران) جمع نہیں ہو سکتے۔'' (سنن ترمذی:۱۶۳۳) (سنن نسائی:۳۱۰۷)

زیادہ رونا: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلاً ولبکیتم کثیرًا))

''اگر تمہیں اس چیز کا علم حاصل ہو جاتا جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔''

خوف کا تعلق مستقبل سے ہوتا ہے: ایسی کیفیت جس کا تعلق مستقبل سے ہو خوف کہلاتی ہے۔ خوف اس لئے ہوتا ہے کہ کہیں کوئی ناپسندیدہ بات واقع نہ ہو جائے یا کوئی محبوب چیز جاتی نہ رہے اور یہ دونوں باتیں ایسی چیز سے تعلق رکھتی ہیں جو آئندہ ہونے والی ہے۔ جو چیز موجود ہے، اس کے متعلق خوف نہیں ہوتا۔

خوف الٰہی کی وجہ: خوف الٰہی کی ایک وجہ یہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے اس دنیا میں یا آخرت میں سزا دے۔

خوف الٰہی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے کہ وہ اس سے ڈرتے رہیں۔

چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

((وخافون ان کنتم مؤمنین))

''اور تم مجھ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔'' (سورۃ آل عمران، آیت نمبر:۱۷۵)

ارشادِ ربانی ہے:

((وایای فارھبون))

''اور چاہئے کہ تم مجھی سے ڈرو۔'' (سورۃ البقرہ، آیت نمبر:۴۰)

خوف کے تین درجے: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

خوف کے تین درجے ہیں۔ پہلا: خوف۔ دوسرا: خشیت۔ تیسرا ہیبت۔

تقاضۂ ایمان: خوف ایمان کی شرائط میں سے ہے اور ایمان کا تقاضا بھی ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((وخافون ان کنتم مومنین))

''اور مجھ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔'' (سورۃ آل عمران، آیت نمبر:۱۷۵)

شرط علم: خوف علم کی شرائط میں سے ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

((انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء))

''اللہ کے بندوں میں سے صرف عالم ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔'' (سورۃ الفاطر، آیت نمبر:۲۸)

شرط معرفت: خوف الٰہی کو معرفت کی شرط قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((ویحذرکم اللہ نفسۃ))

''اور اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔'' (سورۃ آل عمران، آیت نمبر:۲۸)

اللہ کا کوڑا: شیخ محفوظ سے منقول ہے کہ شیخ ابو حفص علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''خوف اللہ تعالیٰ کا ایسا کوڑا ہے، جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے در سے پھرے ہوئے بندوں کو سیدھا کرتا ہے۔''

دو اقسام: شیخ ابو القاسم حکیم علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''خوف کی دو اقسام ہیں۔ پہلی: رہبت۔ دوسری: خشیت۔ رہبت والا جب ڈرتا ہے تو فرار کی راہ لیتا ہے اور خشیت والا جب ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں پناہ لیتا ہے۔''

رہبانیت اور خشیت میں فرق: شیخ ابو القاسم حکیم علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جس طرح جذب اور جبذ دونوں میں فقط الفاظ کا فرق ہے، حقیقت میں دونوں ایک ہی چیز ہیں، اسی طرح ہرب اور رہب ایک ہی چیز ہیں۔ لہٰذا جو بھاگ گیا ہو وہ اپنی خواہش کے تقاضوں میں کھو گیا، جیسے وہ رہبانیت والے جو اپنی خواہشات کی تابعداری کرتے ہیں۔ جب علم بندوں کو قابو میں رکھے اور وہ شریعت کے حقوق ادا کریں تو یہ خشیت ہے۔''

مصباح قلب: شیخ ابو عثمان سے روایت ہے کہ شیخ ابو حفص علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''خشیت مصباح قلب ہے جس کے ذریعہ قلب خیر و شر کو دیکھتا ہے۔''

امید و انتظار: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''تو اپنے قلب کو امید و انتظار کے الفاظ سے نہ بہلا۔''

نفس کا خوف: شیخ ابو القاسم الدمشقی سے روایت ہے کہ شیخ ابو عمرو دمشقی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''خوف رکھنے والا آدمی وہ ہے جو ابلیس سے بھی زیادہ اپنے نفس سے خوف کرتا ہے۔''

جسے خوف والی چیز امن دے: شیخ ابن الجلاء علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''حقیقی خائف وہ ہے جسے ہر وہ چیز جس سے دنیا ڈرتی ہے، امن دے۔ (کیونکہ اسے فقط اللہ کا خوف ہوتا ہے۔)

حقیقی خائف: منقول ہے کہ خوف رکھنے والا اسے نہیں کہتے جو رو رہا ہو اور اپنی آنکھیں پونچھتا اور صاف کرتا ہو۔ خوف والا تو وہ آدمی ہے جو ہر اس چیز کو ترک کر دے جس پر اسے عذاب کا ڈر ہو۔''

خائف ہی خائف کو دیکھ سکتا ہے: شیخ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''کیا وجہ ہے کہ موجودہ زمانے میں کوئی خوف کھانے والا بندہ نظر نہیں آتا؟''

شیخ نے فرمایا:
"اگر تم میں خوف الٰہی ہوتا تو تمہیں خائف نظر آ جاتے۔ خائف کو خائف ہی دیکھ سکتا ہے اور جس عورت کا بچہ مر گیا ہو، وہی کسی ایسی عورت کو دیکھنا پسند کرتی ہے، جس کا بچہ مر گیا ہو۔"
جہنم کا خوف: شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
"انسان بے چارہ اگر اس طرح جہنم سے خوف کھاتا جس طرح غربت سے خوف کھاتا ہے تو جنت میں چلا جاتا۔"
راہ خوف: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا:
"انسان کے لئے راہ خوف کب سہل ہو جاتی ہے؟"
آپ نے فرمایا:
"جب وہ اپنے آپ کو ایک بیمار کی طرح سمجھتا ہے، کیونکہ بیمار اس ڈر سے کہ کہیں بیماری طول نہ پکڑ جائے ہر چیز سے پرہیز کرتا ہے (اسی طرح ایسا شخص ہر گناہ سے پرہیز کرے گا)۔"
مومن کا خوف کب ختم ہوگا: صحابی رسول حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:
"قلب مومن کو اس وقت تک اطمینان نہیں ہوتا اور نہ اس کا خوف اس وقت تک جاتا ہے، جب تک کہ وہ پل صراط پار نہ کر لے گا۔"
اہل تقویٰ کے قلوب اور خوف: شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
"خوف ایک فرشتہ ہے جو فقط اہل تقویٰ کے قلوب میں رہتا ہے۔"
خائف کا خوف سے سکون محسوس کرنا: شیخ ابو عثمان سعید بن اسماعیل حیری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
"خائف کے لئے یہ بات اچھی نہیں کہ وہ اپنے خوف ہی سے سکون محسوس کرے، اس لئے کہ یہ ایک مخفی امر ہے۔"
خوف کا پردہ: شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ واسطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
"خوف رب اور بندے کے درمیان ایک پردہ ہے۔"
شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ واسطی علیہ الرحمۃ کے اس قول میں اشکال کا مطلب یہ ہے کہ ڈرنے والے کی نگاہ کسی دوسرے وقت کی طرف ہوتی ہے۔ (اپنے موجودہ وقت کی طرف نہیں ہوتی) اور ابنائے وقت (صوفیاء) کی نگاہ مستقبل پر نہیں پڑتی، اس لئے خوف پردہ ٹھہرا، مگر ابرار کی نیکیاں مقربین کے نزدیک برائیاں ہیں۔
خائف کا سفر: شیخ ابراہیم بن فاتک روایت کرتے ہیں کہ شیخ ابوالحسن احمد بن محمد نوری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
"خائف اللہ سے بھاگ کر اللہ ہی کی طرف جاتا ہے۔"
علامات خوف: ایک صاحب تصوف کا ارشاد ہے:
"علامات خوف میں سے ایک علامت اضطراب اور باب الغیب (اللہ کے در پر) ٹھہرنا ہے۔"
خوف ہے کیا: شیخ علی بن ابراہیم العکبری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
"سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے خوف کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:
"خوف یہ ہے کہ ہر سانس کے ساتھ سزا کی توقع کی جائے۔"
جس قلب میں خوف نہ ہو: شیخ ہاشم بن خالد سے منقول ہے کہ شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
"خوف جس قلب سے چلا جائے وہ قلب تباہ ہو جاتا ہے۔"

حقیقی خشیت: شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ شیخ ابوعثمان علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
"ظاہری اور باطنی طور پر معصیت سے پرہیز کرنے والے کو ہی حقیقی خشیت حاصل ہوتی ہے۔"
خوف کا زائل ہونا: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
"جب تک لوگوں سے خوف زائل نہیں ہوتا وہ درست راستہ پر رہتے ہیں اور جونہی زائل ہوتا ہے بھٹک جاتے ہیں۔"
عبادت کی زینت: شیخ حاتم الاصم علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
"ہر شے کی زینت ہوتی ہے اور خوف عبادت کی زینت ہے۔ خوف کی علامت امید کو ترک کرنا ہے۔"
اللہ کے سامنے پیش ہونے کا خوف: شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ سے کسی نے پوچھا:
"میرا گمان ہے کہ آپ موت سے ڈرتے ہیں۔"
آپ نے فرمایا:
"اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا بہت سخت چیز ہے (اس لیے موت سے ڈرتا ہوں)۔"
موت کے بعد کے امور: شیخ استاد ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام ابوبکر بن فورک علیہ الرحمۃ سخت بیمار ہوئے تو میں ان کی عیادت کے لئے گیا۔ مجھے دیکھ کر وہ رو پڑے۔ میں نے کہا:
"اللہ تعالیٰ ان شاء اللہ آپ کو شفاء عطا کرے گا۔"
انہوں نے فرمایا:
"کیا تم گمان کرتے ہیں کہ میں موت سے خوف کھاتا ہوں۔؟ میں تو موت کے بعد پیش آنے والے امور سے خوف کھاتا ہوں۔"
دلوں کا ڈر: شیخ عبدالرحمٰن بن سعید بن موہب سے روایت ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا:
"یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
((والذین یوتون ما اتوا وقلوبھم وجلة))(سورۃ المومنون، آیت نمبر ۶۰)
"اور وہ لوگ کہ جو ان کو کہا جاتا ہے وہ کرتے ہیں اور (پھر بھی) ان کے قلوب ڈرتے رہتے ہیں۔"
اس آیت سے کیا مراد ہے؟ آیا وہ لوگ ہیں جو چوری یا زنا کرتے ہیں اور شراب پیتے ہیں۔؟"
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"نہیں اس آیت سے مراد وہ لوگ ہیں، جو روزے رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں، مگر انہیں خوف رہتا ہے کہ کہیں یہ رد نہ ہو جائیں۔" (سنن ترمذی:۳۱۷۵)(سنن ابن ماجہ:۴۱۹۸)(مسند احمد:۲۵۱۷۷)
خوف کا قلب کو جکڑ لینا: شیخ ابن مبارک علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
"جو شے خوف کو اس حد تک بھڑکاتی ہے کہ وہ قلب میں جگہ پکڑ لیتا ہے تو یہ ظاہر و باطن ہر دو حال میں دائمی نگہبانی ہے۔"
جب خوف دل میں جگہ پکڑ لے: شیخ ابوبکر رازی سے روایت ہے کہ شیخ ابراہیم بن شیبان علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
"جب خوف قلب میں جگہ پکڑ لیتا ہے تو قلب کی خواہشات کو جلا دیتا ہے اور قلب سے محبت دنیا کو نکال پھینکتا ہے۔"
قوی علم: منقول ہے کہ خوف اللہ تعالیٰ کے احکامات کے جاری ہونے کے متعلق قوی علم ہونے کا نام ہے۔"
جلال الٰہی سے قلب کا حرکت کرنا: منقول ہے کہ رب کے جلال سے دل کا حرکت کرنا خوف ہے۔

خوف کا غالب رہنا: شیخ ابو سلیمان دارانی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''قلب کے لئے مناسب یہی ہے کہ خوف کے سوا کوئی اور چیز اس پر غالب نہ ہو، کیونکہ جب قلب پر رجاء (امید) کا غلبہ ہوگا تو قلب خراب ہو جائے گا۔''
مرتبے خوف کے سبب: شیخ ابو سلیمان دارانی علیہ الرحمۃ نے اپنے ایک شاگرد احمد کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:
''صوفیاء کو خوف ہی کی بدولت بلند مرتبے ملے ہیں۔ اگر اسے کھو دیتے تو نیچے اتر آتے۔''
خوف ورجاء: شیخ ابوبکر واسطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''خوف ورجاء نفسوں کے لئے دو لگاموں کا کام دیتے ہیں، تاکہ نفوس رعونت وتکبر اختیار نہ کریں۔''
خوف ورجاء کا ختم ہونا: شیخ ابوبکر واسطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''جب اللہ تعالیٰ کا قرب (کسی انسان کے) باطن پر غالب ہو جاتا ہے تو اس کے باطن میں کوئی احساس باقی نہیں رہتا نہ خوف کا اور نہ رجاء کا۔''
شیخ واسطی کے اس قول میں اشکال ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب شواہد حق اسرار کو فنا کر دیتے ہیں تو وہ ان کے مالک ہو جاتے ہیں اور ان میں کسی قسم کے حادثہ کے ذکر کی گنجائش نہیں رہتی۔ لہٰذا خوف ورجاء کی گنجائش کہاں ہو؟ خوف ورجاء تو احکام بشریت کے احساس کے بقاء کی علامتیں ہیں (پس جب احساس نہ رہا تو یہ کہاں جگہ پا سکتے ہیں؟)۔
غیر اللہ سے امید رکھنے والا: شیخ حسین بن منصور علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''جو آدمی اللہ کے علاوہ کسی اور سے ڈرتا ہے یا اللہ کے سوا کسی اور سے امید رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر ہر چیز کا دروازہ بند کر دیتا ہے اور اس پر خوف کو مسلط کر دیتا ہے اور اسے ستر پردوں کے پیچھے چھپا دیتا ہے۔ جن میں کمزور ترین پردہ شک ہے۔''
خائفین کا خوف...... انجام کار میں فکر: خائفین کو جس چیز سے سخت خوف لاحق ہوتا ہے، وہ ان کا انجام میں فکر کرنا ہے اور اپنے احوال کے تغیر کا خوف ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:
((وبدالهم من الله مالم يكونو يحتسبون))(سورۃ الزمر، آیت نمبر ۴۷)
''اور ان کے لئے ظاہر ہوئیں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جن کا انہیں گمان بھی نہ تھا۔''
دوسری جگہ فرمایا:
((قل هل انبئكم بالاخسرين اعمالا الذين ضل سعيهم في الحيوة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا))(سورۃ الکھف، آیت نمبر:۱۰۳)
''فرما دیجئے کہ کیا میں تمہیں خبر نہ دوں عمل کے اعتبار سے بہت زیادہ خسارے پانے والے لوگوں کے بارے میں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کی کوششیں دنیا کی زندگی ہی میں رائیگاں گئیں اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ اچھا کام کرتے ہیں۔''
گمراہی کا خوف: خائفین کتنی اچھی حالت والے لوگ ہیں کہ جن کی حالت پر لوگ رشک کرتے تھے، لیکن کبھی کبھار ان کی حالت بالکل بدل جاتی ہے اور یہ برے اعمال میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ان کا انس وحشت سے اور حضور غیبت سے بدل جاتا ہے۔
شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:
احسنت ظنك بالايام اذ حسنت
ولم تخف سوء ماياتي به القدر

وسالمتك الليالي فاغتررت بها
وعند صفو الليالي يحدث الكدر

''تونے زمانے کے متعلق اچھا گمان رکھا جبکہ ایام بھی اچھے تھے اور تجھے ان برائیوں کا جن کو تقدیر لاتی ہے خوف ہی نہ رہا۔ زمانے نے تجھ سے دوستی برتی' تو تو اس پر دھوکا کھا گیا۔ زمانے کی صحبت کے وقت ہی تو کدورت پیدا ہوتی ہے۔''

ایک گمراہ کی داستان: شیخ منصور بن خلف مغربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ دو آدمی کچھ مدت تک ایک ہی شیخ کے ارادت مند بن کر اکٹھے رہے۔ پھر ایک کہیں سفر پر چلا گیا اور اپنے ساتھی سے جدا ہو گیا۔ کچھ عرصہ تک اس کی کوئی خبر نہ آئی۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ دوسرا آدمی جہاد کے لئے گیا ہوا تھا اور رومیوں کی فوج کے ساتھ جنگ کر رہا تھا کہ رومیوں کی طرف سے ایک مسلح شخص نے مسلمانوں کو دعوت مبارزت دی۔ چنانچہ ایک مسلمان بہادر اس کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ رومی نے اسے شہید کر دیا۔ پھر دوسرا نکلا، وہ بھی شہید ہو گیا۔ پھر تیسرا نکلا، اسے بھی شہید کر دیا گیا۔ پھر یہ صوفی گیا اور دونوں لڑنے لگے۔ اس رومی نے اپنا چہرہ کھولا تو معلوم ہوا کہ یہ وہی شخص تھا جو اس صوفی کا کئی سال تک ساتھی رہ چکا تھا۔ صوفی نے اس سے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا:

''میں اپنا مذہب چھوڑ کر ان لوگوں کے ساتھ مل گیا ہوں۔ میری اولاد ہے اور میں نے بہت سامال جمع کر لیا ہے۔''

صوفی نے کہا:

''تو تو کئی قراتوں کے ساتھ قرآن پڑھا کرتا تھا؟''

اس نے جواباً کہا:

''اب مجھے تو اس کا ایک حرف بھی یاد نہیں۔''

صوفی نے کہا:

''ایسا مت کرو اور اسلام کی طرف لوٹ آؤ۔''

اس نے انکار کیا اور کہا:

''میری وہاں بڑی عزت ہے اور مجھے دولت ملی ہوئی ہے۔ لہٰذا اب تو واپس چلا جا۔ ورنہ تمہارے ساتھ بھی وہی کروں گا جو دوسروں کے ساتھ کیا ہے۔''

صوفی نے جواب دیا:

''یاد رکھ! تو نے تین مسلمانوں کو قتل کر دیا ہے اور اب تجھے واپس چلے جانے میں کوئی عار نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا تو واپس چلا جا اور میں تجھے مہلت دیتا ہوں۔''

وہ شخص واپس چلا گیا۔ صوفی نے پیچھا کیا، نیزا مارا اور اسے مار ڈالا۔ یہ شخص بے حساب مجاہدات اور ریاضت کی تکلیف برداشت کرنے کے بعد عیسائیت پر مرا۔

جبرائیل و میکائیل کا خوف الٰہی: منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب شیطان کو اپنی بارگاہ سے بوجہ نافرمانی نکال دیا تو حضرت جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام ایک مدت تک روتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی رونے کا سبب دریافت کیا تو انہوں عرض کیا:

''اے ہمارے رب! ہم ڈر سے رو رہے ہیں۔''

فرمان باری تعالیٰ ہوا:

''تمہیں ایسا ہی کرنا چاہئے۔ میرے حیلوں سے نڈر رہو جاؤ۔''

شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کا خوف: منقول ہے کہ شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ دن میں کئی بار اپنی ناک کو دیکھا کرتے تھے کہ کہیں سیاہ تو نہیں ہوگئی، کیونکہ انہیں عذاب الٰہی کا ڈر رہتا تھا۔

چالیس سال: شیخ ابو حفص علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"میں چالیس برس سے اپنے قلب میں یہی بات لئے ہوئے ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہے اور میرے اعمال سے بھی یہی لگتا ہے۔"

شیخ حاتم الاصم کے ارشادات: شیخ حاتم الاصم علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"تم کسی اچھی جگہ پر دھوکا نہ کھاؤ، کیونکہ جنت سے بڑھ کر کوئی جگہ اچھی نہیں ہوسکتی۔ پھر بھی اس میں آدم علیہ السلام کے ساتھ جو گزری سو گزری۔ تم کبھی بھی کثرت عبادت پر غرور نہ کرنا، کیونکہ شیطان کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ بھی اس قدر طویل عبادت کے بعد ہوا۔ تم اپنے علم پر غرور نہ کرنا کیونکہ بلعام (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا ایک آدمی جو حضرت موسیٰ کے خلاف بددعا کرنے کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوگیا) اسم اعظم اچھی طرح جانتا تھا۔ دیکھ لو اس کے ساتھ کیا ہوا؟ صالحین کے دیدار پر بھی دھوکا نہ کھاؤ، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون شان والا ہوسکتا ہے، مگر آپ کے رشتہ دار اور دشمن آپ کے دیدار سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے۔"

اللہ سے جنت مانگنا: ایک دن شیخ ابن مبارک علیہ الرحمۃ اپنے متعلمین کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

"کل رات میں نے اللہ کے ساتھ گستاخی کی کہ میں نے اس سے جنت مانگی۔"

نیک و بد کی دعا: شیخ ابن مبارک علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں سفر پر جارہے تھے اور آپ کے ساتھ بنی اسرائیل کا ایک صالح مرد بھی تھا۔ ایک آدمی جو مشہور گنہگار تھا وہ بھی ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ وہ الگ ہوکر نہایت عاجزی سے بیٹھ گیا اور اللہ تعالیٰ سے دعائے مغفرت مانگنے لگا۔ مرد صالح نے بھی دعا مانگی اور عرض کیا: اے اللہ! قیامت کے دن ان گنہگاروں کے ساتھ میرا حشر نہ کرنا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی: میں نے ان دونوں کی دعا سن لی۔ نیک کی دعا کو تو میں نے رد کردیا اور مجرم کو معاف کردیا۔"

علیم سے سوال اور اس کا جواب: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے علیم سے پوچھا:

"تیرا نام مجنون کیسے پڑا؟"

اس نے کہا:

"جب ایک عرصہ تک مجھے اللہ تعالیٰ کا دیدار نہ ہوا تو میں اس خوف سے دیوانہ ہوگیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں آخرت میں بھی اس کے دیدار سے محروم رہوں۔"

خوف سے متعلق شعر: یہ شعر اسی مفہوم کو واضح کرتا ہے:

لو ان مابی علی صخر لانحله
فکیف یحمله خلق من الطین؟

"اگر میری کیفیت پتھر پر پڑتے تو وہ لاغر ہوجائے، پھر وہ مخلوق اسے کیسے برداشت کرسکتی ہے جو کہ مٹی سے تخلیق کی گئی ہے۔؟"

شیخ ابن سیرین کی خشیت: ایک صاحب تصوف کا کہنا ہے:

"میں نے شیخ ابن سیرین علیہ الرحمۃ سے بڑھ کر اس امت میں زیادہ امید رکھنے والا اور اپنی ذات کے حق میں زیادہ ڈرنے والا نہیں دیکھا۔"

شیخ سفیان ثوری کی خشیت: منقول ہے کہ شیخ سفیان ثوری علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے تو ان کا قارورہ طبیب کو دکھایا گیا۔ طبیب نے کہا:

''خوف نے اس شخص کے جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔''

پھر طبیب نے ان کی نبض دیکھی تو کہا:

''میں نہیں جانتا تھا کہ ایسے خشیت والے لوگ بھی اہل اسلام میں موجود ہیں۔''

سورج کا زرد ہونا اور مومن کی مثال: شیخ شبلی علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا:

''سورج جب غروب کے قریب ہوتا ہے تو زرد کیوں ہو جاتا ہے؟''

آپ نے فرمایا:

''کیوں کہ اسے مقام کمال سے معزول کیا جاتا ہے، اس لئے اپنے مقام کے ڈر سے زرد پڑ جاتا ہے۔''

یہی حال مومن کا ہے کہ جب اس کا دنیا سے جانے کا وقت قریب آتا ہے تو اس کا رنگ زرد پڑ جاتا ہے، کیونکہ اسے مقام کا ڈر ہوتا ہے۔ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو چمکدار ہوتا ہے۔ اسی طرح جب مومن قبر سے اٹھے گا' تو اس کا چہرہ چمکتا ہوا ہوگا۔

امام احمد بن حنبل اور خشیت: امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالی سے عرض کی:

''اے اللہ! میرے لئے خوف کا دروازہ کھول دے۔''

اللہ تعالی نے میرے لیے خوف کا دروازہ کھول دیا، پھر مجھے اپنی عقل کے چلے جانے کا ڈر ہوا تو میں نے عرض کیا:

''اے اللہ! اس قدر خوف دے کہ جس کی میں طاقت رکھ سکوں۔''

اس دعا کے بعد خوف کی شدت ختم ہو گئی۔

☆☆☆

فصل نمبر 13:

رجاء

اللہ سے ملاقات کی امید: فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

((من کان یرجو لقاء اللّٰہ فان اجل اللّٰہ لات)) (سورۃ العنکبوت، آیت نمبر: ۵)

''جو ہے امید رکھتا اللہ کے سامنے پیش ہونے کی۔ پس اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ مدت آنے والی ہے۔''

توبہ اور امید: شیخ علاء بن زید کہتے ہیں کہ میں شیخ مالک بن دینار علیہ الرحمۃ کے پاس گیا تو دیکھا کہ ان کے پاس شیخ شہر بن حوشب علیہ الرحمۃ تشریف فرما ہیں، جب میں ان سے رخصت ہونے لگا تو میں نے شیخ شہر بن حوشب علیہ الرحمۃ سے عرض کیا:

''اللہ آپ پر رحم کرے! مجھے زادِ راہ دیجئے! اللہ آپ کو زادِ راہ دے!''

شیخ شہر بن حوشب علیہ الرحمۃ فرمانے لگے:

''ٹھیک ہے۔''

پھر فرمایا:

''صحابی رسول حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے! تو نے اگر میرے ساتھ شرک نہ کیا اور میری عبادت کی اور مجھ سے پُر امید رہا تو میں تیرے تمام گناہ معاف کر دوں گا، اگرچہ تو میرے پاس زمین بھر گناہ بھی لائے! میں بھی ان جیسی مغفرت کے ساتھ تیرا استقبال کروں گا اور تجھے بخش دوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں!'' (بیہقی فی شعب الایمان: ۱۰۳۰)

صاحبِ ایمان: صحابی رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ روزِ قیامت فرمائے گا: جس کے قلب میں جو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے اسے جہنم سے نکال دو۔ پھر فرمائے گا: جس کے دل میں بھی رائی کے دانے کے برابر ایمان ہے اسے بھی نکال دو۔ پھر فرمائے گا: میری عزت و جلال کی قسم! جو شخص مجھ پر ایمان لایا، میں اسے لمحہ بھر کے لئے بھی اس شخص کی طرح نہیں کروں گا جو مجھ پر ایمان نہیں لایا۔'' (طبرانی اوسط: ۳۹۷۶)

امید کی تعریف: آنے والے زمانے میں حاصل ہونی والی محبوب چیز کے ساتھ قلب کو وابستہ کرنے کو امید کہا جاتا ہے۔

استقلال: جس طرح خوف کا تعلق مستقبل کے ساتھ ہوتا ہے اسی طرح رجاء کا تعلق بھی مستقبل کے ساتھ ہوتا ہے۔ دلوں کی زندگی اور استقلال امید ہی کے ذریعے ہوتی ہے۔

امید اور تمنا میں فرق: امید اور تمنا میں فرق یہ ہے کہ تمنا سے تمنا کرنے والے میں سستی و کاہلی پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ تمنا کرنے والا کوشش نہیں کرتا، لیکن اس کے خلاف امید قابلِ تعریف چیز ہے اور تمنا مذموم۔

اچھی عبادت بجالانا: امید کے بارے میں اہلِ تصوف کا مفصل کلام موجود ہے۔ چنانچہ شاہ کرمانی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''بندے کا اللہ تعالیٰ کی اچھے طریقے سے عبادت کرنا امید کہلاتا ہے۔''

امید کی تین اقسام: شیخ ابن خلیق فرماتے ہیں:

''امید کی تین اقسام ہیں۔ پہلی: ایک آدمی نیک اعمال کرتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ وہ کام مقبول ہوگا۔ دوسری: ایک آدمی برائی

کرنے کے بعد توبہ کرتا ہے اور اسے مغفرت کی امید ہوتی ہے۔ تیسری: ایک جھوٹا آدمی گناہ کرتا چلا جاتا ہے، مگر کہتا ہے کہ مجھے مغفرت امید ہے۔"

برے اعمال والے پر خوف کا غلبہ ہونا چاہئے: جس آدمی نے اعمال سیئہ کیے ہوں اس کی امید پر خوف کا غلبہ ہونا چاہئے۔

امید سخاوت: منقول ہے کہ حقیقی سخی (اللہ تعالیٰ) سے سخاوت کی امید کرنے کا نام رجاء (امید) ہے۔

جلال کو جمال سے دیکھنا: بعض اہل تصوف سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جلال کو جمال کی آنکھوں سے دیکھنے کا نام امید ہے۔

اللہ کی مہربانی کا قرب: بعض اہل تصوف سے منقول ہے کہ قلب کا اللہ تعالیٰ کی مہربانی کے قریب ہونا امید ہے۔

وسیع رحمت کی طرف نظر: بعض اہل تصوف سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کی طرف نظر کرنے کو امید کہا جاتا ہے۔

اچھے خاتمہ پر خوش ہونا: بعض اہل تصوف سے منقول ہے کہ قلب کا اچھے خاتمہ پر خوش ہونا امید ہے۔

خوف وامید: شیخ منصور عبداللہ سے روایت ہے کہ شیخ ابوعلی روذباری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"خوف وامید پرندے کے دو پروں کی طرح ہیں۔ اگر دونوں پر یکساں ہوں تو پرندہ مکمل اڑان بھر سکتا ہے، لیکن جب ایک پر میں کمی آجائے تو اڑان میں بھی نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر دونوں پر جاتے رہیں تو پرندے کی حالت نیم مردہ کی سی ہو جاتی ہے۔"

امید کی نشانیاں: شیخ علی بن شہمر ذان علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں نے شیخ احمد بن عاصم انطاکی علیہ الرحمۃ سے پوچھا:

"امید کی کیا نشانیاں ہیں۔؟"

آپ نے فرمایا:

"جب بندے کو اللہ تعالیٰ کے احسان نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں شکر کرنے کا خیال ڈال دے، جس کی وجہ سے وہ دنیا میں یہ امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نعمتوں کو اس پر تمام کر دے گا اور آخرت میں اسے پورے طور پر معاف کر دے گا۔"

رجا کیا ہے؟ شیخ ابوعبداللہ بن خفیف علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"امید اللہ تعالیٰ کی مہربانی پر خوشی کے اظہار کا نام ہے۔"

امید وخوف دونوں لازم ہیں: شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ سے منقول ہے کہ شیخ ابوعثمان مغربی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"جس نے اپنے نفس کو فقط امید پر رکھا اس نے عمل چھوڑ دیا اور جس نے اپنے نفس کو فقط خوف پر رکھا وہ مایوس ہو گیا۔ انسان کو امید وخوف کے ساتھ رہنا چاہئے۔"

حضرت انس بن مالک: شیخ ابن ابی الدنیا علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ شیخ بکر بن سلیم الصوف علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جس روز حضرت مالک بن انس علیہ الرحمۃ کا وصال ہوا، ہم ان کے پاس گئے اور پوچھا:

"اے ابوعبداللہ! آپ کیا محسوس کرتے ہیں۔؟"

آپ نے فرمایا:

"میں نہیں جانتا کہ کیا کہوں۔ ابھی تم اللہ تعالیٰ کی اس قدر عفو کا معائنہ کر لو گے، جس کا تمہیں وہم وگمان بھی نہ ہوگا۔"

ہم ابھی ان کے پاس ہی تھے کہ ان کا وصال ہو گیا اور ہم نے ان کی آنکھیں بند کر دیں۔

اللہ تعالیٰ سے التجا: شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ نے عرض کیا:

''اے اللہ! قریب ہے کہ معصیت کے ہوتے ہوئے تمہارا کرم میری امید پر غالب آ جائے، جو اعمال کے ہوتے ہوئے کی جاتی ہے، کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں اعمال میں اخلاص پر بھروسہ کرتا ہوں، مگر میں اعمال کو آفات سے کیسے بچا سکتا ہوں جبکہ میں ان آفات کی وجہ سے مشہور ہوں۔ گناہوں کے ہوتے ہوئے میرا اعتماد تمہارے عفو پر ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تو سخی مشہور ہوتے ہوئے گناہوں کو معاف نہ کرے؟'

توجہ اللہ کی طرف سے نہ ہٹاؤ: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ حالت نزع میں تھے۔ لوگوں نے ان سے بات کرنا چاہی تو انہوں نے فرمایا:

''میری توجہ اللہ کی جانب سے نہ ہٹاؤ! میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار مہربانیوں پر متعجب ہوں۔''

محبوب ترین چیز: شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اے اللہ! تیری امید میرے قلب میں شیریں ترین عطیہ ہے اور تیری تعریف میری زبان پر شریں ترین کلام ہے اور میرے لیے سب سے پسندیدہ وقت وہ ہے جس میں میں تیری زیارت کرلوں گا''

غفور ورحیم: ایک تفسیر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ کی طرف سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس تشریف آئے۔ آپ نے دیکھا کہ وہ مسکرا رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر فرمایا:

''کیا تم ہنس رہے ہو؟ اگر تمہیں ان چیزوں کا علم ہو جاتا جنہیں میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنستے اور بہت زیادہ روتے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے۔ جب واپس لوٹے تو فرمایا:

''ابھی جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے ہیں:

((نبی عبادی انی انا الغفور الرحیم))

''میرے بندوں کو خبر دے دو کہ میں بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہوں۔'' (سورۃ الحجر، آیت نمبر: ۴۹)

اللہ تعالیٰ کا خوش ہونا: شیخ عطاء بن یسار علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جب بندوں کی مایوسی اور اپنی اس رحمت کو جو ان کے قریب ہے دیکھتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔''

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ کیا اللہ تعالیٰ مسرور ہوتا ہے؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔ تب ہی تو وہ ہمیں نیکی سے محروم نہ رکھے گا۔''

جان لیجئے کہ جب اللہ تعالیٰ کے مسکرانے یا خوش ہونے کا ذکر ہو تو یہ اس کی صفات فعلیہ میں سے ہے، جس سے مراد مہربانی کا اظہار ہے۔

اہل عرب کے ہاں کہا جاتا ہے:

((ضحکت الارض بالنبات))

''زمین سبزہ کے ساتھ مسکرائی (یعنی زمین نے خوب سبزہ اگایا)۔''

لوگوں کی مایوسی پر اللہ تعالیٰ کی خوشی سے مراد ان عنایات ربانی کے تحقق کا اظہار ہے جو عنایتیں اس انتظار کے مقابلہ میں جو انہیں کرنا

پڑتا ہے کئی گنا زیادہ ہیں۔

حضرت ابراہیم کا مہمان: مروی ہے کہ ایک مجوسی نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے کھانا مانگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

''مسلمان ہو جاؤ تو کھانا دوں گا۔''

مجوسی نے کہا:

''اگر میں مسلمان ہو گیا تو پھر آپ کا مجھ پر کیا احسان؟''

یہ کہہ کر مجوسی چل دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی:

''اے ابراہیم! آپ اس کو اس شرط پر کھانا کھلائیں گے کہ وہ مسلمان ہو جائے اور ہم ستر برس سے اسے اسی کفر کی حالت میں روزی دے رہے ہیں۔ اگر آپ اسے ایک رات کھانا کھلا دیتے تو کیا حرج تھا؟''

یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مجوسی کے پیچھے گئے۔ اسے کھانا کھلایا۔ مجوسی نے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے اس کی وجہ بیان فرما دی۔ یہ سن کر مجوسی نے کہا:

''میرا رب مجھ سے اس طرح کا معاملہ کرتا ہے؟ بہتر ہے کہ آپ اسلام پیش کیجئے۔''

پھر وہ مسلمان ہو گیا۔

آسان تر معاملہ: شیخ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ استاذ ابو سہل صعلوکی علیہ الرحمۃ نے شیخ ابو سہل زجاج کو خواب میں دیکھا اور زجاج کا عقیدہ یہ تھا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے عذاب دینے کی دھمکی دے دی' وہ عذاب اس پر ہو کر رہے گا۔ صعلوکی نے پوچھا:

''کیا حال ہے؟''

شیخ زجاج نے جواب دیا:

''ہم نے معاملہ اپنے خیال کے مقابلہ میں آسان تر پایا۔''

اللہ کے متعلق حسن ظن: شیخ ابو بکر بن اشکیب کہتے ہیں کہ میں نے شیخ ابو سہل صعلوکی علیہ الرحمۃ کو خواب میں اس قدر اچھی حالت میں دیکھا کہ بیان سے باہر ہے۔ میں نے پوچھا:

''آپ کو یہ مرتبہ کیسے ملا؟''

انہوں نے فرمایا:

''اپنے رب کے متعلق حسن ظن کی بدولت۔''

حسن ظن اور گناہ: کسی نے شیخ مالک بن دینار علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا:

((ما فعل الله بك))

''اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ کیا؟''

انہوں نے جواب دیا:

''میں اپنے رب کے پاس زیادہ گناہ لے کر پہنچا جن کو اللہ تعالیٰ کے متعلق میرے حسن ظن نے بالکل مٹا دیا۔''

بندے کا گمان: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((انا عند ظن عبدی بی، وانا معہ اذا ذکرنی، نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملا ھو خیر منھم، وان اقترب الی شبر اقتربت الیہ ذراعا وان اقترب الی ذراعا اقتربت الیہ باعا، وان اتانی یمشی اتیتہ ھرولہ))

''میں اپنے بندے کے میرے بارے میں گمان کے عین مطابق ہوتا ہوں۔ جب بھی وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھے دل میں یاد کرتا ہے، میں اسے اپنے نفس میں یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس سے بہتر مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ اگر وہ ایک بالشت بھر میری طرف آتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ میری طرف بڑھتا ہے تو میں ایک باع (دو ہاتھ) اس کی طرف بڑھتا ہوں، اگر وہ پیدل آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کی طرف آتا ہوں۔'' (صحیح بخاری: ۷۴۰۵) (صحیح مسلم: ۲۶۷۵)

شیخ ابوصالح نے صحابی رسول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث اسی طرح روایت کی ہے۔

کیا ہی اچھا رب ہے: منقول ہے کہ شیخ عبداللہ ابن مبارک علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ ایک طاقتور کافر سے جنگ کر رہے تھے کہ اس کافر کی عبادت کا وقت آ گیا۔ اس نے شیخ عبداللہ ابن المبارک علیہ الرحمۃ سے مہلت مانگی تو آپ نے مہلت دے دی، مگر جب اس نے سورج کو سجدہ کیا تو شیخ ابن المبارک علیہ الرحمۃ نے تلوار سے اسے قتل کر دینے کا ارادہ کیا۔ اس وقت ایک ندا دینے والے نے ندا دی:

((واوفو بالعھد ان العھد کان مسؤلاً))

''اور اپنے عہد پورے کرو، کیونکہ عہد کے متعلق سوال ہوگا۔''

یہ سن کر شیخ عبداللہ ابن مبارک علیہ الرحمۃ رک گئے۔ جب مجوسی عبادت سے فارغ ہوا تو اس نے پوچھا:

''تو اپنے ارادہ سے کیوں رک گیا؟''

شیخ عبداللہ ابن المبارک علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''مجھے یہ ندا آئی۔''

پھر آیت پڑھ کر سنائی۔ یہ سن کر مجوسی نے کہا:

''کیا ہی اچھا رب ہے؟ اپنے دوست کو اپنے دشمن کے بارے میں عتاب کرتا ہے۔''

پھر وہ مجوسی مسلمان ہو گیا اور نیک مسلمان بنا۔

غفور: ایک صاحب تصوف کا کہنا ہے:

''لوگ گناہ اس لئے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا نام غفور رکھا ہے۔''

کیونکہ اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا ہے: یہ بھی منقول ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ یوں فرماتا کہ میں گناہ معاف نہیں کروں گا، تو کبھی کوئی مسلمان گناہ نہ کرتا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ))

''بیشک اللہ تعالیٰ شرک معاف نہیں کرتا۔''

اس لیے کوئی مسلمان شرک نہیں کرتا ہے، لیکن جب یوں کہہ دیا:

((ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء))

''اس کے علاوہ جو گناہ بھی ہو جسے چاہتا ہے معاف کرتا ہے۔''

اس ارشاد سے لوگوں کو اللہ کی مغفرت کی تمنا ہوئی۔

رحم گنہگاروں پر ہوتا ہے: شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک عرصہ تک میں اس انتظار میں رہا کہ بیت اللہ کو لوگوں سے خالی پاؤں۔ ایک دفعہ رات بہت تاریک تھی اور زور کی بارش ہو رہی تھی۔ بیت اللہ لوگوں سے خالی ہو گیا۔ میں جا کر بیت اللہ کا طواف کرنے لگا اور عرض کرنے لگا:

''اے اللہ! مجھے بچا۔''

ندا دینے والے نے پکارا:

''اے ابن ادہم! تو گناہ سے بچنے کی درخواست کرتا ہے، ہر شخص کی درخواست یہی ہوتی ہے۔ اگر میں تمہیں بچا دوں تو رحم کس پر کروں۔؟''

اعمالنامہ شرک سے پاک: منقول ہے کہ شیخ ابو العاص بن سریج علیہ الرحمۃ نے مرض الموت میں خواب دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہو رہا ہے:

''علماء کہاں ہیں؟''

یہ اعلان سن کر علماء حاضر ہو گئے۔ پھر مجھ سے کہا گیا:

''کیا تم نے اپنے علم کے مطابق عمل کیا۔؟''

میں نے عرض کیا:

''اے اللہ! مجھ سے کوتاہی ہو گئی ہے۔ میرے نامہ اعمال میں شرک نہیں ہے اور تیرا وعدہ ہے کہ اس کے علاوہ جو گناہ بھی ہو گا وہ معاف کر دیا جائے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جاؤ میں نے تمہیں معاف کر دیا۔''

اس واقعہ کے تین رات بعد شیخ وصال پا گئے۔

شیخ منصور بن عمار کی چار دعائیں: منقول ہے کہ ایک آدمی بہت زیادہ شراب پیا کرتا تھا۔ اس نے ایک مرتبہ اپنے ہم نشین لوگوں کو جمع کیا اور ایک غلام کو چار درہم دیئے کہ ان کے لیے پھل خرید لائے۔ غلام کا گزر شیخ منصور بن عمار علیہ الرحمۃ کی مجلس کے قریب سے ہوا۔ شیخ منصور ایک محتاج کے لئے کچھ مانگ رہے تھے اور فرما رہے تھے:

''جو کوئی اسے چار درہم دے گا، اس کے لیے چار دعائیں کروں گا۔''

یہ سن کر غلام نے چاروں درہم اسے دے دیئے۔ شیخ منصور بن عمار علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''تم کیا دعا کروانا چاہتا ہے؟''

غلام نے عرض کیا:

''میرا ایک آقا ہے میں اس سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہوں؟''

آپ نے اس کے بارے میں دعا کر دی۔

اس نے کہا:
''دوسری دعا یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے درہموں کے بدلے اور درہم دے دے۔''
شیخ نے یہ دعا بھی کر دی۔
پھر فرمایا:
''اور کیا۔؟''
غلام نے کہا:
''اللہ تعالیٰ میرے آقا کی توبہ قبول کر لے۔''
شیخ نے یہ دعا بھی کر دی اور پوچھا:
''اور کیا؟''
غلام نے عرض کیا:
''اللہ تعالیٰ میری، میرے آقا کی، آپ کی اور جو لوگ یہاں موجود ہیں' ان سب کی بخشش فرمادے۔''
شیخ منصور بن عمار علیہ الرحمۃ نے یہ دعا بھی کر دی۔
غلام جب اپنے آقا کے پاس لوٹ آیا۔ آقا نے پوچھا:
''تو نے اتنی دیر کیوں لگادی۔؟''
اس نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ آقا نے کہا:
''انہوں نے کیا دعا کی؟''
غلام نے کہا:
''میں نے آزاد ہونے کی درخواست کی تھی۔''
آقا نے کہا:
''جاؤ تم آزاد ہو۔''
پھر پوچھا:
'دوسری دعا کون سی کی تھی؟''
غلام نے کہا:
''یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان درہموں کے بدلے میں اور درہم دے دے۔''
آقا نے کہا:
''یہ لو چار ہزار درہم۔''
پھر کہا:
''تیسری دعا کون سی ہے؟''
غلام نے کہا:
''اللہ تعالیٰ آپ کی توبہ قبول کرے۔''

آقا نے کہا:

''میں نے اللہ کی طرف رجوع کیا۔''

پھر کہنے لگا:

''چوتھی دعا کون سی تھی۔؟''

غلام نے کہا:

''اللہ تعالیٰ تمہیں، مجھے، قوم اور نصیحت کرنے والے کو معاف کر دے۔''

آقا نے کہا:

''یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔''

جب رات ہوئی تو اس آدمی نے خواب میں دیکھا کہ کوئی اسے کہہ رہا ہے:

''جو کچھ تمہارے اختیار میں تھا تو نے کر دیا۔ کیا تیرا خیال ہے کہ جو کچھ میرے اختیار میں ہے، میں نہیں کروں گا؟ میں نے تجھے، تیرے غلام کو، منصور بن عمار کو اور ان لوگوں کو جو وہاں موجود تھے بخش دیا۔

شیخ رباح کے حج: منقول ہے کہ شیخ رباح قیسی علیہ الرحمۃ نے بہت سے حج کیے۔ ایک دن میزاب رحمت کے نیچے کھڑے ہو کر عرض کیا:

''اے میرے اللہ! میں نے اپنے حجوں میں سے اتنے حج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کیے۔ دس حج آپ کے دس صحابہ (عشرہ مبشرہ) کو، دو اپنے والدین کو اور باقی مسلمانوں کو بخشے۔''

ایک منادی نے پکار کر کہا:

''یہ لو! یہ لو! یہ شخص ہم پر اپنی سخاوت جتا رہا ہے۔ میں تمہیں، تمہارے والدین اور ان لوگوں کو جنہوں نے صدق دل سے کلمہ شہادت پڑھا تھا ضرور بخش دوں گا۔''

جسے لوگ حقیر سمجھیں: شیخ عبدالوہاب بن عبدالمجید ثقفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جنازہ کو دیکھا جسے تین مردوں اور ایک عورت نے اٹھایا ہوا تھا۔ میں نے میت کو کندھا دیا اور اس عورت کو کہا کہ آپ چھوڑ دیں۔ ہم سب قبرستان پہنچے اور نماز جنازہ ادا کر کے اسے دفن کر دیا۔ میں نے اس عورت سے پوچھا:

''آپ کا میت سے کیا رشتہ تھا؟''

اس نے جواباً کہا:

''یہ میرا بیٹا تھا۔''

میں نے پوچھا:

''کیا آپ کے پڑوسی نہیں ہیں؟''

وہ عورت کہنے لگی:

''ہیں، لیکن وہ اسے حقیر و کمتر سمجھتے تھے۔''

میں نے پوچھا:

''یہ کیا تھا؟''

عورت نے جواباً کہا:

''یہ مخنث تھا۔''

مجھے اس عورت پر بہت رحم آیا۔ میں اسے اپنے گھر لے گیا اور میں نے اسے پیسے، گندم اور کپڑے دیئے۔ میں جب رات کو سویا تو میں نے خواب میں ایک آدمی کو دیکھا جس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح تھا اور اس نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ اس نے میرا شکریہ ادا کیا۔ میں نے کہا:

''آپ کون ہیں؟''

اس نے جواباً کہا:

''میں وہی مخنث ہوں جسے آپ نے آج دفن کیا ہے، کیونکہ لوگ مجھے حقیر سمجھتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے میری بخشش فرما دی ہے۔''

ایک نوجوان کا قصہ: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابوعمرو بیکندی علیہ الرحمۃ ایک راستے سے گزرے۔ آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایک نوجوان کو اس کی شرارتوں کی وجہ سے محلہ سے نکالنا چاہتے ہیں اور ایک عورت رو رہی ہے۔ میں نے پوچھا:

''یہ کون ہے۔؟''

بتایا گیا کہ یہ اس نوجوان کی ماں ہے۔ مجھے اس پر بہت رحم آیا اور میں نے اس نوجوان کی ان لوگوں سے سفارش کی اور کہا:

''اس بار اسے چھوڑ دو۔''

چند دنوں بعد میں پھر ادھر سے گزرا۔ میں نے دروازے کے پیچھے سے اسی بڑھیا کے رونے کی آواز سنی۔ میں نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ اس نوجوان نے پھر کوئی شرارت کی ہو اور اسے محلہ سے نکال دیا گیا ہو۔ لہٰذا میں نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اس بڑھیا سے اس نوجوان کا حال دریافت کیا۔ اس بڑھیا نے جواباً کہا:

''جب اس کی موت کا وقت قریب آ گیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ میرے پڑوسیوں کو میری موت کی خبر نہ دینا، کیونکہ میں انہیں دکھ دیتا رہا ہوں۔ اس لئے وہ میرے مرنے پر خوش ہوں گے اور میرے جنازے کے ساتھ نہ جائیں گے۔ جب تو مجھے دفن کرنے لگے تو یہ میری انگوٹھی ہے جس پر بسم اللہ لکھا ہوا ہے، اسے بھی میرے ساتھ دفن کر دینا اور دفن سے فارغ ہو کر میرے رب کے پاس میری سفارش کرنا۔''

بڑھیا کہنے لگی:

''میں نے ایسا ہی کیا۔ جب میں اس کی قبر سے اٹھ کر چلنے لگی تو میں نے اس کی آواز سنی کہ وہ مجھے کہہ رہا ہے: اماں! واپس ہو جاؤ! میں رب کریم کے پاس پہنچا ہوں۔''

اللہ سے فائدہ حاصل کرنا: مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی کی گئی:

''لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں نے انہیں اس لئے پیدا نہیں کیا کہ ان سے کوئی فائدہ حاصل کروں، بلکہ میں نے انہیں اس لئے پیدا کیا کہ وہ مجھ سے فائدہ حاصل کریں۔''

گنہگار نوجوانوں کے لیے دعا: شیخ ابراہیم الاطروش علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہم بغداد میں شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ کے ساتھ تھے۔ ہم دریائے دجلہ کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک کشتی میں نوجوانوں کی ایک جماعت دف بجاتے، شراب پیتے اور کھیلتے ہوئے گزری۔ ہم نے شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ سے عرض کیا:

''آپ انہیں دیکھ رہے ہیں؟ یہ لوگ علی الاعلان معصیت میں مبتلا ہیں۔ آپ ان کے لئے بددعاء کیجئے۔!''
شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ نے ہاتھ اٹھا کر عرض کیا:
''اے اللہ! جس طرح تو نے انہیں دنیا میں خوش کر رکھا ہے، اسی طرح آخرت میں بھی خوش رکھنا۔''

حاضرین نے عرض کیا:
'ہم نے تو آپ کو بددعا کرنے کے لیے کہا تھا؟''
شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''جب اللہ ان کو آخرت میں خوش رکھے گا تو ان کی توبہ بھی قبول فرمائے گا۔''

نیک و بد اعمال کی تخلیط: شیخ عبداللہ بن سعید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شیخ یحیٰ بن اکثم قاضی علیہ الرحمۃ میرے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ انہیں مجھ سے محبت تھی اور مجھے ان سے۔ جب شیخ یحیٰ کا وصال ہوا تو میں نے چاہا کہ وہ مجھے خواب میں دکھائی دیں اور میں ان سے پوچھوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک رات میں نے انہیں خواب میں دیکھا اور پوچھا:

''اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟''
انہوں نے جواباً کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری بخش فرمادی، مگر ساتھ سرزنش بھی فرمائی۔ سرزنش کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے یحیٰ! تو نے دنیا میں نیک و بد اعمال سرانجام دیئے۔''
میں نے عرض کیا:
''ہاں! اے میرے رب! میں نے تو اس حدیث پر بھروسہ کر رکھا تھا جس کی روایت مجھ سے ابو معاویہ ضریر نے کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! تیرا فرمان ہے کہ میں بوڑھے آدمی کو عذاب جہنم میں مبتلا کرتے ہوئے شرماتا ہوں۔'' (کشف الخفاء: ۷۳۲)

یہ سن کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
''میرے نبی نے سچ کہا۔ اے یحیٰ! میں نے تجھے معاف کر دیا۔ مگر تو نے نیک و بد دونوں قسم کے اعمال غلط ملط کر دیئے۔''

☆☆☆

فصل نمبر 14:

حزن

غم دور ہونے پر اللہ کی تعریف: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((وقالو الحمد لله الذی اذهب عنا الحزن))

"اور انہوں نے کہا: تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔" (سورۃ الفاطر)

تکلیف گناہوں کا کفارہ ہے: حضرت عطاء بن یسار صحابی رسول حضرت سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مامن شیء یصیب العبد المومن من وصب او نصب او حزن او الم یهمه الا کفر الله تعالی من سیئاته))

"کوئی بھی تکلیف، بیماری، تھکان، غم یا بیقرار کرنے والا دکھ مومن کو نہیں پہنچتا مگر اللہ تعالیٰ اس کے عوض مومن کے گناہ مٹا دیتا ہے۔" (صحیح مسلم: ۲۵۷۳) (سنن ترمذی: ۹۶۶) (مسند امام احمد: ۱۱۹۰)

غم وحزن کسے کہتے ہیں: غم (حزن) ایک ایسی کیفیت ہے جو قلب کو قابو میں رکھتی ہے اور اسے غفلت کی وادیوں میں لاچار ہونے سے محفوظ کر دیتی ہے۔ غم وحزن اہل سلوک کا ایک وصف ہے۔

صاحب حزن اور قرب الٰہی: شیخ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"صفت غم (حزن) سے متصف بندہ اللہ کی راہ کو ایک ماہ میں اتنا طے کر لیتا ہے جتنا عام بندہ کئی سال میں طے نہیں کر سکتا۔"

اللہ کا پسندیدہ: حدیث مبارکہ میں ہے:

"اللہ تعالیٰ ہر غم زدہ کو پسند کرتا ہے۔" (بیہقی فی شعب الایمان: ۳۰)

تورات کا بیان: تورات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو پسند فرماتا ہے تو اس کے قلب میں ایسی صفات پیدا فرما دیتا ہے جو اسے خوش ہونے پر اکساتی ہیں۔

رسول اللہ کا محزون رہنا: مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ غمزدہ اور متفکر رہتے تھے۔ (طبرانی فی الکبیر: ۱۵۶/۲۲)

حزن ایک فرشتہ: شیخ بشر بن حارث علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"حزن ایک ایسا فرشتہ ہے کہ جب کسی جگہ پر گھر کر لیتا ہے تو یہ نہیں چاہتا کہ اس کے ساتھ کوئی اور بھی وہاں رہے۔"

جس قلب میں حزن نہ ہو: منقول ہے کہ جب قلب میں حزن نہ ہو تو قلب بے آباد ہو جاتا ہے، جیسے گھر کہ اس میں رہنے والے نہ ہوں تو وہ بے آباد ہو جاتا ہے۔

حزن اور شوق: شیخ ابو سعید قرشی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"حزن کے سبب رونے سے بندہ نابینا ہو جاتا ہے اور شوق سے رونے سے آنکھ کمزور ہو جاتی ہے لیکن بندہ نابینا نہیں ہوتا۔ ارشاد الٰہی ہے:

((وابیضت عیناه من الحزن وهو کظیم))

"اور حزن کے سبب ان کی بینائی چلی گئی اور وہ بہت زیادہ غمگین تھے۔" (سورۃ الیوسف)

نفس کو مسرت سے بچانا: شیخ ابن خفیف علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''نفس کو مسرت سے بچانا حزن کہلاتا ہے۔''
ہائے حزن کی کمی: حضرت رابعہ عدویہ علیہا الرحمۃ نے سنا کہ کوئی آدمی واہ حزناہ (ہائے غم) کا جملہ کہہ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یوں کہو:

((واقلة حزناه))
''ہائے حزن کی کمی۔''
اگر تو حقیقی صاحب حزن ہوتا تو سانس نہ لے سکتا۔
صاحب حزن کے بدولت: شیخ سفیان بن عینیہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''اگر کوئی صاحب حزن کسی امت میں گریہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گریہ کے سبب ساری امت پر رحم فرماتا ہے۔''
اللہ کے لیے غم: شیخ داؤ دطائی علیہ الرحمۃ پر غم غالب تھا۔ وہ رات کو یہ دعا کیا کرتے تھے:
''اے اللہ! تیرے حزن نے تمام غموں کو مٹا دیا ہے اور میری نیند کو اچاٹ کر دیا ہے۔''
آدمی حزن سے نہیں بچ سکتا: شیخ داؤ دطائی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''ہر وہ شخص جس پر نئی مصیبت آتی رہتی ہے وہ غم سے کب بچ سکتا ہے؟''
حزن اور خوف: مروی ہے کہ حزن کھانا کھانے سے مانع ہوتا ہے اور خوف گناہوں سے۔''
صاحب حزن کی پہچان: کسی صاحب تصوف سے سوال کیا گیا:
''کسی کے بارے میں کیسے پتہ چل سکتا ہے کہ وہ صاحب حزن ہے۔؟''
آپ نے فرمایا:
''اس کی بہت زیادہ آہ وبکا اور گریہ زاری سے۔''
تمام لوگوں کا غم: شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''میں چاہتا ہوں کہ تمام لوگوں کا غم مجھے دے دیا جائے۔''
حزن دنیا و آخرت: لوگوں نے حزن سے بحث کی ہے اور سب یہی کہتے ہیں کہ صرف آخرت کے بارے میں حزن قابل تعریف ہے۔ دنیا کا حزن قابل تعریف نہیں۔ شیخ ابوعثمان علیہ الرحمۃ کا اس میں اختلاف ہے، کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ غم خواہ کسی طرح کا ہو، فضیلت کا سبب ہے اور جب تک کسی مصیبت کی خاطر نہ ہو مومن کے لئے زیادتی مراتب کا باعث ہے۔ اس لیے کہ بالفرض اگر یہ انسان کے درجے بلند نہیں کرتا تو گناہوں سے پاک تو کرتا ہے۔
غم زدہ کو سلام: بعض اہل تصوف کا کوئی ارادت مند جب بھی سفر کو جاتا تو وہ اسے کہتے:
''اگر تجھے کوئی غم زدہ مل جائے تو اسے میرا سلام کہنا۔''
غروب آفتاب کے وقت اہل تصوف کی گفتگو: شیخ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''اہل تصوف غروب آفتاب کے وقت کہا کرتے تھے کہ کیا آج تمہارا طلوع کسی غمزدہ پر ہوا؟''
شیخ حسن بصری کی حالت: شیخ حسن بصری علیہ الرحمۃ کی یہ حالت تھی کہ جو کوئی بھی انہیں دیکھتا یہی کہتا کہ ابھی ان پر کوئی مصیبت وارد ہوئی۔

شیخ فضیل عیاض: شیخ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ کے وصال پر شیخ وکیع نے کہا:

''آج دنیا سے غم جاتا رہا۔''

غم وفکر اور نیکیاں: سابقہ صوفیاء میں سے کسی کا قول ہے:

''مومن اپنے نامہ اعمال میں زیادہ تر نیکیاں غم اور فکر کرنے کی پائے گا۔''

عقل کی زکوۃ: شیخ احمد بن ابی روح علیہ الرحمہ اپنے والد کی سند سے نقل کرتے ہیں کہ شیخ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے:

''سابقہ اہل تصوف کہتے تھے کہ ہر چیز پر زکوۃ ہے اور لمبا حزن عقل کی زکوۃ ہے۔''

صاحب حزن اور غم کے متعلق سوچنا: شیخ ابوالحسن الوراق علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن شیخ ابوعثمان علیہ الرحمۃ سے حزن کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

''صاحب حزن کو اتنی فرصت کہاں کہ غم کے متعلق سوال کرے۔ پہلے غم کی طلب میں کوشش کرو پھر پوچھو۔''

☆☆☆

فصل نمبر 15:

جوع اور ترک خواہش

۱۔جوع وبھوک

آزمائش وبشارت: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع))

''اور یقیناً ہم تمہیں خوف اور بھوک کے ساتھ آزمائیں گے۔'' (سورۃ البقرہ، آیت نمبر:۱۵۵)

اس آیت کے آخر میں فرمایا:

((وبشر الصابرین))

''اور خوش خبری دیجئے صبر کرنے والوں کو۔'' (سورۃ البقرہ، آیت نمبر:۱۵۵)

جو لوگ بھوک برداشت کرتے ہیں اور صبر سے کام لیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو اچھے ثواب کی بشارت دی ہے۔

دوسروں کو ترجیح دینا: نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصة))

''اور وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں چاہے ان کو کتنی ہی ضرورت کیوں نہ ہو۔'' (سورۃ الحشر، آیت نمبر:۹)

رسول اللہ کی بھوک: حضرت محمد بن عبداللہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے فاطمہ! یہ ٹکڑا کیسا ہے؟''

انہوں نے عرض کیا:

''میں نے ایک روٹی پکائی تھی۔ میرے دل نے پسند نہ کیا کہ میں اسے اکیلی کھاؤں۔ لہٰذا میں یہ ٹکڑا لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تمہارے والد نے تین دنوں کے بعد یہ کھانا کھایا ہے۔'' (بیہقی فی شعب الایمان)

یہ بھی مروی ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جو کی روٹی لے کر آئی تھیں۔

صاحبان تصوف اور مجاہدہ: جوع (بھوک) صاحبان تصوف کی صفات میں سے ایک صفت ہے اور یہ ارکان مجاہدہ میں سے ایک رکن ہے۔

ارباب سلوک اور بھوک: ارباب سلوک نے آہستہ آہستہ بھوک کی عادت ڈالی، اپنے نفس کو کھانے سے روکا اور انہیں بھوک میں حکمت کے چشمے ملے۔

بھوک کے متعلق اہل تصوف کی بے شمار حکایات موجود ہیں۔ (ان میں سے چند ایک پیش کی جاتی ہیں)

آہستہ آہستہ کھانا کم کرنا: شیخ ابن سالم علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"بھوک کا ادب یہ ہے کہ روزمرہ کی خوراک میں سے صرف بلی کے کان کے برابر کم کیا جائے۔"

شیخ سہل کا عمل: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ پندرہ دن بعد کھانا کھایا کرتے تھے اور جب رمضان کا مہینہ آتا تو عید کا چاند دیکھنے تک کچھ نہیں کھاتے تھے اور روزانہ سادہ پانی سے روزہ افطار کرتے تھے۔

بھوک اور طالبین آخرت: شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"اگر بھوک بازار سے خریدی جاسکتی تو طالبین آخرت جب بھی بازار جاتے تو ان کے لیے مناسب نہ ہوتا کہ اس کے علاوہ کسی اور چیز کو خریدتے۔"

بھوک وجوع اور شکم سیر ہو کر کھانا: شیخ ابومحمد عبداللہ بن احمد اصطخری علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"جب سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا فرمایا ہے تب سے سیر ہو کر کھانے میں معصیت اور جہالت کو رکھ دیا اور بھوک وجوع میں علم اور حکمت کو۔"

صاحبان ارادت کی ریاضت: شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"ارادت مندوں کے لیے سب سے بڑی ریاضت بھوک ہے۔ تائبین کے لیے سب سے بڑی ریاضت تجربہ ہے۔ زاہدین کے لئے سب سے بڑی ریاضت سیاست ہے اور عارفین کے لئے سب سے بڑی ریاضت کرامت وبزرگی ہے۔"

دوشیوخ کا مکالمہ: شیخ استاد ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ ایک شیخ دوسرے شیخ کے پاس حاضر ہوئے۔ اس وقت وہ گریہ کر رہے تھے۔ جب انہوں نے گریہ کا سبب پوچھا تو فرمایا:

"میں بھوکا ہوں۔"

پہلے شیخ نے فرمایا:

"آپ جیسے بھوک کی وجہ سے گریہ کرتے ہیں۔؟"

دوسرے شیخ نے فرمایا:

"خاموش ہو جاؤ! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میرے بھوکا رکھنے میں اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی ہے کہ میں گریہ کروں؟"

شیخ حجاج بن فرافصہ: داؤد بن معاذ سے مروی ہے کہ مخلد نے کہا:

"شیخ حجاج بن فرافصہ علیہ الرحمۃ ہمارے ساتھ ملک شام میں تشریف فرما تھے۔ پچاس راتیں گزر گئیں۔ انہوں نے نہ پانی پیا اور نہ کوئی چیز کھا کر آسودہ ہوئے۔"

شیخ ابوتراب نخشی: شیخ ابوعبداللہ بن احمد بن یحییٰ الجلاء علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شیخ ابوتراب نخشی علیہ الرحمۃ بصرہ سے براستہ جنگل مکہ مکرمہ تشریف آئے۔ ہم نے ان سے ان کے کھانے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

"میں بصرہ سے نکلا تو علاقہ نباج میں، پھر ذات عرق کے علاقہ میں کھانا کھایا اور وہاں سے اب تمہارے پاس پہنچا ہوں۔"

اس طرح انہوں نے صرف دو وقت کھانا کھا صحرا کو طے کر لیا۔

بھوک کے پرندے: شیخ احمد بن ابی الحواری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالعزیز بن عمیر علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"ایک قسم کے پرندے (تقرب الی اللہ کی طرف اڑان بھرنے والے صوفیاء) چالیس دن تک بھوکے رہے۔ پھر ہوا میں اڑ گئے۔ چند دنوں کے بعد جب لوٹ کر آئے تو ان سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔"

شیخ سہل بن عبداللہ کی کیفیت: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ جب بھوکے ہوتے تو طاقتور ہوتے اور اگر کچھ کھا لیتے تو کمزور ہو جاتے۔

ربانیین اور صمدانی: شیخ ابوعثمان مغربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''ربانیین چالیس یوم تک اور صمدانی اسی یوم تک کھانا نہیں کھاتے۔''

دنیا اور آخرت کی چابی: شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''سیر ہو کر کھانا دنیا کی چابی ہے اور بھوک آخرت کی۔''

ایک، دو اور تین بار کھانا: ابو محمد اصطخری سے مروی ہے کہ شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا:

''جو آدمی دن میں ایک مرتبہ کھانا کھاتا ہے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''یہ صدیقین کا کھانا ہے۔''

اس آدمی نے پھر پوچھا:

''جو کوئی دو بار کھانا کھاتا ہے؟''

فرمایا:

''یہ مومنین کا کھانا ہے۔''

اس آدمی نے پھر کہا:

''جو تین بار کھائے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''گھر والوں کو کہہ دو کہ تمہارے لئے وہ جگہ (کھرلی، جہاں جانور کھانا کھاتے ہیں) تیار کر دیں۔''

بھوک اور سیر ہو کر کھانا کھانا: شیخ ابوبکر سائح سے روایت ہے کہ شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''بھوک نور ہے، سیر ہو کر کھانا کھانا آگ اور شہوت ایندھن، جس سے جلنے کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ شہوت کی آگ اس وقت تک نہیں بجھتی جب تک شہوت والے کو جلا نہیں دیتی۔''

فقیر اور بخیل کی بھوک: شیخ ابونصر سراج طوسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک صاحب تصوف کسی شیخ کے پاس آئے۔ شیخ نے کھانا پیش کیا۔ پھر پوچھا:

''آپ نے کتنے دنوں سے کھانا نہیں کھایا تھا؟''

صاحب تصوف نے عرض کیا:

''پانچ دنوں سے۔''

شیخ نے فرمایا:

''تمہاری بھوک ایک بخیل آدمی کی بھوک کی مثل ہے۔ تمہارے پاس (زائد) کپڑے ہوتے ہوئے تم بھوکے رہے (ان کو فروخت کر کے کھانا کیوں نہیں کھایا؟) یہ فقیر کی بھوک نہیں ہے۔''

کم کھانے کی اہمیت: شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''میرے نزدیک رات بھر قیام میں گزارنے سے بہتر یہ ہے کہ میں رات کو ایک لقمہ کم کھاؤں۔''

حلال اور حرام خواہش: شیخ ابوالقاسم جعفر بن احمد رازی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابوالخیر عسقلانی علیہ الرحمۃ کئی برس تک مچھلی کھانے کی خواہش کرتے رہے، بالآخر حلال طریقے سے مچھلی میسر آ گئی، مگر جب کھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو مچھلی کا ایک کانٹا انگلی میں چبھ گیا، جس کی وجہ سے ان کا ہاتھ ضائع ہو گیا۔ انہوں نے کہا:

''اے اللہ! یہ تو اس آدمی کی سزا ہے جس نے ایک حلال چیز کی خواہش کی اور ہاتھ بڑھایا۔ اس شخص کی کیا سزا ہو گی جو حرام چیز کی طرف خواہش کے ساتھ ہاتھ بڑھائے گا؟''

شیخ سے پہلے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھانے کی سزا: رستم شیرازی کہتے ہیں کہ شیخ ابوعبداللہ بن خفیف علیہ الرحمۃ ایک دعوت میں تھے۔ ان کے ایک ارادت مند نے ان سے پہلے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا، کیونکہ وہ کئی روز سے بھوکا تھا۔ اس پر ایک اور ارادت مند نے اسے تنبیہ کرتے ہوئے کہا:

''تم نے شیخ سے پہلے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھا کر بے ادبی کی ہے۔''

یہ کہہ کر اس نے اس فقیر کے سامنے کوئی چیز رکھ دی جس سے وہ سمجھ گیا کہ اس کے اس فعل کو بے ادبی پر محمول کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس نے عہد کر لیا کہ اپنے نفس کی تادیب و سزا کے لئے پندرہ روز تک کچھ نہ کھائے گا۔ اس طرح اس نے اپنی بے ادبی سے توبہ کرنے کی ظاہری صورت نکالی، حالانکہ وہ پہلے ہی فاقہ میں مبتلا تھا۔

شیطان سے نجات پانے والا: شیخ مالک بن دینار علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''جس آدمی نے اپنی دنیاوی خواہشات پر غلبہ حاصل کر لیا سمجھ لو کہ شیطان اس کے سایہ سے الگ کر دیا گیا۔''

پانچ دن کے بعد بھوک کی شکایت کرنے والا: شیخ منصور بن عبداللہ الاصفہانی سے منقول ہے کہ شیخ ابوعلی روذباری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اگر کوئی صوفی پانچ دن کے فاقے کے بعد یہ کہے کہ میں بھوکا ہوں، تو اسے کہو کہ بازار میں جا کر کمائے اور تصوف اور فقر کا نام نہ لے۔''

۲۔ ترک خواہشات

جہنمیوں کی خواہشات: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیوخ میں سے ایک شیخ نے فرمایا:

''جہنمیوں کی خواہشات ان کے پرہیز پر غالب آ گئی، اس لئے وہ رسوا ہوئے۔''

خواہش سے پرہیز: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کسی صاحب تصوف سے پوچھا گیا:

''آپ نے کبھی کسی چیز کی خواہش نہیں کی؟''

انہوں نے جواباً کہا:

''خواہش تو ہوتی ہے مگر میں پرہیز کرتا ہوں۔''

خواہش کا احساس: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کسی صاحب تصوف سے پوچھا گیا:

''آپ کو کسی چیز کی خواہش نہیں ہوتی؟''

انہوں نے جواباً کہا:

"میں چاہتا ہوں کہ خواہش پیدا ہو، مگر ایسا بھی ہوتا یعنی خواہشات کا احساس مر چکا ہے۔ یہ درجہ زیادہ کامل ہے۔"

خواہش کو ترک کرنا: شیخ ابونصر تمار علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک شب میرے پاس شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ آئے۔ میں نے کہا: "اللہ کا شکر ہے جو آپ کو یہاں لے آیا۔ ہمارے پاس خراسان سے کچھ روئی آئی تھی۔ بچی نے اسے کات کر بیچا اور گوشت خریدا لہٰذا آپ ہمارے ہاں افطار کیجئے۔"

شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"اگر میں نے کسی کے ہاں کھانا کھایا تو تمہارے ہاں کھاؤں گا۔"

پھر فرمایا:

"کئی سال سے بینگن کھانے کی خواہش کر رہا ہوں، مگر ایسا اتفاق نہیں ہوا۔"

میں نے عرض کیا:

"اس گوشت میں حلال کی کمائی کے بینگن بھی ڈالے ہیں۔"

شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ فرمانے لگے:

"اب تو تب ہی کھاؤں گا جب بینگن کی محبت سے دل پاک ہو جائے گا۔"

کشمش کے دس دانوں سے افطاری: شیخ ابو احمد صغیر سے منقول ہے کہ شیخ ابو عبداللہ بن خفیف علیہ الرحمۃ نے مجھے حکم دیا کہ ہر رات ان کی افطاری کے لیے کشمش کے دس دانے پیش کیا کروں۔ ایک رات مجھے ان پر ترس آ گیا تو میں نے دس کی بجائے پندرہ دانے پیش کیے۔ آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا:

"تجھے پندرہ دانے لانے کا کس نے حکم دیا؟"

پھر آپ نے صرف دس کھائے اور باقی پانچ چھوڑ دیئے۔

خواہش کی سزا: شیخ یوسف بن حسین علیہ الرحمۃ سے مروی ہے کہ شیخ ابوتراب نخشبی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میرے دل نے مجھ سے کبھی کسی بھی چیز کی تمنا نہیں کی، البتہ ایک دفعہ میں سفر میں تھا کہ مجھے روٹی اور انڈے کی تمنا ہوئی۔ میں راستے سے بستی کی طرف گیا۔ اچانک ایک آدمی مجھ سے لپٹ گیا اور اپنے پاس کھڑے داروغہ سے کہنے لگا:

"یہ چوروں کے ساتھ تھا۔"

پس انہوں نے مجھے پکڑا اور مجھے ستر لاٹھیاں ماریں۔ وہیں پاس ہی ایک صالح آدمی کھڑا تھا، یہ ماجرا دیکھ کر وہ چیخنے چلانے لگا اور کہنے لگا:

"یہ تو ابوتراب نخشبی ہیں۔"

یہ سن کر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا اور مجھ سے معذرت کی۔ وہ صالح آدمی مجھے اپنے گھر لے گیا اور میرے سامنے روٹی اور انڈہ رکھا۔ میں نے اپنے نفس سے کہا:

"اب یہ کھاؤ ستر لاٹھیاں کھانے کے بعد۔"

☆☆☆

فصل نمبر 16:

خشوع اور تواضع

خشوع اور قرآن: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((قد افلح المومنون الذین هم فی صلاتهم خاشعون))

''تحقیق فلاح پا گئے وہ مومن جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔'' (سورۃ المومنون، آیت نمبر: ۲۔۱)

متکبر کا انجام: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس آدمی کے قلب میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا اور جس آدمی کے قلب میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا وہ جہنم میں نہ جائے گا۔''

ایک صحابی نے عرض کیا:

''ایک آدمی عمدہ لباس (ایک روایت میں ہے کہ عمدہ لباس اور جوتا) پہننا چاہتا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔ تکبر یہ ہے کہ آدمی حق بات قبول نہ کرے اور لوگوں کو حقیر جانے۔'' (صحیح مسلم) (سنن ترمذی: ۱۹۹۹) (سنن ابی داؤد: ۴۰۹۲)

رسول اللہ کا تواضع: جناب مسلم اعور نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مریض کی عیادت کو جایا کرتے، جنازہ کے ساتھ جاتے، گدھے پر سوار ہوتے اور ایک غلام کی بھی دعوت قبول کرتے۔ غزوہ بنی قریظہ اور غزوہ بنی نضیر میں آپ گدھے پر سوار تھے، جس کی لگام کھجور کی چھال کی تھی اور جھول بھی چھال کا تھا۔

(سنن ترمذی: ۱۰۱۷) (سنن ابن ماجہ: ۴۱۷۸)

خشوع کیا ہے: خشوع سے مراد اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بجا آوری کرنا ہے۔

تواضع کیا ہے: تواضع سے مراد اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا اور اس کے حکم پر اعتراض نہ کرنا ہے۔''

سب سے پہلے گم ہونے والی چیز: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

''اپنے دین سے سب سے پہلی چیز جو گم ہوگی وہ خشوع ہے۔''

دل کا پورا ارادہ: ایک صوفی سے سوال کیا گیا:

''خشوع کیا ہے۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''قلب کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پورے ارادے سے کھڑا ہونا خشوع ہے۔''

جس کے قلب میں خشوع ہو: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جس آدمی کے قلب میں خشوع ہے شیطان اس کے قریب نہیں آتا۔''

خشوع کی نشانی: منقول ہے کہ کسی بھی آدمی کے خشوع کی نشانی یہ ہے کہ جب اسے غصہ دلایا جائے یا اس کی مخالفت کی جائے یا اس کو رد کیا جائے تو وہ ان باتوں کو بخوشی قبول کرے۔

خشوع قلب: ایک صاحب تصوف کا کہنا ہے:
''خشوع قلب یہ ہے کہ نظر کو دیکھنے سے روک لیا جائے۔''
خواہشات کی موت اور قلب کی زندگی: شیخ محمد بن علی ترمذی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''خشوع کرنے والا شخص وہ ہے جس کی خواہشات کی آگ بجھ چکی ہے اور اس کے سینہ کا دھواں ختم ہو چکا ہے اور نور تعظیم اس کے قلب کو منور کر چکا ہو۔ بہر حال جس آدمی کی خواہشات نفسانی مر چکی ہے اور جس کا قلب زندہ ہو چکا ہے یقیناً اس کے تمام اعضاء میں خشوع سیرایت کر چکا ہوگا۔''
دائمی خوف: شیخ امام حسن بصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''خشوع ایسا دائمی خوف ہے جو قلب کے ساتھ وابستہ ہو چکا ہو۔''
عاجزین ہی خاشعین ہیں: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے خشوع کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:
''علام الغیوب (غیبوں کو جاننے والے اللہ) کی بارگاہ میں قلوب کا ذلت اختیار کرنا خشوع کہلاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
((و عباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھوناً))
''اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی اور عاجزی سے چلتے ہیں۔'' (سورۃ الفرقان، آیت نمبر: ۶۳)
خاشعین کون ہیں: شیخ استاد ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''خاشعین وہ لوگ ہیں جو اپنے جوتوں کے تسمے بھی اچھے نہیں رکھتے۔''
مقام خشوع: تمام صوفیاء کا اتفاق ہے کہ خشوع کا مقام قلب ہے۔
خشوع کہاں ہوتا ہے: ایک صوفی نے ایک شخص کو دیکھا جو بظاہر بہت متفکر اور غمگین تھا اور اس کے دونوں کندھے سکڑ گئے تھے۔ صوفی نے اسے اس کے سینہ کی طرف اشارہ کر کے کہا:
''ارے! خشوع تو یہاں ہوتا ہے۔''
پھر کندھوں کی طرف اشارہ کر کے کہا:
''یہاں نہیں ہوتا۔''
قلب کا خشوع اعضاء پر بھی ظاہر ہوتا ہے: مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ نماز میں داڑھی کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ آپ نے فرمایا:
''اگر اس آدمی کے قلب میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی خشوع پایا جاتا۔'' (ابن ابی شیبہ فی مصنفہ: ۱۹۰/۲)
نماز میں خشوع کی علامت: نماز میں بھی خشوع کی شرط یہ ہے کہ نمازی کو معلوم ہی نہ ہو کہ کون اس کے دائیں جانب ہے اور کون بائیں جانب۔
قلب کو جھکانا: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے قلب کو باادب جھکا دینے کا نام خشوع ہے۔
دل کا پگھلنا: منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطلاع کے وقت دل کا پگھلنا اور پیچھے ہٹنا خشوع کہلاتا ہے۔
ہیبت الٰہی کا پیش خیمہ: یہ بھی منقول ہے کہ خشوع ہیبت الٰہی کے غلبہ کا پیش خیمہ ہے۔
رونگٹوں کا کھڑا ہو جانا: خشوع رونگٹوں کا کھڑا ہو جانا ہے' جو حقیقت کے کھل جانے کے وقت دل پر یکا یک طاری ہو جاتا ہے۔

جتنا خشوع دل میں اتنا ہی اعضاء پر: شیخ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''اہل تصوف کے شیوخ کے نزدیک یہ بات بری سمجھی جاتی ہے کہ اس کے ظاہری جسم سے اس قدر خشوع سمجھا جائے جتنا کہ اس کے دل میں نہ ہو۔''

انتہائی انکساری: شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''اگر سب لوگ اس بات پر جمع ہو جائیں کہ وہ میری قدر کو اس قدر گھٹا دیں جس قدر کہ میں نے خود اسے گھٹا رکھا ہے تو وہ یہ بات نہ کر سکیں گے۔''

جو خود منکسر نہ ہو: منقول ہے کہ جو آدمی اپنے آپ میں انکساری پیدا نہ کرے گا وہ اوروں کے نزدیک بلند نہ ہو سکے گا۔

جائے نماز کے بغیر نماز پڑھنا: خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ مٹی کے سوا کسی اور چیز پر سجدہ نہ کیا کرتے تھے۔

رائی کے برابر تکبر: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جس آدمی کے قلب میں رائی کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا۔''

(سنن ترمذی:۱۹۹۸)(سنن ابی داؤد:۳۰۹۱)(سنن ابن ماجہ:۵۹)

جودی پہاڑ: امام مجاہد علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''اللہ تعالی نے جب حضرت نوح کی قوم کو غرق کر دیا تو پہاڑوں نے اپنا سر اونچا رکھا، مگر جودی پہاڑ سرنگوں ہو گیا، اس لئے اللہ تعالی نے اس پر حضرت نوح کی کشتی ٹھہرائی۔''

تیز تیز چلنا: خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تیز تیز چلا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے:
''تیز تیز چلنے سے کام جلد سرانجام پاتے ہیں اور یہ چال اکڑ اور غرور سے انسان کو دور رکھتی ہے۔''

خلیفہ کا خود چراغ درست کرنا: ایک رات حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کچھ لکھ رہے تھے۔ آپ کے پاس ایک مہمان بھی تھا۔ اچانک چراغ بجھ لگا۔ مہمان نے عرض کیا:
''میں اٹھ کر چراغ درست کر دیتا ہوں۔''
آپ نے فرمایا:
''ایسا نہیں ہو سکتا، کیونکہ مہمان سے خدمت لینا شرافت نہیں ہے۔''
مہمان نے عرض کیا:
''پھر نوکر کو بیدار کریں۔''
آپ نے فرمایا:
''یہ بھی نہیں ہوگا، کیونکہ وہ ابھی سویا ہے۔''
لہٰذا آپ خود اٹھ کر چراغ کی طرف گئے، دیکھا کہ تیل ختم ہو چکا تھا۔ آپ نے صراحی سے تیل لیا اور اور چراغ میں ڈالا۔ مہمان نے عرض کیا:
''اے امیر المومنین! آپ خود اٹھ کر گئے۔؟''
آپ نے جواباً فرمایا:
''میں جب اٹھ کر گیا تھا تب بھی عمر تھا اور جب واپس آیا ہوں تب بھی وہی عمر ہوں۔''

رسول اللہ کے اخلاق حمیدہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اونٹ کے آگے چارہ ڈالا کرتے' گھر میں جھاڑو دیتے' جوتا سیتے' کپڑے میں پیوند لگاتے اور بکری کا دودھ دوہتے' خادم کے ساتھ کھانا کھاتے اور جب وہ تھک جاتا تو اس کے ساتھ مل کر چکی پیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازار سے سودا سلف خود اٹھا کر لانے میں شرم محسوس نہ کرتے تھے۔ آپ امیر وغریب سے مصافحہ کرتے' سلام کرنے میں پہل کرتے' کسی قسم کی بھی دعوت ہوتی' آپ اسے حقیر نہ سمجھتے، خواہ وہ ادنیٰ قسم کی کھجوریں ہی کیوں نہ ہوتیں، آپ نرم خو اور نرم اخلاق والے تھے اور کریم الطبع تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے اچھی طرح میل جول رکھتے' خندہ پیشانی اور تبسم سے پیش آتے۔ ضحک و ہنسی کا مظاہرہ نہ کرتے اور بغیر ترش روئی کے آپ محزون دکھائی دیتے۔ آپ صاحب تواضع تھے، مگر ذلت کا شائبہ نہ ہوتا۔ بغیر اسراف کے سخی تھے۔ رقیق القلب تھے۔ ہر مسلمان کے ساتھ رحم دل تھے۔ آپ نے کبھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا کہ ڈکار آئے اور نہ ہی کسی قسم کے لالچ کی وجہ سے کسی چیز کی طرف ہاتھ بڑھایا۔''

اللہ اور حکام کے لیے تلاوت کرنے والے: مردویہ صائغ سے روایت ہے کہ شیخ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اللہ کے لئے قرآن پڑھنے والے عاجزی کرنے والے اور تواضع کرنے والے ہوتے ہیں اور حکام کے لئے قرآن پڑھنے والے مغرور و متکبر ہوتے ہیں۔''

کون منکسر نہیں: شیخ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''جس آدمی نے اپنے آپ کو قدر و قیمت والا سمجھا اس کا انکساری میں کوئی حصہ نہیں ہو سکتا۔''

قبول حق تواضع ہے: کسی نے شیخ فضیل علیہ الرحمۃ سے تواضع کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:

''تیرا حق بات کے سامنے جھک جانا، اس کی اطاعت کرنا اور حق بات کہنے والے کی بات کو قبول کرنا تواضع ہے۔''

طور سینا کی عاجزی: شیخ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کی جانب وحی فرمائی کہ میں تم سے ایک پر ایک نبی سے باتیں کرنے والا ہوں تو اس پر تمام پہاڑ تکبر کرنے لگے، مگر طور سینا نے انکساری کی' تو اسی تواضع کی وجہ سے اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے اس پر ہم کلام ہوا۔''

مخلوق سے نرمی کرنا: شیخ ابراہیم بن فاتک سے منقول ہے کہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے تواضع کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

''مخلوق کے لیے اپنے آپ کو جھکانا اور ان سے نرم برتاؤ کرنا تواضع ہے۔''

حضرت موسیٰ کا قلب: شیخ وہب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ایک کتاب میں ہے کہ میں نے آدم علیہ السلام کی پشت میں سے ان کی اولاد کو نکالا' تو میں نے موسیٰ علیہ السلام کے قلب سے بڑھ کر زیادہ تواضع کرنے والا کسی اور قلب کو نہ پایا۔ اسی وجہ سے میں نے انہیں منتخب کیا اور میں ان سے ہم کلام ہوا۔''

اغنیاء سے تکبر اور فقراء سے انکساری: شیخ ابن المبارک علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اغنیاء سے تکبر کرنا اور فقراء سے انکساری کرنا تواضع ہے۔''

بندہ کب متواضع ہوتا ہے: شیخ ابا یزید بسطامی علیہ الرحمۃ سے کسی نے سوال کیا:

''بندے کے متواضع ہونے کی علامت کیا ہے؟''

انہوں نے فرمایا:

''بندہ جب اپنے لیے یہ خیال نہ کرے کہ اس کا کوئی مقام ہے، یہ نہ سمجھے کہ اس کی کوئی حالت ہے اور نہ یہ خیال کرے کہ مخلوق میں اس سے بڑھ کر کوئی اور برا انسان ہو سکتا ہے۔''

عزت تواضع میں ہے: منقول ہے کہ تواضع ایک ایسی نعمت ہے کہ جس پر کوئی آدمی حسد نہیں کرتا اور تکبر ایک ایسی مصیبت ہے کہ جس پر کوئی آدمی رحم نہیں کھاتا۔ یقیناً عزت تواضع میں ہے، جس نے تکبر میں عزت تلاش کی وہ اسے نہیں پاتا۔''

شرافت: شیخ ابوبکر محمد بن عبداللہ سے منقول ہے کہ شیخ ابراہیم بن شیبان علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''تواضع میں شرافت، تقویٰ میں عزت اور قناعت میں حریت پائی جاتی ہے۔''

صاحبان عزت: شیخ سفیان ثوری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''سب سے زیادہ عزت والے لوگ پانچ اقسام کے ہیں۔ پہلا: عالم جو زاہد بھی ہو۔ دوسرا: فقیہ جو صوفی بھی ہو۔ تیسرا: مالدار جو متواضع بھی ہو۔ چوتھا: محتاج جو شاکر بھی ہو۔ پانچواں: سیدزادہ جو سُنّی بھی ہو۔''

متواضع مالدار اور متکبر فقیر: شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''تواضع ہر شخص کے لئے اچھی چیز ہے' مگر مالدار کے لئے اور بھی اچھی ہے۔ تکبر ہر شخص کے لیے برا ہے اور محتاج کے لیے اور بھی برا ہے۔''

حق بات کو قبول کرنا: شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''تواضع یہ ہے کہ تو حق بات کو قبول کرے، خواہ کہنے والا کوئی بھی ہو۔''

حضرت زید اور حضرت ابن عباس: صحابی رسول حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سوار ہوئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کی سواری کا رکاب پکڑنے کے لئے آگے بڑھے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اے نبی کے چچازاد! ٹھہر جائیے!''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

''ہمیں علماء کے ساتھ اسی طرح کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔''

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر چوما اور فرمایا:

''ہمیں بھی رسول اللہ کے گھر والوں کے ساتھ اسی قسم کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔''

خدمت خلق ...... نخوت کو دور کرنے کا اہم ذریعہ: حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے کندھے پر پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ میں نے عرض کیا:

''یا امیر المومنین! یہ آپ کے شایان شان نہیں!''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جب میرے پاس اطاعت کرتے ہوئے لوگ آنے لگے تو میرے قلب میں، کچھ نخوت داخل ہو گئی۔ میں نے اس نخوت کو توڑنا چاہا۔''

آپ مشکیزہ لے کر انصار کی ایک عورت کے حجرہ میں گئے اور اس کے برتن میں مشکیزہ انڈیل دیا۔

سیدنا ابو ہریرہ کا عمل: شیخ ابو حاتم سجستانی سے مروی ہے کہ جب صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ کے گورنر تھے

تب ایک دن وہ اپنی پیٹھ پر ایندھن کا گھٹا اٹھائے جا رہے تھے اور وہ کہہ رہے تھے:

''اپنے حاکم کو راستہ دو۔''

خدمت خلق: شیخ عبداللہ رازی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''تواضع لوگوں کی بلا امتیاز خدمت کرنے کا نام ہے۔''

اپنے آپ کو کچھ سمجھنے والا: شیخ ابوسلیمان فرماتے ہیں:

''جس آدمی نے یہ خیال کیا کہ اس کی کوئی قیمت ہے تو وہ خدمت کی مٹھاس کا ذائقہ نہیں چکھ سکتا۔''

متکبر کے ساتھ تکبر کرنا: شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''جو آدمی تمہارے ساتھ اپنے مال و دولت کے سبب تکبر کرے تو اس کے ساتھ تکبر کرنا تواضع ہے۔''

شیخ شبلی کا ارشاد: شیخ شبلی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''میرا نفس یہودیوں سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔''

اپنے آپ کو باء کا نقطہ بھی نہ سمجھو: ایک آدمی شیخ شبلی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا:

''تو کیا ہے؟''

اس نے جواباً عرض کیا:

''جناب میں تو ''باء'' کے نیچے کا نقطہ ہوں۔''

آپ نے فرمایا:

''تو میرا گواہ ہے، بشرطیکہ تو اپنے نفس کو کچھ نہ سمجھے۔''

مسلم کا جوٹھا: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے:

''تیرا اپنے بھائی کا جوٹھا کھا پی لینا بھی تواضع میں شامل ہے۔''

دنیاداروں سے بچنا: شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''خالص دنیاداروں کو سلام نہ کر کے (تعلق نہ بنا کر) اپنے لئے سلامتی طلب کرو۔''

تکبر بہرصورت برا ہے: شیخ شعیب بن حرب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''میں طواف کر رہا تھا کہ اچانک ایک آدمی نے مجھے کہنی ماری۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ تھے۔ آپ مجھ سے فرمانے لگے: اے ابوصالح! اگر تو خیال کرتا ہے کہ حج کے موقع پر ہم دونوں سے بڑھ کر کوئی اور برا انسان آیا ہوگا تو تمہارا یہ خیال نہایت ہی برا ہوگا۔''

خانہ کعبہ میں عاجزی نہ کرنے کا انجام: ایک صاحب تصوف کہتے ہیں کہ میں نے دوران طواف ایک ایسے آدمی کو دیکھا جس کے آگے آگے نوکر تھے اور وہ لوگوں کو طواف کرنے سے روک رہے تھے، تاکہ وہ آدمی طواف کر سکے۔ میں نے اس آدمی کو ایک عرصہ شہر بغداد کے پل پر لوگوں سے سوال کرتے ہوئے دیکھا۔ مجھے اس پر حیرت ہوئی تو وہ مجھ سے کہنے لگا:

''میں نے ایسے مقام پر تکبر کیا جہاں عاجزی کی جاتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے مقام پر ذلت میں مبتلا کیا جہاں لوگ اپنے آپ کو اونچا کرتے ہیں۔''

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کا اپنے بیٹے کے نام خط: خلیفہ عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کو پتہ چلا کہ ان کے بیٹے نے ایک ہزار درہم

سے ایک موتی خریدا ہے۔اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے اس کو خط لکھا:

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو نے ایک نگینہ ایک ہزار درہم میں خریدا ہے۔میری چٹھی دیکھتے ہی انگوٹھی کو بیچ ڈالو اور ایک ہزار آدمیوں کو کھانا کھلاؤ اور دو درہموں کی ایک اور انگوٹھی خرید لو اور اس کا نگینہ چینی لوہے کا ہو اور اس پر یہ حروف لکھے ہوں:

((رحم الله امرا عرف قدر نفسه))

''اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جس نے اپنی قدر پہچانی۔''

ایک غلام کا تواضع: ایک حاکم کے سامنے ایک غلام پیش کیا گیا جس کی قیمت ایک ہزار درہم تھی۔جب وہ قیمت لے کر آیا تو اس نے خیال کیا کہ قیمت زیادہ ہے۔اس کے بعد پھر اسے اس کے خریدنے کا خیال آیا، مگر پھر اس نے قیمت خزانہ میں لوٹا دی۔ اس غلام نے کہا:

''میرے آقا! مجھے خرید لیں، کیونکہ ہزار درہم کے عوض مجھ میں ایک خصلت ہے؟ سب سے کم اور ادنی خصلت یہ ہے کہ اگر آپ مجھے خرید لیں اور مجھے تمام غلاموں پر مقدم رکھیں پھر بھی میں اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھوں گا اور یہی خیال کروں گا کہ آپ کا غلام ہوں۔''

یہ سن کر اس نے اسے خرید لیا۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کا لباس: رجاء بن حیوۃ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ جس لباس کو پہن کر خطبہ دے رہے تھے، اس کی قیمت لگائی گئی تو قیمت بارہ درہم لگی۔ ان کے لباس میں یہ چیزیں تھیں: چوغہ، پگڑی، قمیض، شلوار، چادر، دو موزے اور ایک ٹوپی۔

شیخ عبداللہ کے والد کا تواضع: شیخ عبداللہ بن محمد بن واسع اس طرح غرور وتکبر سے چلے کہ کسی نے اسے پسند نہ کیا تو ان کے والد نے ان سے کہا:

''کیا تجھے معلوم ہے کہ میں نے تمہاری ماں کو کتنے میں خریدا تھا؟ صرف تین سو درہموں میں اور تمہارا باپ ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں اس قسم کا اور باپ پیدا نہ کرے۔اس کے باوجود تو اس قسم کی چال چل رہا ہے؟''

تواضع کیا ہے؟: شیخ عبداللہ بن منازل علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ حمدون قصار علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''تواضع یہ ہے کہ تو یہ خیال کرے (کہ تو دنیا میں اس قدر ادنی ہے کہ) کسی آدمی کو تمہاری ضرورت نہیں، نہ دین میں اور نہ دنیا میں۔''

شیخ ابراہیم بن ادھم کا تین بار مسرور ہونا: شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں حالت اسلام میں فقط تین مرتبہ مسرور ہوا۔ایک مرتبہ میں ایک کشتی میں تھا، اس کشتی میں ایک شخص تھا جو لوگوں کو خوب ہنسایا کرتا تھا۔وہ کہہ رہا تھا:

''ہم ترکوں کے علاقہ میں کافروں کو یوں پکڑ لیا کرتے تھے۔''

اس نے یہ کہتے ہوئے میرے سر کے بال کو پکڑ کر جھنجھوڑا۔اس سے میں خوش ہوتا تھا۔کیوں کہ اس کی نظر میں کشتی کے اندر مجھ سے زیادہ حقیر اور کوئی شخص نہ تھا۔

دوسری مرتبہ میں اس وقت خوش ہوا جب میں ایک مسجد میں بیمار پڑا تھا تو مؤذن نے آکر مجھ سے کہا:

''نکل جاؤ۔''

مجھے اتنی طاقت بھی نہ تھی کہ نکل جاؤں۔پس اس نے میرا پاؤں پکڑ کر مجھے گھسیٹا اور باہر لے گیا۔

تیسری مرتبہ میں اس وقت خوش ہوا جب میں ملک شام میں تھا اور میں نے ایک پوستین پہن رکھی تھی۔ایک بار میں نے اسے دیکھا تو

اس قدر کیڑے اس میں تھے کہ اس میں اور کیڑوں میں امتیاز نہ رہا تھا۔ میں اس سے خوش ہوا۔

شیخ پر آدمی کا پیشاب کرنا: شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''میں کسی چیز سے اس قدر خوش نہیں ہوا جس قدر کہ میں اس بات سے خوش ہوا کہ میں بیٹھا ہوا تھا اور ایک آدمی نے آکر مجھ پر پیشاب کر دیا۔''

حضرت ابوذر کا تواضع: مروی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ابوذر رضی اللہ عنہ میں جھگڑ ہو گیا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کالا کہا۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے ابوذر! تمہارے دل میں جاہلیت کا تکبر ابھی باقی ہے۔؟''

یہ سن کر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو گرا دیا اور قسم کھائی کہ وہ اس وقت تک سر نہ اٹھائیں گے جب تک حضرت بلال ان کے رخساروں پر پاؤں نہ رکھیں گے۔

جب تک حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایسا نہ کیا انہوں نے سر نہ اٹھایا۔ (صحیح بخاری)

حضرت حسن بن علی اور بچوں کی دعوت: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا گزر کچھ بچوں کے پاس سے ہوا جن کے پاس روٹی کا ایک ٹکڑا تھا۔ انہوں نے آپ کو دعوت دی۔ آپ نے سواری سے اتر کر ان کے ساتھ وہ روٹی کا ٹکڑا کھایا۔ پھر ان کو اپنے گھر لے گئے، آپ نے ان کو کھانا بھی دیا اور کپڑے بھی اور فرمایا:

''ان کا مجھ پر احسان ہے، اس لئے کہ ان کے پاس تو وہی کچھ تھا جو انہوں نے مجھے کھلا دیا اور ہمارے ہاں تو (جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے) اس سے زیادہ موجود ہے۔''

حضرت عمر بن خطاب کا تواضع: خلیفہ راشد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت میں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں دوشالیں تقسیم فرمائیں اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ایک یمنی جوڑا بھیجا۔ انہوں نے اسے بیچ کر چھ غلام خریدے اور انہیں آزاد کر دیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی تو اس کے بعد انہوں نے پھر صحابہ میں کپڑے تقسیم فرمائے تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس پہلے جوڑے کے مقابلے میں کمتر جوڑا بھیجا۔ یہ دیکھ کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے شکایت کی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''خفا ہونے کی کوئی بات نہیں۔ تم نے تو پہلا جوڑا بیچ ڈالا تھا۔''

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''آپ کا اس میں کیا حرج ہے؟ آپ میرا حصہ مجھے دیں۔ میں نے قسم کھالی ہے کہ میں یہ چادر آپ کے سر پر دے ماروں گا۔''

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''یہ میرا سر تمہارے سامنے ہے (اپنی قسم پوری کر لو) اور بوڑھا بوڑھے کے ساتھ نرمی کیا کرتا ہے۔''

☆☆☆

فصل نمبر 17:

مخالفت نفس اور عیوب نفس

مخالفت نفس کا انعام: ارشاد ربانی ہے:

((واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هي الماوى))(سورة النازعات)

''اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے خوف زدہ ہوا اور اس نے اپنے نفس کو خواہشات سے روکا تو پس ایسے آدمی کا ٹھکانہ جنت ہوگا۔''

خواہشات اور لمبی آرزوئیں: شیخ محمد بن منکدر سے روایت ہے کہ جابر بن عبداللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف خواہشات کی پیروی اور لمبی لمبی آرزوؤں کا ہے۔'' (کشف الخفاء:۳۸۲)

نفس کی مخالفت اصل عبادت ہے: اتباع خواہشات مانع حق ہوتی ہے اور لمبی آرزو آخرت کو بھلا دیتی ہے۔ نفس کی مخالفت اصل عبادت ہے۔

اسلام کی تعریف: اہل تصوف کے مشائخ سے اسلام کے بارے میں پوچھا گیا کہ اسلام کی تعریف کیا ہے تو انہوں نے فرمایا:

''اسلام مخالفت کی تلوار سے نفس کو ذبح کرنے کا نام ہے، جس آدمی کے نفس کی خواہشات ظاہر ہوتی ہیں اس کے لیے محبت الٰہی کے منور راستے تاریک ہو جاتے ہیں۔''

مخالفت نفس خواہشات کو ترک کرنا ہے: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''تفکر و تدبر عبادات کی کنجی ہے اور درست کام کرنے کی نشانی یہ ہے کہ تو نفس اور خواہشات کی مخالفت کرے اور ان دونوں کی مخالفت ان کی خواہشات کو ترک کر دینے سے ہوتی ہے۔''

فطرت نفس: شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''نفس کی فطرت یہ ہے کہ وہ آداب و اخلاق سیئہ کی طرف گامزن ہوتا ہے اور بندے کو حکم ہے کہ آداب کو ہاتھ سے جانے نہ دے، لہٰذا نفس اپنی طبیعت کے تقاضے کے مطابق مخالفت کرتا ہے اور بندہ اسے اپنی کوشش سے برے مطالبات سے روکتا ہے۔ جس نے نفس کی باگ چھوڑ دی، وہ نفس کی برائیوں میں نفس کا شریک ہے۔''

نفس داعی الی الشر ہے: شیخ ابو عمر انماطی سے منقول ہے کہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''نفس جو ہمیں برائیوں کا حکم دیتا ہے وہی ان ہلاکتوں کو بلاتا ہے جو دشمن (شیطان) کی مددگار ہیں اور ہم سے ایسی خواہشات کی پیروی کراتی ہیں، جو طرح طرح کی برائیوں کے ساتھ متہم ہیں۔''

محاسبہ نفس اور اس سے غفلت اختیار نہ کرنا: شیخ ابو حفص علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''جس آدمی نے ہر لمحہ اپنے نفس کا محاسبہ نہیں کیا اور ہر حالت میں اس کی مخالفت نہیں کی اور اپنی تمام عمر اسے ایسے امور میں نہیں لگایا جنہیں وہ ناپسند کرتا ہے تو ایسا آدمی دھوکا کھائے گا۔ جس آدمی نے نفس کی کسی ایک چیز کو بھی ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اس نے نفس کو حقیقت میں ہلاک کر دیا۔ عقل مند اپنے نفس سے کیسے راضی ہو سکتا ہے؟ جب کہ کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام جیسی شخصیت فرماتی ہے:

((وما ابری نفسی ان النفس لا مارۃ بالسوء)) (سورہ الیوسف، آیت نمبر:۵۳)

''اور میں اپنے نفس کو بری قرار نہیں دیتا۔ بے شک نفس برائی کی طرف گامزن ہوتا ہے۔''

شیخ جنید بغدادی اور سائل: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک شب میں اپنے ورد کے لئے اٹھا، مگر وہ لذت و سرور جو میں محسوس کیا کرتا تھا، حاصل نہ ہوا۔ میں نے سوچا کہ سو جاؤں، مگر سو نہ سکا۔ پھر میں بیٹھ گیا مگر مجھ سے بیٹھا نہ گیا۔ اس پر میں نے دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص چوغے میں لپٹا ہوا راستہ پر پڑا ہے۔ جب اس نے میری آہٹ سنی تو سر اٹھا کر کہا:

''اے ابوالقاسم! اتنی دیر لگا دی۔''

میں نے عرض کیا:

''جناب! میرا آپ سے کوئی عہد تو نہیں تھا۔''

فرمانے لگے:

''کیوں نہیں؟ میں نے اللہ تعالیٰ سے جو مقلب القلوب ہے، درخواست کی تھی کہ وہ آپ کے قلب کو حرکت دے۔''

میں نے عرض کیا:

''اللہ تعالیٰ نے یہ بات تو کر دی۔ اب آپ کیا چاہتے ہیں؟''

انہوں نے کہا:

''قلب کی بیماری قلب کا علاج کب بن جاتی ہے؟''

میں نے جواباً کہا:

''جب نفس اپنی خواہشات کی مخالفت کرتا ہے تو اس کی بیماری خود اس کا علاج بن جاتی ہے۔''

وہ اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے:

''سن لو۔ میں نے یہی جواب تمہیں سات بار دیا' مگر تو نے مجھ سے یہ جواب قبول نہیں کیا اور کہتا رہا: جب تک جنید سے نہ سن لوں گا نہ مانوں گا۔ اب تو نے جنید سے جواب سن لیا۔''

یہ کہہ کر وہ شخص چلا گیا، نہ میں اس شخص کو جانتا تھا اور نہ اس واقعہ کے بعد اس سے واقفیت ہوئی۔

نفس کے جال سے نکلنا نعمت ہے: شیخ ابوبکر طمستانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''نفس کے جال سے نکلنا ہی سب سے بڑی نعمت ہے، اس لئے کہ نفس ہی اللہ اور تمہارے درمیان حائل ہوتا ہے۔''

اللہ کی بندگی کا بہترین طریقہ: شیخ سہل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''نفس اور اس کی خواہشات کی مخالفت کی کرنا ہی اللہ تعالیٰ کی بندگی کا بہترین طریقہ ہے۔''

اللہ کی ناراضگی کا سبب بننے والی چیز: شیخ ابوعمر انماطی فرماتے ہیں کہ شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ سے کسی نے سوال کیا:

''وہ کون سی چیز ہے، جس سے اللہ تعالیٰ بہت جلد ناراض ہوتا ہے؟''

انہوں نے فرمایا:

''نفس اور اس کے احوال میں کھوئے رہنا اور اس سے بھی سخت بات یہ ہے کہ انسان نفس کے افعال پر معاوضہ کی امید رکھے۔''

شیخ ابراہیم خواص اور ایک بزرگ: شیخ جعفر بن نصیر سے روایت ہے کہ شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''میں مقام جبل پر تھا تو وہاں انار دیکھا۔ میرے نفس نے اس کی خواہش کی۔ چنانچہ میں نے بڑھ کر ایک انار لے لیا۔ جب میں

نے اس کے ٹکڑے کیے تو وہ ترش نکلا۔ میں انار چھوڑ کر چلا گیا۔ اس کے بعد میں نے ایک آدمی کو زمین پر پڑا ہوا پایا، جس پر بھڑیں اکٹھی ہو رہی تھیں۔ میں نے السلام علیک کہا۔ اس نے جواباً کہا:

''اے ابراہیم! وعلیک السلام۔''

میں نے پوچھا:

''آپ نے مجھے کس طرح پہچانا۔؟''

انہوں نے کہا:

''جسے اللہ معرفت دے، اس سے کوئی چیز نہیں چھپ سکتی۔''

پھر میں نے کہا:

''میں دیکھتا ہوں، اللہ کے ہاں آپ کا مرتبہ ہے۔ لہٰذا آپ درخواست کریں کہ وہ آپ کو ان بھڑوں سے بچائے۔''

انہوں نے کہا:

''میں بھی دیکھتا ہوں کہ آپ کا اللہ کے ہاں مرتبہ ہے۔ اگر آپ اللہ سے درخواست کرتے کہ وہ انار کی خواہش سے آپ کو بچائے (تو اللہ بچا سکتا تھا)۔ اس لئے کہ انار کے کاٹنے کا درد انسان آخرت میں پائے گا اور بھڑوں کے کاٹنے کا درد صرف دنیا میں ہوگا۔''

شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''اس پر میں انہیں چھوڑ کر چل دیا۔''

شیخ ابراہیم بن شیبان: شیخ ابراہیم بن شیبان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے چالیس برس تک کبھی کسی عمارت میں رات نہیں گزاری اور نہ ہی ایسی جگہ رات گزاری، جس پر تالا لگا ہو۔ بعض اوقات میں چاہتا تھا کہ مجھے پیٹ بھر کر مسور کی دال مل جائے، مگر ایسا نہ ہوا۔ ایک مرتبہ میں ملک شام میں تھا کہ میرے پاس ایک بڑا پیالہ لایا گیا جس میں مسور کی دال تھی۔ میں نے اس سے کھایا اور باہر نکلا، تو میں نے کچھ بوتلیں لٹکی ہوئی دیکھیں جن میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ نمونے کی کچھ سیال چیز ہے۔ میں نے اسے سرکہ سمجھا۔ کسی آدمی نے مجھ سے کہا:

''تم کیا دیکھ رہے ہو؟ یہ تو شراب کے نمونے ہیں اور صراحیوں میں بھی شراب ہے۔''

میں نے دل ہی دل میں کہا:

''اب تو مجھ پر ایک فرض عائد ہو گیا ہے۔''

لہٰذا میں شراب خانہ میں گیا اور شراب کے تمام مٹکوں کو انڈیلتا گیا۔ شراب فروش یہ سمجھتا رہا کہ میں بادشاہ کے حکم سے انڈیل رہا ہوں، مگر جب اسے حقیقت کا علم ہوا تو وہ مجھے ابن طولون کے پاس لے گیا۔ ابن طولون نے مجھے دوسو کوڑے لگانے کا حکم دیا اور مجھے قید کر دیا۔ میں ایک عرصہ تک قید میں رہا۔ یہاں تک کہ میرے استاذ (استاذ ابو عبداللہ مغربی علیہ الرحمۃ) اس شہر میں آئے اور میری سفارش کی، جب ان کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمانے لگے:

''تم نے کیا کیا تھا؟''

میں نے عرض کیا:

''پیٹ بھر کر دال کھائی اور دو سو کوڑے کھانے پڑے۔''

شیخ استاذ ابو عبداللہ مغربی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''تم تو سستے میں چھوٹ گئے ہو۔''
چالیس سالہ خواہش: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''تیس یا چالیس برس سے میرا نفس مجھ سے یہ خواہش کر رہا ہے کہ میں ایک گاجر شہد میں ڈبو کر کھالوں، مگر میں نے نفس کی خواہش کو پورا نہیں کیا۔''
عافیت: شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میرے نانا نے فرمایا:
''عافیت اس بات میں ہے کہ بندہ جو کام کر رہا ہے نفس اس پر رضامند رہے۔''
تحفہ: شیخ حسین بن علی قرمیسنی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ عصام بن یوسف بلخی علیہ الرحمۃ نے کوئی چیز شیخ حاتم اصم علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بھیجی تو انہوں نے اسے قبول فرمالیا۔ کسی نے عرض کیا:
''آپ نے تحفہ کیوں قبول کرلیا؟''
فرمایا:
''ان کے لینے میں اس چیز کی عزت پائی جاتی تھی اور میری ذلت اور اسے رد کردینے میں میری عزت تھی اور ان کی ذلت۔ میں نے اپنی عزت پر ان کی عزت کو ترجیح دی اور اپنی ذلت کو ان کی ذلت پر۔''
قلب کی صفائی: ایک صاحب تصوف سے کسی نے دریافت کیا:
''میں ساری دنیا سے الگ ہو کر حج کرنے کی چاہت رکھتا ہوں۔''
انہوں نے فرمایا:
''پہلے اپنے قلب کو ہر قسم کے سہو سے، نفس کو لہو ولعب سے اور زبان کو لغو باتوں سے خالی کرلو۔ پھر جہاں چاہو جاؤ۔''
شیخ دارانی کا قول: شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''جس آدمی نے بوقت شب کوئی نیک کام سرانجام دیا اسے اسی دن اس کی جزا مل جاتی ہے اور جس نے دن کے وقت نیک کام کیا اسے اسی شب بدلہ مل جاتا ہے اور جس نے اپنی خواہشات کو صدق دل سے ترک کیا، اللہ تعالیٰ اسے ان خواہشات کی تکلیف سے کفایت کرتا ہے اور اللہ اس سے بہت زیادہ کریم ہے کہ وہ اس قلب کو سزا دے جس نے اپنی خواہشات کو اسی کی خاطر ترک کیا۔''
اللہ اور بندے کے دل کے درمیان پردہ: اللہ رب العزت نے حضرت داؤد علیہ السلام کی جانب یہ وحی بھیجی:
''اے داؤد! اپنے دوستوں کو خواہش کی چیزیں کھانے سے بچاؤ۔ اس لئے کہ جو قلوب خواہشات کی دنیا میں لگے رہتے ہیں ان کی عقلیں مجھ سے پردہ میں رہتی ہیں۔''
ہوا ماتحت: لوگوں نے ایک شخص کو ہوا میں بیٹھا ہوا ہے۔ کسی نے پوچھا:
''آپ نے یہ مقام کیسے حاصل کیا؟''
انہوں نے فرمایا:
''میں نے اپنی خواہشات کو ترک کیا، لہٰذا ہوا میرے حکم کے پابند کردی گئی۔''
مومن اور کافر کی خواہشات: منقول ہے کہ اگر کسی مومن کو ایک ہزار خواہش بھی پیش آئے، وہ انہیں خوف کے ذریعہ سے نکال سکتا ہے اور اگر کسی کافر کو ایک خواہش بھی پیش آجائے تو یہی اس کے قلب سے خوف کو نکال دیتی ہے۔
بے قرار خوف: منقول ہے کہ تو اپنی باگ اپنی خواہش کے ہاتھ میں نہ دے، کیونکہ وہ تجھے تاریکی کی طرف لے جائے گی۔''

شیخ یوسف بن اسباط علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''صرف بے قرار کرنے والا خوف اور بے چین کرنے والا شوق ہی قلب سے خواہشات کو نکال سکتا ہے۔''

خواہش ترک کرنے کا بدلہ: شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''جس آدمی نے کوئی خواہش ترک کر دی۔ پھر اس کے قلب کو کوئی چیز اس کے بدلے میں نہیں ملی تو سمجھ لو کہ وہ اسے ترک کرنے میں جھوٹا ہے۔''

شیخ جنید بغدادی کا انجیر ترک کرنا: شیخ جعفر بن نصیر فرماتے ہیں کہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے مجھے ایک درہم عطا کیا اور فرمایا:

''اس سے وزیری انجیر خرید لاؤ۔''

جب شیخ روزہ افطار کرنے لگے تو ایک انجیر لے کر منہ میں رکھی۔ پھر اسے پھینک دیا اور روپڑے۔ پھر فرمایا:

''اسے اٹھالو۔''

میں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا:

''میرے قلب سے آواز آئی کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ ایک خواہش کو تو نے محض میرے لئے چھوڑ دیا۔ پھر تو اسی خواہش کا اعادہ کرتا ہے۔''

خواہش اور ذلت: اہل تصوف یہ شعر پڑھتے ہیں:

نون الهوان من الهوى مسروقة

وصريع كل هوى صريع هوان

''لفظ ہوان (جس کے معنی ذلت کے ہیں) کا نون ہوی (خواہش) سے چرایا گیا ہے۔ جسے خواہش پچھاڑ دے اسے ذلت گرالیتی ہے۔''

☆☆☆

فصل نمبر 18:

حسد

رذائل اخلاق: رذائل اخلاق میں سے ایک حسد ہے۔
مخلوق کے شر سے پناہ: چنانچہ ارشاد ربانی ہے:
((قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق))
''آپ کہہ دیجئے کہ میں صبح کے رب کی پناہ مانگتا ہوں ان چیزوں سے جن کو اس نے پیدا فرمایا۔'' (سورۃ الفلق، آیت نمبر:۲-۱)
حسد اور حاسد سے پناہ: پھر فرمایا:
((ومن شر حاسد اذا حسد))
''اور حاسد کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جب وہ حسد کرے۔'' (سورۃ الفلق، آیت نمبر:۵)
سورۃ الفلق کا اختتام: باری تعالیٰ نے سورۃ الفلق کو جسے اللہ تعالیٰ نے جادو کے خلاف تعویز قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے حسد کے ذکر پر ختم کیا ہے۔
حسد سے بچو: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''تین چیزیں ہر گناہ کی جڑ ہیں، ان سے ڈرو اور ان سے بچو۔ تکبر سے بچو، کیونکہ تکبر ہی نے شیطان کو اکسایا تھا کہ آدم کو سجدہ نہ کر۔ حرص سے بچو، کیونکہ آدم کو حرص ہی نے درخت کا پھل کھانے پر مجبور کیا۔ حسد سے بچو، کیونکہ حضرت آدم کے دو بیٹوں میں سے ایک بیٹے کو حسد ہی نے ابھارا کہ اپنے بھائی کو قتل کرو۔'' (کنز العمال)
حاسد منکر ہے: کسی کا قول ہے کہ حاسد جاحد (انکار کرنے والا) ہے۔ اس لئے کہ وہ واحد (اللہ تعالیٰ) کی قضاء پر راضی نہیں ہوتا۔''
حسد سردار نہیں ہوسکتا: منقول ہے:
''حاسد سردار نہیں بن سکتا۔''
چھپی ہوئیں فواحش میں سے حسد بھی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:
((انما حرم ربی الفواحش ما ظهر منها وما بطن))
''بے شک میرے رب نے فواحش کو حرام قرار دیا ہے وہ ظاہر ہو یا چھپی ہوئیں۔'' (سورۃ الاعراف، آیت نمبر:۳۳)
اس آیت مبارکہ میں ''مابطن'' کی تفسیر کسی نے حسد سے کی ہے۔
حاسد انعامات ربانی کا دشمن ہے: ایک آسمانی کتاب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
''حاسد میری نعمتوں کا دشمن ہے۔''
حسد کا اثر پہلے حاسد میں: منقول ہے کہ حسد کا اثر دشمن میں ظاہر ہونے سے پہلے خود حاسد میں ظاہر ہو جاتا ہے۔
حسد سے بچنے والا: شیخ اصمعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دیہاتی کو دیکھا جس کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ میں نے کہا:
''تمہاری عمر کس قدر لمبی ہے؟''
اس نے جواباً کہا:

''میں نے حسد ترک کر دیا، لہٰذا میں بچا رہا۔''

حاسد کے قلب کی بات: شیخ عبداللہ ابن المبارک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میرے قلب میں وہ بات ڈالی جو میرے حاسد کے قلب میں ہے۔''

حاسد کے اعمال کا نگران فرشتہ: حدیث مبارکہ میں ہے:

''پانچویں آسمان میں ایک فرشتہ ہے، جب کسی بندے کا عمل اس کے پاس سے گزرتا ہے اور اس کی روشنی سورج کی طرح ہوتی ہے تو وہ فرشتہ کہتا ہے: ذرا ٹھہر جا! میں حسد کا فرشتہ ہوں۔ (اور تیرے عمل میں حسد کی ملاوٹ ہے)۔ لہٰذا میں اس عمل والے کے منہ پر اسے دے ماروں گا۔ اس لئے کہ یہ شخص حاسد ہے۔''

حاسد کو خوش نہیں کیا جا سکتا: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

''میں ہر انسان کو راضی کر سکتا ہوں، سوائے حاسد کے' کیونکہ وہ تو بغیر اس کے کہ یہ نعمت مجھ سے زائل ہو جائے، راضی نہیں ہو سکتا۔''

حاسد کے کرشمے: حاسد ایسا ظالم ہوتا ہے جو نہ کسی چیز کو باقی رکھتا ہے اور نہ چھوڑتا ہے۔

ظالم مظلوم کے مشابہ: خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''میں نے حاسد سے بڑھ کر کسی ظالم کو مظلوم کے ساتھ زیادہ مشابہ نہیں دیکھا، کیونکہ حاسد ہمیشہ غمگین رہتا ہے۔''

حاسد کی علامت: حاسد کی علامت یہ ہے کہ وہ جب تمہارے سامنے آئے تو چاپلوسی کرے اور جب چلا جائے تو غیبت کرے اور (محسود پر) مصیبت نازل ہو تو وہ مسرت محسوس کرے۔''

شر کی خصلتیں: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

''شر کی خصلتیں حسد سے بڑھ کر انصاف کرنے والی نہیں۔ اس لئے کہ حسد کی خصلت محسود سے پہلے حاسد کو تباہ کرتی ہے۔''

پہلا حکم ہی کافی ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی:

''میں تجھے سات چیزوں کا حکم دیتا ہوں۔ (ان میں سے ایک یہ ہے کہ) میرے نیک بندوں کی غیبت نہ کرنا اور میرے بندوں میں سے کسی سے حسد نہ کرنا۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا:

''اے میرے رب! میرے لئے اسی قدر کافی ہے۔''

حسد سے بچنے والے کا انعام: حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے ایک آدمی کو عرش کے پاس دیکھا۔ انہیں اس پر رشک آ گیا اور پوچھا:

''یہ آدمی کون ہے۔''

جواب ملا:

''یہ آدمی لوگوں کے معاملے میں ان چیزوں پر حسد نہیں کرتا تھا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطاء کی ہوئی تھیں۔''

حاسد کی خوشی اور غم: حسد کرنے والا جب بھی کسی کے پاس اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت دیکھتا ہے تو پریشان ہو جاتا ہے اور اس آدمی سے کوئی لغزش دیکھتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔

حاسد سے بچنے کا ایک طریقہ: اگر تو حاسد سے بچنا چاہتے ہو تو اپنے امور کو اس پر مشتبہ بنا کر رکھو۔

حاسد کا بخل: حاسد اس آدمی پر غضب ناک ہوتا ہے جس کا کوئی گناہ نہیں اور جو چیزیں اس کی ملکیت میں بھی نہیں ہیں، ان پر بخل کرتا ہے۔

حاسد کی دوستی: منقول ہے کہ حاسد کو دوست بنانے کے لئے اپنے آپ کو تکلیف نہ دو کیونکہ وہ تمہارا احسان قبول نہ کرے گا۔

رحم نہ کرنے والا دشمن: اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے پر ایسا دشمن مسلط کرنا چاہے جو اس پر رحم نہ کرے تو اس پر حاسد کو مسلط کر دیتا ہے۔

حسد کے بارے میں اشعار: یہ شعر اسی سے متعلق ہے:

وحسبك من حادث بامری

تری حاسدیه له راحمینا

''اور کافی ہے یہ حادثہ کسی انسان کے لیے کہ تو دیکھے کہ اس کے حاسد بھی اس پر رحم کھا رہے ہوں۔''

یہ شعر بھی ہے:

کل العداوة قد ترجی اماتتها

الا عداوة من عاداك من حسد

''ہر قسم کی عداوت مٹنے کی امید ہو سکتی ہے، مگر اس آدمی کی عداوت جو حسد کی وجہ سے تم سے عداوت رکھتا ہو، نہیں مٹتی۔''

یہ شعر بھی ہے:

قل للحسود اذا تنفس طعنة

یا ظالما وکانه مظلوم

''تو کہہ حسد کرنے والے سے جب وہ آہ بھرے، اے ظالم! تجھ پر اللہ کی مار ہو! چہ جائیکہ حاسد مظلوم دکھائی دیتا ہو۔''

نیز یہ شعر بھی پڑھا گیا ہے:

واذا اراد الله نشر فضیلة

طویت اتاح لها لسان حسود

''اور جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ کوئی چھپی ہوئی فضیلت ظاہر ہو جائے تو اس کی قسمت میں حسد کرنے والی زبان لکھ دیتا ہے (لوگ اس سے حسد کرتے ہیں)۔''

☆☆☆

فصل نمبر19:

غیبت

مردہ بھائی کا گوشت: ارشاد ربانی ہے:

((لا یغتب بعضکم بعضاً ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً)) (الحجرات:۱۲)

''نہ غیبت کریں تم میں سے بعض بعض کی۔ کیا تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟''

کمزور کہنا بھی غیبت ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا، مگر اچانک اٹھ کھڑا ہوا۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا:

''یہ شخص کس قدر کمزور ہے؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم نے اپنے بھائی کو کھایا ہے اور اس کی غیبت کی ہے۔'' (طبرانی فی الاوسط)

حضرت موسیٰ کو وحی: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی جانب یہ وحی فرمائی:

''جو آدمی غیبت سے توبہ کرنے کے بعد فوت ہوا وہ سب سے آخر میں جنت میں جائے گا اور جو غیبت پر اصرار کرتے ہوئے مرا وہ سب سے اول جہنم میں جائے گا۔''

شیخ ابن سیرین کی نصیحت: شیخ عوف علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں شیخ ابن سیرین علیہ الرحمۃ کے پاس گیا اور حجاج کو برا بھلا کہا۔ شیخ ابن سیرین علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ ایک منصف حاکم ہے، جس طرح لوگوں کے حقوق کا مطالبہ حجاج سے کرے گا، اسی طرح حجاج کے حقوق کا مطالبہ بھی کرے گا اور جب تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے آئے گا تو چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی جو تم نے کیا ہوگا، وہ اس بڑے سے بڑے گناہ سے جس کو حجاج نے کیا، تمہارے لئے زیادہ سخت ہوگا۔''

شیخ ابراہم بن ادہم کا تقویٰ: منقول ہے کہ شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ ایک دعوت میں مدعو تھے۔ یہ وہاں گئے' ایک ایسے شخص کا ذکر لوگوں نے چھیڑ دیا جو ابھی نہیں آیا تھا۔ انہوں نے اس کے بارے میں کہا:

''وہ بہت بھاری ہے۔''

یہ سن کر شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''مجھ سے جو کچھ کہا ہے میرے نفس نے کہا ہے، کیونکہ میں ایسی جگہ آ گیا ہوں، جہاں لوگ ایک دوسرے کی غیبت کرتے ہیں۔''

چنانچہ شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ اس دعوت سے چلے گئے اور تین روز تک مسلسل کھانا نہ کھایا۔

غیبت کرنے والے کی مثال: غیبت کرنے والے کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے ایک منجنیق نصب کر رکھی ہو اور ہر طرف منجنیق سے اپنی نیکیوں کو نشانہ بنا رہا ہو۔ وہ کبھی کسی خراسانی کی غیبت کرتا ہے، کبھی حجازی کی اور کبھی ترکی کی۔ اس طرح وہ اپنی نیکیوں کو تقسیم کر دیتا ہے اور جب اٹھتا ہے، تو اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا۔

غیبت کی وجہ سے اعمال کا ضائع ہونا: بروز قیامت جب بندے کا اعمال نامہ لایا جائے گا اور وہ اس میں کوئی نیکی نہیں دیکھے گا تو کہے گا:

''میری نماز میرا روزہ اور عبادت کہاں گئی؟''

ندا ہوگی:

''غیبت کرنے کی وجہ سے تمہارے تمام اعمال ضائع ہو گئے۔''

آدھی برائیاں معاف: جب کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کی غیبت کرتا ہے تو جس آدمی کی غیبت کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی آدھی برائیاں معاف فرما دیتا ہے۔

کافر تو تم سے بچ گئے مگر مسلمان نہ بچ سکا: شیخ سفیان بن حسین سے منقول ہے کہ میں شیخ ایاس بن معاویہ علیہ الرحمۃ کے پاس حاضر تھا کہ میں نے ایک شخص کے بارے میں برا بھلا کہا۔ شیخ ایاس بن معاویہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''کیا تم نے ترکوں اور رومیوں سے جنگ کی ہے؟''

میں نے عرض کیا:

''نہیں۔''

شیخ نے فرمایا:

''تم سے رومی اور ترکی تو بچ گئے مگر تمہارا مسلمان بھائی تم سے نہ بچ سکا۔''

غیبت کے عوض نیکیاں: منقول ہے کہ قیامت کے روز ایک شخص کو اس کا اعمال نامہ دیا جائے گا اور وہ اس میں ایسی نیکیاں دیکھے گا جو اس نے کبھی نہ کی تھیں۔ اس سے کہا جائے گا:

''یہ نیکیاں اُن غیبتوں کے عوض میں ہیں جو لوگوں نے تیری کیں اور تجھے معلوم بھی نہ تھا۔''

اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ لوگ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اللہ تعالیٰ اس گھرانے کے لوگوں کو جو پلے ہوئے اور موٹے ہیں ناپسند کرتا ہے۔'' (بیہقی فی شعب الایمان: ۵۶۶۸)

اس حدیث مبارکہ کے متعلق شیخ سفیان ثوری علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا:

''وہ کون لوگ ہیں؟''

آپ نے فرمایا:

''یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی غیبت کرتے ہیں اور ان کا گوشت کھاتے ہیں۔''

اگر غیبت کرتا تو والدین کی کرتا: شیخ عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اگر میں نے کسی کی غیبت کرنا ہوتی تو اپنے والدین کی کرتا، کیونکہ وہ میری نیکیوں کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔''

مومن کے تین حصے: شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''مومن کے لئے تیرے پاس تین طرح کا حصہ ہونا چاہئے۔ پہلا: اگر تو اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتا' تو اسے نقصان بھی نہ پہنچا۔ دوسرا: اگر تو اسے خوش نہیں کر سکتا' تو اسے غم بھی نہ پہنچا۔ تیسرا: اگر تو اس کی تعریف نہیں کر سکتا تو تذلیل بھی نہ کر۔''

نیکیوں کا ٹوکرا: امام حسن بصری علیہ الرحمۃ سے کسی نے کہا:

''فلاں آدمی نے آپ کی غیبت کی ہے۔''

حضرت امام حسن بصری علیہ الرحمۃ نے غیبت کرنے والے کو مٹھائی بھیجی اور فرمایا:

''میرے علم میں آیا ہے کہ آپ نے اپنی نیکیوں کا طبق مجھے دیا ہے اس لئے میں اس کے بدلے یہ مٹھائی کا طبق بھیج رہا ہوں۔''

کس کے متعلق گفتگو غیبت نہیں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من القی جلباب الحیاء عن وجھہ فلا غیبۃ لہ))

''جس نے اپنے چہرے سے حیاء کی چادر اتار دی اس کے متعلق کچھ کہنا غیبت نہیں ہے۔'' (السنن الکبری للبیھقی: ۲۱۰/۱۰)

دل میں کسی کے بارے میں سوچنا: شیخ جعفر بن محمد بن نصیر سے روایت ہے کہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ایک روز میں شونیزیہ کی جامع مسجد میں جنازہ کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ بغداد کے لوگ بھی مختلف جگہوں پر بیٹھے جنازہ کے منتظر تھے کہ میں نے ایک فقیر کو دیکھا جس پر عبادت کرنے کے آثار دکھائی دیتے تھے۔ وہ لوگوں سے بھیک مانگ رہا تھا۔ میں نے اپنے دل ہی دل میں کہا:

''بہتر ہوتا کہ یہ آدمی کوئی کام کرتا، تاکہ لوگوں سے اپنے نفس کو بچا سکتا۔''

میں جب گھر واپس گیا اور رات کو ورد کرنے لگا تو اوراد مجھ پر بوجھل ہونے لگے۔ یوں ہی فارغ بیٹھے بیٹھے صبح ہو گئی اور میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے دیکھا کہ اسی فقیر کو ایک دستر خوان کے اوپر میرے پاس لایا گیا اور مجھ سے کہا گیا:

''اس کا گوشت کھاؤ، کیونکہ تم نے اس کی غیبت کی۔''

مجھ پر سارا حال منکشف ہو گیا تو میں نے کہا:

''میں نے اس کی غیبت تو نہیں کی' میں نے صرف قلب میں ایک بات کہی تھی۔''

ندا آئی:

''تو ان لوگوں میں سے نہیں جن سے اس قسم کی بات پسند کی جائے۔ جاؤ اس سے معافی مانگو۔''

جب صبح ہوئی تو میں بغداد میں چکر لگاتا رہا، یہاں تک کہ میں نے اسے ایک جگہ دیکھا کہ پانی میں سے سبزی کے ان پتوں کو چن رہا ہے، جو سبزی کو پانی سے دھوتے ہوئے اس میں گر جاتے ہیں۔ میں نے اسے سلام کیا، تو اس نے کہا:

''ابو القاسم! کیا پھر ایسا کرو گے؟''

میں نے عرض کیا:

''نہیں۔''

اس نے کہا:

''اللہ تعالیٰ ہم دونوں کی بخشش فرمائے۔''

سخت ترین سزا: شیخ ابو طاہر اسفرائنی سے روایت ہے کہ شیخ ابو جعفر بلخی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ بلخ میں ایک نوجوان تھا۔ وہ بہت مجاہدہ اور عبادت کیا کرتا۔ مگر ہمیشہ لوگوں کی غیبت کرتا اور کہتا:

''فلاں ایسا ہے، فلاں ویسا ہے۔''

ایک روز میں نے اسے ان ہیجڑوں کے پاس سے نکلتا دیکھا جو لوگوں کے کپڑے دھویا کرتے تھے۔ میں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگا:

''یہ لوگوں کی غیبت کی سزا ہے کہ مجھے اس حال میں ڈال دیا گیا۔ میں ان میں سے ایک مخنث کی محبت میں مبتلا ہو گیا ہوں' اس لئے اس مخنث کی وجہ سے میں ان کی خدمت کرتا ہوں اور پہلے احوال جو مجھے اللہ کی طرف سے حاصل تھے، سب جاتے رہے۔ لہٰذا آپ اللہ

سے دعا کریں کہ وہ مجھ پر رحم فرمائے۔''

اضافہ از مترجم:

مذمت غیبت: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اہل علم نے غیبت کی مختلف تعریفیں کی ہیں:

1: امام راغب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
''غیبت یہ ہے کہ انسان کسی کے عیوب بلاضرورت ذکر کرے۔''

2: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے غیبت کی تعریف یوں کی ہے:
''کوئی اپنے مسلمان بھائی کا تذکرہ ایسے انداز سے کرے جو اسے معلوم ہونے پر پسند نہ آئے۔''

3: امام ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''النہایہ'' میں فرماتے ہیں:
''کسی انسان کی غیر موجودگی میں اس کا ذکر برے انداز سے کرنا خواہ وہ برائی اس میں موجود ہو، غیبت ہے۔''

4: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ''الاذکار'' میں امام غزالی کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
''کسی انسان کا ایسے انداز سے تذکرہ کرنا جس کو وہ ناپسند کرے غیبت کہلاتا ہے۔ مثلاً کسی کی بدنی' دینی، دنیوی' شخصی' اجتماعی حالت یا اس کی اخلاقی و مالی حالت' اس کی حرکات و سکنات' خوشی و غمی کی کیفیت یا اس کی اولاد' بیوی' خادم وغیرہ اس کے متعلقہ امور و افراد کو ناپسندیدہ انداز سے ذکر کرنا خواہ زبان سے ہو یا اشارہ کنایہ سے یہ سب باتیں غیبت ہیں۔''

5: امام ابن التین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
''کسی کی غیر موجودگی میں اس کا تذکرہ اس طرح کرنا جسے وہ پسند نہ کرے، غیبت ہے۔''

6: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
''بعض فقیہ کسی مسئلہ میں دوسرے عالم کی تردید کرتے ہوئے بسا اوقات یوں لکھ دیتے ہیں کہ: بعض مدعیان علم نے یوں کہا' بعض نیکی و تقویٰ کے دعویداروں نے اس طرح کہا وغیرہ تو اس قسم کی باتیں بھی غیبت ہی میں ہیں جن سے پڑھنے والے کو اصل مقصود شخص کا علم ہو جائے۔ اور کچھ لوگوں کا کسی کا ذکر کرتے ہوئے کہنا کہ: اللہ ہمیں معاف فرمائے' یا اللہ ہم پر رحمت فرمائے یا ہم اللہ سے سلامتی کے طالب ہیں وغیرہ بھی غیبت میں داخل ہے۔'' (فتح الباری، شرح صحیح بخاری، جلد نمبر 10، صفحہ نمبر 469)

غیبت کا تعلق صرف زبان سے ہی نہیں بلکہ اشارہ' کنایہ' چٹکی' تحریر' تصویر وغیرہ تمام ذرائع جن سے غیبت کرنے کا مقصد حاصل ہو' لوگ بات کا مقصد سمجھ لیں اور متعلقہ شخص کو جان لیں غیبت میں داخل ہیں۔ مثلاً چلنے یا بولنے میں کسی کی نقالی بھی غیبت ہے، بلکہ غیبت سے بھی بڑا گناہ ہے، کیونکہ نقالی اس کے عیب کی منظر کشی اور مطلب بیان کرنے میں زبان کے ساتھ بولنے سے واضح ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
''اہل علم کے ہاں غیبت اور چغلی کے بارے میں یہ اختلاف ہے کہ آیا یہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں یا ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ راجح قول یہ ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ایک شخص کا حال اس کی مرضی کے بغیر اختلاف ڈالنے کی غرض سے دوسروں کے سامنے بیان کرنا چغلی ہے جبکہ غیبت یہ ہے کہ کسی کی غیر موجودگی میں اس کا تذکرہ ایسے انداز سے کرنا جسے وہ پسند نہ کرے۔ چغلی میں اختلاف ڈالنے اور شر و فساد کو ہوا دینے کا ارادہ ہوتا ہے جبکہ غیبت میں ایسا نہیں ہوتا اور غیبت کسی شخص کی غیر موجودگی میں کی جاتی

ہے۔(فتح الباری:473/10)

غیبت کے حرام ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اور اس کی حرمت پر کتاب وسنت اور اجماع امت سے بے شمار واضح دلائل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"لایحب اللہ بالسوء من القول الا من ظلم و کان اللہ سمیعاً علیماً"(النساء:148)

''اللہ تعالیٰ یہ پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے، مگر یہ کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یاایھاالذین امنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا و لا یغتب بعضکم بعضاً ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً فکرھتموہ و اتقوا اللہ ان اللہ تواب رحیم"(الحجرات:12)

''اے اہل ایمان! بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو۔ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تمہارا کوئی ایسا ہے جو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ دیکھو تم خود اس سے گھن کھاتے ہو۔ اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا توبہ قبول کرنے والا رحیم ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ویل لکل ھمزۃ"(الھمزۃ:1)

''تباہی ہے ہر اس شخص کے لئے جو لوگوں پر طعن (کرنے) اور پیٹھ پیچھے برائیاں کرنے کا خوگر ہو۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید"(ق:18)

''کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا، مگر اسے محفوظ کرنے کے لئے ایک نگران ہر وقت موجود رہتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((ولاتقف مالیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسؤلاً))

(الاسراء:36)

''کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی بازپرس ہونی ہے۔''

زبان کی آفات میں سے غیبت ایک خطرناک آفت ہے جیسا کہ احادیث مبارکہ میں ہے:

((عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اتدرون ماالغیبۃ؟ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ذکرک اخاک بمایکرہ قیل: افرأیت ان کان فی اخی مااقول: قال: ان کان فیہ ماتقول فقد اغتبتہ وان لم یکن فیہ فقد بھتہ)) (صحیح مسلم:2000/4)

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں معلوم ہے غیبت کسے کہتے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں تو آپ نے فرمایا: تمہارا اپنے کسی مسلمان بھائی کو ایسے انداز سے ذکر کرنا جو اسے ناپسند ہو (غیبت ہے) عرض کیا گیا: اگر واقعی اس میں وہ عیب پایا جاتا ہو؟ تو آپ نے فرمایا: اگر حقیقتاً اس میں وہ خامی ہے تو یہ غیبت

ہے۔ اگر وہ خامی اس میں نہیں پائی جاتی تو یہ اس پر بہتان ہے۔"

" عن ابی حذیفة عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم حسبک من صفیة کذاوکذاتعنی قصیرة فقال :لقدقلت کلمة لومزجت بماء البحرلمزجتہ قالت :وحکیت لہ انسانا فقال :انی حکیت انسانا وان لی کذاوکذا"

(سنن ابی داؤد:269/4)(صحیح الجامع:31/5)

"سیدنا ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اظہار کیا کہ صفیہ تو پست قد والی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! تو نے ایسی (خطرناک) بات کی ہے اگر اسے سمندر میں ملا دیا جائے تو وہ بھی کڑوا ہو جائے گا (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مزید) فرماتی ہیں: ایک مرتبہ میں نے آپ کے سامنے کسی کی نقل اتاری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تو کثیر مال و دولت کے عوض بھی کسی کی نقالی پسند نہیں کرتا۔"

"عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال :قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لما عرج لی مررت بقوم لھم اظفار من نحاص یخمشون وجوھھم وصدورھم فقلت :من ھولاء یاجبریل؟ قل ھولاء الذین یاکلون لحوم الناس ویقعون فی اعراضھم"

(سنن ابی داؤد:269/4)(صحیح الجامع:58/5)

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں معراج کی رات کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان سے اپنے چہرے نوچ رہے تھے۔ میں نے کہا: جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ اس نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں دوسروں کا گوشت کھاتے اور ان کی عزتوں پر حملہ آور ہوتے تھے۔"

" عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :المسلم اخوالمسلم لایخونہ ولایکذبہ ولایخلدلہ کل المسلم علی المسلم حرام :عرضہ ومالہ ودمہ التقوی ھاھنا بحسب امری من الشران یحقر اخاہ المسلم"

(صحیح مسلم:1984/4)(سنن ابی داؤد:273/4)

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اس سے خیانت کرتا ہے نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے اور نہ ہی اس کا تعاون ترک کرتا ہے۔ ہر مسلمان کی عزت، مال اور خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ تقویٰ دل میں ہوتا ہے۔ کسی کے برے ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ دوسرے کسی مسلمان کو حقیر سمجھے۔"

" عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال :قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :لا تحاسدوا ولا تناجشوا ولا تباغضوا ولا تدابروا ولابیع بعضکم علی بیع بعض وکونوا عباد اللہ اخوانا المسلم اخو المسلم لایظلمہ ولایخلدلہ ولا یحقرہ التقوی ھا ھنا ویشیرالی صدرہ ثلاث مرات بحسب امریء من الشر ان یحقر اخاہ المسلم کل المسلم علی المسلم حرام دمہ ومالہ وعرضہ"

(صحیح مسلم:1986/4'سنن الترمذی:325/4)

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم باہم حسد نہ کرو۔ جب چیز خریدنے کا ارادہ

نہ ہوتو دوسروں کوخواہ مخواہ نقصان پہنچانے کے لئے چیزوں کی قیمتیں نہ بڑھاؤ۔ کسی سے بغض نہ رکھواور ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو۔ نہ ہی کوئی دوسرے کی خرید وفروخت کے معاملے میں ناجائز مداخلت کرے۔ اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے جو اس پر ظلم نہیں کرتا۔ اس کی مدد چھوڑتا ہے، نہ ہی اسے حقیر جانتا ہے۔ آپ نے تین مرتبہ سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: تقویٰ یہاں ہوتا ہے۔ کسی انسان کے برا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلمان کا خون اس کا مال اور عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔"

" عن عائشة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذامات صاحبکم فدعوہ ولاتقعوا فیہ"

(سنن ابی داؤد: 675/4، صحیح الجامع: 279/1)

"ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے فوت شدہ ساتھی کی عزت پر حملہ آور ہونے سے باز رہو۔"

" عن ابی برزة الاسلمی رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یا معشر من امن بلسانہ ولم یدخل الایمان قلبہ لاتغتابوا المسلمین ولا تتبعوا عوراتھم ، فانہ من یتبع عوراتھم یتبع اللہ عورتہ ومن یتبع اللہ عورتہ یفضحہ ولو فی بیتہ"

(سنن ابی داؤد: 270/4)(مسند احمد: 421/4)(صحیح الجامع: 308/6)

"سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ایمان کے دعویدارو! مسلمانوں کی غیبت مت کرو اور نہ ہی ان کے عیبوں کا پیچھا کرو، کیونکہ جو ان کی خامیوں کے درپے ہوگا اللہ اس کے عیوب کا پیچھا کرے گا اور جس کے عیوب کا پیچھا اللہ تعالیٰ کرے اسے اس کے گھر کے اندر بھی رسوا کر دے گا۔"

مذکورہ احادیث سے مندرجہ ذیل مسائل ثابت ہوتے ہیں:

☆: مسلمان کی غیبت کرنا منافق کی علامت ہے۔

☆: اس میں مسلمان کی لغزشوں کا تعاقب کرنے والوں کے لئے وعید ہے کہ اللہ ان کی خامیاں لوگوں پر واضح کر دے گا۔

☆: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لوگوں کی غیبت کرنے والوں کو ان کے برے عمل کا بدلہ دنیا میں بھی دیا جائے گا۔

"عن المستورد بن شداد رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من اکل برجل مسلم اکلة فان اللہ یطعمہ مثلھا من جھنم ومن کسی ثوباً برجل مسلم فان اللہ یکسوہ مثلہ من جھنم ومن قام برجل مقام سمعة ورياء فان اللہ یقوم بہ مقام سمعة ورياء یوم القیامة"

(سنن ابی داؤد: 270/4)(مسند احمد: 229/4)(سلسلة الصحیحہ: 632/2)

"سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کی اہانت کرکے کھانا کھایا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں جہنم کی آگ سے اسی قدر لقمے اسے کھلائے گا۔ اور جس نے کسی مسلمان کی توہین کرکے لباس حاصل کیا اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ سے اسی قدر لباس پہنائے گا اور جس نے دنیا میں کسی آدمی کا شہرت اور ریاکاری کی غرض سے ساتھ دیا اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں شہرت وریاکاری کے مقام پر کھڑا کرے گا۔"

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ:

☆: جو شخص کسی سے مسلمان کی غیبت' اہانت' ایذاء رسانی کے عوض کھانا یا لباس حاصل کرے اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ سے کھانا کھلائے گا اور آگ کے کپڑے پہنائے گا، کیونکہ اصول یہ ہے: جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

☆: اہل علم نے شہرت و ریاکاری کے کھڑے ہونے کے دو معانی ذکر کیے ہیں:

پہلا یہ کہ باء متعدی بنانے کے لئے ہے یعنی جو کسی شخص کو کھڑا کر کے اس کی نیکی و تقویٰ کی تعریف کرتا ہے اور اس کی انوکھی کرامات لوگوں کے سامنے بیان کر کے اسے ذاتی اغراض اور دنیاوی مفاد کے حصول کا ذریعہ بناتا ہے آخرت میں اللہ تعالیٰ اسے عذاب دے گا اور فرشتوں کو حکم کرے گا کہ وہ اس سے ویسا ہی سلوک کریں اور اس کے جھوٹ کو ظاہر کریں۔

دوسرا یہ کہ باء سبب کے لئے ہے یعنی جو کسی مالدار اور عظیم المرتبت آدمی کے پاس اپنے آپ کو بڑا متقی، پرہیزگار اور صالح آدمی ظاہر کرتا ہے تا کہ اسے عزت حاصل ہو اور وہ اسے نیک سمجھ کر مال عطا کرے اور اس کا معتقد بن جائے تو اللہ تعالیٰ اسے ریاکاروں کے ساتھ کھڑا کر کے رسوا کرے گا اور انہی جیسا عذاب دے گا۔

" عن اسامه بن شريك رضي الله عنه :قال شهدت الاعراب يسالون النبي صلى الله عليه وسلم اعلينا حرج في كذا؟ اعلينا حرج في كذا؟ لاشياء ليس بها باس فقال لهم:عباد الله وضع الله الحرج الا من فترض من عرض اخيه شيئا فذلك الذي حرج وهلك"

(مسند احمد:178/4)(ابوداؤد:211/2)(ابن ماجہ:1137/2)(صحیح ابن ماجہ:252/2)

"سیدنا اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ بدو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معمولی معمولی باتوں کے متعلق پوچھ رہے تھے کہ کیا اس چیز میں کوئی حرج ہے؟ کیا اس کام میں کوئی گناہ ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم سے معمولی گناہوں کو ختم کر دیا ہے۔ البتہ! جو کسی مسلمان کی عزت پر حملہ کرتا ہے وہ گنہگار اور برباد ہو گیا۔"

" عن سعيد بن زيد عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ان من اربى الربا الاسطالة في عرض المسلم بغير حق"

(سنن ابوداؤد:269/4)(مسند احمد:190/1)(صحیح الجامع:442/2)

"سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑا سود (گناہ) کسی مسلمان کی عزت پر ناحق زبان درازی ہے۔"

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کی تحقیر' اس پر تہمت لگانا' لعنت ملامت' گالی گلوچ بہت بڑا سود، گناہ اور سخت جرم ہے، کیونکہ انسان کو اپنی عزت مال سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں:

معروف سود: وہ مال جو مقروض سے اصل زر پر زائد وصول کیا جاتا ہے۔

غیر معروف سود: کسی مسلمان کی عزت پر ناحق زبان درازی کرنا بھی سود ہے۔ سود کی یہ قسم انجام کے لحاظ سے زیادہ خوفناک اور سخت حرام ہے۔

1: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سیدنا ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کا قصہ مذکور ہے کہ جب ان سے زنا کا ارتکاب ہوا تو

ازحد نادم ہوئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر نہ صرف اپنے جرم کا بار بار اقرار کیا، بلکہ یہ درخواست بھی کی کہ مجھ پر حد جاری کر کے اس گناہ سے پاک فرمائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق کے بعد رجم کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ انہیں رجم کر دیا گیا۔ بعدازاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ ایک شخص اپنے دوسرے ساتھی کو ماعز کے متعلق کہہ رہا تھا:

''دیکھو اللہ نے اس کے عیب پر پردہ ڈالا تھا، مگر وہ نفس کے بہکاوے میں آکر کتے کی موت مر گیا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر چلتے رہے، یہاں تک کہ بدبودار مردہ گدھے کے قریب سے گزرے تو فرمایا:

''فلاں فلاں کہاں ہیں۔؟''

جب وہ حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

''یہ مردار کھاؤ۔''

انہوں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! کیا یہ حرام نہیں۔؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم ابھی اپنے بھائی کے بارے میں جو باتیں کر رہے تھے اس کا گناہ مردار کھانے سے زیادہ شدید ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! ماعز جنت کی نہروں میں غوطہ زن ہے۔''

(بیہقی:227/8) (قال ابن کثیر اسنادہ صحیح:216/4)

" عن جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال :سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول :من سمع سمع اللہ به یوم القیامة قال :من شاق شقق اللہ علیه یوم القیامة فقالوا :اوصنا فقال :ان اول ماینتن من الانسان بطنه فمن استطاع ان لایاکل الا طیباً فلیفعل ومن استطاع ان لایحال بینه وبین الجنة بملء کف من اهراق دمه فلیفعل"

(صحیح بخاری مع الفتح:128/13)

''سیدنا جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص محض شہرت کے لئے کوئی کام کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے ویسا ہی سلوک کرے گا اور جو کسی پر سختی کرتا ہے اللہ تعالیٰ آخرت میں اس پر سختی کرے گا۔ لوگوں نے عرض کیا: ہمیں وصیت فرمائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسانی جسم میں سب سے پہلے اس کا پیٹ متعفن ہوگا، اس لیے صرف رزق حلال کھاؤ اور جو یہ چاہتا ہے کہ جنت اور اس کے درمیان اس کا بہایا ہوا چلو بھر خون بھی حائل نہ ہو تو اسے اس کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔''

☆: اس حدیث میں مومنوں کے متعلق بے ہودہ گفتگو کرنے اور ان کی کوتاہیوں اور لغزشوں کے اظہار سے منع کیا گیا ہے۔

☆: مسلمانوں کو اہل ایمان کے طریقے اختیار کرنے اور ان کے ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ کیا گیا ہے۔

☆: اس حدیث میں لوگوں کو اہل ایمان پر سختی کرنے اور ان کی ایذاء رسانی سے روکا گیا ہے۔

(فتح الباری:130/13)

☆: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللهم من ولی من امتی شیئاً فشق علیهم فاشقق علیه ومن ولی من امر امتی شیئاً فرفق بهم فارفق به"

"اے میرے اللہ! میری امت میں سے جو شخص میری امت کے معاملات میں سے کسی چیز کا ذمہ دار بنے اور وہ ان پر سختی کرے تو تو بھی اس پر سختی فرما اور جو میری امت کے معاملات میں سے کسی چیز کا ذمہ دار بنے اور وہ ان سے نرمی کرے تو تو بھی اس پر نرمی فرما۔"

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جب کسی کے سامنے دوسرے مسلمان کی غیبت کی جائے تو اس کا فرض ہے کہ اس کی تردید کرے اور اسے منع کرے۔ اگر وہ باز نہیں آتا تو اسے ہاتھ سے روکے، ورنہ خود اس مجلس سے اٹھ کر چلا جائے۔ اگر اپنے کسی استاذ، محسن یا کسی صالح انسان کی غیبت سنے تو اسے روکنے کی بھرپور کوشش کرے۔" (الاذکار للنووی: 294)

سیدنا عتبان رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو لوگوں سے پوچھا: مالک بن الدخیشن کہاں ہے۔؟ بعض نے جواب دیا کہ وہ منافق ہے۔ اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کہو وہ کلمہ گو اور رضائے الٰہی کا طالب ہے۔ ایک شخص نے کہا: ہمیں تو وہ منافقوں کا ہمدرد اور خیر خواہ نظر آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو رضائے الٰہی کے حصول کے لئے "لا الہ الا اللہ" پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جہنم حرام کر دی ہے۔" (صحیح بخاری: 110/1) (صحیح مسلم: 455/1)

عن ابن عبداللہ و ابی طلحۃ (رضی اللہ عنہم) قالا: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: مامن امری ء یخذل امرء مسلماً فی موضع تنتھک فیه حرمته وینتقص فیه من عرضه الاخذله اللہ فی موطن یحب فیه نصرته ومامن امری ء ینصر مسلماً فی موضع ینتقص فیه من عرضه وینتھک فیه من حرمته الانصره اللہ فی موطن یحب نصرته"

(سنن ابی داؤد: 271/4) (مسند احمد: 30/4) (صحیح الجامع الصغیر: 160/5)

"سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کی مدد ایسے مقام پر ترک کردے جہاں اس کی عزت و حرمت پامال کی جارہی ہو اور اس کے خلاف باتیں کی جارہی ہوں تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے مقام پر اس کی مدد چھوڑ دے گا جہاں وہ اللہ کی مدد (کے حصول) کو پسند کرے گا۔ جو کسی مسلمان کی اہانت اور اس کی عزت و حرمت کی پامالی کے موقع پر اس کا تعاون کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے مقام پر اس کی مدد فرمائے گا جہاں وہ اللہ کی مدد (کے حصول) کو پسند کرے گا۔"

" عن ابی الدرداء رضی اللہ عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم انه قال من رد عن عرض اخیه رد اللہ عن وجهه النار یوم القیامة"

(مسند احمد: 450/6) (سنن الترمذی: 327/4) (صحیح الجامع الصغیر: 295/5)

"سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کی عزت کا دفاع کرتا ہے آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ آگ سے محفوظ رکھے گا۔"

"عن اسماء بنت یزید عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: من ذب عن لحم اخیه بالغیبة کان حقاً

علی اللہ ان یعتقہ من النار"(مسنداحمد :461/6) (صحیح الجامع :290/5)

"سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی غیر موجودگی میں اس کا دفاع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ وہ اسے جہنم کی آگ سے آزاد کر دے۔"

" عن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فی حدیثہ الطویل فی قصۃ توبتہ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو جالس فی القوم فی تبوک: مافعل کعب بن مالک؟ فقال: رجل من بنی سلمۃ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حبسہ ردآءہ والنظر فی عطفیہ فقال لہ معاذ بن جبل: (رضی اللہ عنہ) (بئس ماقلت: واللہ ما رسول اللہ ما علمنا علیہ الاخیرا) فسکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" (صحیح بخاری:130/5) (صحیح مسلم:2122/4(

"سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی توبہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں ایک موقع پر مجلس میں دریافت فرمایا: کعب بن مالک کس وجہ سے پیچھے رہ گیا ہے۔؟ بنو سلمہ قبیلے کے ایک آدمی نے کہا: اسے اس کی دو چادروں اور اپنے کندھوں کو بار بار دیکھنے (دنیاوی زیب و زینت میں مشغولیت) نے روک لیا ہے۔ یہ سن کر سیدنا معاذ بن جبل نے کہا: تو نے بری بات کہی۔ اللہ کی قسم! ہم تو اس کے بارے میں اچھا ہی جانتے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔"

غیبت کے اسباب: جب ایک باشعور مسلمان غیبت اور چغلی کے اسباب پر غور کرتا ہے تو اسے کئی چیزیں معلوم ہوتی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

☆: غیبت کرنے والے کے دل میں دوسرے شخص کے متعلق بغض و عداوت اور غصہ ہوتا ہے اور وہ ذاتی انتقام اور غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اس پر بہتان تراشی اس کی غیبت اور چغلی کرتا ہے۔

☆: ذاتی فضیلت و شرف کا اظہار اور دوسرے کی تحقیر کرنا۔ مثلاً: گفتگو کرتے ہوئے کسی کے متعلق یوں کہنا فلاں جاہل ہے وہ بات سمجھ نہیں سکتا یا عمدہ گفتگو نہیں کر سکتا وغیرہ اس طرح کی باتوں سے وہ لوگوں پر اپنی فضیلت و شرف خامیوں سے براءت اور دوسرے کو کمتر ظاہر کرنا چاہتا ہے یہ وہی خود پسندی ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو ہلاک کرنے والی چیزوں میں شمار کیا ہے۔

☆: دوست احباب کو راضی کرنے کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی اور گناہ کی مجالس میں شرکت کرنا خواہ اس کام سے اللہ ناراض ہو جائے یہ ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے۔

☆: اہل علم و اصحاب رائے کی کوتاہیوں پر تعجب کا اظہار کرنا مثلاً: کسی کا نام لے کر کہنا کہ فلاں سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا مگر تعجب ہے کہ وہ عالم صاحب عقل یا بزرگ ہونے کے باوجود اس طرح کی غلطیاں کرتا ہے البتہ کسی کو خاص کئے بغیر صرف غلطی پر اظہار تعجب درست ہے۔

☆ دوسروں کے ساتھ ہنسی مذاق کرنا اور انہیں کمتر ظاہر کرنا۔

☆ گناہوں کا ارتکاب کرنے والے کسی شخص پر اللہ کے لئے غصے کا اظہار کرنا مثلاً: کسی کا نام لے کر یوں کہنا: "اسے اللہ سے حیا نہیں آتی ' ایسے کام کرتے ہوئے وہ اللہ کا خوف نہیں محسوس کرتا وغیرہ اور ایسے ہی اس کی توہین اور غیبت شروع کر دے۔

☆ حسد: ایک آدمی کے سامنے لوگ جب کسی کی تعریف کرتے ہیں تو وہ اس سے حسد کرنے لگتا ہے پھر حاسد اس کے

مداحوں کی نظر میں اس کا مرتبہ و مقام کم کرنے کے لئے اس کی غیبت شروع کر دیتا ہے تو ایسا شخص اپنی شخصیت اور سوچ کے لحاظ سے براگندہ اور کمینہ انسان ہوتا ہے۔

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صاف دل اور سچا انسان۔ صحابہ نے عرض کیا: سچے انسان کو ہم جانتے ہیں مگر صاف دل کون ہے۔؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ پرہیزگار اور صاف باطن کا مالک جس کے دل میں گناہ، بغاوت، بغض اور حسد نہیں ہے۔'' (سنن ابی ماجہ، رقم: 4216) (صحیح ابن ماجہ: 411/2)

☆ لوگوں کے ساتھ مصنوعی ہمدردی اور مہربانی کا اظہار کرنا، مثلاً: کسی کے متعلق دوسروں سے کہے کہ میں اس بیچارے کے متعلق بہت پریشان ہوں کہ وہ کس طرح گناہوں سے آلودہ ہوتا جا رہا ہے مجھے اس پر بہت رحم آتا ہے وغیرہ۔

☆ بناوٹ، دل لگی، مذاق اور ہنسی کرنے والا بدبخت انسان مجلس میں دوسروں کی خامیاں اس طرح بیان کرتا ہے کہ لوگ اس سے ہنستے اور خوش ہوتے ہیں اور یہ جھوٹ، غیبت اور خود پسندی میں بڑھتا چلا جاتا ہے۔ ایسے ہی شخص پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان صادق آتا ہے کہ آپ نے فرمایا:

''ویل للذی یحدث بالحدیث لیضحك به القوم فیکذب ویل له ویل له''

''جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے اس کے لئے ہلاکت، بربادی اور تباہی ہے۔''

(جامع ترمذی: 557/4) (صحیح الترمذی: 268/2)

☆ کسی پر گناہ کا الزام لگا کر خود اس سے بری ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں نے یہ کام کیا ہے۔ اس کی ذمہ داری اور عیب دوسرے پر ڈال کر خود کو خامیوں سے بری ظاہر کرتا ہے۔

☆ یہ تصور و گمان کہ شاید فلاں اس کے دوستوں یا کسی عظیم آدمی یا حکمران کے پاس اس کے خلاف گواہی دینا چاہتا ہے یا اس کی توہین کرنا چاہتا ہے اس لئے یہ اس سے پہلے ان کے پاس جا کر اس کی غیبت کرتا ہے تاکہ اس کا مرتبہ و مقام اور اعتبار ان کی نظر میں ختم ہو جائے۔

غیبت سے بچنے کے دو طریقے ہیں:

1: انسان اپنے آپ کو یہ سمجھائے کہ وہ غیبت کر کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے غصے کا نشانہ بن جائے گا جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

''ایک شخص اللہ کا پسندیدہ کلمہ بولتا ہے اور اسے اس کی اہمیت کا اندازہ نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کلمہ کے بدلے قیامت تک کے لئے اپنی رضامندی لکھ دیتا ہے اور ایک شخص اللہ کی ناراضگی کا کلمہ بولتا ہے، لیکن اسے اس کی قباحت کا اندازہ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے قیامت تک اپنی ناراضگی تحریر کر دیتا ہے۔''

(جامع ترمذی: 559/4) (سنن ابن ماجہ: 469/2) (صحیح ترمذی: 269/2)

☆: یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ کسی کی غیبت کرنے کی وجہ سے آخرت میں اپنی نیکیاں دینا پڑیں گی اور اگر نیکیاں نہ ہوں گی تو اس کے گناہ اپنے سر لینا پڑیں گے۔ پھر صرف ایک نیکی کی کمی یا ایک گناہ کی زیادتی کے باعث گناہوں کا پلڑا بھاری ہونے کی وجہ سے اسے جہنم کی آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔ اللہ عزوجل کے سامنے جھگڑے، لوگوں کے مطالبے، سوال و جواب اور محاسبے کی ذلت کے علاوہ صرف نیکیوں میں کمی ہی بہت بڑی سزا ہے۔

☆: جب ایک مسلمان غیبت کی وعید سے متعلقہ احادیث کی حقانیت پر یقین رکھے اور کما حقہ ان پر غور کرے، نیز اپنی لغزشوں اور کوتاہیوں کی فکر کرے تو اس کی زبان سے کبھی کسی کی غیبت نہ نکلے گی۔ اسے لوگوں کے عیوب دیکھنے اور ان پر طعن کرنے کی بجائے اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے۔ نڈر شخص کو اپنے گناہوں پر اللہ عالم الغیب سے حیاء کرنی چاہئے اور اسے چاہئے کہ اپنے بھائی کے لئے عذر اور گنجائش تلاش کرے اسے گناہوں میں ملوث ہونے پر اسی طرح عاجز سمجھے جس طرح وہ خود گناہوں میں ملوث نہ ہونے سے عاجز ہے۔ اگر کسی کی مذمت جسمانی عیب کی وجہ سے کر رہا ہے تو گویا وہ خود خالق کی مذمت کر رہا ہے کیوں کہ صنعت کا عیب صانع کے عیب دار ہونے کی دلیل ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اپنی خامیوں کی اصلاح کرنی چاہئے اور یہ بڑا اچھا مشغلہ ہے۔

2: انسان غیبت پر آمادہ کرنے والے اسباب پر غور کرے، کیونکہ بیماری کا مکمل علاج اس کے معاون اسباب ختم کرنے سے ہی ممکن ہے۔ اگر کسی کی غیبت کرنے کا سبب اس پر غصہ اور ناراضگی ہے تو اسے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر میں غیبت کر کے اس پر اپنا غصہ ٹھنڈا کروں گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی غیبت کرنے کی وجہ سے مجھ پر غصہ ہو سکتا ہے، کیونکہ اللہ نے مجھے اس کام سے منع کیا ہے اور میں اس کی نافرمانی کر کے اس کے حکم کا مذاق اڑا رہا ہوں اور اس کے غضب کو دعوت دے رہا ہوں۔

☆: اگر غیبت کرنے کا سبب دوست احباب کی موافقت اور رضا مندی ہے تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس طرح وہ مخلوق کی رضا مندی سے اللہ کی ناراضگی کا متلاشی بن کر اس کے غضب کو بھڑکا رہا ہے۔ وہ شخص کتنا بدنصیب ہے جو محتاج اور عاجز مخلوق کی خوشی کے لئے اپنے مالک اور خالق کو ناراض کر رہا ہے۔؟

☆: اگر غیبت کا سبب اللہ کے لئے کسی سے ناراضگی ہے تو اس کا تذکرہ کسی شرعی ضرورت کے بغیر نہ کرے، جبکہ عام لوگوں کو اس کے شر سے بچانا مقصود ہو۔

☆: اگر غیبت کا باعث اپنی پاک دامنی اور دوسروں کی خامیوں کا اظہار ہے تو وہ غیبت کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر رہا ہے اور اپنی پاک دامنی کے تقاضوں کے برعکس غیبت جیسا گناہ کر رہا ہے۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کی ناراضگی مخلوق کی ناراضگی سے بہت سخت ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے مخلوق کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کو غصہ آتا ہے اور مخلوق بھی اس سے راضی نہیں ہوتی۔

☆: اگر کسی کی غیبت سے مقصود اپنی نیکی و تقویٰ اور فضیلت و شرف کا ثبوت مہیا کرنا ہے تو اس طرح اللہ کے ہاں پہلے اگر اس کا کوئی مقام ہے تو وہ بالکل ختم ہو جائے گا اور غیبت کی وجہ سے لوگوں میں بھی مرتبہ کمتر بلکہ ختم ہو کر رہ جائے گا۔ اگر لوگ احترام کرتے رہیں تب بھی اس کا اللہ کے ہاں کوئی فائدہ نہیں ہوگا' کیونکہ لوگوں کے دل اللہ عزوجل کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں وہ انہیں جس طرف چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ اس لئے انسان کو ظاہر پر اعتماد کر کے دھوکے میں نہ رہنا چاہئے، بلکہ عزت و ذلت پر اثر انداز ہونے والے ان مخفی امور پر بھی غور کرنا چاہئے۔

☆: اگر غیبت کسی سے حسد کی بنا پر کر رہا ہے تو اس نے دنیا و آخرت کے دونوں عذاب جمع کر لئے ہیں، کیونکہ حاسد اس دنیا میں تنگ دلی' غم اور پریشانی کا شکار رہتا ہے۔ دوسروں کے مال و دولت عزت و شرف کو دیکھ کر مسلسل جلتا رہتا ہے اور آخرت میں بھی عذاب سے دوچار ہوگا۔ حاسد در حقیقت لاعلمی کی وجہ سے محسود (جس سے وہ حسد کر رہا ہے) کا دوست ہوتا ہے' کیونکہ آخرت میں اس کی نیکیاں اسے دی جائیں گی اور اگر نیکیاں نہ ہوں گی تو یہ اس کی برائیاں اپنے سر لے لے گا۔ مزید یہ کہ حاسد کے حسد اور غیبت سے جس پر حسد کیا جائے اس کا کوئی نقصان نہیں ہوتا، بلکہ بسا اوقات یہ اس کے فضل و شرف کی شہرت کا

ذریعہ بنتا ہے۔

☆: اگر غیبت کا سبب کسی کی تحقیر اور مذاق اڑانا ہے تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ دوسروں کا مذاق اڑا کر در حقیقت وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے سامنے خود اپنے آپ کو رسوا کر رہا ہے اور یہی اصل خسارہ ہے۔

☆: اگر غیبت کا سبب کسی کے ساتھ ہمدردی و مہربانی کا جذبہ ہے تو پھر بھی یہ کوئی پسندیدہ اور اچھا طریقہ نہیں' کیونکہ اس طرح وہ دوسرے کے ساتھ ہمدردی کر کے خود ایک حرام کام (غیبت) کا ارتکاب کر رہا ہے۔ اگر وہ ان کی خیر خواہی میں مخلص ہوتا تو تنہائی میں اسے نصیحت کرتا اور صحیح کام کی طرف راہنمائی کر کے اپنی ہمدردی و خیر خواہی کا حق ادا کرتا' جبکہ اس نے دوسروں کے سامنے غیبت شروع کر کے اپنا ہی نقصان کر لیا ہے۔

☆: اگر غیبت کسی صاحب علم و عمل یا کسی صاحب مال و جائیداد پر اظہار تعجب کے لئے ہے تو سب سے پہلے اسے اپنے آپ پر تعجب کرنا چاہئے کہ وہ کس طرح دوسرے کے دینی و دنیاوی کمال کی وجہ سے اپنے دین کا خسارہ اور آخرت کی بربادی کر رہا ہے۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس کے عیوب سے پردے چاک کر کے اسے دنیا میں ہی ذلیل و رسوا نہ کر دے اور یہ لوگوں کے لئے نشانِ عبرت بن کر رہ جائے' جس طرح آج یہ دوسروں پر اظہار تعجب کر رہا ہے' کل کوئی اس پر بھی تعجب کرے گا۔

جب کوئی ذی شعور و صاحب عقل غیبت کے اسباب پر غور کرے پھر ہمارا تجویز کردہ نسخہ استعمال کرے تو ان شاء اللہ تعالیٰ! وہ غیبت کے نقصان سے بچ سکتا ہے اور جلد ہی وہ ایسا آدمی بن سکتا ہے جو دوسروں کی خامیوں کی بجائے اپنے کردار پر غور کرے' بری' گھٹیا اور غلط بات سے اپنی زبان کی حفاظت کرے۔ اس طرح وہ دنیا و آخرت کی بھلائیاں جمع کر لے گا۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حق بات کہنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔!

غیبت کرنے والے نے اگر کسی مسلمان کی غیبت کی ہے تو جس وقت جھگڑے' فساد اور مزید کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو اس کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کر کے اس سے معافی کی درخواست کرے۔ اگر متعلقہ شخص کے سامنے اعتراف کرنے سے کسی فتنہ کا اندیشہ ہو تو جن مجالس میں اس کی غیبت کرتا رہا ہے وہاں اس کا اچھا تذکرہ کرے' اس کی نیکیاں اور خوبیاں بیان کرے' اس کے لئے دعائے خیر کرے اور اس کا دفاع کرے۔ توبہ کی دوسری شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے بساط بھر غیبت کو روکنے کی کوشش کرے تو اس کے یہ کام سابقہ اعمال بد کا کفارہ بن جائیں گے۔ انشاء اللہ!

غیبت کی جائز صورتیں: 1: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"لایحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم و کان اللہ سمیعاً علیماً"

(سورۃ النساء، آیت نمبر:148)

"اللہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے، مگر یہ کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو۔ یقیناً اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

2: "عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت ھند ام معاویۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اباسفیان رجل شحیح فھل علی جناح ان اخذ من مالہ سرا؟ قال خذی انست و بنوک مایکفیک بالمعروف" (صحیح بخاری مع الفتح 405/4)

"ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ ابوسفیان

بخیل شخص ہے۔ اگر میں خفیہ طریقے سے اس کے مال میں سے کچھ لے لوں تو اس میں کوئی حرج ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اور تیرے بچے اس کی حیثیت کے مطابق حسب ضرورت لے سکتے ہو۔"

3: سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

"میرے خاوند ابوعمرو بن حفص نے مجھے اپنے وکیل کے ذریعے تیسری طلاق بھیجی اور خرچ کے لئے کچھ جو دیئے۔ میں ان کو کم سمجھ کر ناراض ہوئی تو اس نے کہا: تو مجھ سے کچھ بھی لینے کی حقدار نہیں ہے۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے خرچہ لینے کا حق نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ام شریک رضی اللہ عنہا کے ہاں عدت گزارنے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا: اس کے پاس صحابہ بکثرت جاتے رہتے ہیں تو عبداللہ بن ام مکتوم (جو نابینا صحابی ہیں) کے ہاں عدت گزار اور جب عدت پوری ہو جائے تو مجھے اطلاع دینا۔ چنانچہ میں عدت گزار کے آپ کے پاس گئی اور بتایا کی معاویہ بن ابی سفیان اور ابوجہم نے مجھ نکاح کا پیغام دیا ہے۔ (اس کے جواب میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوجہم عورتوں کو بہت مارتا ہے' جبکہ معاویہ مفلس آدمی ہے' تو اسامہ بن زید سے شادی کرلے' میں نے انہیں ناپسند کیا' لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ یہی فرمایا تو میں نے اسامہ سے شادی کرلی۔ اللہ نے مجھے اس شادی میں اس قدر برکت دی کہ لوگ مجھ پر رشک کرتے تھے۔" (صحیح مسلم: 1114/2)

4: "عن عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہ ان عائشۃ رضی اللہ عنہا اخبرتہ قالت: استاذن رجل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: ائذنوا لہ بئس اخو العشیرۃ او ابن العشیرۃ۔ فلما دخل الان لہ الکلام قلت یارسول اللہ قلت الذی قلت ثم النت لہ الکلام قال: ای عائشۃ ان شر الناس من ترکہ الناس او ودعہ الناس اتقاء فحشہ"

(صحیح بخاری: 86/7' صحیح مسلم: 2002/4)

"سیدنا عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: اسے اجازت دے دو یہ اپنے قبیلے کا برا آدمی ہے۔ جب وہ اندر آیا تو آپ نے اس سے نرم گفتگو کی۔ اس کے جانے کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے برا کہہ رہے تھے' لیکن آپ نے اس سے کلام میں نرمی اختیار کی ہے۔؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے برا انسان وہ ہے جس کے شر سے بچنے کے لئے لوگ اس سے کنارہ کش ہو جائیں۔"

5: امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس طرح باب کا عنوان قائم کیا ہے:

"لوگوں کا کسی طویل یا پستہ قد کہنا جائز ہے یا نہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر دریافت فرمایا: "ذوالیدین (لمبے ہاتھوں والا) کیا کہتا ہے؟" اور ایسے الفاظ کا بیان جن سے کسی کی عیب جوئی مقصود نہ ہو۔"

(صحیح بخاری: 85/7)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شرعی مقاصد کے لئے چھ اسباب کی بنیاد پر ان کی غیبت کرنا جائز ہے:

ا۔ مظلومیت کا اظہار۔ مظلوم کے لئے حکمران' قاضی یا کسی حکومتی عہدے دار کے سامنے شکایت کرنا جائز ہے کہ میرے ساتھ فلاں نے اس طرح ظلم وزیادتی کی ہے۔

۲۔ برائی سے روکنے اور سرکش کی اصلاح کرنے پر تعاون حاصل کرنے کے لئے بھی غیبت جائز ہے۔ جو شخص برائی

سے روکنے یا کسی کی اصلاح کرنے پر قدرت رکھتا ہے اسے کہا جائے کہ فلاں یہ برا کام کر رہا ہے تو اسے روک یا اس کی اصلاح کرو وغیرہ۔

۳۔ فتویٰ طلب کرنے کے لئے بھی غیبت مباح ہے۔ مثلاً: مفتی کو کہے کہ زید' بکر یا میرے باپ بھائی یا بیوی یا خاوند وغیرہ نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔ کیا اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے اور میرے لئے اس سے بچنے کا کیا طریقہ ہے، اگرچہ اس میں بھی بہتر یہی ہے کہ کسی کو خاص (نامزد) نہ کرے۔

۴۔ عام مسلمانوں کو کسی کے شر سے بچانے کے لئے بھی غیبت کی جاسکتی ہے اور اس کی کئی اقسام ہیں۔

☆: ناقابل اعتماد راویوں' گواہوں اور مصنفوں پر جرح کرنا۔ اس کام کے جائز ہونے پر تمام مسلمان متفق ہیں بلکہ شریعت اسلامیہ کی حفاظت کے لئے یہ کام واجب ہے۔

☆: جب کوئی کسی کے متعلق مشورہ طلب کرے تو اسے اس کی خامی کی اطلاع دینا۔

☆: جب کوئی شخص کسی عیب دار چیز کو خرید رہا ہو تو خریدار کو خیر خواہی کے نقطہ نظر سے عیب کی اطلاع دینا' البتہ ایذا رسانی کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً: کوئی شراب خور یا چور غلام یا زانیہ لونڈی خرید رہا ہے تو اس کا عیب خیر خواہی کے لئے بتلانا جائز ہے' ایسے ہی چیز فروخت کرنے والے کے متعلق خبر دینا بھی جائز ہے۔

☆: جب کوئی طالب علم کسی فاسق یا بدعتی سے علم حاصل کر رہا ہو اور اسے اس نقصان کا علم نہ ہو تو خیر خواہی کے ارادے سے اسے نصیحت کرنا ضروری ہے۔

☆: ایک شخص حکومتی عہدے دار ہے، لیکن نااہل یا فاسق ہونے کی وجہ سے اپنی ذمہ داری ٹھیک طریقے سے ادا نہیں کر سکتا تو اس کے متعلقہ افسر کے سامنے اس کی حالت بیان کرنا، تاکہ معاملات درست انداز سے انجام پاسکیں تو یہ بھی جائز ہے۔

۵۔ کوئی شخص اعلانیہ گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے یا اپنی بدعت کو عام کر رہا ہے تو اس کے اعلانیہ کئے جانے والے کاموں کا ذکر کرنا درست ہے۔ البتہ اس کے دوسرے امور کا بلاوجہ تذکرہ مناسب نہیں ہے۔

۶۔ تعارف کرانے کے لئے کسی کے ایسے عیب یا لقب کو ذکر کرنا جس کے ساتھ وہ مشہور ہے جیسے لنگڑا' نابینا' چندھا' کانا' لمبا' چھوٹا' موٹا وغیرہ تو یہ بھی جائز ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ کسی اور طرح سے تعارف کرایا جائے' البتہ تحقیر کے لئے کسی کے عیب یا لقب کا ذکر کرنا حرام ہے۔ (شرح النووی: 16/ 142) (والاذکار للنووی: 296)

☆: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں باب ذکر کیا ہے:

''شک وشبہ اور فتنہ وفساد کے عام کرنے والے کی غیبت کے جائز ہونے کا بیان۔''

☆: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کے بعد فرمایا:

''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعلانیہ فتنہ وفساد کو ہوا دینے والے اور کھلے عام گناہ کرنے والے کی غیبت حرام نہیں ہے۔''

☆: مزید فرمایا:

''اہل علم کے ہاں شرعی طور پر ہر صحیح کام کے لئے غیبت جائز ہے جیسا کہ اظہار مظلومیت' برائی کے خاتمے کے لئے تعاون حاصل کرنا' فتویٰ معلوم کرنا' عوام الناس کو کسی کے شر سے بچانا' حاکم وقت کو اس کے ماتحتوں کے کردار سے خبردار کرنا' نکاح یا خرید وفروخت کے معاملات میں کسی کو مشورہ دینا ایسے ہی کسی طالب علم کو بدعتی اور فاسق کے پاس حصول علم کے لئے جانے سے منع کرنا وغیرہ۔'' (فتح الباری: 471/10)

چغلی کی مذمت: 1: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک طویل اقتباس نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

''محفل میں کسی کے متعلق کوئی بات سن کر متعلقہ شخص کو جا کر بتا دینا چغلی ہے۔''

2: اس کی جامع تعریف یوں ہے:

''کسی شخص کی کوئی بات یا کام خواہ وہ عیب ہو یا خوبی جس کا اظہار اسے ناپسند ہو کوئی دوسرا اسے لوگوں کے سامنے بیان کر دے تو یہ بھی چغلی ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی اپنی مالی حالت ظاہر نہیں کرنا چاہتا اور کوئی دوسرا اسے ظاہر کر دے تو یہ بھی چغلی میں شامل ہے۔'' (فتح الباری:4731/10)(الاذکار للنووی:298)

3: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ایک روایت میں ''نمام'' اور دوسری میں ہے کہ ''قتات'' جنت میں داخل نہ ہوگا۔ یہ دونوں لفظ چغل خور کے بارے میں استعمال کئے جاتے ہیں۔

4: جوہری نے کہا ہے کہ لوگ فساد اور شر پھیلانے کی نیت سے ایک دوسرے سے جو باتیں کریں' وہ اہل علم کے ہاں چغلی کہلاتی ہیں۔''(شرح النووی علی مسلم:112/2)

5: کچھ علماء نے ''قتات'' اور ''نمام'' کے درمیان یہ فرق کیا ہے کہ ''نمام'' اسے کہتے ہیں جو خود مجلس میں موجود ہو اور بات سن کر بغرض فساد آگے نقل کرے، جبکہ ''قتات'' وہ ہے جو خود تو مجلس میں موجود نہ ہو، لیکن کسی سے سن کر بات دوسروں کے سامنے بیان کرے۔(فتح الباری:473/10)

6: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ایک باب کا عنوان اس طرح ذکر کیا ہے:

''کونسی چغلی ناپسندیدہ ہے۔''

7: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

''امام بخاری یہاں سمجھانا چاہتے ہیں کہ کافر کی بات بغرض فساد کو رفع کرنے کے لیے نقل کرنا جائز ہے' جیسا کہ کفار کے علاقے میں جاسوسی کرنا اور ان کی قوت کو نقصان دینے والی باتیں نقل کرنا (جائز ہے)۔''(فتح الباری:472/1)

چغلی کے حرام ہونے پر پوری امت متفق ہے اور اس کی حرمت پر کتاب وسنت اور اجماع امت سے بے شمار دلائل موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ولاتطع کل حلاف مهینo هماز مشاء بنمیمo مناع للخیر معتد اثیمo"

(القلم:12,11,10)

''اور ہر گز کسی ایسے شخص کے دباؤ میں نہ آؤ جو بہت قسمیں کھانے والا، بے وقعت آدمی ہے، طعنے دیتا ہے' چغلیاں کھاتا پھرتا ہے' بھلائی سے روکتا ہے' ظلم وزیادتی میں حد سے گزر جانے والا ہے اور سخت بداعمال ہے۔''

اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے:

"ویل لکل همزة لمزة"(الهمزة:1)

''تباہی ہے ہر اس شخص کے لئے جو لوگوں پر طعن (کرنے) اور پیٹھ پیچھے برائیاں کرنے کا خوگر ہے۔''

چغلی کے بارے میں احادیث مبارکہ: 1: "عن حذیفة قال: سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: لایدخل الجنة قتات"

''سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا:
''چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔''

☆: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:
''چغل خور کے جنت میں نہ جانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ پہلے گروہ کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ جیسا کہ اس جیسے دوسرے گنہگار لوگ ہیں۔'' (فتح الباری: 473/10)

اہل سنت و جماعت کا مسلک ہے کہ گناہ کو گناہ جانتے ہوئے اس کا ارتکاب کرنے والا کافر نہیں، مگر یہ کہ اس بارے میں کوئی خاص دلیل موجود ہو۔

2: "عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم قال: الا انبئکم ما العضه؟ هی النمیمة القالة بین الناس" (صحیح مسلم: 2012/4)

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں بتاؤں "العضہ" کیا ہے؟ یہ لوگوں کے درمیان کی جانے والی چغلی ہے۔''

☆: ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ امام یحییٰ بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ چغل خور اور جھوٹا ایک گھنٹے میں اتنا فساد پھیلا دیتے ہیں جتنا جادوگر ایک سال میں نہیں پھیلا سکتا۔ چغلی بھی جادو کی قسم ہے، کیونکہ چغلی اور جادو دونوں میں لوگوں کے درمیان اختلاف' دوست احباب کے دلوں میں نفرت اور شر و فساد پیدا کیا جاتا ہے۔

3: "عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال مر رسول اللہ ﷺ علی قبرین فقال: انهما لیعذبان فی کبیر و فی روایة انه لکبیر اما هذا فکان لایستنزه من بوله' واما هذا فکان یمشی بالنمیمة ثم دعا بعسیب رطب فشقه باثنین فغرس علی هذا واحدًا وعلی هذا واحدًا ثم قال لعله یخفف عنهما مالم ییبسا" (صحیح بخاری: 75/7)

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: انہیں معمولی کام کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا ہے۔ البتہ انجام کی ہولناکی کے لحاظ سے یہ بڑے کام ہیں: ان میں سے ایک پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک چھڑی منگوا کر اسے درمیان سے چیرا اور دونوں قبروں پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا' پھر فرمایا: امید ہے ان کے خشک ہونے تک اللہ تعالیٰ ان کے عذاب میں کمی کر دے گا۔''

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
''جس کے پاس چغلی کی جائے کہ فلاں تیرے متعلق ایسے کہہ رہا تھا یا تیری نقل اتار رہا تھا تو اسے درج ذیل چھ باتوں کا خیال رکھنا چاہیے:

1: چغل خور کی بات کی تصدیق نہ کرے، کیونکہ وہ فاسق ہے اور فاسق کی خبر بلا تحقیق قبول کرنا جائز نہیں ہے۔
2: اسے چغلی کرنے سے منع کرے، اس کی قباحت واضح کرے اور نصیحت کرے۔

3: ایسے شخص کو اللہ کے لئے ناپسند کرے، کیونکہ وہ اپنی اس حرکت کی وجہ سے اللہ کے ہاں ناپسندیدہ ہوا اس لیے اُسے ناپسند کرنا واجب ہے۔
4: اپنے غیر موجود بھائی (جس کی بات نقل کی جا رہی ہے) کے بارے میں برا گمان نہ کرے۔
5: اس چغلی کی وجہ سے تجسس اور کرید شروع نہ کر دے۔
6: جس کام سے چغل خور کو منع کر رہا ہے خود وہ کام نہ کرے اور نہ ہی اس کی چغلی آگے نقل کرے کہ فلاں نے ایسا کہا ہے، کیونکہ اس طرح وہ خود چغل خور بن جائے گا۔" (شرح النووی علی مسلم:113/2' نقلا عن الغزالی' الاذکار للنووی 299)

"عن ابی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان شر الناس ذوالوجهین الذی یاتی هولاء بوجه وهولاء بوجه"

(صحیح بخاری مع فتح الباری:526/6 و170/13)(صحیح مسلم:2511/4)

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے برا دورخا انسان ہے جو ایک فریق کے پاس آ کر ان کی حمایت کرتا ہے اور دوسرے کے پاس جا کر ان کا ساتھی بن جاتا ہے۔"

☆: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"دورخا پن بھی چغلی کی قسم ہے اور ایسا شخص سب سے برا ہے، کیونکہ یہ بھی منافق کی طرح لوگوں کے درمیان فساد پھیلانے کے لئے جھوٹ اور باطل کو اختیار کئے رکھتا ہے۔ ہر فریق کے پاس جا کر یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ان کا ساتھی اور دوسروں کا مخالف ہے۔ یہی جھوٹ' دھوکہ ان کے راز معلوم کرنے اور منافقت کا کام ہے۔ البتہ جو اصلاح کرنے کے لئے ان کے پاس جا کر ہر ایک کو ایسی بات کہتا ہے جس میں دوسرے کا فائدہ ہو اور دوسرے فریق کا عذر ان کے ہاں بیان کرتا ہے ان کی ناپسندیدہ باتوں کو چھپاتا اور خیر سگالی کے جذبات دوسروں تک پہنچاتا ہے تو اس کا یہ کام پسندیدہ اور اچھا عمل ہے۔" (فتح الباری:475/10)

"عن عمار رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ وسلم من کان له وجهان فی الدنیا کان له یوم القیامة لسانان من نار" (سنن ابی داؤد:278/4)(سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ:889)

"سیدنا عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے دنیا میں دو رخ ہیں آخرت میں اس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔"

چغلی کے اسباب: چغلی اور غیبت کے اسباب مشترک ہیں، ان کا ذکر غیبت کے اسباب میں گزر چکا ہے۔ ان کے علاوہ چند اسباب درج ذیل ہیں:

1: جس کی چغلی کر رہا ہے اس کے ساتھ عداوت اور ناپسندیدگی۔
2: جس کے پاس چغلی کر رہا ہے اس کا تقرب حاصل کرنا۔
3: فتنوں کو ہوا دینا' افراد اور معاشرے کے درمیان اختلاف اور نفرت و عداوت پیدا کرنا۔

جائز چغلی کی جائز صورتیں: 1: امام نووی رحمۃ علیہ فرماتے ہیں:

"شرعی ضرورت کے تحت کسی کی شکایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ کسی کو یہ بتلانا کہ فلاں تیرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے یا تیری عزت پر حملہ آور ہونا یا تیرا مال لوٹنا چاہتا ہے' اس طرح جس کام میں عمومی نقصان کا اندیشہ ہو تو حاکم وقت یا سرکاری اہلکار کو خبر دینا کہ

فلاں یہ کام کرتا ہے یا کرنا چاہتا ہے تو اسے اس خبر کی تحقیق کر کے ازالے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس جیسی دیگر شکایات حرام نہیں ہیں، بلکہ ان میں سے کچھ تو معاملے کی اہمیت کے پیش نظر پسندیدہ اور واجب ہیں۔" (شرح النووی علی مسلم: 113/2)

2: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح باب کا عنوان ذکر کیا ہے:

"دوست کے متعلق کی گئی بات کی اسے اطلاع دینے کا باب۔"

اس باب کے تحت انہوں نے درج ذیل حدیث نقل کی ہے:

"عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسمة فقال رجل: من الانصار واللہ ما اراد محمد بهذا وجه اللہ فاتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرته فتمعر وجهه وقال: رحم اللہ موسیٰ لقد اوذی باکثر من هذا فصبر"

(صحیح بخاری: 78/7)

"سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال تقسیم کیا تو کسی انصاری نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی رضامندی کے لئے یہ مال تقسیم نہیں کیا۔ میں نے آپ کو اس کی اطلاع دی۔ یہ سن کر آپ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور فرمایا: اللہ عزوجل موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں اس سے زیادہ تکلیف دی گئی، لیکن انہوں نے صبر کیا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے کسی دوست کے متعلق کی گئی بات کی اسے اطلاع دینے میں کوئی مصلحت ہو اور اس سے شر و فساد پھیلنے کا اندیشہ نہ ہو تو اسے مطلع کیا جا سکتا ہے۔

• اختلاف ڈالنے اور شر و فساد کو ہوا دینے کے لئے چغلی کرنا حرام ہے، البتہ جھوٹ اور ایذا رسانی سے بچتے ہوئے اصلاح اور خیر خواہی کے جذبے سے کسی کی شکایت درست ہے، بہت سے لوگ ان دو قسموں میں فرق نہیں کر سکتے، اس لئے بہتر اور سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ کسی کی چغلی شکایت سے مکمل اجتناب کیا جائے تا کہ حرام کام اور حرام کے شبے سے بھی دور رہ سکے، ورنہ حرام کام کے مرتکب ہو جانے کا خدشہ رہے گا۔

☆☆☆

فصل نمبر 20: (اضافہ از مترجم)

نفس کی ایک اور برائی نفاق

منافق کا معنی: منافق سے مراد وہ شخص ہے جو زبان سے تو اسلام کا اقرار کرے لیکن دل سے اسلام کے مخالف ہو۔ منافق کی جمع منافقین آتی ہے۔

زمانہ رسالت میں دو قسم کے منافق: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو قسم کے منافق تھے:

1: وہ گروہ جو زبان سے ایمان کا اقرار کرتا اور کہا کرتا:

((امنا باللہ والیوم الاخر)

''ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر۔''

لیکن دل سے اسلام سے برگشتہ تھے اور کفر پر پختگی کے ساتھ قائم تھے۔ صرف متاع دنیا کیلئے وہ یہ فریب اختیار کرتے تھے۔ ان کے بارے میں قرآن مجید کا ارشاد ہے:

((ان المنافقین فی الدرك الاسفل من النار))

''یقیناً منافق جہنم کی آگ میں طبقہ اسفل السافلین میں سے ہوں گے۔''

2: دوسری قسم کے منافق وہ تھے جو دائرہ اسلام میں تو داخل ہو گئے تھے مگر ان کا ایمان کمزور تھا۔ اس کی مزید کئی اقسام ہیں:

پہلی قسم: ضعف اعتقاد کے ساتھ اسلام کا اظہار کرتے تھے اور تذبذب کا شکار تھے۔ کبھی اسلام کی طرف جھک جاتے اور کبھی کفار کی طرف۔ خواہشات نفسانیہ اور دنیوی لذات نے ان کے قلوب کے نور کو مسخ کر دیا تھا۔ ان کے دلوں میں ذکر الٰہی' عبادت الٰہی کا کوئی شوق نہ تھا۔ ان کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے:

((واذاقاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالی))

''اور جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو وہ سستی سے کھڑے ہوتے ہیں۔''

دوسری جگہ آتا ہے:

((یرآؤن الناس ولا یذکرون اللہ الاقلیلا مذبذبین بین ذالك لا الی ھولاء ولاالی ھولاء))

''وہ دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت کم۔ اسلام اور کفر کے بارے میں ان کے دل تذبذب کے عالم میں ہیں۔ نہ وہ صحیح طور پر اسلام کی طرف ہیں اور نہ کفر کی طرف۔''

دوسری قسم: انہی میں بعض ایسے لوگ بھی تھے کہ وہ دنیوی معاملات اور امور معاش میں اس قدر مصروف تھے کہ وہ نہ تو آیات الٰہی پر غور کرتے اور نہ آخرت کے سفر کیلئے ہی زاد راہ تیار کرتے۔ ان کے متعلق ارشاد الٰہی ہے:

((افلایتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالها))

''وہ قرآن مجید پر غور و فکر کیوں نہیں کرتے بلکہ ان کے دلوں پر قفل ہیں۔''

تیسری قسم: بعض ایسے لوگ بھی تھے جو ایمان اور کفر اختیار کرنے میں اپنی قوم کے مقلد تھے۔ اگر ان کی قوم دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتی تو وہ بھی ایمان لے آتے۔ اگر کفر پر قائم رہتی تو وہ بھی کفر کی طرف لوٹ جاتے۔

چوتھی قسم: بعض وہ لوگ تھے کہ ان کے قلوب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں طرح طرح کے خیالات فاسدہ پیدا ہوتے تھے اور آپس میں گاہے بگاہے ان خیالات کا اظہار بھی کرتے اور کچھ طعن و تشنیع اور تمسخر سے بھی کام لیتے۔ انہی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((یحذر المنافقون ان تنزل علیھم سورۃ تنبئھم بما فی قلوبھم قل استھزؤ ان اللہ مخرج ماتحذرون))

''منافق اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی سورت نازل کردی جائے ان کے بارے میں جو ان کے دلوں کے راز کو ظاہر کردے۔ کہہ دیجئے کہ مذاق کرلو۔ اللہ اس راز کو ظاہر کردینے والا ہے جس کا تم اندیشہ کرتے ہو۔''

نفاق کی دو بڑی اقسام: درحقیقت نفاق کی دو بڑی اقسام ہیں:

1: عقیدہ کا نفاق۔

2: عمل کا نفاق۔

عقیدہ کا نفاق: نفاق کی پہلی قسم یعنی عقیدہ کا نفاق جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سمجھنا اور پہچاننا بہت مشکل ہے اور ناممکن ہے، کیونکہ دل کے حالات سے آگاہ ہونا کسی کیلئے ممکن نہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے اس کی اطلاع دے دی جاتی تھی۔

عمل کا نفاق: البتہ نفاق کی دوسری قسم یعنی عمل کا نفاق بہت عام ہے۔ اس کی پہچان کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح حدیث موجود ہے:

((ثلاث من کن فیہ کان منافقاً خالصاً اذاحدث کذب واذاوعداخلف واذاخاصم فجر))

''تین خصلتیں منافق کی علامت ہیں کہ جس میں وہ تینوں پائی جائیں وہ پکا منافق ہے۔ جب بولے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے اس کی خلاف ورزی کرے اور جب لڑے تو گالی دے۔''

''بعض کتب حدیث میں (واذااؤتمن خان) آیا ہے کہ جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔

ایک اور حدیث ہے جو منافق کی علامت ظاہر کرتی ہے:

((ھم المنافق بطنہ وھم المؤمن فرسہ))

''منافق ہمیشہ اپنی معاش کی فکر میں سرگرداں پھرتا ہے اور مومن رضائے الٰہی کی خاطر جہاد کی فکر میں رہتا ہے۔''

دورِ حاضر کے منافق:

امراء، وزراء اور رؤساء کے مصاحبین اور نوکر چاکر جو اُن کے احکام کو سنت پر ترجیح دیتے ہیں وہ بھی عملی لحاظ سے منافق ہیں۔ اسی طرح منطقی و فلسفی لوگوں کی وہ جماعت بھی اسی دائرہ میں شامل ہے جن کے دلوں میں اسلام کے بارے میں شکوک اور شبہات ہیں۔

☆☆☆

فصل نمبر21:

قناعت

قناعت والی زندگی: ارشاد ربانی ہے:

((من عمل صالحاً من ذکر او انثی وهو مومن فلنحیینه حیاةً طیبةً))

''جس آدمی نے مومن ہونے کی حالت میں نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہم اسے ضرور اچھی زندگی عطا کریں گے۔'' (سورۃ النحل، آیت نمبر:۹۷)

کثیر مفسرین کا قول ہے کہ حیات طیبہ سے مراد دنیا میں قناعت ہے۔

نہ ختم ہونے والا خزانہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((القناعة کنز لا یفنی))

''قناعت نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے۔'' (ترغیب وترھیب:۱۲۳۶)

صاحب قناعت ہی شکر ادا کرنے والا ہوتا ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''متقی بنو، تم سب سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے۔ قانع بنو تم سب سے زیادہ شکر گزار ہو جاؤ گے۔ تم جو کچھ اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لئے پسند کرو، تم سچے مومن بن جاؤ گے۔ اپنے ہمسائے سے حسن اخلاق کے ساتھ پیش آو، تم مسلمان کہلاؤ گے۔ کم ہنسو کیونکہ زیادہ ہنسنا قلب کو مردہ کر دیتا ہے۔'' (سنن ابن ماجہ:۲۱۷)

محتاج بحتاج لوگ مردے ہیں، ماسوائے ان کے جن کو اللہ تعالی قناعت کی عزت سے زندہ رکھے۔

ایک فرشتہ: شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''قناعت ایک فرشتہ ہے، جو مومن کے دل کے سوا کہیں سکونت اختیار نہیں کرتا۔''

قناعت اور رضا کا تعلق: شیخ ابو سلیمان دارانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''قناعت اور رضاء کا آپس میں وہی تعلق ہے جو ورع اور زہد کا ہے۔ قناعت رضاء کی ابتداء ہے اور ورع زہد کی۔''

محبوب چیزوں کے نہ ہونے پر بھی سکون ہونا: بندوں کو جن چیزوں سے محبت ہے، ان کے نہ ہونے پر بھی سکون ہونے کا نام قناعت ہے۔

تدبیر: شیخ ابو بکر مراغی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''عقلمند وہ شخص ہے جو دنیاوی امور کی تدبیر قناعت اور لیت و لعل کرنے سے کرے اور آخرت کے امور کی تدبیر حرص اور جلد بازی سے کرے اور دین کے معاملات کی تدبیر علم اور کوشش سے کرے۔''

قناعت ہے کیا: شیخ ابو عبداللہ بن خفیف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''کھوئی ہوئی چیز کی امید کو ترک کرنے اور موجودہ چیز کے ساتھ استغفار کرنے کا نام قناعت ہے۔''

رزق حسن: ارشاد باری تعالی ہے:

((لیرزقنهم الله رزقاً حسناً))

''تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو رزق حسن عطا فرمائے۔'' (سورۃ الحج، آیت نمبر: ۸۵)
اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں بعض مفسرین نے کہا ہے کہ رزق حسن سے مراد قناعت ہے۔
قسمت پر راضی رہنا: شیخ محمد بن علی ترمذی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''بندے کا اس رزق پر راضی رہنا جو اس کی قسمت میں لکھا جا چکا ہے قناعت کہلاتا ہے۔''
لالچ سے بچنا: شیخ محمد بن علی ترمذی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''جو چیز مل جائے تیرا اس پر اکتفاء کرنا اور جو چیز نہ ملے اس کا لالچ نہ کرنا قناعت ہے۔''
عزت وغنا: شیخ وہب کا ارشاد ہے:
''عزت اور غنا دونوں رفیق کی تلاش میں نکلیں۔ انہیں قناعت مل گئی اور وہ وہیں ٹھہر گئیں (کہ اب اور کسی چیز کی تلاش کی ضرورت نہیں)۔''
اللہ کا قناعت عطا فرمانا: منقول ہے کہ جسے ہر قسم کا شوربا اچھا لگتا ہے اس میں زیادہ قناعت پائی جاتی ہے۔ جو آدمی ہر حال میں اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے قناعت عطا فرماتا ہے۔''
شیخ ابو حازم: منقول ہے کہ شیخ ابو حازم علیہ الرحمۃ ایک قصاب کے قریب سے گزرے۔ اس قصاب کے پاس فربہ گوشت تھا۔ قصاب نے ابو حازم سے کہا:
''گوشت لے لیں، اس لئے کہ یہ فربہ ہے۔''
انہوں نے فرمایا:
''میرے پاس تو پیسے نہیں ہیں۔''
قصاب نے کہا:
''میں آپ کو مہلت دے دوں گا۔''
شیخ ابو حازم نے فرمایا:
''میرا نفس مجھے تم سے بہتر مہلت دے گا (یعنی میں اپنے نفس کو اس کے نہ کھانے پر راضی کر لوں گا)۔''
سب سے زیادہ قناعت والا: کسی نے پوچھا:
''سب سے زیادہ قناعت کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟''
جواب ملا:
''وہ آدمی سب سے زیادہ قناعت والا ہے جو سب سے زیادہ لوگوں کی مدد کرتا ہے اور انہیں کم تکلیف دیتا ہے۔''
قانع ہر حالت میں مالدار ہوتا ہے: آسمانی کتاب زبور میں لکھا ہے:
''قانع خواہ بھوکا ہی کیوں نہ ہو، مالدار ہوتا ہے۔''
پانچ چیزیں پانچ چیزوں میں: اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں میں رکھا ہے:
اللہ تعالیٰ نے عزت کو اطاعت میں رکھا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ذلت کو معصیت میں رکھا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے مصیبت کو قیام اللیل (رات بھر عبادت کرنے) میں رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حکمت کو خالی پیٹ میں رکھا ہے۔
اور اللہ تعالیٰ نے نالداری کو قناعت میں رکھا ہے۔
طمع سے بدلہ: شیخ ابراہیم مارستانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''اپنی طمع سے اس طرح بدلہ لو جس طرح تم اپنے دشمن سے قصاص کے ذریعے بدلہ لیتے ہو۔''
قانع آرام میں رہا: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''قانع اپنے اہل زمانہ سے آرام میں رہا اور اپنے ساتھیوں سے سبقت لے گیا۔''
فوقیت: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''قانع اہل زمانہ سے آرام میں رہا اور اس نے سب پر فوقیت حاصل کر لی۔''
حرص کے عوض قناعت: شیخ ابوبکر محمد بن علی کتانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''جس نے حرص کے عوض قناعت خرید لی اسے عزت اور مروّت مل گئی۔''
لوگوں کے مال پر نظر رکھنے والا: شیخ ابوبکر محمد بن علی کتانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''جو آدمی لوگوں کے مال پر نگاہ رکھتا ہے، اس کا غم زیادہ ہوتا ہے۔''
قناعت کے بارے میں شعر: قناعت کے بارے میں یہ شعر پڑھا جاتا ہے:

واحسن بالفتی من یوم عامر
ینال به الغنی کرم و جوع

''اور زیادہ اچھے ہیں نوجوان کے لیے عار والے دنوں سے جن میں وہ مال و دولت حاصل کرے، کرم اور بھوک والے دن۔''
بادشاہ کی نوکری: منقول ہے کہ ایک آدمی نے ایک صاحب عقل کو دیکھا کہ جو سبزی پانی کے اوپر گر پڑی تھی، وہ اسے کھا رہا تھا۔ اس آدمی نے عقلمند سے کہا:
''اگر تو بادشاہ کی نوکری کر لیتا تو تجھے یہ کھانے کی نوبت نہ آتی۔''
اس دانا نے جواباً کہا:
''تو بھی اگر قناعت کرتا تو تجھے بادشاہ کی نوکری کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔''
صاحب طمع مشکلات میں گرا رہتا ہے: منقول ہے کہ عقاب اپنی اڑنے کی جگہ میں بڑا ذی عزت ہوتا ہے۔ کسی صیاد کی نگاہ یا طمع اس کی طرف اٹھ نہیں سکتی۔ مگر جب وہ کسی مردار کی، جو جال میں پھنسا ہوا ہو، طمع کرتا ہے تو اپنے اڑنے کی جگہ سے نیچے اتر آتا ہے اور جال میں پھنس جاتا ہے۔
حضرت موسیٰ و خضر: مروی ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طمع کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا:
((لو شئت لا تخذت علیه اجرًا))
''اگر آپ چاہتے تو اس (دیوار کو سیدھا کرنے) پر اجرت لے سکتے تھے۔'' (سورۃ الکہف، آیت نمبر: ۷۷)
حضرت خضر نے جواباً کہا:
((هذا فراق بینی و بینك))
''اب میرے اور آپ کے درمیان علیحدگی کا وقت آ پہنچا۔'' (سورۃ الکہف، آیت نمبر: ۷۸)

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام جب یہ کلمات بیان فرمار ہے تھے عین اسی وقت حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے درمیان ایک ہرن ظاہر ہوگیا۔اس وقت دونوں بھوکے تھے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ہرن کا پہلو تھا۔وہ بھنا ہوا نہ تھا اور جو پہلو حضرت خضر کی طرف تھا، وہ بھنا ہوا تھا۔

نعمتوں سے مراد قناعت کی نعمت ہے: فرمان باری تعالیٰ ہے:

((ان الابرار لفی نعیم))

''بیشک نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے۔''(سورۃ الانفطار، آیت نمبر:۱۳)

اس آیت مبارکہ کے بارے میں منقول ہے کہ لفظ ''نعیم'' سے مراد قناعت ہے۔

طمع کی ذلت: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ان الفجار لفی جحیم))

''بے شک برے لوگ جہنم میں ہوں گے۔''(سورۃ الانفطار)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ اس سے مراد طمع کی ذلت ہے۔

رجس سے مراد قناعت ہے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیراً))

(سورۃ الاحزاب، آیت نمبر:۳۳)

''بے شک اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کردے اے اہل بیت۔اور تمہیں خوب پاک کردے پاک کرنا۔''

اس آیت مبارکہ میں لفظ ''رجس'' سے مراد بخل اور طمع ہے۔اور یطہرکم تطہیراً سے مراد سخاوت اور ایثار ہے۔

حضرت سلیمان کی دعا: حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے:

((هب لی ملکاً لا ینبغی لا حد من بعدی))

''اے اللہ! مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے علاوہ کسی دوسرے کے حصے میں نہ آئے۔''(سورۃ ص:۳۵)

اس آیت مبارکہ میں ''ملک'' سے مراد قناعت کا مقام ہے۔

شدید عذاب: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((لا عذبنه عذاباً شدیدًا))

''یقیناً میں اسے عذاب دوں گا شدید قسم کا عذاب۔''(سورۃ النمل، آیت نمبر:۲۱)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ میں تم سے قناعت سلب کردوں گا اور تجھے طمع میں مبتلا کردوں گا۔ بالفاظ دیگر میں اللہ سے درخواست کروں گا کہ تجھے ایسا کردے۔

درجات کا حصول قناعت کے سبب: شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا:

''آپ اس درجہ پر کیسے پہنچے؟''

آپ نے فرمایا:

''میں نے دنیا کے اسباب کو جمع کر کے قناعت کی رسی سے باندھ دیا۔پھر صدق کی منجنیق میں رکھ کر ناامیدی کے سمندر میں پھینک دیا۔لہٰذا میں آرام میں رہا۔''

جسے پیسوں کا لالچ ہو وہ اپنے پیسے پاس رکھے: شیخ عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ موسم حج میں ہم سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے پاس بیٹھے تھے اور ان کے اردگرد عجمیوں اور مولدین کی ایک جماعت تھی۔ اچانک ایک آدمی پانچ سو سونے کے سکے لایا اور ان کے سامنے رکھ کر عرض کرنے لگا:

''ان کو محتاجوں میں تقسیم کردیجئے۔''

سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''کیا تمہارے پاس اور بھی دینار ہیں؟''

اس نے عرض کیا:

''میں بہت سے دیناروں کا مالک ہوں۔''

آپ نے فرمایا:

''کیا تو اور بھی لینا چاہتا ہے؟''

اس نے کہا:

''ہاں!''

سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''تو پھر ان دیناروں کو لے جاؤ کیونکہ تم ان کے زیادہ حق دار ہوں۔''

پھر آپ نے یہ دینار اسے واپس کر دیئے اور اس کے اصرار کے باوجود ان کو قبول نہیں کیا۔

☆☆☆

فصل نمبر 22:

توکل

اللہ پر توکل: ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

((ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ))

''جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے پس اللہ اس کے لئے کافی ہے۔'' (سورۃ الطلاق، آیت نمبر:۳)

متوکلین: ایک جگہ فرمایا:

((وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون))

''اور توکل کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ اللہ پر ہی بھروسہ کریں۔'' (سورۃ التوبۃ، آیت نمبر:۵۱)

ایمان والوں کو خطاب: نیز فرمایا:

((وعلی اللہ فتوکلو ان کنتم مومنین))

''اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم مومن ہو۔'' (سورۃ المائدۃ، آیت نمبر:۲۳)

ستر ہزار متوکلین بغیر حساب جنت میں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے حج کے موسم میں تمام امتیں دکھلائی گئیں، میں نے اپنی امت کو دیکھا کہ دشت وجبل کو بھرے ہوئے تھی۔ مجھے ان کی کثرت اوران کی ہیئت بہت پسند آئی۔ مجھ سے پوچھا گیا: کیا تو اس پر راضی ہے؟ میں نے جواباً کہا: ہاں۔ فرمایا: اس امت کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے، جو بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے، جو نہ تو اپنے جسموں کو (علاج کے لئے) داغتے ہیں، نہ شگون لیتے ہیں اور نہ جھاڑ پھونک کرواتے ہیں، بلکہ وہ اپنے رب پر بھروسہ کئے رہتے ہیں۔''

یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر عرض کیا:

''یارسول اللہ! اللہ سے دعاء کیجئے کہ مجھے ان لوگوں میں سے بنادے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کردی۔ پھر ایک اور شخص اٹھا اور عرض کیا:

''یارسول اللہ! اللہ سے درخواست کیجئے کہ مجھے بھی ان لوگوں میں بنادے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عکاشہ تجھ پر سبقت لے گیا۔'' (صحیح بخاری) (صحیح مسلم، آیت نمبر:۲۲۰)

توکل کی تین نشانیاں: شیخ عمر بن سنان سے منقول ہے کہ شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''توکل کرنے والے کی تین نشانیاں ہیں۔ پہلی: وہ کسی سے نہ مانگے۔ دوسری: وہ کسی چیز کو رد نہ کرے۔ تیسری: وہ کوئی چیز اپنے پاس روکے نہ رکھے۔''

کسی بھی حالت میں باطن متزلزل نہ ہو: شیخ ابوموسیٰ دبیلی سے منقول ہے کہ کسی آدمی نے شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا:

''توکل کیا ہے؟''

انہوں نے مجھ سے فرمایا:
''تم اس بارے میں کیا کہتے ہو۔؟''
میں نے عرض کیا:
''اہل تصوف کے شیوخ کا قول ہے کہ توکل یہ ہے کہ اگر درندے اور سانپ تمہارے دائیں بائیں ہوں' تب بھی تمہارا باطن متزلزل نہ ہو۔''
شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''ٹھیک ہے۔قریب قریب یہی بات ہے۔مگر جنتی جنت سے لطف اندوز ہو رہے ہوں اور جہنمی جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوں، پھر تم ان دونوں میں امتیاز کرنے لگو،تو تم متوکلین کی صف میں سے نکل جاؤ گے۔''
توکل کا پہلا درجہ: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''توکل کا پہلا درجہ یہ ہے کہ بندہ اللہ کے سامنے اس طرح ہو جس طرح مردہ غسل دینے والے کے سامنے ہوتا ہے کہ وہ جس طرح چاہتا ہے اسے پلٹتا ہے۔یہ نہ تو وہ حرکت کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی تدبیر۔''
اللہ پر اعتماد: شیخ حمدون قصار علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''اللہ پر اعتماد کرنے کا نام توکل ہے۔''
کہاں سے کھاتے ہو: شیخ احمد بن خضرویہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے شیخ حاتم الاصم علیہ الرحمۃ سے عرض کیا:
''آپ کہاں سے کھاتے ہیں؟''
انہوں نے فرمایا:

((ولله خزائن السموات والارض ولكن المنافقين لا يفقهون))

''زمین وآسمان کے خزانے اللہ ہی کی ملکیت ہیں مگر منافق نہیں سمجھتے۔''(سورۃ المنافقون، آیت نمبر:۷)
مقام توکل: مقام توکل قلب ہے۔جب بندے کے قلب میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ جائے کہ تقدیر اللہ کی طرف سے ہے، تو پھر اگر کوئی چیز مشکل ہو تو اس کی تقدیر سے ہو گی اور اگر کوئی چیز اتفاقیہ مل جائے یا آسان ہو تو وہ بھی اللہ ہی کے آسان کرنے سے آسان ہو گی۔لہٰذا اس صورت میں ظاہری حرکات وکوشش توکل کے موافق نہ ہوں گے۔
توکل ظاہری اسباب کے بعد: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی اونٹنی پر سوار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا:
''یارسول اللہ! کیا میں اس اونٹنی کو چھوڑ دوں اور اللہ پر بھروسہ کیے رہوں۔؟''
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''اس کی ٹانگوں میں رسی باندھ دو، پھر اللہ پر بھروسہ کرو۔''(سنن ترمذی:۲۵۱۷)(سنن ابن ماجہ:۷۳۱)
اپنی ذات پر بھروسہ: شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''جس کا بھروسہ خود اس کی ذات پر صحیح ہے،اس کا بھروسہ غیر پر بھی صحیح ہو گا۔''
اللہ پر توکل کا دعویٰ: شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''لوگوں کا دعویٰ ہے کہ وہ اللہ پر توکل کرتے ہیں،حالانکہ ان کا یہ دعویٰ غلط ہے۔اگر ان لوگوں کو اللہ پر توکل ہوتا تو یہ لوگ ان تمام

امور پر رضا مند ہوتے جو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کرتا ہے۔''

آدمی متوکل کب ہوتا ہے: شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''بندہ متوکل اس وقت ہوتا ہے جب وہ اللہ کو اپنا وکیل بنانے پر راضی ہو۔''

ابراہیم خواص کو نصیحت: شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بیابان میں سفر کر رہا تھا کہ میں نے ایک ندا سنی۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک دیہاتی جا رہا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا:

''اے ابراہیم! ہمارے ہاں توکل ہے۔ ہمارے ہاں قیام کرو، تاکہ تمہارا توکل درست ہو جائے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ تمہارا کسی شہر میں داخل ہونے کی امید کرنا' جہاں مختلف قسم کے کھانے مل جاتے ہوں' تجھے اس شہر میں مقیم ہونے پر اکساتا ہے۔ شہروں سے امید منقطع کر لو اور توکل کرو۔''

صاحب توکل کی پہچان: شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا:

''توکل کیا ہے؟''

انہوں نے فرمایا:

''جب تمہیں اسباب کی سخت ضرورت تھی لیکن تم ان کی طرف جانے کے لئے بے چین نہ ہوئے۔ باوجود اس کے کہ تم اسباب و ذرائع کو استعمال میں لا رہے ہو، پھر بھی تم اس سکون و اطمینان سے جو تمہیں حق کے ساتھ حاصل ہے، نہ ہٹے تو تم میں توکل ہے۔''

توجہ الی اللہ: شیخ ابو تراب نخشبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''توکل بندوں کو اللہ کی بندگی میں لگائے رکھنا، دل کا تعلق رب کے ساتھ ہونا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت پر مطمئن ہونا ہے۔ لہٰذا اگر اسے کوئی چیز مل جائے' تو وہ اس کا شکریہ ادا کرے اور اگر کوئی چیز نہ ملے تو صبر کرے۔''

نفس کی تدبیر چھوڑنا: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''تیرا نفس کی تدبیر کرنا چھوڑ دینا اور اپنی طاقت وقوت سے بیزاری کا اظہار کرنا توکل ہے۔ بندہ میں توکل اس وقت پیدا ہوتا ہے جب اسے معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کاموں کو جانتا ہے جن میں وہ لگا ہوا ہے۔''

درد کا احساس کب ہوتا ہے: شیخ ابوبکر کتانی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''میں نے ایک شاطر کو جو ''جمل عائشہ'' کے نام سے مشہور تھا، دیکھا کہ اسے کوڑے لگائے جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا:

''مار کا درد کب آسان ہو جاتا ہے؟''

اس نے کہا:

''جب وہ آدمی جس کی خاطر ہمیں مارا جاتا ہے ہمیں دیکھ رہا ہو۔''

توکل اپنے باطن کو آباد کرنا ہے: شیخ حسن بن منصور فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ سے پوچھا:

''آپ نے ان سفروں اور جنگلوں کو طے کرنے کے دوران کیا کام کیا؟''

انہوں نے کہا:

''میں توکل میں پڑا رہا، تاکہ توکل پر میرا نفس صحیح ہو جائے۔''

شیخ حسن بن منصور نے فرمایا:

''تو نے اپنی عمر اپنے باطن کو آباد کرنے میں گزار دی۔ توحید باری تعالیٰ میں اپنے آپ کو فنا کرنا کہاں گیا؟''

توکل کاغم نہ کرنا: شیخ استاذ ابودقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''زندگی کی فکر ایک دن تک چھوڑنا اور توکل کاغم نہ کرنا توکل ہے۔ یہ ایسا ہے جیسا شیخ سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ توکل یہ ہے کہ جو کچھ اللہ چاہے تو اس کے ساتھ خوش رہے۔''

کامل متوکل......ابراہیم خلیل اللہ: شیخ ابو یعقوب نہر جوری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ کمال حقیقت کے ساتھ اللہ پر توکل وہی تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا تھا:

((اما الیك فلا))

''مجھے تم سے کوئی حاجت نہیں ہے۔''

اس لئے کہ ان کا نفس تو اس وقت اللہ کے ساتھ غائب تھا۔ لہذا انہیں اللہ کے ساتھ کوئی اور دکھائی ہی نہ دیتا تھا۔''

نفس کو بندگی میں ڈالنا: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ سے ایک آدمی نے پوچھا:

''توکل ہے کیا؟''

انہوں نے فرمایا:

''اللہ کے علاوہ تمام خداؤں کو اتار پھینکنا اور اسباب و ذرائع کو توڑ ڈالنا توکل ہے۔''

پھر پوچھا:

''ذرا مزید وضاحت فرمادیں۔''

شیخ نے فرمایا:

''نفس کو بندگی میں ڈال دینے اور قلب کو رب العزت کے ساتھ لگادینے کا نام توکل ہے۔''

خوف و امید کا مجموعہ: شیخ حمدون قصار علیہ الرحمۃ سے کسی آدمی نے پوچھا:

''توکل کیا ہے۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''اگر تمہارے پاس دس ہزار درہم ہوں اور تمہارے ذمہ ایک دانگ بھی قرض ہو تو تمہیں ڈر رہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مرجاؤں اور یہ قرض میرے ذمے رہ جائے اور برعکس اس کے تمہارے ذمے دس ہزار درہم کا قرض ہو اور تم اتنی رقم نہ چھوڑ کر مرے جو اس قدر قرض کو پورا کردے، تو پھر بھی مایوس نہ ہو کہ اللہ تعالی تمہاری طرف سے اداء کرے۔''

ہر سبب کو ترک کر دینا: شیخ ابوعبداللہ علیہ الرحمۃ سے ایک آدمی نے توکل سے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا:

''توکل یہ ہے کہ ہر حالت میں بندے کا تعلق اللہ کے ساتھ ہو۔''

اس آدمی نے عرض کیا:

''مزید وضاحت کیجئے۔''

آپ نے فرمایا:

''تیرا ہر اس سبب کو ترک کرنا جو کسی دوسرے سبب تک پہنچائے توکل ہے، یہاں تک کہ خود اللہ تعالی اس سب کا والی بن جائے۔''

حال وسنت: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''توکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال تھا اور کسب آپ کی سنت۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال پر رہے، اسے آپ کی

سنت کو ترک کرنا چاہیے۔''

اضطراب وسکون: شیخ ابو سعید خراز علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''توکل بغیر سکون کے اضطراب اور بغیر اضطراب کے سکون کا نام ہے۔''

دنیا کی کثرت وقلت: منقول ہے کہ تیرے نزدیک دنیا کی کثرت وقلت کا یکساں ہونا توکل ہے۔

قضاء کو تسلیم کرنا: شیخ ابن مسروق علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''توکل اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی قضاء کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے کا نام ہے۔''

اللہ پر اعتماد: شیخ ابو عثمان حیری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتے ہوئے اللہ پر ہی کفایت کرنے کا نام توکل ہے۔''

صحیح صاحب توکل: شیخ حسین بن منصور علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''صحیح توکل کرنے والا وہ آدمی ہے جو کہے کہ جب تک شہر میں مجھ سے زیادہ حق دار لوگ موجود ہیں میں بلا ضرورت کوئی چیز نہ کھاؤں گا۔''

شیخ ابراہیم خواص کا توکل: شیخ ابن ابی شیخ سے منقول ہے کہ شیخ عمر بن سنان نے فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ کا ہمارے قریب سے گزر ہوا۔ ہم نے ان سے عرض کیا:

''سفر کے دوران جو عجیب ترین واقعہ آپ کو پیش آیا ہو وہ ہمارے لیے بیان فرمائیں۔''

انہوں نے فرمایا:

''ایک مرتبہ حضرت خضر علیہ السلام مجھے ملے اور مجھ سے ساتھ دینے کو کہا۔ مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ ان کے پاس اطمینان سے رہنے سے کہیں میرے توکل میں فرق نہ آجائے، لہٰذا میں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔''

دل کا تعلق فقط اللہ سے: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ سے توکل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

''وہ آدمی متوکل ہے جس کا قلب اللہ کے سوا تمام لوگوں سے تعلق توڑ کر صرف اللہ کے ساتھ زندہ رہے۔''

توکل کے تین درجات: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''توکل کے تین درجات ہیں۔ پہلا: توکل۔ دوسرا: تسلیم۔ تیسرا: تفویض۔ چنانچہ متوکل کو اللہ تعالیٰ کے وعدے پر اطمینان ہوتا ہے اور تسلیم کے درجے والا اس پر اکتفاء کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی حالت کا علم ہے اور تفویض والا اللہ کے حکم پر راضی ہوتا ہے، خواہ اس کے موافق ہو یا مخالف۔''

ابتدائی، درمیانی اور انتہائی درجہ: وقد یہ فرماتے ہیں:

''توکل ابتداء ہے، تسلیم درمیانی درجہ اور تفویض انتہائی درجہ ہے۔''

بغیر طمع کے کھانا: شیخ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ سے توکل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

''بغیر طمع کے کھانے کو توکل کہتے ہیں۔''

تصوف اور زہد: شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''صوف پہننا دکان کی مانند ہے، زہد کی باتیں کرنا پیشہ وری اور قافلوں کے ساتھ چلنا اسباب (کے اختیار کرنے کے مترادف ہے) اور یہ تمام امور دنیاوی علامات واسباب ہیں۔''

رزق اللہ کے ذمہ ہے: ایک آدمی شیخ شبلی علیہ الرحمۃ کے پاس آیا اور کثیر العیال ہونے کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا:
''گھر جا کر ان تمام لوگوں کو گھر سے نکال دو جن کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے نہیں ہے۔''

سنت اور توکل پر طعن: شیخ محمد بن الحسین سے روایت ہے کہ شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''جس نے کسی کو رزق کے حصول کی کوشش کرنے پر طعن کیا اس نے سنت پر طعن کیا اور جس نے توکل پر طعن کیا اس نے ایمان پر طعن کیا۔''

متوکل جن: شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''میں نے مکہ کے راستے میں ایک وحشی آدمی کو دیکھا۔ میں نے کہا:
''تو انسان ہے یا جن۔؟''
اس نے کہا:
''میں جن ہوں۔''
میں نے پوچھا:
''کہاں جا رہے ہو؟''
اس نے کہا:
''مکہ مکرمہ کی طرف۔''
میں نے پوچھا:
''کیا زادِ راہ کے بغیر ہی؟''
اس نے کہا:
''ہم میں بھی بعض ایسے لوگ ہیں جو اللہ پر توکل کرتے ہوئے سفر کرتے ہیں۔''
میں نے پوچھا:
''توکل کیا ہے؟''
اس نے کہا:
''فقط اللہ سے مانگنا۔''

ظاہری اسباب اور توکل: فرغانی سے منقول ہے کہ شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ توکل میں یکتا تھے اور آپ توکل کے متعلق دقیق باتیں کیا کرتے تھے۔ اس کے باوجود اپنے ساتھ ہمیشہ سوئی، دھاگہ، لوٹا اور قینچی رکھتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا:
''اے ابو اسحٰق! آپ تو ہر چیز سے اپنے آپ کو روکتے ہیں، پھر یہ چیزیں کیوں اٹھائے پھرتے ہیں؟''
آپ نے فرمایا:
''اس قسم کی چیزوں سے توکل میں کوئی فرق نہیں آتا، کیونکہ ہمارے ذمہ اللہ کے بہت سے فرائض ہیں اور فقیر کے پاس صرف ایک کپڑا ہوتا ہے۔ بسا اوقات یہ کپڑا پھٹ جاتا ہے، لہٰذا اپنے پاس سوئی دھاگہ نہ ہو تو ستر کے کھل جانے کا اندیشہ ہے جس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر آپ کے پاس لوٹا نہ ہو تو طہارت فاسد ہونے پر پاکی کیسے حاصل کی جا سکتی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی فقیر تمہیں لوٹے اور سوئی دھاگے کے بغیر دکھائی دے تو سمجھ لو کہ اس کی نماز کیسی ہوگی؟''

توکل کن کی صفات ہے: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''توکل مومنین کا خاصہ ہے، تسلیم اولیاء کا اور تفویض موحدین کا۔ پس توکل عوام کی صفت ہے، تسلیم خواص کی اور تفویض خواص الخواص کی۔''
توکل، تسلیم اور تفویض: استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''توکل انبیاء کی صفت ہے، تسلیم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اور تفویض خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی۔''
شیخ حداد کا توکل: محمد بن عبداللہ سے منقول ہے کہ شیخ ابوجعفر الحداد علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''میں نے دس برس سے زیادہ عرصہ توکل کا عزم کیے رکھا۔ میں مزدوری کرتا اور ہر روز اپنی مزدوری لیتا، مگر اس میں سے پانی کا گھونٹ تک نہ پیتا اور نہ حمام کی آمدنی لیتا۔ نیز میں فقراء کے پاس آتا اور میں خود اسی طرح رہتا۔ (اپنی حالت کو لوگوں سے چھپائے رہتا)۔''
ننگے پاؤں چودہ حج کرنا: شیخ حسن علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''میں نے چودہ حج ننگے پاؤں کیے۔ پاؤں میں جب کانٹا چبھتا اور درد محسوس ہوتا تو میں یاد کرتا کہ میں نے عہد کیا ہے کہ اللہ پر توکل کروں گا۔ یہ کہہ کر میں زمین پر پاؤں رگڑتا اور چل پڑتا اور کانٹا نہ نکالتا۔''
شیخ ابوحمزہ: محمد بن عبداللہ الواعظ کہتے ہیں کہ خیر النساج علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''میں نے شیخ ابوحمزہ علیہ الرحمۃ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے سیر ہو کر جنگل میں جانے سے شرم آتی ہے۔ جب میں نے اللہ پر توکل کرنے کا عہد کر رکھا ہے تو کہیں سیر ہو کر (عبادت کرنے میں) کوشش کرنا میرا توشہ نہ بن جائے۔''
اعلیٰ ترین درجہ: شیخ حمدون قصار علیہ الرحمۃ سے توکل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:
''توکل وہ درجہ ہے جس تک میں ابھی تک نہیں پہنچ پایا اور وہ شخص جس کے ایمان کا حال ابھی درست نہیں ہوا وہ توکل کے بارے میں کیسے بات کر سکتا ہے؟''
توکل کرنے والے کی مثال: اللہ پر توکل کرنے والے کی مثال اس بچے کی سی ہے کہ جسے اپنی والدہ کے پستانوں کے سوا کسی اور جائے پناہ کا پتہ نہیں، یہی حال متوکل کا ہے کہ اسے راہ ملتی ہے تو صرف اللہ کی طرف۔
ایک متوکلہ کا قصہ: ایک صاحب تصوف کہتے ہیں کہ میں جنگل میں تھا کہ ایک قافلہ آیا اور اس نے اپنے آگے ایک آدمی کو دیکھا۔ میں تیزی سے چل کر اس تک پہنچا، دیکھا تو وہ ایک عورت تھی، جس کے ہاتھ میں لاٹھی تھی اور وہ آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ میں سمجھا کہ وہ تھک گئی ہے، لہذا میں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور بیس چاندی کے سکے نکال کر پیش کیے اور کہا:
''ان درہموں کو لے لو اور وہاں ٹھہر جاؤ۔ جب قافلہ آجائے اور ان درہموں سے جانور کرایہ پر لے لینا۔''
اس عورت نے ہوا میں ہاتھ سے اشارہ کیا تو اس کے ہاتھ میں سونے کے سکے آگئے۔ وہ کہنے لگی:
''تم تو جیب سے درہم نکالتے ہو اور میں غیب سے لیتی ہوں۔''
آب زمزم پینے والا: شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ نے مکہ مکرمہ میں ایک آدمی کو دیکھا جو آب زمزم کے علاوہ کچھ بھی کھاتا پیتا نہ تھا۔ میں نے کئی روز اسے اسی حالت میں دیکھا۔ ایک روز میں نے کہا:
''فرض کرو اگر زمزم کا کنواں خشک ہو جائے تو پھر تم کیا پیو گے؟''
اس آدمی نے اٹھ کر میرے سر کو بوسہ دیا اور کہا:

''اللہ تمہیں نیک جزاء دے تو نے مجھے راہ راست دکھا دیا، کیونکہ میں تو کئی دنوں سے زمزم کو پوجتا تھا۔''
پھر وہ وہاں سے چل دیا۔
ایک نوجوان کا توکل: شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں نے ملک شام کے راستہ میں ایک نوجوان کو دیکھا۔ وہ بڑے اچھے اخلاق کا مالک تھا۔ اس نے مجھ سے کہا:
''تم میری صحبت میں رہنا چاہتے ہو؟
میں نے کہا:
''میں تو بھوکا رہتا ہوں۔''
وہ کہنے لگا:
''اگر تو بھوکا رہے گا تو میں بھی بھوکا رہوں گا۔''
ہم ایک دوسرے کے ساتھ رہنے لگے۔ یونہی چار دن گزر گئے۔ ہمارے پاس کہیں سے کوئی چیز آگئی تو میں نے اس سے کہا:
''آؤ کھالو۔''
اس نے کہا:
''میں تو عہد کر چکا ہوں کہ کسی کے ذریعے سے کوئی چیز نہ لوں گا۔''
میں نے کہا:
''اے بچے! تم نے تو بہت باریک بات کہی۔''
وہ کہنے لگا:
''اے ابراہیم! میری جھوٹی تعریف نہ کرو، کیونکہ پرکھنے والا تمہارے مال اور توکل کو خوب جانتا ہے۔ توکل کا کمتر درجہ یہ ہے کہ اگرچہ تجھے فاقہ پر فاقہ آئے، پھر بھی تیرا قلب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف توجہ نہ کرے۔''
سب کچھ مالک الملک کو سونپ دینا: منقول ہے کہ تمام شکوک کے رفع ہو جانے اور مالک الملوک (اللہ تعالیٰ) کو (تمام معاملات) سونپنے کا نام توکل ہے۔''
ترک حیلہ: کچھ احباب سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمہ کے پاس آئے اور کہا:
''ہم رزق کہاں ڈھونڈیں؟''
آپ نے فرمایا:
''اگر تمہیں معلوم ہے کہ وہ کون سی جگہ ہے تو ڈھونڈ لو۔''
وہ کہنے لگے:
''ہم اللہ سے مانگیں گے۔''
شیخ نے فرمایا:
''اگر تمہارا خیال یہ ہے کہ اللہ تمہیں بھول گیا ہے تو اسے یاد کرا دو۔''
وہ کہنے لگے:
''ہم گھر کے اندر پڑے رہتے ہیں اور اللہ پر توکل کرتے ہیں۔''

شیخ نے فرمایا:

''اللہ کو آزمانا اس بات کی دلیل ہے کہ تمہیں شک ہے۔''

وہ کہنے لگے:

''پھر کیا حیلہ کیا جائے؟''

سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''حیلہ کو ترک کر دیا جائے۔''

توکل کی اہمیت: شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ نے شیخ احمد بن الحواری علیہ الرحمۃ سے فرمایا:

''اے احمد! آخرت کے راستے بہت سے ہیں اور تیرے شیخ کو ان میں سے بہت سے راستوں کا علم ہے، توکل کے علاوہ کہ آج تک میں نے اس کی بو بھی نہیں سونگھ پایا۔''

توکل کا مفہوم: منقول ہے کہ توکل یہ ہے کہ جو کچھ اللہ کی قدرت میں ہے تو اس پر بھروسہ کرے اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے تو اس سے ناامید ہو جائے۔

طلب رزق سے بچنا توکل ہے: طلب رزق کا تقاضا کرنے میں غور و فکر کرنے سے اپنے باطن کو فارغ رکھنا ہی توکل ہے۔

صاحب توکل اور طمع: شیخ حارث محاسبی علیہ الرحمۃ سے کسی نے پوچھا:

''صاحب توکل کو طمع لاحق ہوتی ہے یا نہیں؟''

شیخ نے فرمایا:

''طبیعت کے تقاضے کے مطابق کچھ خطرے (طمع) اسے لاحق ہوتے ہیں، مگر اسے کچھ نقصان نہیں پہنچاتے۔ طمع کو ساقط کرنے میں تقویت حاصل کرنے کے لئے اسے چاہیے کہ لوگوں کے پاس جو کچھ بھی ہے، اس سے ناامید ہو جائے۔''

کفایت: منقول ہے کہ ایک مرتبہ بیابان میں شیخ ابوالحسین احمد بن محمد نوری علیہ الرحمۃ کو بھوک لگی تو انہیں غیب سے نداء آئی:

''تمہارے نزدیک کون سی چیز بہتر ہے؟ سبب یا کفایت؟''

انہوں نے عرض کیا:

''کفایت، جس کی کوئی انتہا نہ ہو۔''

چنانچہ شیخ ابوالحسین نوری علیہ الرحمۃ سترہ یوم تک بھوکے رہے۔

فقیر کو کتنا توکل کرنا چاہیے: شیخ ابوروذباری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''فقیر پانچ یوم بھوکا رہنے کے بعد اگر چھٹے دن کہے کہ میں بھوکا ہوں تو اسے مجبور کرو کہ بازار میں جا کر کام کرے اور کمائے۔''

صلاحیت تصوف: منقول ہے کہ شیخ ابوتراب نخشبی علیہ الرحمۃ نے ایک صوفی کو تربوز کے چھلکے کی طرف ہاتھ بڑھاتے دیکھا جس نے تین یوم سے کچھ تناول نہیں کیا تھا تو آپ نے فرمایا:

''جا بازار میں جا کر کوئی پیشہ اختیار کر، کیونکہ تجھ میں تصوف کی صلاحیت نہیں پائی جاتی۔''

دس دن سے رزق اپنے صاحب کو تلاش کر رہا ہے: شیخ ابویعقوب اقطع بصری کہتے ہیں کہ ایک بار میں مکہ مکرمہ میں میں دس یوم بھوکا رہا۔ جس سے میں نے ضعف محسوس کیا۔ دل میں خیال آیا تو میں جنگل کی طرف نکل گیا کہ شاید کچھ کھانے کو مل جائے، جس سے کمزوری دور ہو سکے۔ مجھے ایک گرا پڑا شلجم دکھائی دیا۔ میں نے اسے اٹھا لیا، مگر دل میں نفرت پیدا ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ

کوئی شخص مجھ سے یوں کہہ رہا ہے:

''تو دس یوم بھوکا رہا اور اس کے بعد کیا تمہاری قسمت میں ایک خراب شلجم ہی لکھا ہے۔؟''

لہذا میں نے اسے پھینک دیا اور مسجد میں چلا گیا۔ وہاں جا کر بیٹھ گیا۔ اس وقت ایک عجمی آ کر میرے سامنے بیٹھ گیا اور اس نے آ کر ایک صندوق رکھ دیا اور کہنے لگا:

''یہ تمہارا ہے؟''

میں نے پوچھا:

''تم نے اسے کیوں میرے لئے مخصوص کر دیا؟''

اس نے کہا:

''ہم دس دن سے سمندر میں سفر کر رہے تھے اور کشتی ڈوبنے کے قریب ہو گئی تھی۔ ہم میں سے ہر ایک نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں نجات دے تو کوئی چیز صدقہ میں دیں گے۔ چنانچہ میں نے بھی نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ مجھے نجات دے تو مکہ مکرمہ کے مجاورں میں سے جس آدمی کو پہلے دیکھوں گا اسے میں یہ صدقہ کے طور پر دوں گا اور آپ ہی پہلے آدمی ہیں جن سے میری ملاقات ہوئی ہے۔''

میں نے کہا:

''اسے کھولو۔''

اس نے کھولا تو اس میں مصری میدے کا کیک، چھلے ہوئے بادام اور قند سفید کی ڈلیاں تھیں۔ میں نے اس میں سے کچھ لے لیا اور پھر کہا:

''باقی اپنے بچوں کے لئے لے جاؤ۔ یہ ان کے لئے میری طرف سے تحفہ ہے۔''

اس نے میرا شکریہ ادا کیا اور چلا گیا۔ میں نے اپنے دل سے کہا:

''تمہارا رزق دس دن سے تمہاری طرف آ رہا ہے اور تو اسے وادی میں ڈھونڈ رہا تھا۔؟''

شیخ ممشاد دینوری: شیخ ابوبکر رازی فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ شیخ ممشاد دینوری علیہ الرحمۃ کے پاس تھا کہ قرض کا ذکر چھڑ گیا۔ شیخ ممشاد دینوری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''ایک وقت تھا کہ میرے ذمے کچھ قرض تھا، جس کی وجہ سے میں مغموم سا تھا۔ میں نے خواب میں کسی کو کہتے سنا: اے بخیل! تم نے صرف اسی قدر ہم پر اعتماد کیا۔؟ لے جاؤ اور ہم دیئے جائیں گے۔ اس واقعہ کے بعد میں نے نہ کسی سبزی فروش سے حساب کیا اور نہ کسی قصاب سے اور نہ کسی اور سے۔''

شیخ بنان حمال: شیخ بنان حمال کہتے ہیں کہ میں مکہ کی جانب جا رہا تھا۔ اس وقت میں مصر سے آیا تھا اور میرے ساتھ زادراہ تھا۔ ایک خاتون میرے قریب آئی اور کہنے لگی:

''اے بنان! تم تو مزدور (حمال) ہو کہ اپنی پیٹھ پر زادراہ اٹھائے پھرتے ہو اور خیال کرتے ہو کہ اللہ تم کو رزق نہ دے گا۔''

یہ سن کر میں نے اپنا زادراہ پھینک دیا اور تین دن تک کچھ کھانے کو نہ ملا۔ اس کے بعد مجھے راستے میں ایک پازیب ملی۔ میں نے دل میں کہا:

''اسے اٹھا لوں شاید اس کا مالک مل جائے، ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے کچھ دے دے، پھر میں یہ اسے واپس کر دوں۔''

دیکھا تو پھر وہی خاتون ادھر آ رہی تھی اور کہہ رہی ہے:

''تم تاجر ہو۔ دل میں کہتے ہو کہ شاید اس کا مالک آجائے اور میں اس سے کچھ لوں۔''

پھر اس خاتون نے کچھ درہم میری طرف پھینکے اور کہنے لگی:

''ان کو خرچ کرلو۔ یہ درہم مکہ تک پہنچنے کے لئے تیرے لئے کافی ہیں۔''

لونڈی کی طلب: منقول ہے کہ شیخ بنان حمال کو اپنی خدمت کے لئے ایک لونڈی کی ضرورت پڑی۔ انہوں نے بے تکلفی سے اس کا ذکر اپنے بھائیوں سے کردیا۔ انہوں نے رقم جمع کرلی اور کہا:

''یہ لو۔ ایک گروہ آرہا ہے، جو لونڈی ہمیں پسند آگئی اس کو خرید لیں گے۔''

جب وہ گروہ آگیا تو ان سب نے ایک لونڈی خریدنے پر اتفاق رائے کیا اور کہا:

''یہی اس کے لئے مناسب ہوگی۔''

اس کے مالک سے جب قیمت پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ یہ بیچنے کے لئے نہیں ہے۔ انہوں نے جب اصرار کیا تو مالک کہنے لگا:

''سمرقند سے ایک عورت نے یہ لونڈی بطور تحفہ کے بنان حمال کے لئے بھیجی ہے۔''

وہ اس لونڈی کو بنان حمال کے پاس لے گیا اور سارا قصہ بیان کیا۔

شیخ بشر حافی کی تین شرائط: محمد بن عبدون سے روایت ہے کہ شیخ حسن خیاط نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ کے پاس موجود تھا کہ چند لوگ آئے اور انہوں نے شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ کو سلام کیا۔ شیخ نے فرمایا:

''تم کہاں سے آئے ہو؟''

انہوں نے جواباً کہا:

''ہم ملک شام سے آئے ہیں۔ ہم آپ کو سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں اور حج کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔''

شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تمہاری کوشش کو قبولیت بخشے۔''

انہوں نے عرض کیا:

''آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں؟''

آپ نے فرمایا:

''میری تین شرائط ہیں۔ پہلی: ہم کوئی بھی چیز ساتھ لے کر نہیں جائیں گے۔ دوسری: ہم کسی سے کوئی چیز نہ مانگیں گے۔ تیسری: اگر ہمیں کوئی چیز دی جائے گی تو پھر بھی نہیں لیں گے۔''

انہوں نے کہا:

''پہلی اور دوسری شرط تو ہم منظور کرتے ہیں، مگر تیسری شرط کہ کوئی ہمیں دے تو قبول نہ کریں اس کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔''

شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''تم تو پھر دوسرے حاجیوں کے زادراہ پر توکل کر کے نکلے ہو (اللہ پر توکل نہیں ہے)۔''

پھر فرمایا:

''اے حسن! فقراء کی تین اقسام ہیں۔ پہلا فقیر روحانی فقیر کہلاتا ہے۔ یہ وہ ہے جو کسی سے نہیں مانگتا ہے اور کوئی دے بھی تو لیتا

نہیں۔ دوسرا: جو خود تو مانگتا نہیں، مگر اگر کوئی دیدے تو قبول کر لیتا ہے۔ اس شخص کے لئے بارگاہ رب العزت سے دستر خوان لگائے جائیں گے۔ تیسرا: وہ ہے جو مانگتا بھی ہے اور اگر کوئی اسے دے تو صرف اپنی ضرورت پر قبول کر لیتا ہے۔ اس کے سوال کرنے کا کفارہ یہ ہے کہ وہ صرف اس وقت مانگے جب اسے سخت بھوک لگے۔"

رزق کا ضامن: شیخ حبیب عجمی علیہ الرحمۃ سے کسی نے پوچھا:

"آپ نے تجارت کیوں چھوڑ دی؟"

انہوں نے فرمایا:

"میرے رزق کا ضامن (اللہ) بہت ثقہ ہے۔"

رزق کے خرچ پر رزق میں اضافہ ہوتا ہے: منقول ہے کہ سابقہ زمانے میں ایک آدمی سفر پر گیا۔ اس کے پاس ایک روٹی تھی۔ وہ کہنے لگا:

"اگر میں اسے کھا لوں گا تو مر جاؤں گا۔"

اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ایک فرشتہ مقرر کر دیا اور فرمایا:

"اگر یہ آدمی کھا لے تو اسے اور رزق پہنچانا اور اگر نہ کھائے تو اسے رزق نہ پہنچانا۔"

وہ روٹی اس کے پاس اسی طرح رہی اور وہ وہیں مر گیا۔"

تفویض کا درجہ: منقول ہے کہ جو تفویض (ہر چیز کو اللہ پر چھوڑ دینا) کے درجہ پر ہو اس کی مراد اسے اس طرح پہنچا دی جاتی ہے کہ جس طرح دلہن کو دلہن کے مالک کے پاس پہنچا دیا جاتا ہے۔

تضیع وتفویض: تضیع اور تفویض میں فرق یہ ہے کہ تضیع حقوق اللہ میں ہوتی ہے اور یہ حقوق اللہ کو ضائع کرنا ہے۔ مثلاً اوامر پر عمل نہ کرنا اور نواہی سے باز نہ آنا مذموم بات ہے اور تفویض تمہارے اپنے حقوق میں سے ہے اور یہ محمود امر ہے۔

جس کا رزق حرام ہو: شیخ عبداللہ بن مبارک سے علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"جس آدمی کی کمائی حرام ہے وہ متوکل نہیں ہو سکتا۔"

شیخ ابوسعید خراز کا توکل: شیخ ابوسعید خراز علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں زادِ راہ کے بغیر جنگل کو نکل گیا۔ راستہ میں مجھے بھوک لگی۔ (تھوڑی دیر بعد) مجھے دور سے منزل دکھائی دی' تو مجھے خوشی ہوئی کہ میں اب منزل کو پہنچنا چاہتا ہوں، مگر دل میں سوچا کہ میں نے اللہ کے علاوہ کسی اور پر اعتماد کیا اور ماسوا پر سکون واطمینان کا اظہار کیا۔ لہذا میں نے قسم کھائی کہ منزل یعنی شہر میں داخل نہ ہوں گا۔ ہاں اگر کوئی جبراً لے جائے تو لے جائے۔ چنانچہ میں نے ریت میں اپنے لیے ایک گڑھا کھودا اور چھاتی تک اپنے آپ کو اس میں چھپا دیا۔ لوگوں نے آدھی رات کے وقت ایک بلند آواز سنی:

"اے شہر والو! اللہ کے ولی نے اپنے آپ کو اس ریت میں قید کر رکھا ہے، جا کر اس کی مدد کرو۔"

چنانچہ کچھ لوگ آئے اور مجھے نکال کر شہر کی طرف لے گئے۔

شیخ ابوحمزہ خراسانی کا توکل: شیخ ابوحمزہ خراسانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حج کے لئے گیا۔ میں راستے میں ایک کنویں میں گر پڑا۔ میرے نفس نے مجھے فریاد کرنے کو کہا، مگر میں نے قسم کھائی کہ میں قطعاً فریاد نہ کروں گا۔ ابھی یہ خیال ہی کر رہا تھا کہ کنویں پر دو آدمی آ گئے۔ ایک نے کہا:

"آؤ اس کا منہ بند کر دیں، تا کہ کوئی اس میں گر نہ پڑے۔"

چنانچہ وہ کچھ سرکنڈے اور ایک چٹائی لائے اور اس سے کنویں کا منہ بند کردیا، میں نے چلانے کا ارادہ کیا، مگر پھر دل میں کہا کہ اس کے پاس فریاد کروں گا، جو اس سے بھی زیادہ مجھ سے قریب ہے۔ لہٰذا میں خاموش رہا۔

ابھی ایک ساعت ہی گزری تھی کہ ایک چیز آئی اور اس نے کنویں کا منہ کھول دیا اور اپنی ٹانگ لٹکا دی اور جھنجھناتی ہوئی آواز میں جس کے ساتھ میں پہلے ہی مانوس تھا، کہا:

''میرے ساتھ لٹک جاؤ۔''

چنانچہ میں لٹک گیا اور اس نے مجھے نکال لیا۔ میں وہاں سے چل دیا اور یہ شعر پڑھنے لگا:

اھا بك ان ابدی الیك الذی اخفی

وسری یبدیما یقول له طرفی

نھانی حیائی منك ان اکتم الھوی

واغنیتنی بالفھم منك عن الکشف

تلطفت فی امری فابدیت شاھدی

الی غائبی واللطف یدرك باللطف

تراءیت لی بالغیب حتی کانما

تبشرنی بالغیب انك فی الکف

اراك وبی من ھیبتی لك وحشة

فتونسنی باللطف منك وبالعطف

وتحیی محبا انت فی الحب حتفه

وذا عجب کون الحیاة مع الحتف

''جو میں چھپاتا ہوں اسے تمہارے پاس ظاہر کرنے سے مجھے ڈر لگتا ہے، مگر جو کچھ میری نگاہ میرے باطن کو کہتی ہے میرا باطن اسے ظاہر کردیتا ہے۔ میری حیاء تم سے عشق کو چھپائے رکھنے سے مجھے منع کرتی ہے، مگر تو نے اپنی فہم سے ہی سمجھ کر مجھے راز کھولنے سے بچا لیا۔ تو نے مجھ پر مہربانی کی اور میرے موجودہ حال کو میرے غائب حال پر ظاہر کردیا اور تمہاری عنایت کو لطیف طریقہ پر ہی سمجھا جاسکتا ہے۔ تم مجھے دکھائی دیتے ہو چہ جائیکہ تم غیب میں ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غائب میں ہوتے ہوئے بھی تم مجھے اس بات کی خوشخبری دے رہے ہو کہ تم گویا میرے ہاتھ میں ہو۔ تمہاری ہیبت کی وجہ سے، وحشت ہونے کے باوجود جب تمہیں دیکھتا ہوں تو تم اپنی عنایت ومہربانی سے مجھے مانوس کردیتے ہو۔ تم اپنے عاشق کو باوجود اس کے کہ عشق میں تم اس کے لئے موت ہو، زندہ کردیتے ہو اور یہ عجیب بات ہے کہ موت کے ساتھ زندگی ہے۔''

اللہ سے لو لگاؤ: شیخ ابوسعد ان التاہرتی سے منقول ہے کہ شیخ حذیفہ مرعشی علیہ الرحمۃ وہ شخصیت ہیں جو شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہ چکے ہیں اور انہوں نے ان کی خدمت کی ہے۔ شیخ حذیفہ سے پوچھا گیا:

''آپ نے شیخ ابراہیم میں کون سی بات سے زیادہ عجیب دیکھی؟''

انہوں نے فرمایا کہ ہم مکہ مکرمہ کی طرف جارہے تھے کہ کئی روز تک ہمیں کھانا نہ ملا۔ پھر کوفہ پہنچے تو ایک ویران مسجد میں قیام کیا۔ شیخ

ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ نے میری جانب دیکھ کر فرمایا:

''اے حذیفہ! میں تجھ پر بھوک کے آثار دیکھ رہا ہوں۔؟''

میں نے عرض کیا:

''جناب والا! ایسا ہی ہے۔''

انہوں نے فرمایا:

''کاغذ اور سیاہی لاؤ۔''

میں لے آیا۔ آپ نے اس پر لکھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اے اللہ! ہر حالت میں تو ہی ہمارا مقصود ہے اور ہر بات میں تمہاری ہی طرف ہمارا اشارہ ہوتا ہے۔''

پھر یہ اشعار لکھے:

انا حامد انا شاكر انا ذاكر
انا جائع انا نائع انا عارى
هى ستة وانا الضمين لنصفها
فكن الضمين لنصفها يا بارى
مدحى لغيرك لهب نار خضتها
فاجر عبيدك من دخول النار
ان لا تكلفنى دخول النار

''میں حامد، شاکر اور ذاکر ہوں۔ میں بھوکا، پیاسا ہوں اور ننگا ہوں۔ یہ چھ صفات ہیں، جن میں سے نصف کا تو میں ضامن ہوں درباقی نصف کا اے میرے پالنے والے! تو ضامن ہو۔ اے اللہ تیرے علاوہ کسی اور کی مدح کرنا ایسا ہے جیسے جہنم کی آگ میں گھسنا۔ لہٰذا تو اپنے بندے کو اس آگ میں پڑنے سے بچالے اور میرے نزدیک جہنم اور بھیک مانگنا ایک ہی بات ہے۔ تو کیا اے میرے رب آپ مجھے آگ میں پڑنے کی تکلیف سے نہیں بچائیں گے؟''

اس کے بعد آپ نے وہ کاغذ مجھے دیا اور فرمایا:

''جاؤ اور غیر اللہ سے لو نہ لگاؤ اور جو آدمی تمہیں سب سے پہلے ملے اسے یہ رقعہ دے دو۔''

میں شیخ کے ارشاد کے مطابق چل پڑا۔ پہلا آدمی جس سے میری ملاقات ہوئی، ایک ایسا شخص تھا جو خچر پر سوار تھا۔ میں نے وہ رقعہ اسے دے دیا۔ اس نے وہ رقعہ لیا اور رونے لگا۔ ساتھ ساتھ کہتا تھا:

''اس رقعہ کا لکھنے والا کہاں ہے؟''

میں نے جواباً کہا:

''کوفہ کی فلاں مسجد میں ہے۔''

اس نے مجھے سونے کے چھ سو سکے دیئے۔ اس کے بعد مجھے ایک اور آدمی ملا، جس سے میں نے پوچھا:

''یہ خچر والا آدمی کون ہے؟''

اس نے کہا:

"یہ عیسائی ہے۔"

میں شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ سنا دیا۔

یہ سن کر شیخ فرمانے لگے:

"اس تھیلی کو ہاتھ نہ لگانا، کیونکہ وہ ابھی آئے گا۔"

ایک ساعت ہی بیتی ہوگی کہ وہ عیسائی آ گیا، اس نے شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ کے سر کو بوسہ دیا اور مسلمان ہو گیا۔

☆☆☆

فصل نمبر23:

شکر

شکر سے نعمت میں اضافہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((لئن شکرتم لا زیدنکم))

''اگر تم شکر کرو گے تو یقیناً میں تمہیں اور زیادہ دوں گا۔'' (سورۃ ابراہیم، آیت نمبر: ۷)

شکر گزار بندہ: شیخ عطاء فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبید بن عمیر کے ہمراہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

''آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو عجیب ترین بات دیکھی ہو وہ بیان کیجئے۔''

یہ سن کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رو پڑیں اور فرمانے لگیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بات عجیب نہ تھی؟ ایک شب آپ میرے پاس تشریف لائے۔ آپ میرے ساتھ میرے بستر میں میرے لحاف میں تشریف فرما ہوئے، یہاں تک کہ میرا جسم ان کے جسم کے ساتھ لگ گیا۔ آپ فرمانے لگے: اے ابوبکر کی بیٹی! مجھے چھوڑ دو میں اپنے رب کی عبادت کرلوں۔ میں نے عرض کیا: میں آپ کے قریب رہنا چاہتی ہوں۔ چنانچہ میں نے آپ کو اجازت دے دی۔ آپ اٹھ کر پانی کے مشکیزے کی طرف گئے، وضو کیا اور بہت سا پانی بہایا۔ پھر نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور آپ رونے لگ گئے، یہاں تک کہ آپ کے آنسو آپ کے سینے پر بہنے لگے۔ پھر رکوع میں جا کر روئے۔ اسی طرح سجدے میں۔ پھر سر اٹھا کر روتے رہے۔ آپ اسی طرح کرتے رہے، تا آنکہ بلال نے آکر آپ کو نماز فجر کی اطلاع دی۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کیوں رو رہے تھے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے وسیلے سے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دیئے۔''

آپ نے فرمایا:

''کیا میں شکر گزار بندہ نہ ہوں؟ اور میں ایسا کیوں نہ کروں؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیت اتاری ہے:

((ان فی خلق السموت والارض))(سورۃ البقرۃ) (صحیح ابن حبان ۶۲۰)

حقیقت شکر: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''شکر کی حقیقت اہل تحقیق کے نزدیک یہ ہے کہ نہایت عاجزی کے ساتھ انعام کرنے والے کی نعمت کا اعتراف کیا جائے۔''

شکور: اسی قول کے مطابق اللہ تعالیٰ کو مجازاً شکور کہا جائے گا، یعنی یہ کہ وہ اپنے بندوں کو شکر گزاری پر جزاء دیتا ہے۔ لہٰذا شکر کی جزاء دینے کو یہاں شکور کہا گیا۔ جس طرح قرآن مجید میں ہے:

((وجزاسیئة سیئة مثلها))

''اور برائی کا بدلہ اسی طرح کی برائی ہوگا۔'' (سورۃ الشوریٰ)

شکر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف: بعض صاحبان تصوف سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شکر کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ معمولی سے عمل پر بہت زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے۔

چنانچہ عربی کا محاورہ ہے:

((دآبة شکور))

''وہ جانور جو کم چارہ کے باوجود فربہ ہو۔''

محسن کے احسان کا ذکر: شکر کی حقیقت یہ ہے کہ محسن کے احسان کا ذکر کر کے اس کی تعریف کی جائے۔

اللہ اور بندے کا شکر: شکر گزاری کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے احسان کا ذکر کر کے اس کی تعریف کرے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا یہ ہو گا کہ وہ بندے کے احسان کا ذکر کر کے اس کی تعریف فرماتا ہے۔

بندے اور اللہ کا احسان: بندے کا احسان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور اللہ تعالیٰ کا احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو شکر ادا کرنے کی توفیق عطاء کرنے کا انعام عطا کرے اور بندہ دل سے اس کا اقرار کرے۔

اقسام شکر: شکر کی تین اقسام ہیں:

پہلی قسم: زبان سے شکر۔ یعنی عجز وانکساری کے ساتھ بذریعہ زبان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرنا۔

دوسری قسم: بدن اور اعضاء سے شکر۔ یعنی انسان اپنے منعم کا وفادار اور خدمت گزار رہے اور عبادات واطاعت کو سرانجام دیتا رہے۔

تیسری قسم: دل سے شکر۔ منعم کے احترام کی ہمیشہ رعایت رکھتے ہوئے، اس کے احسان کو ہر لحظہ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھنا۔

علماء کا شکر: ایک شکر علماء کا ہوتا ہے اور وہ اقوال ونطق کے ساتھ ہوتا ہے (یعنی زبان کا شکر)

عابدین کا شکر: ایک شکر عابدین کا ہوتا ہے اور یہ ان کے احوال کی قسم سے ہوتا ہے۔ (یعنی اعضاء وجوارح کا شکر)

عارفین کا شکر: ایک شکر عارفین کا ہوتا ہے اور وہ اپنے عام احوال میں اپنے منعم کے لئے کاربند رہتے ہیں۔

احسان کا حصول: شیخ ابوبکر وارق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''کسی کی نعمتوں کا شکریہ ہے کہ اس کے احسان کو حاصل کرنے میں آدمی اپنے آپ کو مستحق نہ سمجھے بلکہ طفیلی سمجھے۔''

شکر کا سبب: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''شکر کرنے کا سبب شکر کے اندر موجود ہوتا ہے، کیونکہ شکر کرنے والا اپنے لئے اور زیادہ عنایات کا طالب ہوتا ہے، لہٰذا شاکر حقیقت میں اللہ کا قرب حاصل کر کے اپنی ذات کے لئے انعامات کا کوئی حصہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔''

عاجزی: شیخ ابوعثمان علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''شکر یہ ہے کہ تو شکر ادا کرنے سے اپنے آپ کو عاجز سمجھے۔''

شکر پر شکر: منقول ہے کہ کسی کا شکر ادا کرنے پر شکر کرنا شکر کرنے سے زیادہ کامل ہوتا ہے، کیونکہ تو اپنی شکر گزاری کو بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق میں سے شمار کرے گا اور یہ توفیق بھی تم پر انعامات بخشنے کی خاطر ہوگی۔ لہٰذا تو شکر پر بھی شکر کرے گا، پھر شکر پر شکر کرے گا اور پھر یہ سلسلہ لامتناہی ہو جائے گا۔''

احسان کو احسان کرنے والے کی طرف منسوب کرنا: منقول ہے کہ شکر یہ ہے کہ تو اپنی عاجزی کو جانتے ہوئے احسان کو احسان کرنے والے کی طرف منسوب کرے۔

اپنے آپ کو احسان کے لائق نہ سمجھنا: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''شکر یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو احسان کے لائق نہ سمجھے۔''

اطاعت محسن: شیخ رویم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''شکر تو یہ ہے کہ انسان اپنی تمام کی تمام طاقت احسان کرنے والے کی اطاعت میں لگا دے۔''

شاکر اور شکور میں فرق:

1: شاکر اور شکور میں فرق یہ ہے کہ شاکر وہ ہے جو موجودہ چیز پر شکر کرے اور شکور وہ ہے جو ناموجود چیز پر شکر گزاری کرے۔

2: منقول ہے کہ شاکر وہ ہے جو کسی عطیہ پر شکر کرے اور شکور وہ ہے جو نہ دینے پر بھی شکر کرے۔

3: منقول ہے کہ جو نفع پر شکر ادا کرے وہ شاکر ہے اور جو کسی چیز کے نہ ملنے پر بھی شکر ادا کرے وہ شکور ہے۔

4: منقول ہے کہ جو عطیہ پر شکر ادا کرے وہ شاکر کہلاتا ہے اور جو مصیبت پر شکر ادا کرے وہ شکور کہلاتا ہے۔

5: منقول ہے کہ جو انعام پر شکر ادا کرے شاکر کہلاتا ہے اور جو ڈھیل ڈالنے پر بھی شکر ادا کرے وہ شکور کہلاتا ہے۔

سید الطائفہ کا جواب: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب میں سات سال کا تھا اور شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کے سامنے کھیل رہا تھا۔ اس وقت ان کے پاس کچھ لوگ شکر کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ آپ نے مجھ سے پوچھا:

''شکر کیا ہے؟''

میں نے عرض کیا:

''شکر یہ ہے کہ بندہ اللہ کے احسان کے بدلے اس کی نافرمانی نہ کرے۔''

شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ عنقریب اپنے کرم سے تجھے زبان عطاء کرے گا۔''

سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''میں شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کے ان الفاظ کی وجہ سے اب تک روتا رہتا ہوں۔''

احسان کرنے والے کی طرف توجہ: شیخ شبلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''احسان کرنے والے کو نگاہ میں رکھنا شکر ہے نہ کہ احسان کو نگاہوں میں رکھنا۔''

احسان اور شکر میں فرق: منقول ہے کہ جو موجود ہے اس کی حفاظت کرنا احسان ہے اور جو چیز معدوم ہے اس کو طلب کرنا شکر ہے۔

عوام اور خواص کا شکر: شیخ ابو عثمان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''عوام تو کھانے اور لباس پر شکر کرتے ہیں، مگر خواص ان واردات پر شکر ادا کرتے ہیں، جو ان کے قلوب پر وارد ہوتے ہیں۔''

حضرت داؤد کا شکر: مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا:

''یا اللہ! میں آپ کا شکر کیسے ادا کروں؟ جب کہ میرا شکر ادا کرنا بھی آپ ہی کی ایک عنایت ہے۔؟''

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی ارشاد فرمایا:

''اب آپ نے میرا شکریہ ادا کر دیا ہے۔''

حضرت آدم کا شکر: مروی ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے دعا میں عرض کیا:

''یا اللہ! آپ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے تخلیق فرمایا اور پھر ان کے ساتھ ایسا ایسا سلوک کیا۔ لہٰذا انہوں نے آپ کا شکر کیسے ادا کیا؟''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا:

''آدم کو معلوم تھا کہ سب کچھ میری طرف سے ہے، لہٰذا یہی جاننا شکر شمار کیا گیا۔''

ہر حالت میں شکر: ایک آدمی کا ایک دوست تھا۔ بادشاہ نے اسے قید کر دیا۔ اس آدمی نے اپنے دوست کو پیغام بھیجا۔ دوست نے جواباً کہا:

''اللہ کا شکر ادا کرو۔''

قیدی دوست کو داروغہ نے خوب مارا۔ اس نے پھر دوست کو اس بارے میں خط لکھا۔ دوست نے جواباً لکھا:

''اللہ کا شکر ادا کرو۔''

قید خانہ میں ایک مجوسی لایا گیا، جسے پیٹ کی بیماری تھی اور بیڑیاں لائی گئیں۔ بیڑیوں کا ایک حلقہ اس آدمی کے پاؤں میں ڈال دیا گیا اور دوسرا مجوسی کے پاؤں میں۔ مجوسی رات کو کئی بار حاجت کے لئے اٹھتا اور اس آدمی کو مجوسی کے فارغ ہونے تک اس کے پاس کھڑا رہنا پڑتا۔ اس نے پھر دوست کو لکھا، مگر پھر وہی جواب ملا کہ اللہ کا شکر ادا کرو۔ قیدی نے لکھا:

''تم کب تک مجھ سے یہی کہے جاؤ گے۔؟ اس سے بڑھ کر کون سی مصیبت ہو سکتی ہے؟''

دوست نے جواباً لکھا:

''اگر اس کا زنار تمہاری کمر میں ڈال دیا جاتا جس طرح کہ بیڑیاں ڈال دی گئی ہیں تو تم کیا کر سکتے تھے؟''

ایمان کے محفوظ رہنے پر شکر: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کے پاس ایک آدمی حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا:

''چور میرے گھر کا سارا سامان لے گیا۔''

آپ نے فرمایا:

''اللہ کا شکر ادا کرو۔ اگر چور (شیطان) تمہارے قلب میں گھس کر توحید کو خراب کر دیتا تو تو کیا کر سکتا تھا؟''

آنکھوں اور کانوں کا شکر: منقول ہے کہ آنکھوں کا شکر یہ ہے کہ تو لوگوں کے عیبوں پر پردہ ڈالے اور کان کا شکر یہ ہے کہ جو عیب کی بات سنے اس پر پردہ ڈالے۔

عطیات کی تعریف: کچھ صاحبان تصوف فرماتے ہیں:

''شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عطیات پر جو کسی طرح بھی واجب نہیں ہیں، اس کی تعریف کر کے لذت حاصل کی جائے۔''

نعمت کو نافرمانی میں استعمال نہ کرنا: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ مجھے کچھ فائدہ پہنچانا چاہتے تو مجھ سے کوئی سوال پوچھا کرتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ انہوں نے مجھ سے پوچھا:

''اے ابوالقاسم! شکر کیا ہے؟''

میں نے عرض کیا:

''شکر یہ ہے کہ اللہ کی نعمت کو اس کی نافرمانی کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔''

شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ نے پھر فرمایا:

''تجھے یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟''

میں نے عرض کیا:

''آپ کی ہم نشینی سے۔''

سیدنا امام حسن بن علی کا شکر: منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کعبۃ اللہ کے رکن سے چمٹ کر عرض کر رہے تھے:

''یا اللہ! تو نے مجھ پر انعام کیا، مگر تو نے مجھے شاکر نہ پایا۔ تو نے مجھے مبتلا کیا، مگر مجھے صابر نہ پایا۔ مگر باوجود اس کے کہ میں نے شکر ادا نہیں کیا' تو نے مجھ سے اپنی عنایات کو روک نہیں لیا اور نہ ہی میری بے صبری کی وجہ سے تو نے مصیبت کو دائم رکھا۔''

پھر عرض کیا:

((الٰهی اما یکون من الکریم الا الکرم!))

''کریم سے کرم ہی ظاہر ہوا کرتا ہے۔''

جزا سے قاصر: منقول ہے کہ جب تو جزا دینے سے قاصر ہو تو تیری زبان سے زیادہ شکر ادا ہونا چاہئے۔''

چار بے فائدہ چیزیں: چار اشیاء کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ پہلی: بہرے سے راز میں بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ دوسری: ناشکرے پر احسان کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ تیسری: شور زمین میں بیج ڈالنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ سورج کی روشنی میں چراغ جلانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

حضرت ادریس: مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو مغفرت کی بشارت دی تو انہوں نے زندگی چاہی۔ ان سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے عرض کیا:

''میں اس لئے زندہ رہنا چاہتا ہوں کہ میں اللہ کا شکر ادا کروں، کیونکہ اس سے بیشتر میں مغفرت کے لئے عمل کرتا تھا۔''

اس پر فرشتے نے اپنا پر پھیلایا اور انہیں اٹھا کر آسمان پر لے گیا۔

ایک پتھر کا تشکر: مروی ہے کہ ایک نبی (غالباً حضرت عیسیٰ روح اللہ) علیہ السلام کا ایک چھوٹے پتھر کے قریب سے گزر ہوا، جس سے پانی کا ایک بہت بڑا چشمہ رواں تھا۔ نبی اللہ کو اس پر تعجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پتھر نے ان سے کلام کیا۔ پتھر نے کہا:

''میں اس وقت سے ڈر کی وجہ سے رو رہا ہوں جب سے میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا ہے:

((ناراً وقودها الناس والحجارة))

''جہنم کی آگ کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔''

راوی کہتا ہے کہ ان نبی اللہ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اس پتھر کو جہنم سے پناہ عطا کر دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی نبی علیہ السلام کو خبر دی کہ ہم نے اسے پناہ دے دی۔ یہ سن کر نبی وہاں سے روانہ ہو گئے۔ واپس آئے تو دیکھا کہ پانی بدستور پھوٹ رہا ہے۔ انہیں پھر تعجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر پتھر کو قوت گویائی دے دی۔ نبی اللہ نے پوچھا:

''اب تو کیوں رو رہا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے معاف کر دیا ہے۔؟''

پتھر نے عرض کیا:

''پہلے غم و خوف کی وجہ سے رو رہا تھا اور اب شکر اور سرور کے طور پر رو رہا ہوں۔''

شاکر اور صابر: شاکر بندے کو ہر وقت مزید انعام ملتا رہتا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اس کے سامنے ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((لئن شکرتم لا زیدنکم))

''اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا۔'' (سورۃ ابراہیم، آیت نمبر: ۷)

صابر بندہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے، کیونکہ وہ مصائب میں مبتلا کرنے والے اللہ کے حضور میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((ان اللہ مع الصابرین))

''بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' (سورۃ البقرہ، آیت نمبر:۱۵۳)

ایک صاحب عقل نوجوان: خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کے پاس ایک وفد آیا۔ ان میں ایک نوجوان تھا جس نے بات شروع کی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا:

''جو بڑا ہو وہ بات کرے۔''

نوجوان نے عرض کیا:

''اے امیر المومنین! اگر بات عمر پر ہوتی تو امت میں آپ سے بڑی عمر کے بہت سے لوگ ہیں (پھر ان کو خلیفہ ہونا چاہئے تھا نہ کہ آپ کو)۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''کہو! کیا کہنا چاہتے ہو۔؟''

اس نے کہا:

''ہم نہ تو کسی لالچ کے لئے آئے ہیں اور نہ کسی ڈر سے۔ رغبت کی تمام چیزیں آپ کی مہربانی سے ہم تک پہنچ رہی ہیں اور ڈر اس لئے نہیں رہے کہ ہمیں آپ کے عدل وانصاف نے امن میں رکھا ہے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا:

''پھر تم کس مقصد کے لیے آئے ہو؟''

نوجوان نے جواباً کہا:

''ہم صرف شکر ادا کرنے کو آئے ہیں۔ شکر ادا کر کے واپس چلے جائیں گے۔''

پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

ومن الرزية ان شكرى صامت

عما فعلت وان برك ناطق

وارى الصنية منك ثم اسرها

انى اذن ليد الكريم لسارق

''مشکل تو یہ ہے کہ جو احسانات تم نے مجھ پر کیے ہیں، میرا شکر ان کا حق ادا کرنے سے قاصر ہے۔ مگر تمہارے احسانات ناطق ہیں، میں تمہارے احسانات کو دیکھوں اور پھر انہیں چھپائے رکھوں، تب تو میں سخی کے احسانات کا چور ٹھہرا۔''

عافیت پر شکر: مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی:

''میرے بندوں پر رحم کرو، خواہ وہ مصیبت میں گرفتار ہوں یا نہ ہوں۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

''جو مبتلا نہیں ان پر کیونکر رحم کھاؤں؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اس لئے کہ جو عافیت میں نے انہیں دے رکھی ہے، اس پر وہ شکر گزار نہیں ہیں۔''

حمد و شکر: منقول ہے کہ حمد باری تعالیٰ انفاس صالحہ (سانسوں) پر کی جاتی ہے اور شکر جسمانی نعمتوں پر۔

شکر فدیہ ہے: منقول ہے کہ حمد کی ابتداء اللہ کی طرف سے ہے اور شکر تمہاری طرف سے فدیہ ہے۔

حامدین: حدیث مبارکہ میں ہے:

''جن لوگوں کو سب سے پہلے جنت میں جانے کے لئے بلایا جائے گا وہ ایسے لوگ ہوں گے جو ہر حالت میں اللہ کی حمد بیان کرتے ہوں گے۔'' (مستدرک حاکم: ۶۸۱/۱) (بیہقی: ۲۰۹)

انعامات پر شکر: منقول ہے کہ حمد ان مصائب پر کی جاتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ دور کرے اور شکر ان انعامات پر کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔

ستر اور اسی سال نکاح کا شکر: ایک صاحب تصوف نے سفر میں ایک نہایت بوڑھے آدمی کو دیکھا۔ انہوں نے اس کا حال پوچھا تو بوڑھے نے اپنے قریب ایک بڑھیا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

''میرا اس سے نکاح ہو گیا۔ شب زفاف میں ہم دونوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم دونوں پر مہربانی فرما کر ہمیں بذریعہ نکاح اکھٹا کر دیا ہے، لہذا آج رات ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ چنانچہ ہم رات بھر نماز پڑھتے رہے اور ایک دوسرے کی طرف توجہ نہ کر سکے۔ دوسری رات بھی ہم نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ ستر یا اسی سال سے ہم ہر رات اس طرح کرتے چلے آتے ہیں۔''

پھر بڑھیا کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

''کیا ایسا نہیں ہے؟''

بڑھیا نے کہا:

''معاملہ ایسا ہی ہے، جیسا شیخ نے بیان کیا ہے۔''

☆☆☆

فصل نمبر 24:

یقین

آخرت پر یقین: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((والذين يؤمنون بما انزل اليك وما انزل من قبلك وبالآخرة هم يوقنون))

(سورۃ البقرہ، آیت نمبر:5)

''اور وہ لوگ جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔''

یقین رضائے الٰہی میں: حضرت خثیمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والا کام کر کے کسی کو راضی نہ کرو اور اللہ کی عنایتوں پر کسی اور کی تعریف نہ کرو اور نہ ان چیزوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں نہیں دی کسی کی مذمت کرو، کیونکہ حریص کا حرص اللہ کے رزق کو تمہارے پاس نہیں لاسکتا اور نہ کسی شخص کے ناپسند کرنے سے وہ رزق تم سے روک دیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے راحت اور خوش رہنا رضا اور یقین میں رکھا ہے اور وہم و شک ناراضگی میں۔'' (طبرانی فی الکبیر، حدیث نمبر:۱۰۵۱) (شعب الایمان از بیہقی، حدیث نمبر:۲۰۹)

ذرا سا یقین: شیخ ابوعبداللہ انطا کی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''قلب میں جب ذرا سا یقین بھی داخل ہو جائے تو وہ قلب کو منور کر دیتا ہے اور قلب سے ہر قسم کے شکوک کو دور کر دیتا ہے، جس کی وجہ سے قلب شکر اور اللہ کے خوف سے پُر ہو جاتا ہے۔''

علم اور یقین کی کشمکش: شیخ ابوجعفر حداد علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ بیابان میں ایک حوض کے کنارے بیٹھا تھا کہ مجھے شیخ ابو تراب نخشبی علیہ الرحمہ نے دیکھ لیا۔ اس وقت میں سولہ دنوں سے بھوکا تھا۔ شیخ ابوتراب نخشبی علیہ الرحمۃ نے مجھ سے فرمایا:

''یہاں کیوں بیٹھے ہو؟''

میں نے عرض کیا:

''میں علم اور یقین کی کش مکش میں ہوں کہ کون ان میں سے غالب آتا ہے کہ اس کا ساتھ دوں۔ (یعنی اگر علم غالب آئے تو پانی پی لوں اور اگر یقین غالب آئے تو اسی طرح چلتا رہوں۔)''

شیخ ابوتراب نخشبی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''تو بہت جلد بڑی شان حاصل کرلے گا۔''

مستقبل کے لیے انتظام نہ کرنا: شیخ ابوعثمان حیری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''مستقبل کے لئے کوئی انتظام نہ کرنا ''یقین'' کہلاتا ہے۔''

ایمان میں اضافہ کا سبب: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''ایمان میں اضافہ اور تحقیق کا سبب یقین ہی بنتا ہے۔''

قلوب میں ودیعت کیا گیا علم: ایک صوفی کا قول ہے:

''ایسا علم جو قلوب میں ودیعت کیا جاتا ہے وہ یقین کہلاتا ہے۔''

مراد یہ ہے کہ یقین ایک وہبی چیز ہے، نہ کہ کسبی۔

یقین اور مکاشفہ: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''یقین کی ابتداء مکاشفہ سے ہوتی ہے۔''

اسی لئے سلف صالحین میں سے کسی کا قول ہے:

''اگر پردہ اٹھ بھی جائے تب بھی میرے یقین میں کوئی اضافہ نہ ہوگا۔''

یقین کے بعد کے درجات: یقین کے بعد معائنہ کا درجہ ہے، پھر مشاہدہ کا۔

تصدیق انبیاء یقین ہے: شیخ ابوعبداللہ بن خفیف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''یقین یہ ہے کہ جن چیزوں کی انبیاء کرام علیہم السلام نے خبر دی ہے آدمی کا قلب اس بات کی پختہ گواہی دے کہ وہ سب سچی ہیں۔''

یقین میں شک نہیں ہوتا: شیخ ابوبکر بن طاہر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''علم میں شکوک واقع ہوتے ہیں مگر یقین میں کوئی شک نہیں ہوتا۔''

شیخ ابوبکر بن طاہر علیہ الرحمۃ کی علم سے مراد علم کسبی اور وہ علم ہے جو بدیہی کے برابر ہے۔

صاحبانِ تصوف کے علوم ابتداء میں کسبی ہوتے ہیں، مگر آخر کار بدیہی بن جاتے ہیں۔

معرفت اور اس کی شرائط: شیخ محمد بن حسین کہتے ہیں کہ ایک صاحب تصوف نے فرمایا:

''سب سے پہلا درجہ مغفرت کا ہے، پھر یقین کا' پھر تصدیق کا' پھر اخلاص کا' پھر شہادت کا اور پھر اطاعت کا۔ ایمان ایک ایسا نام ہے جو ان سب کو شامل ہے۔''

قائل کی مراد یہ ہے کہ سب سے ضروری اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے۔ یہ معرفت اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس کی شرائط پوری نہ کرلی جائیں۔

معرفت کی شرائط درج ذیل ہیں:

1: نظر صائب۔ پھر جب دلائل متواتر پائے جائیں اور (ان کے ذریعہ سے) وضاحت ہوجائے' تو انسان ان انوار کے پے در پے آنے اور کمال بصیرت کے حصول سے ایسا ہوجائے، گویا وہ دلیل میں غور کرنے سے مستغنی ہے۔ یہ یقین کی حالت ہوتی ہے۔

2: قلب اللہ تعالیٰ کی ان خبروں کی تصدیق کرے جو رسولوں کی زبانی مخلوق تک پہنچیں اور وہ آئندہ آنے والے امور سے متعلق تھیں (جیسے حشر ونشر) اس لئے کہ تصدیق صرف خبروں کے متعلق ہوسکتی ہے۔

3: اخلاص۔ تصدیق سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان اوامر پر کاربند ہو اور نواہی سے اجتناب کرے۔

4: اچھے طریقے سے اقرار کرتے ہوئے داعی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات کو تسلیم کرنا۔

5: جن چیزوں کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، ان میں توحید کے ساتھ اور جن سے منع کیا ہے ان سے پرہیز کرنے کے ساتھ اطاعت گزاری کرنا۔

زبان کا ذکر: امام ابوبکر بن فورک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''زبان کا ذکر قلب کی اس روحانیت کا نتیجہ ہے جو قلب کی طرف سے زبان پر وارد ہوتا ہے۔''

غیر اللہ سے سکون حاصل کرنے والا: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''غیر اللہ سے سکون حاصل کرنے والا قلب کبھی بھی یقین کی بو نہیں سونگھ سکتا۔''

آرزوؤں کا تارک: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''یقین آرزوؤں کو ختم کرنے کی دعوت دیتا ہے اور آرزوؤں کو ترک کرنا زہد کی طرف لے جاتا ہے اور زہد سے حکمت پیدا ہوتی ہے اور حکمت سے انجام میں غور و خوض کی عادت پڑتی ہے۔''

یقین کی علامات: شیخ سعید بن عثمان سے منقول ہے کہ شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''تین چیزیں یقین کی علامت ہیں۔ پہلی: لوگوں سے کم میل جول۔ دوسری: لوگوں کے تحائف پر ان کی بے جا تعریف نہ کرنا۔ تیسری: جب لوگ کچھ نہ دیں تو ان کی مذمت کرنے سے اپنے آپ کو باز رکھنا۔''

یقین الیقین کی علامات: درج ذیل تین چیزیں یقین الیقین کی علامات ہیں:

1: ہر بات میں اللہ تعالیٰ کی طرف نظر رکھنا۔

2: ہر بات میں اللہ کی طرف رجوع کرنا۔

3: ہر حالت میں اللہ سے مدد مانگنا۔

قلب میں موجود ایک علم: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''قلب میں موجود ایک ایسا علم جو انتہائی پختہ ہو اور جس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوتا یقین کہلاتا ہے۔''

تقویٰ یقین کا سبب: شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''جس قدر کسی کو تقویٰ حاصل ہوگا، اسی قدر اس کو یقین بھی حاصل ہوگا اور حقیقت تقویٰ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے نواہی سے الگ رہے۔ نواہی سے الگ رہنا اصل میں خواہشات نفس سے الگ رہنا ہے۔ جس قدر کسی نے خواہشات نفس کو چھوڑا، اسی قدر اس کو یقین حاصل ہوا۔''

یقین مکاشفہ کا نام ہے: کسی صوفی کا قول ہے:
''یقین مکاشفہ کا نام ہے اور مکاشفہ کی تین اقسام ہیں۔ پہلی: مکاشفہ بالاخبار۔ دوسری: قدرت الٰہی کو ظاہر کرنے والا مکاشفہ۔ تیسری: قلب پر ایمان کے حقائق کا مکاشفہ۔''

لفظ مکاشفہ کا معنی: صاحبان تصوف نے جو مکاشفہ کا لفظ استعمال کیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کا ذکر قلب پر اس قدر غالب آجائے کہ وہ چیز قلب پر واضح ہو جائے، یہاں تک کہ اس چیز میں شک و شبہ نہ رہے۔

مکاشفہ کی ایک کیفیت: کبھی کبھار مکاشفہ سے وہ کیفیت مراد ہوتی ہے جو تقریباً ایسی ہوتی ہے جسے دیکھنے والا بیداری اور نیند کی درمیانی حالت میں دیکھتا ہے۔ اس حالت کو بالعموم ''ثبات'' کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

بذریعہ مکاشفہ ملاحظہ کرنا: شیخ امام ابوبکر بن فورک علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں نے شیخ ابوعثمان مغربی علیہ الرحمۃ سے پوچھا:
''آپ اکثر فرماتے ہیں کہ لوگوں نے مجھے یوں یوں کہا، کیا آپ ان کو اپنی آنکھ سے دیکھتے ہیں یا مکاشفہ سے؟''
انہوں نے فرمایا:
''میں انہیں بذریعہ مکاشفہ دیکھتا ہوں۔''

کامل یقین: شیخ عامر بن عبد قیس علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''اگر پردہ اٹھ بھی جائے تب بھی میرے یقین میں کچھ اضافہ نہ ہوگا۔''
قوت ایمانیہ: شیخ عامر بن عبد قیس علیہ الرحمۃ ہی کا فرمان ہے:
''قوت ایمانیہ کے ساتھ کسی چیز کو اپنے سامنے دیکھنا 'یقین کہلاتا ہے۔''
معارضات کا زائل ہونا: شیخ عامر بن عبد قیس علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''یقین تمام معارضات کے زائل ہو جانے کا نام ہے۔''
امور غیبیہ کا مشاہدہ: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''یقین امور غیبیہ کے مشاہدہ میں شک کا رفع ہو جانا ہے۔''
اور زیادہ یقین: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

((لو ازداد یقیناً لمشی فی الھواء))

''اگر انہیں اور یقین حاصل ہو جاتا تو ہوا میں چلتے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرمان میں اپنی حالت کی طرف اشارہ کیا ہے جو آپ کو شب معراج حاصل تھی، کیونکہ معراج کے لطائف بیان فرماتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''میں نے دیکھا کہ براق پیچھے رہ گیا اور میں آگے کی طرف چل پڑا۔'' (سنن ترمذی)
شیخ سری سقطی کا جواب: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ سے کسی نے یقین کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:
''جب بہت سی واردات تمہارے سینہ میں موجزن ہوں تو پھر بھی تم مطمئن رہو، یہی یقین ہے کہ تمہارا ان میں حرکت کرنا کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور نہ یہ اللہ کی قضاء کو رد کر سکتا ہے۔''
حضور: شیخ علی بن سہل بن عبد اللہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''حضور یقین سے افضل ہے۔''
مراد یہ ہے کہ حضور میں انسان پوری طرح متمکن اور سکون میں ہوتا ہے اور یقین میں حرکت و خلجان میں رہتا ہے۔ شیخ نے یقین کو حضور کی ابتداء قرار دیا اور حضور کے بغیر یقین حاصل ہونے کو جائز قرار دیا ہے، مگر یقین کے بغیر حضور کے حاصل ہونے کو ناممکن قرار دیا ہے۔
یقین اور مشاہدہ کا تعلق: شیخ ابو الحسین احمد بن محمد نوری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''یقین مشاہدہ کا نام ہے۔''
مشاہدہ کے اندر ایسا یقین پایا جاتا ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں، کیونکہ وہ آدمی جسے اپنے یقین پر اعتماد نہیں اسے مشاہدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔
قلب کا دارومدار: شیخ ابو بکر وارق علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''قلب کا تمام تر دارومدار یقین پر ہے اور اس سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔ یقین سے ہی اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور

عقل کے ذریعہ سے انسان اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کو سمجھ سکتا ہے۔"

یقین کی بدولت پانی پر چلنا: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"یقین کی بدولت کچھ لوگ پانی پر چل سکتے ہیں، مگر ایسا بھی ہوا ہے کہ وہ لوگ جو ان سے یقین کے اعتبار سے اعلیٰ وافضل تھے، پیاسے مر گئے۔"

ایک نوجوان کا یقین: جعفر سے روایت ہے کہ شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک نوجوان بیابان میں ملا۔ وہ اس قدر حسین تھا کہ چاند ہی کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔ میں نے پوچھا:

"بیٹے! کہاں جا رہے ہو؟"

اس نے کہا:

"مکہ مکرمہ جا رہا ہوں۔"

میں نے کہا:

"کیا بغیر ارادہ کے اور بغیر سواری کے اور خرچ کے؟"

اس نوجوان نے کہا:

"اے ضعیف الیقین! وہ اللہ جو زمین وآسمان کی حفاظت کرتا ہے وہ مجھے بغیر اسباب کے مکہ مکرمہ تک نہیں پہنچا دے گا۔"

شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ نوجوان طواف کر رہا ہے اور یہ شعر پڑھ رہا ہے:

یاعین سحی ابدا
یا نفس موتی کمدا
ولا تحبی احدا
الا الجلیل الصمدا

"اے آنکھ! ہمیشہ روتی رہ! اے نفس! غم سے مر جا۔ مگر اللہ جلیل وصمد کے علاوہ کسی سے محبت نہ کر۔"

جب اس کی نگاہ مجھ پر پڑی تو وہ کہنے لگا:

"اے شیخ! ضعف یقین کے باوجود آپ بھی یہاں؟"

حقائق یقین کی تکمیل: شیخ نہر جوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"جب بندہ حقائق یقین کی تکمیل کر لے تو مصیبت اس کے ہاں نعمت ہو جاتی ہے اور آسائش زحمت۔"

اقسام یقین: شیخ ابوبکر وراق علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"یقین کی تین اقسام ہیں۔ پہلی: خبروں کا یقین۔ دوسری: دلیلوں کا یقین۔ تیسری: مشاہدہ کا یقین۔"

ایک بچے کا یقین: شیخ ابوتراب نخشی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بچے کو جنگل میں بغیر زادِ راہ کے جاتے دیکھا۔ میں نے کہا:

"اگر اس کے ساتھ یقین نہیں ہے تو یہ تباہ ہو جائے گا۔"

لہٰذا میں نے اس سے کہا:

''بیٹے! کیا تو ایسی جگہ بغیر زادِ راہ کے سفر کر رہا ہے؟''
اس نے کہا:
''اے شیخ! ذرا سر اٹھا کر دیکھو کیا آپ کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دکھائی دیتا ہے؟''
یہ سن کر میں نے کہا:
''اب تم جہاں چاہو جاؤ!''
علم و یقین میں فرق: شیخ ابوسعید خراز علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''علم وہ ہے جو تجھے عمل کی طرف لے جائے اور یقین وہ ہے جو تجھے جدوجہد پر اکسائے۔''
شیخ ابراہیم خواص: شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے حلال کی روزی کھانے کے لئے ذریعہ معاش مچھلی کا شکار کرنا اختیار کیا۔ ایک مرتبہ جال میں ایک مچھلی آئی۔ میں نے اس کو نکال لیا اور جال پانی میں ڈال دیا۔ پھر ایک اور آ گئی، میں نے اسے بھی پھینک کر جال ڈال دیا۔ اس پر غیب سے ندا آئی:
''تجھے روزی کمانے کے لئے اس کے سوا کوئی اور ذریعہ معاش نہیں کہ تو ان کے پاس آ کر انہیں قتل کر دے جو ہمارا ذکر کرتے ہیں؟''
یہ سن کر میں نے جال کاٹ ڈالا اور مچھلیوں کا شکار چھوڑ دیا۔

☆☆☆

فصل نمبر 25:

صبر

اللہ کی مدد اور صبر: ارشاد ربانی ہے:

((واصبر وما صبرك الا بالله))

''اور صبر کیجئے۔اللہ کی مدد کے بغیر آپ بھی صبر نہیں کر سکتے۔'' (سورۃ النحل، آیت نمبر: ۱۲۷)

صبر مصیبت کی ابتداء میں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((ان الصبر عند الصدمة الاولى))

''بیشک صبر تو وہ ہے جو مصیبت کی ابتدا میں کیا جائے۔'' (مسند ابو یعلی، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 454)

اقسام صبر: صبر کی بہت سی اقسام ہیں:

بندے کا اپنے کاموں پر صبر اور ان امور میں صبر جن میں انسان کا کوئی عمل دخل نہیں۔

بندے کا اپنے کاموں پر صبر دو طرح کا ہے:

پہلا: ان امور پر صبر جن کے کرنے کا حکم اللہ تعالی نے دیا ہے اور ان چیزوں پر صبر جن سے اللہ تعالی نے منع کیا ہے۔

دوسرا: ان امور پر صبر جن میں انسان کے کردار کا دخل نہیں۔

نفس کا ناپسندیدہ کام کرنا: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا:

''صبر کیا ہے۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''ناک منہ چڑھائے بغیر کڑوی چیز (مصیبت) کا گھونٹ پی جانا (اسے برداشت کر لینا) ہی صبر ہے۔''

صبر کا ایمان سے تعلق: صحابی رسول خلیفۃ المسلمین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

''جو تعلق سر اور جسم کا ہے وہی تعلق ایمان اور صبر کا ہے۔''

عبادت وعبودیت: شیخ ابو القاسم حکیم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالی کے ارشاد:

((واصبر))

''اور صبر کرو۔''

میں دراصل عبادت کرنے کا حکم ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

((وما صبرك الا بالله))

''اور آپ بھی اللہ کی مدد کے بغیر صبر نہیں کر سکتے۔'' (سورۃ النحل، آیت نمبر: ۱۲۷)

میں عبودیت کو بیان کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ جو بندہ ''لَكَ'' یعنی اپنی طاقت پر اعتماد کے ہر درجہ سے ترقی کر کے ''بِكَ'' یعنی اپنی طاقت سے بیزاری اور عدم اعتماد کے درجہ کو پہنچ جائے تو سمجھ لو کہ وہ عبادت کے درجہ سے منتقل ہو کر عبودیت کے مرتبہ کو جا پہنچا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالیشان ہے:

''تیرے ذریعہ ہی سے زندہ ہوں اور تیرے مارنے سے ہی مروں گا۔'' (اخرجہ البخاری: ۷۳۹۴، مسلم: ۲۷۱۱)

توفیق الٰہی کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا: شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ سے صبر کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! ہم تو (اللہ کی توفیق کے بغیر) اپنی پسند کی چیزوں پر صبر نہیں کرسکتے تو ناپسندیدہ چیزوں پر کیسے صبر کرسکتے ہیں۔؟''

مصائب برداشت کرنا:

1: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت سے دور رہنے کا نام صبر ہے اور مصائب کے گھونٹ پینے پر سکون واطمینان اور زندگی کے میدان میں باوجود محتاجی کے اپنے آپ کو مالدار ظاہر کرنے کا نام صبر ہے۔''

2: شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''ادب کے ساتھ مصائب برداشت کرنا صبر ہے۔''

کامل صابر: شیخ ابوعثمان سعید بن اسماعیل حیری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''کامل صابر وہ آدمی ہے جو مصیبت کو برداشت کرنا اپنی عادت بنالے۔''

مصیبت پر ثابت قدم رہنا: بعض صوفیاء سے منقول ہے کہ بندہ جس طرح عافیت کے ہوتے ہوئے اپنی حالت پر ثابت قدم رہتا ہے، اسی طرح اچھے آداب کے ساتھ مصیبت پر ثابت قدم رہنا صبر کہلاتا ہے۔

صبر کی جزاء: شیخ ابوعثمان سعید بن اسماعیل حیری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''اگر کسی عبادت کی بہترین جزا مل سکتی ہے تو وہ صبر ہے، کیونکہ صبر کی جزاء سے بڑھ کر کوئی جزاء نہیں، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ولنجزین الذین صبروا اجرھم باحسن ما کانوا یعملون)) (سورۃ النحل، آیت نمبر: ۹۶)

''اور یقیناً ہم خوب جزا دیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے صبر کیا، اس سے بہتر جزاء جو انہوں نے اعمال کیے۔''

آزمائش کو خوشی خوشی قبول کرنا: شیخ عمرو بن عثمان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''صبر یہ ہے کہ بندہ اللہ کے احکام پر ثابت قدم رہے اور اس کی آزمائش کو خوشی خوشی قبول کرے۔''

کتاب وسنت کی پیروی: شیخ ابراہیم الخواص علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''صبر یہ ہے کہ انسان قرآن وسنت کے احکام پر کاربند رہنا۔''

زہاد اور عشاق کا صبر: شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''عشاق کا صبر زہاد کے صبر کے مقابلہ میں زیادہ سخت ہوتا ہے۔ تعجب ہے کہ وہ کس طرح صبر کرتے ہیں۔''

اس بارے میں یہ شعر پڑھا جاتا ہے:

الصبر یجمل فی المواطن کلھا

الا علیك فانه لا یجمل

''صبر تمام حالات میں بہتر ہے، ماسوائے اے محبوب! آپ کے کہ یہاں صبر کرنا بہتر نہیں ہے۔''

شکایت سے بچنا: شیخ رویم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''شکایات سے بچنا صبر ہے۔''

صبر اپنے نام کی طرح ہے: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''صبر اپنے نام کی طرح سخت کڑوا اور مشکل ہے۔''

شیخ ابن عطا کا شعر: شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ اس بارے میں اپنا یہ شعر سنایا کرتے تھے:

ساصبر کی ترضی واتلف حسرة

وحسبی ان ترضی ویتلفنی صبری

''عنقریب میں صبر کروں گا تاکہ تو راضی ہو جائے، چاہے حسرت سے میری جان ہی کیوں نہ نکل جائے۔ اور میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے اور میں صبر کرتے ہوئے ہلاک ہو جاؤں۔''

صابرین کی اقسام: شیخ ابوعبداللہ بن خفیف علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''صابر کی تین اقسام ہیں۔ پہلی: بناوٹی صابر۔ دوسری: صابر۔ تیسری: بہت زیادہ صبر کرنے والا۔''

صبر کی سواری: خلیفۃ الرسول حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

''صبر ٹھوکر نہ کھانے والی سواری ہے۔''

مشکل ترین صبر: شیخ عبداللہ بصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شیخ شبلی علیہ الرحمۃ سے کسی نے پوچھا:

''صابر کے لئے کون سا صبر سخت اور مشکل ہے۔ کیا اطاعت الٰہی میں صبر کرنا سخت مشکل ہے؟''

شیخ شبلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''نہیں۔''

اس نے کہا:

''کیا صبر مع اللہ مشکل ہے جس میں واردات ہوتی ہیں، مگر پھر بھی بندہ متادب رہتا ہے۔''

شیخ شبلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''بالکل نہیں۔''

سائل نے کہا:

''آخر کون سا صبر مشکل ہے؟''

شیخ نے فرمایا:

''صبر عن اللہ، یعنی وہ صبر جس میں بندہ کو پہلے قرب الٰہی حاصل ہو جائے، پھر اللہ تعالیٰ بندے کو اپنے سے دور کر دے، مگر وہ اس کا دروازہ نہ چھوڑے اور وہیں عاجزی سے پڑا رہے۔''

یہ کہہ کر شیخ شبلی علیہ الرحمۃ نے زور سے چیخ ماری کہ محسوس ہوتا تھا کہ شاید ان کی وفات واقع ہو گئی ہے۔

راحت و رنج کا یکساں ہونا: شیخ ابومحمد بن محمد بن حسین الجریری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''انسان کے لئے آرام و راحت اور مصیبت کی حالتوں کا یکساں ہونا اور دونوں حالتوں میں سکون قلب کا میسر آنا حقیقی صبر ہے۔ مصیبت پر سکون میسر تو ہو مگر انسان تکلیف کو محسوس کرتا ہو تو یہ بناوٹی صبر ہے۔''

اس بارے میں یہ اشعار پڑھے جاتے ہیں:

صبرت ولم اطلع هواك على صبری
واخفیت مابی منك عن موضع الصبر
مخافة ان یشکوا ضمیری صبابتی
الی دمعتی سرا فتجری ولا ادری

''میں نے یہاں تک صبر کیا کہ تیری خواہشات کی خبر کی مجھے اطلاع نہ ہو سکی۔ اور میں نے اسے پوشیدہ رکھا جو مجھے تم سے (عشق) تھا صبر کی جگہ (دل) میں۔ اس سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں میرا ضمیر شکایت نہ کرے میرے عشق کی چپکے سے آنسو بہا کر کہ مجھے معلوم ہی نہ ہو اور میرے آنسو بہتے چلے جائیں۔''

صابرین مقربین الٰہی: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''صابرین دونوں جہانوں میں صاحبانِ عزت ہوتے ہیں، کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

((ان الله مع الصابرین))

''بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' (سورۃ البقرہ، آیت نمبر:۱۵۳)

آیت مبارکہ کی تفسیر: ارشاد ربانی ہے:

((اصبرو وصابروا و رابطوا))

''صبر کرو اور صابر بنو اور آپس میں مل جل کر رہو۔'' (سورۃ آل عمران)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر یوں بیان کی جاتی ہے:

''اطاعت الٰہی پر اپنے نفسوں کو روکے رکھو اور اللہ کی خاطر اپنے قلوب کو مصائب کی طرف لگائے رکھو اور اپنے باطن کو اللہ تعالیٰ کے شوق کی طرف لگائے رکھو۔''

بعض صاحبانِ تصوف اس آیت مبارکہ کی تشریح یوں کرتے ہیں:

''اطاعت الٰہی پر صبر کرو۔ مدد الٰہی کے ساتھ اپنے آپ کو (گناہوں سے) روکے رکھو اور اللہ تعالیٰ کے ادب اور تعظیم کا لحاظ رکھو۔''

صفت الٰہی: مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی جانب وحی فرمائی:

''اے میرے نبی! میری صفات اختیار کرو۔ میری ایک صفت یہ ہے کہ میں صبور (بہت صبر کرنے والا) ہوں۔''

باعزت زندگی: منقول ہے کہ صبر کے گھونٹ بھرو۔ پھر اگر تم مر گئے تو تم شہید ہو اور اگر زندہ رہے تو باعزت زندگی پاؤ گے۔''

الصبر للہ اور الصبر باللہ: منقول ہے کہ الصبر لله (اللہ تعالیٰ کے لیے صبر کرنا) مصیبت کا سبب ہے اور الصبر بالله (اللہ کی مدد کے ساتھ صبر کرنا) باقی رہنے کا سبب ہے۔ الصبر فی الله (اللہ کے معاملے میں صبر) آزمائش ہے۔ الصبر مع الله (اللہ کے ساتھ صبر کرنا) وفا ہے اور صبر عن اللہ (اللہ سے صبر کرنا) جفا ہے۔''

صبر کے بارے میں اشعار: صاحبانِ تصوف یہ شعر پڑھتے ہیں:

والصبر عنك فمذموم عواقبة
والصبر فی سائر الاشیاء محمود

''اور (اے میرے محبوب!) تجھ سے صبر کرنا پس مذمت والا کام ہے باعتبار انجام کے، حالانکہ باقی سب اشیاء میں صبر کرنا اچھی

صفت ہے۔

یہ شعر بھی پڑھا جاتا ہے:

وكيف الصبر عمن حل منى
بمنزلة اليمين من الشمال

''اور تجھ سے کس طرح صبر ہو سکتا ہے، جبکہ تیری میرے ساتھ وہی نسبت ہے جو دائیں کو بائیں کے ساتھ ہے۔''

اذا لعب الرجال بكل شيء
رأيت الحب يلعب بالرجال

''جبکہ لوگ ہر شئے کے ساتھ کھیل کرتے ہیں، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ عشق لوگوں سے کھیلتا ہے۔''

مصیبت میں صبر: منقول ہے کہ کامیابی کی نشانی یہ ہے کہ آدمی ہر بات کے مطالبہ پر صبر کرے۔ مصیبت پر صبر کرنا تو تنگی کے ٹلنے کی نشانی ہے۔

ایک عاشق: شیخ منصور بن خلف مغربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''کسی آدمی کو سزا کے کوڑے لگانے کے لئے برہنہ کیا گیا۔ جب (کوڑے لگنے کے بعد) اسے قید خانہ میں واپس لے جایا گیا تو اس نے ایک قیدی کو بلا کر اس کے ہاتھ پر تھوکا اور اپنے منہ سے چاندی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اس کے ہاتھ پر پھینک دیئے۔ اس سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے کہا:

''میرے منہ میں چاندی کے دو سکے تھے۔ جس جگہ مجھے پیٹا جا رہا تھا اس جگہ میرا محبوب رہتا ہے اور اسی کی وجہ سے مجھے پیٹا جا رہا تھا۔ میرا محبوب مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میں پٹنے کی وجہ سے گریہ کروں اور میرا محبوب مجھے اس حالت میں دیکھے۔ لہٰذا جب مجھے مار پڑتی تو میں ان سکوں کو دانتوں کے نیچے پیستا جس وجہ سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔''

اللہ کے ماسواء: منقول ہے کہ جس حالت میں تم ہو وہ حفاظت گاہ ہے اور اللہ کے علاوہ سب تیرے دشمن ہیں۔ لہٰذا تمہیں اپنی حالت کی حفاظت گاہ میں خوب تیار رہنا چاہئے۔''

مصابرہ: بعض اہل معرفت کہتے ہیں:

''مصابرہ یہ ہے کہ صبر میں اس قدر صبر کیا جائے کہ صبر کے اندر صبر مستغرق ہو جائے اور صبر سے صبر عاجز آ جائے۔''

چنانچہ معقولہ ہے کہ اس نے صبر پر صبر کیا، یہاں تک کہ صبر نے کہا: صبر کرو۔''

دوست کے آزمانے پر صبر: ایک مرتبہ شیخ شبلی علیہ الرحمۃ کو پاگل خانے میں قید کر دیا گیا۔ کچھ احباب ان کی عیادت کے لیے پاگل خانے گئے تو شیخ شبلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''تم کون ہو؟''

انہوں نے عرض کیا:

''ہم آپ کے رفیق ہیں اور آپ کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔''

شیخ شبلی علیہ الرحمۃ یہ سن کر انہیں پتھر مارنے لگے۔ یہ دیکھ کر وہ لوگ بھاگ گئے۔ یہ دیکھ کر شیخ شبلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''او جھوٹو! اگر تم میرے دوست ہوتے تو میرے آزمانے پر صبر کرتے۔''

صبر کیجئے: حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''جولوگ میری خاطر مصیبتیں برداشت کرتے ہیں وہ ہر وقت میرے سامنے ہوتے ہیں۔''
چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
((واصبر بحکم ربك فانك باعيننا))
''اور اللہ کے حکم کے مطابق صبر کیجئے۔ پس بے شک آپ ہر وقت ہمارے سامنے ہوتے ہیں۔'' (سورۃ الطور، آیت نمبر:۴۸)
ایک فقیر کی وفات: ایک صاحب تصوف کہتے ہیں:
''میں مکہ مکرمہ میں تھا۔ میں نے ایک فقیر کو دیکھا کہ اس نے خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے بعد جیب سے ایک کاغذ کا ٹکڑا نکال کر دیکھا اور پھر چلا گیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو اس نے پھر ایسا ہی کیا۔ میں کئی دن تک اسے دیکھتا رہا کہ وہ یوں ہی کرتا تھا۔ چنانچہ ایک دن اس نے طواف کے بعد رقعہ کو دیکھا اور کچھ دور ہو کر گرا اور فوت ہو گیا۔ میں نے اس کاغذ کو اس کی جیب سے نکالا تو اس میں یہ آیت لکھی تھی:
((واصبر بحکم ربك فانك باعيننا))
''اور اللہ کے حکم کے مطابق صبر کیجئے۔ پس بے شک آپ ہر وقت ہمارے سامنے ہوتے ہیں۔'' (سورۃ الطور، آیت نمبر:۴۸)
صحبت کا دعویدار: منقول ہے کہ ایک نوجوان ایک بوڑھے کے چہرے پر جوتے مار رہا تھا۔ کسی نے اسے کہا:
''تجھے شرم نہیں آتی کہ تو بوڑھے کے چہرے پر جوتے مار رہا ہے؟''
نوجوان نے کہا:
''یہ جرم عظیم کا ارتکاب کر چکا ہے۔''
پوچھا گیا:
''وہ جرم کیا ہے؟''
نوجوان نے کہا:
''یہ بوڑھا میری صحبت کا دعویدار ہے لیکن آج تین یوم ہو گئے یہ مجھے ملنے کے لیے نہیں آیا۔''
ساٹھ سال سے ایک آنکھ سے دیکھنا: ایک صاحب تصوف کا بیان ہے:
''ایک مرتبہ میں ملک ہندوستان گیا۔ میں نے وہاں پر ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کی ایک آنکھ ہے اور لوگ اسے صبور کے نام سے پکارتے ہیں۔ میں نے ان کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ حالت شباب میں ان کے ایک دوست سفر پر گئے اور یہ انہیں الوداع کہنے کو گئے۔ ان کی ایک آنکھ سے آنسو بہنے لگے مگر دوسری آنکھ سے آنسو نہ نکلا۔ اس پر انہوں نے اس آنکھ کو جس سے آنسو نہ نکلے تھے کہا: تو نے میرے دوست کے فراق پر آنسو کیوں نہیں بہائے؟ لہٰذا اب میں تجھے دنیا کو دیکھنے سے محروم کر دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے آنکھ کو بند کر لی اور تقریباً ساٹھ سال سے انہوں نے وہ آنکھ نہیں کھولی۔''
صبر جمیل کیا ہے: ارشاد ربانی ہے:
((فاصبر صبرًا جمیلًا))
''پس صبر کرو صبر جمیل۔'' (سورۃ المعارج، آیت نمبر:۵)
اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں کہا گیا ہے:
''صبر جمیل یہ ہے کہ کسی دوسرے کو معلوم تک بھی نہ ہو کہ کون گرفتار مصیبت ہے۔''
صبر و شکر کی اہمیت: خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اگر صبر وشکر دو اونٹ ہوتے تو میں کوئی فکر نہ کرتا کہ ان دونوں میں سے کس پر سوار ہوں۔''

شیخ ابن شبرمہ: شیخ ابن شبرمہ جب کسی مصیبت کا شکار ہوتے تو کہتے:

''عنقریب مصیبت کے یہ بادل چھٹ جائیں گے۔''

ایمان کیا ہے: مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا:

((ما الایمان))

''ایمان کیا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''صبر وتحمل ایمان میں سے ہے۔'' (مسند امام احمد بن حنبل، حدیث نمبر:۱۹۴۵۴) (بیہقی، حدیث نمبر:۸۰۱۴)

شیخ سری سقطی کا واقعہ: شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا:

((ما الصبر))

''صبر کیا ہے۔؟''

آپ صبر کے بارے میں تفصیلاً بتانے لگے۔ دوران گفتگو آپ کی ٹانگ پر ایک بچھو چڑھ گیا اور کاٹنے لگا، مگر آپ نے قطعاً کوئی حرکت نہ کی اور نہ ہی اظہار تکلیف کیا۔ آپ سے پوچھا گیا:

''آپ نے بچھو کو اپنی ٹانگ سے کیوں نہیں ہٹایا۔؟''

آپ نے فرمایا:

''میں اللہ تعالیٰ سے شرم محسوس کر رہا تھا کہ ایک طرف تو میں صبر کے متعلق گفتگو کروں اور دوسری طرف خود صبر نہ کروں۔''

صابرین اور قرب الٰہی: حدیث میں ہے کہ صبر کرنے والے بروز قیامت اللہ کے انتہائی قرب میں ہوں گے۔

مصیبت باعث رحمت ہے: سابقہ زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے ایک نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی جانب پیغام بھیجا:

''میں نے اپنے ایک بندے پر آزمائش ومصیبت ڈالی تو اس نے مجھ سے التجا کی۔ میں نے جلد اس کی دعا قبول نہ کی۔ اس نے مجھ سے پھر التجا کی تو میں نے کہا:

''اے میرے بندے! میں ایسی چیز سے تجھ پر کیوں رحم کھاؤں جس کی بدولت میں تجھ پر رحم کرتا ہوں۔؟''

صبر کے سبب انعام الٰہی: ارشاد الٰہی ہے:

((وجعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا لما صبروا)) (سورۃ السجدۃ، آیت نمبر:۲۴)

''اور ہم نے ان کے صبر کی وجہ سے ان میں سے امام بنائے تا کہ لوگوں کو ہمارے حکم کے مطابق ہدایت دیں۔''

اس آیت مبارکہ کی تشریح میں شیخ ابن عیینہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''جب انہوں نے دین کی جڑ کو مضبوطی سے تھام لیا تو ہم نے بھی انہیں سرداری عطا فرما دی۔''

صبر التجاء کا متضاد نہیں: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''تیرا تقدیر پر اعتراض نہ کرنا صبر ہے۔ تیرا اپنی مصیبت کا اظہار اس طرح کرنا کہ اس میں شکایت کا پہلو نہ پایا جائے تو یہ صبر کا متضاد نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے:

((انا وجدناه صابرًا نعم العبد))

''بے شک ہم نے انہیں صابر پایا۔ کتنے ہی اچھے بندے ہیں۔'' (سورۃ ص، آیت نمبر:۴۴)
اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بھی خبر دی ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے عرض کیا:
((مسنی الضر و انت ارحم الراحمین))
''مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔'' (سورۃ الانبیاء، آیت نمبر:۸۳)
حضرت ایوب......صابر نہ کہ صبور: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی زبان سے یہ الفاظ:
((مسنی الضر))
''مجھے تکلیف پہنچی ہے۔'' (سورۃ الانبیاء، آیت نمبر:۸۳)
اس لئے نکلوائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا:
((انا وجدناہ صابراً))
''بے شک ہم نے ان کو صابر پایا۔'' (سورۃ ص، آیت نمبر:۴۴)
یہاں صابر کی جگہ صبور نہیں فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام ہر حال میں صابر نہ تھے، بلکہ بعض حالات میں آپ اس آزمائش سے لذت حاصل کرتے تھے، لہٰذا لذت حاصل کرنے کی صورت میں آپ صابر نہ تھے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صبوراً نہیں فرمایا۔
حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''حقیقت میں صبر یہ ہے کہ بندہ مصیبت سے نکلنے کے باوجود مصیبت والی حالت میں ہی ہو۔ ہو بہو یہی حالت و کیفیت حضرت ایوب نبی اللہ علیہ السلام کی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اختتام مصیبت پر یوں عرض کیا:
((مسنی الضر وانت ارحم الرحمین))
''مجھے مصیبت پہنچی ہے اور اے اللہ! تو ارحم الراحمین ہے۔'' (سورۃ الانبیاء، آیت نمبر:۸۳)
حضرت ایوب علیہ السلام نے آداب کلام کو مدنظر رکھتے ہوئے ارحمنی (اے اللہ! مجھ پر رحم فرما) کی بجائے عرض کیا:
((انت ارحم الراحمین))
''بے شک تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''
عابدین اور محبین کا صبر: صبر کے دو درجات ہیں:
1: عابدین کا صبر۔
2: محبین کا صبر۔
عابدین کا بہترین صبر یہ ہے کہ وہ دائمی ہو اور محبین کا بہترین صبر یہ ہے کہ صبر کو ترک کر دیا جائے۔
اس بارے میں یہ شعر پڑھا جاتا ہے:
تبین یوم البین ان اعتزامہ
علی الصبر من احدی الظنون الکواذب

''واضح ہو جاتا ہے محبوب سے جدائی کے دن کہ بیشک عاشق صبر کے دعویٰ میں جھوٹ تھا، کیونکہ عاشق معشوق کی جدائی کو برداشت نہیں کر سکتا اور صبر کا دامن چھوڑ دیتا ہے۔''

حضرت یعقوب: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''حضرت یعقوب نبی اللہ علیہ السلام نے رات کے وقت فرمایا:

((فصبر جميل))

''پس میں بہترین صبر کرتا ہوں۔'' (سورۃ الیوسف، آیت نمبر:۸۳)

اور جب صبح ہوئی تو کہا:

((يا اسفا على يوسف))

''ہائے یوسف۔'' (سورۃ الیوسف، آیت نمبر:۸۴)

اضافہ از مترجم:

صبر کا معنی ہے کسی چیز کو روک لینا جیسے گھوڑے کی باگ کھینچ کر روک لیا جاتا ہے۔ زندگی کے شب و روز میں قدم قدم پر مصائب اور رکاوٹیں ہیں اور ان مشکلات میں راہ حق پر قائم رہنے کیلئے ثابت قدمی، استقامت، جرأت اور دل کو مضبوط رکھنا صبر ہے۔

قرآن حکیم میں صبر کا مفہوم ہے کہ اپنے آپ کو اللہ کی نافرمانی سے روک لیا جائے۔

حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

''آداب کو قائم رکھتے ہوئے مصیبت پر قائم رہنا صبر ہے۔''

حضرت خواص کا قول ہے:

''کتاب اور سنت کے احکامات پر ثابت قدمی کے ساتھ عمل پیرا ہونا صبر ہے۔''

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''صبر اور ایمان کا تعلق ایسا ہے جیسا کہ سر اور بدن کا تعلق۔''

حضرت ابو محمد جریری فرماتے ہیں:

''بندے کو آرام و سکون اور مصیبت دونوں حالتوں میں سکون قلب حاصل ہونا صبر ہے۔''

حضرت ابو عثمان فرماتے ہیں:

''کسی عبادت پر بہترین بدلہ صبر ہے۔ صبر سے بڑھ کر کوئی جزا نہیں۔''

شیخ سہیل فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشادگی کے انتظار میں رہنا صبر ہے۔''

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

''دنیا سے آخرت کی جانب سفر کرنا مومن کیلئے انتہائی آسان ہے مگر اللہ تعالیٰ کی خاطر مخلوق سے جدا ہونا بہت مشکل ہے اور نفسانی خواہشات کا مقابلہ کرتے ہوئے اللہ کی جانب رجوع کرنا اور بھی زیادہ مشکل کام ہے اور ہر دم اللہ کو نگاہ میں رکھنے پر صبر کرنا سب سے زیادہ مشکل کام ہے۔''

انسان کے اندر دو قوتیں ہیں: ایک دین پر ابھارتی ہے اور دوسری ہوائے نفسانی پر۔ سو محرک دینی کو محرک ہوئی پر غالب کر دینا صبر ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے: حبس النفس علی ماتکرہ یعنی ناگوار بات پر نفس کو جمانا اور مستقل رکھنا، آپے سے باہر نہ ہونا۔

صبر ایک اعلیٰ درجے کی صفت اور خوبی ہے۔ صبر سے ہی نیک اعمال میں استقامت اور پختگی پیدا ہوتی ہے۔ حق کی راہ میں جن مصیبتوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کا مقابلہ صبر سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ صبر کا تقاضا ہے کہ انسان دوسروں کو حق بات کی تلقین اور نصیحت کرتا رہے اور اس سلسلے میں جو بھی مشکلات درپیش ہوں ان پر خود بھی صبر کا مظاہرہ کرے اور دوسروں کو بھی صبر کرنے کی تلقین کرتا رہے۔

سورۃ البقرہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((یایھا الذین امنوا استعینوا بالصبر و الصلوٰۃ ان اللہ مع الصبرین)) (سورۃ البقرۃ، آیت 153)

''اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لیا کرو! بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

جب تم اللہ کی راہ پر چل نکلے ہو تو اب فرار کسی طرح مناسب نہیں، بلکہ جم جاؤ اور اگر بدکار برائی سے نہیں ہٹتے تو تم نیکی کا راستہ کیوں چھوڑ دو۔؟ ہاں یہ کام مشکل ضرور ہے اور اس مشکل کا حل بڑا سہل ہے کہ صبر اور نماز سے مدد لو۔ یہ دکھ کا مداوا ہے۔ اگرچہ عبادات بھی صبر ہی کا ایک جز ہیں مگر مقام صبر پر استقامت کا سبب بھی ہیں اور سب عبادات میں نماز گویا اس کا تاج ہے تو اس صبر اور نماز سے تمہیں ایک خاص مدد حاصل ہوگی اور وہ ہے اللہ کی معیت ذاتی ''ان اللہ مع الصبرین'' کہ یہ پکی بات ہے کہ اللہ ذاتی طور پر صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور جب اللہ ساتھ ہو تو پھر تکلیف، تکلیف نہیں رہتی، بلکہ ظاہراً اگر مصیبت بھی ہو تو باطناً ایک خاص لطف اور لذت لئے ہوئے ہوتی ہے اور ایک ایسا سرور رکھتی ہے جو بیان میں نہیں آ سکتا۔

سورۃ ہود میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((واصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین)) (سورۃ ہود، آیت 115)

''اور صبر کرو! پس بے شک اللہ تعالیٰ محسنین کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''

آپ صبر اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نیک اعمال کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

صبر کے لفظی معنی باندھنے کے ہیں، اسی لئے اپنے نفس کو قابو میں رکھنے کیلئے بھی لفظ ''صبر'' بولا جاتا ہے۔ جس کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ نیک کاموں کے کرنے پر اپنے نفس کو ثابت قدم رکھے اور یہ بھی کہ برے کاموں میں مبتلا ہونے سے اس کو روکے، اللہ تعالیٰ محسنین یعنی نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

اسلام کی دعوت دیتے وقت مختلف قسم کی تکلیفوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بلکہ بعض دفعہ تو دل دکھانے والی باتیں بھی سننا پڑتی ہیں جن سے دل آزاری ہوتی ہے۔ ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے صبر کی تاکید فرمائی ہے۔ سورۃ روم آیت نمبر 60 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((فاصبر ان وعد اللہ حق ولا یستخفنك الذین لا یوقنون)) (سورۃ روم، آیت 60)

''پس صبر کرو! بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے جو یقین نہیں رکھتے وہ تمہیں سبک نہ کر دیں۔''

سورۃ آل عمران میں ہے:

((یایھا الذین امنوا اصبروا صابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون))

(سورۃ آل عمران، آیت 200)

''اے ایمان والو! صبر کرو، مستحکم رہو اور نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم فلاح حاصل کرو۔''

صبر سے روحانی حالت کی نگہبانی اور حفاظت ہوتی ہے جس سے تقویٰ میں اضافہ ہوتا ہے جو کہ فلاح کا ضامن ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

((فاصبر ان وعد الله حق فاما ترینك بعض الذی تعدهم اونتو فینك فالینا یرجعون))

(سورۃ المومن، آیت 77)

''پس صبر کرو! بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پس اگر ہم تمہیں کچھ دکھادیں جس کا وعدہ دیا جاتا ہے یا تمہیں وفات دے دیں۔ بہر حال انہیں ہماری طرف ہی لوٹنا ہے۔''

صبر حکم ربی ہے، کیونکہ روحانیت میں ترقی اور بلندی درجات کا انحصار صبر پر ہے۔ سورۃ لقمان میں ہے:

((یبنی اقم الصلوٰة وأمر بالمعروف وانه عن المنكر واصبر علی مااصابك ان ذلك من عزم الامور))(سورۃ لقمان، آیت 17)

''(حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا:) اے میرے بیٹے! نماز پڑھتا رہ اور اچھی بات کا حکم دے اور برائی سے منع کر و اور جو مصیبت تجھ پر آئے اس پر صبر کرو۔ بے شک یہ عزم والے کام ہیں۔''

((عن ابی یحیی صهیب بن سنان قال :قال رسول الله ﷺ لا عجبا لا مر المؤمن امره كله له خیر و لیس ذلك لاحد الا للمؤمن ان اصابته سراء شكر فكان خیراً له وان اصابته ضراء صبر فكان خیراً له))(صحیح مسلم)

''حضرت ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اس کے ہر کام میں اس کیلئے بھلائی ہے اور ہر چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوش حالی نصیب ہو، اس پر اللہ کا شکر کرتا ہے تو یہ شکر کرنا بھی اس کیلئے بہتر ہے (اس میں اجر ہے) اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے تو یہ صبر کرنا بھی اس کیلئے بہتر ہے کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے۔''

بیوی بچے اور والدین انسان کیلئے محبوب ترین ہیں۔ ان کی موت پر اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھتے ہوئے صبر کرنا کمال ایمان کی نشانی ہے۔ جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ جنت کی صورت میں عطا فرماتا ہے۔

((عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال یقول الله تعالیٰ ما لعبدی المومن عندی جزاء اذا قبضت صفیه من اهل الدنیا ثم احتسبه الا الجنة))(صحیح بخاری)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرا وہ مومن بندہ جس کی محبوب ترین چیز میں واپس لے لوں، لیکن وہ اس پر ثواب کی نیت سے (صبر و رضا کا مظاہرہ کرے) اس کیلئے میرے پاس جنت کے سوا کوئی بدلہ نہیں ہے۔''

جب کبھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کوئی تکلیف پہنچتی تو فرماتے:

''حضرت زید بن خطاب (حضرت عمر فاروق کے بھائی) کی وجہ سے مجھے مصیبت پہنچائی گئی۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اپنے بھائی کے قاتل کو دیکھا تو فرمایا:
''تجھ پر بڑا افسوس ہے! تو نے میرے بھائی کو مارا۔ جب بھی نسیم سحر چلتی ہے تو مجھے اس کی یاد آتی ہے۔''
جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے بھائی حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر رونے لگے تو آپ سے کہا گیا:
''آپ بھی روتے ہیں۔؟''
آپ نے فرمایا:
''یہ میرے نسبی بھائی، صحابی رسول اور میرے ساتھی ہیں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ مجھ سے پہلے ان کی وفات ہوتی اور میں ان کی وفات سے ثواب کی نیت کرتا۔ میری خواہش تھی کہ میں ان سے پہلے مرتا اور یہ میری موت پر صبر کرنے سے ثواب کی نیت کرتے۔''

((عن ابی سعید الخدری عن النبی ﷺ قال من یستغن یغنه الله و من یتصبر یصبره الله و ما اعطی احد عطاء هو خیرو اوسع من الصبر))(صحیح بخاری و مسلم)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مستغنی بنتا ہے اللہ تعالیٰ اسے مستغنی بنا دیتا ہے اور کسی شخص کو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع نعمت نہیں دی گئی۔''

((عن انس قال لما ثقل النبی ﷺ جعل یتغشاه الکرب فقالت فاطمة و اکرب ابتاء فقال :لیس علی ابیك کرب بعد الیوم))(صحیح بخاری)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ بیمار ہو گئے اور اضطراب اور بے چینی آپ پر چھا گئی تو (آپ کی صاحبزادی) حضرت فاطمہ کے منہ سے نکلا: ہائے ابا جان کی تکلیف! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: تمہارے باپ پر آج کے بعد بے چینی نہیں ہو گی۔''

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔ چند احباب آپ کی تیمارداری کیلئے تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ سے عرض کیا:
''ہم آپ کے لئے کسی طبیب کو بلا لیں جو آپ کو دیکھے۔؟''
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا:
''طبیب نے مجھے دیکھ لیا ہے۔''
لوگوں نے پوچھا:
''طبیب نے کیا کہا۔؟''
آپ نے فرمایا:
''طبیب کہتا ہے کہ میں جس کام کا ارادہ کرتا ہوں اسے کر گزرنے والا ہوں۔''
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''بے شک اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے کی اس کی دو محبوب چیزوں کے ساتھ آزمائش کرتا ہے (اس کی آنکھیں جاتی رہتی ہیں) اور وہ صبر کرتا ہے تو اس کے عوض جنت ہے۔'' (صحیح بخاری)
حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''تمہیں اس مرض سے کوئی خطرہ نہیں، لیکن اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب تم میرے بعد زندہ رہو گے اور تم اپنی آنکھوں کی بینائی

کھو بیٹھو گے۔"

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"میں صبر اور ثواب کی نیت کروں گا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"پھر تم بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو گے۔"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ نابینا ہو گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون سے متعلق سوال پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وہ عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مومنین کیلئے رحمت بنایا ہے۔ جب کسی بندے پر طاعون واقع ہو اور وہ اپنے شہر میں اجر طلب کرتے ہوئے ٹھہرا رہے اور یہ سمجھ لے کہ اس کو کوئی مصیبت نہ پہنچے گی، وہ مگر جو اللہ نے اس کیلئے لکھ دی۔ اگر فوت ہو گا تو اس کو شہادت کا درجہ ملے گا۔" (صحیح بخاری)

☆☆☆

فصل نمبر 26:

مراقبہ

اللہ رقیب کل شیء ہے: ارشادِ ربانی ہے:

((وكان الله على كل شئ رقيبا))

''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا نگہبان ہے۔'' (سورۃ الاحزاب، آیت نمبر:۵۲)

مراقبہ اور حدیث: صحابی رسول حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جرائیل علیہ السلام ایک انسان کی صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

((يا محمد ما الايمان ؟ قال ؟ الايمان ان تومن بالله وملائكته وبلقائه و برسله و تومن بالبعث ، قال ما الاسلام؟ قال الا سلام ان تعبد الله ولا تشرك به وتقيم الصلاة تودى الزكاة المفروضة و تصوم رمضان ، قال :ما الاحسان؟ قال ، ان تعبد الله كانك تراه،فان لم تكن تراه فانه يراك قال صدقت)) (صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب سوال جبریل النبی)

''یا محمد! ایمان کیا ہے؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ پر، فرشتوں پر، رسولوں پر، کتابوں پر، قیامت پر اور اچھی یا بری تقدیر پر ایمان لانا۔''

حضرت جرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''آپ نے سچ فرمایا۔''

ہمیں تعجب ہوا کہ یہ آدمی خود ہی سوال کرتا ہے اور پھر خود ہی تصدیق کرتا ہے۔ اس نے پھر عرض کیا:

((ما الاسلام))

''اسلام کیا ہے؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اسلام یہ ہے کہ تو اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرے، نماز قائم کرے، زکوۃ ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے۔''

اس نے عرض کیا:

''آپ نے سچ فرمایا۔''

اس نے عرض کیا:

((ما الاحسان))

''احسان کیا ہے؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''احسان یہ ہے کہ تو اس طرح اللہ کی عبادت کرے کہ تو اس کی زیارت کر رہا ہے۔ اگر تو ایسا نہیں کر سکتا تو یہ یقین ضرور رکھ کہ وہ

تمہیں دیکھ رہا ہے۔“
اس نے پھر کہا:
”آپ نے سچ کہا۔“ (بخاری:۵۰) (مسلم:۸)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد حالت مراقبہ کی طرف اشارہ کرتا ہے:
”اگر یہ یقین نہیں رکھ سکتا کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے تو یہ یقین ضرور رکھ کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔“
مراقبہ ہے کیا: بندے کو علم ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اس حالت کو ہمیشہ قائم رکھنا مراقبہ ہے۔
مراقبہ اور محاسبہ: مراقبہ ہر نیکی کی اصل ہے اور انسان اس مرتبہ تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ اپنے نفس کا محاسبہ نہ کرے۔

مراقبہ کے لوازمات: جب انسان اپنے نفس کا محاسبہ کرا چکے اور اپنی اصلاح کر لے، راہ الٰہی سے جڑا رہے اور اپنے قلب کی اچھی طرح سے حفاظت کرے اور اپنی ہر سانس کو احکام الٰہی کے ساتھ محفوظ رکھے تو یہ شخص اپنے اکثر احوال میں اللہ کو دیکھتا رہے گا اور جان لے گا کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اور اللہ اس کے قلب کے قریب ہے، اس کے حالات کو جانتا ہے، اس کے افعال کو دیکھتا اور سنتا ہے۔ جس آدمی نے ان باتوں سے منہ پھیرا وہ وصل کے ابتدائی مدارج تک بھی رسائی حاصل نہیں کر سکتا، چہ جائیکہ قربت کے حقائق تک پہنچے۔

تقویٰ اور مراقبہ: شیخ ابومحمد بن محمد بن حسین جریری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
”جس آدمی نے اپنے اور اپنے خالق کے درمیان تقویٰ اور مراقبہ کو مضبوط نہیں کیا وہ کشف اور مشاہدہ کے درجات تک ہرگز رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔“

مخلوق کے لیے مراقبہ: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
”ایک بادشاہ کا ایک وزیر تھا۔ ایک دن وزیر بادشاہ کے دربار میں حاضر تھا کہ کسی نوکر کی آواز آئی تو وزیر نے بادشاہ سے نظر ہٹا کر نوکر کی طرف دیکھا۔ اتفاقاً بادشاہ نے بھی اسی دوران وزیر کی طرف دیکھا کہ وہ کسی غیر کی طرف متوجہ ہے۔ وزیر خوف زدہ ہو گیا کہ کہیں بادشاہ یہ گمان نہ کرے کہ اس نے اس کی طرف بری نظر سے دیکھا ہے۔ لہٰذا اس نے اسی طرح بادشاہ کو بھی دیکھنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد جب بھی وزیر بادشاہ کے پاس حاضر ہوتا تو ایک جانب دیکھتا رہتا۔ حتیٰ کہ بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ ادھر ادھر دیکھنا وزیر کی عادت ہے۔“
یہ تو وہ مراقبہ ہے جو مخلوق کو مخلوق کے لیے ہو۔ لہٰذا بندہ اگر اپنے رب کے لئے مراقبہ کرے تو کیا ہی اچھی بات ہے۔

محبوب غلام: ایک صوفی کا کہنا ہے کہ کسی سردار کا ایک غلام تھا۔ سردار اس غلام پر دیگر غلاموں کی نسبت زیادہ توجہ کرتا تھا۔ حالانکہ یہ غلام نہ قیمت کے لحاظ سے دیگر غلاموں سے زیادہ تھا اور نہ ہی ان کے مقابلہ میں زیادہ خوبصورت تھا۔ سردار کے دوست احباب نے اس بارے میں اس سے گفتگو کی تو سردار نے کہا:
”یہ دوسروں سے زیادہ خدمت گزار ہے۔“
چنانچہ یہی بات ثابت کرنے کے لیے سردار نے ایک دن اپنے تمام غلاموں کے ساتھ سفر کیا۔ کچھ ہی دور ایک پہاڑ تھا جہاں برفباری ہوتی تھی۔ سردار نے برف کی طرف دیکھ کر سر جھکا لیا۔ اس غلام نے فوراً گھوڑا دوڑایا اور کسی کو پتہ بھی نہ چلا کہ اس نے گھوڑا کیوں دوڑایا ہے؟ تھوڑی دیر کے بعد وہ غلام برف لے کر حاضر ہوا۔ سردار نے اس سے سوال کیا:
”تجھے کیسے معلوم ہوا کہ میں برف چاہتا ہوں۔“

غلام نے کہا:

''آپ نے برف کی طرف دیکھا تھا اور سردار کا کسی چیز کو دیکھنا ارادہ کے بغیر نہیں ہو سکتا۔''

سردار نے کہا:

''میری عنایت اور توجہ اس کی طرف اس لئے زیادہ ہے کہ ہر ایک اپنے کام میں مشغول رہتا ہے، مگر اس کا کام یہ ہے کہ وہ میری نگاہ کو دیکھتا ہے اور میرے حالات پر نظر رکھتا ہے۔''

جو اللہ کی طرف نگاہ رکھے: منقول ہے کہ جس آدمی نے اللہ تعالیٰ کو اپنی نگاہ میں رکھا اللہ تعالیٰ اس کے اعضاء کو گناہوں سے لبریز نہیں ہونے دے گا۔

دیکھنے والا دیکھ رہا ہے: شیخ ابوالحسین بن ہند علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا:

''چرواہا بکریوں کو کب ہلاکت گاہ سے ہانک کر محفوظ جگہ لے جاتا ہے۔''

شیخ نے فرمایا:

''جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دیکھنے والا اسے دیکھ رہا ہے۔''

ایک غلام کا خوف الٰہی: منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سفر کر رہے تھے۔ آپ نے ایک غلام کو دیکھا کہ وہ بکریاں چرا رہا ہے۔ آپ نے اس کا امتحان لینے کے طور پر فرمایا:

''تو ان میں سے ایک بکری بیچے گا؟''

غلام نے کہا:

''یہ میری ملکیت نہیں ہیں۔''

آپ نے پھر کہا:

''مالک سے کہنا کہ بھیڑیا ایک بکری لے اڑا۔''

غلام نے کہا:

''پھر اللہ کہاں ہے؟''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک عرصہ تک فرمایا کرتے تھے:

''اس غلام نے کہا تھا: اللہ کہاں ہے؟''

مراقبہ میں ثابت قدم رہنے والا: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''جو مراقبہ میں ثابت قدم رہا اسے فقط اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے حصے کے فوت ہونے کا خوف ہوگا کسی اور کے ہاں نہیں۔''

طالب علم اور مراقبہ: کسی معلم کے کئی متعلم تھے۔ معلم صاحب ایک طالب علم کی طرف دوسروں کی نسبت زیادہ توجہ فرماتے تھے۔ ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا:

''میں ابھی اس کی وضاحت کیے دیتا ہوں۔''

پھر معلم صاحب نے سب شاگردوں کو ایک ایک جانور دیا اور فرمایا:

''اسے ایسی جگہ ذبح کر لاؤ جہاں تمہیں کوئی نہ دیکھے۔''

تمام طلباء چلے گئے اور پھر ایک ایک کر کے واپس آئے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ذبح شدہ پرندہ تھا۔ مگر جب وہ طالب علم آیا تو

اس کے ہاتھ میں زندہ پرندہ تھا۔
معلم صاحب نے کہا:
''تو نے اسے ذبح کیوں نہیں کیا؟''
طالب علم نے عرض کیا:
''آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اسے ایسی جگہ ذبح کروں، جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو۔ مجھے کوئی ایسی جگہ نہیں ملی جہاں اللہ تعالیٰ نہ دیکھتا ہو۔''
معلم صاحب نے یہ سن کر معترضین کی طرف توجہ کی اور فرمایا:
''یہی وجہ ہے کہ میں اس پر خاص توجہ دیتا ہوں۔''
علامات مراقبہ: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''علامات مراقبہ یہ ہیں کہ انسان ان چیزوں کو پسند کرے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا اور ان چیزوں کی تعظیم کرے، جن کی تعظیم کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور ان چیزوں کی تحقیر کرے جن کی اللہ تعالیٰ نے تحقیر کی۔''
باطن کی طرف توجہ: شیخ ابوالقاسم ابراہیم بن محمد نصر آبادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''رجا اطاعت کے لیے ابھارتی ہے اور خوف معصیت سے روکتا ہے، کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ جو آدمی اپنے واردات باطن کی طرف توجہ رکھے تو یہی مراقبہ ہے۔''
اللہ کی طرف نگاہ: ابو محمد بن محمد بن حسین الجریری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''تصوف کی بنیاد یہ ہے کہ تم اپنے نفس پر لازم کرلو کہ ہمیشہ اللہ کو نگاہ میں رکھو گے اور اس علم کا اثر تمہارے ظاہر پر موجود ہو۔''
باطن کا خیال رکھنا: شیخ ابوالقاسم بغدادی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''ہر لحہ ہر لفظ کے ساتھ غیب کو دیکھتے ہوئے اپنے باطن کا دھیان رکھنا مراقبہ ہے۔''
افضل عبادت: شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ سے دریافت کیا گیا:
''سب سے افضل عبادت کونسی ہے؟''
انہوں نے فرمایا:
''ہر لحہ اللہ تعالیٰ کو نگاہ میں رکھنا۔''
مراقبہ اور خلوص: شیخ ابراہیم الخواص علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''احکام الٰہی کو ملحوظ خاطر رکھنے سے مراقبہ پیدا ہوتا ہے اور مراقبہ سے ظاہر و باطن میں خلوص پیدا ہوتا ہے۔''
شیخ ابوعثمان مغربی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''طریقت میں سے سب سے افضل چیز جس کو انسان اپنے اوپر لازم قرار دے، یہ ہے کہ وہ اپنا محاسبہ کرے، اللہ کو نگاہ میں رکھے اور اپنے علم کے ذریعے سے اپنے اعمال کی سیاست کرے۔''
ظاہر و باطن: منقول ہے کہ شیخ ابوعثمان علیہ الرحمۃ سے شیخ ابوحفص علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''جب تم وعظ و نصیحت کرنا چاہو تو پہلے اپنے قلب و نفس کو وعظ کرو۔ لوگوں کے ہجوم کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر دھوکہ نہ کھانا، کیونکہ لوگ تو صرف تمہارا ظاہر دیکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ باطن کو ملاحظہ فرماتا ہے۔''

ہروقت باطن ومراقبہ کا خیال: شیخ ابوسعید خزار علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ نے فرمایا:

"ہرلحہ اپنے باطن اور مراقبہ کا خیال رکھو"

باطن میں مگن: شیخ ابوسعید خزار علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

"ایک مرتبہ جب میں بیابان میں سفر کر رہا تھا کہ اچانک میرے پیچھے سرسراہٹ ہوئی۔ جس سے میں ڈر گیا۔ میں نے مڑ کر دیکھنا چاہا، مگر نہ مڑا۔ پھر دیکھا کہ کوئی چیز میرے کندھے پر کھڑی ہے، پھر وہ ہٹ گئی، مگر میں بدستور اپنے باطن کو نگاہ میں رکھے رہا۔ پھر جو مڑ کر دیکھا تو وہ ایک بڑا درندہ تھا (لیکن اللہ نے میرے یقین کی وجہ سے مجھے اس سے محفوظ فرمایا)۔"

حفاظت قلب: شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ واسطی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"تیرا اپنے اوقات کی حفاظت کرنا بہترین عبادت ہے۔ اس طرح کہ تم اپنی حدود کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف متوجہ بھی نہ ہو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو نگاہ میں رکھو اور اپنے "وقت" کے علاوہ کسی اور کا ساتھ نہ دو۔"

اضافہ از مترجم:

حفاظت نظر وقلب: بدنظری کو ام الخبائث کی حیثیت حاصل ہے کہ یہ تمام فواحش کی بنیاد ہے۔ اسلام نے اس سوراخ کو پہلے بند کیا ہے اور نظر کو آنکھوں کا زنا قرار دیا۔ پھر نگاہ کا تیر مشہور ہے اور تجربہ کی دنیا میں مسلم بھی۔ عشق ومحبت کی تعریف کرنے والوں کا کہنا ہے کہ محبت ایک نادیدہ شے ہے جو آنکھوں کے راستہ دل میں اترتی ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ نگاہیں شہوت کی قاصد اور اس کی پیامبر ہیں۔ شعراء نے اس مسئلہ پر سب سے زیادہ روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ کتنی نگاہیں ہیں جو تیر کی طرح دل میں پیوست ہو جاتی ہیں۔

اسلام سے پہلے کے شعراء نے بھی اقرار کیا ہے کہ دل کے زخمی کرنے میں آنکھ کا بڑا قصور ہے اور اسلام کے بعد کے شعراء نے بھی بتایا ہے کہ نگاہوں سے دل چھلنی ہوتا ہے۔ پھر اس مسئلہ میں ہر مذہب وملت کے شعراء متفق ہیں، کوئی اختلاف نہیں۔

نگاہ کی تاثیر کے باعث اسلام جب آیا تو اس نے اعلان کیا:

"قل للمومنین یغضوا من ابصارهم ویحفظوا فروجهم ذلك اذكى لهم ان الله خبیر بما یصنعون"(سورة النور)

"ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنے ستر کو بچائے رکھیں۔ اس میں ان کے لئے زیادہ پاکیزگی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جو کچھ وہ کرتے ہیں اس کی خبر ہے۔"

فتنہ کا چشمہ جہاں سے اُبلتا تھا اور اخلاق اور سوسائٹی پر جہاں سے ضرب پڑتی تھی اسلام نے ان سوتوں اور سوراخوں ہی کو بند کر ڈالا۔ جائز حد تک اجازت دی اور اس کے بعد پہرہ بٹھا دیا کہ کوئی شخص قصداً یا بغیر قصد ایسا کوئی کام نہ کرے جو برائی کا زینہ بن جائے۔ نگاہ جس کو سلف صالحین نے برید العشق (عشق کا پیامبر) سے تعبیر کیا ہے، اسلام نے اس پر قانون کی مہر لگا دی اور اس کے نتیجہ اور فائدہ کو بتایا کہ اس سے شہوت کی جگہوں کی صیانت وحفاظت ہوگی۔ نیز یہ چیز تزکیہ قلوب میں بھی معاون ہوگی۔

ہر ایک مسلمان کے لیے لازمی ہے کہ نگاہ نیچی رکھے اور یہ فطرت اور حکمت الٰہی کے تقاضے کے مطابق بھی ہے۔ اس لیے کہ عورتوں کی محبت اور دل میں ان کی طرف خواہش فطرت کا تقاضا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"زین للناس حب الشهوات من النساء"(آل عمران)

''مرغوب چیزوں کی محبت پر لوگ فریفتہ کیے گئے ہیں جیسے عورتوں پر۔''
غور و فکر سے معلوم ہوگا کہ آنکھوں کا فتنہ مہلک اور دنیا کے بہت سارے فتنوں اور آفتوں کا بنیادی سبب ہے۔
رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ماترکت بعد فتنة اضر علی الرجال من النساء''(مشکوٰۃ، کتاب النکاح)

''میں نے عورتوں سے بڑھ کر اور کوئی فتنہ مردوں کے لیے ضرر رساں نہیں چھوڑا۔''
ایک موقع سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''فاتقوا الدنیا واتقوا النساء فان اول فتنة بنی اسرائیل کانت فی النساء''

''دنیا اور عورتوں سے ڈرو، کیونکہ بنی اسرائیل میں پہلا فتنہ جو پیدا ہوا تھا وہ عورتوں میں تھا۔''
اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت کا لحاظ فرمایا اور شہوت کی رعایت سے نکاح کی اجازت ہی نہیں دی، بلکہ حکم فرمایا اور پھر اس کے بعد انسانی طبیعت پر کنٹرول کیا۔ اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کے طریقے بیان کیے، حد سے بڑھتی ہوئی حرص جو حریص انسان کی طبعی خواہش ہے اس پر پہرہ بٹھایا اور کائنات انسانی کو فتنہ و فساد سے محفوظ کر دیا۔
اگر اسلام نے صراحتاً مردوں کو عفت کی تعلیم دی تو عورتوں کو بھی فراموش نہیں کیا' کیونکہ مرد اور عورت دونوں کا خمیر ایک ہی ہے۔ کم و بیش کا فرق ہے۔ عورت کی فطرت بھی شہوت اور اس کے دواعی سے خالی نہیں، اس لیے رب العالمین نے فرمایا:

''قل للمومنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولایبدین زینتھن الا ماظھر''

(سورۃ النور)

''ایمان والیوں سے کہہ دے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اور اپنی شہوت کی جگہوں کو تھامے رکھیں اور اپنی زیبائش نہ دکھلائیں مگر جو ان میں سے کھلی چیز ہے۔''
ان آیتوں کا لب و لہجہ بتا رہا ہے کہ آنکھوں کی بیباکی اور ان کی آزادی شہوت میں انتشار اور شرمگاہ میں ابھار پیدا کرتی ہے۔ عقلی طور پر سنجیدگی سے غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ آنکھوں میں ایک ایسا زہر پوشیدہ ہے جو موقع پا کر انسانی دل و دماغ میں تیزی سے سرایت کرنے کی سعی پیہم کرتا ہے اور جب سرایت کر جاتا ہے تو دل و دماغ کو ماؤف کر ڈالتا ہے۔ چنانچہ آپ نے دیکھا ہوگا سنا ہوگا کہ اجنبی مرد نے جب کسی اجنبی عورت کو زینت میں دیکھا اور بار بار دیکھا تو اس کی دبی دبائی چنگاری انگارہ میں تبدیل ہو گئی۔
شہوت کے معاملہ میں جو حال مردوں کا ہے کم و بیش یہی حال عورتوں کا بھی ہے، بلکہ ان کی نگاہ تو اور بھی فتنے جگاتی ہے۔ جذبات میں عموماً عورتیں آگے ہوتی ہیں اور جلد متاثر ہونا تو ان کے لیے مستقل مرض ہے۔ واقعات شاہد ہیں کہ بات کی بات میں عورت بدلتی رہتی ہے' اس لیے ان کو اپنی آنکھوں کی حفاظت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی خوب رو تنومند جوان کو ادا بھا جائے اور ظاہر نہ سہی باطن ہی گندہ کر ڈالے اور یہ بھی نہیں تو یہ ہو کہ دوسری طرف مرغ بسمل بن کر تڑپنے لگے اور اس کو خبر بھی نہ ہو۔

چنانچہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خود عورت کے دل میں تو کوئی خطرہ نہیں گزرتا' مگر ان کی بے احتیاطی سے کسی مرد کا سکونِ دل جاتا رہتا ہے اور وہ مرد اپنی غرض کے سلسلہ میں اندھا بن جاتا ہے اور پھر سینکڑوں تدبیریں عمل میں لاتا ہے، بیسیوں جال بچھاتا ہے اور کبھی کبھی زبردستی کسی معصومہ کی عصمت دری کے در پے ہو جاتا ہے۔
اس آیت اور قرآن مجید کی دوسری آیتوں کو سامنے رکھ کر علماء کی ایک بڑی جماعت کہتی ہے کہ عورت کے لیے جائز نہیں ہے

کہ یہ کسی اجنبی مرد کو دیکھے۔ اس کا یہ دیکھنا شہوت سے ہو یا بغیر شہوت کے دونوں ہی صورتیں ناجائز ہیں۔ حدیث سے اس کی بھی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں اور حضرت میمونہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تھی۔ ابن ام مکتوم نابینا کسی ضرورت سے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ ابن ام مکتوم کو دیکھ کر آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا:

''تم دونوں پردہ میں چلی جاؤ۔''

ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے رحمت عالم ﷺ سے کہا:

''یارسول اللہ! کیوں یہ ابن ام مکتوم نابینا نہیں ہیں۔؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''افعمیا وان انتما' الستما بتصرانہ ''(مشکوٰۃ المصابیح 269)

''کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؟ ان کو نہیں دیکھتیں۔؟''

یہ واقعہ نزول حجاب کے بعد کا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں خود بھی کسی مرد کو نہ دیکھیں۔

یحفظن فروجھن کے متعلق سعید بن جبیر کہتے ہیں:

''اس میں فواحش کے بچنے کا حکم ہے۔''

قتادہ اور سفیان کہتے ہیں:

''ان تمام چیزوں سے عورتوں کی حفاظت کا حکم ہے جو ان کے لیے حلال نہیں ہے۔''

حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

'''' نگاہ شہوت کی قاصد اور پیامبر ہوتی ہے اور نگاہ کی حفاظت دراصل شرمگاہ اور شہوت کی جگہ کی حفاظت ہے۔ جس نے نظر کو آزاد کر دیا اس نے اس کو ہلاکت میں ڈال دیا اور نظر ہی ان تمام آفتوں کی بنیاد ہے جن میں انسان مبتلا ہوتا ہے، کیونکہ نظر کھٹک پیدا کرتی ہے' پھر کھٹک فکر کو وجود بخشتی ہے اور فکر شہوت کو ابھارتی ہے۔ شہوت ارادہ کو جنم دیتی ہے، ارادہ قوی ہو کر عزیمت میں تبدیل ہو جاتا ہے اور عزیمت میں مزید پختگی ہو کر فعل واقع ہوتا ہے جس سے اس منزل پر پہنچ کر اس وقت کوئی چارہ کار نہیں رہتا جب کوئی مانع حائل نہ ہو۔

اسی وجہ سے کہا گیا ہے:

''الصبر علیٰ غض البصر الیسر علیٰ الصبر علی الم بعدہ''

''آنکھ بند کرنا آسان ہے، مگر بعد کی تکلیف پر صبر مشکل۔''

نظر کا تیر اگر پیوست ہو گیا تو پھر اس سے حسرت' سوزشِ قلب، جگر کی ٹیس اور آہ و فغان اور نیم شبی پیدا ہوتی ہے۔ آدمی اس وقت بے قابو ہو جاتا ہے، اس کے لیے یارائے ضبط باقی نہیں رہتا اور یہ ایک مستقل عذاب بن جاتا ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے بھی اس فتنہ کی طرف اشارہ فرمایا:

''النظرۃ سھم مسموم من سھام ابلیس''

''نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''العینان زناھما النظر والاذنان زناھما الاستماع واللسان زناھا الکلام والیدزناھا البطش والرجل

زناھا الخطا والقلب یھوی ویتمنی ویصدق ذلک الفرج او یکذبہ"

(مشکوٰۃ، باب الایمان بالقدر)

"آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، کانوں کا زنا سننا ہے، زبان کا زنا بات کرنا ہے، ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے اور پیر کا زنا چلنا ہے۔ دل آرزو اور تمنا کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔"

بعض سلف نے کہا ہے:

"النظر سھم سم الی القلب" (تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 282)

"نگاہ ایک تیر ہے جو قلب میں زہر ڈال دیتی ہے۔"

نظر کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اس کی حفاظت بہت ضروری ہے، ورنہ اس سے بڑے بڑے فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ قوم اور ملک کا امن وامان خطرہ میں گھر جاتا ہے، اخلاق اور اعمال کی مٹی پلید ہو جاتی ہے اور عفت وعصمت دم توڑ دیتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے غض بصر کی تاکید فرمائی ہے اور مختلف پہلوؤں سے اس مسئلہ کو دل نشین فرمایا ہے۔ حضرت علی سے ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"یاعلی لاتتبع النظرۃ لک الاولی ولیست لک الاخرۃ" (مشکوٰۃ المصابیح:219)

"اے علی! ایک بار نظر پڑ جانے کے بعد دوبارہ نہ دیکھو، کیونکہ تمہارے لیے صرف پہلی نظر معاف ہے دوسری نہیں۔"

پہلی نظر جو بغیر قصد پڑتی ہے اس میں انسان بڑی حد تک بے بس ہوتا ہے، اس لیے یہ معاف ہے، مگر پھر دوبارہ نگاہ نہیں ڈالی جاسکتی۔ یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ پہلی نظر ڈالنے کی اجازت ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کہتے ہیں کہ میں نے رحمت عالم ﷺ سے پوچھا کہ جو نظر دفعتاً پڑ جاتی ہے اس کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

"اطرق بصرک"

"تو اپنی نگاہ جھکا لے۔"

نگاہ پھیرنا مختلف طور پر ہوتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ کسی طرح اپنے آپ کو اس فتنہ سے جو سامنے ہے بچالیا جائے۔ نظر پھیر لی جائے یا نیچی کر لی جائے یا کسی دوسری چیز پر نگاہ جمادے تاکہ نظر فتنہ سے محفوظ ہو جائے۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"غضوا ابصارکم واحفظوا فروجکم"

"اپنی نگاہوں کو پست کرو اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو۔"

حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ اپنی مجلس میں فرمایا:

"ای شئی خیر المرأۃ"

"عورت کے لیے کون سی چیز بہتر ہے؟"

کسی نے جواب نہ دیا۔ سب کے سب خاموش رہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں:

"اس مجلس میں خود میں بھی شریک تھا۔ مجھ سے بھی کوئی جواب نہ بن پڑا۔ جب گھر آیا تو میں نے حضرت فاطمہ سے پوچھا:

"ای شئی خیر للنساء؟"
"عورتوں کے لئے کونسی چیز بہتر ہے۔؟"
حضرت فاطمہ نے برجستہ جواب دیا:
"لایراھن الرجال"
"مردوں کی نگاہ سے عورتیں محفوظ رہیں۔"
حضرت علی اس جواب سے اس قدر خوش ہوئے کہ جا کر نبی کریم ﷺ سے اس جواب کا تذکرہ کیا۔ چنانچہ آپ ﷺ بھی خوش ہوئے اور فرمایا:
"فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔"
راستہ پر مجلس جما کر بیٹھنے سے اسی وجہ سے منع کیا گیا ہے کہ وہ عام گزرگاہ ہے، ہر طرح کے آدمی گزرتے ہیں، نظر بیباک ہوتی ہے، ایسا نہ ہو کہ کسی پر نظر پڑ جائے اور وہ برائی کا باعث بن جائے۔ صحابہ کرام سے ایک دفعہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:
"راستوں پر بیٹھنے سے پرہیز کرو۔"
صحابہ کرام نے اپنی مجبوری پیش کی اور بتایا کہ اس سے کبھی چارہ کار نہیں ہوتا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:
"تم کو جب ایسی مجبوری ہی ہو تو پھر راستہ کا حق ادا کرو۔"
صحابہ کرام نے پوچھا:
"راستہ کا کیا حق ہے۔؟"
آنحضرت ﷺ نے فرمایا:
"غض البصر وکف الاذیٰ ورد السلام والامربالمعروف والنھی عن المنکر"
"نگاہ نیچی رکھنا' اذیت کا روکنا' سلام کا جواب دینا، بھلی بات کا حکم دینا اور بری بات سے منع کرنا۔"
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"اکفلوالی ستاا کفل لکم الجنة اذاحدث احدکم فلایکذب واذااوتمن فلایخن واذاوعدنا فلاتخلف ونحضواابصارکم وکفواایدیکم واحفظوافروجکم"
(تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 282)
"تم چھ چیزوں کی کفالت کرو میں تمہارے لئے جنت کا کفیل بنتا ہوں۔ جب کسی سے بات بیان کرو تو جھوٹ نہ بولو، جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت نہ کرو، وعدہ خلافی نہ کرو، اپنی نگاہوں کو پست رکھو، اپنے ہاتھوں کو روکو اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو۔"
اس حدیث میں جن چھ چیزوں کی ذمہ داری پر نبی کریم ﷺ جنت کی کفالت فرما رہے ہیں ان میں غض بصر (نگاہ پست رکھنا) اور حفظ فروج (شہوت کی جگہ کی حفاظت) بھی ہے۔ اس سے نظر کی اہمیت بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔
مسند احمد میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
"مامن مسلم ینظر الی محاسن المرأة اول مرة ثم یغض بصره الااحدث اللہ له عبادة یجد حلاوتها"

''کوئی مسلمان جب پہلی مرتبہ کسی عورت کی خوبصورتی دیکھے پھر وہ اپنی نگاہ پست کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کی عبادت میں شیرینی پیدا کرتا ہے۔''

طبرانی میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''لم قضضن ابصارکم ولتحفظن فروجکم''

''تم ضرور اپنی نگاہیں پست رکھو اور شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔''

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''من یکفل لی مابین لحییه وما بین رجلیه اکفل له الجنة''

''جو شخص اپنی شرمگاہ اور زبان کا کفیل بن جائے تو میں اس کے لیے جنت کا کفیل بنتا ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے دن تمام آنکھیں رو رہی ہوں گی، مگر ان میں کچھ آنکھیں خوش ہوں گی۔ ایک وہ آنکھ جس کو محارم اللہ سے محفوظ رکھا گیا ہے، دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ کے راستے میں جاگنے کی صعوبت برداشت کی ہے اور تیسری وہ آنکھ جس نے خشیت الٰہی سے آنسو بہایا۔''

نگاہ دل کو خبر دینے والی جاسوس ہے جو دل کی طرف دیکھی ہوئی خبریں نقل کرتی رہتی ہے اور صورتیں اس میں نقش کرتی رہتی ہے۔ اس طرح سے انسانی فکر آخرت کو مفید امور سے ہٹا کر بے کار بلکہ نقصان دہ کاموں میں مصروف کر دیتی ہے۔ چونکہ نگاہ کی آزادی دل میں فتنوں کو جنم دیتی ہے اس لئے شریعت نے آپ کو ان کاموں میں جو فتنہ اور گناہ کا سبب بنیں، نگاہ کی حفاظت کا حکم فرمایا ہے۔ اگر آپ شریعت کے احکام کے مطابق نگاہ کی حفاظت نہ کریں گے تو یہ آپ کو ایسی تکالیف میں مبتلا کر دے گی جن کا عذاب آپ سہتے رہیں گے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نگاہ پڑ جانے کے متعلق پوچھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

''اِصْرِفْ بَصْرَكَ''

''اپنی نگاہ ہٹا لے۔''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''النظرة الاولی خطأ والثانیة عمدو الثالثه تدمر نظر الرجل الی محاسن المراة سهم من سهام ابلیس مسموم من ترکها من خشیة الله ورجاء ما عنده اثابه الله بذلك عبادة تبلغه لذتها''

''پہلی بار دیکھنا غلطی ہے، دوسری بار دیکھنا گناہ کرنا ہے، تیسری بار دیکھنا ہلاکت ہے۔ انسان کا عورت کے جسمانی محاسن (چہرہ، بال، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ) دیکھنا ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے۔ جس مسلمان نے اس کو اللہ تعالیٰ کے خوف سے اور اللہ تعالیٰ کے پاس موجودہ انعامات کے حاصل کرنے کی امید میں چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کو ایسی عبادت نصیب فرمائے گا جو اس کو نظر کی پاکیزگی کا مزہ نصیب کرے گی۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''کل عین باکیة یوم القیامة الا عین غضت عن محارم الله وعین سهر تغی سبیل الله وعین

يخرج منها مثل راس الذباب من خشية الله"

''قیامت کے دن ہر آنکھ (اپنے کسی نہ کسی گناہ کی وجہ سے) رونے والی ہوگی سوائے اس آنکھ کے جس کو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء (کو دیکھنے کے وقت) بند کر دیا گیا ہو اور سوائے اس آنکھ کے جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں (یعنی جہاد یا خدمت اسلام میں) جاگتی رہی ہو اور سوائے اس آنکھ کے جس سے مکھی کے سر کے برابر اللہ تعالیٰ کے خوف سے (آنسو کا قطرہ) گرا ہو۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان المراة تقبل فی صورة شيطان و تدبر فی صورة شيطان فاذارای احد کم امراة فاعجته فليات اهله فان ذلك يبرد مما فی نفسه "(صحيح مسلم)

''عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں پیچھا کرتی ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی شخص کسی (اجنبی) عورت کو دیکھ لے اور وہ اس کو ہیجان میں ڈال دے تو وہ شخص اپنی بیوی کے پاس چلا جائے (اور اس سے جماع کر لے) کیونکہ یہ طریقہ اس کے نفس میں موجود (شہوت) کو ٹھنڈا کر دے گا۔''

عورت کا شیطان کی صورت میں سامنے آنے یا پیچھا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دیکھنے سے شیطانی شرارتیں ابھرتی ہیں اور شیطان کو انسان کے بھٹکانے کا موقع ملتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"العينان تزنيان وزنا هما النظر "(صحيح بخاری، صحيح مسلم)

''آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا کرنا (نامحرموں کو) دیکھنا ہے۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

"يا علی لاتق النظرة بعد النظرة فانها سهم مسموم يورث الشهوة فی القب"

''اے علی! (نامحرم کو) ایک بار (اچانک) دیکھنے کے بعد (دوبارہ قصداً) مت دیکھ کیونکہ یہ زہر آلود تیر ہے جو دل میں شہوت کو بھڑکاتا ہے۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"نظر الوجل الی محاسن المراة سهم مسموم من سهام ابليس"

''مرد کا عورت کے محاسن کو دیکھنا ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خون بہاتے ہوئے حاضر ہوا۔ نبی کریم علیہ السلام نے اس سے پوچھا:

''تیری یہ کیا حالت ہے۔؟''

اس نے عرض کیا:

''میرے پاس سے ایک عورت گزری تو میں نے اس کی طرف دیکھ لیا۔ اس کے بعد میری آنکھ اس کی تاک میں رہی۔ میرے سامنے ایک دیوار آ گئی جس نے مجھے ضرب لگائی اور یہ کر دیا جو آپ دیکھ رہے ہیں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان اللہ اذا اراد بعبد خیرا عجل لہ عقوبتہ فی الدنیا"

"جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے خیر خواہی کرنا چاہتا ہے تو اس کو (اس کے گناہ کی) سزا دنیا میں دے دیتا ہے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لو اطلع احد فی بیتک ولم تاذن لہ فخذفتہ بحصاتہ ففقات عینہ ما کان علیک جناح"

"اگر کسی ایسے آدمی نے تیرے گھر میں جھانکا جس کی تو نے اس کو اجازت نہیں دی تھی اور تو نے (اس پر غیرت میں آکر) اس کو پتھر مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دی تو (اس کا) تم پر کوئی گناہ (اور سزا) نہ ہوگا۔"

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو نہ دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔"

حضرت ابراہیم بن مہلک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ثعلبیہ اور خزیمیہ کے درمیان ایک جوان کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا۔ وہ لوگوں سے الگ تھلگ تھا۔ میں نے اس کے نماز پورا کرنے تک اس کا انتظار کیا۔ جب اس نے نماز پوری کرلی تو میں نے اس سے پوچھا:

"تمہارے ساتھ تمہارا کوئی مددگار غمگسار نہیں ہے (کہ تو جنگل میں اکیلا عبادت کر رہا ہے)۔؟"

اس نے کہا:

"کیوں نہیں۔!"

میں نے کہا:

"وہ کہاں ہے۔؟"

اس نے کہا:

"وہ میرے سامنے بھی ہے، ساتھ بھی ہے، میرے پیچھے بھی ہے، میرے داہنے بھی ہے، میرے بائیں بھی ہے اور میرے اوپر بھی ہے۔"

مجھے علم ہوگیا کہ اس شخص کے پاس معرفت الٰہی موجود ہے۔ پھر میں نے پوچھا:

"کیا آپ کے پاس توشۂ سفر نہیں ہے۔؟"

اس نے کہا:

"کیوں نہیں۔!"

میں نے کہا:

"وہ کہاں ہے۔؟"

اس نے کہا:

"اللہ تعالیٰ کے اخلاص، اس کی توحید، اس کے نبی کی نبوت کا اقرار کرنا اور ایمان صادق اور مضبوط توکل (میرا توشہ سفر ہے)۔"

میں نے کہا:

"آپ میرے ساتھ رہنا پسند کریں گے۔؟"

اس نے فرمایا:

''دوست مجھے اللہ تعالیٰ سے چھڑا کر اپنے ساتھ مشغول کر دے گا۔اس لئے میں پسند نہیں کرتا کہ کسی کی رفاقت میں رہوں اور ایک پلک جھپکنے کی دیر جتنا بھی اس سے غافل رہوں۔''

میں نے پوچھا:

''کیا آپ اس جنگل میں اکیلے گھبراتے نہیں۔؟''

اس نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس قائم کرنے نے مجھے ہر قسم کے خوف سے محفوظ کر دیا ہے۔اب اگر میں درندوں کے درمیان بھی ہوتا ہوں تو بھی ان سے گھبراتا اور ڈرتا نہیں ہوں۔''

میں نے پوچھا:

''آپ کہاں سے کھاتے ہیں۔؟''

اس نے فرمایا:

''جس نے مجھے رحم کے اندھیرے میں، بچپن میں غذا کھلائی، یہاں بھی وہی میرے رزق کا کفیل ہے۔''

میں نے پوچھا:

''آپ کو کھانے کی کس وقت ضرورت ہوتی ہے۔؟''

اس نے فرمایا:

''میری ضرورت کا مجھے علم ہے اور اس کے وقت کو بھی جانتا ہوں۔جب مجھے کھانے کی ضرورت ہوتی ہے تو میں جہاں بھی ہوتا ہوں کھانا پالیتا ہوں۔وہ ذات میری ضرورت کا بخوبی علم رکھتی ہے۔وہ مجھ سے غافل نہیں ہے۔''

میں نے پوچھا:

''آپ کی کوئی ضرورت ہے۔؟''

اس نے فرمایا:

''ہاں!''

میں نے پوچھا:

''وہ کیا ہے۔؟''

اس نے فرمایا:

''اب جب آپ نے مجھے دیکھا تو میرے ساتھ کلام نہ کرنا اور کسی کو نہ بتانا کہ تو مجھے جانتا ہے۔''

میں نے پوچھا:

''آپ کی اس کے علاوہ کوئی اور حاجت ہے۔؟''

اس نے فرمایا:

''ہاں!''

میں نے پوچھا:

''وہ کیا۔؟''

اس نے فرمایا:
''اگر توفیق ہو تو مجھے اپنی دعا میں نہ بھلانا اور جب آپ پر کوئی مصیبت نازل ہو اس وقت بھی میرے حق میں دعا کر سکو تو کر لینا۔''
میں نے کہا:
''میرے جیسا آپ جیسے کیلئے کیا دعا کر سکتا ہے۔؟ آپ تو خوف الٰہی اور توکل کے اعتبار سے مجھ سے افضل ہیں۔''
اس نے فرمایا:
''تم یہ نہ کہو کیونکہ میں کم عمر ہوں اور آپ مجھ سے بڑے ہیں۔ آپ نے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی نمازیں ادا کی ہیں، آپ پر اسلام کا حق بھی ہے اور آپ کو ایمان کی معرفت بھی حاصل ہے۔''
میں نے کہا:
''میری بھی ایک حاجت ہے۔''
اس نے کہا:
''وہ کیا ہے۔؟''
میں نے کہا:
''آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔''
تو اس نے میرے لئے یہ دعا کی:
''اللہ تعالیٰ تیری نگاہ کو ہر گناہ سے محفوظ رکھے اور تیرے دل کو ایسا فکر نصیب کرے جس میں اُس کی رضا حاصل ہوتی ہو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا تیرا کوئی اور مطلوب ومقصود نہ رہے۔''
میں نے کہا:
''اے میرے دوست! میں آپ کو کہاں ملوں گا اور کہاں تلاش کروں گا۔؟''
اس نے فرمایا:
''دنیا میں تو خود کو میری ملاقات کا شوقین نہ بنانا آخرت میں تو کیونکہ مجمع ہی متقین کا ہوگا (اس لئے وہاں پر ہی ہماری ملاقات ہوگی) جن چیزوں کا تجھے حکم دیا گیا ہے یا تیرے لئے مندوب کیا گیا ہے تو ان میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت نہ کرنا۔ اگر تو میری ملاقات کو چاہے گا تو مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھنے والے حضرات کے مجمع میں تلاش کر لینا۔''
میں نے پوچھا:
''آپ اس درجہ تک کیسے پہنچے۔؟''
اس نے فرمایا:
''ہر حرام کردہ چیز سے اپنی آنکھ کی حفاظت کر کے، ہر منکر اور گناہ سے اجتناب کر کے اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کی ہے کہ وہ میری جنت بس اپنے دیدار ہی کو مقرر کر دے۔''
پھر اس نے ایک چیخ ماری اور تیز تیز دوڑنے لگا حتیٰ کہ میری نظروں سے غائب ہو گیا۔
ایک اہل تصوف فرماتے ہیں:
''جب پہلی ہی نظر میں نگاہ کو پابند کر کے اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کر لیں گے تو بے شمار آفات سے نجات حاصل ہوگی اور اگر بار

بار بدنگاہی میں مبتلا ہوں گے تو نظر نے جو کچھ دل میں تخم ریزی کی ہوگی اس کو نیست و نابود کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ جب بدنگاہی ہو جائے تو اس کی گہرائی میں نہ جائیں، اس کے نتائج بد کی فکر کریں اور اللہ کا خوف دل میں لائیں۔"

حضرت ابوتراب نخشبی فرماتے ہیں:

"اپنے غلط ارادوں کو کنٹرول میں رکھو۔ یہ گناہوں کا پیش خیمہ ہیں۔ جس کے ارادے درست ہو گئے اس کے بعد اس کے افعال و احوال بھی درست ہو جاتے ہیں۔"

حضرت ابوالعباس بن مسروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جس نے اپنے دل کے ارادوں میں اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھا، اللہ تعالیٰ اس کے اعضاء کی حرکات کی حفاظت فرما (کر اس کو گناہوں سے بچا) لے گا۔"

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اپنی نگاہوں کی حفاظت کرو اگرچہ مادہ بکری سے بھی کیوں نہ ہو۔"

ابوعصمت فرماتے ہیں کہ میں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ آپ کے سامنے ایک خوبصورت نوجوان بھی تھا۔ آپ اس کو کچھ لکھوا رہے تھے۔ اچانک ایک خاتون حسن و جمال کی ملکہ سامنے سے گزری اور وہ جوان نظریں چرا کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے جان لیا کہ معاملہ کیا ہے۔ پھر اپنے ہاتھ سے اس کی گردن پھیر کر یہ شعر کہا:

"دع المصوغات من ماء وطين
واشغل هواك بحور خرد عين"

"پانی اور مٹی سے بنی عورتوں کو چھوڑ اور اپنے عشق و خواہش کو اس حور کا متوالا بنا جو کنوری ہے موٹی آنکھوں والی ہے۔"

حضرت ابوالقاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اپنی نگاہ کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں مصروف کر دو اور جس آنکھ کے ذریعہ تم نے اللہ عزوجل کا دیدار کرنا ہے اس کو غیر اللہ سے بند کر دو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے گر جاؤ گے۔"

حضرت غزوان رحمۃ اللہ علیہ کسی جنگ میں شریک تھے۔ ان کے سامنے ایک لڑکی آ گئی۔ آپ نے اس کو دیکھ لیا، پھر اپنا ہاتھ اٹھا کر اپنی آنکھ کو ایک چپت لگائی کہ وہ لڑکی بھی خوف کے مارے بھاگ گئی اور انہوں نے اپنی آنکھ کو مخاطب کر کے فرمایا:

"خبردار! تو اس چیز کو دیکھتی ہے جو تجھے آخرت میں مصیبت میں ڈال دے گی۔؟"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کیلئے بارش کی دعا کرنے چلے تو ان کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ آپ کے ساتھ کسی خطا کار کیلئے بارش نہیں برسے گی تو انہوں نے لوگوں کے سامنے اس کا ذکر فرمایا اور فرمایا:

"جو لوگ گناہگار ہوں وہ سب چلے جائیں۔"

سب لوگ چلے گئے مگر ایک شخص نہ گیا۔ اس شخص کی داہنی آنکھ نہیں تھی۔ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

"تم کیوں نہیں گئے۔؟"

اس نے عرض کیا:

"اے روح اللہ! میں نے ایک پلک جھپکنے کی دیر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی۔ ایک مرتبہ میں نے دائیں آنکھ پھیری تو میری نگاہ

ایک عورت کے قدم پر پڑ گئی تھی۔ حالانکہ اس کو دیکھنے کا میرا ارادہ نہیں تھا، مگر میں نے اس آنکھ کو بھی باہر نکال دیا اور اگر میں اس کو بائیں آنکھ سے دیکھتا تو اس کو بھی نکال دیتا۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رو پڑے حتیٰ کہ ان کی ڈاڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی پھر ارشاد فرمایا:

"تم دعا کرو کیونکہ تم مجھ سے زیادہ دعا کرنے کے مستحق ہو۔ میں تو نبی ہونے کی وجہ سے معصوم ہوں اور تم اس کے بغیر گناہ سے محفوظ ہو۔"

چنانچہ وہ شخص ہاتھ اٹھائے آگے بڑھا اور عرض کیا:

"اللهم انك خلقتنا وقعد علمت مانعمل من قبل ان تخلقنا فلم يمنعك ذلك ان تخلقنا فلما خلقتنا و تكفلت بار زاقنا فارسل السماء علينا مدرارا"

"اے اللہ! تو نے ہمیں پیدا فرمایا حالانکہ تو ہمیں پیدا کرنے سے پہلے خوب جانتا تھا کہ ہم کیا عمل کریں گے، لیکن پھر بھی ان اعمال نے ہمیں پیدا کرنے سے نہیں روکا تو جس طرح سے تو نے ہمیں "اپنی مرضی سے" پیدا فرمایا اور ہماری روزیوں کا کفیل ہوا" اسی طرح سے "ہم پر بارش کو بھی خوب برسادے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

"اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں عیسیٰ کی جان ہے! اس شخص کے منہ سے ابھی کلمۂ دعا پورا بھی نہ نکلا تھا کہ بارش نے اپنی تنابیں ڈھیلی کر دیں اور دیہاتیوں اور شہریوں کو سیراب کر دیا۔"

اعتراض: اگر کوئی یہ کہے کہ اس شخص نے اپنی آنکھ نکال کر گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ کونسی نیکی ہے جس کا وسیلہ پکڑا جائے۔؟

جواب: اگر یہ بات درست ہو کہ اس نے اس وجہ سے اپنی آنکھ نکال دی تھی تو یہ ان کی شریعت میں جائز ہوگا، کیونکہ ان کی شریعتوں کے احکام بہت سخت ہوتے تھے اور ان کی عزیمت کے کام بھی اسی طرح سے سخت ہی ہوں گے اس وجہ سے اس بزرگ نے ایسا عمل کیا ہوگا۔ ورنہ! کبھی بھی گناہ نہ کرنے والا شخص یہ گناہ کیسے کر سکتا ہے۔ شریعت محمدیہ میں یہ حرام ہے۔

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قوم بنی اسرائیل میں ایک عبادت خانہ تھا۔ اس میں عابدوں کی ایک جماعت رہا کرتی تھی اور یہ ایک عید کے موقع پر جمع ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ ایک دن عید میں شرکت کیلئے نکلے۔ ان میں سے ایک نے ایک نیک عبادت گزار خاتون کو دیکھا تو اپنی نظر کو اس پر لگا دیا۔ جب اس خاتون نے اس کو دیکھا تو بغیر اس خیال کے کہ وہ اس کو چاہتا ہے یہ کہا:

"پاک ہے وہ ذات جس نے آنکھوں کو روشن کیا اور وہ دیکھنے کے قابل ہوئیں، لیکن وہ حرام کردہ اشیاء کو دیکھنے میں مصروف ہو گئیں۔"

یہ سنتے ہی وہ عابد منہ کے بل سجدہ میں جا پڑا اور یہ کہنا شروع کر دیا:

"اے میرے اللہ! میں نے جو یہ غلط نگاہ ڈالی ہے اس کی سزا میں میری بینائی سلب نہ کرنا۔ مجھے آپ کی عزت کی قسم! میں اس کو اب کے بعد اشکبار رکھوں گا جتنی اس میں رونے کی طاقت ہے، چاہے یہ ختم ہو جائے۔"

پھر وہ روتا رہا حتیٰ کہ نابینا ہو گیا۔"

حضرت یوسف بن یونس بن حماس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے ایک عورت گزری اور ان کے دل میں اتر گئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ ان کی بینائی ختم ہو جائے۔ چنانچہ ان کی بینائی جاتی رہی۔ اس کے بعد یہ ایک زمانہ تک اسی حالت میں مسجد تک

آتے رہے کہ کوئی شخص ان کو مسجد تک لے جاتا اور لے آتا تھا۔ پھر ان کے دل میں کچھ تحریک سی پیدا ہوئی جب کہ ان کو واپس لے جانے والا آدمی وہاں سے چلا گیا تھا اور ان کو ایسا کوئی شخص نہ ملا جو ان کو ان کے گھر تک چھوڑ جائے۔ یہ مسجد سے نکلے اور اللہ تعالیٰ سے بینائی کی واپسی کی دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی درست کر دی۔ پھر وہ اپنے انتقال تک تمام عرصہ سلامتی نگاہ کے ساتھ زندہ رہے۔

ایک شخص نے حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا:

''کاش! آپ کسی کو حکم فرماتے کہ آپ کے حجرے میں جو مکڑی کے جالے بنے ہوئے ہیں وہ صاف کر دیئے جائیں۔؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''تمہیں پتہ نہیں فضول دیکھنا مکروہ ہے۔؟''

حضرت حسان بن ابی سنان رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ عید کے روز باہر چلے گئے۔ جب گھر واپس ہوئے تو ان کی اہلیہ نے پوچھا:

''آج آپ نے کتنی حسین عورتیں دیکھیں۔؟''

جب اس نے بار بار یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

''تو تباہ ہو جا! میں جب سے تیرے پاس سے گیا ہوں تیرے پاس لوٹنے تک اپنے انگوٹھے کو ہی دیکھتا رہا۔ (نظر کی حفاظت کرتے ہوئے تاکہ نظر گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔)''

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت ربیع بن خثیم اپنی نگاہیں بند رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے پاس سے چند عورتیں گزریں تو انہوں نے اسی طرح سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ عورتوں نے یہی سمجھا کہ یہ نابینا ہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اندھے پن سے پناہ مانگی۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''شیطان انسان کی تین جگہوں پر ہوتا ہے: اس کی آنکھ میں، اس کے دل میں اور اس کی شرمگاہ میں۔ عورت کے بھی تین جگہ پر ہوتا ہے: اس کی نگاہ میں، اس کے دل میں اور سرین میں۔''

''یعلم خائنة الاعین'' ''اللہ تعالیٰ خیانتی آنکھوں کو جانتا ہے۔'' مذکورہ ارشاد الٰہی کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''ایک شخص کچھ لوگوں میں بیٹھا ہوتا ہے۔ اس کے پاس سے ایک عورت گزرتی ہے۔ یہ شخص ان لوگوں کو یہ دکھلا رہا ہوتا ہے کہ وہ اس عورت کو نہیں دیکھ رہا، لیکن جب وہ ان کو اپنی طرف سے غافل پاتا ہے تو اس کو دیکھ لیتا ہے اور اگر ان کے تاڑ جانے کا خوف کرتا ہے تو اپنی نگاہ کو پھیر لیتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس کے دل کو جانتی ہے کہ وہ اس عورت کو دیکھنے کی چاہت میں مصروف ہے۔''

حضرت عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں آنکھ والا ہوتا۔ مجھے وہ لمحہ نہیں بھولا جب میں نے جوانی میں ایک مرتبہ کسی غیر محرم عورت کو دیکھ لیا تھا۔''

حضرت لقمان حکیم رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''اے بیٹے! شیر اور سانپ کی چاہت پر تو چل لے، مگر عورت کے پیچھے مت چلنا۔''

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جس نے اپنی نظر کو آزاد چھوڑا، اس کی محرمات سے حفاظت نہ کی تو اس کے غم طویل ہو گئے۔''

حضرت علاء بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اپنی نگاہ کو عورت کی چادر پر بھی مت ڈال، کیونکہ نگاہ دل میں شہوت کا بیج بوتی ہے۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جس نے کسی عورت کے بارے میں اس کے لباس کے نیچے جسم کی حاشیہ آرائی کی (اگر وہ روزہ دار تھا) تو اس نے اپنا روزہ خراب کر دیا (اگر روزہ دار نہ تھا تو بھی خطرناک گناہ کیا۔)''

حضرت عمرو بن مرہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک اجنبی عورت کو دیکھا جس کے حسن نے مجھے حیران کر دیا تو اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اندھا کر دیا۔ میرا گمان ہے کہ یہ اسی دیکھنے کی سزا ہے۔

ابو عمرو بن علوان کہتے ہیں کہ میں کسی کام کو رحبہ بازار میں گیا تو مجھے ایک جنازہ نظر آیا۔ میں اس کے پیچھے پیچھے چل نکلا تا کہ اس کی نماز میں شرکت کر کروں تو میں دیگر لوگوں کے ساتھ رہا یہاں تک کہ میت کو دفن کر دیا گیا، پھر اچانک میری نگاہ بلا ارادہ ایک حسین چہرے والی عورت پر جا پڑی تو میں نے آنکھیں بھینچ لیں اور ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا، استغفار کیا اور اپنے گھر لوٹ آیا۔ مجھے ایک بڑھیا نے کہا:

''اے میرے آقا! مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں آپ کا منہ کالا دیکھ رہی ہوں۔؟''

میں نے آئینہ اٹھا کر دیکھا تو واقعی میرا منہ کالا ہو چکا تھا۔ پھر میں نے اپنا خیال دوڑایا کہ یہ کالک مجھے کہاں سے لگی ہے تو مجھے وہ ایک مرتبہ کی بدنگاہی یاد آئی۔ میں نے خلوت میں جا کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور چالیس دن کی مہلت طلب کی، پھر میرے دل میں آیا کہ اپنے شیخ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کروں۔ چنانچہ میں بغداد کو روانہ ہو گیا تو جب میں اس حجرہ کے قریب آیا جس میں شیخ قیام پذیر تھے اور دروازہ کھٹکایا تو آپ نے بطور کشف و بصیرت مجھے فرمایا:

''اے ابو عمرو! آجاؤ! تم گناہ تو رحبہ بازار میں کرتے ہو اور اپنے پروردگار سے معافی مانگنے بغداد میں آتے ہو۔''

حفاظتِ قلب

دل حقیقت تخلیق میں تمام آفات سے محفوظ ہوتا ہے۔ حواس خمسہ باہر سے اس کو اطلاعات پہنچاتے ہیں اور وہ رقبۂ دل پر نقش کرتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان تمام راستوں کی خوب حفاظت کی جائے جن سے فتنوں کا خوف ہو۔ اگر یہ دل کسی دوسری چیز سے متعلق ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے جو اس کو اپنی تعظیم کیلئے، مصالح میں فکر کیلئے پیدا کیا تھا اس سے محروم ہو جائے گا اور کسی ایسے فتنہ میں پڑ جائے گا جو اس کی ہلاکت کا سبب بنے گا۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''الا وان فی الجسد مضغه اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الاوهی القلب'' (مسند احمد)

''سن لو! انسان میں ایک لوتھڑا ہے اگر وہ درست رہے تو سارا بدن درست رہتا ہے، اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم بیمار ہو جاتا ہے اور بیشک وہ (لوتھڑا) دل ہے۔''

ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت دیہات میں رہا کرتی تھی۔ میں نے اس سے سنا، وہ کہتی تھی:

''اگر مومنوں کے دل اپنی فکر کے ساتھ آخرت کے مخفی انعامات کا مطالعہ کر لیں تو ان پر دنیا کا عیش بدمزہ ہو جائے اور دنیا میں ان کی آنکھ کبھی ٹھنڈی نہ ہو۔''

حضرت ابوالخیر تیناتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''دنیا کی محبت کے اسیر دل پر آخرت کی تجلی راحتوں سے لذت اٹھانا حرام ہے۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان المومن اذا اذنب کانت نکته سوداء فی قلبه، فان تاب و نزع واستغفر صقل قلبه، وان زاد زادت حتی تعلو قلبه فذلك الران الذی ذکر الله عزوجل فی کتابه (کلا بل ران علی قلوبهم ما کانوا یکسبون " (السنن الترمذی)

''جب کوئی مسلمان گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے اگر اس نے توبہ کر لی، گناہ سے باز آ گیا اور استغفار کیا تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر اور گناہ کیا تو وہ سیاہ نکتہ اس کے دل پر پھیل جاتا ہے۔ یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح فرمایا ہے: ''ہرگز نہیں بلکہ ان کے دل زنگ آلود ہو گئے ہیں ان (کے گناہوں) کی وجہ سے جو وہ کرتے ہیں۔''

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جسم کی بیماری تکالیف سے ہوتی ہے اور دلوں کی بیماری گناہوں سے۔ جس طرح ہر جسم کو بیماری کی موجودگی میں کھانے کی لذت حاصل نہیں ہوتی اسی طرح گناہوں کی موجودگی میں دل کو عبادت کی لذت نصیب نہیں ہوتی۔''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان هذه القلوب تصدا کما یصدا الحدید"

''یہ دل زنگ آلود ہوتے ہیں جس طرح سے لوہا زنگ آلود ہوتا ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا:

"یا رسول الله فما جلاؤ ها؟ "

''یارسول اللہ! ان کے زنگ کو صاف کرنے کا طریقہ کیا ہے۔؟''

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"تلاوۃ القرآن"

''قرآن پاک کی تلاوت۔''

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

''دل کی دوا پانچ چیزیں ہیں: قرآن مجید کو فکر کے ساتھ پڑھنا۔ پیٹ کو (حرام کھانے یا زیادہ کھانے سے) خالی رکھنا۔ رات کو تہجد پڑھنا۔ سحری کے وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے انکساری اور عاجزی سے گڑگڑانا۔ نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان قلوب بنی آدم کلها بین اصبعین من اصابع الرحمن تبارك و تعالیٰ کقلب واحد یصرفها کیف یشاء ثم قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اللهم مصرف القلوب اصرف قلوبنا الی طاعتك "(صحیح مسلم)

''تمام انسانوں کے دل اللہ تبارک وتعالیٰ کی (قدرت کی) دو انگلیوں کے درمیان ایسے ہیں جیسے ایک دل ہو۔ اس کو جیسے چاہے پھیر دے۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا:

" اللهم مصرف القلوب اصرف قلوبنا الى طاعتك"

''اے اللہ! دلوں کے پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنی عبادت کی طرف پھیر دے۔''

حضرت احمد بن خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یہ دل گردش کرنے والے ہیں یا تو عرش کے گرد گردش کرتے اور گھومتے ہیں یا گھاس کی طرح بے قیمت دنیاوی عیش و آرام کیلئے گھومتے ہیں۔''

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ضرب الله مثلا صراطا مستقيما وعلى جنبتي الصراط سوران فيهما ابواب مفتحه وعلى الابواب ستورر خاة وعلى باب الصراط داع يقول يايها الناس ادخلوا الصراط جميعا ولا تعر جوا داع يدعو من جوف الصراط فاذا اراد (يعني العبد) ان يفتح شيئا من تللك الابواب قال ويحك لا تفتحه فانك ان تفتحه تلجه و الصراط الاسلام والسوران حدود الله والا بواب المفتحه محارم الله وذلك الداعي على راس الصراط كتاب الله والداعي من فوق واعظ الله في قلب كل مسلم"

''اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی مثال بیان فرمائی جس کے دونوں طرف دو فصیلیں ہیں۔ ان میں کھلے ہوئے دروازے ہیں اور دروازوں پر لٹکے ہوئے پردے ہیں۔ صراط کے دروازہ پر ایک شخص دعوت دے رہا ہے کہ اے لوگو تم سب کے سب اس صراط (راستہ) پر چلو ادھر ادھر نہ بھٹکو اور ایک پکارنے والا صراط کے اندر پکار رہا ہے۔ چنانچہ جب انسان ان دروازوں میں سے کسی دروازہ کو کھولنا چاہتا ہے تو وہ کہتا ہے! ''تجھ پر افسوس ہے اس کو مت کھول اگر تو نے اس کو کھولا تو اس میں مبتلا ہو جائے گا۔'' صراط (سے مراد) اسلام ہے اور دو فصیلوں سے مراد اللہ تعالیٰ کی حد بندیاں ہیں اور کھلے ہوئے دروازے اللہ تعالیٰ کے محرمات ہیں اور وہ پکارنیوالا جو صراط کے سرے پر ہے قرآن مجید ہے اور وہ پکارنے والا جو اس کے اوپر سے دعوت دے رہا ہے ہر مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت کرنے والا ہے۔''

☆☆☆

فصل نمبر 27:

رضاء

رضائے الٰہی اور قرآن: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((رضی الله عنهم ورضوا عنه))

''اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے۔'' (سورۃ المائدۃ، آیت نمبر: ۱۱۹)

اہل جنت اور رضائے الٰہی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ اہل جنت اپنی مجلس میں بیٹھے ہوں گے کہ اچانک جنت کے دروازے پر ایک نور ظاہر ہو گا۔ اہل جنت سر اٹھا کر دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ تشریف فرما ہوں گے اور فرمائے گا:

''اے جنتیو! مجھ سے جو چاہو مانگ لو۔''

جنتی عرض کریں گے:

''ہم فقط تیری رضا چاہتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

''میری رضاء ہی کی وجہ سے تم جنت میں داخل ہوئے ہو اور تمہیں میری طرف سے عزت حاصل ہوئی ہے۔ مانگ لو! جو مانگنا چاہتے ہو یہی وقت ہے۔''

جنتی عرض کریں گے:

''اے اللہ! ہم تیری مزید رضا کے طالب ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پس اہل جنت کے پاس سرخ یاقوت کی اونٹنیاں لائی جائیں گی۔ جن کی باگیں سبز رنگ کے زمرد اور سرخ رنگ کے یاقوت کی ہوں گی۔ چنانچہ وہ ان پر بیٹھ جائیں گے۔ ان کا قدم وہاں پر ہو گا جہاں تک ان کی نظر جائے گی۔ اللہ تعالیٰ پھلدار درختوں کو حکم دے گا، پھر موٹی آنکھوں والی حوریں آئیں گی اور کہیں گی:

''ہم حسین حوریں ہیں۔ ہمیں کوئی تکلیف نہ ہو گی۔ ہم ہمیشہ جنت میں رہنے والیاں ہیں۔ ہمیں کبھی موت نہ آئے گی۔ ہم مومنوں کی باعزت بیویاں ہیں۔''

اللہ تعالیٰ حکم فرمائے گا تو سفید خوشبودار کستوری کے ٹیلے پر ایک ہوا چلے گی جس کا نام مشیرہ ہو گا۔ یہاں تک کہ یہ انہیں لے کر جنت عدن میں آ جائے گی۔ جنت عدن جنت کا بہترین حصہ ہے۔ یہ دیکھ کر ملائکہ کہیں گے:

''اے اللہ! یہ لوگ آ گئے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

''مرحبا! اے سچ بولنے والو! مرحبا! اے عبادت گزارو!''

پھر جنتیوں کے لیے پردہ اٹھایا جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کریں گے۔ وہ نورانیت خالق کو دیکھ کر اس قدر کھو جائیں گے کہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

''انہیں ان تحفوں کے ساتھ محلوں کی طرف لوٹا دو۔''

جب اہل جنت واپس آئیں گے تو تب ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
((نزلًا من غفور رحیم))(سورۃ فصلت، آیت نمبر:۳۲)
"یہ مہمانی ہے غفور رحیم کی طرف سے۔"(حلیۃ الاولیاء، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 209)
رضاء احوال سے ہے یا مقامات سے: اہل عراق وخراسان کا اس میں اختلاف ہے کہ رضاء کا تعلق احوال سے ہے یا مقامات سے؟
پس خراسانیوں کا کہنا ہے:
"رضاء کا تعلق مقامات سے ہے اور یہ توکل کی انتہا ہے۔ یعنی رضاء کو کوشش کے ذریعہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔"
لیکن عراقیوں کا کہنا ہے:
"رضاء کا تعلق احوال سے ہے اور اسے کوشش سے حاصل نہیں کیا جاسکتا، بلکہ یہ ایک حالت ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندے کے قلب پر وارد ہوتی ہے۔ جیسا کہ باقی احوال وارد ہوتے ہیں۔
مطابقت: عراقیوں اور خراسانیوں کے ان اقوال کے درمیان مطابقت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ رضا کی ابتداء تو انسانی کوشش سے ہوتی ہے اور یہ ایک مقام ہے اور رضاء کی انتہاء احوال میں سے ہے جو کوشش سے حاصل نہیں ہوسکتے۔
رضاء کے بارے میں صوفیاء کے شیوخ میں اختلاف: صوفیاء کے شیوخ نے رضاء پر بہت مفصل بحث فرمائی ہے۔ چنانچہ ہر صوفی نے اپنی حالت اور اپنے مشرب کے اظہار پر قول بیان فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس کو جتنا رضاء کا حصہ ملا اتنا اس نے بیان کیا اور اسی قدر ان کی عبارات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کو رضاء میں سے کم حصہ ملا اور بعض کو زیادہ۔
تقدیر پر اعتراض نہ کرنے والا: اب رہی علم کی شرط تو اس کا ہونا انتہائی لازم ہے۔ جو بندہ اللہ کے ساتھ راضی ہے، وہ وہی ہو سکتا ہے جو اس کی تقدیر پر اعتراض نہ کرے۔
تقدیر کو تسلیم کرنا: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
"رضا یہ نہیں ہے کہ تم معصیت کا احساس نہ کرو بلکہ رضاء یہ ہے کہ تم اللہ کے حکم اور اس کی تقدیر پر اعتراض نہ کرو۔ بندے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس قضاء پر راضی رہے جس پر راضی رہنے کا اسے حکم دیا گیا ہے، کیونکہ بندے کے لئے ہر اس بات پر جو اس کی تقدیر میں ہے راضی رہنا جائز یا واجب نہیں۔ مثلاً: معصیت پر یا مسلمانوں کو ایذاء رسانی وغیرہ پر۔"
رضاء اللہ کا دروازہ ہے: صاحبان تصوف کہتے ہیں:
"رضاء اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا دروازہ ہے۔"
شیوخ کی مراد یہ ہے کہ جس آدمی کو اللہ نے اپنی رضاء سے نوازا ہو، اس پر اللہ کی بہت بڑی عنایت ہے۔
رضاء دنیاوی جنت ہے: شیخ عبدالواحد بن زید علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
"رضاء باب اللہ ہے اور رضاء اس دنیا کی جنت ہے۔"
اللہ اور بندے کی رضا: جاننا چاہیے کہ بندہ تب تک اللہ تعالیٰ سے راضی نہیں ہوسکتا جب تک اللہ تعالیٰ اس سے راضی نہ ہو جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
((رضی اللہ عنھم ورضوا عنه))

''اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے۔'' (سورۃ المائدہ، آیت نمبر: ۱۱۹)

معلم اور شاگرد کا مکالمہ: شیخ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک شیخ کے شاگرد نے شیخ سے پوچھا:

''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے راضی ہو تو کیا بندے کو معلوم ہو جاتا ہے۔؟''

شیخ نے فرمایا:

''نہیں۔ بندے کو رضائے الٰہی کا علم کیسے ہو سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی رضاء ہم سے پوشیدہ ہے۔''

شاگرد نے عرض کیا:

''اللہ کے دوست کو تو اللہ کی رضا کا علم ہوتا ہے۔؟''

شیخ نے فرمایا:

''وہ کیسے؟''

شاگرد نے عرض کیا:

''جب میں اپنے قلب کو اللہ پر راضی پاتا ہوں تو سمجھ لیتا ہوں کہ اللہ بھی مجھ سے راضی ہے۔''

شیخ نے فرمایا:

''تیرا جواب بہت ہی اچھا ہے۔''

حضرت موسیٰ کا رضاء کے بارے میں سوال: ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئے:

''اے میرے رب! مجھے ایسا عمل تعلیم فرما جس کے کرنے سے تو مجھ سے راضی رہے۔''

اللہ تعالیٰ نے جواب عطا فرمایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام وہ کام نہ کر سکے گا اور عاجزی سے سجدہ میں گر پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی:

''اے ابن عمران! میری رضاء تو اسی میں ہے کہ تو میری قضاء پر راضی رہے۔''

بندے کی رضا: شیخ ابو سلیمان دارانی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''بندے کی رضا یہ ہے کہ وہ اپنی خواہشات کو ترک کر دے۔''

شیخ ابو سلیمان دارانی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابو القاسم ابراہیم بن محمد نصر آبادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''ہر اس آدمی کو جو اللہ کی رضا چاہتا ہے ان کاموں میں مگن رہنا چاہئے جن سے اللہ راضی ہوتا ہے۔''

اقسام رضاء: شیخ ابو محمد بن محمد بن خفیف شیرازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''رضاء کی دو اقسام ہیں۔ پہلی: رضا باللہ۔ دوسری: رضا عن اللہ۔ رضا باللہ یہ ہے کہ ہم اللہ سے بحیثیت مدبر کے راضی رہیں اور رضا عن اللہ یہ ہے کہ ہم اس کی قضاء پر راضی رہیں۔''

طریق سالکین و خواص: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''طریق سالکین بہت دشوار ہے اور حقیقت میں وہ ریاضت ہے۔ طریق خواص بہت آسان ہے، اگرچہ یہ طریق سالکین سے زیادہ دشوار ہے اور وہ یہ ہے کہ تو ان باتوں پر راضی رہے جن سے اللہ راضی ہے۔''

اللہ کی مرضی پر راضی رہنا: شیخ ابو محمد رویم بن احمد علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''اگر اللہ تعالیٰ جہنم کو کسی آدمی کے دائیں ہاتھ پر رکھ دے تو اس کا یہ التجاء تک نہ کرنا کہ اے اللہ! اسے بائیں ہاتھ پر رکھ دے رضا

ہے۔"

کراہیت سے بچنا: شیخ ابوبکر بن طاہر علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"کراہیت کو قلب سے نکال دینے کا نام رضا ہے، حتیٰ کہ قلب میں فرح وسرور کے علاوہ کچھ بھی باقی نہ رہے۔"

صوفیاء کو تنبیہ: شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ واسطی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"جہاں تک ممکن ہو فقط رضائے الٰہی کی خاطر اعمال سرانجام دو۔ تم رضا کو استعمال کرو ایسا نہ ہو کہ رضا تمہیں استعمال کرے۔ اگر ایسا کرو گے تو رضا کی لذت اور اذیت کی وجہ سے حقیقت الٰہیہ سے پردہ میں چلے جاؤ گے۔"

شیخ واسطی کی مراد: غور کیجئے کہ شیخ ابوبکر واسطی علیہ الرحمۃ کا یہ قول باعظمت قول ہے۔ اس میں متنبہ کیا گیا ہے کہ صوفیاء رضا کے اس معنی پر عمل کرتے ہیں کہ احساس کئے بغیر اللہ سے غافل نہ ہو جائیں اور ان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے کہیں کٹ نہ جائے، کیونکہ ایک حالت میں سکون واطمینان سے ذہنا حالات کے بدلنے والے اللہ سے پردہ کا سبب ہے، لہذا جب بندہ رضائے الٰہی سے مسرور ہوتا ہے اور اپنے قلب میں رضاء کی راحت محسوس کرتا ہے تو اسی وقت مشاہدہ حق سے محجوب ہو جاتا ہے۔

عبادت سے لطف اندوز ہونا: شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ واسطی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"اللہ تعالیٰ کی عبادت سے لطف اندوز ہونا زہر قاتل ہے (پھر تو آدمی لطف کے لیے عبادت کرے گا نہ کہ اللہ کے لیے)۔"

احکامات الٰہی پر دلجمعی: شیخ ابوعبداللہ محمد بن خفیف شیرازی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"رضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر دلجمعی میسر آئے اور جن چیزوں سے اللہ راضی ہوتا ہے اور جنہیں پسند فرماتا ہے دل ان کی جستجو کرے۔"

غم وراحت میں ایک حالت: سیدہ رابعہ بصریہ علیہا الرحمۃ سے پوچھا گیا:

"انسان کب اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی کہلانے کا حق دار ہوتا ہے؟"

سیدہ نے فرمایا:

"جب اسے مصائب میں بھی ایسی ہی خوشی میسر ہو جیسی آرام میں ہوتی ہے۔"

تنگی قلب: ایک مرتبہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ شیخ شبلی علیہ الرحمۃ کے پاس گئے تو انہوں نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا۔ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے کہا:

"آپ کے یہ الفاظ تنگی قلب کے سبب ہیں اور آپ کی تنگی قلب اس وجہ سے کہ آپ نے رضائے الٰہی پر راضی رہنا ترک کر دیا ہے۔"

یہ سن کر شیخ شبلی علیہ الرحمۃ خاموش ہو گئے۔

جنت وجہنم: شیخ ابوسلیمان داؤد بن نصیر طائی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ سے جنت وجہنم کا سوال نہ کرنا رضاء ہے۔"

رضاء کی تین علامات: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"علامات رضاء تین ہیں۔ پہلی: قضاء سے پہلے اختیار کو چھوڑ دینا۔ دوسری: قضاء کے نزول کے بعد اس کی تلخی کا احساس۔ تیسری: عین مصیبت میں محبت الٰہی کا بھڑکنا۔"

اللہ کی پسند: حضرت امام حسین ابن علی رضی اللہ عنہما سے کسی نے کہا:

''صحابی رسول حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ مجھے محتاجی بہ نسبت مالداری کے اور بیماری بہ نسبت صحت کے زیادہ پسند ہے۔آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں۔''

امام حسین بن علی رضی اللہ عنہمانے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جناب ابوذر پر رحم فرمائے اگر میں یوں کہتا ہوں کہ جس نے اللہ کی پسند پر بھروسہ کیا، پھر وہ انہی چیزوں کی تمنا کرے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے پسند کر رکھا ہے۔''

صاحب رضاء: شیخ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ نے شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ سے فرمایا:

''رضاء افضل ہے زہد سے، کیونکہ صاحب رضاء اپنے مقام سے بڑھ کر کسی اور مقام کا آرزومند نہیں ہوتا (حالانکہ صاحب زہد کو آرزو ہوتی ہے)۔''

حقیقی رضاء: کسی نے شیخ ابوعثمان سعید بن اسماعیل حیری علیہ الرحمۃ سے اس فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مفہوم پوچھا:

((اسالك الرضاء بعد القضاء))

''اے اللہ! میں تجھ سے قضاء کے بعد رضاء کا سوال کرتا ہوں۔''

شیخ ابوعثمان سعید بن اسماعیل حیری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء کے بعد رضا کا اس لیے سوال کیا کیونکہ قضاء سے پہلے راضی ہونا رضاء پر عزم کرنا ہے اور حقیقی رضاء تو قضاء کے بعد ہوتی ہے۔''

جہنم میں جانے کے بعد بھی راضی رہنا: شیخ ابوسلیمان داؤ بن نصیر طائی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''میں اس وقت بھی یہی سمجھوں گا کہ میں نے تھوڑی سی رضاء کو حاصل کیا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ مجھے جہنم میں ڈال دے اور میں اس پر راضی رہوں۔''

حکم الٰہی پر عمل: شیخ ابوعمر دمشقی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اگر حکم الٰہی پر عمل کرنے میں بے چینی نہیں ہے تو سمجھ لو کہ تم کو رضا حاصل ہوگئی۔''

بندے کے اختیارات کا ختم ہونا رضا ہے: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''رضا یہ ہے کہ بندے کا اختیار ختم ہو جائے۔''

شیخ ابن عطاء کا فرمان: شیخ احمد بن عطاء روذباری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''رضاء یہ ہے کہ بندے کے قلب کی نگاہ اس پر ہو جو اللہ تعالیٰ نے بندے کے لئے ازل سے اختیار فرمادیا ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کے اختیارات پر اظہار ناراضگی نہ کرنا رضاء ہے۔

قلب کا سکون: 1: شیخ ابومحمد رویم بن احمد کا فرمان ہے:

''احکامات الٰہی کے جاری ہونے پر قلب کا سکون حاصل کرنا رضاء ہے۔''

2: شیخ ابوعبداللہ حارث بن اسد محاسبی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''اللہ کے احکام کے جاری ہونے پر دل کا سکون حاصل رہنا رضاء ہے۔''

قضائے الٰہی پر خوشی: شیخ ابومحمد احمد بن محمد نوری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''اللہ کی قضاء کے وارد ہونے پر قلب کا مسرور ہونا رضاء ہے۔''

مرتبہ سے کم چیز پر راضی ہونا: شیخ محمد بن محمد بن حسین الجریری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''اپنے مرتبہ سے کم چیز پر راضی ہونے والے بندے کو اللہ تعالیٰ اس کے مرتبہ سے زیادہ بلند مرتبہ دے گا۔''

جس کے قلب میں دنیا بسی ہو: شیخ ابوتراب نخشبی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''وہ آدمی ہرگز رضاء کا مرتبہ حاصل نہیں کر سکتا جس کے قلب میں دنیا کی قدر و منزلت ہو۔''

اللہ کو رب مان کر راضی ہونے والا: شیخ عامر بن سعد حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بلاشبہ اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا جو اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مان کر راضی ہو گیا۔'' (سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۲۶۲۳)

حضرت عمر فاروق کی نصیحت: خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے صحابی رسول حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا جس میں درج تھا:

''بعد از سلام و صلوٰۃ۔ بے شک بھلائی تو ہمہ تن رضائے الٰہی میں ہے۔ اگر تم اللہ کی قضاء پر راضی رہ سکتے ہو تو بہتر ہے ورنہ صبر کرو۔''

عتبۃ الغلام: منقول ہے کہ عتبۃ الغلام ساری رات یہی جملہ کہتے رہے:

''اے اللہ! اگر تو مجھے سزا بھی دے تو تب بھی میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں اور اگر مجھ پر رحم فرمائے تو تب بھی میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں۔''

بندہ کنکر کی مثل ہے: شیخ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''بندہ تو ایک کنکر ہے اور کنکر کی کیا مجال کہ وہ احکام الٰہی کا مقابلہ کر سکے؟''

شیخ ابوعثمان حیری: شیخ ابوعثمان حیری علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''چالیس برس بیت گئے کہ اللہ نے مجھے جس مقام پر ٹھہرا دیا میں نے اسے ناپسند نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے جس مقام کی جانب پھیر دیا میں نے ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔''

غلام اور آقا: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ایک آدمی کو اپنے غلام پر کسی وجہ سے بہت غصہ آ گیا۔ غلام نے کسی آدمی کو سفارشی بنا کر بھیجا تو آقا نے اسے معاف کر دیا۔ اس پر غلام رونے لگ گیا۔ سفارشی نے کہا:

''اب جب تمہاری معافی ہو گئی ہے تو اب کیوں روتے ہو؟''

آقا نے کہا:

''یہ مجھے راضی کرنا چاہتا ہے اور میں راضی ہونے والا نہیں۔ اس کے رونے کا یہی سبب ہے۔''

☆☆☆

فصل نمبر 28:

بندگی (عبودیت)

عبادتِ الٰہی: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((واعبد ربك حتى ياتيك اليقين))

"اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہ جب تک کہ یقینی چیز (موت) کا ظہور نہیں ہوتا۔" (سورۃ الحجر، آیت نمبر:۹۹)

عرش الٰہی کے سایہ میں جگہ پانے والے: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((سبعة يظلهم الله في ظله يوم لا ظل الا ظله :امام عادل، وشاب نشا في عبادة الله تعالیٰ، ورجل قلبه معلق بالمسجد اذا خرج منه حتى يعقود اليه، ورجلان تحابا في الله اجتمعا على ذلك وتفرقا عليه، ورجل ذكر الله تعالیٰ خالياً ففاضت عيناه، ورجل دعته امراة ذات حسن و جمال فقال :انى اخاف الله رب العالمين، ورجل تصدق بصدقة فاخفا ها حتى لا تعلم شمله ما تنفق يمينه))

"اس (قیامت کے) دن سات طرح کے لوگ کو اللہ (کے عرش) کا سایہ عطا ہوگا، جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ پہلا: عادل بادشاہ۔ دوسرا: وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت میں لگا رہتا ہے، تیسرا: وہ آدمی جس کا دل مسجد سے جڑا رہتا ہے کہ جب مسجد سے نکلتا ہے تو اس وقت تک سکون نہیں پاتا جب تک واپس نہ لوٹ جائے۔ چوتھا: وہ دو آدمی جو فقط رضائے الٰہی کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور اسی لیے آپس میں ملاقات کرتے ہیں اور اسی کے لیے ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔ پانچواں: وہ شخص جو علیحدگی میں ذکر الٰہی کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں۔ چھٹا: وہ آدمی جسے حسین وجمیل صاحب اختیار خاتون زنا کے لیے بلائے اور وہ کہہ دے: میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ساتواں: وہ آدمی جو چھپا کر صدقہ کرتا ہے حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہیں ہوتا کہ دائیں نے کیا خرچ کیا ہے؟" (صحیح بخاری، کتاب الاذان)

عبادت، عبدیت اور عبودیت: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"عبدیت عبادت سے کامل ہوتی ہے۔ اول عبادت ہوتی ہے، پھر عبودیت اور پھر عبودت۔"

عبادت، عبودیت اور عبودت کن کے لیے: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

(فالعبادة للعوام من المومنين، والعبودية للخواص والعبودة لخاص الخاص)

"پس عبادت عام اہل ایمان کے لئے ہے اور عبودیت خواص کے لئے اور عبودت خاص الخاص کے لئے۔"

مختلف درجات: 1: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"جسے علم الیقین حاصل ہو جائے اس کے لیے درجہ عبادت ہے۔ جسے عین الیقین حاصل ہو جائے درجہ عبودیت اس کے لیے ہے۔ جسے حق الیقین حاصل ہو جائے اس کے لیے درجہ عبودت ہے۔"

2: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

صاحبان مجاہدہ کے لیے عبادات ہیں، متکلفین کے لیے عبدیت اور صاحبان مشاہدہ کے لیے عبودیت۔ پس جو آدمی اپنے نفس کو اللہ سے دور نہ رکھے وہ عابد ہے۔ اپنے قلب سے بخل نہ کرنے والا درجہ عبودیت میں اور اپنی روح سے بخل نہ کرنے والا درجہ عبودت میں۔"

عبادات کو ناقص سمجھنا: منقول ہے کہ جب تم کامل طور پر عبادات کو سرانجام دو اور اپنی عبادات کو ناقص سمجھو اور جو نیک اعمال کرو ان کو تقدیر جانو تو تمہیں درجۂ عبودیت حاصل ہو گیا۔

ترک اختیار: منقول ہے کہ جو شے تقدیر سے ظاہر ہو اس میں ترک اختیار عبودیت کہلاتا ہے۔

عبودت کیا ہے: منقول ہے کہ اپنی طاقت اور قوت سے دست بردار ہو کر اللہ کے عطا کردہ مال اور انعامات کا اقرار کرنا عبودت ہے۔

نواہی کو ترک کر دینا: منقول ہے کہ ان افعال کو اختیار کرنا جن کا حکم دیا گیا اور ان کو ترک کر دینا ہے جن سے روکا گیا ہے، یہ عبودیت کہلاتا ہے۔

عبودیت کب درست ہوتی ہے: شیخ ابو عبداللہ محمد بن خفیف شیزازی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''عبودیت کب درست ہوتی ہے؟''

آپ نے فرمایا:

''جب تم اپنے آپ کو کلی طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو اور مصائب پر خوب صبر کرو۔''

چار باتیں: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''کسی بھی آدمی کی عبودیت کے صحیح ہونے کے لیے چار شرائط ہیں۔ وہ ان چار چیزوں سے کبھی گھبراتا نہیں۔ پہلی: بھوک۔ دوسری: برہنہ رہنا (واجب ستر کے علاوہ) تیسری: فقر۔ چوتھی: ذلت۔''

سب کچھ اللہ کے سپرد: منقول ہے کہ اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا عبودیت ہے۔

عبودیت کی دو نشانیاں: منقول ہے کہ عبودیت کی دو نشانیاں ہیں۔ پہلی: ترک تدبیر۔ دوسری: تقدیر پر بھروسہ۔

خود کو ہر حال میں عبد سمجھنا: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اپنے آپ کو ہر حال میں اللہ کا بندہ سمجھنا عبودیت ہے، جیسا کہ وہ ہر حال میں رب ہے۔''

انعام اور منعم کے بندے: شیخ ابو محمد بن محمد بن حسین جریری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''انعامات کے بندے تو بہت زیادہ ہے (جو اللہ کے انعامات کی وجہ سے اس کی عبادت کرتے ہیں) لیکن منعم (انعام کرنے والے) کے بندے بہت ہی کم ہیں (جو بغیر لالچ عبادت کریں)۔''

خواہشات کا بندہ: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''تو نے اپنے آپ کو جس کی غلامی میں قید کیا ہوا ہے تو اسی کا بندہ ہے۔ اگر تو نفس کی غلامی میں ہے تو نفس کا بندہ ہے اور اگر تو دنیا کی غلامی میں ہے تو تو دنیا کا بندہ ہے۔''

درہم و دینار کا بندہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((تعس عبد الدرهم تعس عبد الدينار تعس عبد الخميصة))

''ہلاک ہو گیا درہم و دینار اور چادر کا بندہ۔'' (صحیح بخاری، کتاب الجہاد)

عبداللہ اور عبدالحمار: شیخ ابو رزین علیہ الرحمۃ نے ایک آدمی کو دیکھا تو فرمایا:

''تم کیا کرتے ہو؟''

اس نے جواباً کہا:

''میں نے کئی گدھے پال رکھے ہیں۔''

شیخ نے فرمایا:

((اماتَ اللہ تعالیٰ حمارك لتکون عبد اللہ لا عبد الحمار))

''اللہ تعالیٰ تیرے گدھوں کو مار ڈالے تاکہ تو عبداللہ (اللہ کا بندہ) کہلائے نہ کہ عبدالحمار۔''

خالص بندگی: شیخ ابوعمرو بن نجید علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''کوئی بھی آدمی جب تک اپنے اعمال کو ریاکاری اور اپنے احوال کو محض دعویٰ نہ سمجھے گا اس وقت تک وہ بندگی میں خالص نہیں ہو سکتا۔

صفت عبدیت: شیخ عبداللہ بن منازل علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اپنے لیے خدام طلب کرنے والے کے ہاتھ سے بندگی کی صفت اور اس کے آداب جاتے رہتے ہیں، کیونکہ بندہ تو اصل میں اس وقت تک بندہ رہتا ہے جب تک وہ اپنے لیے خادم طلب نہ کرے۔''

بندہ کب تک بندہ رہتا ہے: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''بندہ اسی وقت تک بندہ کہلانے کا حق دار ہے جب تک مفلسی میں اس پر ذلت کے اور غنی میں مال کے اثرات ظاہر نہ ہوں۔''

مشاہدۂ الٰہی اور بندگی: یہ بھی منقول ہے کہ مشاہدۂ الٰہی کا نام ہی بندگی ہے۔''

عبد کی عزت: شیخ ابوالقاسم ابراہیم بن محمد نصر آبادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''عبد کی عزت اس کے معبود کے سبب سے ہے، جیسا کہ عارف کو اسی چیز کی وجہ سے شرف حاصل ہے جس چیز کا اس کے ہاں عرفان موجود ہے۔''

بندگی بندے کی زینت ہے: شیخ ابوحفص عمر بن مسلمہ حداد علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''بندگی زینت عبد ہے۔ پس اس کو ترک کرنے والا زینت سے خالی ہو جاتا ہے۔''

بندگی تین طرح کی ہے: شیخ نباجی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''بندگی تین طرح کی ہے۔ پہلی: حکم الٰہی کو رد نہ کرنا۔ دوسری: اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کو بچا کر نہ رکھنا۔ تیسری: تو غیر اللہ سے کوئی حاجت طلب نہ کرو۔''

بندگی کی چار صفات: شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''بندگی کی چار صفات ہیں۔ پہلی: وفائے عہد۔ دوسری: حفاظت حدود۔ تیسری: رضاء۔ چوتھی: صبر۔''

شیخ مزنی: شیخ عمرو بن عثمان مکی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''مکہ شریف میں میری بہت سے لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ موسم حج میں لوگوں کی کثیر تعداد میرے پاس آتی، لیکن میں نے ان میں سے کوئی بھی شیخ مزنی علیہ الرحمۃ جیسا نہیں دیکھا کہ جو عبادت میں ان جیسی سعی کرتا ہو یا جسے عبادت میں ان جیسا دوام حاصل ہو۔ میں نے کوئی ایسا فرد بھی نہ دیکھا جو ان سے بڑھ کر اللہ کے احکام کی تعظیم کرتا ہو اور نہ ہی کوئی ایسا فرد دیکھنے میں آیا جو اپنے نفس پر ان سے زیادہ تنگی کرتا ہو اور لوگوں پر کشادگی۔''

رسول اللہ اور عبدیت: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''بندگی سے زیادہ کوئی بھی چیز باعث عزت نہیں ہے۔ صاحب ایمان کے لیے بندگی سے بڑھ کر کوئی مکمل چیز نہیں۔ یہی سبب ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج، جو اس دنیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ شرف والا وقت تھا، کے قصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا:

((سبحٰن الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ))

"پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے "بندے" کو رات کے کچھ ہی حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔"

(سورۃ بنی اسرائیل (الاسراء)، آیت نمبر 1)

سورۃ النجم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((فاوحی الی عبدہ ما اوحی))

"پس اس نے وحی فرمائی اپنے بندے کی طرف جو وحی چاہی۔" (سورۃ النجم، آیت نمبر 10)

اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں بندگی (عبدیت) سے بڑھ کر کوئی اور چیز عزت والی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نام سے یاد فرماتا۔

اس بارے میں یہ اشعار پڑھے جاتے ہیں:

یا عمرو ثاری عند زھرائی
یعرفہ السامع والرائی
لا تدعنی الا بیا عبدھا
فانہ اشرف اسمائی

"اے عمرو! میرا خون بہا تو میری زہراء کے پاس ہے۔ اس سے واقف ہیں سننے اور دیکھنے والے۔ مجھے نہ پکارا جائے مگر اس کا بندہ کہہ کر (یعنی یا عبد زہرا کہہ کر مجھے پکارا جائے) پس بے شک یہ میرا بہترین نام ہے۔"

عبدیت دو چیزیں: بعض شیوخ فرماتے ہیں:

"عبدیت دو چیزیں ہیں۔ سکون کا حصول اور حرکت پر اعتماد۔ جب تم ان دونوں سے چھٹکارا پا لو گے تو سمجھ لو کہ تم نے بندگی کا حق ادا کر دیا۔"

صوفیاء کا حجاب: شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ واسطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"لذت عطاء سے بچو کیونکہ یہ صوفیاء کے لیے ایک حجاب ہے۔"

بندگی اور رضاء: شیخ ابوعلی جوزجانی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"بندگی کا صحن رضاء ہے، اس کا دروازہ صبر ہے اور اس کا گھر اپنے آپ کو کلی طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا ہے۔ دستک ہمیشہ دروازہ پر دی جاتی ہے، فراغت کے وقت آدمی صحن میں ہوتا ہے اور راحت و آرام کے لیے گھر ہوتا ہے۔"

عبودیت بندے کی صفت ہے: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت ہے اور وہ اس سے کبھی بھی علیحدہ نہیں ہوتی، اسی طرح عبودیت بندے کی صفت ہے اور یہ بھی اس سے کبھی بھی علیحدہ نہیں ہوتی۔"

اس بارے میں یہ شعر پڑھا جاتا ہے:

فان تسألونی قلت ها انا عبدہ
وان سألوہ قال ها ذاك مولایا

''پس اگر تم مجھ سے سوال کرو تو میرا جواب یہ ہوگا کہ ہاں اللہ کا بندہ ہوں اور اگر وہ اللہ سے سوال کریں تو اس کی طرف سے جواب ہوگا کہ ہاں یہ میرا ہی بندہ ہے۔''

جزاء کی نیت کے بغیر عبادت: شیخ ابوالقاسم نصرآبادی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''اس نیت سے عبادت کرنا کہ میرے گناہوں کی معافی ہو جائے، یہ اس سے زیادہ بہتر ہے کہ آدمی اس نیت سے عبادت کرے کہ مجھے کوئی جزاء ملے۔''

اہمیت عبادت: شیخ ابوالقاسم نصرآبادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''بندگی تو یہ ہے کہ مشاہدہ الٰہی میں عبادت کو نہ دیکھا جائے (کہ میں نے تو اتنی اتنی عبادت کی ہے، کیونکہ اس طرح تکبر پیدا ہوگا اور مشاہدہ جاتا رہے گا)۔''

بندگی ہے کیا: سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''بندگی یہ ہے کہ ہر قسم کے کاموں کو ترک کر کے ایسے کام میں مصروف ہونا جو فراغ کی اصل ہوں۔''

☆☆☆

فصل نمبر 29:

ارادہ

اللہ کی رضا کا ارادہ کرنے والے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ولا تطرف الذين يدعون ربهم بالغدوة والعشي يريدون وجهه))

''اور ہرگز دور نہ کیجئے گا ان کو جو اپنے رب کو صبح وشام پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہوئے۔'' (سورۃ الانعام، آیت نمبر:۵۲)

اللہ تعالیٰ کا ارادہ: صحابی رسول سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(اذا اراد الله بعبد خيرًا استعمله فقيل له: كيف يستعمله يا رسول الله؟ قال :يوفقه لعمل صالح قبل الموت)

''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے عمل کرنے میں لگا دیتا ہے۔ عرض کیا گیا: اللہ تعالیٰ اسے کیسے عمل میں لگا دیتا ہے؟ یا رسول اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندے کو موت سے قبل اعمال صالحہ کرنے کی توفیق عنایت فرماتا ہے۔'' (سنن ترمذی، حدیث نمبر ۲۱۴۲)

ارادت: ارادت سالکین کا ابتدائی درجہ اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ کرنے والوں کی پہلی منزل ہے۔

ارادہ کو ارادہ کیوں کہا جاتا ہے: ارادہ کو ارادہ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ ارادہ ہر کام سے پہلے پایا جاتا ہے۔ بلاشبہ انسان جس فعل کا ارادہ نہیں کرتا اس کرتا بھی نہیں۔ قرب الٰہی کی خاطر سفر کرنے والوں کا یہ سب سے پہلا کام ہے تو اسے تمام کاموں میں سب سے پہلے پائے جانے والے قصد کے مشابہ ہونے کی وجہ سے ارادہ کہا جاتا ہے۔''

مرید اور ارادہ: باعتبار اشتقاق ارادت منداس کو کہتے ہیں جس کے لئے ارادہ ہو۔ جس طرح عالم وہ ہے جس کے پاس علم ہو۔ جب تک کوئی آدمی اپنے ارادے سے خالی نہ ہو وہ مرید نہیں ہوسکتا جس طرح اشتقاق کے اعتبار سے جس کا ارادہ نہ ہو وہ مرید نہیں ہوسکتا۔

شیوخ کا کلام: صوفیاء کے شیوخ نے ارادہ سے متعلق بہت کلام کیا ہے۔ پس ان میں سے ہر ایک نے اس کی تعبیر اس طرح کی ہے جس طرح اس کے قلب میں ارادہ جھلملایا۔

ارادت اہل تصوف کے ہاں: شیوخ کا کہنا ہے کہ ارادت یہ ہے کہ تو اپنی اور عام لوگوں کی عادت پر چلنا چھوڑ دے۔

ترک عادت: مرید کے لیے جس عادت کو ترک کرنا لازم ہے وہ لوگوں کی غفلت میں پڑنے کی عادت ہے کہ وہ بہت جلد خواہشات کی طرف مائل ہوتے ہیں اور خواہشات جس طرف لے جائیں چلے جاتے ہیں۔ کامل ارادت منداپنے آپ کو ان تمام امور سے بری کر لیتا ہے۔ پس اس کا ان باتوں سے نکلنا اس کی ارادت کے صحیح ہونے کی دلیل ہے، اسی لیے اس کیفیت کو ارادت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ترک عادت ہی ارادت ہے۔

حقیقت ارادت: حقیقت ارادت یہ ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کی طلب میں بے چین ہو جائے۔ کہا جاتا ہے کہ ارادت ایک ایسی چیز ہے جو ہر قسم کے مصائب کو سہل بنا دیتی ہے۔

ارادت اور کھانا: شیخ ممشاد دینوری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جب سے مجھے علم ہوا کہ صوفیاء کے جمیع حالات سنجیدہ ہوتے ہیں تو تب سے میں نے کسی صوفی کے ساتھ مذاق نہیں کیا۔ ہوا یوں

کہ ایک صوفی میرے پاس آیا اور اس نے کہا: اے شیخ! میرے لیے حلوہ تیار کرو۔ میں نے کہا: ارادت منداور حلوہ؟ یہ سن کر وہ صوفی چلا گیا اور میں سمجھ نہ سکا۔ میں نے حلوہ بنوایا اور صوفی کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا لیکن میں اسے تلاش نہ کر سکا۔ کسی سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ تو فوری طور پر واپس چلا گیا تھا اور وہ اپنے آپ سے کہہ رہا تھا: صوفی بھی اور حلوہ بھی؟ ارادت بھی اور حلوہ بھی؟ وہ دیوانوں کی طرح بیابان کی طرف نکل گیا اور وفات تک اس کی زبان پر یہی کلمات جاری رہے۔"

غیر اللہ سے بات کرنے کی آرزو: ایک صاحب تصوف کہتے ہیں کہ میں بیابان میں تنہا تھا۔ جب میرے قلب میں تنگی پیدا ہوئی تو میں نے کہا:

"اے انسانو! مجھ سے کلام کرو۔ اے جنو! مجھ سے کلام کرو۔"

مجھے ایک منادی نے پکارا:

"تم چاہتے کیا ہو۔؟"

میں نے جواباً کہا:

"میں اللہ کو چاہتا ہوں۔"

ندا آئی:

"تو اللہ کا چاہنے والا کب ہو سکتا ہے (کیونکہ تو تو غیر اللہ سے بات کرنے کی آرزو رکھتا ہے)۔؟"

ارادت مند کی چند خصلتیں: ارادت مند شب و روز میں کبھی بھی سستی و کاہلی سے کام نہیں لیتا۔ پس وہ ظاہراً مجاہدات کرتا ہے اور باطن میں مشکلات کو برداشت۔ وہ بسط سے جدا ہو جاتا ہے، ہر وقت مستعد رہتا ہے، مشکلات برداشت کرتا ہے، تھکاوٹوں کی سواری پر سوار ہوتا ہے، اخلاق سے لڑتا ہے، مشقتیں جھیلتا ہے، خطروں سے بغل گیر ہوتا ہے اور ہم جنسوں سے جدا ہوتا ہے۔ اسی بارے میں یہ اشعار کہے گئے ہیں:

ثم قطعت الليل في مهمة
لا اسد اخشى ولا ذيبا
يغلبني شوقي فاطوى السرى
ولم يزل ذوالشوق مغلوبا

"پھر میری رات ایک جنگل میں کٹی۔ میں نہ تو شیر سے گھبرایا اور نہ بھیڑیئے سے۔ مجھ پر غالب تھا میرا شوق۔ پس میں راستہ طے کرتا گیا اور صاحب شوق ہمیشہ مغلوب ہوتا ہے۔"

ارادت قلبی جلن: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"ارادت قلبی جلن ہے، دل میں ڈستا ہے، ضمیر کا عشق ہے، باطن کی بے چینی ہے اور دل میں بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔"

شیخ داؤد طائی اور شیخ احمد: شیخ یوسف بن حسین علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ شیخ ابوسلیمان داؤد بن نصیر طائی اور شیخ احمد بن ابی حواری علیہ الرحمۃ کے درمیان ایک معاہدہ تھا۔ معاہدہ یہ تھا کہ شیخ احمد بن ابی حواری علیہ الرحمۃ شیخ ابوسلیمان داؤد بن نصیر طائی کے کسی حکم کی مخالفت نہیں کریں گے۔ ایک دن شیخ داؤد طائی آئے تو شیخ احمد بن ابن حواری ایک جماعت کو وعظ کر رہے تھے۔ دوران وعظ شیخ احمد نے کہا:

"تنور تو خوب گرم کر دیا گیا ہے۔ اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟"

شیخ احمد نے دو یا تین بار یہی عرض کیا لیکن شیخ داؤد طائی نے کوئی جواب نہ دیا۔ بالآخر ان کے سوال سے تنگ آ کر شیخ ابو سلیمان داؤد بن نصیر طائی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''اگر تنور خوب گرم ہوگیا ہے تو پھر جاؤ اور اس میں بیٹھ جاؤ۔''
گویا آپ شیخ احمد کے سوال سے تنگ آ گئے تھے۔ تھوڑی دیر شیخ ابو سلیمان داؤد بن نصیر طائی علیہ الرحمۃ نے شیخ احمد سے غفلت اختیار کی۔ پھر فرمایا:
''جاؤ اور احمد کو تنور سے نکالو کیونکہ اس نے قسم کھائی ہے کہ وہ میری مخالفت نہیں کرے گا۔''
لوگوں نے جا کر دیکھا تو شیخ احمد جلتے تنور میں تھے اور ان کا ایک بال تک بھی نہ جلا تھا۔
ارادت کا معنی: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''میں ابتدائی عمر سے ہی ارادت کی جستجو میں تھا اور میں اپنے دل ہی دل میں کہا کرتا تھا: کاش! مجھے ارادت کا معنی معلوم ہو جائے۔''
صاحب ارادت کی صفات: منقول ہے کہ نوافل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا بھی مریدین کی صفات میں سے ہے۔ صاحب ارادت وہ ہے جو امت کی بھلائی چاہنے میں مخلص ہو، خلوت کو پسند کرتا ہو، اوامر پر عمل کرنے سے جو تکلیف پہنچے اسے کسی خاطر میں نہ لاتا ہو، احکام الٰہی کو ہمیشہ فوقیت دے، اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ حیا کرے، اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ امور کیلئے ہمیشہ کوششیں کرتا رہے، ہر اس سبب کو اختیار کرے جس سے اللہ کی رضا حاصل ہو سکتی ہے، غیر معروف ہونے پر قناعت کرے اور قرب الٰہی کے بغیر اسے چین نہ آتا ہو۔
ارادت مند کی آفات: شیخ ابو بکر وراق علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
((آفة المريد ثلاثة اشياء: التزويج وكتبة الحديث والا سفار))
''ارادت مند کی آفت تین چیزوں میں ہے۔ پہلی: نکاح۔ دوسری: کتابت حدیث۔ تیسری: سفر۔''
شیخ سے سوال کیا گیا:
''آپ نے کتابت حدیث ترک کیوں کی۔؟''
شیخ نے جواباً فرمایا:
''مجھے اس سے ''ارادت'' نے روکا ہے۔''
ارادت مند کی مذمت: شیخ حاتم الاصم علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''ارادت منداس وقت کمینے پن کا مظاہرہ کرتا ہے جب وہ اپنی مراد کے ماسواء کسی کا ارادہ کرتا ہے۔''
تین چیزیں: شیخ ابو بکر محمد بن علی الکتانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''ارادت مند میں تین باتیں ہونا لازم ہیں۔ پہلی: نیند کے غلبہ کے وقت سونا۔ دوسری: فاقہ کے وقت کھانا۔ تیسری: گفتگو انتہائی ضرورت کے وقت کرنا۔''
صحبت صوفیاء: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''جب کسی ارادت مند کو صوفیاء کرام کے حوالے کر دیا جاتا ہے اور قاریوں کی صحبت سے روک دیا جاتا ہے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرما لیا ہے۔''
اشارہ سے اللہ کو پالینا: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

''انتہائے ارادت یہ ہے کہ جب تم اللہ کی طرف اشارہ کرو تو اس اشارے کے ساتھ ہی اسے پالو۔''
پوچھا گیا:
''کونسی چیز ارادت کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔؟''
شیخ نے فرمایا:

((ان تجد الله تعالیٰ بلا اشارة))

''یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کو بغیر اشارہ کے پالو۔''

ارادت مند کو کب ارادت مند لکھا جاتا ہے: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:
''ارادت مند اس وقت تک ارادت مند نہیں لکھا جاتا جب تک کہ بائیں طرف (برائیاں لکھنے) والا فرشتہ بیس برس تک اس کی کوئی برائی نہ لکھے۔''

صاحبان تصوف کے علوم: شیخ ابو عثمان سعید بن اسماعیل حیری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''جب صاحب ارادت اہل تصوف کے علوم میں سے کوئی بات سنتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے تو تمام عمر کے لیے اس کا قلب حکمت سے لبریز ہو جاتا ہے، جس سے وہ نفع حاصل کرتا رہتا ہے اور اگر وہ گفتگو کرے تو سننے والے کو اس سے نفع حاصل ہوتا ہے، لیکن جو آدمی گفتگو سن کر اس پر عمل کرے تو وہ ایک قصہ ہے جسے وہ چند دن یاد رکھنے کے بعد بھلا دے گا۔''

پہلا درجہ: شیخ ابو بکر واسطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''ارادت مند کا پہلا درجہ یہ ہے کہ وہ اپنے ارادہ کو ترک کر کے ارادۂ الٰہی کو اختیار کر لے۔''

ارادت مند کے لیے مشکل ترین چیز: شیخ یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''ارادت مند کے لیے سب سے پریشان کن شے مخالفین کے ساتھ میل جول ہے۔''

رخصتوں پر عمل کرنے والا ارادت مند: شیخ یوسف بن حسین علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''جب کوئی ارادت مند رخصتوں اور دنیاوی کاموں میں مشغول ہو تو اس سے کچھ بھی نہ بن پائے گا۔''

صلحاء کی واقعات بیان کرنے کا فائدہ: شیخ جعفر خلدی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:
''صلحاء کے واقعات بیان کرنے سے ارادت مندوں کو کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟''
انہوں نے فرمایا:
''حکایات اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے اس کے سبب ارادت مندوں کے قلوب کو تقویت ملتی ہے۔''
سوال کیا گیا:
''کیا آپ کے پاس اس کی کوئی دلیل ہے۔؟''
شیخ نے فرمایا:
''بیشک ارشاد الٰہی ہے:

((و كلا نقص عليك من انباء الرسل ما نثبت به فؤادك))

''اور سب قصے رسولوں کے اس لیے ہم آپ کو سناتے ہیں تا کہ ان کے ذریعے ہم آپ کے دل کو تقویت دیں۔'' (سورۃ الھود، آیت نمبر ۱۲۰)

صادق ارادت مند: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''سچا ارادت مند علماء کے علم کا محتاج نہیں ہوتا (کیونکہ اس کے لیے فقط ضروری علم ہی کافی ہوتا ہے)''
مرید اور مراد میں فرق: سوال ہے کہ مرید اور مراد میں فرق کیا ہے؟ جاننا چاہیے کہ ہر مرید مراد ہوتا ہے، کیونکہ اگر وہ اللہ کی مراد نہ ہوتا یعنی اللہ اس کا ارادہ نہ کرتا تو وہ مرید نہ ہوسکتا کیونکہ جو کچھ بھی ہوتا ہے اللہ کے ارادے سے ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر مراد مرید ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ اس کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے ارادہ کی توفیق عنایت فرما دیتا ہے۔

شیوخ کے نزدیک مرید و مراد کا مفہوم:

1: البتہ صاحبان تصوف کے شیوخ نے مرید اور مراد میں فرق بیان کیا ہے۔ ان کے ہاں مبتدی (تصوف میں ابتدائی مراحل طے کرنے والے) کو مرید اور منتہی (تصوف کی انتہاء کو پہنچنے والے) کو مراد کہتے ہیں۔

2: منقول ہے کہ مرید تو وہ ہے جو مشقت میں ہو لیکن مراد وہ ہے جس کو مشقتوں سے بچا لیا گیا ہو۔

مختلف النوع معاملہ: منقول ہے کہ مرید (اللہ کا ارادہ کرنے والے) کے ساتھ اللہ کا معاملہ مختلف ہوتا ہے۔ ان کو مجاہدات کی توفیق دی جاتی ہے اور پھر وہ مصائب برداشت کرنے کے بعد ایک خاص مقام تک پہنچ جاتے ہیں۔ صاحبان ارادت پر شروع میں ہی بڑے بڑے معانی منکشف ہوتے ہیں اور وہ اس مقام تک پہنچ جاتے ہیں جہاں تک صاحبان مجاہدہ بھی نہیں پہنچ پاتے۔ ان میں سے اکثر رفق و نرمی کے ساتھ مجاہدت کی طرف لوٹا دیئے جاتے ہیں تا کہ وہ صاحبان مجاہدہ کے ان مقامات کا حصول ممکن بنائیں جو مقامات ان سے رہ گئے تھے۔

صاحب سرور اور صاحب مشقت: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''مشقتیں برداشت کرنے والا مرید کہلاتا ہے اور جو مشقتوں سے بچا لیا گیا وہ مراد۔''

کلیم اللہ اور حبیب اللہ: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام مرید تھے، اس لیے انہوں نے عرض کیا:

((رب اشرح لی صدری))
''اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے۔'' (سورۃ طہٰ، آیت نمبر: ۲۵)
لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد تھے۔ اسی لیے فرمان الٰہی ہوا:
((الم نشرح لک صدرک و وضعنا عنک وزرک الذی انقض ظهرک و رفعنا لک ذکرک))
''کیا ہم نے آپ کا سینہ کھول نہیں دیا؟ اور آپ کا بوجھ اٹھا نہیں لیا جس نے آپ کی کمر توڑ دی تھی؟ اور ہم نے آپ کا ذکر بلند نہیں کر دیا؟'' (سورۃ الم نشرح)
حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام مرید تھے، اسی لیے انہوں نے عرض کیا:
((رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی))
''اے میرے رب! میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔''
(سورۃ الاعراف، آیت نمبر: ۱۴۳)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد تھے اس لیے فرمایا:

((الم تر الی ربك كيف مد الظل))

''کیا آپ نے اپنے رب کو نہ دیکھا کہ اس نے کیسا پھیلایا سایہ۔'' (سورۃ الفرقان، آیت نمبر ۴۵)

شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اس آیت مبارکہ ''الم تر الی ربك'' میں اصل مقصود یہی الفاظ ہیں اور ''کیف مدالظل'' کے الفاظ بات پر پردہ ڈالنے یعنی حالت محبوب کو محفوظ رکھنے کیلئے ہیں۔''

پیدل چلنے اور اڑنے والا: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا:

''مرید اور مراد کیا ہیں۔؟''

آپ نے فرمایا:

''مرید کو چلانے والا اس کا علم ہوتا ہے اور مراد کی حفاظت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مرید پاؤں پر چلنے والے کی طرح ہوتا ہے اور مراد ہوا میں اڑنے والے کی طرح تو بھلا پیدل چلنے والا اڑنے والے کا کیسے مقابلہ کر سکتا ہے۔؟''

شیخ ابایزید بسطامی کا مرتبہ: منقول ہے کہ شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ نے شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کے ہاں ایک آدمی کو بھیجا اور اس سے فرمایا:

''ان سے کہنا: نیند اور آرام کب تک؟ حالانکہ قافلہ گزر چکا ہے۔''

شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے اس آدمی سے فرمایا:

''میرے عزت والے برادر شیخ ذوالنون مصری سے کہنا: رات بھر آرام کرنے کے بعد صبح ہونے سے پہلے جو قافلے سے پہلے پہنچ جائے اسے مرد کامل کہتے ہیں۔''

شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''ان کو مبارک ہو! ان کے اس کلام تک ہم کبھی بھی رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔''

☆☆☆

فصل نمبر 30:

استقامت

صاحبانِ استقامت: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا))

"بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر اس پر قائم رہے۔" (سورۃ حم السجدۃ، آیت نمبر: ۳۰)

استقامت اختیار کرو: مولی الرسول (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(اسقیموا ولن تخصوا واعلموا ان خیر دینکم الصلوۃ ولن یحافظ علی الوضوء الا مومن)

"استقامت اختیار کرو اور ہرگز تم ایسا نہ کر سکو گے اور جان لو کہ تمہارا بہترین دین (ایک روایت میں ہے کہ بہترین عمل) تمہاری نماز ہے اور وضو کی حفاظت نہیں کرتا مگر فقط مومن۔" (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۷۷)

استقامت کے بغیر محنت بیکار: استقامت وہ مقام ہے جس سے امور کی تکمیل ہوتی ہے اور اس کے سبب خیر اور اس کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔ جو آدمی استقامت اختیار نہیں کرتا اس کی کوشش ضائع اور اس کی محنت بیکار چلی جاتی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ولا تکونوا کالتی نقضت غزلها من بعد قوۃ انکاثا))

"اور نہ ہو جاؤ اس عورت کی طرح جو اپنا سوت کاتتی اور پھر اسے توڑ دیتی۔" (سورۃ النحل، آیت نمبر: ۹۲)

صفت استقامت: جو آدمی استقامت کی صفت سے موصوف نہیں وہ اپنے موجودہ درجے سے آگے نہیں جا سکتا اور نہ ہی وہ سلوک کی بنیاد صحیح چیز پر رکھ سکتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ شیوخ نے مبتدی کے لیے ابتدائی احکام میں استقامت کو شرط قرار دیا ہے۔ اسی طرح صاحب معرفت کے لیے لازم ہے کہ وہ انتہائی آداب میں استقامت اختیار کرے۔

مبتدی، متوسط اور منتہی کی استقامت کی علامات: مبتدی کے معاملات میں کاہلی کا پیدا نہ ہونا استقامت کی علامت ہے۔

درمیانے درجہ کے افراد کی استقامت کی علامت یہ ہے کہ وہ ایک مقام پر جامد نہ ہو جائیں۔

منتہی کی استقامت کی علامت یہ ہے کہ ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب حائل نہ ہو۔"

استقامت کے درجات: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

((ولها ثلاثة درجات اولها التقویم، ثم الاقامة ثم الاستقامة))

"استقامت کے تین درجات ہیں۔ پہلا: تقویم۔ دوسرا: اقامت۔ تیسرا: استقامت۔"

تین درجے: استقامت کے تین درجے ہیں۔ پہلا درجہ تقویم ہے، یعنی نفس کو ادب سکھانا۔ دوسرا درجہ اقامت ہے، یعنی قلوب کو مہذب کرنا۔ تیسرا درجہ استقامت ہے، یعنی اسرار کو قریب لانا۔

سیدنا ابوبکر و عمر اور استقامت: خلیفۃ الرسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آیت کریمہ:

((ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا))

"بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر اس پر قائم رہے۔" (سورۃ حم السجدۃ، آیت نمبر: ۳۰)

میں (لم استقاموا) کی تفسیر (لم یشرکوا) سے کیا کرتے تھے۔ (یعنی وہ لوگ اللہ کو اپنا رب تسلیم کرنے کے بعد اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔)

خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ اس پر قائم رہتے ہیں یعنی لومڑی کی طرح ادھر ادھر نہیں جاتے۔

پس سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول کو توحید میں اصول کی رعایت پر محمول کیا جاتا ہے اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول کو تاویل کو ترک کر کے شرائط کی پابندی کرنے پر محمول کیا جاتا ہے۔

قلب کو اللہ کی طرف متوجہ کرنا: شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''قلب کو صرف اللہ کے ساتھ لگانے پر استقامت اختیار کرو۔''

اللہ کا مطالبہ: شیخ ابوعلی جوزجانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''صاحب استقامت بن جاؤ اور طالب عزت نہ بنو، کیونکہ بلاشبہ تمہارا نفس تم سے عزت کا مطالبہ کرتا ہے اور تمہارا رب تم سے استقامت کا۔''

سورۃ الھود اور رسول اللہ: شیخ ابوعلی شبوی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو عرض کیا:

''یا رسول اللہ! آپ کا ارشاد ہے کہ مجھے سورۃ ھود نے بوڑھا کر دیا ہے۔ تو اس میں سے آپ کو کس بات نے بوڑھا کر دیا؟ کیا قصص الانبیاء اور انجام امم نے۔؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد نے مجھے بوڑھا کر دیا:

((فاستقم کما امرت))

''آپ اسی بات پر استقامت اختیار کریں جس کا آپ کو حکم دیا جاتا ہے۔'' (سورۃ ھود، آیت نمبر ۱۱۲)

استقامت ہر ایک کے بس کی بات نہیں: منقول ہے کہ فقط بڑے بڑے لوگ ہی استقامت کی صفت سے متصف ہوتے ہیں کیونکہ استقامت معروف چیزوں سے نکلنا، رسموں اور عادتوں کو چھوڑنا اور حقیقت صدق کے ساتھ اللہ کے حضور کھڑا ہونا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((استقیموا ولن تحصوا))

''تم استقامت اختیار کرو اور لیکن تم اسے پوری طرح اختیار نہ کر سکو گے۔'' (سنن ترمذی)

صفت استقامت کی اہمیت: شیخ ابوبکر واسطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''استقامت وہ صفت ہے کہ جس کے ساتھ خوبیاں مکمل ہوتی ہیں اور جس کے نہ پائے جانے سے خوبیاں قبیح معلوم ہوتی ہیں۔''

موجودہ وقت کو قیامت سمجھنا: شیخ شبلی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''موجودہ وقت کو قیامت سمجھنا استقامت ہے۔''

ترک بدعت: منقول ہے کہ استقامت ترک غیبت، ترک بدعت، اعمال میں کاہلی کو ترک کرنے اور احوال میں پردہ کے نہ ہونے کا نام ہے۔

طلب توحید: شیخ استاذ امام ابوبکر محمد بن حسین فورک علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''استقامت میں جو حرف سین استعمال ہوا ہے وہ طلب کے لیے ہے، یعنی صاحبان استقامت اللہ تعالیٰ سے یہ چیز طلب کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں توحید پر قیام، عہد کی پاسداری اور حدود کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔''

دائمی شرف: دائمی عز و شرف استقامت ہی کے سبب حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((وان لو استقاموا علی الطریقة لا سقینهم مآء غدقا))

''اور اگر وہ راہ مستقیم پر رہتے تو یقیناً ہم انہیں وافر پانی عطا فرماتے۔'' (الجن، آیت نمبر:۱۶)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے لفظ (سقیناھم) ذکر نہیں فرمایا، بلکہ لفظ (اسقیناھم) ذکر فرمایا۔

عرب کا معقولہ ہے:

((اسقیته))

''جب تم اس کے لیے پانی مقرر کردو۔''

پس یہ لفظ ہمیشگی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

ایک نوجوان کا قصہ: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں حج کے لیے جا رہا تھا کہ میں نے صاحبان ارادت میں سے ایک نوجوان کو بیابان میں کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھا دیکھا۔ میں نے کہا:

''تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟''

اس نے کہا:

''میرا حال گم ہو گیا ہے۔''

میں اُسے چھوڑ کر چلا گیا۔ جب میں حج سے پلٹا تو میں نے اس نوجوان کو دیکھا کہ وہ درخت کے قریب ہی ایک جگہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے کہا:

''آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں؟''

اس نے جواباً کہا:

''میں نے اپنے حال کو یہاں پا لیا ہے اسی لیے میں نے اس جگہ کو لازم پکڑ لیا۔''

سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''میں معلوم نہ کر سکا کہ اس نوجوان کی پہلی حالت زیادہ بہتر تھی یا بعد والی۔ یعنی اس جگہ بیٹھنا جہاں اس کا حال گم ہو گیا تھا یا وہاں بیٹھنا جہاں اسے مطلوبہ چیز مل گئی۔''

☆☆☆

فصل نمبر 31:

اخلاص

خالص عبادت: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((الا للہ الدین الخالص))

"خبردار اللہ ہی کے لیے خالص عبادت ہے۔" (سورۃ الزمر، آیت نمبر ۳)

قلب مسلم اور تین چیزوں کی خیانت: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ثلاث لا یغل علیھن قلب مسلم: اخلاص العمل للہ ومناصحۃ ولاۃ الامور ولزوم جماعۃ المسلمین))

"تین چیزیں ہیں کہ مسلمان کا دل اس بارے میں خیانت نہیں کرتا۔ پہلی: عمل خالصاً اللہ کے لئے۔ دوسری: اپنے حکام کی خیر خواہی چاہنا۔ تیسری: جماعت اہل اسلام کو لازم پکڑنا۔" (سنن ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع، رقم الحدیث ۲۶۵۸)

ارادہ اور اخلاص: ارادے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لئے عبادت کرنا اخلاص ہے۔ یعنی ایسی عبادت جس سے اللہ کا قرب حاصل کرنا مقصود ہو۔ اس میں نہ تو مخلوق کیلئے دکھاوا ہو اور نہ ہی لوگوں سے تعریف کی خواہش ہو۔

اپنے فعل کو مخلوق سے بچانا: منقول ہے کہ اخلاص کی یہ تعریف بھی درست ہے کہ مخلوق کی نگاہوں سے اپنے فعل کو پاک رکھنا۔"

اپنے آپ کو مخلوق سے بچانا: یہ کہنا بھی درست ہے کہ مخلوق کی نگاہوں سے بچنا اخلاص ہے۔

اللہ کا راز: 1: صحیح اسناد کے ذریعے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((الاخلاص سر من سری استودعتہ قلب من احببتہ من عبادی))

"اخلاص میرے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ میں اسے اس بندے کے دل میں ڈال دیتا ہوں جس سے محبت کرتا ہوں۔" (الفردوس للدیلمی، باب القاف، رقم الحدیث: ۴۵۱۳)

2: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا:

"اخلاص کیا ہے؟"

آپ نے فرمایا:

"بلاشبہ میں نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ اخلاص کیا ہے؟ تو اللہ نے فرمایا: اخلاص میرے رازوں میں سے ایک راز ہے جس کو میں نے اس بندے کے دل میں رکھ دیتا ہوں جس سے میں محبت کرتا ہوں۔"

مخلص ریاکار نہیں ہوتا: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"نگاہ مخلوق سے بچنا اخلاص ہے اور ریاکاری سے بچنے کا نام صدق نفس ہے۔ پس مخلص ریاکار نہیں ہوتا اور صادق خود پسند نہیں ہوتا۔"

صدق و اخلاص: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

صدق اوراس پر صبر کرنے سے اخلاص کی تکمیل ہوتی ہے اور صدق کی تکمیل تب ہوتی ہے جب اس میں اخلاص ہواوراس پر ہیشگی بھی۔"

اخلاص کا اخلاص میں مشاہدہ: شیخ ابو یعقوب سوسی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"اس وقت اخلاص بھی اخلاص کا محتاج ہوتا ہے جب لوگ اپنے اخلاص میں اخلاص کا مشاہدہ کرتے ہیں۔"

تین علامات: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"اخلاص کی تین علامات ہیں۔ پہلی: مدح اور ذم کا ایک جیسا لگنا۔ دوسری: اپنے اعمال کو خاطر میں نہ لانا۔ تیسری: اعمال کا ثواب طلب نہ کرنا۔"

عوام اور خواص کا اخلاص: شیخ ابو عثمان مغربی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"عوام کا اخلاص یہ ہے کہ کسی بھی صورت میں نفس کے لیے کچھ نہ ہو۔ خواص کا اخلاص اللہ کی طرف سے ان پر وارد ہوان کی اپنی طرف سے نہ ہو۔ ان سے عبادات ظاہر ہوتی ہیں، لیکن ان کا ان میں ذاتی تعلق نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کی طرف سے ریاکاری ہوتی ہے اور نہ وہ ان کو کسی شمار میں لاتے ہیں۔"

خالص اخلاص: شیخ ابو بکر وراق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"مخلص کے اخلاص کو اس وقت نقصان پہنچتا ہے جب وہ اپنے اخلاص کو مدنظر رکھتا ہے۔ اللہ جب بھی کسی کے اخلاص کو خالص کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے اخلاص کو دیکھنے کی قوت حذف کر دیتا ہے۔ پس وہ مخلَص (جسے اخلاص دیا گیا) ہوتا ہے نہ کہ مخلِص۔"

ریاکاری کی پہچان: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

((لا یعرف الریاء الا مخلص))

"ریاکاری کو نہیں پہچان سکتا مگر مخلص۔"

عارفین کا ریاء: شیخ ابو سعید خراز علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

((ریاء العارفین افضل من اخلاص المریدین))

"عارفین کی ریاکاری ارادت مندوں کے اخلاص سے افضل ہوتی ہے۔"

شیطان سے بچنے کا طریقہ: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"بندے کو دشمن (شیطان) کے جال سے نکالنے والی چیز اخلاص ہے۔"

فضل خالق: شیخ ابو عثمان سعید بن سلام مغربی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"ہمہ وقت فضل خالق کو دیکھنا اور مخلوق کو اپنے اعمال دکھانے سے بچنا اخلاص ہے۔"

ظاہر و باطن کا یکساں ہونا: شیخ حذیفہ مرعشی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"ظاہر و باطن کے حوالے سے افعال کا یکساں ہونا اخلاص ہے۔"

اللہ کا قصد: منقول ہے کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ کا ارادہ کیا جائے وہ اخلاص ہے اور اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قصد بھی کیا جاتا ہے۔

آنکھیں بند کرنا: منقول ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ آدمی اپنے اعمال کو دیکھنے سے آنکھیں بند کر لے۔"

لوگوں کو دکھانا: شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

((من تزين للناس بما ليس فيه سقط من عين الله تعالى))

''جو آدمی اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے ایسی چیز کے ساتھ پیش کرے جو اس میں موجود نہیں تو اللہ کی بارگاہ میں اس کا کوئی مقام باقی نہیں رہتا۔''

لوگوں کے لیے: شیخ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''کسی بھی کام کو لوگوں کے لیے ترک کر دینا ریاکاری ہے اور لوگوں کے لئے عمل کرنا ''شرک'' (شرک خفی)۔ اخلاص یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے تمہیں ان دونوں چیزوں سے بچا لیا جائے۔''

اللہ اور بندے کے درمیان راز: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اخلاص اللہ اور بندے کے درمیان ایک راز ہے۔ فرشتے کو بھی اس کا علم نہیں کہ لکھ لے اور شیطان بھی اس بارے میں نہیں جانتا کہ اس میں خرابی پیدا کر سکے اور خواہش نفس کو بھی اس کا علم نہیں کہ وہ اسے اپنی طرف مائل کر سکے۔''

اخلاص ہے کیا: شیخ ابو محمد رویم بن احمد علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''عامل جب اپنے عمل کے بدلے کی آرزو نہیں کرے گا اور نہ ہی کراماً کاتبین سے اس کا کوئی حصہ طلب کرے گا تو یہ اخلاص ہوگا۔''

اخلاص تکلیف دہ چیز: شیخ سہل بن مالک بن عبداللہ علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

((اى شيء اشد على النفس))

''کونسی چیز نفس کے لیے زیادہ تکلیف دہ ہے۔؟''

شیخ نے فرمایا:

((الاخلاص لا نه ليس لها فيها نصيب))

''اخلاص کیوں کہ اس میں نفس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔''

حقیقی اخلاص: ایک صوفی سے اخلاص کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''تمہارا اپنے عمل پر اللہ کے علاوہ کسی کو گواہ نہ بنانا اخلاص ہے۔''

صاحبان اخلاص: ایک صوفی کا قول ہے:

''میں جمعۃ المبارک کے دن نماز جمعہ سے قبل شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کے پاس ان کے گھر گیا تو میں نے ان کے گھر میں سانپ دیکھا۔ میں ایک قدم بڑھاتا اور ایک قدم پیچھے ہٹتا۔ یہ دیکھ کر شیخ نے فرمایا:

''آجاؤ۔ بندہ تب تک ایمان کی حقیقت کو نہیں پا سکتا جب تک وہ دنیا کی کسی بھی چیز سے ڈرتا ہو۔''

پھر فرمایا:

''کیا تم جمعہ کی نماز پڑھنا چاہتے ہو؟'

میں نے عرض کیا:

''یہاں سے مسجد ایک دن رات کی مسافت پر واقع ہے۔''

پھر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور تھوڑی ہی دیر میں ہم مسجد میں پہنچ گئے اور جمعہ کی نماز ادا کی۔ پھر باہر نکلے تو آپ کھڑے ہو کر لوگوں کو دیکھتے رہے اور لوگ مسجد سے نکل رہے تھے۔ پھر فرمایا:

(اهل لا اله الا الله كثير والمخلصون منهم قليل)

''لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والے تو کثیر لوگ ہیں لیکن ان میں صاحبانِ اخلاص بہت قلیل ہیں۔''

حکمت کے چشمے: شیخ مکحول علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''چالیس یوم تک اخلاص سے عبادت کرنے والے کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان پر پھوٹتے ہیں۔''

بہت کم پائی جانے والی کیفیت: شیخ یوسف بن حسین علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''دنیا میں سب سے کم پائی جانے والی کیفیت اخلاص ہے۔ میں نے بے شمار مرتبہ اپنے قلب سے ریاکاری کو نکالنے کی کوشش کی مگر وہ کسی نہ کسی صورت میں پھر ظاہر ہو جاتی۔''

وسوسوں سے نجات: شیخ ابوسلیمان داؤد بن نصیر طائی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جب بندہ مخلص ہو جائے تو وہ وسوسوں کی کثرت اور ریاکاری سے نجات پا جاتا ہے۔''

اضافہ از مترجم:

اپنے آپ کو صرف اللہ تعالیٰ کے تقرب و رضا کا پابند رکھنا اور مخلوق کی خوشنودی و رضامندی یا اپنی کسی نفسانی خواہش کو اس میں ملنے نہ دینا اخلاص ہے۔

کوئی بھی اچھا عمل یا کسی انسان کیساتھ اچھا برتاؤ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کی نیت سے کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اطہر ہم سے راضی ہو جائے اور اس کی ناراضگی سے محفوظ رہیں تو اسے اخلاص کہا جاتا ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''اخلاص یہ ہے کہ بندے کے حرکات و سکنات خاص طور پر اللہ تعالیٰ کیلئے ہوں۔''

دل کا ایسی چیز کی طرف ابھرنا جس کو اپنی غرض نفع کے موافق سمجھتا ہے نیت کہتے ہیں اور اس کے معانی ارادہ اور مقصد کے ہیں۔

حضرت فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''نیت کے بغیر کسی سے بات بھی نہ کرو۔''

سب سے افضل نیت یہ ہے کہ جو کام بھی کیا جائے خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے حصول کے لئے کیا جائے۔ شریعت اسلامی میں نیت کی درستی اور عمل کے اخلاص کو بڑی اہمیت حاصل ہے، جیسے اعمال کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے اسی طرح نیت کے قبول ہونے کا انحصار بھی خلوص پر ہے۔ یعنی نیت کے صاف ہونے کے ساتھ ساتھ عمل میں خلوص کا ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ عبادات میں اخلاص کا ہونا بڑی اہمیت کا حامل ہے، اس لئے اس کے اغراض و مقاصد ہر قسم کے دینوی، ذاتی اور نفسانی خواہشات سے پاک ہونے چاہئیں۔ کسی بھی کام میں اگر خلوص نہیں ہوگا تو اس میں ثواب اور نیکی نہیں ہوگی۔ مثلاً: اسلام میں جہاد کی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے اور ہر انسان اس سے بخوبی واقف ہے کہ اس فریضے کی اہمیت کا دارومدار نیت اور عمل کے خالص ہونے پر ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص اس نیت سے جہاد میں شریک ہو کہ لوگ اس کی بہادری اور شجاعت کی داد دیں گے اور اس کے کارناموں کی لوگ قدر کریں گے تو یہ کام چونکہ اسلام کی سربلندی کیلئے ہے اگر اس میں نمود و نمائش اور ریاکاری شامل ہو جائے تو آخرت کے نقطہ نظر سے اس کی کوئی اہمیت نہیں رہے گی۔

اگر کوئی عمل ہی بنیادی طور پر دنیا کے حصول کی خاطر کرتا ہے یعنی اسے آخرت پر یقین حاصل نہیں اور صرف دنیا کے فوائد حاصل کرنے کے لئے مختلف صورتیں اختیار کرتا ہے خواہ وہ صورت بظاہر بھلائی ہی ہو تو اسے دنیا اس کی خواہش کے مطابق نہیں ملتی بلکہ اللہ جتنی چاہتا ہے دیتا ہے۔ ہاں اس کی نیت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ ذلیل و رسوا ہو کر جہنم میں داخل ہوتا ہے اور آخرت میں اسے

کچھ نہیں ملتا اور اگر کوئی نیت حصول آخرت کی کرتا ہے اور پھر صحیح محنت اور درست اقدامات کرتا ہے یعنی عمل سنت کے مطابق کرتا ہے نیز عقیدہ کھرا رکھتا ہے۔ نیک کام جیسا بھی ہو اور جتنا بھی ہو چاہے تھوڑا سا ہی ہو مگر خلوص نیت کے ساتھ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈال دیتا ہے۔ جس قدر انسان کا اخلاص بڑھتا چلا جائے اس قدر اس کے ثواب میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا، لیکن شرط یہ ہے کہ خالصتاً اللہ کیلئے کیا جائے، لوگوں کو راضی کرنے کیلئے نہ ہو۔ کوئی بھی کام ریا کاری سے ہٹ کر کیا جائے تو وہ عین اخلاص ہے۔

انسان کو چاہیے کہ ہر کام میں نیک اور اچھی نیت رکھے، یہاں تک کہ روزمرہ کے معمولات یعنی کھانا پینا، لباس پہننا اور نکاح میں اس کی نیت ہونی چاہیے، کیونکہ انسان جو عمل بھی کرتا ہے اس کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا، اگر اسی کے تمام کام اللہ تعالیٰ کیلئے خالص ہوں گے تو اس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا اور اگر یہی اعمال ریا کاری اور نمود و نمائش کیلئے ہوئے تو برائی کا پلڑا بھاری ہوگا، کیونکہ انسان کو اسی کا بدلہ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی۔

قرآن مجید کی سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((قل اتحآ جوننا في اللّٰه وهو ربنا و ربكم ولنا اعمالنا ولكم اعمالكم ونحن له مخلصون))(سورۃ البقرہ، آیت 139)

''آپ کہہ دیجئے کیا تم ہم سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو؟ جو ہمارا اور تمہارا رب ہے۔ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال۔ ہم تو اسی کے لئے مخلص ہیں۔''

اللہ رب العزت خالق کائنات ہے۔ انسان خواہ کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتا ہو، کافر ہو یا مسلمان، بہر حال ایک اللہ ہی ہے جو تمام جہانوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ عبادت کے لائق ہے، جو کوئی بھی خلوص دل سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا وہ اپنا اجر پالے گا، اللہ ہی سب کا رب ہے۔ صرف اسی کی فرمانبرداری ہونی چاہیے۔

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((الا الذين تابوا واصلحوا واعتصموا باللّٰه واخلصوا دينهم لِلّٰه فاولئك مع المؤمنين و سوف يؤت الله المؤمنين اجراً عظيماً))(سورۃ النساء، آیت 145)

''مگر جو توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں اور اللہ تعالیٰ پر کامل یقین رکھیں اور خالص اللہ ہی کیلئے دینداری کریں تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کو بہت بڑا اجر دے گا۔''

جو لوگ توبہ کرلیں گے اور اپنی اصلاح کرلیں گے اور اپنے دین کو خالص اللہ کیلئے کردیں گے ایسے لوگ مومنین کے ساتھ ہیں۔ اصلاح، اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنا اور اخلاص یہ تینوں توبہ کی شرائط ہیں۔

اپنے دین کو اللہ کیلئے خالص کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کی وفاداریاں اللہ کے سوا کسی اور سے وابستہ نہ ہوں، اپنی ساری دلچسپیوں اور محبتوں اور عقیدتوں کو وہ اللہ کے آگے نذر کر دے، کسی چیز کے ساتھ بھی دل کا ایسا لگاؤ باقی نہ رہے کہ اللہ کی رضا کیلئے اسے قربان نہ کیا جاسکتا ہو۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((ومن يفعل ذلك ابتغآء مرضات الله فسوف نؤتيه اجراً عظيماً))(سورۃ النساء، آیت 114)

''اور جو کوئی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے ارادہ سے یہ کام کرے اسے ہم یقیناً بہت بڑا ثواب دیں گے۔''

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

((وما امروآ إلا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء ویقیموا الصلوٰۃ ویؤتوا الزکوٰۃ و ذلك دین القیمۃ))(سورۃ البینۃ، آیت 5)

''اور انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں، اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں ابراہیم کے دین پر اور نماز کو قائم رکھیں اور زکوۃ دیتے رہیں۔یہی ہے دین سیدھی ملت کا۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((قل انی امرت انی اعبد اللہ مخلصاً لہ الدین))(سورۃ الزمر، آیت 11)

''آپ کہہ دیجئے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کروں کہ اس کیلئے عبادت کو خالص کرلوں۔''

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''اخلاص نیت ہی ہر اچھے عمل کی روح اور جان ہے۔''

جو عمل بھی کیا جاتا ہے اس کی صحت نیت پر موقوف ہوتی ہے کہ وہ کس مقصد کیلئے کیا جارہا ہے، اگر کوئی عمل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کیا جائے تو اس کا اجر وثواب اللہ تعالیٰ کے ہاں پالے گا اور اگر کسی نے کوئی عمل دنیا کی نیت سے کیا ہوگا تو اس کو وہی بدلہ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی۔

((عن عمر بن الخطاب وھو یخطب الناس فقال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول انما الاعمال بالنیات ولکل امریء مانوی فمن کانت ھجرتہ الی اللہ والی رسولہ فھجرتہ الی اللہ والی رسولہ ومن کانت ھجرتہ لدنیا یصیبھا او امرأۃ یتزوجھا فھجرتہ الی ماھاجر الیہ))(صحیح بخاری، مسلم و سنن ابن ماجہ)

''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں کو خطبہ سنا رہے تھے تو کہا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ ہر ایک عمل کا ثواب نیت سے ہوتا ہے اور ہر ایک آدمی کو وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے۔سو جس آدمی نے اللہ ورسول کے لئے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اللہ ورسول کیلئے ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا کمانے کی نیت سے ہو یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی ہو اس کی ہجرت انہی چیزوں کی طرف ہوگی۔''

((عن المھاجر بن حبیب قال قال رسول اللہ ﷺ قال اللہ تعالیٰ انی لست کل کلام الحکیم اتقبل ولکنی اتقبل ھمہ وھواہ فان کان ھمہ واھوہ فی طاعتی جعلت صمتہ حمداً لی ووقاراً وان لم یتکلم))(سنن دارمی)

''حضرت مہاجر بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں عقلمند اور دانشور کی ہر بات کو قبول نہیں کرتا (یعنی دستور یہ نہیں ہے کہ عالم وفاضل اور عقلمند ودانا شخص جو بات بھی کہے اس کو قبول کرلوں) بلکہ میں اس کے ارادہ اور محبت ونیت کو قبول کرتا ہوں (یہ دیکھتا ہوں کہ اس نے جو بات کہی ہے وہ کس قصد وارادہ اور کس نیت کے ساتھ کہی ہے) پس اگر اس کی نیت ومحبت میری اطاعت وفرمانبرداری کے لیے ہوتی ہے تو میں اس کی خاموشی کو (بھی) اپنی حمد وثنا اور اس کے علم ووقار کے مترادف قرار دیتا ہوں، اگرچہ وہ کوئی بات نہ کہے۔''

مندرجہ بالا حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دانش مندوں کی دانش مندی نہیں دیکھتا اور نہ ہی اس کے نزدیک محض گفتار کے غازی کی کوئی اہمیت ہے، بلکہ وہ تو ہر چیز سے قطع نظر صرف یہ دیکھتا ہے کہ اس کی نیت میں کتنا خلوص ہے۔ اگر اس کی نیت اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی ہے اور اس کے دل میں اللہ کی عظمت جاگزیں ہے تو اگر وہ زبان سے کچھ بھی نہ کہے اس کی خاموشی ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول و منظور ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دولت مندی یا شکل وصورت نہیں بلکہ دلوں کے خلوص اور اچھے اور نیک کردار کے معیار کی مقبولیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص نیت اور کردار کی اچھائی پر عیاں ہوتی ہے۔ ریا کاری اور دکھلاوے کیلئے چاہے کوئی جتنا مرضی خرچ کردے اس کی قبولیت نہیں ہوگی۔ اس کے برعکس اگر کوئی انسان خلوص دل سے صرف اللہ کی خوشنودی کیلئے صرف ایک روپیہ بھی خرچ کردے تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوجائے گی۔

((عن ابی هریره قال قال رسول الله ﷺ ان الله لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم))(صحیح مسلم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا، لیکن تمہارے دلوں اور تمہارے عملوں کو دیکھتا ہے۔''

((عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ لو ان رجلاً عمل عملا فی صخرة لا باب لها ولا کوة خرج عمله الی الناس کائنا ما کان))

''حضرت ابوسعید خذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص کسی ایسے بڑے پتھر کے اندر کوئی کام کرے کہ جس میں نہ تو کوئی دروازہ ہو اور نہ کوئی روشن دان تو اس کا وہ عمل لوگوں میں مشہور ہوجائے گا خواہ وہ عمل کسی طرح کا ہو۔''

حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اچھے کام خواہ دوسروں سے چھپ کر ہی کیے جائیں اور انہیں لوگوں سے چھپانے کی کوشش کی جارہی ہو تو اللہ تعالیٰ تنہائی میں کیے گئے اچھے اعمال کو بھی لوگوں پر ظاہر کردیتا ہے تاکہ دوسرے لوگ اچھے اور نیک کاموں کی طرف راغب ہوں۔

حضرت ابوعبادہ کی حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:
''جس نے جہاد کیا اور اس کی نیت صرف اونٹ باندھنے کی تھی تو اس کیلئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔''

((وعن ابی یزید معن بن یزید ابن الاخنس وهو وابوه وجده صحابیون، قال: کان ابی یزید اخرج دنانیر یتصدق بها فوضعها عند رجل فی المسجد فجئت فاخذتها فاتیته بها، فقال والله ما ایاك اردت، فخاصمة الی رسول الله ﷺ فقال لك مانویت یایزید ولك ما اخذت یا معن))(صحیح بخاری)

''حضرت معن بن یزید بن اخنس روایت کرتے ہیں، معن، ان کا باپ، دادا سب صحابی ہیں، کہ میرے باپ سے یزید نے کچھ دینار صدقہ کرنے کیلئے نکالے اور مسجد میں ایک آدمی کو دے آئے۔ چنانچہ میں نے اس سے لئے اور اپنے والد کے پاس لے آیا۔ والد نے کہا: بخدا! میں نے تجھے دینے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ پس ہم یہ جھگڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے یزید! تجھے تیری نیت کا ثواب ملا اور اے معن! جو مال تم نے لیا وہ تمہارا ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
''جہاد کرنیوالے اپنی اپنی نیتوں کے مطابق جہاد کرتے ہیں۔''
حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
''جو آدمی جس مرتبہ پر مرا اس پر اٹھے گا۔''
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
''تقویٰ کے ساتھ ساتھ عمل کم نہیں ہوا کرتا اور جو عمل قبول کر لیا جائے وہ کم کیسے ہو سکتا ہے۔؟''
حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
''مومن وہ ہے جس کی نیت بہت خوب، تیز اور قوی ہو اور اس کی بدنی قوت کمزور ہو اور منافق وہ ہے جس کی نیت کمزور ہو اور اس کی بدنی قوت خوب ہو۔''
حضرت یحییٰ بن کثیر نے فرمایا:
''عمل میں حسن نیت، عمل سے بھی زیادہ باعث رسائی ہے۔''
حضرت یوسف بن اسباط کہتے ہیں:
''نیت کو بگاڑ سے صاف و خالص کرنا عبادت گزاروں پر طویل ریاضت سے زیادہ مشقت کی بات ہے۔''
منصور کہتے ہیں:
''عمل پر مداومت رکھنا، حتیٰ کہ خلوص ہو جائے یہ عمل سے بھی شدید تر کام ہے۔''
حضرت سفیان ثوری کہتے ہیں:
''میں اپنے ظاہر ہونے والے عمل کی طرف التفات نہیں کرتا۔''

ریاکاری اور نمود و نمائش کی مذمت: اخلاص کا متضاد ریاکاری ہے۔ ریاء کے لغوی معانی دکھاوا اور نمائش کے ہیں۔ شریعت میں لوگوں کو دکھلاوے کے ارادے سے نیکی کرنا ریاکاری کہلاتا ہے۔ عبادت کو اس نیت سے کرنا کہ اسے دیکھ کر لوگ خوش ہوں اور اسے نیکوکار جانیں اور اس کی عزت و تکریم کریں ایسا کرنا بے شک مکر و فریب اور نمود و ریاء ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں یہ قصد کرنا کہ لوگوں کی نظر میں میری قدر ہو جائے ریاء کہلاتی ہے۔ اس کی حقیقت ''ارادۃ الخلق لغرض الدینوی'' ہے یعنی عبادت کا اظہار کسی دینوی غرض سے کیا جائے، یا کسی فعل مباح کا اظہار کسی معصیت کی غرض سے کیا جائے۔ اگر عمل میں دنیائے فاسد یعنی معصیت کی نیت ہو تو وہ یقیناً ریاء ہے اور اگر دنیائے مباح کی نیت ہو تو اگر عمل دینوی ہے تو وہ ریاء نہیں اور اگر مخلوق کو اس لئے راضی کیا جائے تا کہ وہ ہمارے معتقد رہیں، ہمارے مرید زیادہ ہوں تو یہ ریا ہے؛ کیونکہ یہ نیت معصیت ہے۔ اس لیے کہ عین عبادت کے وقت اس کی نظر مخلوق پر رہی اور ان کی نظر میں معظم رہنا چاہا۔

سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((یاایھا الذین امنوا لا تبطلوا صدقتکم بالمن والاذی کالذی ینفق ماله رئاء الناس ولا یؤمن بالله والیوم الاخر فمثله کمثل صفوان علیه تراب فاصابه وابل فترکه صلدًا لا یقدرون علی شیء مما کسبوا والله لا یهدی القوم الکفرین)) (سورۃ البقرہ، آیت 264)

''اے ایمان والو! اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر برباد نہ کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے

خرچ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے، نہ قیامت پر، اس کی مثال اس طرح صاف پتھر کی طرح ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو، پھر اس پر زوردار بارش برسے اور اسے بالکل صاف اور سخت چھوڑ دے۔"

صدقہ وخیرات کر کے احسان جتلانا اور باعث تکلیف باتیں کرنا ایمان داروں کا کام نہیں، بلکہ ایسا وہ لوگ کرتے ہیں جو منافق ہوں اور ریا کاری کیلئے خرچ کرتے ہوں۔

یہ منافق اور ریاء کار کے عمل کی مثال ہے کہ جس طرح پتھر پر مٹی نظر آتی ہے، لیکن جب بارش برستی ہے تو اس مٹی کو بہا کر لے جاتی ہے اور پتھر پھر چٹیل کا چٹیل رہ جاتا ہے۔ اسی طرح منافق کے اعمالِ خیر کا حال ہے کہ بظاہر دیکھنے میں تو بہت کچھ دکھائی دیتے ہیں، لیکن قیامت کے روز وہ یوں ناپید ہو جائیں گے جیسے بارش کے بعد پتھر سے مٹی ناپید ہو جاتی ہے۔

جو لوگ اپنا مال دوسروں کے دکھلاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں ان کا مقصد صرف دوسروں کی نگاہ میں واہ واہ کروانا ہوتا ہے۔ ایسے لوگ شیطان کے دوست اور ہم نشین ہوتے ہیں جیسا کہ سورۃ النساء میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

((والذین ینفقون اموالھم رئاء الناس ولا یومنون باللہ ولا بالیوم الاخر ومن یکن الشیطن لہ قرینا فساء قرینا))(سورۃ النساء، آیت 38)

"اور وہ لوگ جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔ اور جس کا ساتھی شیطان ہوا تو (کچھ شک نہیں کہ) وہ برا ساتھی ہے۔"

ریاکار جب خرچ کرنے پر آتے ہیں تو پھر سارا خرچ دکھاوے اور نام ونمود کیلئے کرتے ہیں اور اس میں بھی ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ لوگ مجھے بڑا جانیں۔ دیکھا گیا ہے کہ والدین بیمار اور حاجت مند ہوں تو ان کی خبر گیری نہیں کی جاتی، اگر مر جائیں تو خواہ قرض لینا پڑے، بہت بڑی دعوتیں کی جاتی ہیں کہ لوگوں کو پتہ چل جائے یہ آدمی بہت کچھ کر سکتا ہے۔ جو شخص خاص اللہ کیلئے نہیں بلکہ لوگوں کے دکھانے کیلئے عمل کرتا ہے یہ وہ شخص ہے جس کا دوست یا مشیر اور ہم نشین شیطان ہو اور یہ بہت برا مصاحب ہے کہ ہمیشہ ایسے مشورے دیتا ہے جن سے دونوں عالم کی رسوائی اور عذاب الٰہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(ان المنفقین یخدعون اللہ وھو خادعھم واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ یراء ون الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلاً))(سورۃ النساء :آیت 142)

"بے شک منافق اپنے خیالوں میں اللہ سے چالبازیاں کر رہے ہیں اور وہ انہیں اس چالبازی کا بدلہ دینے والا ہے اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں۔ صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں اور یاد الٰہی تو یونہی برائے نام کرتے ہیں۔"

قرآن مجید کی سورۃ الماعون کی آیت نمبر 4 تا 6 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون الذین ھم یراء ون))(سورۃ الماعون، آیت 4-6)

"ان نمازیوں کیلئے افسوس (اور ویل نامی جہنم کی جگہ) ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں، جو ریا کاری کرتے ہیں۔"

مندرجہ بالا آیات سے مراد ایسے لوگ ہیں جو یا تو نماز پڑھتے ہی نہیں ہیں یا پھر اپنی نمازوں میں سستی برتتے ہیں یعنی کبھی پڑھ لی کبھی نہ پڑھی یا خشوع وخضوع کا خیال نہیں رکھتے۔ کچھ لوگ ایسا کرتے ہیں کہ جب دوسروں کے ساتھ ہوتے ہیں تو نماز پڑھ لیتے

ہیں بصورت دیگر وہ نماز کی پروانہیں کرتے، یعنی صرف دکھاوے اور ریا کاری کیلئے نماز پڑھتے ہیں۔

ریا کار اور منافق نماز پڑھتا ہے مگر غفلت اور بے دلی کے ساتھ، چونکہ آخرت کا یقین دل میں نہیں ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی رضا کا جذبہ نہیں ہوتا۔ لوگوں کیساتھ بامر مجبوری نماز میں شریک ہوتے ہیں، لیکن از خود نماز کی پابندی کا مزاج نہیں ہوتا۔ یہ شخص ریا کاری کرتا ہے، یعنی نماز بھی اللہ کی خاطر نہیں بلکہ لوگوں کو دکھانے کی خاطر پڑھتا ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کی رضا اور رحمت حاصل کرنے کیلئے ہر نیک عمل میں خلوص کی ضرورت ہے اور یہی ایمان اور توحید کا تقاضا ہے، اسی طرح ریا کاری یعنی دوسرے لوگوں کے دکھلاوے کی غرض سے، دنیا میں اپنی شہرت حاصل کرنے کیلئے اور لوگوں کے اندر اپنی جھوٹی شان وشوکت پیدا کرنے اور نمود ونمائش کیلئے عبادات کرنا ایمان اور توحید کے خلاف ہے اور ایسا کرنا ایک قسم کا شرک ہے۔ اس سلسلے میں چند احادیث ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

اصل شرک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور اس کے افعال میں کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، جس کو قرآن مجید نے ''ظلم عظیم'' کہہ کر پکارا ہے، لیکن بعض ایسے کام جو اللہ کی رضا اور اس کی رحمت کے حصول کیلئے نہیں بلکہ صرف اس لئے کئے جائیں کہ لوگ اسے نیک اور پرہیزگار سمجھیں، ایسا کرنا اگرچہ شرک حقیقی نہیں، لیکن ایک قسم کا شرک ضرور ہے اور انتہائی سخت درجے کا گناہ ہے۔ اسے شرک اصغر کہا جاتا ہے۔

((عن شداد ابن اوس قال سمعت رسول الله ﷺ من صلی یرائی فقد اشرک ومن صام یرائی فقد اشرک ومن تصدق یرائی فقد اشرک))(مسند احمد)

''حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دکھاوے کیلئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کیلئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کے لئے صدقہ وخیرات کیا اس نے شرک کیا۔''

((عن ابی سعید الخدری قال خرج علینا رسول الله ﷺ و نحن نتذکرا لمسیح الدجال فقال الا اخبر کم بما هو اخوف علیکم عندی من المسیح الدجال فقلنا بلی یا رسول الله ﷺ قال الشرک الخفی ان یقوم الرجل یصلی فیزید صلوته لما یری من نظر رجل))(سنن ابن ماجه)

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے حجرہ مبارک سے) نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے۔ اس وقت ہم لوگ آپس میں مسیح دجال کا کچھ تذکرہ کر رہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: کیا میں تم کو وہ چیز بتاؤں جو میرے نزدیک تمہارے لئے دجال سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔؟ ہم نے عرض کیا: حضور! ضرور بتائیں وہ کیا چیز ہے۔؟ آپ نے فرمایا: وہ شرک خفی ہے (جس کی ایک مثال یہ ہے) کہ آدمی نماز پڑھنے کیلئے کھڑا ہو، پھر اپنی نماز کو اس لئے لمبا کردے کہ کوئی آدمی اس کو نماز پڑھتا دیکھ رہا ہے۔''

بعض حفاظ اور قاری حضرات اس قدر فخر محسوس کرتے ہیں کہ غرور تکبر میں لگ جاتے ہیں کہ مجھ سے اچھا کوئی نہیں پڑھ سکتا، فلاں کی میرے سامنے کوئی حیثیت نہیں اور بغیر اجرت کے ایک آیت تک نہیں پڑھتے۔ ان سب کیلئے وعید سنائی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین۔

((عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ تعوذ و اباالله من جب الحزن قالوا یا رسول الله ﷺ وما جب الحزن قال واد فی جهنم یتعوذمنه جهنم کل یوم مائة مرة قیل یا رسول الله ﷺ وعمن

یدخله قال القرآء ون المرآء ون باعمالهم))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پناہ مانگو اللہ تعالیٰ کی 'جب الحزن' سے۔ صحابہ نے عرض کیا: جب الحزن کیا چیز ہے۔؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب الحزن ایک جہنمی وادی ہے کہ جہنم بھی اس سے ہر دن میں سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! اس میں کون داخل ہوں گے۔؟ آپ نے فرمایا: قاری جو اپنے عملوں میں ریا کرنے والے ہیں۔'' (جامع ترمذی، جلد 2، صفحہ 51-50)

((عن جندب قال قال النبی ﷺ من سمع سمع الله به ومن یرائی یرائی الله به))

(صحیح بخاری ومسلم)

''حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کوئی کام سنانے اور شہرت دینے کیلئے کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو شہرت دے گا، اور جو کوئی دکھاوے کیلئے کوئی نیک عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دکھائے گا۔''

جو لوگ دکھلاوے اور شہرت کیلئے نیک عمل کرتے ہیں ان کو ان کے اعمال کے حساب سے سزا دی جائے گی اور جو وہ ریا کاری کرتے ہیں ان کی ریا کاری کو خوب شہرت دی جائے گی۔ میدان حشر میں ان کی ریا کاری سب پر عیاں ہو جائے گی۔

((عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ يخرج فی اخرالزمان رجال يختلون الدنيا الدين يلبسون للناس جلود الضان من اللين السنتهم احلى من السكرو قلوبهم قلوب الذياب يقول الله ابى يجرون ام على يجترون فی حلفت لابعثن على اولئك منهم فتنة تدع الحليم فيهم حيران))(سنن ترمذی)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانہ میں کچھ ایسے مکار لوگ پیدا ہوں گے جو دین کی آڑ میں دنیا کا شکار کریں گے۔ وہ لوگوں پر اپنی درویشی اور مسکینی ظاہر کرنے اور ان کو متاثر کرنے کیلئے بھیڑوں کی کھال کا لباس پہنیں گے، ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی، مگر ان کے سینوں میں بھیڑیوں کے سے دل ہوں گے (ان کے بارے میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: کیا یہ لوگ میرے ڈھیل دینے سے دھوکہ کھا رہے ہیں یا مجھ سے نڈر ہو کر میرے مقابلے میں جرأت کر رہے ہیں۔؟ پس مجھے اپنی قسم ہے کہ میں ان مکاروں پر انہی میں سے ایسا فتنہ کھڑا کروں گا جو ان کی عقلمندوں اور داناؤں کو بھی حیران بنا کے چھوڑے گا۔''

تقریباً چھ طرح سے ریا کاری کا اظہار ہوتا ہے:

1: بدن کے ذریعے: جسم کے ذریعے اس طرح غنودگی کا اظہار کیا جائے کہ لوگ خیال کریں کہ یہ شب بیداری کرتا ہے اور راتوں کو عبادت کرتا ہے۔

2: شکل وصورت سے: شکل وصورت ایسی اختیار کر لینا کہ جس سے نرمی اور دھیما پن ظاہر ہو۔ سر کو جھکائے رکھنا یا ایسی حالت اختیار کرنا کہ جس سے فکر کے اندر محویت ظاہر ہو۔

3: صوفیوں کی طرح کا لباس پہننا: میلا کچیلا لباس استعمال کرنا، چوغہ پہننا جس سے پتہ چلے کہ یہ کوئی صوفی یا عالم ہے، حالانکہ یہ تصوف کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا، کپڑوں میں مخصوص قسم کے رنگ استعمال کرنا جس سے درویشانہ اور صوفیانہ رنگ و روپ ظاہر کرنا اور ریا کاری کرنا مراد ہو۔

4: گفتگو کے ذریعے ریاکاری: انداز بیان و گفتگو ایسا اپنایا جاتا ہے کہ چند مخصوص قسم کی عبارتیں رٹ کر صرف ریا کاری کی غرض سے مختلف لہجے اختیار کرتے ہیں کہ دوسروں کے دلوں میں کوئی بڑا عالم کا سا رعب و دبدبہ بیٹھ جائے۔ان کا یہ انداز صرف اس لئے ہوتا ہے کہ لوگ انہیں پارسا اور شریعت کا اتباع کرنے والا سمجھیں۔

5: عمل میں ریاکاری: قیام و رکوع اور سجدہ میں زیادہ وقت لگانا کہ لوگ اسے بڑا عبادت گزار اور پرہیزگار خیال کریں، حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے حال خوب جانتا ہے۔

6: شاگردوں اور مریدین کی تعداد بڑھا کر بیان کرنا: ایسے لوگ اپنے شاگردوں اور ارادت مندوں کی تعداد بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اور دیگر مشائخ سے ملاقاتوں کا بکثرت تذکرہ کرتے ہیں۔ان کا مقصد شہرت کا حاصل کرنا ہوتا ہے۔ایسا کرنا ریا کاری ہے جو حرام ہے۔

انسان کو چاہیے کہ وہ جو عمل بھی کرے خلوص نیت سے کرے اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے کرے۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے حالات سے بخوبی آگاہ ہے۔جس عبادت کا اظہار کرنا ضروری ہے اسے کثرت سے کیا جائے، پھر کوئی التفات بھی نہ کرے گا۔چند ہی دنوں میں عادت، عبادت اور اخلاص بن جائے گی۔

☆☆☆

فصل نمبر 32:

صدق

سچوں کے ساتھ ہو جاؤ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((یایھا الذین امنوا اتقوا اللّٰہ و کونوا مع الصادقین))

"اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔" (سورۃ التوبہ، آیت نمبر ۱۱۹)

سچ بولنے اور اس کی کوشش کرنے والا:

((عن عبداللہ ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا یزال العبد یصدق و یتحری الصدق حتی یکتب عند اللہ صدیقاً و لا یزال العبد یکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عند اللہ کذاباً))

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بندہ ہمیشہ سچ بولتا ہے اور سچ کی کوشش کرتا ہے حتیٰ کہ اللہ کے ہاں صدیق (بہت زیادہ سچا) تحریر کر دیا جاتا ہے۔ اور ایک بندہ ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کی کوشش کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ کے ہاں کذاب (بہت جھوٹا) تحریر کر دیا جاتا ہے۔" (صحیح مسلم، کتاب البر، باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضلہ)

دین کا ستون: صدق دین کا ستون ہے اسی کے ساتھ دین کی تکمیل ہوتی ہے اور اسی پر اس کا سارا نظام استوا ہے۔

نبوت کے بعد والا درجہ: بلاشبہ سچ نبوت کے بعد دوسرا بڑا درجہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((فاولئك مع الذين انعم الله عليهم من النبين و الصديقين))

"پس یہی لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، یعنی انبیاء اور صدیق کے ساتھ۔"

صدق، صادق اور صدیق: صادق ایسی صفت ہے جو صدق سے لازم آتی ہے اور اس سے مبالغہ کا صیغہ صدیق ہے، یعنی بہت زیادہ سچ بولنے والا۔ صدیق اس آدمی کو کہتے ہیں جس پر صدق غالب ہو، جیسا کہ مسکیر اس آدمی کو کہتے ہیں جو بہت زیادہ نشہ کرتا ہو اور خمیر اس آدمی کو کہتے ہیں جو بہت زیادہ شراب پیتا ہو۔"

صدق ہے کیا: پوشیدہ اور ظاہر کے برابر ہونے کو صدق کہا جاتا ہے۔

صادق: جو آدمی اپنی باتوں میں سچا ہو اسے صادق کہتے ہیں۔

صدیق: جو آدمی اپنے تمام اقوال، افعال اور احوال میں سچا ہو اسے صدیق کہتے ہیں۔

اللہ کی معیت: شیخ احمد بن خضرویہ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"جو آدمی خواہش رکھتا ہے کہ اسے اللہ کی معیت نصیب ہو تو اسے چاہئے کہ صدق کا لحاظ رکھا کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ان اللہ مع الصبرین))

"بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔" (سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۱۵۳)

ایک دن میں چالیس مرتبے: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

((الصادق یتقلب فی الیوم اربعین مرۃ والمرائی یثبت علی حالہ واحدۃ واربعین سنۃ))

"سچا وہ ہے جو ایک دن میں چالیس مرتبہ اپنے مقام میں عروج پاتا ہے اور دکھاوا کرنے والا چالیس برس تک بھی اسی حالت میں

رہتا ہے۔"

صادق کی قلبی حقیقت: شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
"صادق اگر اپنے قلب کی حقیقت کو ظاہر کرنا بھی چاہے تو بھی اسے زبان سے ظاہر نہیں کر سکتا۔"
مقام ہلاکت میں سچ بولنا: منقول ہے کہ صدق یہ ہے کہ مقام ہلاکت میں بھی سچ بولا جائے۔
قلب و زبان کی موافقت: منقول ہے کہ قلب و زبان کی موافقت کو صدق کہا جاتا ہے۔
حرام کو ترک کرنا: شیخ قناد علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
"صدق یہ ہے کہ حرام کو ترک کر دیا جائے۔"
عمل میں وفا: شیخ عبدالواحد بن زید علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
"صدق یہ ہے کہ عمل میں اللہ سے وفا کی جائے۔"
دھوکا باز کبھی بھی صادق نہیں ہو سکتا: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
"وہ آدمی صدق کی بُو کو بھی نہیں پا سکتا جو اپنے آپ یا کسی اور کے ساتھ دھوکہ کرتا ہے۔"
صادق اور موت: شیخ ابوسعید قریشی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
"جس کے لئے موت تیار ہو اور وہ پھر بھی اپنے راز کھل جانے کی شرم محسوس نہ کرتا ہو اسے صادق کہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
((فتمنوا الموت ان كنتم صادقين))
"پس موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔" (سورۃ البقرہ، آیت نمبر:۹۴)
شیخ عبداللہ ابن منازل: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ ایک دن شیخ ابوعلی ثقفی علیہ الرحمۃ وعظ فرما رہے تھے۔ شیخ عبداللہ بن منازل علیہ الرحمۃ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:
"اے ابوعلی! تیاری کرو موت کے لیے جس سے کسی کو چھٹکارا نہیں۔"
شیخ ابوعلی ثقفی علیہ الرحمۃ نے کہا:
"اے ابن منازل! آپ بھی موت کی تیاری کریں کیونکہ اس سے کسی کو چھٹکارا نہیں۔"
یہ سن کر شیخ عبداللہ ابن منازل علیہ الرحمۃ نے اپنے دائیں بازو کو تکیہ بنایا اور اپنا سر اس پر رکھ کر فرمایا:
"لو مجھے موت آ گئی۔"
یہ کہہ کر شیخ عبداللہ ابن منازل وصال کر گئے۔ یہ دیکھ کر شیخ ابوعلی ثقفی علیہ الرحمۃ کی امیدیں ٹوٹ گئیں کیونکہ وہ شیخ عبداللہ ابن منازل علیہ الرحمۃ کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شیخ ابوعلی ثقفی علیہ الرحمۃ کا دینوی اسباب کے ساتھ تعلق تھا اور شیخ عبد اللہ ابن منازل علیہ الرحمۃ "حالت تجرید" میں تھے اور ان کی کوئی مشغولیت نہ تھی۔
شیخ دینوری کی مجلس: شیخ ابوالعباس دینوری علیہ الرحمۃ وعظ کر رہے تھے کہ مجلس میں ایک بوڑھی عورت چیخی۔ شیخ ابوالعباس دینوری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
"خوش آمدید۔"
پس وہ اٹھی اور چند قدم چلی پھر ان کی طرف متوجہ ہوئی اور کہنے لگی:

''مجھے موت آگئی۔''

پھر وہ گر پڑی اور وہ فوت ہو چکی تھی۔

توحید کو پختہ کرنا: شیخ ابوبکر واسطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''ارادہ کے ساتھ توحید کو پختہ کرنا صدق ہے۔''

ایک طالب علم کا قصہ: منقول ہے کہ شیخ عبدالواحد بن زید علیہ الرحمۃ نے اپنے متعلمین میں سے ایک ایسے طالب کی طرف دیکھا جس کا بدن کمزور ہو گیا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا:

''کیا آپ مسلسل روزہ رکھتے ہیں؟''

اس نے عرض کیا:

''میں کبھی روزہ ترک نہیں کرتا۔''

شیخ نے کہا:

''کیا آپ ہمیشہ شب بیداری کرتے ہیں۔''

اس نے عرض کیا:

''میں کبھی بھی سوتا نہیں ہوں۔''

شیخ نے پوچھا:

''آپ کو کس چیز نے ناتواں کر دیا؟''

اس نے عرض کیا:

''دائمی عشق اور اور اسے ہمیشہ چھپانے نے۔''

شیخ نے فرمایا:

''خاموش ہو جاؤ! تجھے اس بات کی کس نے جرأت دی۔؟''

وہ طالب علم کھڑا ہوا اور دو قدم ہی چلا تھا کہ اس کی زبان سے نکلا:

''اے میرے اللہ! اگر میں صادق ہوں تو مجھے موت دیدے۔''

پس فوراً اس کی روح قبض کر لی گئی اور وہ گر پڑا۔

شیخ زجاجی کا صدق: شیخ ابو عمرو زجاجی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میری والدہ فوت ہو گئیں تو مجھے ان کے ترکہ میں ایک حویلی ملی۔ میں نے پچاس چاندی کے سکوں میں اسے بیچ ڈالا اور حج کے لئے چلا گیا۔ جب میں شہر بابل گیا تو مجھے ایک راستہ دکھانے والا نظر آیا۔ اس نے سوال کیا:

''آپ کے پاس کیا ہے؟''

میں نے دل ہی دل میں کہا:

''سچ بولنا ہی موزوں ہے۔''

پس میں نے کہا:

''میرے پاس چاندی کے پچاس سکے ہیں۔''

اس نے کہا:

''مجھے پکڑاؤ۔''

میں نے تھیلی اس کو پکڑا دی۔ اس نے ان کو گنا تو وہ پچاس درہم ہی تھے۔

اس نے کہا:

''لاؤ وہ مجھے دے دو۔ میں تو تمہارے صدق کا اسیر ہوں۔''

پھر وہ سواری سے نیچے اترا اور مجھ سے کہنے لگا:

''آپ اس پر سوار ہو جائیں۔''

میں نے کہا:

''میں سوار ہونا نہیں چاہتا۔''

اس نے کہا:

''یہ تو لازم ہے۔''

پھر وہ مجھ سے اس کا تقاضا کرنے لگا۔ بہر حال میں سوار ہو گیا۔ اس نے کہا:

''میں تمہارے پیچھے پیچھے آیا ہوں۔''

ایک برس بعد وہ پھر میرے پاس آیا اور پھر تا وقت وصال میرے پاس رہا۔''

صادق کی ایک صفت: شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''تو جب بھی صادق کی طرف نظر کرے گا تو وہ تجھے فرض کی ادیگی کرتا نظر آئے گا یا مستحب کی۔''

حقیقت صدق: شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جہاں جھوٹ کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تیرا وہاں بھی سچ بولنا حقیقت صدق کہلاتا ہے۔''

تین صفات: منقول ہے کہ صادق میں ان تین صفات کا پایا جانا انتہائی لازم ہے۔ پہلی: حلاوت۔ دوسری: ہیبت۔ تیسری: رونق۔''

حضرت داؤد کی طرف وحی: منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی گئی:

''یا داؤد! جو صدق قلب سے میری تصدیق کرے گا میں مخلوق پر اس کی سچائی کو ظاہر کر دوں گا۔''

صادق کے ساتھ اللہ کا سلوک: منقول ہے کہ شیخ ابراہیم بن دوحہ علیہ الرحمۃ شیخ ابراہیم بن ستنبہ علیہ الرحمۃ کے ہمراہ بیابان کی طرف گئے۔ شیخ ابراہیم بن ستنبہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''آپ کے پاس جو زادِ راہ ہے اسے پھینک دیں۔''

شیخ ابراہیم بن دوحہ علیہ الرحمۃ نے کہا:

''میں نے ایک سونے کے سکے کے ماسواء باقی ساری چیزیں پھینک دیں۔''

شیخ ابراہیم بن ستنبہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اے ابراہیم! اپنے قلب کو دنیا میں مشغول مت کرو۔ جو بھی زادِ راہ تمہارے پاس ہے اسے پھینک دو۔''

شیخ ابراہیم بن دوحہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''میں نے وہ سونے کا سکہ بھی پھینک دیا۔''
شیخ ابراہیم بن ستنبہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''اے ابراہیم! جو بھی مشغولیت کا سامان تمہارے پاس ہے اسے پھینک دو۔''
شیخ ابراہیم بن دوحہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ فوراً میرے ذہن میں آیا کہ میرے پاس جوتے کے تسمے ہیں۔ پس میں نے ان کو بھی پھینک دیا۔ راستے میں مجھے جب بھی تسمے کی ضرورت پیش آتی تو میں انہیں اپنے سامنے حاضر پاتا۔
یہ دیکھ کر شیخ ابراہیم بن ستنبہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''جو آدمی بھی صدق کا معاملہ کرتا ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ایسا ہی سلوک فرماتا ہے۔''
سیف اللہ: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''صدق سیف اللہ ہے کہ جس پر پڑتی ہے اسے کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔''
صدیقین کی پہلی خیانت: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''صدیقین سے جو پہلی خیانت سرزد ہوسکتی ہے وہ اپنے نفس سے باتیں کرنا ہے۔''
شیخ فتح موصلی: شیخ فتح موصلی علیہ الرحمۃ سے صدق کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے اپنا ہاتھ لوہار کی بھٹی میں ڈالا اور گرم لوہا نکال لیا پھر اسے اپنی ہتھیلی پر رکھ کر فرمایا:
''یہ صدق ہے۔''
صدق والی ایک شب: شیخ یوسف بن اسباط علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''ایک شب اللہ سے صدق کا معاملہ کرنا میرے نزدیک جہاد سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔''
حقیقت کو ملاحظہ کرنا: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''تیرا لوگوں کے سامنے اس طرح رہنا جس طرح اپنے نفس کے ساتھ رہتا ہے، یہ صدق ہے۔ تیرا اپنے نفس کو اس طرح دیکھنا جس طرح حقیقت ہے یہ بھی صدق کہلاتا ہے۔''
صدق کی علامات: شیخ حارث محاسبی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:
''صدق کی علامت کیا ہے۔؟''
انہوں نے فرمایا:
''جو آدمی اپنے قلب کی اصلاح کی خاطر اس چیز کی بالکل پرواہ نہ کرے کہ اس کی جو قدر و منزلت لوگوں کے ہاں ہے وہ ختم ہو جائے گی اور وہ اس بات کو ناپسند کرے کہ لوگ اس کی ذرہ بھر نیکی پر بھی مطلع ہوں اور وہ اس بات کو ناپسند نہ کرے کہ لوگ اس کے برے عمل پر مطلع ہوں، ایسے آدمی کو صادق کہا جائے گا۔ یہ ساری چیزیں صدیقین کے آداب میں سے ہیں۔''
دائمی فرض: کسی صوفی کا قول ہے:
''جو آدمی دائمی فرض کی ادائیگی نہیں کرتا اس سے وقتی فرض بھی قبول نہیں کیا جاتا۔''
سوال کیا گیا:
''دائمی فرض کیا ہے؟''
فرمایا:

''صدق''

سچے دل سے مانگی گئی دعا کا اثر: منقول ہے کہ جب اللہ سے سچے دل کے ساتھ دعا مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کو ایسا آئینہ عطا فرما دیتا ہے جس میں وہ دنیا اور آخرت کے عجائبات کو ملاحظہ کر سکتا ہے۔

سچ کو لازم کرلو: منقول ہے:

''جہاں تمہیں خوف ہو کہ سچ بولنا تمہیں نقصان دے گا تو وہاں بھی سچ کو ترک مت کرو! کیونکہ سچ سے تمہیں فائدہ ہوگا اور جہاں تمہیں گمان ہو کہ جھوٹ سے فائدہ ہوگا وہاں بھی جھوٹ کو ترک کردو کیونکہ جھوٹ تمہیں نقصان ہی پہنچائے گا۔''

جھوٹے کی دوستی: منقول ہے:

''ہر شئے ایک چیز ہے، مگر جھوٹے سے دوستی کوئی چیز نہیں۔''

جھوٹے کی نشانی: منقول ہے کہ جھوٹے کی نشانی یہ ہے کہ اگر اس سے قسم دینے کو نہ بھی کہا جائے وہ تب بھی قسم کھاتا ہے۔

اشارہ کنایہ: حضرت امام ابن سیرین علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''کلام میں اشارہ کنایہ اس قدر موجود ہے کہ کسی بھی عاقل کو جھوٹ کا سہارا نہیں لینا چاہیے۔''

سچا تاجر اور مفلسی: منقول ہے:

((ما املق تاجر صدوق))

''سچے تاجر پر کبھی بھی مفلسی کا دور نہیں آتا۔''

اضافہ از مترجم:

موجودہ زمانہ میں بعض تصوف کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے اللہ تعالیٰ اللہ، اس کے رسول اور مومنین پر جھوٹ باندھنا: اس کے رسول اور عام مومنین پر جھوٹ باندھتے ہیں مثلاً جھوٹے واقعات اللہ تعالیٰ، رسول اللہ اور مومنین کی طرف منسوب کرتے ہیں، یا یہ کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی، مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ملا، یہ ندا آئی وغیرہ۔ اس فصل میں ہم اللہ تعالیٰ اور مومنین پر جھوٹ باندھنے کے بارے میں جو وعیدیں آئیں ہیں ان کو بیان کرتے ہیں۔

کسی چیز کے متعلق خلاف حقیقت خبر دینے کو جھوٹ کہتے ہیں، خواہ یہ خبر لاعلمی کی وجہ سے غلط ہو یا جان بوجھ کر غلط دی گئی ہو۔ البتہ لاعلمی کی وجہ سے خبر غلط ہونے پر گناہ نہیں، جبکہ قصداً غلط خبر دینے پر انسان مجرم ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ پر جھوٹ کی وعید...... آیات کی روشنی میں: بلا شبہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ عام لوگوں پر جھوٹ بولنے سے بڑا گناہ اور گھناؤنا جرم ہے۔ اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے:

"فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللّٰہ کذبا لیضل الناس بغیر علم ان اللّٰہ لایھدی القوم الظلمین" (سورۃ الانعام، آیت نمبر :144)

''پھر اس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہے جو اللہ کی طرف منسوب کر کے جھوٹی بات کہے، تاکہ علم کے بغیر لوگوں کی غلط راہنمائی کرے۔ یقیناً اللہ ایسے ظالموں کو راہ راست نہیں دکھاتا۔''

اللہ سبحانہ نے فرمایا:

"ولاتتبع اھواء الذین کذبوا بایاتنا والذین لایومنون بالآخرۃ وھم بربھم یعدلون"

''اور ہرگز ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلنا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور آخرت کے منکر ہیں اور جو دوسروں کو اپنے رب کا ہمسر بناتے ہیں۔'' (سورۃ الانعام، آیت نمبر: 10)

ارشاد الٰہی ہے:

"یاایھاالذین امنوالم تقولون مالاتفعلون کبر مقتاعنداللہ ان تقولوا مالاتفعلون"

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ حرکت ہے کہ تم وہ بات کہو جو تم کرتے نہیں ہو۔'' (سورۃ الصف، آیت نمبر: 2)

اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

"ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً او کذب بایاتہ انہ لا یفلح الظالمون" (الانعام: 21)

''اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان لگائے یا اللہ کی نشانیوں کو جھٹلائے۔ یقیناً ایسے ظالم کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"فمن اظلم ممن کذب بایت اللہ وصدف عنھا سنجزی الذین عن آیاتنا سوء العذاب بما کانوا یصدفون" (الانعام: 158)

''اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہے جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور ان سے منہ موڑے۔ جو لوگ ہماری آیات سے منہ موڑتے ہیں انہیں اس روگردانی کی پاداش میں ہم بدترین سزا دے کر رہیں گے۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"قل ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون" (الانعام: 144)

''اے نبی! کہہ دو جو لوگ اللہ پر جھوٹے افتراء باندھتے ہیں وہ ہرگز فلاح نہیں پا سکتے۔''

اللہ ذوالجلال کا فرمان ہے:

"انمایفتری الکذب الذین لایومنون بایات اللہ واولئک ھم الکاذبون" (النحل: 105)

''جھوٹ وہی لوگ گھڑتے ہیں جو اللہ کی آیات کو نہیں مانتے۔ وہی حقیقت میں جھوٹے ہیں۔''

حکم الٰہی ہے:

"ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذاحلال وھذاحرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون متاع قلیل ولھم عذاب الیم" (النحل: 116,117)

''اور جو تمہاری زبانیں احکام لگایا کرتی ہیں کہ یہ چیز حلال ہے اور وہ حرام تو اس طرح کے حکم لگا کر اللہ پر جھوٹ نہ باندھو۔ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ ہرگز فلاح نہیں پایا کرتے۔ دنیا کا عیش چند روزہ ہے آخر کار ان کے لئے دردناک سزا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً اوقال اوحی الی ولم یوح الیہ شیء ومن قال سانزل مثل ماانزل اللہ ولوتری اذالظلمون فی غمرات الموت والملئکۃ باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم الیوم

تجزون عذاب الهون بما كنتم تقولون على الله غير الحق و كنتم عن آياته تستكبرون"(الانعام:93)

''اور اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان گھڑے یا کہے کہ مجھ پر وحی آئی ہے دراں حالانکہ اس پر کوئی وحی نازل نہ کی گئی ہو یا جو اللہ کی نازل کردہ چیز کے مقابلہ میں کہے کہ میں بھی ایسی چیز لا کر دکھا دوں گا۔ کاش! تم ظالموں کو اس حالت میں دیکھ سکوں جب کہ وہ سکرات موت میں ڈبکیاں کھا رہے ہوتے ہیں اور فرشتے ہاتھ بڑھا بڑھا کر کہہ رہے ہوتے ہیں۔ لاؤ نکالو اپنی جان۔ آج تمہیں ان باتوں کی پاداش میں ذلت کا عذاب دیا جائے گا جو تم اللہ پر تہمت رکھ کر ناحق بکا کرتے تھے اور اس کی آیات کے مقابلے میں سرکشی دکھاتے تھے۔''

اللہ ذوالجلال نے فرمایا:

"قل انما حرم ربى الفواحش ماظهر منها ومابطن والاثم والبغى بغير الحق وان تشركوابالله مالم ينزل به سلطاناً وان تقولواعلى اللهمالاتعلمون"(الاعراف:33)

''اے نبی! ان سے کہو کہ میرے رب نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ تو یہ ہیں: بے شرمی کے کام، خواہ کھلے ہوں یا چھپے اور گناہ اور حق کے خلاف زیادتی اور یہ کہ اللہ کے ساتھ تم کسی ایسے کو شریک کرو جس کے لئے اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور یہ کہ اللہ کے نام پر تم کوئی ایسی بات کہو جس کے متعلق تمہیں علم نہ ہو۔''

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ پر جھوٹ باندھنے کی وعید...... احادیث کی روشنی میں:

"عن على قال قال النبى صلى اللهعليه وسلم لا تكذبوا على فانه من كذب على فليلج النار"
(صحیح بخاری:35/1)(صحیح مسلم:9/1)

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری طرف جھوٹ گھڑ کر منسوب نہ کرو، کیونکہ جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ آگ میں داخل ہوگا۔''

سیدنا عبداللہ بن الزبیر فرماتے ہیں:

''میں نے اپنے والد زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر احادیث بیان نہیں کرتے جتنی فلاں فلاں صحابہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں تو انہوں نے فرمایا: میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں، لیکن آپ سے سنے ہوئے فرمان: (کہ جس نے میرے اوپر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کی آگ میں بنالے) کی وجہ سے ڈرتا ہوں کہ کہیں کوئی غلط بات آپ کی طرف منسوب ہو جائے اور اس کی پاداش میں میں سزا کا مستحق بن جاؤں۔'' **(صحیح بخاری:35/1)**

"قال انس: انه ليمنعنى ان احدثكم حديثاً كثيراً ان النبى صلى اللهعليه وسلم قال: من تعمد على كذباً فليتبوا مقعده من النار"(صحیح بخاری:35/1)(صحیح مسلم:10/1)

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے زیادہ احادیث بیان کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان رکاوٹ ہے کہ جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کی آگ بنالے۔''

"عن ابى هريرة رضى اللهتعالىٰ عنه عن النبى صلى اللهعليه واله وسلم قال: تسموا باسمى ولاتكتنوا بكنيتى ومن رانى فى المنام فقدرانى فان الشيطان لايتمثل فى صورتى ومن كذب على متعمدا فليتبوا مقعده من النار"(صحيح بخارى:36/1)

''سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے نام کے مطابق اپنے نام رکھو، لیکن میری کنیت اختیار نہ کرو اور جس نے خواب میں مجھے دیکھا یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا ہے، کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا اور جس نے عمداً میری طرف غلط بات منسوب کی تو وہ اپنا مقام جہنم کی آگ میں بنالے۔''

"عن سلمة بن الاکوع قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من یقل علی مالم اقل فلیتبوامقعده من النار"(صحیح بخاریہ:35/1)

وفی مسلم من حدث عنی بحدیث یری انه کذب فهواحد الکاذبین (مقدمہ صحیح مسلم:9/1)

''سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جس نے مجھ پر وہ بات کہی جو میں نے نہیں کہی تو اس کا مقام جہنم کی آگ ہے۔''

صحیح مسلم کی ایک روایت اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص مجھ سے کوئی ایسی بات نقل کرے جسے وہ جھوٹ سمجھتا ہے تو وہ خود بھی جھوٹوں میں سے ایک ہے۔''

"عن المغیرة بن شعبة قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ان کذبا علی لیس ککذب علی احدفمن کذب علی متعمدًا فلیتبوامقعده من النار"

(صحیح بخاری:81/8)(مقدمہ مسلم:11/1)

''سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر جھوٹ بولنا عام آدمی پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے، کیونکہ جس نے مجھ پر جھوٹ بولا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔''

"عن واثلة بن الاسقع رضی اللہ عنهما عن النبی صلی اللہ علیه وسلم انه قال: ان من اعظم الفری ان یدعی الرجل الی غیر ابیه اویری عینه مالم تراویقول علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مالم یقل"

''سیدنا واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کی بجائے کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے، خواب دیکھنے کا جھوٹا دعویٰ کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وہ بات منسوب کرے جو آپ کا فرمان نہیں۔'' (صحیح بخاری مع الفتح:540/6)

"عن ابی هریرة رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کفی بالمرء کذبا یحدث بکل ماسمع"(مقدمه صحیح مسلم:10/1)

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات آگے بیان کردے۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''جو بات لوگوں کے فہم سے بالاتر ہو اس کو بیان نہ کرو، ورنہ وہ کچھ لوگوں کے لئے گمراہی کا ذریعہ بن جائے گی۔''

(مقدمہ صحیح مسلم:11/1)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''ہر سنی ہوئی بات کو آگے بیان کردینا کسی شخص کے جھوٹا ہونے کی کافی دلیل ہے۔''(مقدمہ صحیح مسلم:11/1)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
"جو شخص ہر سنی ہوئی بات آگے نقل کر دے وہ بچ نہیں سکتا اور نہ ہی کبھی امام بن سکتا ہے۔"
امام عبدالرحمٰن بن معدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
"کوئی شخص بھی اپنی سنی ہوئی کچھ باتوں کو بیان کرنے سے باز آئے بغیر امام نہیں بن سکتا۔"
رسول اللہ پر جھوٹ کا حکم اور اس کی سزا: جمہور اہل علم کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنا عظیم گناہ اور بڑی تباہی کا سبب ہے، لیکن جھوٹ بولنے والا جب تک اس کام کو جائز سمجھ کر نہ کرے دائرہ اسلام سے خارج نہ ہوگا۔
بعض اہل علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جان بوجھ کر جھوٹ بولنے والے کو کافر قرار دیتے ہیں، کیونکہ کسی حرام چیز کو حلال کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ اس حرام کو حلال سمجھتا ہے اور کسی حرام کو حلال کرنا کفر کا کام ہے اس لئے کفر پر آمادہ کرنے والا کام بھی کفر ہے۔ امام نووی اور حافظ حجر نے جمہور اہل علم کی رائے کو ترجیح دی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
"رسول اللہ پر جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ اور دوسروں پر جھوٹ بولنا اس سے صغیرہ گناہ ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان دونوں میں فرق کیا ہے۔ آپ نے فرمایا:
"ان کذبا علی لیس ککذب علی احد۔"
"میری طرف جھوٹ منسوب کرنا عام آدمی پر جھوٹ بولنے سے مختلف ہے۔"
اس لئے ان دونوں کی سزا ایک نہیں ہوسکتی۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان:
"جس نے میری طرف جھوٹ منسوب کیا وہ اپنا مقام جہنم میں بنا لے۔"
اس بات کی دلیل یہ ہے کہ آپ پر جھوٹ بولنے والا لمبی مدت یا ہمیشہ کے لئے آگ میں رہے گا، جبکہ قوی دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ جہنم میں دائمی قیام صرف کفار کے لئے ہے، اس لئے آپ پر جھوٹ بولنے والا ابدی جہنمی نہ ہوگا، بلکہ لمبی مدت تک جہنم میں رہے گا۔ واللہ اعلم۔!(فتح الباری: 302/1)
جس شخص نے ایک حدیث میں بھی قصداً آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا وہ فاسق بن گیا اور اس کی تمام روایات مردود اور ناقابل حجت ہو جائیں گی۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ درحقیقت اللہ تعالیٰ پر جھوٹ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
"ومائنطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی"(سورۃ النحم، آیت نمبر 3 اور 4)
"اور وہ رسول اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے، ان کی ہر بات وحی ہے جو ان پر اتاری جاتی ہے۔"
اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ کا حکم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق ہوگا:
"قل یاایھاالذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون"(یونس 79)
"اے نبی! فرما دیجئے جو لوگ اللہ پر جھوٹے افتراء باندھتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے۔"
عام لوگوں پر جھوٹ باندھنے کی مذمت: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جھوٹ کے حرام ہونے پر کتاب وسنت میں بہت سے دلائل موجود ہیں اور اس کے حرام ہونے پر پوری امت کا اجماع ہے۔
جھوٹ ناپسندیدہ گناہ اور برائیب ہے کہ اس سے نفرت دلانے کے لئے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہی روایت کافی ہے۔(الاذکار للنووی:324)

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیۃ المنافق ثلاث اذاحدث کذب واذا وعداخلف واذااوتمن خان"(صحیح بخاری:14/1) (صحیح مسلم:78/1)

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولتا ہے' جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔''

اللہ عزوجل نے فرمایا:

"ولاتقف مالیس لک بہ علم ان السمع والبصروالفؤاد کل اولئک کان عنہ مسؤلا"

''کبھی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہونی ہے۔''

"عن عبداللہ بن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال علیکم بالصدق فان الصدق یھدی الی البروان البریھدی الی الجنۃ ومایزال الرجل یصدق ویتحری الصدق حتی یکتب عند اللہ صدیقاً وایاکم والکذب فان الکذب یھدی الی الفجور وان الفجور یھدی الی النار ومایزال الرجل یکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عنداللہ کذاباً"

(سورۃ الاسراء:36)

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچائی اختیار کرو کیونکہ سچ نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے۔آدمی سچ بولتا ہے اور سچ کا متلاشی رہتا ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سچا انسان لکھا جاتا ہے۔اور جھوٹ سے پرہیز کرو، کیونکہ جھوٹ گناہ کی راہ دکھاتا ہے اور گناہ جہنم کی آگ میں داخل کرتے ہیں۔آدمی مسلسل جھوٹ بولتا اور جھوٹ کا متلاشی رہتا ہے حتی کہ وہ اللہ کے ہاں بڑا جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔''

امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس طرح باب کا عنوان ذکر کیا ہے۔

''خرید وفروخت میں جھوٹ اور سامان کی حقیقت مخفی رکھنے کے نقصان کا باب''

اس عنوان کے تحت امام صاحب نے یہ روایت نقل کی ہے:

"عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: البیعان بالخیار مالم یتفرقا فان صدقا وبینا بورک لھما فی بیعھما وان کتما وکذبا محقت برکۃ بیعھما"(صحیح بخاری:11/3)

''سیدنا حکیم بن حزام راضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خرید وفروخت کرنے والے جب تک اپنی جگہ سے جدا نہ ہوں انہیں سودا واپس لینے اور دینے کا اختیار ہوتا ہے۔اگر وہ سچ بولیں گے اور چیز کی حقیقت واضح کر دیں گے تو انہیں برکت دی جائے گی اور اگر وہ دونوں چیز کی حقیقت کو چھپائیں گے اور جھوٹ بولیں گے تو ان کی بیع کی برکت مٹا دی جائے گی۔''

"عن بھزبن حکیم عن ابیہ عن جدہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ویل للذی

یحدث بالحدیث لیضحک به القوم فیکذب ویل له ویل له"

(جامع ترمذی:557/4)(صحیح ترمذی:268/2)

''بہز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ اس کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹی بات کہتا ہے اس کے لئے ہلاکت ہے، اس کے لئے تباہی و بربادی ہے۔''

سیدنا سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کا ذکر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: آج رات (اس رات سے مراد معراج کی رات ہے) میرے پاس دو آدمی آئے، انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مقدس زمین کی طرف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا اس کے ساتھ کھڑا ہوا ہے جس کے ہاتھ میں لوہے کی کنڈی ہے جو اس بیٹھے ہوئے شخص کے منہ میں داخل کر کے اس گدی تک چیر ڈالتا ہے۔ پھر دوسری طرف سے منہ میں ڈال کر گدی تک چیرتا ہے۔ اتنی دیر میں پہلی جانب درست ہو جاتی ہے وہ پھر اس کے ساتھ یہی سلوک کرتا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے۔؟ انہوں نے کہا: آگے چلیں۔ اس حدیث کے آخر میں آپ نے فرمایا: تم نے آج رات مجھے بہت سیر کرائی ہے' میں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کے متعلق بتائیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔؟ انہوں نے کہا: جس شخص کی باچھیں چیری جا رہی تھیں وہ جھوٹ بولتا تھا اور اس کی بات نقل ہو کر دنیا کے کونے کونے میں پہنچی تھی۔ اس کے ساتھ قیامت تک یہی سلوک کیا جائے گا۔'' (صحیح بخاری مع الفتح 251/3)

صحیح بخاری کی ایک روایت اس طرح ہے:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ جس شخص کی باچھیں' نتھنے اور آنکھیں گدی تک چیری جا رہی تھیں وہ جھوٹ بولا کرتا تھا اور اس کا جھوٹ دنیا میں پھیل جاتا تھا۔ (صحیح بخاری مع الفتح:439/12)

"عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال آیة المنافق ثلاث اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان" (صحیح بخاری:95/7، 14/1)(صحیح مسلم:78/1)

''سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولتا ہے' جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔''

"عن ابن عباس رضی اللہ عنهما عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: من تحلم بحلم لم یرہ کلف ان یعقد بین شعیرتین ولن یفعل ومن استمع الی حدیث قوم وهم له کارهون اویفرون منه صبت فی اذنه الانك یوم القیمة ومن صور صورة عذب وکلف ان ینفخ فیها الروح ولیس بنافخ" (صحیح بخاری مع الفتح:427/12)

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے من گھڑت خواب بیان کیا اسے دو جو باہم جوڑنے کا پابند کیا جائے گا اور وہ یہ کام نہ کر سکے گا اور جو خفیہ طور پر ان لوگوں کی باتیں سنتا ہے جو اسے ناپسند کرتے ہیں یا اس سے دور بھاگتے ہیں آخرت میں اس کے کان میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔ اور جو تصویر بناتا ہے اسے عذاب دیا جائے گا اور تصویر میں روح پھونکنے کا پابند کیا جائے مگر وہ ایسا نہ کر سکے گا۔''

جھوٹ کب جائز ہے:

"عن اُم کلثوم بنت عقبة انها سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول: لیس الکذاب الذی

یصلح بین الناس فینمی خیرًا اویقول خیرًا"

(صحیح بخاری:166/3)(صحیح مسلم:2011/4)

"وفی روایۃ لمسلم عنہا ولم اسمعہ یرخص فی شیء مما یقول الناس الافی ثلاث :الحرب والاصلاح بین الناس وحدیث الرجل امرأتہ وحدیث المرأۃ زوجہا"

(صحیح مسلم:2012/4)

"سیدہ ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں کے درمیان صلح کروانے کے لئے اچھی بات پہنچاتا ہے۔اچھی بات کہتا ہے وہ جھوٹا نہیں۔"

صحیح مسلم میں سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے۔وہ فرماتی ہیں کہ میں نے سنا:لوگ جن باتوں کو جھوٹ قرار دیتے ہیں ان میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین باتوں کی اجازت دی اور وہ جنگ'لوگوں کے درمیان صلح اور مرد کی اپنی بیوی سے اور عورت کی اپنے خاوند سے گفتگو ہیں۔

ان تین معاملات میں ضرورت کے تحت اگر کوئی جھوٹ بولا جائے تو شرعا اس پر مواخذہ نہ ہوگا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مصلحت کے لئے بعض مواقع پر خلاف حقیقت بات کے درست ہونے کے بارے میں یہ حدیث واضح دلیل ہے۔اہل علم نے مصلحت کی خاطر کذب کی جائز اقسام کو جمع کیا ہے۔اس سلسلے میں سب سے جامع بات امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے۔گفتگو حصول مقاصد کا ذریعہ ہے۔ہر اچھا مقصد جو سچ اور جھوٹ دونوں سے حاصل ہوسکتا ہو اس میں جھوٹ بولنا حرام ہے،کیونکہ اس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔البتہ بلاضرورت جھوٹ بولنا حرام ہے۔اگر اچھے مقصد کا حصول سچائی کے ذریعے ممکن نہ ہو تو اگر وہ کام جائز ہے تو جھوٹ بولنا جائز ہوگا۔اگر وہ مقصد واجب کی حیثیت رکھتا ہے تو اس میں جھوٹ بولنا بھی واجب ہوگا۔مثلاً: کوئی مسلمان کسی ظالم کے ڈر سے چھپا ہوا ہے وہ اس کے متعلق دریافت کرتا ہے تو ایسے موقعہ پر اسے چھپانے کے لئے جھوٹ بولنا واجب ہوگا اسی طرح اگر کسی کے پاس امانت ہے اور اس کے متعلق کوئی ظالم وجابر سوال کرے تو اسے چھپانے کے لئے جھوٹ بولنا واجب ہے اور اگر وہ اس سے قسم اٹھانے کا مطالبہ کرے تو اس پر قسم اٹھانا بھی لازم ہے۔البتہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ وہ قسم اٹھاتے ہوئے توریہ کرلے۔توریہ کا مقصد یہ ہے کہ جن الفاظ سے وہ قسم اٹھا رہا ان کا صحیح مفہوم مراد لے جو اس کے نزدیک سچ ہو،خواہ ظاہر الفاظ میں وہ بات دوسروں کے ہاں غلط ہو۔(مثلاً ڈاکو کسی کو لوٹنے کے لئے کہتے ہیں کہ اپنی رقم نکالو۔اس کے پاس رقم روپوں کی صورت میں چھپی ہوئی موجود ہے۔اب یہ قسم اٹھالیتا ہے کہ میرے پاس ایک پیسہ نہیں'تو یہ توریہ ہے کیونکہ اس کے پاس واقعۃً پیسے نہیں،بلکہ روپے ہیں'یہ قسم اس کے نزدیک درست ہے،جبکہ عرف عام کے مطابق غلط ہے۔)

(الاذکار للنووی:326)

اور اگر وہ یہ تکلف بھی نہ کرے اور صاف جھوٹ بول دے،تب بھی ایسے موقع پر حرام نہیں ہے۔اسی طرح جب بھی کسی صحیح مقصد کے حصول کا انحصار جھوٹ پر ہو تو اس کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے،بلکہ بعض اوقات واجب ہوجاتا ہے۔جیسے کوئی ظالم یا حکمران کسی شخص کو پکڑ کر نقصان پہنچانے کے لئے یا اس کے مال یا مخفی راز یا کسی مسلمان بھائی کے متعلق اس سے پوچھے تو اس کے لئے اس سے انکار جائز ہے۔مجبور انسان کے جھوٹ اور سچ کی وجہ سے ہونے والے نقصان کا موازنہ کرنا چاہئے۔اگر سچ بولنے سے نقصان زیادہ ہے تو جھوٹ درست ہے اور اگر سچ بولنے کا نقصان نہیں ہے یا معمولی سا ہے تو پھر جھوٹ حرام ہے۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے سلف سے منقول بعض ذو معنی کلام جس کے ذریعے انہوں نے کئی مصائب ومشکلات سے نجات حاصل کی ذکر کیے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ذو معنی کلام (دو معنوں والے الفاظ) میں آدمی کے لئے جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہوتی ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

''میں کلام میں تعریفیں (ذو معنی الفاظ بولنے) کی خداداد صلاحیت کے عوض سرخ اونٹوں کی دولت لینا پسند نہیں کرتا۔''

اسلاف میں سے بعض اہل علم کا قول ہے:

''وہ کلام کے ذریعے مصائب اور سزا سے بچا کرتے تھے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں مشرکین کا ایک دستہ ملا۔ اس وقت آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک جگہ تشریف فرماتے۔ مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کس قبیلے سے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: ہم ''ماء'' (پانی) سے ہیں۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ ''ماء'' ان کے قبیلے کا نام ہے۔ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر کہنے لگے: ''یمن میں بہت سے قبائل آباد ہیں۔ شاید یہ انہی سے ہوں گے، لہٰذا وہ چلے گئے، جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الطارق کی اس آیت کا مفہوم مراد لیا تھا:

''خلق من مآء دافق''

''انسان اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔''

حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب کوئی ایسا آدمی آتا جسے وہ ملنا نہ چاہتے تو اپنا ہاتھ داڑھ پر رکھ کر کہتے ''میری داڑھ'' وہ آدمی یہ سمجھ کر کہ شاید ان کی داڑھ میں درد ہے واپس چلا جاتا۔

احمد سے مروزی کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کہاں ہے؟ مروزی احمد کے پاس اندر بیٹھا ہوا تھا اور احمد اسے باہر نہ بلانا چاہتے تھے اس لئے اپنی انگلی دوسرے ہاتھ پر رکھ کر کہا: مروزی یہاں نہیں ہے۔ اس کا یہاں کیا کام ہے۔؟

اس طرح کے اور کئی واقعات بیان کرنے کے بعد امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے حیلہ کی تین اقسام ذکر کی ہیں:

حیلہ کی ایک قسم اللہ کے قرب اور اس کی اطاعت کا ذریعہ ہے اور یہ اللہ کے ہاں سب سے بہتر عمل ہے۔

حیلہ کی دوسری قسم جائز اور مباح ہے، جسے اختیار کرنے والا گنہگار نہیں ہوتا، مصلحت کے مطابق اس کا اختیار کرنا یا ترک کرنا راجح قرار دیا جائے گا۔

حیلہ کی تیسری قسم حرام ہے، اس میں اللہ تعالیٰ اس کے رسول سے دھوکہ کی کوشش ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کے احکامات اس کی شریعت کو باطل کرنے اور ان کی حرام کردہ اشیاء کو حلال کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، جیسا کہ زکوٰۃ نہ دینے اور چوری کرنے کے حیلے تراشنا وغیرہ ہیں۔ آئمہ نے اسی قسم کو حرام قرار دیا ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 33:

حیاء

اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((الم یعلم بان اللہ یری))

''کیا تو نے نہ جانا کہ بے شک اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔'' (سورۃ العلق، آیت نمبر۱۴)

حیاء ایمان کا شعبہ: سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الحیاء من الایمان))

''حیاء ایمان کا ایک شعبہ ہے۔'' (صحیح بخاری، کتاب الایمان)

اللہ سے حیاء کرو جیسا حیاء کرنے کا حق ہے: سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا:

((استحیوا من اللہ حق الحیاء))

''حیاء کرو اللہ تعالیٰ سے اس طرح جیسا کہ حیاء کرنے کا حق ہے۔'' (سنن ترمذی، کتاب القیامۃ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! ہم تو حیاء کرتے ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لیس ذالک ولکن من استحیا من اللہ حق الحیاء فلیحفظ الرأس وما وعی ولیحفظ البطن وما حوی ولیذکر الموت والبلی ومن اراد الاخرۃ ترکک زینۃ الحیاۃ الدنیا فمن فعل ذلک فقد استحیا من اللہ حق الحیاء))

''ایسے نہیں بلکہ جو آدمی اللہ سے حیاء کرتا ہے حتیٰ کہ حیاء کا حق ادا کر دیتا ہے تو اسے اپنے سر اور اس میں موجود چیزوں (آنکھوں اور زبان) کی حفاظت کرنی چاہیے۔ ایسے آدمی کو اپنے پیٹ اور جو اس میں موجود ہے (دل) اس کی حفاظت کرنی چاہیے۔ وہ مرنے اور گل سڑ جانے کو یاد رکھے۔ آخرت کی کامیابی چاہنے والا دینوی زندگی کی زینت کو چھوڑ دے۔ پس جس نے اس طرح کیا اس نے اللہ سے اس طرح حیاء کی جس طرح حیاء کرنے کا حق ہے۔''

صاحبان حیاء: شیخ مخلد علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''ایک صاحب عقل کا قول ہے کہ تم ایسے لوگوں کی مجالس میں بیٹھ کر حیاء کو زندہ کرو جن سے آدمی کو حیا آئے۔''

علم اکبر: شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

((العلم الاکبر الھیبۃ والحیاء فاذا ذھبت الھیبۃ والحیاء لم یبق فیہ خیر))

''حیاء اور ہیبت بہت بڑا علم ہے۔ پس جب ہیبت اور حیاء چلا جائے تو علم میں کوئی بھلائی باقی نہیں رہتی۔''

خاموشی: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''محبت تکلم، حیاء خاموش اور خوف بے چینی سکھاتا ہے۔''

کلام کے حوالے سے حیاء: شیخ ابوعثمان اسماعیل حیری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''حیاء کے بارے میں کلام کرنے والا لیکن کلام کے حوالے سے اللہ سے ''حیاء'' نہ کرنے والا استدراج (شعبدہ بازی) میں ہے۔''

صاحب حیاء ہی حیاء کے بارے میں وعظ کرے: شیخ ابوبکر بن اشکیب علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ حسن بن حداد علیہ الرحمۃ شیخ عبداللہ بن منازل علیہ الرحمۃ کے ہاں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا:

''کدھر سے آرہے ہو؟''

شیخ حسن نے عرض کیا:

''شیخ ابوالقاسم واعظ کی مجلس سے۔''

شیخ ابن منازل علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''شیخ ابوالقاسم کیا وعظ کر رہے تھے۔؟''

شیخ حسن نے عرض کیا:

''وہ حیاء سے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔''

شیخ عبداللہ ابن منازل علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''قابل تعجب بات ہے کہ وہ شخص حیاء کے بارے میں وعظ کرتا ہے جو خود اللہ سے حیاء نہیں کرتا۔''

حیا اور انس: شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''حیاء اور انس قلب کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں، اگر قلب میں زہد و تقویٰ ہوتا ہے تو وہاں جگہ پکڑ لیتے ہیں ورنہ واپس چلے جاتے ہیں۔''

لوگوں کے آپس کے معاملات: شیخ ابومحمد محمد بن محمد بن حسین جریری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''پہلی صدی ہجری کے اہل اسلام کا باہمی معاملہ دین کے ساتھ تھا حتیٰ کہ دین کا معاملہ کمزور ہو گیا۔ پھر دوسری صدی ہجری کے اہل اسلام میں ''وفا'' کا معاملہ ہوا حتیٰ کہ وفاء بھی کمزور ہو گئی۔ پھر تیسری صدی ہجری میں اہل اسلام کا معاملہ مروّت کے ساتھ ہونے لگا حتیٰ کہ مروت بھی چلی گئی۔ پھر چوتھی صدی ہجری میں اہل اسلام کا معاملہ حیاء کے ساتھ ہونے لگا پھر حیاء بھی چلی گئی۔ پھر لوگ ایک دوسرے کے ساتھ ''لالچ'' اور ''ڈر'' کے ساتھ معاملہ کرنے لگے۔''

بت سے حیاء پھر رب سے کیوں نہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ولقد همت به وهم بها لو لا ان راbرهان ربه كذلك لنصرف عنه السوء والفحشاء انه من عبادنا المخلصين))

''اور تحقیق اس عورت نے یوسف کا ارادہ کیا اور یوسف بھی عورت کا ارادہ کر لیتے اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے۔ اسی طرح ہم نے ان سے برائی اور بے حیائی کو پھیر دیا۔ بیشک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے ہے۔'' (سورۃ الیوسف، آیت نمبر: ۲۴)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں کہا گیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جو اللہ کی طرف سے دلیل دیکھی تھی وہ یہ تھی کہ زلیخا نے گھر کے کونے میں موجود بت پر کپڑا ڈال دیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

''کیا کر رہی ہیں؟''

زلیخا نے کہا:

"مجھے اس سے حیاء آتی ہے"۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:
"جتنا تم اس سے حیاء کرتی ہو میں اس سے کہیں بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتا ہوں۔"
بنت شعیب کا حیاء: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((فجاء ته احداهما تمشي على استحياء قالت ان ابي يدعوك ليجزيك اجر ما سقيت لنا فلما جاء ه وقص عليه القصص قال لا تخف نوت من القوم الظالمين))

"پس ان دونوں میں سے ایک عورت موسیٰ کے پاس شرم سے چلتی ہوئی آئی اور کہا: میرے والد آپ کو بلاتے ہیں کہ آپ کو اجرت دیدیں اس کی جو آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے۔ جب موسیٰ شعیب کے پاس آئے اور ان کو اپنا قصہ سنایا تو انہوں نے کہا: ڈریئے نہیں آپ ظالموں سے بچالیے گئے۔" (سورۃ القصص، آیت نمبر ۲۵)

کرم کا حیاء: منقول ہے کہ سیدنا شعیب علیہ السلام کی جو صاحبزادی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے کیے لیے گئی اسے ان سے حیاء آ رہی تھی کہ وہ ان کو ضیافت کے لئے بلا رہی تھیں تو ان کو حیاء آئی کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام قبول نہ کریں۔ پس مہمان نواز کی صفت حیاء ہے اور یہ کرم کا حیاء ہے۔

حیاء کے فوائد: شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
"فرمان باری تعالیٰ ہے: اے میرے بندو! جب تک تم مجھ سے حیاء کرتے رہو گے تو میں تمہاری برائیاں عوام کے قلوب سے دور کرتا رہوں گا اور زمین کے حصوں سے تمہارے گناہ مٹادوں گا اور لوح محفوظ سے تمہاری خطائیں مٹادوں گا اور قیامت کے دن حساب کرنے میں تم سے سختی نہیں کروں گا۔"

مسجد میں داخل ہونے سے حیاء: منقول ہے کہ ایک آدمی مسجد سے باہر نماز پڑھ رہا تھا۔ اس سے پوچھا گیا:
"تم مسجد میں نماز کیوں نہیں پڑھتے؟"
اس نے کہا:
"میں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے اس لیے مجھے مسجد میں داخل ہونے سے حیاء آتی ہے۔"

صاحب حیاء کی ایک نشانی: منقول ہے کہ صاحب حیاء کی نشانی یہ ہے کہ اسے ایسی جگہ ہرگز نہیں دیکھا جاسکتا جہاں سے حیاء آئے۔

اللہ کے غیر سے خوف: ایک صوفی فرماتے ہیں کہ ہم کچھ لوگ رات کو بیابان کی طرف گئے۔ دیکھا تو وہاں ایک آدمی سویا ہوا تھا اور اس کے سرہانے ایک گھوڑا چر رہا تھا۔ ہم نے اس کو حرکت دی اور اس سے کہا:
"کیا تمہیں خوف نہیں آتا کہ اس قدر پُر خطر جگہ پر سوئے ہوئے ہو کہ جہاں درندے موجود ہیں۔؟"
اس نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا:
"اللہ کے غیر سے ڈرنے میں مجھے اللہ سے حیاء آتی ہے۔"
یہ کہہ کر وہ پھر سو گیا۔

حضرت عیسیٰ اور وعظ: اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی جانب یہ وحی فرمائی:
"اپنے نفس کو وعظ کیجئے۔ جب وہ وعظ پر عمل کرے تو پھر عوام کو نصیحت کیجئے۔ ورنہ وعظ کرنے کے حوالے سے، مجھ سے حیاء کیجئے۔"

بے شمار اقسام: منقول ہے کی حیاء کی بے شمار اقسام ہیں۔ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔
حیاء جنایت: حیاء جنایت: جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جب شجرہ ممنوعہ کھالیا تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے بھاگنے لگے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
''ہم سے بھاگ رہے ہو۔؟''
انہوں نے عرض کیا:
''نہیں بلکہ تجھ سے حیاء کرر ہا ہوں۔''
حیاء تقصیر: حیاء تقصیر: جس طرح کہ ملائکہ نے عرض کیا:
''اے اللہ! تو پاک ہے۔ہم اس طرح تیری عبادت نہیں کر سکے جس طرح عبادت کرنے کا حق تھا۔''
حیاء الاجلال: حیاء الا جلال: جیسا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتے ہوئے اپنے پر کو اپنے اوپر اوڑھا ہوا ہے۔''
حیاء کرم: حیاء کرم: جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں صحابہ نے ایک مرتبہ کھانا کھانے کے بعد آپس میں باتیں شروع کر دیں اور وہیں بیٹھے رہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیاء کی وجہ سے اپنے صحابہ سے یہ نہ کہہ سکے تھے کہ چلے جاؤ۔
جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
((ولا مستانسین لحدیث))
''اور نہ یہ کہ باتوں میں لگے بیٹھے رہو۔'' (سورۃ الاحزاب، آیت نمبر:۵۳)
حیاء حشمت: حیاء حشمت: جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے کہا:
''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذی کا حکم پوچھنا۔میں اس لیے نہیں پوچھ رہا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ میری زوجہ ہیں تو اس رشتہ کی بناء پر مجھے شرم آتی ہے۔'' (صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب المذی، رقم الحدیث:۶۰۳)
حیاء استحقار: حیاء استحقار: جیسا کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا:
''اے میرے اللہ! مجھے دنیا میں کوئی حاجت پیش آتی ہے تو مجھے تجھ سے سوال کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔''
فرمان باری تعالیٰ ہوا:
''مجھ سے مانگو! چاہے آٹے کا نمک ہو یا تمہاری بکری کا چارہ۔''
حیاء انعام: حیاء انعام: یہ اللہ تعالیٰ کا حیاء ہے۔جب بندہ پل صراط پار کر لے گا تو اللہ تعالیٰ بندے کو ایک مہر لگی تحریر عطا فرمائے گا۔اس میں تحریر ہوگا:
''تم نے کیا جو کیا لیکن مجھے حیاء آتی ہے کہ میں تجھ پر ظاہر کروں۔جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا۔''
شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:
''اللہ پاک ہے۔معصیت انسان کرتا ہے اور حیاء وہ فرماتا ہے۔''
بدبختی کی پانچ نشانیاں: شیخ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ بدبختی کی یہ پانچ نشانیاں ہیں:
(القسوة فی القلب، وجمود العین، وقلة الحیاء، والرغبة فی الدنیا، وطول الامل)
''پہلی: قلب کی سختی۔دوسری: آنکھوں سے آنسو نہ بہنا۔تیسری: حیاء کی کمی۔چوتھی: دنیا کی محبت۔پانچویں: لمبی آرزوئیں۔''

اللہ کی حیاء: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بعض کتب میں موجود ہے:

''میرا بندہ میرے ساتھ عدل کا معاملہ نہیں کرتا کہ جب وہ مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی التجا کو رد کرنے سے حیاء کرتا ہوں، لیکن جب وہ برائی کرتا ہے تو مجھ سے حیاء نہیں کرتا۔''

معصیت اور حیاء: شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جو آدمی اطاعت الٰہی کرتے ہوئے اللہ سے حیاء کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے حیاء کرتا ہے کہ جب اس سے معصیت سرزد ہوتی ہے۔''

آدمی کا پگھلنا: یاد رکھنا چاہئے کہ حیاء سے آدمی پگھلتا ہے۔ پس منقول ہے کہ حیاء یہ ہے کہ آقا کو اطلاع ہونے پر آنتیں پگھل جائیں۔

قلب کا سکڑنا: منقول ہے کہ حیاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لئے قلب سکڑ جائے۔

واعظ کو فرشتے کی نصیحت: منقول ہے کہ جب کوئی واعظ وعظ کرتا ہے تو ایک فرشتہ اسے پکارتا ہے:

''جس چیز کا تو لوگوں کو وعظ کرنے لگا ہے اس کا وعظ اپنے نفس کو بھی کر۔ ورنہ اللہ تعالیٰ سے حیاء کر۔ بلاشبہ وہ سمیع و بصیر ہے۔''

حیاء کی کیفیت: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''حیاء کیا ہے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''ایک طرف اللہ تعالیٰ کے انعامات پر نظر کرنے اور دوسری طرف اپنے گناہوں کو دیکھنے سے جو حالت طاری ہوتی ہے اسے حیاء کہا جاتا ہے۔''

حدود اللہ توڑنے والا: شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ واسطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''حدود اللہ اور اللہ کے عہد کو توڑنے والا حیاء کا مزہ نہیں چکھ سکتا۔''

حیاء دار کا نفس خالی ہوتا ہے: شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ واسطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''حیاء کرنے والے کے اندر جو بری صفات ہوتی ہیں وہ بصورت پسینہ نکل کر بہہ جاتی ہیں۔ جب تک نفس کے اندر کوئی چیز باقی رہتی ہے وہ حیاء کو نہیں پا سکتا۔''

ترک دعویٰ: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اللہ تعالیٰ کے ہاں ترک دعویٰ حیاء ہے۔''

شیخ ابوبکر وراق کی حالت: شیخ ابوبکر محمد بن عمر وراق ترمذی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جب کبھی میں دو رکعات نماز پڑھ کر سلام پھیرتا ہوں تو مجھ پر حیاء غالب آ جاتی ہے اور میری حالت ایسی ہوتی ہے جیسے کوئی آدمی چوری کر کے پلٹا ہو۔''

اضافہ از مترجم:

حیاء وہ خلق ہے جس کے ذریعے انسان برے کاموں سے بچتا ہے۔ یہ سیرت و کردار انسانی میں سب سے افضل و اشرف اور مقبول ترین خصلت ہے۔

حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں:

''دل میں ہیبت کا پایا جانا اور اسی کے ساتھ ساتھ ان برے اعمال کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھ سے سرزد ہو چکی ہیں، ان سے خوف کھانا حیاء ہے۔''

حضرت ابن عطاء کا قول ہے:

''ہیبت اور حیاء سب سے بڑا علم ہے۔ جب ہیبت اور حیاء جاتی ہے تو پھر کوئی بھلائی باقی نہیں رہتی۔''

فقہاء فرماتے ہیں:

''حیاء دو قسم کی ہوتی ہے۔ حیاء کی ایک قسم وہ ہے کہ جو لوگ آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جس میں بندے کا اللہ تعالیٰ سے تعلق ہوتا ہے۔ پہلی قسم تو یہ ہے کہ انسان اپنی نگاہ کو ایسی چیزوں سے دور رکھے جن کی طرف دیکھنا حلال نہیں۔ دوسری قسم یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کریم کے احسانات پہچانتے اور جانتے ہوئے اس کی نافرمانی سے بچے۔''

حیاء وہ بنیادی اخلاقی وصف ہے جس سے کئی دوسرے اخلاقی اوصاف کی پرورش ہوتی ہے۔ عفت و پاکیزگی اسی کی بدولت محفوظ رہتی ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ مروّت و چشم پوشی اسی کے باعث پیدا ہوتی ہے اور بہت سے گناہوں سے بچے رہنا حیاء کی برکت سے ہوتا ہے۔

حیاء ایک فطری جوہر ہے جو ہر انسان میں قدرتی طور پر ہوتا ہے مگر نیک صحبت اور نیک اعمال اس حیاء کو پروان چڑھاتے ہیں۔ یہ ایک ایسا وصف ہے جو انسان کو برائیوں سے روکتا ہے اور ایمان میں حسن و جمال پیدا کرتا ہے۔

حیاء حسن اخلاق کی سب سے اہم خوبی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((بینی ادم قد انزلنا علیکم لبا ساً یواری سواتکم وریشاء و لباس التقویٰ))

(سورۃ الاعراف: آیت 26)

''اے اولادِ آدم بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس اتارا کہ تمہاری شرم کی چیزیں چھپائے اور ایک وہ کہ تمہاری آرائش ہو اور پرہیزگاری کا لباس۔''

ایک ایسا لباس ہے کہ جس سے بدن چھپایا جا سکے اور ستر کیا جائے اور ایک ایسا لباس ہے جس سے زینت ہو۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کا لباس، ایمان، حیاء نیک خوبیاں اور نیک عمل ہیں اور بلاشبہ یہ خصلتیں اور خوبیاں لباس کی زینت سے بہتر اور افضل ہیں۔

انسان کیلئے لباس کا صرف ذریعہ ستر پوشی اور وسیلہ زینت، حفاظت ہونا ہی کافی نہیں ہے، بلکہ فی الحقیقت اس معاملہ میں جس بھلائی تک انسان کو پہنچنا چاہیے وہ یہ کہ اس کا لباس تقویٰ کا لباس ہو، یعنی پوری طرح ساتر بھی ہو، زینت میں حد سے بڑھا ہوا یا آدمی کی حیثیت سے گرا ہوا نہ ہو۔ فخر و غرور اور تکبر و ریا کی شان لئے ہوئے بھی نہ ہو اور پھر ان ذہنی امراض کی نمائندگی بھی نہ کرتا ہو جن کی بناء پر مرد زنانہ پن اختیار کرتے ہیں، عورتیں مردانہ پن کی نمائش کرنے لگتی ہیں اور ایک قوم دوسری قوم کے مشابہ بننے کی کوشش کر کے خود اپنی ذلت کا اشتہار بن جاتی ہے۔ بہر صورت شرم اور حیاء اونچے درجے کا وصف ہے جس سے ہر انسان کا متصف ہونا لازمی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

((ان اللہ لا یستحی ان یضرب مثلاً ما بعوضۃ فما فوقھا))(سورۃ البقرہ، آیت 26)

''بے شک اللہ تعالیٰ اس سے حیاء نہیں فرماتا کہ مثال سمجھانے کے لیے کسی ہی چیز کا ذکر فرمائے مچھر ہو یا اس سے بڑھ کر۔''

جب کسی حقیر و ذلیل چیز کی مثال دینی ہو تو کسی ایسی ہی حقیر چیز سے مثال دینا مقتضائے عقل و بلاغت ہے۔ اس غرض کیلئے کسی حقیر گمنا دنی چیز کا ذکر کرنا شرم و حیاء کے قطعاً منافی نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ایسی چیز کے ذکر سے نہیں شرماتا اور یہ بھی بتلا دیا کہ ایسے احمقانہ شبہات صرف ان لوگوں کو پیدا ہوا کرتے ہیں جن کے قلوب اور دماغوں سے ان کے کفر کی وجہ سے سمجھنے بوجھنے کی صلاحیت مفقود ہو گئی ہو۔ ایمان والوں کو ایسے شبہات دامن گیر نہیں ہوتے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((ان ذلکم کان یؤذی النبی فیستحی منکم و اللّٰہ لا یستحی من الحق))

(سورۃ الاحزاب: آیت 53)

"بے شک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ تو حق فرمانے میں نہیں شرماتا۔"

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مدین کے سفر کے دوران دو لڑکیوں سے واسطہ پڑا تھا۔ اگرچہ وہ لڑکیاں بدویانہ طرز زندگی بسر کرنے کی عادی تھیں، تاہم ان میں ایک ایسی خوبی نمایاں تھی کہ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی کیا ہے کہ اس وقت تک اپنے مویشیوں کو پانی نہیں پلاتی تھیں جب تک مرد حضرات اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے نہ جائیں تا کہ مردوں سے کشمکش نہ ہو جائے۔ جب ان لڑکیوں کے والد نے ان میں سے ایک لڑکی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لینے کے لئے بھیجا تو اس سلسلے میں قرآن مجید میں ہے:

((فجاء ته احد هما تمشی علی استحیاء))(سورۃ القصص :آیت 25)

"پس ان دو (لڑکیوں) میں سے ایک (لڑکی) شرماتے ہوئے ان کے پاس آئی۔"

ان دو عورتوں میں ایک آئی۔ اس نے حضرت موسیٰ کو اپنے والد کے خیال سے آگاہ کیا کہ وہ آپ کو پانی پلانے کا معاوضہ دینا چاہتے ہیں اور ساتھ چلنے کی دعوت دی۔ جب وہ خاتون آئی تو کس طرح آئی، اس کو خصوصی طور پر بیان کیا تا کہ امت مسلمہ کی بچیاں اس سے سبق سیکھیں۔ فرمایا کہ وہ شرم و حیاء کی چادر اوڑھے ہوئے آئی۔

اس آیت کے حوالے سے جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس میں حیاء والی لڑکی کی مدح و ستائش بھی مقصود ہے۔ یہ خوبی بچپن سے ہی انسان کی فطرت میں ہوتی ہے، اگر مناسب طریقے پر اس کی تربیت کی جائے تو یہ خوبی قائم بھی رہتی ہے اور مسلسل بڑھتی بھی چلی جاتی ہے۔

حیاء ایمان کا ایک اہم حصہ ہے۔ جب انسان کے اندر حیاء کی خوبی پائی جاتی ہے تو یہ خوبی انسان کو بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روک دیتی ہے اور انسان بہت سارے گناہوں سے بچ جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((ان رسول الله ﷺ مرعلی رجل من الانصار وهو یعظ اخاه فی الحیاء فقال رسول الله ﷺ دعه فان الحیا من الایمان))(صحیح بخاری)

"ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری شخص کے پاس سے گزرے، وہ انصاری اپنے بھائی کو حیاء کے بارے میں کچھ سمجھا رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو، کیونکہ حیاء ایمان ہی کا ایک حصہ ہے۔"

((عن ابی سعید الخدری قال کان رسول الله ﷺ حیاء من العذراء فی خدرها و کان اذا کره

شیئا عرف فی وجھه))(سنن ترمذی)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شرم وحیاء میں کنواری لڑکی سے جو اپنے پردہ میں ہو، کہیں زائد بڑھے ہوئے تھے۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بات ناگوار ہوتی تو ہم آپ کے چہرہ سے پہچان لیتے۔''

((عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال ان الحیاء والایمان قرناء جمیعا فاذا رفع احدھما رفع الاخر وفی روایة ابن عباس فاذا سلب احد ھما تبعه الاخر))(بیہقی فی شعب الایمان)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء اور ایمان کو ایک دوسرے کیساتھ یکجا کیا گیا ہے، لہٰذا جب کسی کو ان دونوں میں ایک سے محروم کیا جاتا ہے تو وہ دوسرے سے بھی محروم رکھا جاتا ہے۔ (جو شخص ایمان سے محروم رہتا ہے وہ حیاء سے بھی محروم رکھا جاتا ہے اور جس میں حیاء نہیں ہوتی اس میں ایمان بھی نہیں ہوتا) اور ایک دوسری روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں منقول ہے کہ ان دونوں (حیاء اور ایمان) میں سے جب ایک کو دور کیا جاتا ہے تو دوسرا بھی جاتا رہتا ہے۔''

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شرم وحیاء کا یہ حال تھا کہ آپ کے گھر کا دروازہ بھی بند ہوتا تھا۔ اس کے باوجود آپ نہاتے وقت اپنے کپڑے نہیں اتارتے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کی حیاء کا بہت لحاظ رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں تشریف فرما تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ کی ران مبارک کھلی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح بیٹھے رہے، اسی وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران کو ڈھانپ لیا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب آپ سے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا:

''عثمان حیاء دار آدمی ہیں، اگر میں اسی حالت میں رہتا تو وہ اپنی حاجت نہ پیش کرتے۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرشتوں سے حیاء کے باعث قضائے حاجت کے وقت ہمیشہ اپنا سر ڈھانپ کر رکھتے تھے۔ اسی لئے فرشتے بھی آپ سے حیاء کرتے تھے۔

بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ ہر چیز کی زینت ہوتی ہے اور حیاء کی زینت گناہوں کو چھوڑ دینا ہے اور ہر چیز کا پھل ہوتا اور حیاء کا پھل نیکی اختیار کرنا ہے۔

حیاء انسان کو برائی کے کاموں سے روکتی ہے۔ انسان کو اگر ذرا برابر بھی حیاء کا لحاظ ہوگا تو وہ برے کاموں سے اجتناب کرے گا۔ حیاء کی خوبی اس کی زبان اور جسم کے دوسرے اعضاء کو قابو میں رکھتی ہے اور انہیں کوئی ایسا کام کرنے سے روکتی ہے کہ جس کے کرنے سے گناہ یا برائی کی طرف راغب ہو، لیکن اس کے برعکس اگر انسان کے اندر سے حیاء ہی ختم ہو جائے تو پھر وہ برے کام کرنے کیلئے آزاد ہو جاتا ہے۔ اس کے اندر سے لحاظ ختم ہو جاتا ہے اور وہ کوئی بھی برا کام کرنے کیلئے آزاد ہو جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن یوسف، مالک بن انس، ابن مہتاب، سالم بن عبداللہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حیاء ایمان میں سے ہے۔'' (صحیح بخاری جلد اول، باب الحیاء من الایمان 2 3، صفحہ 92)

جس انسان کے اندر حیاء ہوتی ہے تو وہ دوسرے لوگوں کا لحاظ کرتا ہے۔ وہ کوئی بھی ایسا کام نہیں کرتا کہ جس سے دوسروں کو نقصان پہنچے۔ اس لیے بعض دفعہ اسے خود بھی نقصان اٹھانا پڑ جاتا ہے۔

زینت کی ایک صورت تو یہ ہوتی ہے کہ انسان کا ظاہری جسم حیاء کی خوبی سے مزین ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے

معاملات، عادات اور دوسرے لوگوں سے میل جول کا طریقہ اور انداز ایسا ہونا چاہیے کہ اس میں حیاء کی جھلک نظر آتی ہو۔ حیاء دار انسان فحش کلمات کی ادائیگی سے گریز کرتا ہے اور دوسروں سے بدلحاظی سے پیش نہیں آتا۔ وہ حقوق و فرائض کا خیال رکھتے ہوئے احسن طریقے سے ان کی ادائیگی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اپنی پاک دامنی کی مکمل طور پر حفاظت کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی خوبیوں کا مالک انسان دوسروں کے دلوں میں اپنی جگہ بنالیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''ایمان کی کچھ اوپر ستر یا ساٹھ شاخیں ہیں۔ حیاء بھی ایمان ہی کی ایک شاخ ہے۔ ان میں سب سے چوٹی کی چیز ''لا الہ الا اللہ'' کا قائل ہونا اور معمولی درجے کی چیز راستے سے ایذا رساں اشیاء کا ہٹادینا ہے۔''

قرآن اور سنت نے فحاشی اور بے حیائی سے جس طرح منع فرمایا ہے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح حیاء کی اہمیت اور فضیلت پر زور دیا ہے اس سے حیاء اسلام کا ایک اخلاقی وصف بن گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی نوع انسان کیلئے کامل نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ آپ کی ایک ایک ادا سے شرم و حیاء کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ حیاء کے متعلق آپ نے جو کچھ فرمایا وہ انسان کی شرافت اور شائستگی کیلئے نمونہ ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 34:

حریت (خواہشات سے آزادی)

دوسروں کو ترجیح دینا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصة))

''اور وہ ترجیح دیتے ہیں اپنے اوپر دوسروں کو شدید ضرورت کے باوجود۔'' (سورۃ الحشر، آیت نمبر۹)

قناعت: سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((انما یکفی احد کم ما قنعت به نفسه و انما یصیر الی اربعة اذرع و شبر و انما یرجع الامر الی اخر))

''بے شک کافی ہے تم میں سے ہر ایک کے لیے اتنا جس سے اس کا نفس قناعت کرے۔ اور بے شک وہ جائے گا چار ہاتھ اور ایک بالشت زمین میں۔ اور بے شک فیصلہ تو انجام پر ہوتا ہے۔'' (جمع الجوامع، رقم الحدیث:۸۱۸۹)

حریت کیا ہے: حریت سے مراد یہ ہے کہ بندہ مخلوقات کی غلامی سے نجات پا جائے اور دنیا کی کوئی چیز اس پر مسلط نہ ہو اور اس کی درستی کی نشانی یہ ہے کہ اس کے قلب سے اشیاء کا امتیاز جاتا رہے۔ پس دینوی چیزیں اس کے ہاں ایک جیسی ہوں۔

حضرت حارثہ: حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئے:

''میرے نفس نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے۔ پس میرے نزدیک پتھر اور سونا برابر ہے۔''

دنیا کا آزاد آخرت کا آزاد: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

((من کان فی الدنیا حرا منها کان فی الاخرة حرا منها))

''جو آدمی دنیا سے آزادی اختیار کرے گا تو جب وہ اس سے نکل کر آخرت میں جائے گا تو وہ وہاں بھی آزاد ہوگا۔''

بندگی پر مداومت: جاننا چاہئے کہ یقیناً حریت بندگی کے کامل ہونے میں ہے۔ پس جب کوئی شخص اللہ کی بندگی میں صادق ہو گا تو وہ غیر کی غلامی سے آزاد ہو جائے گا۔ جو آدمی یہ سمجھے کہ بندہ بعض اوقات بندگی کا پٹہ اتار سکتا ہے نیز یہ کہ وہ تھوڑے عرصہ کیلئے اوامر ونواہی سے بے تعلق ہو سکتا ہے اور یہ کہ وہ اس دنیا (تکلیف کے گھر) میں ممتاز رہ سکتا ہے تو یہ دین سے نکلنے کے مترادف ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((واعبد ربك حتی یاتیك الیقین))

''اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ تمہارے پاس یقین آ جائے۔'' (سورۃ الحشر، آیت نمبر۹۹)

اس آیت مبارکہ میں لفظ یقین سے مراد موت ہے اور اس پر مفسرین کا اجماع ہے۔

حریت کا مفہوم: صاحبان تصوف کے شیوخ حریت سے یہ مراد لیتے ہیں کہ انسان مخلوقات کی غلامی سے نجات پا جائے۔ چاہے وہ مال و دولت ہو یا متاع آخرت۔ اس لیے کہ انسان اللہ واحد و یکتا کا ہو کر رہ جائے۔ نہ دنیا اسے غلام بنا سکے نہ آخرت، نہ خواہش، نہ کوئی آرزو، نہ سوال اور نہ کوئی حاجت۔

رحمت کی پہچان: شیخ شبلی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ رحمٰن ہے؟''

شیخ نے فرمایا:

"جی ہاں! میں جانتا ہوں، لیکن جب سے مجھے اس کی رحمت کی پہچان حاصل ہوئی ہے میں نے اس سے یہ التجا نہیں کیا کہ وہ مجھ پر رحم فرمائے۔"

نایاب مقام: مقام حریت بہت نایاب مقام ہے۔

ایک شعر: شیخ ابوالعباس سیاری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"اگر نماز قرآن کے علاوہ کسی اور چیز کو پڑھ کر مقبول ہوتی تو نماز میں یہ شعر پڑھنا ضروری ہوتا:

اتمنی علی الزمان محالا

ان اری مقلتای طلعة حر

"میں آرزومند ہوں زمانہ کی محال بات کا۔ میں ایسے آدمی کو دیکھنا چاہتا ہوں جو غیر اللہ کی غلامی سے آزاد ہو۔"

عبودیت اور حریت: شیخ حسین بن منصور علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"حریت کا ارادہ رکھنے والا عبودیت سے متصل ہو جائے۔"

دنیا سے ذرا سا تعلق: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

"آپ اس آدمی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس کا دنیا سے تعلق صرف گٹھلی چوسنے کے برابر رہ گیا ہو۔؟"

شیخ نے فرمایا:

"مکاتب غلام کے ذمہ اگر ایک درہم بھی باقی ہو تو جب تک وہ ادا نہ کرے تب تک غلام ہے۔"

آدمی خالص کب ہوتا ہے: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"جب تک تم میں کچھ بھی خواہشات ہوں اس وقت تک تم خالص آزاد نہیں ہو سکتے۔"

حریت کا آرزومند: شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"حریت کے آرزومند اور غیر اللہ سے نجات پانے والے کو اپنے باطن کو اپنے اور اللہ کے درمیان پاک رکھنا چاہئے۔"

بندگی کے مقامات: شیخ حسن بن منصور علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"بندہ جب بندگی کے تمام مقامات کے حصول کو سہل کر لیتا ہے تو وہ بندگی کی تھکاوٹ سے آزاد ہو جاتا ہے اور مصائب کے بغیر بندگی کی صفت سے موسوم ہو جاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جو انبیاء کرام اور صدیقین کا مقام کہلاتا ہے۔ اس مقام پر بندہ محمول (اٹھایا ہوا) ہو جاتا ہے، یعنی اس کا قلب ہر قسم کے بوجھ سے فارغ ہو جاتا ہے۔ ہاں شرعی طور پر وہ مکلف ہوتا ہے۔"

حریت کے بارے میں اشعار: اس بارے میں منصور فقیہ علیہ الرحمۃ کا یہ شعر ہے:

ما بقی من الانس حر لا ولا فی الجن حر

قد مضی حر الفریقین فحلو العیش مر

"نہ تو انسانوں میں کوئی آزاد باقی رہا ہے اور نہ ہی جنوں میں۔ تحقیق دونوں گروہوں کے آزاد لوگ گزر گئے۔ پس اب شریں زندگی بھی کڑوی ہو گئی۔"

حریت کے اوصاف کا حصول: جاننا چاہئے کہ حریت کے اکثر اوصاف کا حصول خدمت فقراء کے وسیلے سے ہوتا ہے۔

اللہ کے طالب کی شان: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد نبی علیہ السلام کی جانب وحی

فرمائی:

((اذا رأیت لی طالباً فکن له خادماً))

''جب تم میرے طالب کو دیکھو تو اس کے خادم بن جاؤ۔''

قوم کا سردار: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((سید القوم خادمھم))

''قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے۔'' (کشف الخفاء، رقم الحدیث ۱۵۱۵)

صاحبان آخرت: شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اہل دنیا کی خدمت لونڈیاں اور غلام کرتے ہیں اور صاحبان آخرت کی خدمت آزاد اور نیکو کار کرتے ہیں۔''

دنیا سے نکلنے والا: شیخ ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''آزاد اور صاحب عزت (متقی ترین) دنیا سے نکالے جانے سے پہلے ہی اس سے نکل چکا ہوتا ہے۔''

کلام نہ کرنے والے کی صحبت: شیخ ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''بات سننے اور کلام نہ کرنے والے آزاد اور شریف النفس آدمی کی صحبت ضرور اختیار کرو۔''

☆☆☆

فصل نمبر 35:

ذکر

ذکرِ کثیر: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((یایھا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکرًا کثیرًا))

"اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کرو بہت زیادہ ذکر۔" (سورۃ الاحزاب، آیت نمبر: ۴۱)

جہاد سے بھی بہترین عمل: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الا انبئکم بخیر اعمالکم، واز کاھا عند ملیککم وارفعھا درجاتکم وخیر من اعطاء الذھب والورق وان تلقوا عدوکم فتضربوا اعناقھم، ویضربوا اعناقکم))

"کیا میں تمہیں خبر نہ دوں تمہارے بہترین عمل کے بارے میں۔؟ اور جو زیادہ پاکیزہ ہو تمہارے مالک (اللہ) کے نزدیک اور تمہارے درجوں کو بہت زیادہ بلند کرنے والا ہو اور سونا و چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر ہو اور اس سے بھی زیادہ بہتر ہو کہ تم اپنے دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے ان کو قتل کرو اور وہ تمہیں قتل کریں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا ذکر۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب فضل الذکر، رقم الحدیث: ۳۷۹۰)

اللہ اللہ کہنے والے پر قیامت قائم نہیں ہوگی: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا تقوم الساعۃ علی احد یقول اللہ اللہ))

"قیامت اس پر ہرگز قائم نہیں ہوگی جو اللہ اللہ کہنے والا ہو چہ جائیکہ وہ ایک ہی کیوں نہ ہو۔"

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ذھاب الایمان، آخرالزمان، رقم الحدیث: ۱۴۸)

جب تک کوئی ذکر کرنے والے ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا تقوم الساعۃ حتی لا یقال فی الارض اللہ اللہ))

"قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک زمین میں کوئی ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا ہوگا۔" (جامع ترمذی)

قوی ترین رکن: راہ الٰہی کے قوی ترین ارکان میں سے ایک ذکر بھی ہے، بلکہ اس راستے کا تمام دارومدار اسی پر ہے اور اللہ تک رسائی دائمی ذکر کے بغیر حاصل نہیں کی جاسکتی۔

ذکر کی دو اقسام:

ذکر کی دو اقسام ہیں۔

1: ذکر باللسان۔ 2: ذکر بالقلب۔

ذکر بالقلب اعلیٰ ہے: ذکر باللسان سے انسان ذکر بالقلب کے اعلیٰ اور دائمی مقام تک پہنچتا ہے۔ حقیقت میں اصل تاثیر ذکر بالقلب کی ہے۔ انسان جب اپنی زبان اور دل سے اللہ کو یاد کرتا ہے تو وہ حالت سلوک میں اپنے اوصاف کی تکمیل کر لیتا ہے۔

ذکر منشورِ ولایت ہے: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''ذکر منشور ولایت ہے۔ پس جسے توفیق ذکر مل گئی اسے منشور ولایت مل گیا اور جس نے ذکر ترک کر دیا حقیقت میں اسے ولایت سے معزول کر دیا گیا۔''

شیخ شبلی اور ذکر سے غفلت: منقول ہے کہ شیخ شبلی علیہ الرحمۃ سلوک کی ابتدائی منازل میں روز ایک تہہ خانہ میں اپنے ساتھ چھڑیوں کا ایک گٹھا لے جاتے۔ جب آپ کا قلب ذکر سے غافل ہوتا تو آپ اپنے آپ کو ایک چھڑی سے پیٹتے جاتے تا آنکہ وہ چھڑی ٹوٹ جاتی۔ بعض دفعہ رات ہونے سے پہلے گٹھا ختم ہو جاتا تو پھر آپ اپنے آپ کو جب غفلت میں پاتے تو اپنے ہاتھ اور پاؤں دیواروں پر مارتے۔

قلبی ذکر اور ارادت مند: منقول ہے کہ قلبی ذکر ارادت مندوں کی تلوار ہے جس سے وہ اپنے دشمنوں سے لڑتے ہیں اور اسی سے وہ وارد ہونے والی آفات کو دور کرتے ہیں۔ بلاشبہ جب بھی بندے پر کوئی مصیبت آتی ہے اور بندہ اپنے قلب میں اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرتا ہے تو وہ مصیبت اسی آن اس سے ہٹا دی جاتی ہے۔

فضائے مشاہدہ میں ورود: شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ واسطی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''ذکر کیا ہے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''خوف کے غلبہ اور محبت کی شدت کے سبب میدان غفلت سے فضائے مشاہدہ کی جانب سفر ذکر کہلاتا ہے۔''

حقیقی ذاکر: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اللہ کو حقیقتاً یاد کرنے والا اللہ کے ذکر کے سبب ہر چیز کو بھول جاتا ہے اور اللہ اس کی ہر چیز کی حفاظت فرماتا ہے۔ ذکر الٰہی بندے کی ہر چیز کا بہترین بدلہ بن جاتا ہے۔''

ذکر سے حلاوت کا پیدا نہ ہونا: شیخ ابوعثمان حیری علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''ہم ذکر الٰہی کرتے ہیں مگر قلوب میں حلاوت پیدا نہیں ہوتی۔؟''

شیخ نے فرمایا:

''اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تمہارے قلوب کو اپنی عبادت کے حکم سے مزین کر رکھا ہے (نہ کہ لذت سے)۔''

جنتی باغ: مشہور ترین حدیث مبارکہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اذا مررتم برياض الجنة فارتعوا فيها))

''جب تم جنت کے باغ سے گزرو تو اس سے کھا لیا کرو۔''

(جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ۸۳، رقم الحدیث ۳۵۱۰، مسند امام احمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۱۲۵۲۳)

(فقيل له، وما رياض الجنة؟)

''عرض کیا گیا: جنت کا باغ کیا ہے؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((حلق الذكر))

''ذکر کے حلقے جنتی باغ ہیں۔''

ذکر کی اہمیت: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی

مجلس میں تشریف لائے اور فرمایا:

((یایھا الناس ، ارتعوا فی ریاض الجنة، قلنا یا رسول الله، ماریاض الجنة؟ قال: مجالس الذکر اغدوا، ورو حوا واذکروا من کان یحب ان یعلم منزلته ، عند الله فلینظر کیف منزلة الله عنده ؟ فان الله سبحانه ینزل العبدمنه حیث انزله من نفسه)

''اے لوگو! جنتی باغوں سے چرا کرو۔ ہم عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ! ریاض الجنۃ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجالس ذکر۔ صبح وشام ذکر کرتے رہو۔ جو آدمی یہ بات پسند کرتا ہے کہ اللہ کے ہاں اپنے مقام و مرتبہ کو معلوم کرے کہ وہ کیسا ہے؟ تو اسے دیکھنا چاہیے کہ اس کے ہاں اللہ کی منزلت کیا ہے؟ بے شک اللہ تعالیٰ بندے کو اس مقام پر رکھتا ہے جہاں بندہ خود اپنے آپ کو رکھتا ہے۔'' (سنن ترمذی، کتاب الدعوات، باب ۸۳)

اللہ کا قرب: شیخ شبلی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''کیا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں ہے کہ میں اس کا ہم نشین ہوں جو مجھے یاد کرتا ہے۔ تو تم نے اللہ کی ہم نشینی سے کیا فائدہ حاصل کیا؟''

شیخ شبلی کی مجلس میں پڑھے جانے والے اشعار: شیخ شبلی علیہ الرحمۃ اپنی مجلس میں یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

ذکرتك لا انی نسیتك لمحة

ایسر ما فی الذکر ذکر لسانی

وکدت بلا وجد اموت من الھوی

وھام علی القلب بالخفقان

فلما رانی الوجد انك حاضری

شھدتك موجوداً بکل مکان

فخاطبت موجوداً بغیر تکلم

ولا حظت معلوماً بغیر عیان

''میں نے تیرا ذکر کیا، اس لیے نہیں کہ میں تجھے ایک لمحہ بھر کے لیے بھی بھولا ہوں۔ میرے نزدیک تو سب سے آسان ذکر زبان کا ذکر ہے۔ اور قریب تھا کہ میں وجد کے بغیر مر جاتا عشق کے سبب اور چھا جاتی میرے قلب پر پریشانی اس کی دھڑکن کے سبب۔ پس جب مجھے دکھایا میرے وجد نے کہ بے شک تو تو میرے پاس حاضر ہے تو میں نے تجھے پایا موجود ہر جگہ۔ پس میں نے خطاب کیا موجود کو تکلم کے بغیر اور آنکھوں سے دیکھے بغیر معلوم کو دیکھ لیا۔''

ذکر ہر حالت میں کیا جا سکتا ہے: ذکر کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں بلکہ بندے کو ہر وقت اللہ کا ذکر کرنے کی اجازت ہے، چاہے وہ فرض ہو یا مستحب۔ یقیناً نماز تمام عبادات سے زیادہ عزت والی عبادت ہے لیکن بعض اوقات (زوال کے وقت) میں اسے بھی نہیں پڑھا جا سکتا، لیکن قلبی ذکر ہر مرضی کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((الذین یذکرون الله قیاماً وقعوداً وعلی جنوبھم))

''وہ لوگ جو ذکر کرتے ہیں اللہ کا کھڑے ہو کر، بیٹھ کر اور پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے۔'' (سورۃ آل عمران، ۱۹۱)

قیام وقعود کے معانی: شیخ امام ابو بکر بن فورک علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''قیام سے مراد یہ ہے کہ وہ ذکر کا حق ادا کرتے ہیں اور قعود سے مراد یہ ہے کہ اس کا دعویٰ نہیں کرتے۔''
ذکر وفکر میں فرق: شیخ ابو عبد الرحمٰن علیہ الرحمۃ نے شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ سے سوال کیا:
''ذکر زیادہ افضل ہے یا فکر۔؟''
شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔؟''
شیخ ابو عبد الرحمٰن علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ذکر فکر سے زیادہ کامل ہے کیونکہ ذکر اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے نہ کہ فکر اور یقیناً جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے وہ مخلوق کی صفت سے زیادہ کامل ہے۔''
شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''اے ابو عبد الرحمٰن! آپ ایک پسندیدہ ترین رائے رکھتے ہیں۔''
اگر ذکر اللہ فرض نہ ہوتا: شیخ ابو بکر محمد بن علی الکتانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''ذکر اللہ اگر فرض نہ ہوتا تو میں تعظیم الٰہی کے سبب اس کا ذکر نہ کرتا۔ میرے جیسا انسان کیسے اس کا ذکر کر سکتا ہے جس نے اپنے منہ کو ایک ہزار مقبول توبہ کے ساتھ نہ دھویا ہو۔؟''
ذکر کے بارے میں اشعار: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ ذکر کے بارے میں یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

ما ان ذکرتك الاهم یزجرنی
قلبی و سری وروحی عند ذکراکا
حتی کان رقیبا منك یهتف بی
ایاك ویلك ولتذکار ایاکا

''میں تجھے یاد نہیں کرتا مگر اس وقت میرا قلب، میرا باطن اور میری روح مجھے ڈانٹتی ہے۔ حتیٰ کہ مجھے لگتا ہے کہ تمہارا محافظ مجھے یوں پکارتا ہے: اوئے! خبردار! اس کو یاد مت کرنا۔''
ذکر کے بدلے ذکر: ذکر کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کے بدلے میں ذکر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
((فاذکرونی اذکرکم))
''پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔'' (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر ۱۵۲)
اس امت کے لیے خصوصی انعام: مروی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:
''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
((اعطیت امتك مالم اعط امة من الامم))
''میں نے آپ کی امت کو وہ کچھ دیا ہے جو کسی دوسری امتوں میں سے کسی امت کو نہیں دیا۔''
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ما ذاك يا جبريل))

''اے جبرائیل! اللہ کی وہ عطا کیا ہے جو میری امت کے ساتھ خاص ہے۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''وہ عطاء اللہ کا یہ قول ہے:

((فاذ كرونى اذكر كم))

''پس تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا'' یہ چیز آپ کی امت کے علاوہ کسی اور امت کو نہیں دی گئی۔''

حضرت عزرائیل کا مشورہ: منقول ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام روح قبض کرنے کے حوالے سے ذاکر سے مشورہ طلب کرتے ہیں۔

مومن بندے کا دل: بعض کتابوں میں تحریر ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا:

((يا رب اين تسكن؟))

''اے میرے رب تو کہاں رہتا ہے؟''

ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

((فى قلب عبدى المومن))

''میں اپنے مومن بندے کے دل میں رہتا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ کسی چیز میں ٹھہرنے اور داخل ہونے سے پاک ہے تو اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ ذکر قلب میں ہوتا ہے تو ذکر کا اثبات اللہ کے قرب کا حصول ہے۔

ذکر سے غیوبت: شیخ سفیان ثوری علیہ الرحمۃ نے شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ سے ذکر سے متعلق سوال کیا تو شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''ذکر کرنے والا اتنا ذکر کرے کہ ذکر سے غائب ہو جائے۔''

آپ نے پھر یہ شعر پڑھا:

لا لانى انساك اكثر ذكراك

ولكن بذاك يجرى لسانى

''بے شک یقیناً میں تمہارا کثرت سے ذکر اس وجہ سے نہیں کرتا کہ میں تجھے بھول جاتا ہوں بلکہ یہ ذکر تو میری زبان پر جاری رہتا (میری عادت ہو گئی) ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جانے والی ندا: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزانہ یہ ندا دی جاتی ہے:

''اے میرے بندے! تو مجھ سے عدل نہیں کرتا کہ میں تو تمہیں یاد کرتا ہوں اور تو مجھے بھلا دیتا۔ میں تجھے اپنی جانب دعوت دیتا ہوں اور تو میرے غیر کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ میں تیرے مصائب دور کرتا ہوں اور تو خطاؤں کی طرف مائل ہے۔ اے آدم کے بیٹے ! کل (روز قیامت) جب تم میرے پاس آؤ گے تو کیا جواب دو گے؟''

جنتی درخت: شیخ ابو سلیمان دارانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ جنت میں ایک ہموار جگہ ہے۔ جب ذاکر ذکر کرتا ہے تو ملائکہ

وہاں درخت لگانا شروع کرتے ہیں۔ بعض اوقات ملائکہ درخت لگانے سے رک جاتے ہیں تو سوال کیا جاتا ہے:

''کیوں رک گئے ہو؟''

ملائکہ جواباً کہتے ہیں:

''ہمارے ساتھی (ذاکر) نے ذکر کرنا چھوڑ دیا ہے، اس لیے ہم نے اس کے لیے درخت لگانے چھوڑ دیئے ہیں۔''

حلاوت تین چیزوں میں ہے: شیخ حسن بصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''حلاوت تین چیزوں میں ہے۔ پہلی: نماز۔ دوسری: ذکر۔ تیسری: تلاوت قرآن مجید۔ اگر تمہیں ان چیزوں سے حلاوت محسوس ہو تو ٹھیک ہے ورنہ جان لو کہ دروازہ بند ہے۔''

ذکر کے سبب حشرات الارض سے حفاظت: شیخ حامد اسود علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں سفر میں شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ کے ہمراہ تھا۔ ہمارا گزر ایک ایسی جگہ سے ہوا جہاں بکثرت سانپ ہوتے تھے۔ شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ نے ایک جگہ پر اپنا چھوٹا مشکیزہ رکھا اور بیٹھ گئے۔ میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا۔ جب رات کے وقت سردی محسوس ہونے لگی اور سرد ہوا بھی چلنے لگی تو بہت سے سانپ اپنی بلوں سے باہر نکلے۔ میں شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ کو چیختے ہوئے پکارنے لگا۔

انہوں نے فرمایا:

(اذکر الله)

''اللہ کا ذکر کرو۔''

میں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو گیا تو سانپ واپس چلے گئے۔ پھر دوبارہ آئے تو میں پھر چلایا۔ شیخ نے پھر فرمایا:

(اذکر الله)

''اللہ کا ذکر کرو۔''

پس یوں ہی ہوتا رہا حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ صبح ہوتے ہی شیخ اٹھ کر چل پڑے اور میں بھی آپ کے ساتھ چلنے لگا۔ شیخ جب چل رہے تھے تو ایک سانپ گراجوان سے لپٹا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا:

''آپ کو اس کا پتہ ہی نہ چلا۔؟''

شیخ نے فرمایا:

''نہیں۔ ایک عرصہ سے میں ایسی پرسکون نیند نہیں سویا جیسی نیند آج رات سویا ہوں۔''

انس: شیخ ابوعثمان سعید بن سلام مغربی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''وہ آدمی ذکر کے انس کا ذائقہ نہیں پاسکتا جس نے ذکر کو ترک کر کے وحشت کا ذائقہ نہ چکھا ہو۔''

اللہ کا محبوب: شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''ایک آسمانی کتاب میں ہے: میرے بندے پر جب میرا ذکر غلبہ پالیتا ہے تو وہ اور میں ایک دوسرے کے محبوب بن جاتے ہیں۔''

ذکر کا مزہ: شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی جانب وحی فرمائی:

''آپ میری رضا پر راضی رہیں اور میرے ذکر کا مزہ چکھیں۔''

ذاکر کی سزا: شیخ سفیان ثوری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''ہر آدمی کی ایک سزا ہوتی ہے اور ذاکر کی سزا ذکر سے قطع تعلق ہونا ہے۔''

غصہ میں ذکر: انجیل مقدس میں ہے:

''جب تم پر غصہ طاری ہو جائے تو میرا ذکر کرو۔ جب مجھے غصہ آئے گا تو میں تمہیں یاد کروں گا۔ میں جو تمہاری مدد کروں اس پر راضی رہو۔ بے شک میرا تمہاری مدد کرنا تمہارے لئے خود اپنی مدد کرنے سے بہتر ہے۔''

ذکر اللہ کا روزہ: ایک عابد سے سوال کیا گیا:

''کیا تم نے روزہ رکھا ہے؟''

اس نے جواباً کہا:

''ہاں! میں نے ذکر اللہ کا روزہ رکھا ہے۔ جب میں دوسرے کا ذکر کرتا ہوں تو میرا روزہ افطار ہو جاتا ہے۔''

حقیقی ذاکر: منقول ہے کہ جب ذکر قلب میں جگہ پکڑ لیتا ہے تو پھر جب ابلیس اس کے پاس آئے تو ابلیس کو پچھاڑ دیا جاتا ہے، جیسا کہ ابلیس انسان کے قریب آ کر اسے پچھاڑ لیتا ہے۔ پس اس ابلیس سے اس کے دوسرے ساتھی سوال کرتے ہیں:

''تجھے کیا ہوا ہے؟''

کہا جاتا ہے:

''اس کو ایک انسان (حقیقی ذاکر) نے چھو لیا ہے۔''

اللہ کو بھولنا: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''میرے نزدیک اللہ کو بھولنے سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔''

ذکر خفی: منقول ہے کہ فرشتہ ذکر خفی کو اوپر لے کر نہیں جاتا، کیونکہ فرشتے کو ذکر خفی کا علم نہیں ہوتا۔ وہ تو بندے اور اللہ کے درمیان راز ہوتا ہے۔

ایک ذاکر کا قصہ: ایک صاحب تصوف کہتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا کہ فلاں بیابان میں ایک ذاکر ہے۔ چنانچہ میں سفر طے کر کے اس ذاکر کے پاس پہنچا۔ اس وقت وہ بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک بہت بڑے درندے نے اس پر ایک ضرب لگائی اور اس سے ایک ٹکڑا نوچ لیا۔ پس اس پر اور مجھ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ جب افاقہ ہوا تو میں نے اس سے سوال کیا:

''یہ کیا تھا؟''

اس نے کہا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اس درندے کو مسلط فرما رکھا ہے کہ ذکر میں مجھ سے جب بھی سستی ہوتی ہے تو یہ مجھے اسی طرح کاٹتا ہے جیسا کہ تم نے دیکھا۔''

ایک ذاکر کا خون: شیخ ابو محمد بن محمد بن حسین جریری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''ہمارے دوستوں میں سے ایک آدمی بکثرت اللہ کا ذکر کیا کرتا تھا۔ ایک روز اس پر ایک شہتیر گر گیا جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا اور خون نکلنے لگا اور اس سے زمین پر ''اللہ اللہ'' لکھا گیا۔''

اضافہ از مترجم:

ذکر الٰہی قرآن و حدیث کی روشنی میں: ذکر کا مطلب ہے ''یاد کرنا'' اور ذکر الٰہی کا مفہوم ہے: اللہ تعالیٰ کی یاد۔ اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس بیان کرنا، توحید و تمجید، اس کی عظمت اور صفات کاملہ کا بیان کرنا ''ذکر اللہ'' کہلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((اتل مااوحی الیک من الکتب واقم الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشآء والمنکر ولذکر اللہ اکبر و اللہ یعلم ماتصنعون))(سورۃ العنکبوت، آیت 45)

"(اے رسول!) جو کتاب آپ پر نازل کی گئی ہے اس کی تلاوت کرو اور پابندی سے نماز پڑھو! بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے باز رکھتی ہے اور اللہ کی یاد یقیناً بڑا مرتبہ رکھتی ہے اور تم لوگ جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے واقف ہے۔"

((عن معاذ بن انس الجھنی قال ان رجلا سأل ای المجاھدین اعظم اجرًا یا رسول اللہ؟ قال اکثر ھم للہ تعالیٰ ذکراً قال ای الصائمین اکثر اجرًا؟ قال اکثر ھم للہ عزوجل ذکرًا ثم ذکر الصلوٰۃ والزکوۃ والحج والصدقۃ کل ذلک یقول رسول اللہ ﷺ اکثر ھم للہ ذکرًا))(مسند احمد)

"حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! جہاد کرنیوالوں میں سب سے بڑھ کر اجر پانے والا کون ہے؟ فرمایا: جوان میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ یاد کرنے والا ہے۔ اس نے عرض کیا: روزہ رکھنے والوں میں سب سے زیادہ اجر کون پائے گا؟ فرمایا: جوان میں سب سے زیادہ اللہ کو یاد کرنیوالا ہو۔ پھر اس شخص نے اسی طرح نماز، زکوٰۃ، حج اور صدقہ ادا کرنیوالوں کے متعلق پوچھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کا یہی جواب دیا کہ جو اللہ کو سب سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو۔"

قرآن مجید میں متعدد بار ذکر الٰہی کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ الاحزاب میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(یایھا الذین امنو اذکروا اللہ ذکر اً کثیراً وسبحوہ بکرۃً واصیلاً))

"اے ایمان والو! اللہ کو بہت زیادہ یاد کیا کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح کرتے رہو۔" (سورۃ احزاب، آیت 42-41)

اہل ایمان سے خطاب کیا جا رہا ہے کہ اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے کئے ہوئے احسانات کو یاد کرتے ہوئے اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہو۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہا کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ذکر اللہ کے سوا کوئی ایسا فرض عائد نہیں کیا جس کی کوئی خاص حد مقرر نہ ہو۔ نماز پانچ وقت کی اور ہر نماز کی رکعات متعین ہیں۔ روزے ماہ رمضان کے متعین اور مقرر ہیں۔ حج بھی خاص مقام پر خاص اعمال مقررہ کرنے کا نام ہے۔ زکوٰۃ بھی سال میں ایک ہی مرتبہ فرض ہوتی ہے، مگر "ذکر اللہ" ایسی عبادت ہے کہ نہ اس کی حد اور تعداد متعین ہے، نہ کوئی خاص وقت اور زمانہ مقرر ہے، نہ اس کیلئے کوئی خاص ہیئت قیام اور نشست کی مقرر ہے اور نہ اس کیلئے طاہر اور باوضو ہونا شرط ہے۔ ہر وقت، ہر حال میں ذکر اللہ بکثرت کرنے کا حکم ہے۔ سفر ہو یا حضر، تندرستی ہو یا بیماری، خشکی میں ہو یا دریا میں، رات ہو یا دن، ہر حال میں ذکر اللہ کا حکم ہے۔

((عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ ﷺ مثل الذی یذکر ربہ والذی لا یذکر مثل الحیی والمیت))(صحیح بخاری، صحیح مسلم)

"حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے اور جو شخص اپنے پروردگار کو یاد نہیں کرتا، ان دونوں کی مثال زندہ شخص اور مردہ شخص کی ہے۔"

ذکر کی مندرجہ ذیل تین اقسام ہیں:

1: قلبی ذکر۔
2: لسانی ذکر۔
3: عملی ذکر۔

ذکر قلبی کا معنی ہے: دل سے ذکر کرنا، یعنی ہر وقت انسان کے دل میں اللہ کی یاد بس جائے۔
لسانی ذکر کا مطلب ہے کہ زبان سے ذکر کرنا۔ اس میں قرآن کریم کی تلاوت، نماز کی ادائیگی اور تسبیحات کرنا شامل ہے۔
عملی ذکر کا مطلب ہے کہ ہر نیک عمل کے ذریعے ذکر کرنا، یعنی انسان اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق ڈھال لے اور اطاعت الٰہی کو اپنا شعار بنالے۔

مندرجہ بالا اقسام ذکر میں قلبی ذکر کو برتری حاصل ہے، کیونکہ یہ واحد ذریعہ ہے جس سے انسان ہر وقت محو یاد الٰہی رہتا ہے۔ زبان سے کچھ دیر اللہ اللہ کہنا ذکر لسانی کہلاتا ہے جو صرف ان ساعتوں پر موقوف ہوگا جب زبان ذکر الٰہی میں معروف ہو، لیکن ذکر دوام ایک مستقل کیفیت ہے جو اس وقت حاصل ہوتی ہے، جب اللہ کا نام نہاں خانہ دل میں اتر جائے، قلب اللہ اللہ کرنا شروع کردے اور پھر یہ ذکر قلب کا مستقل وظیفہ بن جائے۔ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے دل کی ہر دھڑکن میں اللہ کا ذکر ہو۔ یعنی کوئی ساعت ذکر الٰہی سے خالی نہ ہو اور یہ بجز ذکر قلبی ممکن نہیں۔

آداب ذکر کے بارے میں سورۃ اعراف میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((واذکر ربك فی نفسك تضرعاً و خیفةً و دون الجهر من القول بالغدو و الا صال و لا تکن من الغفلین))(سورۃ الاعراف، آیت 205)

"اور اپنے پروردگار کو یاد کرو اپنے دل ہی دل میں گڑگڑا کے اور ڈر کے اور بہت چیخ کے نہیں بلکہ دھیمی آواز سے۔ صبح وشام یاد کیا کرو اور (اس کی یاد سے) بالکل غافل نہ ہو جاؤ۔"

مندرجہ بالا آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اپنے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کو دھیمی آواز کے ساتھ یاد کرنا چاہیے اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد دل کے اندر اس قدر بسالی جائے کہ کوئی سانس اس کے ذکر سے خالی نہ جائے اور اس کی یاد سے قطعاً غفلت نہیں برتنی چاہیے۔

سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((فاذکرونی اذکرکم واشکروالی ولا تکفرون))(سورۃ البقرہ، آیت 152)

"پس تم مجھے یاد رکھو تو میں (بھی) تمہارا ذکر (خیر) کیا کروں گا اور میرا شکر ادا کرتے رہو اور میری ناشکری نہ کرو۔"

اگر ہم اللہ کو تنہا یاد کریں گے تو وہ ہمیں تنہا یاد کرے گا، اگر ہم اسے کسی مجلس میں یاد کریں گے، ہم ایک مرتبہ "یا اللہ" کہیں گے تو وہ دس مرتبہ "لبیک یا عبدی" کہے گا۔ ہم بالشت بھر اس کی طرف جائیں گے تو وہ گز بھر ہماری طرف آئے گا۔ ہم چل کر جائیں گے تو وہ دوڑ کر آئے گا۔ اگر ہم اس کی طرف جانے کا ارادہ اور تہیہ کرلیں گے تو وہ راستوں کو خود آسان کرتا چلا جائے گا اور اتنی آسانیاں پیدا کردے گا کہ ہم اس کی راہ میں جانیں دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ جو اس کی راہ میں جان دے کر شہید ہو جائے وہ اس کو ایسی زندگی عطا فرمائے گا کہ زندہ لوگ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

ذکر الٰہی کی ضرورت اور اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کرتے وقت بھی کثرت سے

ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔ سورۃ انفال میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

((یایھا الذین امنوا اذا لقیتم فئۃً فاثبتوا واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون))

(سورۃ الانفال، آیت 45)

''اے ایمان والو! جب تم کسی فوج سے مڈبھیڑ کرو تو خبردار! اپنے قدم جمائے رکھو اور اللہ کو بہت یاد کرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔''

ذکر الٰہی کے بہت سے فوائد ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

1: اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے اس کی رضا و خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔
2: ذکر کرنے سے انسان کو کسی قسم کا غم، پریشانی اور فکر نہیں رہتی۔
3: ذکر الٰہی شیطان کو دور کر دیتا ہے۔
4: ذکر سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی قربت حاصل ہوتی ہے۔
5: جو لوگ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں یاد کرتا ہے۔
6: ذکر دلوں سے زنگ اتار دیتا ہے۔
7: ذکر کے ذریعے معیت باری تعالیٰ حاصل ہوتی ہے۔
8: جو شخص چاہے کہ اسے دلی سکون نصیب ہو اسے چاہیے کہ وہ ذکر اللہ کرے۔
9: ذاکرین روز قیامت اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے تلے ہوں گے۔
10: افضل ترین عبادت ذکر الٰہی ہے۔
11: ذکر سے انسان کا چہرہ اور قلب روشن ہو جاتا ہے۔
12: جو لوگ اللہ تعالیٰ کو مجالس میں یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں فرشتوں کی جماعت میں یاد کرتا ہے۔
13: ذکر الٰہی سے انسان دنیا میں بھی ترقی کرتا ہے اور آخرت میں بھی اس کی ترقی ہوتی رہتی ہے۔
14: ذکر کرنے سے انسان کے اندر کسی قسم کا خوف اور وحشت نہیں رہتی۔
15: ذکر الٰہی قلب و روح کی غذا ہے۔ دل اور روح کو اگر ان کی غذا نہ ملی تو دونوں مردہ ہو جائیں گے۔
17: قلب کی صحت کا نسخہ ذکر الٰہی ہے۔

ذکر الٰہی کے فوائد تفصیلاً ملاحظہ فرمائیں۔

((عن ابی ھریرۃ وابی سعید قال قال رسول اللہ ﷺ لا یقعد قوم یذکرون اللہ الا حفتھم الملائکۃ وغشیتھم الرحمۃ ونزلت علیھم السکینۃ وذکرھم اللہ فیمن عندہ))

(صحیح مسلم)

''حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بھی جہاں بھی بیٹھ کے کچھ اللہ کے بندے اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو لازمی طور پر فرشتے ہر طرف سے ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں، ان کو گھیر لیتے ہیں، رحمت الٰہی ان پر چھا جاتی ہے، ان کو اپنے سایہ میں لے لیتی ہے، ان پر سکینہ کی کیفیت نازل ہوتی ہے اور اللہ اپنے ملائکہ مقربین میں ان کا ذکر

فرماتا ہے۔"

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ میں ذکر الٰہی میں مشغول رہنے والوں کیلئے چار نعمتوں کا ذکر خصوصی طور پر کیا گیا ہے:

1: فرشتے ہر طرف سے ذاکرین کو گھیرے میں لے لیتے ہیں۔

2: ذاکرین رحمت الٰہی کی آغوش میں آجاتے ہیں۔

3: ذکر الٰہی سے قلبی سکون نصیب ہو جاتا ہے۔

4: اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے ذاکرین کا ذکر فرماتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ کائنات کی کوئی بھی چیز اللہ سے دور نہیں، لیکن اس کے قرب اور رضا کے حصول کا فوری ذریعہ ذکر الٰہی ہے۔ ذکر الٰہی سے اللہ تعالیٰ کی قربت اور رضا و خوشنودی کی دولت فوراً حاصل ہو جاتی ہے۔

((عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ ان الله تعالیٰ یقول انا مع عبدی اذا ذکرنی وتحرکت بی شفتاه))(صحیح بخاری)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس وقت بندہ میرا ذکر کرتا ہے اور میری یاد میں اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں تو اس وقت میں اپنے اس بندے کے ساتھ ہوتا ہوں۔"

((عن عبد الله بن بسر قال جاء اعرابی الی النبی ﷺ فقال ای الناس خیر فقال طوبیٰ ممن طال عمره وحسن عمله قال یا رسول الله ﷺ ای الاعمال افضل قال ان تفارق الدنیا و لسانك رطب من ذکر الله))(مسند احمد وترمذی)

"حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت ایک دیہاتی آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! کون شخص بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خوش بختی ہے اس شخص کیلئے جس کی عمر دراز ہوئی اور اس کے اعمال نیک ہوئے۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! کون سا عمل بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ جب تم دنیا سے جدا ہو تو تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔"

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ذکر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کرنا۔ ان لمحات میں یاد کرنا بہت عمدہ ہے اور اس کا اجر و ثواب ہے، لیکن اس سے بھی بڑھ کر ذکر الٰہی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو یاد رکھے اور ایسے کاموں سے باز رہے کہ جن سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا:

"کون سی عبادت اللہ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے زیادہ افضل ہوگی۔؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والوں کا درجہ سب سے بلند ہوگا۔"

عرض کیا گیا:

"کیا مجاہد فی سبیل اللہ سے بھی؟"

فرمایا:

"اگر مجاہد فی سبیل اللہ کفار اور مشرکین پر تلوار چلائے حتیٰ کہ تلوار ٹوٹ جائے تب بھی اللہ کا ذکر کرنے والے افضل ہیں۔"

ذکر قلبی ایسی دولت ہے جس کے ذریعے ایسا شعور پیدا ہوتا ہے جو انسان کو فکر عطا کرتا ہے اور انسان کی زندگی اسی طرح متاثر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی دور ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی حاصل ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ ذکر اس لئے کیا جاتا ہے کہ خشوع وخضوع حاصل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی محبت اور لگن پیدا ہو جائے کہ انسان جس حال میں بھی ہو ہر حال میں معیت باری تعالیٰ کو اپنے قریب محسوس کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر حال میں ذکر الٰہی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''اہل جنت کو صرف اس لمحہ پر حیرت (افسوس) ہوگی جو اللہ کی یاد کے بغیر گزر گیا۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اہل فلک، اہل زمین کے ان گھروں کو جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے۔ اس طرح شوق سے دیکھتے ہیں جس طرح تم لوگ آسمان پر ستاروں کو دیکھتے ہو۔''

حضرت فضیل علیہ الرحمۃ کہتے ہیں:

''ہمیں یہ خبر ملی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر کوئی بندہ صبح اور پھر عصر کے بعد کچھ وقت کیلئے مجھے یاد کرے تو میں اس درمیانے وقت میں ان کی ضروریات کا پورا کرنے والا بن جاتا ہوں۔''

شیخ مالک بن دینار علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''لذت پانیوالے کسی بھی چیز میں ذکر کے برابر لذت نہیں پاتے۔''

حافظ ابن تیمیہ کا قول ہے:

''ذکر الٰہی دل کے لئے ایسے ہی ہے جس طرح مچھلی کیلئے پانی۔''

عقل مند و دانا انہی لوگوں کو کہا جاتا ہے جو ہر حال میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ گویا جو ذاکر نہیں ہیں وہ عقل مند نہیں ہیں۔

ایسا انسان جس نے اپنا تزکیہ کر لیا، پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کریم کے ذاتی نام کا تکرار کرتا رہا اور اس کے بعد پابندی کے ساتھ نماز کی ادائیگی کرتا رہا تو وہ بامراد ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی مراد کو پہنچ جاتا ہے اور یہی انسان کی حقیقی کامیابی ہے۔ حکم ربانی ہے:

((قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی))(سورۃ الاعلیٰ، آیت 15-14)

''یقیناً وہ شخص مراد کو پہنچا جو پاک ہوا اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔''

جو لوگ اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں اور کوئی لمحہ بھی اس کی یاد کے بغیر نہیں گزارتے ایسے لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

((والذکرین اللہ کثیراً والذکرت اعد اللہ لھم مغفرۃً واجراً عظیماً))

(سورۃ الاحزاب، آیت 35)

''اور بکثرت اللہ کو یاد کرنیوالے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں، ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔''

ذکر اللہ کثیراً انسانی زندگی کے تمام کاموں اور اس کے اندرونی عقیدہ توحید کا درمیانی حلقہ اتصال ہے۔ اس کی غرض یہ ہے کہ قلب انسانی کو ہر دم ہر گھڑی اللہ تعالیٰ خالق کائنات کا شعور رہے۔ پس وہ اپنی سوچ اور عمل کے کسی حصے میں بھی اللہ تعالیٰ کے تعلق

کے مضبوط کڑے سے علیحدہ نہ ہو۔ اس کا دل ذکر کی بشاشت کے ساتھ منور اور چمکدار رہے، کیونکہ ذکر اللہ انسان کے دل میں نور اور زندگی بھر دیتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جو سب سے افضل ہو، جس کا ثواب اللہ کے ہاں سب سے زیادہ ہو، جو تمہارا درجہ سب سے بلند کر دے اور وہ عمل کرنا سونا چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ پسندیدہ ہو اور جو دشمنوں کے خلاف جنگ کرنے اور انہیں قتل کرنے سے بھی افضل ہو۔؟''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

''ضرور بتائیے۔''

فرمایا:

''اللہ کا ذکر سب سے افضل ہے۔''

((عن انس قال قال رسول الله ﷺ اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا قالوا وما ریاض الجنة قال حلق الذکر))(سنن ترمذی)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم جنت کے باغات میں گزرو تو اس سے کھالیا کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: جنت کے باغات سے کیا مراد ہے۔؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذکر کے حلقے۔''

ایسی مجالس اور حلقے جن میں لوگ ذکر الٰہی میں مشغول ہوں اور ان کے قلوب رحمت الٰہی سے منور ہوں، ایسی مجالس جنت کے باغات کی مانند ہیں۔ لہٰذا ایسی مجالس میں شریک ہو کر اللہ کے ذکر میں مشغول ہونا چاہیے۔

اضافہ از مترجم:

سونے سے پہلے ذکر:

حدیث نمبر 1: "حدثنا محمد بن المثنی انبانا عبدالرحمن بن مهدی انبانا اسرائیل عن ابی اسحق عن عبدالله ابن یزید عن البراء بن عازب ان النبی صلی الله علیه وسلم کان اذا اخذ مضجعه وضع کفه الیمنیٰ تحت خده الایمن وقال رب قنی عذابك یوم تبعث عبادك"

''براء بن عازب سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی خواب گاہ پر تشریف لے جاتے تو اپنا دایاں ہاتھ دائیں رخسار مبارک کے نیچے رکھ کر لیٹتے اور فرماتے: ''رب قنی عذابك یوم تبعث عبادك'' ''اے میرے رب! مجھے قیامت کے دن اپنے عذاب سے بچانا!''

حدیث نمبر 2: "حدثنا محمود بن غیلان حدثنا عبدالرزاق حدثنا سفین بن عبدالملك ابن عمیر عن ربعی ابن حراش عن حذیفة قال کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا اویٰ الی فراشه قال اللهم باسمك اموت واحیی واذا استیقظ قال الحمدلله الذی احیانا بعد ما اماتنا والیه النشور"

''حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر مبارک کی طرف متوجہ ہوتے تو فرماتے ''اللهم باسمك اموت واحیه'' ''اے اللہ تیرے ہی نام سے مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں'' اور جب نیند سے بیدار ہوتے تو فرماتے

''الحمدللہ الذی احیانا بعدما اماتنا والیہ النشور۔'' ہر قسم کی تعرف خاص اللہ جل جلالہ کے لئے ہے اور وہ ذات مبارک جس نے ہمیں مرنے کے بعد زندگی عطا فرمائی اور اسی جل جلالہ کی طرف قیامت میں لوٹنا ہے۔''

حدیث نمبر 3: ''حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا المفضل بن فضالة عن عقیل اراہ عن الزھری عن عروة عن عائشة قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذااوی فراشہ کل لیلةجمع کفیہ فنفث فیھما وقرء قل ھو اللہ احد وقل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس ثم مسح بھما مااستطاع من جسدہ یبداء بھما راسہ ووجھہ وماقبل من جسدہ یصنع ذالک ثلاث مرات''

''ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات اپنے بستر پر آرام فرمانے کے لئے تشریف لے جاتے تو دونوں ہتھیلیوں کو دعا کی طرح اکٹھا کر کے ان دونوں پر سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ الناس پڑھ کر دم کرتے، پھر ان دونوں ہتھیلیوں کو تمام بدن پر ملتے جہاں تک وہ پہنچتیں، سر اور چہرے سے شروع کرتے اور اگلے تمام بدن پر، اور تین بار اسی طرح فرماتے۔''

حدیث نمبر 4: ''حدثنا محمد بشار حدثنا عبدالرحمن بن مھدی حدثنا سفین عن سلمة بن کھیل عن کریب عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نام حتی نفخ وکان اذا نام نفخ''

''حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے یہاں تک کہ خراٹے بھرے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت مبارک تھی کہ جب نیند فرماتے تو خراٹے بھرتے۔''

حدیث نمبر 5: ''حدثنا اسحق بن منصور حدثنا عفان حدثنا حماد بن سلمة عن ثابت عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذااوی الی فراشہ قال الحمدللہ الذی اطعمنا وسقانا وکفانا وانا فلم ممن لاکافی لہ ولامووی''

''حضرت انس بن مالک سے روایت ہے جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر مبارک پر آرام فرماتے تو فرماتے:

'' الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وکفانا واوانا فکم ممن لاکافی لی ولامودی''

''ہر قسم کی تعریف اللہ جل جلالہ کے لئے ہے جس نے ہمیں پیٹ بھر کر کھانا دیا اور ہمیں سیراب کیا اور ہماری مشکلات میں کفایت فرمائی اور ٹھکانا مرحمت فرمایا، سو بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کی کوئی کفایت کرنے والا نہیں اور نہ ہی ٹھکانہ دینے والا ہے۔''

نماز اور ذکر:

حدیث نمبر 1: ''حدثنا قتیبة بن سعید وبشر بن معاذ قالا حدثنا ابوعوانة عن زیاد ابن علاقة عن المغیرة بن شعبة قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی انتفخت قد ماہ فقیل لہ اتتکلف ھذاوقد غفر اللہ لک ماتقدم من ذنبک وما تاخر قال افلا اکون عبداشکورا''

''حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اتنی نماز پڑھتے کہ آپ کے دونوں پاؤں مبارک پھول جاتے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا: آپ اتنی تکلیف کیوں گوارا فرماتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے گناہ بخشے آپ کے اگلوں کے اور پچھلوں کے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں شکر ادا کرنے والا عبد نہ بنوں۔؟''

حدیث نمبر 2: "حدثنا ابو عمار الحسین بن حریث حدثنا الفضل بن موسیٰ عن محمد بن عمرو عن ابی سلمة عن ابی هریرة قال کان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی حتی ترم قدماه قال فقیل له تفعل هذا وقد جآء ك ان اللّٰہ تعالیٰ قد غفرلك ماتقدم من ذنبك وماتاخر قال افلا اکون عبداشکورا"

"حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اتنی نماز پڑھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پاؤں مبارک پھول جاتے' ابوہریرہ کہتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں اتنی مشقت اُٹھاتے ہیں حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے سب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔ تو ارشاد فرمایا آیا میں شکر کرنے والا عبد نہ بنوں۔"

حدیث نمبر 3: "حدثنا عیسیٰ بن عیسیٰ بن عبدالرحمن الرملی حدثنی عمی یحییٰ بن عیسیٰ الرملی عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی هریرة قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقوم یصلی حتی تنتفخ قدماه فیقال له یارسول اللّٰہ اتفعل هذا وقد غفر اللّٰہ لك ماتقدم من ذنبه وماتاخر قال افلا اکون عبداشکورا"

"حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرماتے ہوئے اتنی نماز پڑھتے کہ دونوں پاؤں مبارک پھول جاتے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی لمبی نماز پڑھتے ہیں کہ پاؤں مبارک سوج جاتے ہیں' حالانکہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے سب سے گناہ بخشے' تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے تو ارشاد فرمایا' آیا میں شکر کرنے والا عبد نہ بنوں۔"

حدیث نمبر 4: "عن قتیبة بن سعید عن مالك بن انس ح وحدثنا اسحق بن موسیٰ الانصاری حدثنا معن عن مالك عن مخرمة بن سلیمان عن کریب عن ابن عباس انه اخبره انه بات عند میمونة وهی خالته قال فاضطجعت فی عرض الوسادة وضطجع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فی طولها فنام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم حتی اذاانتصف اللیل اوقبله بقلیل فاتیقظ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فجعل یمسح النوم عن وجهه ثم قراء العشر الایت الخواتیم من سورة ال فرعون ثم قام الی شن معلق فتوضامنه فاحسن الوضوء ثم قام یصلی قال عبداللّٰہ بن عباس فقمت الی جنبه فوضع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یداه الیمنیٰ علیٰ علیٰ راسی ثم اخذباذنی الیمنی ففتلها فصلی رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتینن قال معن ست مرات ثم اوتر ثم اضطجع ثم جآءہ الموذن فقام فصلی رکعتین خفیفتین ثم خرج فصلی الصبح"

"حضرت ابن عباس نے جنابہ میمونہ کے گھر میں رات گزاری اور وہ ان کی خالہ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں تکیہ کی چوڑائی پر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ کی لمبائی پر لیٹ گیا۔ کم وبیش آدھی رات گزر گئی کہ سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے' آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے نیند پونچھی' پھر سورہ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں' پھر اُٹھے پانی کی مشکیزہ کی جانب جو لٹکا ہوا تھا اس سے پانی لیکر نہایت ہی احسن وضو فرمایا' میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ مبارک میرے سر پر رکھا پھر میرا دایاں کان پکڑا اور میرا کان مروڑا' پھر حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو رکعتیں پڑھیں یہ چھ بار

پڑھیں معن نے کہا کہ چھ بار پھر وتر پڑھے اس کے بعد لیٹ گئے پھر موذن آیا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور دو ہلکی سنتیں پڑھیں پھر صبح کی نماز کے لئے باہر تشریف لے گئے۔"

حدیث نمبر 5: "حدثنا محمد بن المثنى حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن عمرو ابن مرة عن ابی حمزة رجل من الانصار عن رجل من بنی عبس عن حذیفة ابن الیمان انه صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من اللیل قال فلما دخل فی الصلوٰة قال اللہ اکبر ذوالملکوت والجبروت والکبریاء والعظمة قال ثم قراء البقرة ثم رکع فکان رکوعه نحوامن قیامه وکان یقول سبحان ربی العظیم سبحان ربی العظیم ثم رفع رأسه وکان قیامه نحوا من رکوعه وکان یقول لربی الحمد لربی الحمد ثم سجدفکان سجوده نحوا من قیامه وکان یقول سبحان ربی الاعلیٰ سبحان ربی الاعلیٰ ثم رفع رأسه فکان مابین السجدتین نحوامن السجود وکان یقول رب اغفرلی حتی قراء البقرة وآل عمران والنسآء والمائدة واوالانعام شعبة الذی شك فی المائدة والانعام قال ابوعیسیٰ وابوحمزه اسمه طلحة بن زید وابوجمرة الضبعی اسمه نضربن عمران"

"حضرت حذیفہ بن یمان سے روایت ہے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی۔ جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی تو فرمایا: "اللہ اکبر ذوالملکوت والجبروت والکبریاء والعظمة"، پھر سورہ بقرہ پڑھی، پھر رکوع کیا اور رکوع بھی قیام کی طرح طویل تھا۔ رکوع میں سبحان ربي العظیم سبحان ربي العظیم پڑھتے تھے، پھر سر اقدس اٹھایا اور قیام بھی رکوع کی طرح تھا اور لربی الحمد لربی الحمد پڑھتے تھے۔ پھر سجدہ فرمایا اور سجدہ بھی قیام کی طرح تھا اور سبحان ربي الاعلی سبحان ربي الاعلی پڑھتے تھے۔ پھر سر اقدس اٹھایا، دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا سجدہ کی طرح طویل تھا اور رب اغفرلی رب اغفرلی فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ سورۂ بقرہ، آل عمران، النساء اور المائدہ یا الانعام پڑھی۔ شعبہ وہ شخص ہے جس نے یہ شک کیا ہے کہ یا سورۃ مائدہ پڑھی یا الانعام پڑھی۔"

حدیث نمبر 6: "حدثنا ابوبکر محمد بن نافع البصری حدثنا عبدالصمد بن عبدالوارث عن اسماعیل بن مسلم العبدی عن ابی المتوکل عن عائشه رضی اللہ عنها قالت قام رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بآیة من القرآن لیلة"

"ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی ایک ہی آیت تمام رات نماز میں پڑھتے رہے۔"

حدیث نمبر 7: "حدثنا اسحق بن موسیٰ النصاری حدثنا معن حدثنا مالك عن ابن شهاب عن السائب بن یزید عن المطلب بن ابی وداعة السهمی عن حفصة زوج النبی صلی اللہ علیه وسلم قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یصلی فی سبحته قاعدا ویقراء باالسورة ویرتلها حتی تکون اطول من اطول منها"

"جناب ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ اپنی نفل نماز بیٹھ کر پڑھتے اور قرآن کی کوئی ایک سورۃ پڑھتے اور اسے ترتیل سے پڑھتے تا آنکہ وہ سورۃ اپنے سے لمبی سورت سے بڑھ جاتی۔"

حدیث نمبر 9: "حدثنا ابوسلمة یحییٰ بن خلف حدثنا عمر بن علی المقدمی عن مسعر بن کدام عن ابی اسحق عن عاصم بن ضمرة عن علی انه کان یصلی قبل الظهر اربعا وذکر ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یصلیها عندالزوال ویمدفیها"

''حضرت علی المرتضٰے کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ظہر سے قبل چار رکعت نماز پڑھتے تھے اور فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد ان کو پڑھتے تھے اور ان میں طویل قرأت پڑھتے تھے۔''

تلاوت قرآن اور ذکر:

حدیث نمبر 1: "حدثنا محمد بن اسماعیل حدثنا عبدالله بن صالح حدثنا معویه بن صالح عن عمرو بن قیس انه سمع عاصم بن حمید قال سمعت عوف بن مالك یقول کنت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم لیلة فاستاك ثم توضاء ثم قام یصلی فقمت معه فبداء فاستفتح البقرة فلا یمر باٰیة رحمة الا وقف فسال ولا یمر بایة عذاب الا وقف فتعوذ ثم رکع فمکث راکعا بقدر قیامه ویقول فی رکوعه سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمة ثم سجد بقدر رکوعه ویقول فی سجوده سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمة ثم قرآ اال عمران ثم سورة یفعل مثل ذالك"

''حضرت عوف بن مالک فرماتے ہیں کہ میں ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں موجود تھا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک فرمائی' پھر وضو کیا پھر اُٹھے نماز پڑھی' میں نے حضور پاک کی اقتداء کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ بقرہ شروع فرمائی۔ جب بھی کوئی رحمت کی آیت تلاوت فرماتے تو ٹھہر جاتے پس دعا فرماتے اور جب بھی کوئی عذاب کی آیت فرماتے تو ٹھہر جاتے اور عذاب الٰہی سے پناہ مانگتے۔ پھر رکوع کیا اور رکوع بھی قیام کے برابر کیا اور رکوع میں سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمۃ پڑھتے رہے اور سجدے میں بھی سبحن ذی الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمۃ پڑھتے رہے اور سجدہ بھی رکوع کے برابر فرمایا۔ پھر دوسری رکعت میں سورہ آل عمران تلاوت فرمائی اسی طرح ہر ایک رکعت میں ایک ایک سورۃ تلاوت فرماتے۔''

حدیث نمبر 2: "حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا اللیث عن ابن ابی ملیکة عن یعلی بن مهلك انه سال ام سلمة عن قراٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم فاذاهی تنعت قراٰة مفسرة حرفا حرفا"

''یعلی بن مملک سے روایت ہے یہ کہ اس نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے قرآن مجید پڑھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے کے طریقہ پر اور حروف کو ادا کیا روشن واضح اور الگ الگ۔''

حدیث نمبر 3: "حدثنا محمد بن بشار حدثنا وهب بن جریر بن حازم حدثنا ابی قتادة قال قلت لانس بن مالك کیف کان قراٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم قال مدا"

''حضرت ابوقتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت قرآن مجید کس طرح تھی' انہوں نے فرمایا کہ مد سے پڑھتے تھے۔''

حدیث نمبر 4: "حدثنا علی بن حجر حدثنا یحییٰ بن سعید الاموی عن ابن جریج عن ابن ابی ملیکة عن ام سلمة قالت کان النبی صلی الله علیه وسلم یقطع قراء ته یقول الحمد لله رب العلمین ثم یقف ثم یقول الرحمن الرحیم ثم یقف وکان یقراء ملك یوم الدین"

''ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قرأت میں قرآن مجید کی آیت کو جدا جدا کرتے پڑھتے تھے کہ الحمد للہ رب العالمین پھر ٹھہر جاتے پھر پڑھتے الرحمٰن الرحیم پھر ٹھہر جاتے پھر مالک یوم الدین پڑھتے تھے۔''

حدیث نمبر 5: ''حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا اللیث عن معویه بن صالح عن عبداللہ بن ابی قیس قال سالت عائشة عن قرأة النبی صلی اللہ علیه وسلم اکان یسربا القرأة ام یجهرقالت کل ذالك قد کان یفعل ربما اسروربما جهر قلت الحمد للہ الذی جعل فی الامر سعة''

''حضرت عبداللہ بن ابی قیس سے روایت ہے کہ میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے بارے میں پوچھا کہ آیا وہ آہستہ تلاوت فرماتے تھے یا اونچی آواز سے۔ انہوں نے فرمایا دونوں طرح پڑ کبھی تو آہستہ کبھی بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ میں نے کہا ہر قسم کی تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے دین کے امور میں فراخی عطا فرمائی۔''

حدیث نمبر 6: ''حدثنا محمود بن غیلان حدثنا وکیع حدثنا مسعد عن ابی العلاء العبدی عن یحییٰ بن جعدہ عن ام هانی قال کنت اسمع قرأة النبی صلی اللہ علیه وسلم باللیل وانا علی عریشی''

''ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تلاوت قرآن مجید کو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں فرماتے تھے اپنے بستر پر سنتی تھی۔''

حدیث نمبر 7: ''حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابو دائود انبانا شعبة عن معاویة بن قرة قال سمعت عبداللہ بن مغفل یقول رأیت النبی صلی اللہ علیه وسلم علی ناقته یوم الفتح وهویقراء انا فتحنالك فتحا مبینا لیغفرلك اللہ ماتقدم علیه واله وسلم ذنبك وماتاخر قال فقراء ورجع قال وقال معاویة بن قرة لولا ان یجتمع الناس علی لاخذت لکم فی ذالك الصوت اوقال اللحن''

''عبداللہ بن مغفل فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹنی پر سوار دیکھا اس حال میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر کی آیہ کریمہ تلاوت فرما رہے تھے' راوی کہتا ہے کہ آخر سورۃ تک پڑھا اور نہایت خوش آوازی سے پڑھتے تھے۔ شعبہ نے کہا کہ معاویہ بن قرہ نے کہا اگر مجھے لوگوں کے جمع ہوجانے کا خوف نہ ہوتا تو میں اسی آواز اور لہجہ میں پڑھ کر سناتا۔''

حدیث نمبر 8: ''حدثنا قتیبة بن سعید هدثنا نوح بن قیس الحدانی عن حسام بن مصك عن قتادة قال مابعث اللہ نبیا الا حسن الوجه حسن الصوت وکان نبیکم صلی اللہ علیه وسلم حسن الوجه حسن الصوت وکان لایرجع''

''حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر ایک نبی کو خوش رو اور خوش آواز مبعوث فرمایا اور تمہارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسین صورت اور حسین آواز والے تھے اور آواز گلے میں گھما کر نہیں پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر 9: ''حدثنا عبداللہ بن عبدالرحمن حدثنا یحییٰ بن حسان حدثنا عبدالرحمن بن ابی الزناد عن عمرو بن ابی عمرو عن عکرمة عن ابن عباس قال کان قرأة النبی صلی اللہ علیه وسلم ربما یسمعها من فی الحجرة وهو فی البیت''

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت سنی جاتی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوٹھڑی میں فرماتے تو صحن والے سن لیتے۔''

حدیث نمبر 10: "حدثنا سوید بن نصر حدثنا عبداللہ بن مبارك عن حماد بن سلمة عن ثابت عن مطرف وھو عبداللہ بن الشخیر عن ابیه قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وھو یصلی ولجوفه ازیز کازیز المرجل من البکاء"

''حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ انور سے رونے کی وجہ سے ایسی آواز آتی جیسے ہانڈی کے جوش کی آواز ہوتی ہو۔

حدیث نمبر 11: "حدثنا محمود بن غیلان حدثنا معویة بن ھشام حدثنا سفین عن الاعمش عن ابراھیم عن عبید بن مسعود قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اقراء علی فقلت یارسول اللہ اقراء علیك وعلیك انزل قال انی احب ان اسمعه من غیری فقرأت سورة النساء حتی بلغت وجئنابك علی ھولاء شھیداقال فرأیت عینی رسول اللہ تھملان"

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا مجھے قرآن سناؤ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو قرآن سناؤں حالانکہ قرآن تو آپ پر اترا ہے۔ ارشاد فرمایا میں دوسرے شخص سے قرآن مجید سننا پسند کرتا ہوں تو میں نے سورہ نساء پڑھنی شروع کی۔ یہاں تک کہ وجئنابك علی ھولاء شھیدا پر پہنچا۔ عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ دونوں انکھوں مبارک سے آنسو بہ رہے ہیں۔''

☆☆☆

فصل نمبر 36:

جواں مردی

جوان مرد: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((انهم فتية امنوا بربهم وزدناهم هدى))

''بے شک وہ کچھ نوجوان مرد تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی ہدایت بڑھا دی۔''

(سورۃ الکہف، آیت نمبر:۱۳)

مسلمان کی حاجت: اصل جواں مردی یہ ہے کہ انسان ہر وقت دوسروں کے کاموں کی اصلاح کی سعی کرتا رہے۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((لا يزال الله تعالىٰ فى حاجة العبد مادام العبد فى حاجة اخيه المسلم))

''اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی حاجت پوری کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے۔'' (معجم کبیر:۴۸۰)

درج بالا حدیث سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے۔

جواں مردی کا کمال: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

((هذا الخلق لا يكون كماله الالرسول الله فان كل احد فى القيامة :نفسى ، نفسى وهو يقول امتى امتى))

''اس خلق (جواں مردی) کا کمال فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت ہے، کیونکہ بروز قیامت ہر انسان نفسی نفسی پکارتا ہو گا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امتی امتی پکاریں گے۔''

شام، عراق اور خراسان: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''شام کے لوگوں میں جواں مردی ہے، عراق والوں میں (حفاظت) زبان اور خراسان والوں میں صدق کی خوبی۔''

اصل جواں مردی: شیخ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''حقیقت میں جواں مردی یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائیوں کی غلطیوں کو معاف کردے۔

اپنے آپ کو ادنیٰ تصور کرنا: منقول ہے کہ جواں مردی یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو دوسروں کے مقابلے میں ادنیٰ تصور کرو۔

لڑائی سے پرہیز کرنے والا: شیخ ابو بکر وراق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جو کسی سے جھگڑا نہ کرے وہ جواں مردی کی صفت سے متصف ہے۔''

اپنے نفس سے جھگڑنا: شیخ محمد بن علی ترمذی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''تمہارا اپنے رب کی طرف سے اپنے نفس کے ساتھ جھگڑنا جواں مردی ہے۔''

جواں مرد: منقول ہے کہ جواں مرد وہ ہے جو کسی سے جھگڑنے والا نہ ہو۔

فتیۃ: شیخ ابو القاسم ابراہیم بن محمد نصر آبادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اصحاب کہف کے لیے فتیۃ کا لفظ اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ وہ کسی واسطہ کے بغیر اپنے رب پر ایمان لائے۔

بتوں کو پاش پاش کرنے والا: منقول ہے کہ جواں مرد (فتیٰ) وہ ہے جو بتوں کو پاش پاش کر دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((سمعنا فتی یذکر هم یقال له ابراهیم))

''ہم نے سنا کہ ایک جوان ان (بتوں) کو برا کہتا ہے، اسے ابراہیم کہا جاتا ہے'' (سورۃ الانبیاء، آیت نمبر ۶۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((فجعلهم جذاذا))

''پس (ابراہیم نے) ان سب (بتوں) کو پاش پاش کر دیا۔'' (سورۃ الانبیاء، آیت نمبر ۶۰)

نفس اور خواہشات کا بت: ہر آدمی کا بت اس کا اپنا نفس ہے۔ پس حقیقت میں وہ آدمی جواں مرد ہے جو اپنی خواہشات کی مخالفت کرتا ہے۔

انصاف طلب نہ کرنا: شیخ حارث محاسبی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''تیرا انصاف کرنا اور انصاف طلب نہ کرنا جواں مردی ہے۔''

اخلاق حسنہ: شیخ عمر بن عثمان مکی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اخلاق حسنہ کو فتوۃ (جواں مردی) کہا جاتا ہے۔''

سید الطائفہ کا جواب: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے جواں مردی کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

(ان لا تنافر فقیراً ولا تعارض غنیاً)

''نہ تو تم کسی فقیر سے نفرت کرو اور نہ ہی کسی مالدار سے اعراض۔''

مروّت: شیخ ابوالقاسم نصرآبادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جواں مردی کا ایک شعبہ مروت ہے اور وہ دونوں جہانوں سے اعراض اور نفرت کا نام ہے۔

حال و مستقبل کا برابر ہونا: شیخ محمد بن علی ترمذی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''تمہارے نزدیک موجود اور آنے والی ہر چیز کا برابر ہونا جواں مردی ہے۔''

ترک خواہشات: شیخ عبداللہ بن امام احمد بن حنبل علیہما الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''میرے والد سے جواں مردی (فتوۃ) کے متعلق سوال کیا گیا کہ وہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: تم اپنی خواہشات کو اس چیز کی وجہ سے چھوڑ دو جس (جہنم۔عذاب) کا ڈر ہے۔''

اطعام الطعام: بعض اہل تصوف سے سوال کیا گیا:

''جواں مردی کیا ہے؟''

انہوں نے فرمایا:

''جواں مرد وہ آدمی ہے کہ جو اس کی پرواہ نہ کرے کہ اس کے ہاں کوئی ولی کھاتا ہے یا کافر۔''

چنانچہ ایک عالم کا بیان ہے کہ ایک مجوسی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس مہمان کے طور پر آیا۔ آپ نے فرمایا:

''میں تمہیں اس شرط پر مہمان بناؤں گا کہ تم توحید پرست ہو جاؤ۔''

یہ سن کر مجوسی چلا گیا تو اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی جانب وحی فرمائی:

''پچاس برس سے اس کے کفر کے باوجود میں اسے روزی دے رہا ہوں۔ اگر آپ کسی مطالبے کے بغیر کھانا کھلا دیتے تو کیا حرج تھا۔؟''

پس حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مجوسی کی تلاش میں نکلے اور ایک جگہ پر اسے پالیا۔ آپ نے اس سے اپنے مطالبہ کے بارے میں معذرت کی۔ اس نے معذرت کی وجہ دریافت کی تو آپ نے سارا واقعہ بتا دیا۔ یہ سن کر وہ مجوسی توحید پرست بن گیا۔

مخلوق کو تکلیف دینے سے بچنا: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''مخلوق کو تکلیف دینے سے بچنے اور انفاق فی سبیل اللہ کرنے کا نام فتوۃ (جواں مردی) ہے۔''

اتباع سنت: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اتباع سنت جواں مردی ہے۔''

وفا: منقول ہے کہ وفا اور حفاظت کو فتوۃ (جواں مردی) کہا جاتا ہے۔

حظ نفس: منقول ہے کہ جواں مردی ایسی فضیلت ہے جس میں نفس کا کوئی حصہ نہیں۔

فتوۃ کا مفہوم: منقول ہے کہ سائل کا تجھ دیکھ کر نہ بھاگنا جواں مردی ہے۔

منقول ہے کہ آدمی کا اپنا قصد کرنیوالوں سے نہ بھاگنا جواں مردی ہے۔

منقول ہے کہ جواں مردی یہ ہے کہ تم ذخیرہ اندوزی نہ کرو اور نہ عذر پیش کرو۔

منقول ہے کہ جواں مردی نعمت کا اظہار اور مشقت و تکلیف کو چھپانا ہے۔

منقول ہے کہ تو دس آدمیوں کو دیدے اور اگر نو اور آجائیں تو تمہارے رویہ کا نہ بدلنا جواں مردی ہے۔

منقول ہے کہ امتیاز نہ کرنا جواں مردی ہے۔

ام علی: شیخ احمد بن خضرویہ علیہ الرحمۃ نے اپنی بیوی ام علی سے فرمایا:

''میں ایک دعوت میں اپنے شہر کے ایک عیار اور شاطر نوجوانوں کے سردار کو بلانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔''

آپ کی بیوی ام علی نے عرض کیا:

''آپ ایسا نہیں کر سکیں گے۔''

شیخ نے فرمایا:

''میں ضرور ایسا کروں گا۔''

بیوی نے عرض کیا:

''اگر آپ یہ کام کرنا چاہتے ہیں تو بکریوں، گایوں اور گدھوں کو ذبح کریں اور اس آدمی کے گھر کے دروازے سے اپنے گھر کے دروازے تک ڈال دیں۔''

شیخ نے فرمایا:

''بکریوں اور گایوں کے بارے میں مجھے معلوم ہے گدھوں کو ذبح کرنے کا کیا سبب ہے؟''

بیوی نے عرض کیا:

''آپ ایک عیار نوجوان کو گھر دعوت دے رہے ہیں تو کم از کم محلے کے کتوں کو بھی کچھ نہ کچھ ملنا چاہیے۔''

بینگن چور: منقول ہے کہ ایک آدمی نے لوگوں کی ضیافت کا اہتمام کیا۔ مہمانوں میں شیخ ابو عبداللہ محمد بن خفیف شیرازی علیہ

الرحمۃ بھی تھے۔ کھانا کھانے کے بعد حالت سماع میں لوگوں پر نیند طاری ہوگئی۔ شیخ ابن خفیف شیرازی علیہ الرحمۃ نے صاحب دعوت سے فرمایا:

''ہماری نیند کی کیا وجہ ہے؟''

اس نے عرض کیا:

''میں نہیں جانتا۔ میں نے جو بھی پکایا ہے سب کے بارے میں پہلے سے تصدیق کی ہے سوائے بینگن کے۔''

اہل محفل صبح بینگن بیچنے والے کے پاس گئے اور اس سے بینگن کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا:

''میرے پاس درہم و دینار کچھ نہ تھا تو میں نے فلاں جگہ سے ایک بینگن چوری کیا اور انہیں بیچ دیا۔''

چنانچہ یہ حضرات بینگن فروش کو زمین کے مالک کے پاس لے گئے تاکہ وہ اسے معاف کردے۔ زمین کے مالک نے کہا:

''تم مجھ سے ایک بینگن معاف کرانے آئے ہو۔؟ میں نے یہ زمین، دو بیل، گدھا، کھیتی باڑی کے آلات سب کچھ اس آدمی کو ہبہ کر دیا ہے تاکہ وہ آئندہ چوری نہ کرے۔''

کسی کے غم کی خاطر بیس سال اندھا بننا: منقول ہے کہ ایک آدمی نے ایک خاتون سے نکاح کیا، لیکن شب زفاف سے پہلے ہی اس خاتون کو چیچک نکل آئی۔ اس آدمی نے کہا:

''مجھے آنکھوں میں تکلیف ہے۔''

تھوڑی دیر بعد کہنے لگا:

''میری آنکھیں اندھی ہوگئی ہیں۔''

پس اس خاتون کو اس کے خاوند کے پاس زفاف کے لیے بھیج دیا گیا۔ وہ خاتون بیس سال اس آدمی کے پاس رہی اور پھر اس کا وصال ہوگیا۔ اس کے وصال کے بعد آدمی نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ اس سے اس کا سبب پوچھا گیا تو اس نے کہا:

''میں نابینا نہیں ہوا تھا بلکہ میں اس خاتون کے غم کی وجہ سے جان بوجھ کر نابینا بنا ہوا تھا۔''

کہا گیا:

''یہ آدمی تو جواں مردوں سے بھی بڑھ گیا۔''

قیدی کو پانی پلانا: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''جو آدمی برداشت کا کمال دیکھنا چاہتا ہے تو وہ بغداد کے پانی پلانے والوں سے جا کر مل لے۔''

سوال کیا گیا:

''بغداد کے پانی پلانے والوں کا کیا حال ہے؟''

شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''جب مجھ پر بے دین ہونے کا الزام لگایا گیا تو مجھے قید کر کے خلیفہ کے پاس پیش کیا گیا۔ میں نے ایک پانی والے کو دیکھا جس کے سر پر عمامہ تھا اور اس نے ایک مصری رومال اوڑھ رکھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں مٹی کے باریک کوزے تھے۔ میں نے پوچھا: یہ خلیفہ کا خادم ہے؟ لوگوں نے بتایا: نہیں، بلکہ یہ تو عام لوگوں کو پانی پلانے والا ہے۔ میں نے اس سے پانی پیا اور اپنے دوست سے کہا: اس کو ایک دینار دے دو لیکن اس نے نہ لیا اور کہا: تم قیدی ہو اور یہ جواں مردی نہیں کہ میں تجھ سے کوئی چیز لوں۔''

دوست سے نفع لینا: منقول ہے کہ تمہارا اپنے دوست سے نفع لینا جواں مردی کے خلاف ہے۔ چنانچہ احمد بن سہل ایک تاجر

تھے۔ان سے ان کے دوست نے سفید کپڑا خریدا تو انہوں نے اس سے اصل قیمت لی۔دوست نے کہا:
''آپ نفع کیوں نہیں لیتے؟''
تاجر نے کہا:
''میں نے تم پر کوئی احسان بھی نہیں کیا، کیونکہ میں نے کپڑے کی اصل قیمت لے لی ہے۔یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔میں تم سے ہرگز نفع نہیں لوں گا کیونکہ دوست سے نفع لینا جواں مردی نہیں ہے۔''
ہاتھ دھلانے والے: منقول ہے کہ ایک آدمی جواں مردی میں بہت معروف تھا۔یہ آدمی نیشاپور سے نساء علاقہ کی جانب گیا۔ایک آدمی کہ جس کے ساتھ جواں مردوں کی ایک جماعت تھی، نے ان سے کہا کہ آپ ہمارے مہمان بنیں۔جب سب کھانے سے فارغ ہوئے تو ایک جوان لونڈی آئی اور مہمانوں کے ہاتھ دھلانے لگی۔نیشاپوری نے ہاتھ دھونے سے کھینچ لیے اور کہا:
یہ جواں مردی نہیں کہ مردوں کے ہاتھ عورتیں دھلائیں۔''
حاضرین میں سے ایک آدمی نے کہا:
''میں کئی برس سے ان کے گھر میں آرہا ہوں لیکن مجھے آج تک معلوم نہیں ہوا کہ ہمارے ہاتھ عورت دھلاتی ہے یا مرد۔''
ایک آزمائش: شیخ منصور مغربی علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ ایک آدمی نے نوح نامی ایک عیار ترین آدمی کو آزمانا چاہا تو اس نے اس کو ایک لونڈی لڑکے کے لباس میں فروخت کی اور کہا کہ یہ لڑکا ہے۔وہ لونڈی بہت خوبرو تھی۔نوح عیار نے یہ سوچ کر کہ یہ لڑکا ہے اسے خرید لیا اور وہ کئی مہینے اس کے پاس رہی۔اس لونڈی سے کہا گیا:
''اس کو علم تھا کہ تم لڑکی ہو؟''
اس نے کہا:
''نہیں، کیونکہ اس نے مجھے لڑکا سمجھ کر ہاتھ بھی نہ لگایا۔''
مخلوق کے لیے ہزار درے: منقول ہے کہ ایک شاطر آدمی سے اس کے غلام کے متعلق کہا گیا کہ وہ اسے بادشاہ کے حوالے کر دے لیکن اس نے انکار کر دیا۔اس کو ایک ہزار درے مارے گئے لیکن وہ پھر بھی نہ مانا۔یہ سخت سردی کے ایام تھے۔اتفاقاً اسے رات کو احتلام ہو گیا۔صبح اس نے ٹھنڈے پانی سے غسل کیا۔کہا گیا:
''تم نے سخت ٹھنڈے پانی سے نہا کر اپنی جان کو خطرے میں ڈال دیا۔''
اس نے کہا:
''مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ میں مخلوق کیلئے تو ہزار درے کھاؤں اور صبر کروں لیکن اللہ کے لئے پانی کی ٹھنڈک کو برداشت نہ کروں۔''
جواں مردوں کا خدمتگار: منقول ہے کہ جواں مردوں کا ایک گروہ ایک جواں مردی کا دعویٰ کرنے والے آدمی سے ملاقات کے لئے گیا۔اس نے مہمانوں کی آمد پر کہا:
''اے غلام! دستر خوان لاؤ۔''
پس غلام دستر خوان نہ لایا۔اس نے دو تین مرتبہ کہا:
''اے غلام! دستر خوان لاؤ۔''

جواں مردوں کے گروہ نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا:
''یہ شخص جواں مرد نہیں ہو سکتا ہے، کیونکہ یہ اس شخص سے خدمت لینا چاہتا ہے جس نے کئی مرتبہ اس کی نافرمانی کی ہے۔''
پس تھوڑی دیر بعد غلام دسترخوان لے آیا۔ اس آدمی نے سوال کیا:
''تم نے دسترخوان لانے میں دیر کیوں کی؟''
غلام نے کہا:
''دسترخوان پر چیونٹیاں تھیں اور یہ بات آداب کے خلاف ہے کہ جواں مردوں کے سامنے ایسا دسترخوان لایا جائے جس پر چیونٹیاں ہوں اور دسترخوان سے چیونٹیوں کو پھینکنا بھی جواں مردی کے خلاف ہے۔ پس میں نے انتظار کیا حتیٰ کہ چیونٹیاں چلی گئیں۔''
ان حضرات نے کہا:
''اے نوجوان! تم نے بہت پائے کی بات کہی ہے۔ یقیناً جواں مردوں کا خدمت گار تمہاری طرح کا ہونا چاہیے۔''

ایک ہزار دینار: منقول ہے کہ ایک حاجی مدینہ طیبہ (مسجد نبوی) میں سویا ہوا تھا کہ اسے وہم ہوا کہ اس کے پیسے چوری ہو گئے ہیں۔ وہ جلدی سے بھاگا بھاگا باہر آیا۔ اس وقت امام جعفر صادق علیہ الرحمۃ کہیں جا رہے تھے۔ وہ انہیں چمٹ گیا اور کہنے لگا:
''میری رقم۔؟''
امام جعفر صادق علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''کتنی رقم۔؟''
اس نے عرض کیا:
''ایک ہزار دینار۔''
امام جعفر صادق علیہ الرحمۃ اسے اپنے گھر لے گئے اور ایک ہزار دینار اسے دے دیئے۔ وہ آدمی جس جگہ رہائش اختیار کیے ہوئے تھا اس گھر میں آیا تو دیکھا کہ اس کے دینار گھر میں جس جگہ اس نے رکھے تھے، موجود ہیں اور اسے وہم ہوا تھا کہ وہ چوری ہو گئے ہیں۔ وہ امام جعفر صادق علیہ الرحمۃ سے معذرت کرنے کے لئے گیا اور آپ کے دینار واپس کر دیئے۔ آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا:
''جو چیز میں نے دے دی ہے اسے واپس نہیں لے سکتا۔''
اس حاجی نے مدینہ منورہ کے کسی باشندے سے پوچھا:
''یہ کون ہیں؟''
بتایا گیا:
''یہ حضرت جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی۔''

امام جعفر صادق اور جواں مردی: منقول ہے کہ شیخ شفیق بلخی علیہ الرحمۃ نے امام جعفر بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم سے ''جواں مردی'' کے بارے میں سوال کیا۔
امام جعفر صادق علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''آپ کرتے کیا ہیں؟''

شیخ شفیق بلخی علیہ الرحمۃ نے عرض کیا:
''اگر کچھ مل جائے تو شکر کرتے ہیں اور اگر نہ ملے تو صبر۔''
امام جعفر صادق علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''یہ کام تو ہمارے ہاں مدینہ طیبہ کے کتے بھی کرتے ہیں۔''
شیخ شفیق بلخی علیہ الرحمۃ نے عرض کیا:
''اے نواسہ رسول! آپ کے نزدیک جواں مردی کیا ہے؟''
امام جعفر صادق علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''اگر ہمیں مل جائے تو ہم اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اور اگر نہ ملے تو شکر کرتے ہیں۔''

شیخ ابن مسرو کی جواں مردی: شیخ ابو محمد بن محمد بن حسین الجریری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ شیخ ابو العباس بن مسرو علیہ الرحمۃ نے ہمیں ایک شب اپنے گھر پر دعوت دی۔ ہماری ایک دوست سے ملاقات ہوئی تو ہم نے کہا:
''آپ ہمارے ساتھ آئیں۔ شیخ نے ہماری ضیافت کی ہے۔''
اس نے کہا:
''شیخ نے تو مجھے دعوت نہیں دی۔''
ہم نے کہا:
''ہم آپ کے بارے میں ان سے اجازت لے لیں گے جس طرح کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے اجازت لی تھی۔''

پس ہم اسے اپنے ساتھ لے گئے۔ پس ہم جب شیخ کے دروازے پر پہنچے تو ہم نے شیخ کو سارا قصہ سنایا۔ شیخ نے فرمایا:
''آپ نے مجھے اپنے دل میں جگہ دی ہے کہ دعوت کے بغیر میرے گھر میں تشریف لائے۔ مجھے قسم ہے کہ میں یہاں بیٹھا رہوں گا یہاں تک کہ تم میرے رخسار پر قدم رکھو۔''
شیخ نے بہت اصرار کیا اور پھر اپنا رخسار زمین پر رکھ دیا۔ ہمارے دوست نے اپنا پاؤں تکلیف پہنچائے بغیر شیخ کے رخسار پر رکھا اور شیخ نے اپنے چہرے کو زمین سے اٹھایا۔ پھر ہم بیٹھنے کی جگہ بیٹھ گئے اور شیخ نے ہماری ضیافت فرمائی۔

شیخ ابو القاسم نصر آبادی اور علی قوال: جاننا چاہئے کہ جواں مردی یہ ہے کہ دوستوں کے عیوب کو چھپایا جائے خصوصاً اس وقت جب ان پر دشمن ہنستے ہوں۔
شیخ ابو عبد الرحمٰن سلمی علیہ الرحمۃ اکثر و بیشتر شیخ ابو القاسم نصر ابادی علیہ الرحمۃ سے کہتے:
''آپ کا ہم مجلس علی قوال رات کو تو شراب پیتا ہے اور دن کو آپ کی مجلس میں موجود ہوتا ہے۔''
شیخ ابو القاسم نصر آبادی علیہ الرحمۃ اس بات کا کوئی جواب نہ دیتے۔ اتفاقاً ایک دن شیخ ابو القاسم نصر آبادی علیہ الرحمۃ کہیں سفر پر جا رہے تھے۔ آپ کے ساتھ ایک ایسا آدمی بھی تھا جو علی قوال کے متعلق آپ کو بتایا کرتا تھا:
''میں نے علی کو ایک جگہ شراب میں دھت گرا ہوا دیکھا اور اس پر مستی کے اثرات ظاہر تھے اور وہ اس طرح ہو گیا جیسے وہ اپنا منہ دھو رہا ہے۔ ہم کب تک شیخ کو علی قوال کے متعلق خبریں دیتے رہیں گے اور وہ نہیں سنیں گے۔ یہ ہے علی کی حالت۔''
شیخ ابو القاسم نصر ابادی علیہ الرحمۃ نے علی قوال کی جانب دیکھا اور ملامت کرنے والے سے فرمایا:

''اس کو اپنی گردن پر اٹھاؤ اور اس کے گھر چھوڑ آؤ۔''

خبر دینے والے آدمی کو حکم ماننا پڑا۔

شیخ ابوحفص: شیخ مرتعش علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ہم شیخ ابوحفص عمر بن مسلمہ حداد کے ہمراہ ایک بیمار کی خبر گیری کے لئے گئے اور ہم کئی لوگ تھے۔ شیخ نے مریض سے سوال کیا:

''کیا تم بیماری سے نجات پانا پسند کرتے ہو؟''

اس نے عرض کیا:

''جی ہاں۔ ضرور۔''

شیخ ابوحفص علیہ الرحمۃ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

''تم اس کی بیماری اٹھالو۔''

پس بیمار تو اسی وقت تندرست ہو گیا اور ہم تمام ساتھی بیمار ہو گئے کہ ہماری عیادت کی جاتی تھی۔

☆☆☆

فصل نمبر 37:

فراست

صاحبان فراست کے لیے نشانیاں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ان فی ذلک لایت للمتوسمین))

''بے شک اس میں صاحبان فراست کے لیے نشانیاں ہیں۔'' (سورۃ الحجر، آیت نمبر:۷۵)

متوسمین کا معنی متفرسین (فراست والے) کیا گیا ہے۔

مومن کی فراست: سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله عزوجل))

''ڈرو مومن کی فراست سے پس بے شک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔''

(سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الحجر، رقم الحدیث ۳۱۲۷)

فراست کا معنی: ایک قول یہ ہے کہ جو چیز دل پر طاری ہو کر متضاد خیالات کو نکال باہر کرتی ہے اور دل پر اسی کا حکم ہوتا ہے اسے فراست کہا جاتا ہے۔

فراست کا مقابل: فراست لفظ فریسۃ السبع سے مشتق ہے (درندے کا شکار) نفس فراست کے مقابلے میں کوئی اور چیز تجویز کرنے کا اہل نہیں ہے۔

قوت ایمانی: فراست قوت ایمانی کے مطابق ہوتی ہے۔ جس آدمی کی ایمانی قوت جتنی زیادہ مضبوط ہوگی اس کی فراست بھی اتنی ہی تیز ہوگی۔

اللہ کے نور سے دیکھنے کا معنی: شیخ ابو سعید خراز علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جو آدمی نظر فراست سے دیکھتا ہے تو گویا وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور اس کا علم اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے جس میں سہو اور غفلت نہیں ہوتی بلکہ یہ اللہ کا فیصلہ ہوتا ہے جو زبان پر جاری رہتا ہے۔''

اللہ کے نور سے دیکھنے سے شیخ کی مراد یہ ہے کہ وہ ایسے نور سے دیکھتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔

فراست حقیقی معرفت ہے: شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ واسطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''بلاشبہ فراست وہ نور ہیں جو دلوں میں چمکتے ہیں اور ایسی معرفت ہے جو ایک غیب سے دوسرے غیب کی طرف رازوں کو اٹھاتی ہے حتیٰ کہ صاحب فراست چیزوں کو اس طرح ملاحظہ کرتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ اسے دکھاتا ہے۔ پس اس طرح وہ مخلوق کے قلوب کی باتوں پر آگاہ ہو جاتا ہے۔''

ایک حبشی کی فراست: شیخ ابو الحسن دیلمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں شہر انطاکیہ میں ایک حبشی سے ملا۔ مجھے خبر ملی تھی کہ وہ لوگوں کے راز بتاتا ہے۔ میں وہاں پر ٹھہرا رہا حتیٰ کہ وہ لکام نامی پہاڑ سے نکلا اور اس کے پاس کچھ جائز چیزیں تھیں جن کو وہ بیچ رہا تا۔ میں دو روز سے حالت فاقہ سے تھا۔ میں نے اس سے کہا:

''یہ کتنی رقم کا بیچو گے۔؟''

میں نے ایسا انداز اختیار کیا کہ گویا اس کے پاس جو کچھ ہے وہ سب میں خرید لوں گا۔ اس نے کہا:

''یہاں بیٹھو! جب ہم یہ چیزیں بیچ دیں گے تو تمہیں بھی کچھ دیں گے جس کے ساتھ تم کوئی چیز خرید سکو۔''

میں اسے چھوڑ کر ایک اور شخص کے پاس گیا اور میں نے اس پر ظاہر کیا کہ میں اس سے قیمت لگاؤں گا۔ میں لوٹ کر پھر اس پہلے شخص کے پاس آیا اور اس سے کہا:

''اگر تم یہ چیزیں بیچنا چاہتے ہو تو بتاؤ کہ ان کی قیمت کیا ہے۔؟''

اس نے کہا:

''تم دو روز سے فاقہ سے ہو۔ یہاں بیٹھو! حتیٰ کہ جب میں اسے فروخت کر دوں گا تو تمہیں بھی کچھ دے دوں گا تا کہ تم اس کے ساتھ کوئی چیز خرید سکو۔''

پس میں بیٹھ گیا۔ جب اس نے وہ چیز فروخت کر دی تو مجھے کچھ دے کر چلا گیا۔ میں اس کے پیچھے پیچھے چلا۔ اس نے میری طرف توجہ کی اور کہا:

''تمہیں جب کوئی حاجت پیش آئے تو اللہ کے سامنے پیش کیا کرو۔ ہاں اگر اس میں تمہارے نفس کے کسی خطے کا دخل ہے تو پھر اللہ کے سامنے پیش نہ کرنا ورنہ تم اللہ سے حجاب میں چلے جاؤ گے۔''

فراست اور ایمان: شیخ ابوبکر محمد بن علی الکتانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''فراست ایمان کے مقامات سے ہے۔ یہ یقین کا کشف اور غیب کا معائنہ ہے۔''

امام محمد و امام شافعی کی فراست: منقول ہے کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ اور حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ خانہ کعبہ میں تھے کہ ایک آدمی خانہ کعبہ میں داخل ہوا۔ حضرت امام محمد بن حسن علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''میری فراست کا کہنا ہے کہ یہ بڑھئی ہے۔''

امام شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''میری فراست کے مطابق یہ لوہار ہے۔''

اس آدمی سے اس بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا:

''پہلے میں لوہار تھا اور اب بڑھئی ہوں۔''

مستنبط: شیخ ابوسعید خراز علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''مستنبط (مسائل استنباط کرنے والا) وہ ہے جو ہمیشہ غیب کو ملاحظہ کرتا ہو اور اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہ ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلیل ہے:

((لعلمه الذين يستنبطونه منهم))

''تو یقیناً وہ اس سے جان لیتے جو بعد میں استنباط کرتے ہیں۔'' (سورۃ النساء، آیت نمبر ۸۳)

متوسم: متوسم وہ ہے جو علامت کی پہچان رکھتا ہو اور وہ استدلال اور علامات کے ذریعے لوگوں کے دلوں کی باتیں معلوم کر لیتا ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ان في ذلك لايت للمتوسمين))

''بے شک اس میں فراست والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔'' (سورۃ الحجر، آیت نمبر ۷۵)

متوسم وہ ہیں جو ان نشانیوں کی پہچان رکھتے ہیں جو اللہ نے دونوں گروہوں یعنی اپنے دوستوں اور دشمنوں کے لئے مقرر کر

دیں ہیں۔
متفرس: متفرس وہ ہیں جو نورِ الٰہی سے دیکھتے ہیں۔ انوار ان کے قلوب میں چمکتے ہیں تو انہیں معانی کا ادراک ہو جاتا ہے۔ یہ چیز ایمان کی خاصیتوں میں سے ہے۔ ان کے اعلیٰ درجے والے ربانیون کہلاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((کونوا ربانین))

''اللہ والے ہو جاؤ۔'' (سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۷۹)

اخلاقِ الٰہی: علماء اور حکماء جو اخلاقِ الٰہی سے مزین ہیں اسی کو دیکھتے ہیں اور اسی کے اخلاق کو اپناتے ہیں۔ وہ مخلوق کے بارے میں خبر دینے، ان کی طرف نظر کرنے اور ان میں مشغولیت سے فارغ ہوتے ہیں۔

شیخ منادی کی فراست: منقول ہے کہ شیخ ابوالقاسم منادی علیہ الرحمۃ نیشاپور کے مشہور ترین اور شان و شوکت والے شیوخ میں سے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ بیمار ہو گئے۔ شیخ ابوالحسین بوشجی علیہ الرحمۃ اور شیخ حسن حداد علیہ الرحمۃ ان کی تیمارداری کے لیے گئے اور راستے میں انہوں نے نصف درہم کے بدلے ایک سیب ادھار خریدا اور ان کے پاس لے آئے۔ شیخ ابوالقاسم منادی علیہ الرحمۃ نے جب سیب دیکھا تو فرمایا:

''یہ اندھیرا کیسا ہے؟''

دونوں شیوخ باہر گئے اور کہنے لگے:

''ہم نے کیا کیا ہے؟''

پھر کہنے لگے:

''شاید ہم نے سیب کی قیمت ادا نہیں کی۔''

پھر انہوں نے قیمت ادا کی اور دوسرے روز شیخ منادی کے پاس حاضر ہوئے۔ شیخ نے ان کو دیکھ کر فرمایا:

''تعجب ہے کہ کیا انسان اتنی جلدی تاریکی سے نکل سکتا ہے؟ مجھ پر اپنا معاملہ ظاہر کرو۔''

انہوں نے سارا قصہ سنایا تو شیخ منادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''ہاں! تم قیمت کی ادائیگی کے حوالے سے ایک دوسرے پر اعتماد کر رہے تھے اور دکاندار تقاضا کرنے میں تم دونوں سے حیاء کرتا تھا اس لیے تقاضا باقی تھا اور میں اس کا سبب تھا (کیونکہ تم نے میرے لئے خریدا تھا) اور میں نے یہ بات تم دونوں میں دیکھ لی تھی۔''

قلب کی نگہداشت: شیخ ابوالقاسم منادی علیہ الرحمۃ ہر روز بازار میں داخل ہو کر اونچی آواز میں پکارتے۔ جب ان کے پاس ایک دانگ یا نصف درہم کی رقم جوان کو کفایت کرتی، آ جاتی تو شیخ بازار سے نکل جاتے اور اپنے وقت اور اپنی قلبی حالت کی نگہداشت میں لگ جاتے۔

اسرار کو ملاحظہ کرنا: شیخ حسین بن منصور علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''کسی کے قلب پر جب حق غالب آ جاتا ہے تو وہ اسرار کو دیکھتا اور ان کے بارے میں باخبر کرتا ہے۔''

عالم ملکوت کی ارواح: ایک صوفی سے فراست کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''یہ عالم ملکوت میں گھومنے والی ارواح ہیں۔ یہ امورِ غیب سے باخبر ہو جاتی ہیں۔ پس صاحبانِ فراست اسرارِ حق کو اس طرح بیان کرتے ہیں گویا ان کا مشاہدہ کر رہے ہوں۔ یہ لوگ کوئی بھی چیز محض اندازے اور گمان سے بیان نہیں کرتے۔''

شیخ ابوعثمان حیری کی فراست: شیخ ذکریا نخشبی علیہ الرحمۃ کے قبل از توبہ ایک خاتون سے تعلقات تھے۔ شیخ ابوعثمان حیری علیہ

الرحمۃ کی مجلس اختیار کرنے کے بعد ایک روز شیخ زکریا شیخ ابوعثمان حیری کے سرہانے کھڑے تھے کہ انہیں اس خاتون کا خیال آیا۔ شیخ ابوعثمان حیری علیہ الرحمۃ نے ان کی جانب دیکھا اور فرمایا:

''کیا تمہیں شرم نہیں آتی۔؟''

شیخ ابوعلی دقاق کی فراست: جب میری اپنے استاذ شیخ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ سے نئی نئی ملاقات ہوئی تھی اس وقت میں مسجد مطرز میں وعظ کیا کرتا تھا۔ میں نے شیخ سے گزارش کی کہ میں نساء جانا چاہتا ہوں تو انہوں نے مجھے اجازت دے دی۔ ایک روز میں آپ کے ساتھ آپ کی مجلس کی طرف جا رہا تھا کہ دل میں خیال آیا کہ کاش میری عدم موجودگی میں آپ میری مجلس میں میری نیابت کریں۔ آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''میں تمہاری عدم موجودگی میں تمہاری مجلس میں نیابت کروں گا۔''

میں تھوڑی دیر چلا تو میرے دل پر خیال آیا کہ آپ علیل ہیں۔ ہفتے میں دو روز میری نیابت کرنا ان کے لئے باعث مشقت ہو گا۔ کاش وہ ہفتہ میں ایک دن پر اکتفاء کریں۔ پس وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''اگر میں ہفتہ میں دو روز نہ آسکا تو ایک روز ضرور تمہاری نیابت کروں گا۔''

پھر میرے دل میں تیسری مرتبہ ایک خیال آیا تو شیخ میری طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے صراحتاً اس چیز کو بیان فرمادیا۔

شیخ شاہ کرمانی: شیخ ابوعمرو بن نجید علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ حضرت شاہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ عظیم فراست کے مالک تھے اور آپ کی فہم و فراست زیادہ تر درست ہوا کرتی تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے:

''جو حرام چیزوں سے آنکھ بند کر لے، خواہشات سے اپنا دل مار ڈالے، اپنے نفس کو ہمیشہ ہمیشہ مراقبہ سے آباد رکھے، سنت کا پابند ہے اور حلال روزی کا عادی ہو اس کی فہم و فراست درست رہتی ہے۔''

فراست کس چیز سے پیدا ہوتی ہے: شیخ ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''صاحبانِ فراست کی فراست کس چیز سے پیدا ہوتی ہے؟''

انہوں نے فرمایا:

''اللہ کے اس قول سے:

((ونفخت فیہ من روحی))

''اور اس میں پھونک دوں اپنی طرف سے خاص اور معزز روح۔'' (سورۃ الحجر، آیت نمبر ۲۹)

پس جس آدمی کو اس نور سے کامل حصہ ملا اس کا مشاہدہ زیادہ مضبوط ہو گیا اور اس کے لئے فراست کا حکم بہت سچا ہو گا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت آدم علیہ السلام میں روح پھونکنے سے کس طرح ان کے لئے سجدہ واجب قرار دیا گیا۔؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سجدین))

''پس جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونک دوں تو تم اس کے لئے سجدے میں گر پڑنا۔''

(سورۃ ص، آیت نمبر: ۷۲)

شیخ ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ کے اس کلام میں کچھ ابہام ہے۔ وہ روح کے پھونکنے کا ذکر کر کے ان لوگوں کے کلام کو تقویت دے رہے ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ ارواح قدیم ہیں، حالانکہ معاملہ ایسا نہیں جیسا کمزور لوگوں کے دلوں پر ظاہر ہوتا ہے

کیونکہ جس چیز پر نفخ (پھونکنا)، اتصال اور انفصال درست ہوتا ہے وہ تاثیر اور تبدیلی کو قبول کرنے والا ہوتا ہے اور یہ علامات حدوث ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان کو بصیرت اور انوار کے ساتھ خاص کر رکھا ہے جس وجہ سے انہیں فراست حاصل ہوتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فانه ینظر بنور الله))

''پس بے شک مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے مراد یہ ہے کہ مومن اس علم اور بصیرت کے ساتھ دیکھتا ہے جس کے ساتھ اللہ نے اس کو مخصوص فرما دیا ہے اور اس معاملے میں عام لوگوں سے اسے ممتیز کر دیا ہے۔ علم و بصیرت کو نور کہنا کوئی نئی بات نہیں ہے اور اس کو نفخ کے ساتھ موصوف کرنا بھی عقل سے بعید نہیں اس سے مراد خلق ہے۔

متفرس کسے کہتے ہیں: شیخ حسین بن منصور علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جو نگاہِ اوّل سے ہی مقاصد تک پہنچ جائے اور وہ تاویل، گمان اور خیال کا حاجت مند نہ ہو اسے متفرس کہا جاتا ہے۔

فراستِ عارفین: منقول ہے کہ فراستِ مریدین تحقیق کو واجب کرنے والا ظن ہے اور فراستِ عارفین تحقیق ہے جو حقیقت کو واجب کرتی ہے۔

اہل صدق کی محفل: شیخ احمد بن عاصم انطا کی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اہل صدق کی محفل میں اچھے خیالات لے کر بیٹھو! کیونکہ یہ لوگ تمہارے قلوب میں اس طرح داخل ہوتے اور نکلتے ہیں کہ تمہیں محسوس بھی نہیں ہوتا۔''

پہلا خیال: شیخ ابوجعفر حداد علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''پہلا خیال جس میں کوئی تعارض نہ پایا جائے اس کو خواطر اور حدیث نفس کہا جاتا ہے۔''

شیخ شبلی اور اونی لباس: شیخ ابوعبداللہ رازی مہاجر نیشاپوری علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابن انباری علیہ الرحمۃ نے مجھے صوف پہننے کو دیا اور میں نے شیخ شبلی علیہ الرحمۃ کے سر پر ایک عمدہ ٹوپی دیکھی جو رنگت و ہیئت کے حوالے سے اس صوف سے ملتی جلتی تھی۔ میرے دل نے خواہش کی کہ کاش! یہ مجھے مل جائے۔ شیخ شبلی علیہ الرحمۃ جب وعظ کر کے اپنی مجلس سے اٹھے تو میری جانب طرف متوجہ ہوئے۔ میں ان کے پیچھے چلا اور ان کی عادت تھی جب وہ چاہتے کہ میں ان کے پیچھے جاؤں تو وہ میری طرف متوجہ ہوتے۔ جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو میں بھی داخل ہوا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا:

''اونی لباس اتارو''

میں نے اتار دیا۔ آپ نے اسے لپیٹا اور اس پر ٹوپی رکھ کر آگ منگوائی اور دونوں کو جلا دیا۔

فراست سے بچنا: شیخ ابوحفص نیشاپوری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''فراست کا دعویٰ کرنا کسی آدمی کے اختیار میں نہیں، لیکن اسے دوسروں کی فراست سے بچنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((اتقوا فراسة المؤمن))

''مومن کی فراست سے بچو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا: فراست اختیار کرو، بلکہ فرمایا مومن کی فراست سے بچو۔ پس آدمی کو دوسروں کی فراست سے بچنا چاہیے۔ اس کے لیے فراست کا دعویٰ درست نہیں۔

ایک صوفی کی فراست: شیخ ابوالعباس بن مسروق علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں ایک صوفی کی بیمار پرسی کے لئے گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ بہت خستہ حالت میں ہے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا:

((من این یرزق هذا الشیخ؟))

''یہ شیخ رزق کہاں سے حاصل کرتا ہوگا؟''

اس نے کہا:

((یاابو العباس ادع عنك هذه الخواطر الدنیئة فان لله الطافا خفیة))

''اے عباس کے باپ! دور کر دو اپنے آپ سے ان گھٹیا خیالات کو۔ پس بے شک یہ سب کچھ اللہ ہی کی عنایات ہیں۔''

شیخ خواص کی فراست: شیخ زبیدی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں فقراء کے ایک گروہ سمیت مسجد بغداد میں تھا اور کئی روز سے ہم نے کھانا نہیں کھایا تھا۔ میں نے نیت کی کہ شیخ خواص علیہ الرحمۃ سے کچھ مانگ لاتا ہوں۔ جب انہوں نے میری طرف دیکھا تو فرمایا:

''تمہاری حاجت کو اللہ جانتا ہے یا نہیں؟''

میں نے عرض کیا:

''بخوبی جانتا ہے۔''

شیخ نے فرمایا:

''پھر سکوت اختیار کرو اور اپنی حاجات مخلوق پر ظاہر نہ کرو۔''

پس میں واپس مسجد میں آ گیا۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ہماری ضرورت پوری کر دی گئی۔

شیخ سہل بن عبداللہ: منقول ہے کہ شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ ایک روز جامع مسجد میں تشریف فرما تھے کہ سخت گرمی کے باعث ایک کبوتر مسجد میں گر پڑا۔ شیخ سہل علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اس وقت شیخ شاہ کرمانی وصال پا گئے ہیں۔''

لوگوں نے وہ وقت لکھ لیا تو یہ عین وہی وقت تھا جب شیخ نے وصال پایا تھا۔

شیخ عبداللہ: منقول ہے کہ شیخ عبداللہ تروغندی علیہ الرحمۃ اپنے زمانے کے بہت بڑے صوفی تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے طوس شہر کی طرف سفر فرمایا۔ مقام حرمیں پہنچ کر آپ نے اپنے مصاحب سے فرمایا:

''روٹی خرید لاؤ۔''

وہ اتنا کھانا خرید لایا جو ان دونوں کو کفایت کرتا ہو۔

شیخ نے فرمایا:

''اس سے زیادہ خریدو۔''

آپ کے مصاحب نے جان بوجھ کر اس قدر روٹی خریدی جو دس آدمیوں کے لئے کافی تھی گویا وہ شیخ کے قول کی حقیقت تک نہ پہنچا۔

جب ہم پہاڑی کے اوپر پہنچے تو وہاں ایک گروہ کو ڈاکوؤں نے قید کر رکھا تھا اور ایک مدت سے انہوں نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ انہوں نے ہم سے کھانا مانگا تو شیخ نے کہا:

''یہ کھانا ان کو دے دو۔''

شیخ عبدالرحمٰن سلمی کی فراست: میں (مصنف کتاب) ایک روز شیخ استاذ امام ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کے پاس تھا کہ شیخ عبد الرحمٰن سلمی علیہ الرحمۃ کی باتیں ہونے لگیں کہ وہ فقراء کی موافقت میں محفل سماع میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔

شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''ان جیسے شخص کے ساتھ اس طرح کا معاملہ ہو سکتا ہے۔؟ شاید! ان کے لئے سکون بہتر ہو۔ تم ان کے ہاں جاؤ! وہ اپنی لائبریری میں ہوں گے۔ کتابوں کے اوپر ایک چھوٹی سی سرخ رنگ کی کتاب ہوگی جس میں شیخ حسین بن منصور علیہ الرحمۃ کے اشعار ہوں گے۔ تم وہ کتاب اٹھا لاؤ اور انہیں کچھ نہ کہنا۔''

عین دوپہر کا وقت تھا۔ میں شیخ عبدالرحمٰن سلمی کے پاس گیا۔ دیکھا تو وہ بیٹھے ہوئے تھے اور وہ کتاب اسی جگہ پڑی تھی جہاں شیخ نے بتایا تھا۔ جب میں بیٹھ گیا تو شیخ عبدالرحمٰن سلمی میرے ساتھ گفتگو فرمانے لگے اور فرمایا:

''ایک آدمی ایک عالم پر اس لیے اعتراض کرتا تھا کہ وہ سماع میں حرکت کرتا تھا؟ تو اس عالم نے اس آدمی کو ایک روز اپنے گھر میں خلوت میں یوں چکر لگاتے دیکھا جیسے کوئی وجد والا چکر لگاتا ہو۔ اس سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے بتایا کہ ایک مشکل مسئلہ تھا جو حل نہ ہوتا تھا، پھر حل ہو گیا تو میں خوشی کے باعث اپنے اوپر قابو نہ پا سکا حتیٰ کہ میں نے اٹھ کر چکر لگانا شروع کر دیا۔ اس آدمی کو بتایا گیا کہ علماء صوفیاء کا بھی یہی حال ہوتا ہے (جس پر تو اعتراض کرتا ہے)''

جب میں نے یہ کیفیت دیکھی جس کا ذکر شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ نے کیا تھا اور شیخ ابوعبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ کی زبانی میں نے یہ قصہ سن لیا تو میں حیران ہو گیا کہ اب میں کیا کروں۔؟ میرے قلب نے کہا کہ سچ کے علاوہ کوئی راہ نہیں۔ میں نے کہا:

''شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ نے مجھے اس کتاب کے بارے میں فرمایا تھا اور ارشاد فرمایا تھا کہ شیخ کی اجازت کے بغیر اٹھا لانا لیکن اب مجھے آپ سے ڈر لگتا ہے اور میں شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کے حکم کی خلاف ورزی بھی نہیں کر سکتا۔ آپ کیا کہتے ہیں؟''

شیخ عبدالرحمٰن سلمی علیہ الرحمۃ نے ایک کتاب نکالی جس میں شیخ حسین بن منصور کی مسدس تھی اور اس جلد میں ان کی اپنی تصنیف ''الصیھور فی نقض الدھور'' بھی تھی۔ پھر فرمایا:

''یہ ان کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہنا کہ میں اس کتاب کو پڑھتا ہوں اور اس کے اشعار اپنی کتابوں میں لکھتا ہوں۔''

پس میں وہ کتاب لے کر آ گیا۔''

جماعت صوفیاء کا کھانا: شیخ حسن حداد علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابوالقاسم منادی علیہ الرحمۃ کے پاس میں اور فقراء کا ایک گروہ موجود تھا۔ شیخ نے فرمایا:

''آپ جائیں اور فقراء کے لئے کچھ لے کر آئیں۔''

میں بہت خوش ہوا کہ شیخ نے مجھے فقراء کیلئے کچھ لانے کا حکم دیا ہے، حالانکہ وہ جانتے تھے کہ میں خود محتاج ہوں۔ پس میں نے ایک ٹوکری لی اور بازار کی طرف چلا گیا۔ جب میں سیار محلے میں پہنچا تو میں نے ایک خوبصورت بوڑھے شخص کو دیکھا۔ میں نے اس سے سلام لی اور کہا:

''فقراء کا ایک گروہ فلاں جگہ پر جمع ہے۔ کیا آپ ان سے کچھ حسن سلوک کرنا چاہتے ہیں۔؟''

ان کے کہنے پر مجھے کچھ چپاتیاں، گوشت اور کشمش مل گئی۔ جب میں دروازے پر پہنچا تو شیخ ابوالقاسم منادی علیہ الرحمۃ نے دروازے کے پیچھے سے پکارا:

''یہ چیزیں اسی جگہ لے جاؤ جہاں سے لائے ہو۔''

پس میں الٹے پاؤں واپس چلا گیا اور شیخ سے معذرت کی۔ میں نے کہا:

''میں نے جماعت صوفیاء کو وہاں نہیں پایا۔''

میں نے اشارۃً کہا کہ وہ جماعت وہاں سے منتشر ہو گئی ہے اس لیے چیزیں واپس لے آیا ہوں۔ پھر میں بازار میں گیا تو اللہ نے مجھے ایک چیز عطاء فرمادی اور میں اسے اس مجلس میں لے آیا۔ انہوں نے فرمایا:

''آجاؤ۔''

پس میں نے ان کو سارا قصہ سنایا تو انہوں نے فرمایا:

''ہاں! یہ شخص ابن سیار حکومتی آدمی ہے۔ جب تم صوفیوں کے لئے کوئی چیز لاؤ تو اس قسم کی چیز لاؤ اس طرح کی نہ لاؤ جس طرح کی پہلے لائے تھے۔''

ایک فقیر کی خواہش: شیخ ابوالحسین قرانی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں شیخ ابوالخیر تیناتی علیہ الرحمۃ سے ملا۔ جب میں نے ان سے رخصت چاہی تو وہ میرے ساتھ ساتھ مسجد کے دروازے تک آئے اور فرمایا:

''اے حسین کے باپ! بلاشبہ مجھے معلوم ہے آپ زادراہ کے طور پر اپنے پاس کوئی چیز نہیں رکھتے مگر یہ دو سیب اپنے ساتھ لے جائیں۔''

پس شیخ نے مجھے دو سیب دیئے، میں نے وہ دونوں سیب لیے اور اپنے پاس رکھ لیے۔ تین روز تک مجھے کوئی چیز نہ ملی تو میں نے ان میں سے ایک سیب نکال کر کھالیا۔ پھر میں نے دوسرا سیب نکالنے کا ارادہ کیا تو دیکھا کہ میری جیب میں تو دو سیب ہیں۔ شہر موصل پہنچنے تک میں ان دونوں سیبوں کو کھاتا رہا تو میرے دل میں خیال آیا کہ ان سیبوں سے میرا توکل خراب ہو جائے گا۔ پس میں نے ان دونوں سیبوں کو ایک ہی مرتبہ جیب سے نکالا تو میں نے دیکھا کہ ایک فقیر چادر میں لپٹا ہوا کہہ رہا ہے:

''مجھے سیب کی خواہش ہے۔''

میں نے وہ دونوں اسے دے دیئے۔ جب میں سفر کرتے ہوئے آگے بڑھا تو میرے دل میں خیال آیا کہ شیخ نے یہ دونوں سیب اس فقیر کے لئے بھیجے تھے۔ اس وقت راستے میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ تھا۔ میں فقیر کے پاس واپس آیا لیکن اس کو نہ مل سکا۔

ایک نوجوان کی فراست: شیخ ابوعمر بن علوان علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ ایک نوجوان نے سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ لرحمۃ کی مصاحبت میں ایک عرصہ گزارا۔ وہ لوگوں کے دلوں کے خیالات بتا دیا کرتا تھا۔ یہ بات سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ رحمۃ کو بتائی گئی تو انہوں نے اس نوجوان سے فرمایا:

''تمہارے بارے میں یہ کس طرح کی بات کی گئی ہے۔؟''

اس نے عرض کیا:

''آپ دل میں کوئی خیال لے کر آئیں۔''

شیخ نے فرمایا:

''میں نے ایک بات سوچ لی۔''

نوجوان نے عرض کیا:
''آپ نے فلاں فلاں بات سوچی ہے۔''
سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''نہیں۔''
اس نے عرض کیا:
''آپ دوبارہ کسی چیز کا خیال کریں۔''
شیخ نے پھر کوئی بات سوچی تو اس نوجوان نے کہا:
''آپ نے فلاں فلاں بات خیال کی ہے۔''
سیدالطائفہ نے فرمایا:
''نہیں۔''
اس نے پھر عرض کیا کہ آپ تیسری مرتبہ پھر کوئی بات سوچ لیں۔ سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے پھر ایک بات سوچ لی تو نوجوان نے عرض کیا:
''آپ نے فلاں بات سوچی ہے۔ یہ عجیب معاملہ ہے کہ آپ بھی سچے شخص ہیں اور میں بھی اپنے قلب کو جانتا ہوں۔''
سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''تو نے تینوں بار سچ کہا لیکن میں تیرا امتحان لینا چاہتا تھا کہ آیا (میرے انکار کی وجہ سے) تیرے دل میں کوئی تبدیلی تو نہیں آتی۔''
شیخ ابن رقی اور شیخ ابوعثمان کی فراست: شیخ ابوعمر بن علوان علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ شیخ ابن رقی علیہ الرحمۃ بیمار ہو گئے تو ان کے لئے ایک پیالے میں دوائی لائی گئی۔ انہوں نے اسے پکڑ کر فرمایا:
''آج کوئی عظیم حادثہ رونما ہوا ہے۔ جب تک مجھے اس کے بارے میں معلوم نہ ہو جائے اس وقت تک میں نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔''
چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ اسی روز قرمطی مکہ مکرمہ میں داخل ہوا اور اس نے ایک بہت بڑی جماعت کو قتل کیا۔
شیخ ابوعثمان مغربی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ کسی نے شیخ ابن رقی کا یہ واقعہ شیخ علی ابن کاتب علیہ الرحمۃ کو سنایا تو انہوں نے فرمایا:
''یہ عجیب بات ہے۔''
میں نے عرض کیا:
''یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے۔''
شیخ علی بن کاتب علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''آج مکہ مکرمہ کی کیا خبر ہے؟''
میں نے عرض کیا:
''بنوطلحہ اور بنوحسن آپس میں لڑ رہے ہیں اور بنوطلحہ کا سردار سیاہ رنگ کا ہے جس نے سرخ رنگ کا عمامہ پہنا ہوا ہے اور اس وقت مکہ مکرمہ پر بادل چھائے ہوئے ہیں جنہوں نے تمام حرم کو گھیر رکھا ہے۔''

شیخ ابوعلی ابن کاتب نے یہ بات مکہ مکرمہ لکھ بھیجی تو اسی طرح تھا جس طرح میں نے کہا تھا۔

سیدنا عثمان غنی کی فراست: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں خلیفہ سوم سیدنا عثمان بن عفان ذوالنون رضی اللہ عنہ کے ہاں گیا اور میں نے راستے میں ایک خاتون کو دیکھا اور اس کے حسن کے بارے میں غور کیا تھا تو سیدنا عثمان غنی ذوالنون رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میرے پاس ایک آدمی آتا ہے اور اس پر زنا کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔''

میں نے عرض کیا:

''کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی آپ پر نازل ہونا شروع ہو گئی ہے۔؟''

انہوں نے فرمایا:

((لا، ولکن تبصرة و برھان و فراسة صادقة))

''نہیں، بلکہ بصیرت، برہان اور سچی فراست موجود ہے۔''

ایک فقیر کی فراست: شیخ ابوسعید خراز علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں خانہ کعبہ میں گیا تو میں نے دو قمیصوں والے ایک فقیر کو دیکھا کہ لوگوں سے مانگ رہا ہے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا:

''یہ لوگوں پر بوجھ ہے۔''

اس فقیر نے میری جانب آنکھ اٹھا کر دیکھا اور کہا:

((واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروہ))

''اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تمہارے نفسوں میں ہے تو اس سے ڈرو۔'' (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر: ۲۳۵)

یہ سن کر میں نے دل ہی دل میں استغفار کیا تو اس فقیر نے پھر میری جانب دیکھا اور کہا:

((وھو الذی یقبل التوبة عن عبادہ و یعفوا عن السیئات ویعلم ما تفعلون))

''اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔''

(سورۃ الشوریٰ، آیت نمبر: ۲۵)

ایک یہودی نوجوان: شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں شہر بغداد میں جامع مسجد مدینہ میں تھا اور وہاں جماعت فقراء کا قیام تھا۔ پس ہمارے پاس ایک خوش طبع، خوشبو والا، صاحب مقام اور خوبصورت نوجوان آیا تو میں نے اپنے دوستوں سے کہا:

''یہ یہودی ہوگا۔''

سب دوستوں نے میری بات کو ناپسند کیا۔ پس میں باہر گیا اور وہ نوجوان بھی باہر چلا گیا۔ پھر وہ نوجوان میرے ساتھیوں کے پاس گیا اور کہنے لگا:

''شیخ نے میرے بارے میں کیا کہا تھا؟''

انہوں نے بتاتے ہوئے شرم محسوس کی تو اس نے اصرار کیا۔ چنانچہ انہوں نے بتایا کہ شیخ نے کہا ہے:

''یہ یہودی ہے۔''

پس وہ میرے پاس آیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اس سے پوچھا گیا:

''تیرے قبول اسلام کا کیا سبب ہے؟''

اس نے کہا:

((نجد فی کتبنا ان الصدیق لا تخطئی فراسة))

''ہم نے اپنی کتب میں تحریر پایا ہے کہ صدیق کی فراست خطا نہیں کرتی۔''

پس میں نے کہا کہ میں اہل اسلام کی آزمائش کروں گا۔ پس میں نے ان میں غور کیا اور کہا:

''اگر ان میں کوئی صدیق ہے تو یہی گروہ ہے کیونکہ یہی لوگ اللہ سبحانہ کا کلام پڑھتے ہیں۔''

لہٰذا میں نے تم سے اپنا معاملہ چھپالیا۔ جب اس شیخ کو مجھ پر اطلاع ہوگئی اور میرے بارے میں انہوں نے فراست کی بات کہی تو میں جان گیا کہ یہ صدیق ہیں۔

صوفیاء کہتے ہیں کہ یہ نوجوان اپنے زمانے کے بڑے صوفیاء میں سے ہوا ہے۔

جن کو فراست نہیں ملی: شیخ محمد بن داؤد علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ ہم شیخ ابو محمد بن محمد بن حسین الجریری علیہ الرحمۃ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا:

''کیا تم میں کوئی ایک ایسا آدمی ہے کہ اللہ جب اپنی سلطنت میں کوئی واقعہ پیدا کرنا چاہے تو اس کو ظاہر کرنے سے پہلے اس شخص کو خبر دے دے؟''

ہم نے عرض کیا:

''نہیں۔''

انہوں نے فرمایا:

((ابکوا علی قلوب لم تجد من اللہ تعالیٰ شیئاً))

''ان دلوں پر گریہ کرو جنہوں نے اللہ سے کچھ حاصل نہیں کیا۔''

شیخ ابایزید بسطامی کی فراست: شیخ ابو موسیٰ دیلمی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں نے شیخ عبدالرحمٰن بن یحییٰ سے توکل کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

''اگر تمہارا ہاتھ کلائی تک سانپ کے منہ میں چلا جائے تو پھر بھی اللہ کے علاوہ کسی سے خوف نہ کھاؤ۔''

میں نے سوچا کہ شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کے پاس جاتا ہوں اور ان سے توکل کے بارے میں سوال کرتا ہوں۔ پس میں ابھی ان کے دروازہ پر دستک دے رہا تھا کہ انہوں نے فرمایا:

''کیا تمہارے لیے عبدالرحمٰن بن یحییٰ کا قول کافی نہیں۔؟''

میں نے عرض کیا:

''دروازہ تو کھولیے۔''

شیخ بسطامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''تم مجھے دیکھنے کے لیے نہیں آئے، بلکہ سوال کا جواب پوچھنے آئے تھے اور جواب تمہیں دروازے کے پیچھے سے جواب مل چکا ہے۔''

پس شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے میرے لیے دروازہ ہی نہ کھولا حتیٰ کہ میں واپس آگیا۔

ایک برس بعد میں شیخ بسطامی علیہ الرحمۃ کی زیارت کے لیے گیا تو انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا۔ پس میں ان کے ہاں ایک ماہ رہا تو میرے قلب میں جو بات آتی وہ مجھ سے بیان نہ کرتے۔ میں ان سے رخصت ہونے لگا تو میں نے ان سے عرض کیا:

''مجھے نصیحت کیجئے۔!''

انہوں نے فرمایا:

''مجھے میری والدہ نے کہا تھا کہ جب میں ان کے بطن میں تھا اس وقت اگر ان کے سامنے حلال کھانا رکھا جاتا تو وہ کھالیتی لیکن اگر کسی کھانے میں شبہ ہوتا تو ان کا ہاتھ آگے نہ بڑھتا (اس لیے تم بھی حلال کھانے کی کوشش کیا کرو)۔''

ایک بڑھیا کی فراست: شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بیابان میں تھا کہ مجھے سخت تکلیف ہوئی۔ جب میں مکہ مکرمہ میں پہنچا تو میرے قلب میں کچھ غرور آ گیا۔ ایک بوڑھی عورت نے مجھے پکار کر کہا:

''اے ابراہیم! میں بیابان میں تمہارے ساتھ تھی لیکن میں نے تم سے بات نہ کی کیونکہ میں نہیں چاہتی تھی کہ آپ کے باطن کو کسی اور طرف مشغول کر دوں۔ پس وسوسوں کو دل سے نکال پھینکو۔''

شیخ ابوعثمان حیری کی فراست: منقول ہے کہ شیخ فرغانی علیہ الرحمۃ ہر برس حج کرتے تھے۔ سفر کے دوران آپ کا گزر نیشاپور سے ہوتا تھا، لیکن آپ کبھی بھی شیخ ابوعثمان حیری علیہ الرحمۃ کے پاس نہ گئے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ شیخ ابوعثمان حیری علیہ الرحمۃ کے پاس حاضر ہوا اور ان کو سلام کیا، لیکن انہوں نے مجھے جواب نہ دیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا:

''ایک مسلمان ان کے پاس آتا ہے اور ان کو سلام کرتا ہے لیکن یہ اسے سلام کا جواب نہیں دیتے۔''

اسی وقت شیخ ابوعثمان حیری نے فراست سے میرا خیال جان لیا اور فرمایا:

''ایک شخص حج کو جاتا ہے اور اپنی ماں کو اکیلا چھوڑ جاتا ہے۔ پس وہ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش نہیں آتا۔''

شیخ فرغانی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں یہ سنتے ہی واپس فرغانہ آیا اور اپنی والدہ کی خدمت میں لگ گیا حتیٰ کہ میری والدہ کا وصال ہو گیا۔ میں اس کے بعد شیخ ابوعثمان حیری علیہ الرحمۃ کی زیارت کے لیے گیا۔ جب میں ان کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے میرا استقبال کیا اور مجھے اپنے پاس بٹھایا۔

شیخ فرغانی کہتے ہیں:

''میں نے ان سے درخواست کی کہ میں آپ کے پاس رہ کر آپ کے جانوروں کی نگہداشت کرنا چاہتا ہوں۔ پس انہوں نے یہ ذمہ داری مجھے سونپ دی حتیٰ کہ شیخ کا وصال ہو گیا۔''

سید الطائفہ کی فراست: شیخ خیر النساج علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے قلب میں یہ خیال پیدا ہوا جیسے سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ دروازے پر ہیں۔ میں نے کہا کہ مجھے گمان ہو رہا ہے، ایسا ویسا کچھ نہیں۔ پس دوبارہ حتیٰ کہ تیسری بار بھی یہ خیال آیا تو میں نے دروازہ کھولا تو سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کو سامنے پایا۔

مجھے دیکھ کر انہوں نے فرمایا:

((لم لم تخرج مع الخاطر الاول))

''پہلی مرتبہ خیال آنے پر تم باہر کیوں نہیں نکلے۔؟''

شیخ ابوعثمان مغربی کی فراست: شیخ محمد بن حسین بسطامی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں شیخ ابوعثمان مغربی علیہ الرحمۃ کے ہاں گیا تو میں نے دل ہی دل میں کہا:

''ہوسکتا ہے کہ وہ مجھ سے کوئی چیز طلب کریں۔''
پس شیخ ابوعثمان مغربی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''کیا لوگوں کے لئے یہ بات کافی نہیں کہ میں ان کے تحائف قبول کرتا ہوں حتیٰ کہ وہ مجھ سے یہ چاہتے ہیں کہ میں ان سے مانگا کروں۔''

شیخ مرتعش کی فراست: ایک صوفی کا کہنا ہے کہ میں شہر بغداد میں تھا کہ میرے قلب میں گمان پیدا ہوا کہ شیخ مرتعش علیہ الرحمۃ مجھے پندرہ چاندی کے سکے دیں تا کہ میں ان کے ساتھ چھاگل، رسی اور جوتا خریدوں اور جنگل میں جاؤں۔

پس اسی وقت میرے گھر کے دروازہ پر دستک دی گئی۔ میں نے دروازہ کھولا تو شیخ مرتعش تھے اور ان کے پاس چھوٹا سا کپڑا بھی تھا۔ آپ نے فرمایا:
''اسے لے لو۔''
پس میں نے کہا:
''اے میرے آقا! میں نے اس کا ارادہ نہیں کیا۔''
انہوں نے فرمایا:
''پھر ہمیں اذیت کیوں پہنچاتے ہو؟ تم نے چاندی کے کتنے سکے مانگے تھے۔؟''
میں نے عرض کیا:
''پندرہ۔''
شیخ نے فرمایا:
''یہ پندرہ درہم ہی تو ہیں۔''
اللہ کے ارشاد کا مفہوم: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
((او من کان میتاً فاحیینا))
''اور کیا وہ مردہ نہیں تھا کہ ہم نے اس کو زندہ کیا۔'' (سورۃ الانعام، آیت نمبر ۱۲۲)
اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں ایک صوفی سے پوچھا گیا تو اس نے کہا:
''اس سے مراد وہ آدمی ہے جس کا ذہن مردہ تھا پھر اللہ نے اسے نور فراست کے ساتھ زندہ کر دیا اور اس کے لئے تجلی اور مشاہدہ کا نور پیدا کر دیا۔ وہ اس آدمی کی طرح نہیں جو غافل لوگوں کے درمیان غفلت کے ساتھ چلتا ہے۔''

مشاہدہ کی طرف ترقی: منقول ہے کہ صاحب فراست اس وقت مشاہدہ کی طرف ترقی پاتا ہے جب اس کی فراست درست ہوتی ہے۔

شیخ ابن مسروق کی فراست: شیخ ابوالعباس بن مسروق علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں ایک مرتبہ ایک بوڑھا آدمی آیا اور ہم سے تصوف کے انداز پر گفتگو کرنے لگا۔ اس کی گفتگو بہت ہی شیریں تھی۔ اس نے اپنی بعض گفتگو کے دوران ہم سے کہا:
''مجھے وہ سب کچھ بتاؤ جو تمہارے دلوں میں ہے۔''

پس اسی وقت میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ یہ آدمی یہود میں سے ہے۔ پس میرا گمان مضبوط سے مضبوط تر ہوتا گیا۔ میں نے یہ بات شیخ محمد بن حسین الجریری علیہ الرحمۃ کو بتائی تو انہوں نے اسے ناپسند کیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا:

''میں یہ بات اس آدمی پر ظاہر کر کے رہوں گا۔''

پس جب وہ ہمارے پاس آیا تو میں نے اس سے کہا:

''تمہارا کہنا تھا کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں آئے وہ مجھے بتاؤ۔ پس میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا گیا ہے کہ تم یہودی ہو۔''

تھوڑی دیر کے لیے اس نے سر جھکا دیا اور پھر کہنے لگا:

''تم سچ کہتے ہو۔''

پھر اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور کہنے لگا:

''میں تمام مذاہب کا تجربہ کر چکا ہوں اور میں کہتا تھا کہ اگر کسی کے پاس خدائی طاقت ہے تو وہ مسلمان ہی ہیں۔ پس میں تمہیں آزمانے کیلئے آیا تھا۔ پس مجھ پر عیاں ہو گیا کہ تم لوگ حق پر ہو۔''

اس کے بعد اس نے ایک اچھے مسلمان کے طور پر زندگی گزاری۔

شیخ سری سقطی کی فراست: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ مجھ سے کہا کرتے تھے:

''تم لوگوں کو وعظ کیا کرو۔''

میرا دل لوگوں سے وعظ کرنے میں جھجک محسوس کرتا تھا اور میں اپنے آپ کو اس کام کے لائق بھی نہیں سمجھتا تھا۔ پس میں جمعہ کی رات کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشروف ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تکلم علی الناس))

''لوگوں کو وعظ کیا کرو۔''

جب میں بیدار ہوا تو اسی وقت شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کے گھر گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے فرمایا:

''تم نے میری بات نہیں مانی حتیٰ کہ تم سے کہا گیا۔''

دوسرے روز شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ مسجد میں تشریف فرما ہوئے اور لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ جنید بغدادی لوگوں کو وعظ کرنے کیلئے بیٹھے ہیں۔ ایک عیسائی لڑکا بھیس بدل کر شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کے پاس آیا اور کہنے لگا:

''اے شیخ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب کیا ہے:

((اتقوا فراسة المؤمن فان المؤمن ینظر بنور اللہ تعالیٰ))

''ڈرو مومن کی فراست سے پس بے شک مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔'' (سنن ترمذی)

شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ نے اپنا سر جھکایا اور پھر فرمایا:

((اسلم، فقد حان وقت اسلامك))

''اسلام لے آؤ۔ پس تحقیق تمہارے اسلام کا وقت آ چکا ہے۔''

((فاسلم الغلام))

''پس اس لڑکے نے اسلام قبول کر لیا۔''

اضافہ از مترجم: ارباب فراست کی تعریف کرتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''بلاشبہ ان میں اہل فراست کے لیے بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔''

پھر ارشاد ہے:

''انہیں جاہل سوال نہ کرنے کے سبب مالدار سمجھتے ہیں۔تم انہیں ان کی پیشانیوں سے پہچان لوگے۔''

پھر ارشاد ربانی ہے:

''اگر ہم چاہتے توانہیں آپ کو دکھا دیتے،آپ انہیں ان کے چہروں سے اوران کے طرز کلام سے پہچان جائیں گے۔''

معلوم ہوا کہ اصل فراست دل سے متعلق ہے جو صاف وشفاف،میل کچیل سے پاک ہوتی ہے اور تقرب کی دلیل ہے۔ مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے جو اللہ نے اس کے دل میں مقرر فرمایا ہے۔

حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مومن کی فراست سے ڈرتے رہو،کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔''

مومن کو اللہ کے قرب سے فراست حاصل ہوتی ہے،کیونکہ جب دل اللہ کے قریب ہوجاتا ہے تو اس سے ادراک اور معرفت الٰہی کی رکاوٹیں دور ہوجاتی ہیں،وہ اپنے مقام کے مطابق اللہ کے قریب والے روزن سے روشنی حاصل کرتا ہے اور اس روشنی میں ان چیزوں کا مشاہدہ کرلیتا ہے جو محجوب اور بعید کو دکھائی نہیں دیتیں۔

حدیث قدسی میں ارشاد باری ہے:

''میرے قرب کے لیے فرائض سب سے اہم حصہ ادا کرتے ہیں اور بندہ نوافل سے بھی میرے قریب آتا رہتا ہے،حتی کہ مجھے اس سے محبت ہوجاتی ہے۔پھر جب میں اس سے پیار کرنے لگتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے،میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے'میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔''

یعنی پھر وہ میری ہی بات سنتا ہے'میری ہی بنائی ہوئی چیز دیکھتا ہے'میرے ہی حکم کے مطابق پکڑتا ہے اور میرے ہی حکم کے مطابق قدم اُٹھاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت تقرب الٰہی سے حاصل ہوتی ہے اور جب اللہ رب العزت تبارک وتعالیٰ چاہتا ہے تو بندے کے تمام اعضاء اس کے حکم کے مطابق حرکت کرنے لگتے ہیں اور اس کا دل ایک صاف وشفاف آئینہ کی مانند بن جاتا ہے جس میں حقائق بلاکم وکاست نظر آنے لگتے ہیں اور اس کی فراست خطا نہیں کرتی۔یہ علم غیب نہیں ہے بلکہ علام الغیوب نے اسے دل میں ڈال دیا ہے جو اس سے قریب ہے،اس کے نور سے جگمگا رہا ہے اور وہم اور وسوسہ سے کہیں بلند تر ہے۔

جب دل پر نور کا غلبہ ہوجاتا ہے تو اس کی کرنیں اعضاء تک بھی پہنچ جاتی ہیں۔یہی نور دل سے آنکھوں میں آتا ہے اور کاشف حقائق ہوتا ہے۔

فراست کی نایاب مثالیں: 1: حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان جو مقتدی ہوتے تھے انہیں دل کی آنکھوں سے یا نور فراست سے نماز میں دیکھ لیتے تھے۔

2: ایک مرتبہ حضور پرنور سید یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مکہ شریف میں اپنی آنکھوں سے بیت المقدس کا معائنہ کیا۔

3: پھر ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مدینہ منورہ شریف میں خندق کھودتے کھودتے شام کے محلات'صنعاء کے در و دیوار اور کسریٰ کے شہر دیکھ لیے۔

4: ایک مرتبہ حضور نبی کریم علیہ افضل التحیۃ والتسلیمات نے مدینہ منورہ شریف میں موتہ میں لڑنے والے سپہ سالاروں کو شہید

ہوتے دیکھ لیا۔

5: ایک مرتبہ شاہ حبشہ کو حبشہ میں وفات پاتے ہوئے دیکھ لیا۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت مدینہ منورہ میں تھے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میدان میں جا کر غائبانہ نماز بھی پڑھی۔

6: حضرت سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فارس کی سرزمین نہاوند میں اپنے سپہ سالار اور مسلمانوں کے لشکر کو دشمن سے لڑتا ہوا دیکھ لیا اور ہدایت فرمائی:

((یا ساریة الجبل))

''اے ساریہ! پہاڑ کی طرف دیکھو!''

حالانکہ آپ اُس وقت مدینہ منورہ میں تھے۔

7: ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس مذحج کے چند آدمی جن میں اشتر نخعی بھی تھے' آئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشتر کو خوب غور سے دیکھ کر دریافت کیا:

''یہ کون ہے۔؟''

بتایا گیا:

''یہ مالک بن حارث ہے۔''

ارشاد فرمایا:

''اسے کیا ہو گیا؟ اس پر اللہ کی مار ہو! میں اہل اسلام کے لیے اس کی جانب سے ایک سخت دن دیکھ رہا ہوں۔''

8: ایک روز عمرو بن عبید حسن کے ہاں آئے اور فرمایا:

''یہ نوجوانوں کا سردار ہے، گو محدث نہیں ہے۔''

☆☆☆

فصل نمبر 38:

خلق

صاحب خلق عظیم: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((وانك لعلى خلقٍ عظيمٍ))

''اور بلاشبہ اے نبی! آپ صاحب خُلقِ عظیم ہیں۔'' (سورۃ القلم، آیت نمبر۴)

افضل ترین مومن: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا:

((یارسول الله ای المومنین افضل ایماناً))

''یارسول اللہ! ایمان کے حوالے سے کون سا مومن افضل ہے؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((احسنهم خلقاً))

''جو ان میں سب سے اچھے اخلاق والا ہے۔'' (معجم کبیر، جلد۲۰، صفحہ نمبر:۲۱۲)

بندے کے مناقب: اخلاق وہ چیز ہے جو بندے کے مناقب میں سب سے زیادہ باعث فضیلت ہے۔ اسی سے جواں مردوں کے جواہر کا ظہور ہوتا ہے اور انسان اپنی تخلیق کے ساتھ چھپا ہوا اور اپنے خلق کے ساتھ مشہود ہوتا ہے۔

شیخ ابوعلی دقاق کا ارشاد: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العالمین نے بے شمار خوبیوں کے ساتھ خاص فرمایا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے جتنی آپ کی تعریف خلق کے ساتھ کی کسی اور وصف کے ساتھ نہیں کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((وانك لعلى خلق عظيم))

''اور بلاشبہ آپ صاحب خلق عظیم ہیں۔''

رسول اللہ کے مناقب: شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ واسطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب خلق عظیم کے ساتھ بیان فرمائے ہیں، کیونکہ آپ نے دونوں جہانوں کو چھوڑ کر فقط ذات الٰہی پر اکتفاء کرلیا۔''

لڑائی سے بچنا: شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ واسطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''بندہ کا معرفت الٰہی کی وجہ سے نہ خود کسی سے جھگڑنا اور نہ اس سے کسی کا جھگڑنا خلق عظیم کہلاتا ہے۔''

مخلوق کا ظلم: شیخ حسین بن منصور علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اخلاق یہ ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہو چکے ہو تو اس کے بعد مخلوق کا ظلم تم پر اثر انداز نہ ہو۔''

مقصود: شیخ ابوسعید خزاز علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اخلاق یہ ہے کہ تمہارا مقصود اللہ کے سوا کوئی نہ ہو۔''

خلق اور تصوف: شیخ ابوبکر محمد بن علی الکتانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''بے شک تصوف خلق ہے۔ پس جو آدمی خلق میں بلند ہوگا وہ تصوف میں بھی بلند ہوگا۔''

غلام کی آزادی: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
''جب تم مجھ سے سنو کہ میں اپنے غلام کے بارے میں کہوں کہ اللہ اسے ذلیل کرے تو گواہی دو کہ وہ آزاد ہو گیا ہے۔''
برابر برتاؤ نیکی نہیں: شیخ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''اگر بندہ پورے طور پر نیکی کرتا ہو اور اس کے پاس مرغی ہو اور اس سے وہ (انڈے کے عوض کے) برابر تاؤ کرتا ہو تو وہ نیک لوگوں میں سے نہیں ہے۔''

خشوع وخضوع سے نماز کی ادائیگی: سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب اپنے کسی غلام کو خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرتے دیکھتے تو اسے آزاد کر دیتے۔ غلاموں کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ دکھاوے کے طور پر اچھی طرح نماز پڑھتے اور آپ ان کو آزاد کر دیتے۔ آپ کو یہ بات بتائی گئی تو آپ نے فرمایا:
((من خدعنا في الله انخدعنا له))
''جو ہمیں اللہ کے بارے میں دھوکہ دیتا ہے تو ہم دھوکہ کھا جاتے ہیں۔''
تین چیزیں: شیخ حارث محاسبی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''تین چیزیں ہم سے جاتی رہیں۔ پہلی: خلق کے ساتھ خوبصورتی۔ دوسری: امانت کے ساتھ اچھی بات۔ تیسری: وفا کے ساتھ اچھی اخوت۔''

اعمال کو حقیر سمجھنا: شیخ عبداللہ بن محمد رازی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''جو نیک اعمال تم کرو تمہارا ان کو حقیر سمجھنا اور اللہ کی طرف سے جو عنایات تم پر ہوں ان کو عظیم سمجھنا حسن اخلاق ہے۔''
شیخ قیس بن عاصم منقری: شیخ ابن احنف علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:
''آپ نے خلق کس سے سیکھا ہے؟''
آپ نے جواباً فرمایا:
''شیخ قیس بن عاصم منقری علیہ الرحمۃ سے۔''
پوچھا گیا:
''ان کے اخلاق کی کیا حد تھی۔؟''
آپ نے فرمایا:
''ایک روز شیخ قیس بن عاصم منقری اپنے گھر میں تھے کہ آپ کی لونڈی بھنے ہوئے کباب والی سیخ لے کر آئی۔ سیخ اس کے ہاتھ سے آپ کے بیٹے پر گر گئی اور وہ فوت ہو گیا۔ لونڈی گھبرا گئی تو آپ نے فرمایا:
((لا روعة عليك انت حرة لوجه الله تعالیٰ))
''تجھ پر کوئی خوف نہیں۔ تم اللہ کی رضا کی خاطر آزاد ہو۔''
حسن خلق کی نشانی: شیخ شاہ کرمانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''تکلیف پہنچانے سے رک جانا اور تکلیف برداشت کرنا حسن خلق کی نشانیوں میں سے ہے۔''
حسن خلق اور مخلوق: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:
((انكم لا تسعون الناس باموالكم ولكن ليسعهم منكم بسط الوجه وحسن الخلق))

''بے شک تم اپنے مال کے ساتھ لوگوں کو خوش نہیں کر سکتے اور لیکن خندہ پیشانی اور خلق حسن کے ساتھ ان کو خوش کیا کرو۔'' (حلیۃ الاولیاء، جلد۱۰، صفحہ ۲۵، عن ابی ہریرہ)

سب سے غم زدہ: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''سب سے زیادہ غمزدہ کون شخص ہے؟''

آپ نے فرمایا:

''جو سب سے زیادہ بداخلاق ہے۔''

فطرت: شیخ وہب علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''بندہ جس چیز کو چالیس روز تک اپنی عادت (خلق) بنالتا ہے تو اللہ اسے اس کی فطرت بنا دیتا ہے۔''

کپڑوں کو پاک رکھو: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((وثیابك فطهر))

''اور اپنے کپڑوں کو پس صاف رکھیں۔''

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں امام حسن بصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''اور اپنے کپڑوں کو پس صاف رکھیں یعنی اپنے اخلاق کو اچھا کیجئے۔''

ایک عابد کا حسن سلوک: منقول ہے کہ ایک عابد کی ایک بکری تھی اس نے اسے تین ٹانگوں پر کھڑا دیکھا (اس کی ایک ٹانگ زخمی کر دی گئی تھی) تو کہا:

''اس کے ساتھ یہ سلوک (اسے زخمی) کس نے کیا ہے؟''

اس کے غلام نے کہا:

''میں نے کیا ہے۔''

پوچھا:

''کیوں؟''

اس نے کہا:

''میں آپ کو غمگین کرنا چاہتا ہوں۔''

عابد نے کہا:

''نہیں بلکہ میں اس کے ذریعے تمہیں حکم دینے والے (شیطان) کو غم زدہ کروں گا۔ سن لو! جاؤ! میں نے تمہیں آزاد کیا۔''

شیخ ابراہیم بن ادہم کی دو خوشیاں: شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''آپ کبھی بہت زیادہ خوش ہوئے ہیں؟''

آپ نے فرمایا:

''ہاں میں دو بار خوش ہوا ہوں۔ ایک بار جب میں ایک جگہ لیٹا ہوا تھا کہ ایک آدمی آیا اور اس نے مجھ پر پیشاب کر دیا۔ دوسری مرتبہ جب میں بیٹھا ہوا تھا اور ایک شخص نے آکر مجھے تھپڑ رسید کیا (مجھے معلوم ہو گیا کہ اہل دنیا کی نظر میں میری کوئی اہمیت نہیں ہے)۔''

سید التابعین: منقول ہے کہ بچے جب سید التابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو آپ پر پتھر برساتے۔ آپ ان

سے فرمایا کرتے تھے:

''اگر تم مجھے ضرور بالضرور پتھر مارنا چاہتے ہو تو چھوٹی چھوٹی کنکریاں مارو، کیونکہ بڑے پتھروں سے کہیں میری پنڈلی نہ ٹوٹ جائے، اس طرح میں نماز نہیں پڑھ سکوں گا۔''

گالیاں دینے والے سے حسن سلوک: ایک آدمی نے شیخ احنف بن قیس علیہ الرحمۃ کو برا بھلا کہا حتیٰ کہ اس نے آپ کو کئی گالیاں بھی دیں۔ وہ آپ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ آپ جب اپنے قبیلے کے گھروں کے قریب پہنچے تو ٹھہر گئے اور فرمایا:

''ارے بھائی! اگر کچھ گالیاں باقی رہ گئی ہیں تو کہہ ڈالو۔ ایسا نہ ہو کہ قبیلے والے تمہاری گالیاں سنیں اور تمہیں جواب دیں۔''

نفس کی غلطی: شیخ حاتم الاصم علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''کیا ہر ایک کی غلطی پر صبر کرنا لازم ہے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''ہاں! آدمی کو چاہیے کہ ہر ایک کی غلطی پر صبر کرے مگر اپنے نفس کی غلطی کو برداشت نہ کرے۔''

سیدنا علی کا حلم: ایک مرتبہ داماد رسول اسد اللہ الغالب سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک غلام کو آواز دی تو اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ نے دوسری اور تیسری مرتبہ اسے پکارا تو بھی اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ اس کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ لیٹا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا:

''کیا تجھے سنائی نہیں دیتا۔؟''

اس نے کہا:

''میں نے آپ کی آوازوں کو سنا ہے۔''

آپ نے فرمایا:

''میری پکار کا جواب نہ دینے کا کیا سبب ہے۔؟''

اس نے کہا:

''میں یہ نہیں سمجھتا کہ میری سستی کی وجہ سے آپ مجھے سزا دیں گے۔''

آپ نے فرمایا:

''جاؤ! میں نے تمہیں اللہ کے لیے آزاد کیا۔''

شیخ معروف کرخی: منقول ہے کہ شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ وضو کرنے کی غرض سے دریائے دجلہ پر گئے اور قرآن مجید اور لحاف ایک کنارے پر رکھ دیا۔ ایک خاتون آئی اور وہ شیخ کا سامان اٹھا کر لے گئی۔ شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ نے اس کا پیچھا کیا اور فرمایا:

''اے بہن! میرا نام معروف ہے۔ میں آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔ کیا آپ کا کوئی بیٹا پڑھنا جانتا ہے؟''

اس نے کہا:

''نہیں۔''

آپ نے فرمایا:

''تمہارا شوہر پڑھنا جانتا ہے۔؟''

اس نے کہا:
''نہیں۔''
آپ نے فرمایا:
''پھر قرآن مجید مجھے دے دو اور لحاف لے جاؤ۔''
چور کو نظر انداز کرنا: ایک مرتبہ شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی علیہ الرحمۃ کے گھر میں چور آ گئے اور جو کچھ ملا لے کر چلے گئے۔ شیخ ابوعبد الرحمٰن سلمی فرماتے ہیں کہ دوسرے دن جب میرا بازار سے گزر ہوا تو میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ میرا جبہ پہنے ہوئے ہے۔ وہ اس کو بیچنے کے لیے آوازیں لگا رہا تھا۔ پس میں نے راستہ بدل لیا اور اس کی جانب بالکل متوجہ نہ ہوا۔
شیخ جنید بغدادی اور دوست کا حق: شیخ حریری علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ اللہ اس کی حفاظت فرمائے، میں حاضر ہوا تو سب سے پہلے میں سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں گیا تاکہ وہ میری طرف آنے کی تکلیف نہ کریں۔ میں نے ان کو سلام کیا، پھر میں اپنی سکونت گاہ کی جانب گیا۔ جب میں مسجد میں نماز فجر پڑھنے گیا تو میں نے دیکھا کہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ میری پچھلی صف میں نماز ادا فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا:
''میں اس غرض سے کل آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا کہ آپ کو مشقت نہ اٹھانی پڑے۔''
شیخ نے فرمایا:
''وہ تمہاری مہربانی تھی اور یہ تمہارا حق ہے۔''
اللہ کے پسندیدہ اخلاق: شیخ ابوحفص علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:
''خلق کیا ہے۔؟''
آپ نے فرمایا:
''خلق وہ ہے جس کا اللہ نے اپنے نبی کیلئے بیان فرمایا:
((خذ العفو و امر بالعرف))
''معاف کیجئے اور اچھائی کا حکم کریں۔'' (سورۃ الاعراف، آیت نمبر ۱۹۹)
اجنبی: منقول ہے کہ تیرا لوگوں کے قریب ہو کر بھی ان کے درمیان اجنبی ہونا خلق ہے۔
لوگوں کی بداخلاق کو برداشت کرنا: منقول ہے کہ تیرا لوگوں کی بداخلاقی اور اللہ کے فیصلے کو کسی پریشانی کے بغیر قبول کرنا خلق ہے۔
حضرت ابوذر غفاری: منقول ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ حوض پر اپنے اونٹ کو پانی پلا رہے تھے تو کچھ لوگوں نے جلد بازی کی اور حوض ٹوٹ گیا۔ آپ بیٹھ گئے، پھر لیٹ گئے۔ ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا:
''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ جب کوئی آدمی غصہ کی حالت میں ہو تو بیٹھ جائے تاکہ غصہ دور ہو جائے۔ اگر پھر بھی غصہ نہیں گیا تو لیٹ جائے۔''
انجیل کی عبارت: انجیل میں تحریر ہے کہ اے میرے بندے! جب تجھے غصہ آئے تو مجھے یاد کر جب مجھے غصہ آئے گا تو میں تجھے یاد کروں گا۔
شیخ مالک بن دینار: ایک خاتون نے شیخ مالک بن دینار علیہ الرحمۃ سے کہا:

''اے ریاکار!''

آپ نے فرمایا:

''آپ نے مجھے اس نام سے پکارا ہے جسے بصرہ والے بھول چکے ہیں۔''

تین قسم کے لوگوں کی اصلیت: سیدنا لقمان حکیم نے اپنے لخت جگر کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''تین قسم کے لوگوں کی اصلیت کا تین حالتوں میں پول کھلتا ہے۔ پہلا: حلیم کہ اس کی اصلیت غصہ کے وقت معلوم ہوتی ہے۔ دوسرا: بہادر کہ اس کی اصلیت کا لڑائی کے وقت پتہ چلتا ہے۔ تیسرا: بھائی کہ اس کی اصلیت حاجت کے وقت ظاہر ہوتی ہے۔''

حضرت موسیٰ کی التجاء: سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا:

''اے اللہ! میری التجاء یہ ہے کہ لوگ میرے بارے میں وہ بات نہ کہیں جو مجھ میں نہیں پائی جاتی۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''آپ نے یہ خواہش میری خاطر نہیں کی تو میں یہ بات آپ کی خاطر کیوں کروں۔''

شیخ ابن زیاد حارثی: منقول ہے کہ شیخ یحییٰ بن زیاد حارثی علیہ الرحمۃ کا ایک غلام تھا جو انتہائی بداخلاق تھا۔ لوگوں نے کہا:

''اس کو نہ بیچنے کی وجہ کیا ہے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''میں اس سے حلم (بردباری) سیکھتا ہوں (یہ بداخلاقی سے پیش آتا ہے اور میں صبر کرتا ہوں)۔''

ظاہری اور باطنی نعمتیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((واسبغ علیکم نِعَمَہٗ ظاھرۃً وَّباطنۃً))

''اور تم پر انڈیل دیں گے ظاہری اور باطنی نعمتیں۔'' (سورۃ لقمان، آیت نمبر۲۰)

منقول ہے کہ ظاہری نعمتوں سے مراد اچھی صورت اور باطنی نعمتوں سے مراد اخلاق حسنہ ہیں۔

اچھے اخلاق والا فاجر: شیخ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''میرے نزدیک اچھے اخلاق والے فاجر کی صحبت برے اخلاق والے عابد کی صحبت سے زیادہ بہتر ہے۔''

ناپسندیدہ باتوں کو برداشت کرنا: منقول ہے کہ اچھا اخلاق اچھی مدارت کے ساتھ ناپسندیدہ باتوں کو برداشت کرنا ہے۔

شیخ ابن ادہم کا اخلاق: منقول ہے کہ شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ بیابان کی جانب چلے گئے تو ان کی ملاقات ب فوجی سے ہوگئی۔ اس نے آپ سے پوچھا:

''شہر کس جانب ہے۔؟''

آپ نے قبرستان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

''حقیقی شہر ادھر ہے۔''

اس نے آپ کو مارا حتیٰ کہ آپ کا سر زخمی کر دیا کہ سر کی ہڈی ظاہر ہوگئی۔ جب وہ فوجی شہر گیا تو اسے بتایا گیا کہ جنہیں تو مار کر ہے وہ زاہد خراسان شیخ ابراہیم بن ادہم ہیں۔ وہ آکر آپ سے معذرت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا:

''جب تو نے مجھے اذیت پہنچائی تو میں نے تیرے لیے جنت مانگی۔''

اس نے عرض کیا:

''وہ کیوں؟''
آپ نے فرمایا:
''مجھے معلوم ہے اللہ تعالیٰ تکالیف پر اجر عطا فرماتا ہے لہٰذا میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہاری وجہ سے مجھے نیکی ملے اور میری وجہ سے تجھے شر۔''
شیخ حیری کا اخلاق: شیخ ابوعثمان حیری علیہ الرحمۃ کو ایک آدمی نے کھانے کی دعوت دی۔ آپ اس کے گھر پر پہنچے تو اس نے کہا:
''اے شیخ! معذرت! میں بہت زیادہ نادم ہوں۔''
شیخ ابوعثمان حیری علیہ الرحمۃ واپس تشریف لے گئے۔ ابھی آپ گھر پہنچے ہی تھے کہ وہ آدمی بھی آپ کے پیچھے پیچھے آ گیا اور عرض کرنے لگا:
''اے شیخ! میں نادم ہوں۔''
پھر وہ معذرت کرنے لگا اور کہنے لگا:
''ابھی تشریف لے آئیں۔''
شیخ ابوعثمان حیری علیہ الرحمۃ پھر اس کے گھر کی جانب چلے۔ دروازے پر پہنچے تو اس نے پھر معذرت کی۔ پھر اس نے اسی طرح تیسری اور چوتھی بار کیا۔ اس نے کہا:
''اے شیخ! میں آپ کی آزمائش کرنا چاہتا تھا۔''
وہ پھر معذرت کرنے لگا اور اتنے صبر پر آپ کی تعریف کرنے لگا۔ شیخ ابوعثمان حیری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''ایسے کاموں میری تعریف نہ کرو جو کتے بھی کرتے ہیں کہ جب ان کو بلایا جائے تو آجاتے ہیں اور جب مارا جائے تو چلے جاتے ہیں۔''
شیخ حیری اور کوڑے کا تھال: منقول ہے کہ شیخ ابوعثمان حیری علیہ الرحمۃ کا عین دوپہر کے وقت ایک راستہ سے گزر ہوا تو آپ کے اوپر کوڑے اور راکھ سے بھرا ہوا تھال پھینکا گیا۔ آپ کے ارادت مندوں نے اس کا برا منایا اور کوڑا پھینکنے والے کو برا بھلا کہنے لگے۔ شیخ ابوعثمان حیری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''اسے کچھ نہ کہو۔ جو آدمی آگ کا مستحق ہو پھر اس پر فقط راکھ پھینکی جائے تو اسے ناراض نہیں ہونا چاہیے۔''
جعفر بن حنظلہ کا اخلاق: منقول ہے کہ جعفر بن حنظلہ کے ہاں ایک صوفی مہمان ہوئے۔ جعفر بن حنظلہ نے ان کی بہت زیادہ خدمت کی۔ صوفی اسے بار بار کہتے:
''تم اچھے آدمی ہوتے اگر یہودی نہ ہوتے۔''
جعفر نے کہا:
''آپ جس خدمت کی احتیاج رکھتے ہیں اس سے میرے عقیدے پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پس آپ اپنے لیے شفاء اور میرے لیے ہدایت مانگیں۔''
شیخ عبداللہ خیاط کے اخلاق: شیخ عبداللہ خیاط علیہ الرحمۃ کے پاس ایک مجوسی کپڑے سلوانے آیا کرتا تھا۔ آپ اس کے لئے کپڑے سیتے تھے اور وہ آپ کو کھوٹا درہم دیتا۔ شیخ عبداللہ خیاط علیہ الرحمۃ بغیر کسی حیل و حجت کے وہ لے لیتے۔ اتفاقاً ایک روز آپ دکان سے اٹھ کر کسی کام کیلئے چلے گئے تو وہ مجوسی کھوٹا درہم لے کر آیا۔ اس نے وہ درہم آپ کے شاگرد کو دیا تو اس نے لینے سے

انکار کر دیا۔ پس اس مجوسی نے اس شاگرد کو کپڑوں کی سلوائی کے عوض کھرے درہم دے دیئے۔ شیخ عبداللہ خیاط علیہ الرحمۃ جب واپس تشریف لائے تو اپنے شاگرد سے پوچھا:

''مجوسی کی قمیض کہاں ہے؟''

اس نے عرض کیا کہ وہ تو لے گیا اور میں نے اس سے کھوٹا درہم نہیں لیا بلکہ کھرا درہم لیا ہے۔

آپ نے فرمایا:

''تم نے ناپسندیدہ کام کیا ہے۔ وہ ایک زمانہ سے میرے ساتھ یہ معاملہ کر رہا ہے اور میں اس کو برداشت کرتا ہوں اور میں اس کے دیئے ہوئے درہم کو کنویں میں پھینک دیتا ہوں تا کہ وہ اس کے ذریعے کسی اور کو دھوکہ نہ دے سکے۔''

برے اخلاق والا ایک وقت اپنی اخلاق سے تنگ آجاتا ہے: منقول ہے کہ صاحب اخلاق سیہ ایک وقت برے اخلاق سے تنگ آجاتا ہے کیونکہ اس میں اس کے مطلب کے بغیر کوئی اور بات سما نہیں سکتی جس طرح تنگ مکان میں صرف اس کا مالک ہی سما سکتا ہے۔

قریبیوں سے تنگ نہ ہونا: منقول ہے کہ ان لوگوں سے ناراض نہ ہونا جو تیرے پہلو میں کھڑے ہیں، یہ کام حسن اخلاق کہلاتا ہے۔

دوسروں کے برے اخلاق کو دیکھنا: منقول ہے کہ تیرا دوسروں کے برے اخلاق کو دیکھنا برا اخلاق ہے۔''

اصل نحوست: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نحوست کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

((سوء الخلق))

''نحوست برے اخلاق میں ہے۔'' (سنن ابی داؤد، کتاب الادب)

بددعا: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا:

''یارسول اللہ! آپ مشرکین کے لیے بددعا کریں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((انما بعثت رحمةً ولم ابعث عذاباً))

''بے شک مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے نہ کہ زحمت۔'' (صحیح مسلم، کتاب البر)

اضافہ از مترجم

اخلاق النبی:

حدیث نمبر 1: ''حدثنا سفين بن وكيع انباء نا ناجميع بن عمرو بن عبدالرحمن العجلى حدثنى رجل من بنى تميم من ولدابى هالة زوج خديجة يكنى اباعبدالله عن ابن لابى هالة عن الحسن بن على قال سالت خالى هندبن ابى هالة وكان وصافا قلت صف لى منطق رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم متواصل الاحزان دائم الفكرة ليست له راحة طويل السكت لايتكلم فى غير حاجة يفتح الكلام ويختمه باشداقه ويتكلمه بجوامع الكلم كلامه فصل لافضول ولاتفصير ليس بالجافى ولا المهين يعظم النعمة وان دقت لايذم منها شيئا غير انه لم يكن

يذم ذواقا ولا يمدحه ولاتضغبه الدنيا ما كان لها فاذاتعدى الحق لم يقم لغضه شيء حتى ينتصر له لا يغب لنفسه ولا ينتصر لهااذااشاراشار بكفه كلها واذا تعجب قلبها واذا تحدث اتصل بها وضرب براحته اليمنى بطن ابهامه اليسرى واذاغضب اعرض واشاح واذا فرح غض طرفه جل ضحكه التبسم يفترعن مثل حب الغمام"

''امام حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے جو کہ اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کریمانہ بیان فرماتے تھے' عرض کیا کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کی کیفیت مجھ سے بیان کریں' انہوں نے فرمایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر محزون و غمگین رہتے' ہمیشہ متفکر رہتے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آرام نہیں ملا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر خاموش رہتے۔ بلاضرورت گفتگو نہ فرماتے' ابتدائے کلام سے انتہائے کلام تک پورے منہ مبارک کو استعمال کرتے تھے' گفتگو فرماتے وقت جامع کلمات استعمال فرماتے تھے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو انتہائی صاف اور واضح ہوتی' ضرورت سے زیادہ نہیں ہوتی تھی' اور نہ ہی ادائیگی مقصود میں کوئی کمی ہوتی تھی' نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جفا کرنے والے تھے اور نہ ہی آنجناب حقیر وضعیف تھے' آپ نعمت کو بڑی عظمت بخشتے تھے اگرچہ وہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو۔ اس نعمت میں سے کسی چیز کی مذمت نہیں فرماتے تھے۔ البتہ کھانے کی چیزوں کی نہ مذمت کرتے اور نہ ہی تعریف کرتے' نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی دنیاوی امر کی وجہ سے غصہ آتا تھا اور نہ ہی کوئی ایسی چیز تھی جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دنیاوی امور میں غصہ آتا۔ ہاں جب کوئی شخص حق سے تجاوز کر جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی تھی' یہاں تک (اس کمزور اور بے بس کی) کی اعانت میں حمایت فرماتے' انہوں نے (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی ذات مبارک کے لئے کبھی غصہ نہیں فرمایا اور نہ کبھی اس کا انتقال لیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی چیز کی طرف اشارہ فرماتے تو پورے دست مبارک سے اشارہ فرماتے' جب کسی بات پر تعجب فرماتے تو پورے دست مبارک سے اشارہ فرماتے۔ جب کسی بات پر تعجب فرماتے تو ہتھیلی کو پلٹ دیتے' جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے' پیوستہ ہتھیلی کو (حرکت دیتے) اور دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو مارتے' جب غصہ فرماتے تو انتہائی طور پر اعراض فرما لیتے اور جس وقت خوش ہوتے تو آنکھیں بند کر لیتے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال درجے کا ہنسنا صرف تبسم تھا' اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک سفید اور چمکدار اولے کی مانند دکھائی دیتے تھے۔

حدیث نمبر 2: "حدثنا احمد بن منيع حدثنا عبادبن العوام اخبرنا الحجاج وهو ابن ارطاة عن سماك بن حرب عن جابر بن سمرة قال كان في ساقي رسول الله صلى الله عليه وسلم خموشة وكان لا يضحك الا تبسما فكنت اذانظرت اليه قلت اكحل العينين وليس باكحل"

''جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں مبارک ذرا پتلی تھیں۔ آنجناب کبھی قہقہہ مار کر نہیں ہنستے مگر مسکراتے تھے۔ جب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا تو میں یہی سمجھتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں آنکھوں میں سرمہ لگایا ہوا ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرمہ نہیں لگایا ہوتا تھا۔''

حدیث نمبر 3: "حدثنا قتيبة بن سعيد اخبرنا ابن لهيعة عن عبيدالله بن المغيره عن عبدالله بن الحارث بن جزء قال مارأيت احدا اكثرتبسما من رسول الله صلى الله عليه وسلم"

''عبداللہ بن الحارث فرماتے ہیں کہ میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکرانے والا کوئی نہیں دیکھا۔''

حدیث نمبر 4: "حدثنا احمد بن الخالد الخلال حدثنا يحيىٰ بن اسحق السليحاني حدثنا ليث

بن سعد عن یزید بن ابی حبیب عن عبداللہ بن الحارث قال ماکان ضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا تبسما قال ابوعیسیٰ ھذا حدیث غریب من حدیث لیث بن سعد"

''عبداللہ بن الحارث سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا نہیں ہوتا تھا مگر تبسم سے۔''

حدیث نمبر 5: "حدثنا ابوعمار الحسین بن حریث انبانا وکیع حدثنا الاعمش عن المعرور بن سوید عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لاعلم اول رجل یدخل الجنۃ واخر رجل یخرج من النار یوتیٰ بالرجل یوم القیمۃ فیقال اعرضوا علیہ صغار ذنوبہ وتخباء عنہ کبارھا فیقال لہ عملت یوم کذا کذا وکذا وھو مقر لاینکر وھو مشفق من کبارھا فیقال اعطوہ مکان کل سیئۃ عملھا حسنۃ فیقول ان لی ذنوبا ماارا ھا ھھنا قال ابو ذر فلقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضحک حتی بدت نواجذہ"

''ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اس شخص کو بخوبی جانتا ہوں جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا اور اس شخص کو بھی جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جہنم سے نکالا جائے گا۔ قیامت کے دن ایک شخص دربار الٰہی میں پیش کیا جائے گا تو کہا جائے گا کہ اس کے چھوٹے گناہ اس کے سامنے رکھ دو اور اس کے بڑے گناہ اس سے مخفی رکھو۔ پھر کہا جائے گا اسے فلاں دن تو نے یہ کیا تھا' فلاں دن تو نے یہ کیا تھا' وہ اقرار کرے گا' انکار نہ کر سکے گا' اور ان اپنے بڑے گناہوں سے خوفزدہ ہوگا' پس کہا جائے گا کہ اسے ہر گناہ کے بدلے میں ایک نیکی دی جائے' تو وہ بول اٹھے گا میرے تو اور بھی بہت گناہ ہیں جو میں نے یہاں نہیں دیکھے' جناب ابوذر نے فرمایا کہ پس قسم ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ہنسے' یہاں تک کہ اگلے دانت نظر آئے۔''

حدیث نمبر 6: "حدثنا احمد بن منیع حدثنا معاویۃ بن عمرو حدثنا زائدۃ عن بیان عن قیس بن ابی حازم عن جریر بن عبداللہ قال ماحجبنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منذاسلمت ولارانی الاضحک"

''جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مجھے اپنے پاس آنے سے منع نہیں فرمایا جس وقت سے کہ میں مسلمان ہوا اور مجھے نہیں دیکھتے مگر ہنستے ہوئے۔''

حدیث نمبر 7: "حدثنا احمد بن منیع حدثنا زائدۃ عن اسماعیل بن ابی خالد عن قیس عن جریر قال ماحجبنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منذاسلمت ولارانی الاتبسم"

''جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا جس وقت سے کہ میں مسلمان ہوا اور مجھے نہیں دیکھتے مگر تبسم فرماتے ہوئے۔''

حدیث نمبر 8: "حدثنا ھناد بن السری حدثنا ابومعاویۃ عن الاعمش عن ابراھیم عن عبیدۃ السلمانی عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لاعرف اٰخر اھل النار خروجا رجل یخرج منھا زحفا فیقال لہ انطلق فادخل الجنۃ قال فیذھب لیدخل الجنۃ فیجد الناس قد اخذوا المنازل فیرجع فیقول یارب قد اخذ الناس المنازل فیقول لہ اتذکر الزمان الذی کنت فیہ

فیقول نعم قال فیقال له تمن قال فیمتنی فیقال له فان لك الذی تمنیت وعشره اضعاف الدنیا قال فیقول اتسخربی وانت الملك قال فلقدرأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم ضحك حتی بدت نواجذه"

"عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' یقیناً میں بخوبی جانتا ہوں کہ سب سے آخر میں کون شخص جہنم سے نکالا جائے گا۔ جہنم سے ایک شخص کو گھٹنوں کے بل نکالا جائے گا اور کہا جائے گا چل جا جنت میں داخل ہو جا' پھر اسے جنت میں داخل کرنے کے لئے لے جایا جائے گا۔ پس وہ دیکھے گا کہ بہشت کی تمام منزلوں پر لوگوں نے رہائش اختیار کی ہوئی ہے اور وہاں آرام کر رہے ہیں۔ پھر وہ واپس لوٹے گا اور عرض کرے گا اے میرے رب تعالیٰ! لوگوں نے تو بہشت کی تمام جگہوں پر سکونت اختیار کر لی ہے تو اسے کہا جائے گا کیا تجھے وہ وقت یاد ہے جبکہ تو دنیا میں تھا وہ عرض کریگا کہ ہاں' پھر اس سے کہا جائے گا تو اپنی تمنا یعنی خواہش بیان کر' پس وہ اپنی خواہش بیان کرے گا تو اسے کہا جائے گا تیرے لئے وہ ہے جس کی تو نے تمنا کی اور دنیا سے دس گنا وہ کہے گا اے بادشاہوں کے بادشاہ کیا آپ میرے ساتھ دل لگی کرتے ہیں۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب اس شخص کی یہ بابیان فرما رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے یہاں تک کہ دندان مبارک دکھائی دینے لگے۔"

حدیث نمبر 9 : "حدثنا قتیبة بن سعید ابنانا ابوالاحوص عن ابی اسحق عن علی بن ربیعة قال شهدت علیا رضی الله عنه اتی بدابة لیرکبها فلما وضع رجله فی الرکاب قال بسم الله فکما استوی علی ظهرها قال الحمدلله ثم قال سبحن الذی سکرلنا هذا وما کنا له مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون۔ ثم قال الحمدلله ثلثا والله اکبر ثلثا سبحنك انی ظلمت نفسی فاغفرلی فانه لایغفرالذنوب الاانت ثم ضحك فقلت له من ای شیء ضحلت یا امیر المومنین قال زأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم صنع کما صنعت ثم ضحك فقلت من ای شیء ضحکت یارسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان ربك کیعجب من عنده اذا قال رب اغفرلی ذنوبی یعلم انه لا یغفرالذنوب احد غیری"

"علی بن اربیعہ سے روایت ہے کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک سواری کا جانور آپ کے لئے لایا گیا تا کہ آپ اس پر سوار ہوں جب پاؤں رکاب میں رکھا تو پڑھا بسم اللہ' پھر جب پیٹھ پر آرام سے بیٹھ گئے تو فرمایا الحمدللہ' اس کے بعد پڑھا سبحن الذی سخرلنا هذا وما کنا له مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون، پھر تین بار الحمدللہ اور تین بار اللہ اکبر فرمایا اور یہ دعا پڑھی سبحنك انی ظلمت نفسی فاغفرلی فانه لایغفر الذنوب الاانت ۔ یہ دعا پڑھنے کے بعد امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہنسے' میں نے عرض کیا یا امیر المومنین! کس وجہ سے آپ ہنسے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا تھا جیسا کہ میں نے کیا' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے' میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کس وجہ سے آپ ہنسے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک تیرا پروردگار اپنے بندے سے ضرور اس وقت تک خوش ہوتا ہے جب کہ وہ کہتا ہے رب اغفرلی ذنوبه یعلم انه لا یغفر الذنوب احدغیری"

حدیث نمبر 10: "حدثنا محمد بن بشار ابنانامحمد بن عبدالله الانصاری حدثنا ابن عون عن محمد بن محمد الاسود عن عامر بن سعد قال قال سعد لقد رأیت النبی صلی الله علیه وسلم ضحك

یوم الخندق حتی بدت نواجذہ قال قلت کیف کان ضحکہ قال کان رجل معه ترش و کان سعد راميا وکان یقول کذاو کذا بالترس یغطی جبهته فنزع له سعد بسهم فلما رفع راسه رماه فلم یخطی هذه منه یعنی جبهته وانقلب وشال برجله فضحك رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی بدت نواجذه قال قلت من ای شیء ضحك قال من فعله بالرجل"

''عامر بن سعد سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خندق کی لڑائی کے دن دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے یہاں تک کہ سامنے کے دانت مبارک نظر آگئے' عامر بن سعد نے کہا کہ میں نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس بات پر ہنسے تھے'انہوں نے فرمایا کہ ایک کافر کے پاس ڈھال تھی اور سعد اگرچہ بڑے تیرانداز تھے مگر وہ کافر اپنی ڈھال کو ادھر ادھر کر کے اپنے چہرے کو بچا رہا تھا۔ پس سعد بن وقاص نے اپنی ترکش سے تیر نکالا' پس جونہی اس کافر نے اپنا سر اٹھایا تو حضرت سعد نے تیر مارا' پس وہ تیر خطا نہ گیا یعنی اس کی پیشانی صحیح نشانہ بن گئی اور وہ کافر پلٹ کر گرا اور اس کی ٹانگ اوپر اُٹھ گئی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے حتی کہ دانت مبارک نظر آگئے۔ عامر کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کس وجہ سے ہنسے۔ سعد نے فرمایا اس کے اس کام سے جو انہوں نے اس کافر سے کیا۔''

حدیث نمبر 11: "حدثنا محمود بن غیلان انبانا ابواسامة عن شریك عن عاصم الاحول عن انس بن مالك قال ان النبی صلی الله علیه وسلم قال له یاذاالاذنین"

''حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مزاحاً فرمایا: ''اے دو کانوں والا۔''

حدیث نمبر 12: "حدثنا هناد بن السری حدثنا حدثنا وکیع عن شعبة عن ابی التیاح عن انس بن مالك قال ان کان النبی صلی الله علیه وسلم لیخالطنا حتی یقول لاخ لی صغیریا اباعمیرمافعل النغیر' قال ابوعیسیٰ وفقه هذالحدیث ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یمازح وفیه انه کنی غلاما صغیرافقال له یااباعمیر وفیه ان لاباس ان یعطی الصبی الطیرلیلعب به وانما قال له النبی صلی الله علیه وسلم یا اباعمیر مافعل النغیر لانه کان له نغیر لیلعب به فمات فحزن الغلام علیه فمازحه النبی صلی الله علیه وسلم فقال یااباعمیر مافعل النغیر"

''انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے اتنے مل جل گئے تھے کہ میرے چھوٹے بھائی جو کہ ابھی بچہ ہی تھے کو فرماتے اے عمیر کے باپ! تمہارا نغیر کیسا ہے۔''

حدیث نمبر 13: "حدثنا عباس بن محمد الدوری قال حدثنا علی بن الحسن بن شقیق حدثنا عبدالله بن المبارك عن اسامة بن زید عن سعید المقبری عن ابی هریرة قال قالوا یارسول الله صلی الله علیه وسلم انك تداعبنا قال انی لا اقول الاحقا"

''حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے مذاق فرماتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یقیناً میں نہیں کہتا مگر سچی بات۔''

حدیث نمبر 14: "حدثنا قیبة بن سعید خالد بن عبدالله عن حمید عن انس بن مالك ان رجلا

استحمل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال انی حاملك على ولد ناقة فقال يارسول الله ما اصنع بولد الناقة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم وهل تلد الابل الا النوق"

''حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں سواری کے لئے عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق میں تجھ کو اونٹنی کے بچہ پر سوار کروں گا' سائل نے عرض کیا یارسول اللہ میں اونٹنی کے بچہ کو کیا کروں گا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی اونٹ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اونٹنی سے ہی پیدا ہوتا ہے۔''

حدیث نمبر 15: ''حدثنا اسحق بن منصور حدثنا عبدالرزاق حدثنا معمر عن ثابت عن انس بن مالك ان رجلا من اهل البادية كان اسمه زاهرا وكان يهدى الى النبى صلى الله عليه وسلم هدية من البادية فيجهزه النبى صلى الله عليه وسلم اذا اراد ان يخرج فقال النبى صلى الله عليه وسلم ان زاهرا باديتنا نحن حاضروه وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحبه وكان رجلا دميما فاتاه النبى صلى الله عليه وسلم يوما وهو يبيع متاعه واحتضنه من خلفه ولا يبصره فقال من هذا ارسلنى فالتفت فعرف النبى صلى الله عليه وسلم فجعل لا يالوا ما الصق ظهره بصدر النبى صلى الله عليه وسلم حين عرفه فجعل النبى صلى الله عليه وسلم من يشترى هذا العبد فقال الرجل يارسول الله اذا والله تجدنى كاسدا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لكن عندالله لست بكاسد اوقال انت عندالله غال''

''انس بن مالک سے روایت ہے یہ کہ ایک شخص جنگل کا رہنے والا تھا جس کا نام زاہر تھا جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تو جنگل کا کوئی ہدیہ وغیرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتا اور جب وہ مدینہ منورہ سے رخصت ہونے کا ارادہ کرتا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہری تحفے تیار کر کے اسے عطا فرماتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زاہر ہمارا جنگل ہے اور ہم اس کے شہر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بہت محبت تھی' اور زاہر زشت رو بدشکل تھے' ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے جبکہ وہ سامان فروخت کر رہا تھا' آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پیچھے سے آ کر اُسے اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ اس طریقہ سے کہ وہ مڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھ سکتا تھا پس زاہر نے کہا کون ہے' مجھے چھوڑ دے' لیکن جب کن انکھیوں سے دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھ سکتا تھا' پس زاہر نے کہا کون ہے' مجھے چھوڑ دے' جب کن انکھیوں سے دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو اپنی کمر کو بہت اہتمام سے پیچھے کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے ملنے لگے' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمانا شروع کیا اس غلام کو کون خریدتا ہے تو زاہر نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم آپ مجھے کھوٹا پائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مگر تم خدا کے نزدیک کھوٹے نہیں ہو۔ یا فرمایا: تم اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک بیش قیمت ہو۔''

حدیث نمبر 16: ''حدثنا عبد بن حميد حدثنا مصعب بن المقدام حدثنا المبارك بن فضالة عن الحسن قال اتت عجوز النبى صلى الله عليه وسلم فقالت يارسول الله ادع الله ان يدخلنى الجنة فقال يا ام فلان ان الجنة لا يدخلها عجوز قال فولت تبكى فقال اخبروها انها لا تدخلها وهى عجوز ان الله تعالىٰ يقول انا انشاء نا هن انشاء فجعلنا هن ابكار عربا اترابا''

''امام حسن بصری سے روایت ہے کہ ایک بوڑھی عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ میں جنت میں داخل ہو جاؤں آپ نے فرمایا اے فلاں شخص کی والدہ اللہ تعالیٰ کسی بڑھیا کو بہشت میں داخل نہیں فرمائے گا' خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ وہ بڑھیا روتی ہوئی واپس چلی' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اور اس بڑھیا کو خبر دے دو کہ بڑھیا بہشت میں بڑھاپے کی حالت میں نہیں جائے گی بلکہ نوجوان دوشیزہ بن کر آئے گی' جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے اس طور پر کہ وہ کنواری ہیں۔''

حدیث نمبر 17: "حدثنا محمد بن اسماعیل حدثنا عبداللہ بن صالح حدثنا معاویۃ بن صالح عن یحییٰ بن سعید عن عمرۃ قالت قیل لعائشۃ ماذا کان یعمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتہ قالتن کان بشرا من البشر یفلی ثوبہ ویحلب شاتہ ویخدم نفسہ"

''حضرت عمرہ سے روایت ہے کہ ام المومنین، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر مبارک میں کیا کرتے تھے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے اپنے کپڑے میں جوں ڈھونڈ لیتے تھے اور اپنا کام خود ہی کر لیتے تھے۔''

حدیث نمبر 18: "حدثنا عباس بن محمد الدوری حدثنا عبداللہ بن یزید المقری حدثنا لیث بن سعد حدثنی ابوعثمان الولید بن ابی الولید عن سلیمان بن خارجۃ عن خارجۃ بن یزید بن ثابت قال دخل نفر علی زید بن ثابت فقالوا لہ حدثنا احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ماذا احدثکم کنت جارہ فکان اذا نزل علیہ الوحی بعث الی فکتبتہ لہ فکنا اذا ذکرنا الدنیا ذکرھا معنا واذا ذکرنا الاخرۃ ذکرھا معنا واذا ذکرنا الطعام ذکرہ معنا فکل ھذا احدثکم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم"

''حضرت خارجہ بن یزید بن ثابت سے روایت ہے کہ چند افراد زید بن ثابت کے پاس آئے' انہوں نے استدعا کی کہ ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے کچھ احادیث بیان کریں زید نے فرمایا کہ تم لوگوں کے سامنے کون کون سی باتیں بیان کروں' میں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسایہ ہوں۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اُترتی تو مجھے بلا بھیجتے تو میں اس وحی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لکھ لیتا۔ پس جب ہم معاملات کی باتیں کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے ساتھ ویسی ہی گفتگو فرماتے اور جب ہم اخروی امور کا ذکر کرتے تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے ساتھ ویسی ہی گفتگو فرماتے اور جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ ویسی ہی گفتگو فرماتے' اور یہ تمام باتیں ہیں جو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں۔''

حدیث نمبر 19: "حدثنا اسحق بن موسیٰ حدثنا یونس بن بکیر عن محمد بن اسحق عن زیاد بن ابی زیاد عن محمد ابن کعب لقرظی عن عمرو بن العاص قالکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقبل بوجھہ وحدیثہ علی اشر القوم یتالفھم بذالك فکان یقبل بوجھہ وحدیثیٰ علی حتی ظننت انی خیر القوم فقلت یارسول اللہ انا خیر او بوبکر فقال ابوبکر فقلت یارسول اللہ انا خیر ام عمر فقال عمر فقلت یارسول اللہ انا خیر ام عثمان فقال عثمان فلما سئلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصدقنی فلوددت انی لم اکن سئلتہ"

''عمرو بن العاص سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کی طرف جو سب سے برا بھی ہوتا

اپنے پورے روئے انور کے ساتھ اور نرم گفتگو کے ساتھ متوجہ ہوتے تا کہ وہ اس اخلاق حسنہ کی بدولت حق کی طرف الفت اور رغبت حاصل کرے۔ سو اسی طرح پوری توجہ اور محبت بھری گفتگو میرے ساتھ بھی فرماتے یہاں تک کہ میرا یقین ہو گیا کہ میں قوم کا بہترین فرد ہوں۔ پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہتر ہوں یا ابوبکر رضی اللہ عنہ! تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں بہتر ہوں یا عمر رضی اللہ عنہ؟ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ۔ پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیا میں بہتر ہوں یا عثمان رضی اللہ عنہ؟ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ۔ جب میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پوچھی تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہایت ہی سچا جواب مرحمت فرما دیا۔ پس ہر وقت میں اس بات کی خواہش رکھتا کہ اے کاش! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات نہ پوچھی ہوتی۔"

حدیث نمبر 20:"حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا جعفر بن السلیمان الضبعی عن ثابت عن انس بن مالك قال خدمت رسول الله صلی الله علیه وسلم عشر سنین فما قال لی اف قط وما قال لی شیء صنعته لم صنعته ولا لشیء ترکته لم ترکته وکان رسول الله صلی الله علیه وسلم من احسن الناس خلقا ولا مسست خزا ولا حریرا ولا شیئا کان الین من کف رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا شممت مسکا قط ولا عطرا کان اطیب من عرق رسول الله صلی الله علیه وسلم"

"حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے کا شرف دس برس تک حاصل رہا۔ مجھے کبھی بھی اف تک نہیں فرمایا اور نہ کسی کام کے کرنے میں یہ فرمایا کہ تو نے یہ کام کیوں ایسا کیا اور کبھی کسی کام کے نہ کرنے پر یہ فرمایا کہ تو نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔ اور حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم از روئے اخلاق کے تمام انسانوں میں بہت ہی بہتر تھے۔ اور میں نے کبھی کوئی ریشم اور ریشمی کپڑا اور کوئی اور نرم چیز ایسی نہیں چھوئی جو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم ہو اور میں نے ہرگز کبھی بھی کسی قسم کا مشک اور عطر ہی حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار نہیں سونگھی۔"

حدیث نمبر 21:"حدثنا قتیبة بن سعید واحمد بن عبلة هو الضبی والمعنی واحد قالا حدثنا حماد بن زید عن سلم العلوی عن انس بن مالك عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه کان عنده رجل به اکثر صفرة قال وکان رسول الله صلی الله علیه وسلم لایکاد یواجه احدا بشیء یکسرهه فلما قام قال للقوم لو قلتم له یدع هذه الصفرة"

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایک شخص تھا جس کے کپڑوں پر زرد نشان تھا۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مبارکہ ایسی تھی کہ کسی کی ناگوار بات کو منہ پر منع نہ فرماتے ہیں جب وہ شخص چلا گیا۔ تو اس وقت حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کو چاہئے تھا کہ اسے کہتے کہ زردی لگانا چھوڑ دے۔"

حدیث نمبر 22:"حدثنا محمد بن بشار حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن ابی اسحق عن عبدالله الجدلی واسمه عبدبن عن عائشة انها قالت لم یکن رسول الله صلی الله علیه وسلم فاحشا ولا متفحشا ولا صخابا فی الاسواق ولایجزی بالسیئة السیئة ولکن یعفو ویصفح"

"ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو طبعاً بدخلق تھے اور نہ ہی بتکلف فحش بات

فرماتے، نہ بازاروں میں شور فرماتے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے لیکن درگزر فرما دیتے اور اعراض فرما دیتے۔"

حدیث نمبر 23:"حدثنا هرون بن اسحق لهمدانی حدثنا عبدة عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قالت ما ضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده شيئا قط الا ان يجاهد فی سبيل الله ولا ضرب خادما ولا امرأة"

"ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اپنے ہاتھ سے کسی ایک کو نہیں مارا۔ ہاں! اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو کسی خادم کو اور نہ ہی بیوی کو کبھی مارا ہے۔"

حدیث نمبر 24:"حدثنا احمد بن عبدة الضبی حدثنا فصیل بن عياض عن منصور عن الزهری عن عروة عن عائشة قالت مارايت رسول الله صلى الله عليه وسلم منتصرا من مظلمة ظلمها قط مالم ينتهك من محارم الله تعالىٰ شیء فاذاانتهك من محارم الله تعالىٰ شیء كان من اشدهم فی ذالك غضبا وما خيربين امرين الا اختار اسيرهما مالم يكن مائما"

"ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور پاک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی نہیں دیکھا کہ اپنی ذات (اقدس) کے لئے کسی شخص سے ظلم کا بدلہ لیا ہو ہاں البتہ جب کوئی اللہ تعالیٰ کی حرمتوں میں سے کسی کا ارتکاب کرے سو جس وقت اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کو کوئی توڑتا تو اس شخص پر از روئے غصہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ غضبناک کوئی دوسرا نہ ہوتا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کام کو اختیار فرماتے جو آسان ہوتا بشرطیکہ اس میں گناہ نہ ہو۔"

حدیث نمبر 25: "حدثنا ابن ابی عمر حدثنا سفيان عن محمد بن المنكدر عن عروة عن عائشة قالت استاذن رجل علىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا عنده فقال بئس ابن العشيرة اواخ العشيرة ثم اذن له فالان له القول فلما خرج قلت يارسول الله صلى الله عليه وسلم قلت ماقلت ثم النت له القول فقال ياعائشة ان من شرالناس من تركه الناس او دعه الناس اتقآء فحشه"

"ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھی کہ ایک شخص نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی تو سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے قبیلے کا برا بیٹا ہے یا اپنے قبیلہ کا برا بھائی ہے۔ پھر اسے اجازت دے دی اور بڑی نرمی سے اس کے ساتھ باتیں کیں' جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب نے تو اس کے بارے میں اچھی رائے نہیں دی تھی پھر جب باتیں فرمائیں تو اس کے ساتھ بڑی نرمی سے کیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! بدترین انسانوں میں سے وہ انسان ہے جس کو لوگ چھوڑ دیں تا اس کی بدکلامی سے بچنے کی خاطر اس کو چھوڑ دیں۔"

حدیث نمبر 26:"حدثنا سفين بن وكيع حدثظنا جميع بن عمير بن عبدالرحمن العجلی حدثنی رجل من نبی تميم من ولد ابی هالة زوج خديجة يكنى اباعبدالله عن ابن لابن ابی هالة عن الحسن بن علی رضی الله عنهما قال قال الحسين بن علی سئلت ابی عن سيرة رسول الله صلى الله عليه وسلم فی

جلسآئہ فقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائم البشر سهل الخلق لئن الجانب لیس بفظ ولاغليظ ولاصخاب ولا فحاش ولاعياب ولا مشاح يتغافل عما لايشتهي ولا يونس منه ولا يجيب فيه قد ترك نفسه من ثلاث المرآء والاكبار ومالا يعنيه وترك الناس من ثلاث كان لا يذم احدالا يعيبه ولايطلب عورته ولا يتكلم الا فيما رجا ثوابه واذا تكلم اطرق جلسائه كانما على رئوسهم الطير فاذا سكت تكلموا لايتنازعون عنده الحديث ومن تكلم عنده انصتوا له حتى يفرغ حديثهم عنده حديث اولهم يضحك مما يضحكون منه ويتعجب مما يتعجبون ويصبر للغريب على الجفوة في منطقه ومسالته حتى ان كان اصحابه يستجلبونهم ويقول اذا رايم طالب حاجة يطلبها فارفدوه ولايقبل الثناء الامن مكافي ء ولا يقطع على احد حديثه حتى يجوز فيقطعه بنهي او قيام"

''حضرت امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے باپ سے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طور طریقہ اپنے ہم نشینوں کے ساتھ کیسا تھا تو انہوں نے فرمایا' ہر وقت ہنس مکھ ہوتے نرم اخلاق والے تھے' نرم طبیعت تھے' نہ تو سخت کلام اور نہ ہی تند خو تھے' نہ تو چلانے والے اور نہ ہی فحش گو تھے' نہ کسی کے عیب بیان کرنے والے اور نہ ہی بخل یا حرص کرنے والے تھے' نہ تو کسی کی مدح کرنے والے تھے اور نہ کسی سے مذاق کرنے والے جو چیز پسند نہ فرماتے اس سے تغافل برتتے اور اسے ناامید بھی نہ فرماتے اور اس کا جواب نہ دیتے۔ تین باتوں سے اپنے آپ کو بالکل محفوظ کر رکھا تھا۔ جھگڑے سے تکبر سے اور ملایعنی باتوں سے اور تین باتوں سے لوگوں کو بچا رکھا تھا' نہ کسی کی مذمت کرتے تھے نہ ہی کسی کا عیب بیان کرتے تھے اور نہ ہی کسی ایسی چیز کی جستجو کرتے تھے کہ جس کے واقع ہونے سے عار آتی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو نہیں فرماتے تھے مگر وہی جس سے ثواب کی امید ہوتی ہو اور جس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم مجلس رضوان اللہ علیہم اجمعین نہایت ہی خاموش آنکھیں نیچے کی ہوئیں بیٹھتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں' پھر جب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم مجلس رضی اللہ علیہم اجمعین گفتگو کرتے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اپنی باتوں میں کسی قسم کا جھگڑا نہ کرتے اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض معروض کرتا باقی سب کے سب خاموش رہتے' یہاں تک کہ وہ اپنی گفتگو سے فارغ ہو جاتا۔ ان حضرات کی بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مبارک میں ایسی ہوتی جیسے ان میں سے پہلے شخص کی بات' جس بات سے سب حضرات ہنستے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم بھی تبسم فرماتے اور جس سے سب تعجب فرماتے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تعجب فرماتے' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجنبی یا مسافر کی سخت گفتگو اور بے ادبی کے پوچھنے پر صبر کرتے تا آنکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مسافروں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں لے آتے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی ہدایت فرماتے کہ جب کسی ضرورت مند کو دیکھو کہ وہ اپنی ضرورت کو پورا کرنے کا مطالبہ کرتا ہے تو اس کی امداد کرو۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کی تعریف کرنا منظور فرماتے جو حد سے تجاوز نہ کرتا' کسی ایک کی گفتگو منقطع نہیں فرماتے تھے یہاں تک کہ وہ حد سے نہ بڑھ جاتا پس اسے منع فرما کر بات ختم فرما دیتے یا اٹھ کر چلے جاتے۔''

☆☆☆

فصل نمبر 39:

جود وسخا

دوسروں کو ترجیح دینا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ))

''اور وہ اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، اگرچہ انہیں خود شدید ضرورت ہو۔'' (سورۃ الحشر، آیت نمبر:۹)

جاہل سخی اور بخیل عابد: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((السخی قریب من اللہ تعالیٰ قریب من الناس قریب من الجنۃ، بعیدمن النار و البخیل بعید من اللہ تعالیٰ بعید من الناس، بعید من الجنۃ، قریب من النار و الجاھل السخی احب الی اللہ تعالیٰ من العابد البخیل))

''سخی اللہ کے قریب، لوگوں کے قریب اور جنت کے قریب اور جہنم سے دور ہوتا ہے اور بخیل اللہ سے بعید، لوگوں سے بعید، جنت سے بعید اور جہنم کے قریب ہوتا ہے۔ اور جاہل سخی اللہ کے ہاں بخیل عابد سے زیادہ پسندیدہ ہے۔''

(جامع ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی السخاء، رقم الحدیث:۱۹۶۱)

جود وسخا اور صفات الٰہیہ: صاحبان تصوف کے ہاں جود اور سخاء میں کوئی تمیز نہیں اور سخاء اور سماحت اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے نہیں ہیں، کیونکہ اللہ کے اسماء میں یہ نام موجود نہیں۔

حقیقت جود: حقیقت جود یہ ہے کہ بندے پر خرچ کرنا تکلیف کا باعث نہ ہو۔

سخاء، جود اور ایثر: اہل تصوف کے ہاں پہلے سخاء، پھر جود اور پھر ایثر (ایثار) کا مرتبہ ہے۔ پس سخی وہ ہے جو مال کا بعض حصہ خرچ کرے اور بعض حصہ پاس رکھے۔ جاد وہ ہے جو اکثر مال خرچ کرے اور کچھ اپنے پاس بھی رکھے اور ایثر (صاحب ایثار) وہ ہے جو تکلیف برداشت کرے۔ اس کے پاس گزر اوقات جتنا مال ہو لیکن وہ پھر بھی اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دے۔

سائل کا سوال: حضرت اسماء بن خارجہ کا ارشاد ہے:

''اگر کوئی آدمی مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کو کچھ نہ دوں، کیونکہ اگر وہ صاحب عزت ہے تو میں اس کی عزت کی حفاظت کروں گا اور اگر وہ کمینہ ہے تو اس سے اپنی عزت کو محفوظ کرلوں گا۔''

شیخ موزق عجلی: شیخ موزق عجلی علیہ الرحمۃ اپنے قریبیوں پر بہت زیادہ لطف وکرم فرمایا کرتے تھے۔ آپ اپنے دوستوں کے پاس ایک ہزار چاندی کے سکے رکھ کر فرماتے:

''میری واپسی تک یہ رقم تمہارے پاس امانت ہے۔''

پھر ان کو پیغام بھیجتے:

''یہ مال تمہارے لیے حلال ہے۔''

حکم بن المطلب: شہر منبج کا ایک باشندہ ایک مدنی (مدینہ منورہ میں رہنے والے) سے ملا تو اس نے سوال کیا:

''آپ کا تعلق کس جگہ سے ہے۔؟''

مدنی نے جواباً کہا:

''میں مدینہ طیبہ کا رہائشی ہوں۔''

اس نے کہا:

''تمہارے شہر کے ایک آدمی نے ہمیں مال دار کر دیا ہے، اس کا نام حکم بن عبدالمطلب ہے۔''

مدنی نے پوچھا:

''وہ کیسے؟ وہ تو تمہارے پاس صرف ایک اونی جبہ میں آیا تھا۔''

اس نے کہا:

''اس نے مال کے ذریعے ہمیں مالدار نہیں کیا بلکہ اس نے ہمیں خرچ کرنے کی تعلیم دی تو ہم نے ایک دوسرے کو مال دیا تو ہم مال دار ہو گئے۔''

شیخ ابوالحسن نوری: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ جب غلام خلیل نے خلیفہ کے پاس اہل تصوف کی شکایت اور غیبت کی تو اس نے صوفیاء کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فقر کے ذریعے اپنے حال کو چھپائے رکھا۔ سید الطائفہ حضرت امام ابوثور علیہ الرحمۃ کے مذہب کے مطابق فتویٰ دیتے تھے لیکن خلیفہ نے اہل تصوف میں سے شہام، رقام، نوری اور ایک جماعت کو گرفتار کر لیا اور ان کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔

شیخ ابوالحسن احمد بن محمد نوری علیہ الرحمۃ جلاد کی طرف بڑھے تو اس نے کہا:

''آپ جانتے ہیں کہ آپ کس طرف جا رہے ہیں۔؟''

آپ نے فرمایا:

''میں جانتا ہوں۔''

اس نے کہا:

''پھر آپ جلد بازی کیوں کرتے ہیں؟''

آپ نے فرمایا:

''میں ایک ساعت کی زندگی کے لئے بھی اپنے ساتھیوں کو اپنے اوپر ترجیح دیتا ہوں (کہ پہلے مجھے قتل ہونا چاہئے۔)''

جلاد حیران رہ گیا اور اس نے خلیفہ کو یہ قصہ بتایا۔ خلیفہ نے شیخ نوری علیہ الرحمۃ کو قاضی کے پاس بھیجا تا کہ وہ ان کے حال کی چھان بین کرے۔ قاضی نے شیخ ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ سے چند فقہی مسائل پوچھے تو شیخ نے تمام سوالوں کے جوابات دے دیئے۔

پھر فرمایا:

''جان لو کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں کہ جب وہ کھڑے ہوتے ہیں تو اللہ کے حکم کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ جب بولتے ہیں تو اللہ کے حکم کے ساتھ بولتے ہیں۔''

آپ نے ایک طویل وعظ فرمایا اور ایسی گفتگو فرمائی کہ قاضی رونے لگ گیا۔ اس نے خلیفہ کو پیغام بھیجا:

''اگر یہ صاحبان علم و فضل زندیق ہیں تو پوری دنیا میں کوئی بھی مسلمان نہیں۔''

محلے کی دکانیں: شیخ علی بن فضیل علیہ الرحمۃ اپنے محلے کی دکانوں سے خریداری کیا کرتے تھے۔ آپ سے کہا گیا:

''اگر آپ بازار جائیں تو سامان بہت سستا ملے گا۔''

آپ نے فرمایا:

((ھو لاء نزلوا بقربنا و جاء منفعتنا))

''یہ تاجروں کا قافلہ ہمارے قریب اترا ہے اور ہم سے منافع کی امید رکھتا ہے۔''

جبلہ بن سحیم: ایک آدمی نے جبلہ بن سحیم کے پاس ایک لونڈی بطور تحفہ بھیجی۔ اس وقت وہ اپنے دوستوں کی محفل میں تھا۔ اس نے کہا:

''اگر میں تمہارے موجود ہونے کے باوجود اسے اپنے ساتھ خاص کرلوں تو یہ ناپسندیدہ بات ہے اور تم میں ہر ایک کو اس بات پر اعتراض ہوگا کہ یہ لونڈی کسی دوسرے کے ساتھ خاص کردی جائے، جبکہ تم میں سے ہر ایک کا حق اور احترام ہے اور اس کو تقسیم بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مجلس میں موجود افراد کی تعداد اسی تھی، بہر حال جبلہ نے اپنے ملازم کو ان سب کے لیے ایک ایک لونڈی دینے کا حکم دیا۔

شیخ عبیداللہ ابن ابی بکرہ: ایک روز شیخ عبیداللہ بن ابی بکرہ علیہ الرحمۃ سفر پر تھے کہ دوران سفر آپ کو سخت پیاس لگی۔ انہوں نے ایک خاتون کے گھر سے پانی مانگا۔ اس نے آپ کو پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ دیا اور خود دروازے کے پیچھے کھڑی ہو کر کہنے لگی:

''آپ دروازے سے دوسری جانب چلے جائیں۔ پیالے کو میرا کوئی بچہ اٹھالے۔ میں ایک عرب خاتون ہوں، میرے شوہر کا چند روز پہلے وصال ہوگیا ہے۔''

شیخ عبیداللہ بن ابی بکرہ علیہ الرحمۃ نے پانی پیا اور اپنے غلام سے فرمایا:

''اس خاتون کو دس ہزار چاندی کے سکے دے دو۔''

خاتون نے عرض کیا:

''سبحان اللہ! کیا آپ میرے ساتھ مذاق کرتے ہیں۔؟''

شیخ نے خادم سے فرمایا:

''اس خاتون کو بیس ہزار چاندی کے سکے دے دو۔''

خاتون نے کہا:

''میں اللہ سے عافیت کا سوال کرتی ہوں۔''

شیخ نے فرمایا:

''اے غلام! اس خاتون کو تیس ہزار چاندی کے سکے دے دو۔''

اس خاتون نے اپنے گھر کا دروازہ بند کردیا اور کہا:

''تم پر افسوس۔''

پس غلام اس کے پاس تیس ہزار چاندی کے سکے لے کر گیا تو اس نے وہ قبول کرلیے۔ رات ہونے سے پہلے پہلے تک بہت سے لوگوں نے اسے منگنی کا پیغام بھیجا۔

پہلے خیال کے مطابق عمل: منقول ہے:

"((الجود : اجابة الخاطر الاول))

''پہلے خیال کے مطابق عمل کرنا جود ہے۔''

قیس کا صدقہ: شیخ ابوالحسن بوشجی علیہ الرحمۃ کے ایک مصاحب کہتے ہیں کہ شیخ بوشجی علیہ الرحمۃ غسل خانہ میں تھے۔ آپ نے اپنے ایک شاگرد کو بلایا اور فرمایا:

''میری یہ قمیض فلاں آدمی کو دے آؤ۔''

عرض کیا گیا:

''آپ نے غسل خانہ سے نکلنے کا انتظار کیوں نہ کیا؟''

آپ نے فرمایا:

''مجھے اپنے ارادے کے بدلنے کا ڈر تھا اس لیے میں نے جلدی کی۔''

ایک مہمان نواز آدمی: شیخ قیس بن سعد بن عبادہ علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''آپ نے اپنے آپ سے زیادہ سخی دیکھا ہے۔؟''

آپ نے کہا کہ ہاں۔ ہم جنگل میں ایک خاتون کے خیمے کے قریب اترے۔ اس کا شوہر آیا تو اس خاتون نے کہا:

''ہمارے گھر میں مہمان آئے ہیں۔''

وہ شخص اونٹنی لایا اور اسے ذبح کر دیا اور ہم سے کہا:

''اس سے کھاؤ۔''

دوسرے روز اس نے دوسری اونٹنی کو ذبح کیا اور کہا:

''یہ تمہارا کھانا ہے۔''

ہم نے کہا:

''ہم تو اس اونٹنی کا بھی تھوڑا سا گوشت کھا سکے ہیں جو آپ نے کل ذبح کی تھی۔''

اس نے کہا:

''میں اپنے مہمانوں کو باسی چیز نہیں کھلاتا۔''

ہم اس کے پاس دو یا تین دن رہے اور بارش برستی رہی اور وہ اسی طرح کرتا رہا۔ جب ہم نے جانے کا ارادہ کیا تو ہم نے اس کے لئے اس کے گھر میں ایک سو دینار رکھ دیے اور اس خاتون سے کہا:

''ہماری طرف سے اپنے شوہر کی معذرت کر لینا۔''

پھر ہم چلے گئے۔ جب سورج خوب روشن ہو گیا تو ہم نے دیکھا کہ ایک آدمی ہمیں پیچھے سے آوازیں دے رہا ہے:

''اے کمینے سوارو! ٹھہر جاؤ! تم نے میری مہمان نوازی کی قیمت دی ہے۔''

پھر وہ ہمارے قریب پہنچا اور کہنے لگا:

''یہ رقم تمہیں ضرور واپس لینا ہوگی۔ ورنہ میں تمہیں اس نیزے سے زخمی کر دوں گا۔''

ہم نے وہ رقم لے لی اور وہ یہ شعر پڑھتا ہوا واپس چلا گیا:

واذا اخذت ثواب ما اعطيته

فكفى بذاك لنائل تكديرا

''اور جب میں نے لے لیا اس کا بدلہ جو میں نے اس کو دیا تھا تو یہ چیز ثواب کو ضائع کرنے کیلئے کافی ہے۔''

ایک گھر اور اس کا سامان: شیخ ابو عبداللہ روذ باری علیہ الرحمۃ اپنے ایک مرید کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ اس کے گھر کے دروازے کو تالا لگا ہوا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

''صوفی اور دروازے پر تالا۔؟''

شیخ نے تالا توڑا اور حکم دیا کہ گھر میں جو کچھ ہے اسے بازار لے جا کر فروخت کر دیا جائے اور اس کی قیمت خرچ کر دی جائے۔''

چنانچہ یہ سب کرنے کے بعد شیخ اور ان کے ساتھی گھر میں بیٹھ گئے۔ گھر کا مالک آیا لیکن اس میں بولنے کی مجال نہ تھی۔ اس کی بیوی آئی، اس نے کمبل اوڑھ رکھا تھا۔ وہ گھر میں داخل ہوئی تو کمبل بھی پھینک دیا اور کہنے لگی:

''اے لوگو! یہ بھی تو سامان میں شمار ہوتا ہے، اسے بھی فروخت کر دو۔''

شوہر نے کہا:

''تو اس قدر تکلف کیوں کرتی ہے؟''

بیوی نے کہا:

''چپ کر جاؤ۔ مرشد تو ہم سے بے تکلفی کرتا ہے اور ہمارے بارے میں فیصلہ کرتا ہے اور ہم اس سے بچا کر کوئی چیز رکھ لیں۔؟''

دل کی قساوت: شیخ بشر بن حارث علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

((النظر الی البخیل یقسی القلب))

''بخیل کو دیکھنا دل کی سختی کا باعث بنتا ہے۔''

قرض معاف کرنا: شیخ قیس بن سعد بن عبادہ علیہ الرحمۃ بیمار ہو گئے۔ ان کے رشتہ داروں نے ان کی بیمار پرسی میں تاخیر کر دی۔ شیخ نے ان کے بارے میں استفسار فرمایا تو عرض کیا گیا:

''آپ نے جوان سے قرض لینا ہے اس وجہ سے وہ آپ کے سامنے آنے سے حیاء کرتے ہیں۔''

شیخ نے فرمایا:

''اس دولت پر اللہ کی مار ہو جو بھائیوں کی ملاقات میں حائل ہو جاتا ہے۔''

آپ نے فوراً ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ اعلان کر دے کہ جس بھی آدمی نے قیس کا قرض ادا کرنا ہے قیس نے ان سب کو قرض معاف کر دیا ہے۔''

اسی روز رات کے وقت تیمارداروں کی کثرت کی وجہ سے ان کے دروازے کی چوکھٹ ٹوٹ گئی۔

شیخ عبداللہ بن جعفر کی سخاوت: شیخ عبداللہ بن جعفر علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''جب آپ سے مانگا جاتا ہے تو آپ بہت سا مال خرچ کرتے ہیں اور جب آپ سے جھگڑا کیا جاتا ہے تو آپ تھوڑا سا مال دینے میں بھی بخل کرتے ہیں، اس کی وجہ کیا ہے۔؟''

شیخ نے فرمایا:

''میں اپنا مال خرچ کرتا ہوں اور عقل کے ساتھ بخل کرتا ہوں۔''

غلام اور باغ: شیخ عبداللہ بن جعفر علیہ الرحمۃ اپنے کھیتوں کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ایک باغ میں اترے۔ وہاں سیاہ رنگ کا غلام کام کر رہا تھا۔ غلام کا کھانا آیا تو ایک کتا باغ میں داخل ہو کر غلام کے قریب آیا۔ غلام نے اس کے سامنے ایک روٹی ڈالی تو اس نے کھالی۔ پھر دوسری روٹی ڈالی اور پھر تیسری۔

شیخ عبداللہ بن جعفر علیہ الرحمۃ یہ سارا ماجرا دیکھ رہے تھے۔ آپ نے اس غلام سے فرمایا:

''تمہارا روز کا کتنا کھانا ہے۔؟''

اس نے کہا:
''جو آپ نے دیکھ لیا، اتنا ہی ہے (یعنی تین روٹیاں)۔''
آپ نے فرمایا:
''تو نے کتے کو اپنے اوپر ترجیح کیوں دی۔؟''
اس نے کہا:
''یہ کتوں کا علاقہ نہیں ہے۔ یہ کتا دور سے بھوکا آیا ہے تو اس کو خالی بھیجنا مجھے ناپسند تھا اس لیے میں نے اسے کھانا دے دیا۔''
آپ نے فرمایا:
''آج تم کھانے کے بغیر دن کس طرح گزارو گے۔؟''
اس نے کہا:
''میں آج بھوکا رہ کر صبر کروں گا۔''
آپ نے فرمایا:
''مجھے کثرت سخاوت کی بناء پر ملامت کی جاتی ہے، حالانکہ یہ غلام مجھ سے بھی زیادہ سخی ہے۔''
چنانچہ آپ نے وہ باغ، غلام اور اس میں جو سامان تھا سب کچھ خرید لیا اور اس غلام کو آزاد کر کے سب کچھ اسے بطور تحفہ دے دیا۔
ایک دوست: ایک آدمی اپنے ایک دوست کے گھر گیا اور اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ جب وہ باہر آیا تو پوچھنے لگا:
''آپ میرے ہاں کیوں آئے ہیں؟''
اس نے کہا:
''مجھ پر چار سو درہم قرض ہے۔''
پس وہ اندر گیا، چار سو درہم وزن کر کے لے آیا اور اس کو دے دیئے۔ جب وہ چلا گیا تو یہ گھر میں روتا ہوا داخل ہوا۔ بیوی نے کہا:
''اگر اُسے پیسے دینا نہیں چاہتے تھے تو کوئی بہانہ بنا لیتے۔''
اس نے کہا:
''میں اس لیے گریہ کر رہا ہوں کہ میں نے اس کے مانگنے سے پہلے اس کی خبر گیری کر کے اس کی مدد کیوں نہ کی حتیٰ کہ اسے میرے پاس آنے کی زحمت اٹھانا پڑی۔''
شیخ مطرف کا ارشاد: شیخ مطرف بن شخیر علیہ الرحمۃ نے اپنے مصاحبوں سے فرمایا:
''جب تم کو مجھ سے کوئی حاجت ہو تو وہ مجھے لکھ کر دے دیا کرو، کیونکہ میں تمہارے چہرے پر حاجت کی ذلت نہیں دیکھنا چاہتا۔''
روزانہ صبح دعوت: ایک آدمی سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مخالف تھا اور وہ لوگوں کے سامنے آپ کو بے عزت کرنا چاہتا تھا۔ پس وہ شہر کے عزت دار اور اثر ورسوخ والے لوگوں کے پاس گیا اور کہنے لگا:
''ابن عباس نے کل صبح تمہاری دعوت کی ہے۔ پس تم صبح صبح آ جانا۔''
وہ لوگ صبح صبح سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے گھر پہنچ گئے حتیٰ کہ آپ کا گھر لوگوں سے بھر گیا۔ آپ نے لوگوں سے آنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ رات کو آپ کا قاصد دعوت کا پیغام لے کر ہمارے پاس آیا تھا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی وقت پھل خریدنے اور روٹی وغیرہ پکانے کا حکم دیا۔ پس آپ نے ان کی بہترین

دعوت کی۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپ نے اپنے خصوصی مصاحبوں سے فرمایا:
''کیا کھانے کی اتنی چیزیں ہمیں روزانہ مل سکتی ہیں؟''
انہوں نے کہا:
''جی ہاں! مل سکتی ہیں۔''
آپ نے فرمایا:
''پھر ان لوگوں سے کہہ دو کہ روزانہ صبح ہمارے ہاں ان کی دعوت ہوا کرے گی۔''

سخاوت میں چراغ تک دے دینا: ایک روز شیخ استاذ ابو سہل صعلوکی علیہ الرحمۃ اپنے گھر میں وضو کر رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ سے ایک چیز مانگی۔ وہ چیز اس وقت آپ کے پاس موجود نہ تھی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:
''مجھے وضو کر لینے دو اور صبر کرو۔''
پس وہ شخص کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگا۔ جب آپ وضو سے فارغ ہوئے تو فرمایا:
''میرے پاس یہ چراغ ہے۔''
چنانچہ وہ آدمی چراغ لے کر چلا گیا۔ جب وہ آدمی دور نکل گیا تو آپ نے چلانا شروع کر دیا:
''ایک آدمی آیا اور میرا چراغ لے گیا۔''
محلے داروں نے اس آدمی کا پیچھا کیا لیکن وہ اس تک نہ پہنچ پائے۔ آپ نے یہ کام اس لیے کیا کہ گھر والے آپ کو زیادہ سخاوت کی وجہ سے ملامت کیا کرتے تھے۔

شیخ ابو سہل صلعوکی کی سخاوت وعلمیت: شیخ استاذ ابو سہل صعلوکی علیہ الرحمۃ نے سخت سردی کے موسم میں اپنا جبہ ایک آدمی کو صدقہ میں دے دیا۔ پس جب آپ تدریس کے لئے نکلتے تو عورتوں کا جبہ پہن کر نکلتے کیونکہ ان کے پاس کوئی اور جبہ نہ تھا۔ ایک دفعہ فارس سے ایک مشہور وفد آیا۔ ان میں ہر قسم کے لوگ تھے۔ اس وفد میں آئمہ فقہاء، آئمہ متکلمین اور نحویوں کے آئمہ شامل تھے۔ فوج کے کمانڈر ابو الحسن نے شیخ ابو سہل صعلوکی علیہ الرحمۃ کو پیغام بھیجا کہ آپ سوار ہو کر ان کا استقبال کریں۔ شیخ ابو سہل صعلوکی نے عورتوں کے جبہ کے اوپر ایک ادنی جبہ پہن لیا جو اگلی جانب سے پھٹا ہوا تھا۔ لشکر کے کمانڈر نے کہا:
''شہر کے امام نے میری بے عزتی کی ہے۔ یہ عورتوں کا جبہ پہن کر آیا ہے۔''
پس شیخ ابو سہل صعلوکی علیہ الرحمۃ نے ان سب سے مناظرہ کیا تو ہر فن میں ان سب پر غالب آ گئے۔

دینے والا ہاتھ لینے والے سے بہتر ہے: شیخ استاذ سہل بن عبد اللہ علیہ الرحمۃ نے کبھی بھی کسی کو اپنے ہاتھ سے کوئی چیز نہیں دی تھی۔ آپ ہمیشہ جس چیز کو دینے کا ارادہ کرتے تو اس کو زمین پر رکھ دیتے تاکہ سائل اسے زمین سے اٹھا لے۔ آپ فرمایا کرتے تھے:
''دنیا کی ذلت اس سے بھی زیادہ ہے کہ میں اس کیلئے اپنے ہاتھ کو کسی کے ہاتھ کے اوپر رکھوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((الید العلیا خیر من الید السفلی))
''اوپر (دینے) والا ہاتھ نیچے (مانگنے) والے ہاتھ سے بہتر ہے۔'' (بخاری، کتاب الوصایا)

تعریف کے بدلے قید: شیخ ابو مرثد علیہ الرحمۃ کا شمار شرفاء میں ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ کسی شاعر نے ان کی تعریف کی تو انہوں

نے فرمایا:

''میں تجھے کچھ نہیں دے سکتا کیونکہ میرے پاس کچھ نہیں۔ہاں اگر تم کچھ رقم حاصل کرنا چاہتے ہو تو تم مجھے قاضی کے سامنے پیش کر دو اور مجھ پر دس ہزار درہموں کے قرض کا دعویٰ کرو۔ میں اقرار کروں گا۔ پھر مجھے اپنے پاس قید کر لینا۔ میرے قبیلے والے مجھے قید نہیں ہونے دیں گے۔ پس وہ تمہیں رقم دے کر مجھے چھڑا لیں گے۔''

اس شاعر نے ایسا ہی کیا تو شام ہونے سے پہلے آپ کے قبیلے والوں نے اسے دس ہزار درہم دے کر آپ کو چھڑا لیا۔

سیدنا امام حسن کی سخاوت: ایک مرتبہ ایک آدمی نے نواسہ رسول سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے کسی چیز کا سوال کیا تو آپ نے اس کو پچاس ہزار درہم اور پانچ سو دینار دے دیئے اور فرمایا:

''کسی مزدور سے کہو کہ وہ اس رقم کو اٹھا کر تمہارے گھر تک پہنچا دے۔''

وہ آدمی ایک مزدور کو لے آیا تو آپ نے اس کو اپنی چادر دے دی اور فرمایا:

''مزدور کی مزدوری میرے ذمہ ہے۔''

اللہ کے انعام کے مطابق سخاوت: شیخ لیث بن سعد علیہ الرحمۃ سے کسی خاتون نے تھوڑا سا شہد مانگا تو آپ نے شہد کا پورا مشکیزہ دینے کا حکم دیا۔ آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا:

((انها سألت على قدر حاجتها ونحن نعطيها على قدر نعمنا))

''اس عورت نے اپنی حاجت کے مطابق مانگا تھا اور ہم نے اسے اس انعام کے مطابق دیا جو اللہ نے ہم پر کیا ہے۔''

مسجد میں موجود ہر آدمی کے لیے تحفہ: ایک آدمی سے منقول ہے کہ میں نے نماز فجر شہر کوفہ کی مسجد اشعث میں ادا کی۔ میں ایک مقروض کی جستجو میں تھا کہ وہ مجھے ملے اور میں اسے کچھ دے دوں تاکہ وہ اپنا قرض ادا کر سکے۔ جب میں نے نماز کو مکمل کیا تو دیکھا کہ میرے اور ہر نمازی کے سامنے کپڑا اور جوتا پڑا ہوا تھا۔ میں نے کہا:

''یہ کیا ہے؟''

کچھ احباب نے کہا:

''اشعث مکہ مکرمہ سے واپس پلٹا ہے تو اس نے تمام اہل مسجد کے لیے ایک ایک جوتا اور ایک ایک کپڑا دینے کا حکم دیا ہے۔''

میں نے کہا:

''میرا شمار تو اہل مسجد میں نہیں ہوتا۔''

نمازیوں نے کہا:

''یہ تحفہ ہر اس آدمی کے لئے ہے جو مسجد میں موجود ہے۔''

غسل کی وصیت: جب امام شافعی علیہ الرحمۃ کے وصال کا وقت قریب ہوا تو آپ نے فرمایا:

''فلاں آدمی سے کہنا کہ مجھے غسل دے۔''

وہ شخص اس وقت وہاں موجود نہیں تھا۔ جب وہ آیا اور اس کو بتایا گیا تو اس نے امام شافعی علیہ الرحمۃ کا لکھا ہوا نوشتہ منگوایا۔ دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ میرے ذمہ ستر ہزار درہم قرض ہے۔ اس آدمی نے وہ سارا قرض ادا کر دیا اور کہا:

''مجھے یہی غسل دینے کا حکم دیا گیا ہے۔''

سونے کے دس ہزار سکے: جب امام شافعی علیہ الرحمۃ شہر صنعاء سے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ کے پاس سونے کے دس

ہزار سکے موجود تھے۔آپ سے عرض کیا گیا:

''آپ اس رقم سے ایک لونڈی خرید لیں۔''

امام شافعی علیہ الرحمۃ نے مکہ مکرمہ سے باہر خیمہ لگالیا اور جو بھی آدمی آپ کے پاس حاضر ہوتا آپ مٹھی بھر کر سونے کے سکے اسے عطا کرتے۔نماز ظہر کے وقت آپ اس جگہ سے اٹھے اور کپڑے جھاڑ دیئے اور آپ کے پاس دس ہزار سونے کے سکوں میں سے کچھ بھی باقی نہ بچا۔

نوے رحمتیں: شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ عید کے دن گھر سے باہر نکلے تو ایک بارعب شخص آپ کے پاس آیا۔شیخ نے اسے ناقص سلام کیا (فقط السلام علیکم کہا)۔آپ سے عرض کیا گیا:

''یہ آدمی صاحب شان وشوکت ہے۔''

آپ نے فرمایا:

''مجھے معلوم ہے،لیکن مرفوع حدیث میں ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں تو سو رحمتیں ان کو عطا کی جاتی ہیں۔ان میں سے نوے رحمتیں اس کو دی جاتی ہیں جو زیادہ خوشی سے دوسرے مسلمان بھائی کو ملتا ہے۔پس میں نے ارادہ کیا کہ اسے زیادہ رحمتیں ملیں۔''

مہمان نہ آنے کا غم: ایک روز امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ گریہ کر رہے تھے۔آپ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''سات روز ہو گئے کہ میرے ہاں مہمان نہیں آیا اور مجھے خوف ہے کہ کہیں اللہ کے ہاں میں ناپسندیدہ تو قرار نہیں دے دیا گیا۔''

گھر کی زکوۃ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

''گھر کی زکوٰۃ مہمان خانہ ہے (کہ وہاں مہمان بیٹھتے ہیں)۔''

معزز مہمان: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ھل اتاك حديث ضيعف ابراھيم المكرمين))

''کیا آپ کے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر نہیں آئی۔؟'' (سورۃ الذاریات، آیت نمبر ۲۴)

منقول ہے کہ مہمانوں کو معزز اس لئے فرمایا گیا کہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام خود ان کے لیے کھانے وغیرہ کی تیاری کے لیے مصروف رہے تھے۔

منقول ہے کہ مہمانوں کو معزز اس لیے بھی کہا گیا ہے کہ کریم کا مہمان بھی کریم ہوتا ہے۔

شریف کی چار علامات: شیخ ابراہیم بن جنید بغدادی علیہما الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''شریف چار چیزوں سے نفرت نہیں کرتا اگرچہ خود حاکم ہی کیوں نہ ہو۔پہلی: اپنے والد کے استقبال کے لیے اپنی جگہ سے اٹھنا۔ دوسری: مہمانوں کی خدمت کرنا۔تیسری: اپنے معلم کی خدمت کرنا۔چوتھی: جس چیز کے بارے میں نہ جانتا ہو اس کے بارے میں سوال کرنا۔''

تنہا کھانا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ليس عليكم جناح ان تاكلوا جميعاً او اشتاتاً))

''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم مل کر کھاؤ یا الگ الگ ہو کر'' (سورۃ النور، آیت نمبر: ۶۱)

سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''صحابہ تنہا کھانے میں حرج سمجھتے تھے، اس آیت مبارکہ میں انہیں اس کی اجازت مرحمت فرمائی گئی۔''

مہمان کی مدد: منقول ہے کہ شیخ عبداللہ بن عامر بن کریز علیہ الرحمۃ نے ایک آدمی کو دعوت پر بلایا۔ جب وہ آیا تو آپ نے اس کی اچھی مہمان نوازی کی۔ جب وہ رخصت ہونے لگا تو شیخ کے غلاموں نے اس مہمان کا سامان وغیرہ اٹھانے میں کوئی مدد نہ کی۔ شیخ عبداللہ بن عامر علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''یہ غلام اس مہمان کی مدد نہیں کرتے جو ہم سے رخصت ہوتا ہے۔''

قوم کا نہ روکنا: شیخ عبداللہ بن باکو یہ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اس طرح ایک شعر ہم نے متنبی سے سنا:

اذا ترحلت عن قوم وقد قدروا

ان لاتفارقهم فالرا حلونهم

''جب تم کسی قوم سے کوچ کر جاؤ، اور تحقیق وہ تمہیں روکنے پر قادر ہوں تو گویا وہ تم سے جدا ہو رہے ہیں (کیونکہ اگر ان کے دل میں جانے والے کی محبت ہوتی تو وہ اسے ضرور روکتے)۔''

لوگوں کی چیزوں کی طرف متوجہ نہ ہونا: شیخ عبداللہ ابن مبارک علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''یہ بات مال کی سخاوت سے بہتر ہے کہ نفس لوگوں کی چیزوں کی طرف متوجہ نہ ہو۔''

سردی برداشت کرنے میں موافقت: ایک صوفی سے منقول ہے کہ میں شدید سردی کے ایام میں شیخ بشر بن حارث حافی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ انہوں نے قمیص اتار رکھی ہے اور ان پر کپکپی طاری ہے۔ میں نے عرض کیا:

''اے ابونصر! شدید سردی میں تو لوگ زائد کپڑے پہنتے ہیں اور آپ نے کچھ بھی نہیں پہنا ہوا؟''

انہوں نے فرمایا:

''مجھے فقراء اور ان کی تکالیف کا خیال آیا۔ میں نے سوچا کہ میں ان کی خیر خواہی نہیں کر سکتا، اس لیے میں نے چاہا کہ سردی برداشت کرنے میں ان کی موافقت کروں۔''

اصل سخاوت: شیخ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''مال دار کا محتاج کو کچھ دینا سخاوت نہیں بلکہ اصل سخاوت تو یہ ہے کہ محتاج مال دار کو دے۔''

اضافہ از مترجم:

انفاق کا مادہ: ''نفق'' ہے اور جب یہ باب افعال پر آتا ہے تو اس کا معنی ہوتا ہے: خرچ کرنا۔

شریعت اسلامی میں انفاق کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے راستہ میں ضرورتمندوں، یتیموں، بے سہارا وغیرہ کیلئے اللہ کی خوشنودی کو مدنظر رکھتے ہوئے بغیر دکھاوا کیے خرچ کرنا۔

قرآن مجید کے متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے جابجا مسلمانوں کو انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا ہے اور کہا کہ جو مال تمہاری چند روزہ زندگی میں تمہیں نصیب ہوا ہے جسے تم بھی چھوڑ کر جانے والے ہو اسے فی سبیل اللہ خرچ کر کے اپنے لیے آخرت کا سامان کرو۔

انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دے کر گویا مسلمانوں کو جھنجھوڑا گیا ہے کہ تم اس مال کو اپنا استحقاق مت خیال کرو جو تمہیں ملا ہے۔ جس نے مال دیا ہے اس کے لیے خرچ کرو۔ ارشاد ربانی ہے:

((اٰمنوا باللّٰہ ورسولہ وانفقوا ممّا جعلکم مستخلفین فیہ فالذین اٰمنوا منکم وانفقوا لھم اجر کبیر))(سورۃ الحدید ،آیت نمبر:7)

''اللہ اور رسول پر ایمان لاؤ۔ جس مال کے تم نائب بنائے گئے ہو اسے اس کے راستے میں خرچ کرو اور جو تم میں سے ایمان لایا اور اللہ کے راستے میں خرچ کیا تو ان لوگوں کے لئے اجر کبیر ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس مال کا تمہیں خلیفہ اور نائب بنایا گیا ہے اس کو اسی کی اطاعت گزاری میں خرچ کر ڈالو اور سمجھ لو کہ جس طرح مال دوسرے ہاتھوں سے ملا ہے اسی طرح یہ دوسرے ہاتھوں میں چلا جائے گا اور تمہارے ذمہ حساب و کتاب رہ جائے گا اور مستخلفین فیہ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ممکن ہے تیرے بعد تیرا مال تیرے وارث ترکے سے خرچ کر کے مجھ سے نزدیکی حاصل کر لیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ تیرا وارث بد ہو اور وہ اپنی سیاہ کاریوں میں اپنا روپیہ برباد کرے اور اس کا باعث تو بنے۔ نہ تو اس مال کو چھوڑتا، نہ وہ اسے اڑاتا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''انسان کہتا ہے میرا مال' میرا مال حالانکہ اس کا مال تو وہ ہے جو اس نے پہن لیا' کھا لیا یا صدقہ کر دیا اور باقی مال تو اوروں کا ہے۔ کھایا ہوا فنا ہو گیا' پہنا ہوا پرانا ہو کر برباد ہوا اور اصل مال تو اس کے کام وہ آیا جو بطور خزانہ اس کا اللہ کے پاس صدقہ کرنے سے جمع ہے۔''

تمام تر مال اور زمین و آسمان کی میراث اللہ ہی کیلئے ہیں۔ اسی بات کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ کیا ہے:

((ومالکم الا تنفقوا فی سبیل اللّٰہ وللّٰہ میراث السمٰوٰت والارض))(سورۃ الحدید، آیت نمبر:10)

''تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے اور زمین و آسمان کی میراث تو اللہ ہی کیلئے ہے۔''

اب اللہ تعالیٰ یہاں بھی خیرات کرنے کی بھرپور رغبت دلاتے ہوئے فرماتا ہے کہ بالآخر جب سب کچھ دنیا کا تم چھوڑنے والے ہو اور ہر چیز آخر کار میرے ہی لیے رہ جائے گی تو تمہیں میرے راستے پر خرچ کرنے میں کیا چیز مانع ہے۔؟ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے میراث کا ذکر کیا ہے۔ میراث اصل میں وہ پراپرٹی ہے جو باپ کے مرنے کے بعد اولاد کے حصے میں آتی ہے، لہٰذا جب تم اس دنیا سے چلے جاؤ گے تو سب کچھ چھوڑا ہوا میرے ہی لئے رہ جائے گا، لہٰذا بخیل مت بنو اور آخرت کیلئے اپنا کچھ بنا جاؤ۔

میراث انتقال کے بعد وارثوں کو جبری ملا کرتی ہے۔ مرنے والا چاہے یا نہ چاہے وہ ان کو مل کر ہی رہتی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ملکیت آسمان و زمین کو لفظ میراث سے اس لیے تعبیر کیا کہ تم چاہو یا نہ چاہو بالآخر جس چیز کے تم مالک بنے بیٹھے ہو آخر میری ملکیت خاصہ میں منتقل ہونے والی ہے۔ اب ظاہری طور پر تم مالک ہو ایک دن حقیقتاً اور ظاہراً ہر لحاظ سے اس میراث کا مالک میں ہوں گا اور جو تم آج میرے لیے خرچ کر جاؤ گے وہ تمہارے لیے دائمی اجر و ثواب کا باعث بن جائے گا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((ماعندکم ینفد وماعنداللّٰہ باق))

''جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہونے والا ہے جو اللہ کے پاس ہے باقی رہے گا۔''

اسی طرح دوسری جگہ مرکوز ہے:

((وماانفقتم من شیء فھو یخلفہ وھو خیر الرازقین))

''جو تم خرچ کرو گے تو وہ اس کا بہتر بدل دے گا۔ اصل میں روزی رساں وہی ہے۔''

جامع ترمذی میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دفعہ ایک بکری ذبح کی اور سب خیرات کر دی۔ صرف ایک دست باقی رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

''کیا رکھا ہے۔؟''

میں نے عرض کیا:

''صرف ایک دست رکھا ہے۔''

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''صرف ایک دست باقی نہیں رہا، باقی تو ساری بکری رہی۔ (جو تم نے خیرات کیا اس کا بدل تو اللہ سے پاؤ گی جبکہ جو دست رکھا ہے اس کا کچھ معاوضہ اللہ سے نہ ملے گا۔)''

اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں خرچ کرنے کو قرض حسنہ سے تمثیل دے کر بڑے عمدہ انداز میں بتایا کہ جس طرح تم کسی سے قرض لیتے ہو اور قرض کا لوٹایا جانا ضروری ہوتا ہے، اسی طرح میں تمہیں کئی گنا بڑھا کر دوں گا اگر تم میرے راستے میں خرچ کرو گے۔ ارشاد ہے:

((من ذالذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضعفه له وله اجر کریم))(سورۃ الحدید، آیت نمبر 11)

''جو کوئی اللہ کو اچھا قرض دے تو وہ اس کا اجر اس کے لئے بڑھا دے گا اور اس کیلئے باعزت اجر ہے۔''

اب اللہ تعالیٰ اپنے راستے میں خرچ کرنے کو بڑی عمدہ تلمیح دے کر سمجھا رہا ہے کہ بالآخر تمہارے پاس جو مال ہے جو میں نے ہی تمہیں دیا ہے، اسی مال کو مجھے گویا قرض کے طور پر دو گے تو تمہیں بڑھا کر دوں گا اور تمہارے لیے باعزت اجر ہے۔ اس سے پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ اجر کبیر یعنی اجر کی Quantaty بتا رہا تھا کہ بڑا اجر دوں گا اور اب اللہ تعالیٰ اجر کی Quality بتا رہا ہے کہ یہ نہیں کہ بہت سا اجر تو ہوگا مگر کسی کام کا نہیں بلکہ زیادہ دوں گا اور اچھا اجر دوں گا۔

دوسرے مقام پر یوں فرمایا:

((فیضعفه له اضعافاً کثیرۃً))(سورۃ البقرۃ، آیت نمبر :245)

''تمہاری دی ہوئی رقم کو کئی گنا بڑھا دوں گا۔''

جیسا کہ بعض احادیث میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کے بدلے میں دس گنا اجر عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((من جاء بالحسنه فله عشر امثالها))(سورۃ آل عمران)

''جو کوئی نیکی کرے گا تو اس کے لئے دس گنا اس کی مثل ہے۔''

احادیث میں ستر گنا کا بھی ذکر ہے۔ غرض یہ کہ صرف ہمیں سمجھانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے 10 اور 70 گنا کا ذکر کیا ہے، ورنہ اس کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں ہے۔

سورۃ البقرۃ میں خرچ کی ترغیب دلاتے ہوئے یوں فرمایا:

((الشیطن یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشآء واللہ یعدکم مغفرۃ منه وفضلا))
(سورۃ البقرہ، آیت نمبر :268)

''شیطان تمہیں غریبی کا وعدہ دیتا ہے اور برائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تو تمہیں مغفرت و فضل کا وعدہ دیتا ہے۔''

جب آدمی خرچ کرنے لگتا ہے تو شیطان کہتا ہے:
''خرچ مت کر تیرے اخراجات ہیں تو غریب ہو جائے گا۔''
جبکہ اللہ فرماتا ہے:
''میرے لیے خرچ کر تیری مغفرت کر کے اپنے فضل سے جنت دے دوں گا۔''
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اپنے راستہ میں خرچ کرنے والوں کی عمدہ مثال پیش کرتے ہوئے فرماتا ہے:

((مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضعف لمن یشاء))(سورۃ البقرہ، آیت نمبر :261)

''جو لوگ اپنے اموال اللہ کیلئے خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک دانے کی سی ہے، اس سے سات بالیاں اگتی ہیں اور ہر بالی میں سو دانہ ہے اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھاتا ہے۔''

کس عمدہ طریقے سے اللہ تعالیٰ ان کی قدر کرتا ہے کہ انسان کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا کہ اس نے کوئی نیکی اتنی بڑی بھی کی تھی کہ نہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ ایک نیکی سے سات سو گنا تک بڑھا کر آدمی کے اخلاص کے مطابق اجر بڑھا دیتا ہے۔

ایمان کا تقاضا ہے کہ اسلام کے عقائد و احکام کا صرف زبانی اقرار نہ کیا جائے بلکہ احکام قرآن پر ہر لحاظ سے عمل کیا جائے اور ایک مسلمان ہمہ وقت جانی اور مالی قربانی دینے پر مستعد رہے۔ انسان کے پاس صرف دو ہی دولتیں ہیں' جان و مال۔ رضائے الٰہی حاصل کرنے کیلئے ان دونوں چیزوں کو راہ الٰہی میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ راہ الٰہی میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے والوں کے حق میں قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

((ومن الناس من یشری نفسہ ابتغآء مرضات اللہ))

''بعض لوگ ایسے ہیں جو اپنی جان کو اللہ کی خوشنودی چاہنے کیلئے بیچتے ہیں۔''
مال کی قربانی دینے والوں کے لئے فرمایا:

((ومثل الذین ینفقون اموالھم ابتغآء مرضات اللہ))

''اور ان کی مثال جو اپنی دولت اللہ کی خوشنودی کیلئے خرچ کرتے ہیں۔''

اسلام ایک مسلمان سے ہر دو قسم کی قربانی کا خواہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے کو انفاق فی سبیل اللہ کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں انفاق فی سبیل اللہ کا بار بار حکم دیا گیا ہے۔ سب سے پہلے سورۃ البقرہ کی تیسری آیت میں مومنین کی نشانیوں میں سے ایک اہم نشانی یہی بتائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو رزق دیا ہے وہ اس سے اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ومما رزقناھم ینفقون))

''اور وہ جو ہم نے انہیں رزق دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔''

اپنے مال میں سے راہ الٰہی میں خرچ کی جانے والی رقم کو صدقہ یا خیرات کہا جاتا ہے۔ زکوٰۃ اور عشر وغیرہ اس کے علاوہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر کوئی شخص اپنے رزق حلال میں سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ حلال ہی قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بڑے احسن انداز میں قبول کرتا ہے۔ پھر اُسے صدقہ کرنے والے کیلئے پالتا رہتا ہے۔ جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کو پالتا ہے حتی کہ وہ ایک پہاڑ کے مانند ہو جاتا ہے۔'' (بروایت حضرت ابو ہریرہ، بخاری و مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بیشک تم میں سے ہر ایک کا اصل مال وہ ہے جسے اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اللہ کے ہاں ذخیرہ کرلو۔ اور وارثوں کا مال وہ ہے جسے تم پیچھے چھوڑ جاؤ۔'' (سنن نسائی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئك اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقتلوا))(حدید، آیت :10)

''برابر نہیں تم میں جس نے خرچ اور جہاد کیا فتح (مکہ) سے پہلے، ان لوگوں کا درجہ ان سے بڑا ہے جو فتح مکہ کے بعد خرچ کریں اور جہاد کریں گے۔''

جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے جانی اور مالی قربانیاں دیں اور اس کڑے وقت میں دین اسلام کی مدد کی' ان کا درجہ فتح مکہ کے بعد قربانیاں دینے والوں سے بلند کیا۔ جو کوئی زیادہ سخت حالات میں اللہ کی راہ میں قربانی پیش کرتا ہے اُسے زیادہ ثواب ملتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی فرمایا گیا ہے:

((وکلا وعداللہ الحسنی))

''اللہ نے سب سے وعدہ کیا ہے خوبی کا۔''

مطلب یہ کہ کٹھن وقت کے بعد قربانی دینے والوں کو بھی ثواب ملے گا' وہ اللہ کے وعدہ سے محروم نہ ہوں گے' مگر ثواب میں پہلے قربانی دینے والوں سے کم درجہ ہوں گے۔

سورۃ الحدید میں فرمایا گیا ہے:

((ان المصدقین والمصدقت واقرضوا اللہ قرضاً حسناً یضعف لھم ولھم اجر کریم)) (سورۃ الحدید، آیت :18)

''تحقیق جو لوگ خیرات کرنے والے ہیں مرد اور عورتیں اور قرض دینے والے ہیں اللہ کو اچھی طرح (خلوص نیت سے) ان کو ملتا ہے دُگنا اور ان کے لیے اجر کریم ہے۔''

اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے کہ تصدیق کرنے والی عورتیں کہ انہوں نے اللہ اور رسول کی باتوں کو سچ جانا یعنی صدقہ دینے والے مرد اور عورت اس حال سے کہ انہوں نے اللہ کو قرض دیا ہے قرض حسنہ کے طور پر (بہت ہی پاکیزہ مال میں سے) اللہ تعالیٰ ان کی اجرت کو دگنا کر دے گا۔ دس سے سات سو گنا تک اور یہ اجرت ان کیلئے عزت والی اجرت ہے' جو جنت الفردوس کی صورت میں عطا ہوگی۔ بالفاظ دیگر خلوص نیت سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے مرد اور عورتیں آخرت میں کئی گنا ثواب کی حقدار ہوں گی۔

صدقہ و خیرات کرنے کی ترغیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مختلف مقامات پر مختلف انداز میں دلائی۔ ارشاد نبوی ہے:

((مانقصت صدقة من مال))

''صدقہ مال کو کم نہیں کرتا۔''

اللہ فرماتا ہے:

((وانفقوا مما رزقنکم من قبل ان یاتی احدکم الموت فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین))(سورۃ المنافقون ،آیت نمبر:10)

''اور ہم نے جو تمہیں رزق دیا اس میں سے خرچ کرو، اس سے پہلے کسی پر موت آجائے تو پھر وہ کہے گا: اے رب! تو نے مجھے کچھ مہلت کیوں نہ دی کہ میں خرچ کر کے نیکوں میں شامل ہو جاتا۔''

جہاں اللہ تعالیٰ نے جا بجا خرچ کرنے کی ترغیب دلائی ہے، وہاں نہ خرچ کرنے والوں کیلئے سخت وعیدیں بھی سنائی ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

((الذی جمع مالاً وّعدده یحسب ان ماله اخلده کلاَّ لینبذن فی الحطمة))

(سورۃ الھمزہ،آیت نمبر:2تا4)

''(ہلاکت ہے) ایسے شخص کیلئے جو مال کو جمع کر کے گن گن کر رکھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا۔ ہرگز نہیں بلکہ وہ تو حطمہ میں جلایا جائے گا۔''

حطمہ اللہ کی ایسی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو بلند ستونوں والی ہوگی اور اس میں داخل کر کے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔

دوسری جگہ فرمایا:

((یوم یحمیٰ علیها فی نار جهنم فتکویٰ بهاجباههم وجنوبهم وظهورهم هذا ماکنزتم لانفسکم فذوقوا ماکنتم تکنزون))(سورۃ توبہ، آیت نمبر:35)

''جس دن (وہ مال جو خرچ نہ کیا گیا) جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور پھر اس مال سے ان کی پیشانیاں اور پشتوں کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا: یہ ہے وہ خزانہ جو تم جمع کرتے تھے۔ پس چکھو اس کا وبال جو تم خزانہ جمع کرتے تھے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص سونے چاندی کا مالک ہو کر اس کی زکوٰۃ نہ دے تو اس مال سے اس کی سلاخیں بنا کر جہنم کی آگ میں تپا کر اس شخص کے پہلوؤں' پیشانی اور پیٹھ کو داغا جائے گا اور یہ سب ایسے دن میں ہوگا جو پچاس ہزار سال لمبا ہوگا۔''

(بخاری ومسلم)

ایک دوسری روایت میں ہے:

''قیامت کے روز ایسے شخص کے مال کو سانپ کی شکل دی جائے گی جس کی آنکھوں میں دو سیاہ نقطے ہوں گے اور وہ گنجا ہوگا۔ سانپ ایسے شخص کے پیچھے بھاگے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں' میں تیرا جمع کیا ہوا خزانہ ہوں۔''(بخاری ومسلم)

اسی طرح سے سورۃ التکاثر کے آغاز میں مال جمع کرتے رہنے کی فکر کی مذمت فرمائی:

((الهکم التکاثر حتی زرتم المقابر))(سورۃ التکاثر، آیت نمبر:1تا2)

''مال وزر جمع کرنے نے تمہیں ہلاک کر دیا حتی کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔''

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع الصغیر میں صحیحین کے حوالے سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آدم کے بیٹے کو اگر ایک سونے کی وادی مل جائے تو وہ دوسری کی تلاش میں ہوگا۔''

مزید فرمایا:

''اس کے پیٹ کو صرف قبر کی مٹی بھر سکتی ہے۔''

(بخاری و مسلم)

آدمی اس قدر دنیاوی حرص وطمع میں پڑا رہتا ہے کہ مال جمع کرنے کی حرص بالآخر اسے تباہ کر ڈالتی ہے۔ مال کے جمع کرنے میں وہ حلال وحرام کو بھی نہیں دیکھتا بلکہ بس اکٹھا کرنے کی تگ و دو میں اسے موت آلیتی ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 40:

غیرت

فواحش کی حرمت: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((قل انما حرم ربی الفواحش ماظهر منها و ما بطن))

"فرما دیجئے کہ بے شک حرام کر دیا ہے میرے رب نے فواحش کو وہ ظاہر ہوں یا چھپی ہوئیں۔" (سورۃ الاعراف، آیت نمبر ۳۳)

اللہ کی غیرت: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((وما احد اغیر من الله تعالیٰ و من غیرته حرم الفواحش ماظهر منها و ما بطن))

"اللہ سے بڑھ کر کوئی غیرت مند نہیں اور اس کی غیرت میں سے یہ بات بھی ہے کہ اس نے فواحش کو حرام کر دیا ہے۔ وہ فواحش ظاہری ہوں یا باطنی۔" (صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب ۱۵، رقم الحدیث ۷۴۰۳، کتاب التفسیر القرآن، باب ۷)

مومن کی غیرت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ان الله یغر وان المومن یغار و غیرة الله تعالیٰ ان یاتی العبد المومن ما حرم الله علیه))

"بے شک اللہ بھی غیرت فرماتا ہے اور مومن بھی غیرت کرتا ہے اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ مومن وہ کام کرے جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔" (صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الغیرۃ) (صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب غیرۃ اللہ تعالیٰ وتحریم الفواحش)

غیرت کا معنیٰ: غیرت شرکت غیر کو کہا جاتا ہے۔ جب غیرت اللہ کی صفت ہو تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ اپنے حق میں کسی دوسرے کی غیرت کو پسند نہیں کرتا اور اس کا حق یہ ہے کہ بندہ اس کی اطاعت کرے۔

حجاب غیرت: منقول ہے کہ شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کے سامنے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی گئی:

((واذا قرأت القران جعلنا بینك و بین الذین لا یؤمنون بالاخرة حجاباً مستوراً))

"اور اے محبوب! جب آپ نے قرآن پڑھا تو ہم نے آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان چھپا ہوا پردہ کر دیا جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔" (سورۃ الاسراء، آیت نمبر ۴۵)

یہ آیت سن کر شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ نے اپنے ارادت مندوں سے فرمایا:

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ حجاب کیا ہے؟ یہ حجاب غیرت ہے اور اللہ سے بڑھ کر کوئی بھی غیرت مند نہیں ہے۔"

شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کا فرمان کہ یہ حجاب غیرت کا حجاب ہے، اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے کافروں کو دین کی صداقت کی معرفت کا اہل نہیں بنایا۔

قرب سے دور: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"اللہ کی عبادت میں سستی کرنے والے لوگ وہی ہیں کہ جن کے قدموں کو اللہ تعالیٰ نے رسوائی سے باندھ دیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بُعد کو پسند کیا اور ان کو مقام قرب سے دور کر دیا۔ پس وہ دور اور اس سے بھی دور رہ گئے۔"

غیرت کے بارے میں شعر: ان حضرات نے یہ شعر پڑھا:

انا صب لمن تهویت ولکن
ما احتیالی لسوء رای الموالی

''میں عاشق محبوب (اللہ کا عاشق) ہوں مگر آقاؤں (خواہشات) کا کیا کروں۔؟''

عبادات میں سستی برتنے والا: عبادات میں سستی برتنے والا ایسا بیمار ہے کہ جس کی عیادت نہیں کی جاتی اور وہ خواہش کرتا ہے لیکن اس کی خواہش پوری نہیں ہوتی۔

کلمات حکمت: شیخ عباس زوزنی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ابتداء میں میرا ''حال'' بہت بہتر تھا کہ میں جان لیا کرتا تھا کہ میرے اور مقصود (اللہ) کے درمیان کتنی مدت باقی ہے یعنی میں کب اپنی مراد کو پانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک بلند پہاڑ سے لڑھک رہا ہوں۔ میں اس کی چوٹی تک پہنچنے کا ارادہ کرتا ہوں۔ میں جاگا تو مجھے غم لاحق ہو گیا۔ پھر مجھے پر نیند غالب آ گئی تو میں نے دیکھا کہ کسی نے ندا دی:

''اے عباس! جس مقام پر تو پہنچنا چاہتا ہے اللہ تجھے اس مقام تک پہنچانا نہیں چاہتا، لیکن اس نے تمہاری زبان پر حکمت کے دروازے کھول دیئے ہیں۔''

جب صبح ہوئی تو مجھے کلمات حکمت الہام کیے گئے تھے۔

حجاب میں چلے جانا: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک شیخ کو وقت اور حال کا مقام حاصل تھا۔ وہ ایک زمانہ تک فقراء کے ساتھ نہ دیکھے گئے۔ پھر ایک مرتبہ اچانک ظاہر ہو گئے تو ان میں پہلے والی صفات نہ تھیں۔ ان سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''افسوس! میں پردہ میں چلا گیا۔''

شیخ ابو علی دقاق کی مجلس: جب کبھی شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کی مجلس میں کوئی ایسی بات ہوتی جس سے حاضرین کو پریشانی ہوتی تو آپ فرماتے:

''یہ اللہ تعالیٰ کی غیرت ہے۔ اس کی منشاء یہ ہے کہ اس وقت کی وہ طہارت جو ہو رہی ہے وہ جاری نہ رہے۔''

یہ شعر اسی مفہوم کو واضح کرتا ہے:

همت باتياننا حتى اذا نظرت

الى المراة نهاها وجهها الحسن

''اس عورت نے ہمارے پاس آنے کا پختہ ارادہ کر لیا حتیٰ کہ جب اس نے آئینہ دیکھا تو اس کا خوبصورت چہرہ ہمارے پاس آنے میں رکاوٹ بن گیا۔''

اللہ کی زیارت کی کوئی آرزو نہیں: شیوخ اہل تصوف میں سے کسی صوفی سے عرض کیا گیا:

''کیا آپ اسے دیکھنے کے آرزومند ہیں۔؟''

انہوں نے کہا:

''نہیں۔''

سوال کیا گیا:

''وہ کیوں؟''

شیخ نے کہا:

''میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اس کا جمال میرے جیسے کی نظروں سے پاک رہے۔''

اسی معنی کی وضاحت کے لیے شیوخ یہ اشعار پڑھتے ہیں:

انی لا حسد ناظری علیکما
حتی اغض اذا نظرت الیکا
واراك تخطر فی شمائلك التی
هی فتنتنی فارغا منك علیكا

"بے شک میں تیری وجہ سے حسد کرتا ہوں اپنی ان دونوں آنکھوں سے۔حتیٰ کہ میں اپنی آنکھوں ہی کو بند کر لیتا ہوں جب تم پر نظر پڑتی ہے۔اور میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تو چلتا ہے اپنی ان خوبیوں میں اترا اترا کر جن خوبیوں نے مجھے فتنہ میں ڈال دیا ہے۔پس اب میری حالت یہ ہے کہ مجھے تمہاری وجہ سے ہی تم پر غیرت آتی ہے۔"

سکون کب میسر آئے گا: شیخ ابو بکر شبلی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

"آپ کو سکون کب میسر آئے گا۔؟"

آپ نے فرمایا:

"جب مجھے اللہ کی یاد تازہ کرنیوالی کوئی چیز دکھائی نہ دے گی۔(حالانکہ ایسی کوئی چیز ہے ہی نہیں جسے دیکھ کر اس کی یاد تازہ نہ ہو،اس لیے مجھے کبھی سکون میسر نہیں ہوگا۔)"

نبی کو نہ پہچاننا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بدو کو گھوڑا بیچا۔اس نے سودا فسخ کرنا چاہا تو آپ نے فسخ کر دیا۔اس پر بدو نے کہا:

"اللہ تمہیں لمبی عمر دے!تمہارا شمار کن لوگوں میں ہوتا ہے؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میرا تعلق قریش سے ہے۔"(سنن بیہقی، کتاب البیوع، کتاب المتبایعان بالخیار)

یہ معاملہ ایک صحابی دیکھ رہے تھے۔انہوں نے اعرابی کو مخاطب کر کے فرمایا:

"تمہاری بداخلاقی کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ تو اپنے نبی کو نہیں پہچانتا۔"

شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ میرا تعلق قریش سے ہے۔غیرت کے طور پر تھا۔ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم تو نہیں تھا کہ آپ ہر ایک کو تعارف کرواتے کہ آپ کون ہیں۔پس اللہ تعالیٰ نے ایک صحابی کے ذریعے اس بدو پر یہ ظاہر کر دیا کہ آپ کون ہیں۔

مبتدی کی صفت: بعض صوفیاء کا کہنا ہے کہ غیرت مبتدیوں (تصوف کے پہلے درجہ کے لوگوں) کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔پس بلاشبہ موحد میں نہ غیرت ہوتی ہے اور نہ کوئی اختیار۔نہ ہی کوئی ان اوامر میں جو جاری ہوتے ہیں کوئی حاکم ہوتا ہے بلکہ اللہ کو زیادہ حق حاصل ہوتا ہے کہ جو چاہے اور جس کے لیے چاہے حکم فرمائے۔

اہل ارادت کی صفت: شیخ ابو عثمان سعید بن سلام مغربی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"غیرت اہل ارادت کی صفت ہے اہل حق کی نہیں۔"

غیرت کی دو اقسام: شیخ ابو بکر بن جحد رشبلی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"غیرت کی دو اقسام ہیں۔پہلی: بشریت کی غیرت، یہ نفسوں پر ہوتی ہے۔دوسری: اللہ کی غیرت، یہ دلوں پر ہوتی ہے۔"

نفسوں پر غیرت: شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''نفسوں پر اللہ کی غیرت یہ ہے کہ نفسوں کو غیر اللہ میں ہلاک کیا جائے (پھر اللہ تعالیٰ غیرت فرماتا ہے کہ بندہ میرا ہو اور اس کا دھیان کسی اور کی طرف ہو)۔''

بندے اور اللہ کی غیرت: غیرت کی دو اقسام ہیں:

1: اللہ تعالیٰ کی بندے پر غیرت۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا دھیان مخلوق کی طرف نہ ہونے دے اور اس کے معاملے میں مخلوق میں بخل کرے۔

2: بندے کی اللہ تعالیٰ کے لیے غیرت۔ وہ یہ ہے کہ بندے کے احوال اور انفاس میں کوئی بھی چیز غیر اللہ کیلئے نہ ہو۔

اللہ پر غیرت اور اللہ کے لیے غیرت: پس یہ کہنا درست نہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ پر غیرت آتی ہے، بلکہ یوں کہنا بہتر ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے لیے (کی خاطر) غیرت آتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ پر غیرت تو جہالت کی اقسام میں سے ہے اور بعض اوقات یہ چیز دین کو ترک کر دینے پر اُکساتی ہے۔ پس بلاشبہ اللہ کے لئے غیرت اللہ کے حقوق کی تعظیم اور اسی کے لیے اعمال کے خالص ہونے کو واضح کرتی ہے۔

غیر کی طرف متوجہ ہونا...... غیرت الٰہی: جاننا چاہئے کہ اللہ کا اپنے دوستوں کے ساتھ طریقہ یہ ہے کہ جب وہ غیر اللہ کے ساتھ سکون حاصل کرتے ہیں یا غیر اللہ کا لحاظ کرتے ہیں یا قلب کے ساتھ غیر اللہ میں مشغول ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی حالت کو پریشان کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی غیرت کے سبب اولیاء کے قلوب کو خالص اپنے لیے بنا دیتا ہے اور ان کے دلوں کو غیر کے ساتھ سکون، غیر کے لحاظ اور غیر کی مشغولیت سے خالی کر دیتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے جب سوچا کہ میں ہمیشہ جنت میں رہوں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے زمین پر اترنے کا انتظام فرما دیا اور اسی طرح جب سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام بہت پسند آئے اور انہوں نے اپنے آپ کو ان میں مشغول کر لیا تو ان کو حکم ہوا کہ وہ اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کریں۔ حتیٰ کہ ان کے قلب مبارک سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی محبت کو نکال دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((فلما اسلما وتله للجبين))
''پس جب ان دونوں نے حکم کو تسلیم کر لیا اور انہوں نے اسے ماتھے کے بل لٹا لیا۔'' (سورۂ صافات، آیت نمبر ۱۰۳)

پس جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا باطن حضرت اسماعیل علیہ السلام کی محبت سے پاک ہو گیا تو ان کو حکم دیا گیا کہ ان کی جگہ جانور کو بطور فدیہ ذبح کریں۔

اللہ غیور ہے: شیخ محمد بن حسان علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک دفعہ حالت ''حال'' میں میں لبنان کے پہاڑ کے چکر لگا رہا تھا کہ ایک نوجوان میرے سامنے آیا۔ اسے سخت گرمی اور گرم ہوا نے جلا کر رکھ دیا تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر بھاگ گیا۔ میں نے اس کا پیچھا کیا اور اس سے کہا:

''مجھے نصیحت کیجئے۔!''

اس نے کہا:
''اللہ کی غیرت سے بچو! اللہ بہت غیرت فرمانے والا ہے۔ پس وہ اپنے بندے کے قلب کو اپنے غیر سے پاک دیکھنا چاہتا ہے۔''

ایک ہی راستہ: شیخ ابوالقاسم ابراہیم بن محمد نصر آبادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''اللہ بہت غیرت فرمانے والا ہے اور اس کی غیرت یہ ہے کہ اس نے اپنے قرب کے حصول کا کوئی دوسرا راستہ نہیں بنایا۔''

اللہ اور بندے کی حاجت: منقول ہے کہ انبیاء کرام میں سے ایک نبی علیہ السلام کی جانب وحی آئی:

''فلاں آدمی میرے ہاں اپنی حاجت لایا ہے اور مجھے بھی اس کی طرف حاجت ہے۔ اگر وہ میری حاجت کو پورا کر دے گا تو میں اس کی حاجت کو پورا کروں گا۔''

اس نبی علیہ السلام نے اپنی مناجات میں عرض کیا:

''اے اللہ! تجھے کسی سے کس طرح حاجت ہو سکتی ہے، تُو تو خالق ہے؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اس بندے کے قلب میں میرے غیر کی محبت ہے، پس اسے چاہیے کہ وہ اپنے قلب کو میرے غیر کی محبت سے پاک کر لے تو میں اسے اس کی حاجت عطا کر دوں گا۔''

خواب میں غیر اللہ کی طرف متوجہ ہونے کی سزا: ایک مرتبہ شیخ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے خواب میں حوروں کے ایک گروہ کو ملاحظہ فرمایا۔ شیخ نے خواب میں ان کی طرف نظر کی تو شیخ کی کیفیت کئی روز تک سلب کر لی گئی۔ پھر انہوں نے خواب میں حوروں کے ایک گروہ کو ملاحظہ کیا تو ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''تم قلوب کو غیر کی طرف مشغول کر دیتی ہو۔''

جنت کے خیال میں مشغول رہنا: سیدہ رابعہ عدویہ علیہا الرحمۃ ایک مرتبہ سخت بیمار پڑ گئیں۔ ان سے سوال کیا گیا:

''بیماری کی وجہ کونسی ہے۔؟''

انہوں نے جواباً فرمایا:

''میں نے اپنے قلب کے ساتھ جنت کا نظارہ کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ اسی کی سزا دی۔ اسے سزا دینے کا پورا پورا حق ہے۔ آئندہ کبھی بھی میں ایسا نہیں کروں گی۔''

غیر سے سکون کے حصول کی کوشش: شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ ایک عرصہ تک میں اپنے ایک ساتھی کا متلاشی رہا۔ اس کی تلاش کرتے ہوئے ایک مرتبہ میں ایک پہاڑ سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ وہاں ایک جماعت ہے جن میں اپاہج، اندھے اور بیمار بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ میں نے ان کے بارے میں استفسار کیا تو مجھے بتایا گیا:

''یہاں ایک آدمی ہے جو ایک برس میں فقط ایک مرتبہ باہر نکلتا ہے اور ان معذوروں کیلئے دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ انہیں شفاء عطا فرما دیتا ہے۔''

میں وہاں رہا اور اس شخص کے نکلنے کا انتظار کرنے لگا حتیٰ کہ ایک دن وہ نکلا اور ان معذوروں کے لیے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو شفاء عطا فرما دی۔ جب وہ آدمی جانے لگا تو میں نے اس کا پیچھا کیا اور اس سے چمٹ گیا۔ میں نے اس سے کہا:

''میں ایک باطنی بیماری میں مبتلا ہوں کیا اس کا علاج ممکن ہے؟

اس نے کہا:

''اے سری سقطی! مجھے چھوڑ دے۔ بے شک اللہ غیور ہے۔ اگر اس نے تجھے کسی اور کے ساتھ سکون پکڑتے دیکھا تو تُو اس کی نظروں سے گر جائے گا۔''

لوگوں کا غفلت سے اللہ کا ذکر کرنا: بعض شیوخ کی غیرت یہ ہے کہ جب وہ لوگوں کو غفلت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو وہ اسے (غفلت) دیکھ (برداشت) نہیں کر سکتے اور یہ بات ان کے لئے باعث مشقت ہوتی ہے۔

شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ زمانہ رسالت میں ایک بدو مسجد نبوی میں آیا اور اس نے اس میں پیشاب کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس کو مسجد سے باہر نکالنے کیلئے جلدی کی۔ یہ اس دیہاتی کی طرف سے بے ادبی تھی لیکن شرمندگی صحابہ کرام کو ہوئی اور انہوں نے جب دیکھا کہ ایک آدمی مسجد کا احترام ترک کر رہا ہے تو ان کو تکلیف ہوئی۔ اسی طرح بندہ جب اللہ کی بزرگی کو جان لیتا ہے تو اس پر غفلت کے ساتھ ذکر کرنے والوں کا ذکر باعث تکلیف ہوتا ہے اور ان لوگوں کی عبادت بھی اس پر شاق ہوتی ہے جو احترام کے ساتھ عبادت نہیں کرتے۔

غفلت اور شیخ شبلی: شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ کا ایک بیٹا تھا جس کا نام ابوالحسن تھا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو اس کی والدہ نے گریہ شروع کر دیا حتیٰ کہ اس نے اپنے بال کاٹ لیے۔ شیخ شبلی علیہ الرحمۃ حمام میں گئے اور آپ نے اپنی داڑھی چونے کے ساتھ مونڈ ڈالی۔ اب جو آدمی بھی ان کے ہاں تعزیت کیلئے آتا تو پوچھتا:

''اے ابوبکر! یہ کیا ہے؟''

وہ فرماتے:

''میں نے اپنی بیوی سے موافقت کی ہے۔''

ایک تعزیت کرنے والے نے کہا:

''اے ابوبکر! آپ نے یہ کام کیوں کیا ہے؟ (کیونکہ میرا دل نہیں مانتا کہ آپ نے بیوی کی موافقت میں یہ کام کیا ہو)۔''

انہوں نے فرمایا:

''مجھے معلوم تھا کہ لوگ غفلت کے ساتھ تعزیت کریں گے اور کہیں گے اللہ آپ کو اجر دے لہٰذا ان کی غفلت کا فدیہ میں نے اپنی داڑھی سے ادا کر دیا۔''

غفلت اور شعور: شیخ ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ نے ایک آدمی کو اذان پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا:

''اللہ تیرا بیڑا غرق کرے اور تجھے موت دے۔''

پھر شیخ نے ایک کتے کو بھونکتے ہوئے سنا تو کہا:

((لبيك و سعديك))

کسی نے ان پر اعتراض کرتے ہوئے کہا:

''یہ تو دین کو ترک کرنا ہے کیونکہ یہ مومن کی شہادت پر اس طرح کہتا ہے کہ تجھے موت آئے اور کتے کے بھونکنے پر ''لبیک'' کہتا ہے۔''

شیخ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''مؤذن غفلت کے ساتھ رسم کے طور پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا تھا اس لیے میں نے اس کے بارے میں یہ الفاظ کہے، لیکن کتے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((وان من شیء الا یسبح بحمده))

''اور نہیں کوئی چیز ایسی جو اللہ کی تسبیح اس کی حمد کے ساتھ نہ کرتی ہو'' (سورۃ الاسراء، آیت نمبر ۴۴)

شہادتین: شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ نے ایک مرتبہ اذان دی۔ جب انہوں نے اشھد ان لا الہ الا اللہ کے بعد اشھد ان محمدا

رسول اللہ پڑھا تو کہنے لگے:

''اے اللہ! اگر تو نے اس شہادت کا حکم نہ دیا ہوتا تو میں تیرے نام کے ساتھ کسی اور کا نام کبھی نہ لیتا۔''

جل اللہ: ایک صوفی نے کسی آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا:

((جل الله))

''اللہ جلال والا اور بزرگ ہے۔''

فرمایا:

((احب ان تجله عن هذا))

''میں پسند کرتا ہوں کہ تو اس سے بھی زیادہ اللہ کی بزرگی بیان کرے۔''

اللہ کی قدر و منزلت: شیخ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جو آدمی لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے وہ اسے قلب سے پڑھتا ہے اور جو آدمی محمد رسول اللہ کہتا ہے وہ دل کے بالائی حصہ سے اس کا اقرار کرتا ہے۔''

جس آدمی نے شیخ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ کے الفاظ کے ظاہر کو دیکھا وہ یہی سمجھا کہ شیخ نے شریعت کی تحقیر کی ہے، لیکن حقیقت میں یہ بات نہیں کیونکہ ہر حوالہ سے غیر اللہ کی قدر و منزلت اللہ تعالیٰ کی قدر و منزلت کے مقابلے میں کم ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 41:

ولایت

اولیاءاللہ پر کوئی خوف نہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون))

''خبردار! بے شک اولیاء اللہ پر کوئی خوف نہیں اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔'' (سورۃ الیونس، آیت نمبر ۶۲)

فرائض ونوافل کی ادائیگی پر قرب الٰہی: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((من اذی ولیاً فقد استحل محاربتی وما تقرب الی العبد بمثل اداء ما افترضت علیہ وما یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ وما ترددت فی شیء انا فاعلہ کترددی فی قبض روح عبدی المومن لانہ یکرہ الموت واکرہ ماءتہ ولا بدلہ منہ))

''جس نے میرے دوست کو اذیت دی پس تحقیق اس نے مجھ سے جنگ کرنا جائز سمجھا۔ اور بندہ میرے فرائض کردہ اعمال کے ذریعے جس قدر میرا قرب حاصل کرسکتا ہے کسی اور چیز کے ذریعے نہیں کرسکتا اور بندہ متواتر نفل کی ادائیگی کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور میں جس کام کو کرتا ہوں اس میں کبھی بھی اس قدر پس و پیش نہیں کرتا جس قدر پس و پیش اپنے بندے کی روح کو قبض کرنے میں کرتا ہوں، کیونکہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اسے تکلیف دینا پسند نہیں کرتا حالانکہ موت سے نجات نہیں ہوسکتی۔'' (صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع)

بمعنی مفعول: ولی کے دو معنی ہیں:

علماء کہتے ہیں کہ ولی فعیل کے وزن پر ہے بمعنی مفعول، یعنی وہ بندہ جس کے کاموں کا اللہ ولی ہے۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((وھو یتولی الصالحین))

''اور وہ ولی ہے صالحین کا۔'' (سورۃ الاعراف، آیت نمبر: ۱۹۶)

پس اللہ تعالیٰ صالحین کو ایک لحہ کے لیے بھی ان کے نفس کے سپرد نہیں کرتا بلکہ خود اللہ تعالیٰ ان کی نگرانی اور نگہبانی فرماتا ہے۔

بمعنی فاعل: علماء فرماتے ہیں کہ ولی بمعنی فاعل ہے اور یہ مبالغہ کے طور پر فعیل کے وزن پر ہے، یعنی وہ بندہ جو اللہ کی عبادت اور اطاعت کو اپنے ذمہ لیتا ہے۔ یہی سبب ہوتا ہے کہ اس کی عبادت میں تسلسل ہوتا ہے کہ وہ کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتا۔

دونوں اوصاف ضروری ہیں: ولایت کے لئے درج بالا دونوں اوصاف کا پایا جانا انتہائی ضروری ہیں۔ ایک ولی پر حقوق اللہ کی ادائیگی ضروری ہے۔

گناہوں سے حفاظت: ایک ولی کو اللہ تعالیٰ خوشی اور غم دونوں حالتوں میں محفوظ فرما دیتا ہے۔ پس ولی کے لیے گناہوں سے محفوظ ہونا شرط ہے جس طرح نبی کے لئے گناہوں سے معصوم ہونا شرط ہے۔ پس جس پر شریعت کی رُو سے اعتراض ہوا سے ابلیس نے دھوکا دے رکھا ہے۔

ولایت کے لیے ادب شریعت لازم ہے: شیخ ابا یزید بسطامی علیہ الرحمۃ ایک ایسے آدمی سے ملاقات کے لیے گئے جس کا ولی

ہونا مشہور تھا۔آپ اس مسجد میں پہنچے جہاں وہ عبادت کیا کرتا تھا۔پس آپ اس کا انتظار کرنے لگے۔تھوڑی دیر بعد وہ شخص آیا اور اس نے مسجد میں گلا صاف کر کے بلغم پھینک دی۔شیخ ابا یزید بسطامی علیہ الرحمۃ اسی وقت واپس چلے گئے اور اس کو سلام تک نہ کیا۔ آپ نے فرمایا:

((هذا رجل غير مامون على ادب من اداب الشريعة ، فكيف يكون امينا على اسرار الحق؟))

''یہ آدمی آداب شریعت میں سے کسی ایک ادب کا امین نہیں تو یہ اسرار اللہ کا کس طرح امین ہو سکتا ہے۔؟''

ولی کے لیے اپنی ولایت کا علم لازم نہیں: یہ بات اختلاف کا باعث ہے کہ آیا ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ بعض شیوخ کا ارشاد ہے:

''ولی کے لیے اپنی ولایت کا علم ہونا ضروری نہیں، کیونکہ ولی اپنے آپ کو نظر حقارت سے دیکھتا ہے اور اگر اس سے کوئی کرامت ظاہر ہو جائے تو اسے ڈر ہوتا ہے کہ کہیں کوئی چال نہ ہو۔اسے ہر وقت خوف رہتا ہے کہ کہیں اس کا مقام سلب نہ کر لیا جائے اور اس کا انجام کار موجودہ حالت کے برعکس نہ ہو۔''

یہ شیوخ انجام کا اچھا ہونا قلب کی شرائط میں شمار کرتے ہیں۔اس سلسلے میں مشائخ کی بے شمار حکایات موجود ہیں۔

اہل تصوف کے ایک بہت بڑے گروہ نے اس بارے میں کلام کیا ہے۔اگر ہم ان کے اقوال کو بیان کرنے کے پیچھے پڑ گئے تو ہم حدِ اختصار سے نکل جائیں گے۔اس نظریہ کے جن شیوخ سے ہم ملاقات کر چکے ہیں ان میں امام ابو بکر بن فورک علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔

ولی کے لیے اپنی ولایت کا علم لازم ہے: بعض شیوخ کا کہنا ہے کہ ولی کے لیے اپنی ولایت کا علم ہونا ضروری ہے، لیکن انجام کا درست ہونا شرط ولایت نہیں ہے۔پھر اگر یہ شرط ہو بھی تو ہو سکتا ہے اس ولی کو اس کرامت کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہو اور اللہ نے اسے بتا دیا ہو کہ اس کا انجام محفوظ ہے کیونکہ کرامات اولیاء کے جواز کا قول واجب ہے۔اگر اسے انجام کا خوف بھی ہو تو بھی اس وقت اسے ہیبت، تعظیم اور بزرگی حاصل ہے۔بلاشبہ تھوڑی سی تعظیم اور ہیبت بھی قلوب کے لئے زیادہ خوف کے مقابلے میں زیادہ سکون کا باعث ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((عشرة في الجنة من اصحابي))

''میرے دس صحابہ جنتی ہیں۔'' (سنن ابوداؤد، کتاب السنہ، باب فی الخلفاء، رقم الحدیث:۴۶۴۹)

ان صحابہ نے لامحالہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور اپنے انجام کی سلامتی کو پہچانا۔پھر بھی ان کی حالت (اعمال صالحہ سرانجام دینے) میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔

کرامت ...... حق پر ہونے کی نشانی: معرفت نبوت کی شرط یہ ہے کہ آدمی کو معجزہ کی تعریف معلوم ہو اور اس میں کرامات کی حقیقت کو جاننا بھی داخل ہے۔پس جب ولی پر کرامات ظاہر ہوتی ہیں تو یہ بات ناممکن ہے وہ کرامات کو ان کے غیر سے ممیز نہ کر سکے۔جب وہ ان کرامات میں سے کوئی چیز دیکھتا ہے تو جان لیتا ہے کہ وہ اس وقت حق پر ہے۔

ولایت اور مستقبل میں حق پر ہونے کا علم: یہ بھی ممکن ہے کہ ولی کو اس بات کا علم ہو جائے کہ وہ مستقبل میں بھی راہ مستقیم پر ہوگا اور اللہ کا اسے اس بات کی پہچان کروانا بھی اس کی کرامت ہے۔کرامات اولیاء کرام کا قائل ہونا صحیح عقیدہ ہے اور صوفیاء کرام کے بہت سے واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ آئندہ ہم اولیاء کی کرامات کے باب میں چند کرامات کا ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔!

جن شیوخ سے ہم نے ملاقات کی ہے ان میں سے شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا بھی یہی نظریہ ہے۔
ولی کس طرح بنا جا سکتا ہے: شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ نے ایک آدمی سے سوال کیا:
''کیا تم ولی بننا چاہتے ہو۔؟''
اس نے عرض کیا:
''جی ہاں۔!''
آپ نے فرمایا:
''دنیا اور آخرت کی کسی چیز میں دھیان نہ دو اور اپنے قلب کو فقط اپنے رب کیلئے فارغ کر لو اور پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ تا کہ وہ تمہاری طرف متوجہ ہو اور تمہیں اپنا ولی بنا لے۔''
مقام مجاہدہ اور مقام ولایت: شیخ یحیٰی بن معاذ رازی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''اولیاء وہ ہیں کہ جنہوں نے مصائب برداشت کرنے کے بعد اللہ کے ساتھ اُنس کا حصول ممکن بنا لیا اور جنہوں نے مقام مجاہدہ سے مقام ولایت کی طرف ترقی کر کے سکون حاصل کر لیا۔''
انس کا پردہ: شیخ ابا یزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''اولیاء اللہ کے ہاں ایسی عزت رکھتے ہیں کہ جیسی عزت دلہن کی ہوتی ہے کہ محرم کے علاوہ اسے کوئی نہیں دیکھ نہیں سکتا۔ اولیاء اللہ، اللہ کے ہاں انس کے پردے میں پوشیدہ رہتے ہیں ان کو دنیا اور آخرت میں دیکھا نہیں جا سکتا۔''
زندگی اور وصال کے بعد شہرت ناپسند: شیخ ابو بکر صیدلانی علیہ الرحمۃ کا شمار صالحین میں ہوتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں شیخ ابو بکر طمستانی علیہ الرحمۃ کی قبر کی تختی درست کر رہا تھا اور ''حیرہ'' کے قبرستان میں اس تختی میں اکثر ان کا نام مندمل ہونے پر دوبارہ لکھا کرتا تھا۔ جب بھی اس تختی کو قبر پر نصب کیا جاتا تو وہ چوری ہو جاتی۔ دوسری قبروں میں اس قسم کا معاملہ نہ ہوتا۔ مجھے اس بات پر تعجب ہوتا تھا۔ میں نے ایک دن شیخ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ سے اس سے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:
''وہ شیخ دنیا میں اپنے آپ کو پوشیدہ رکھا کرتے تھے اور تم تختی پر ان کا نام لکھ کر ان کی قبر کو شہرت دینا چاہتے ہو۔ پس اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو مخفی رکھنا چاہتا ہے، جیسا کہ شیخ نے اپنے نفس کو چھپائے رکھا تھا۔''
ولی کسی سے سوال نہیں کرتا: شیخ ابو القاسم نصر ابادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''زبان کے ساتھ کبھی بھی ولی سوال نہیں کرتا، اس کا سوال تو اس کی عاجزی اور انکساری ہی ہوتی ہے۔''
ولایت کی انتہاء نبوت کی ابتداء ہے: شیخ ابو القاسم نصر ابادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
(نهايات الاولياء بدايات الانبياء)
''جہاں ولی کی صفات اور درجات کی انتہا ہوتی ہے وہاں انبیاء کرام کی صفات اور درجات کی ابتداء ہوتی ہے۔''
مطابقت شریعت: شیخ سہل بن عبد اللہ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
((هو الذی توالت افعاله علی الموافقة))
''ولایت اسے حاصل ہوتی ہے کہ جس کے افعال مسلسل شریعت کے عین مطابق ہوں۔''
ولی ریاکاری اور منافقت سے پاک ہوتا ہے: شیخ یحیٰی بن معاذ رازی واعظ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''ولی میں نہ تو ریاکاری ہوتی ہے اور نہ ہی منافقت۔ جس کا اخلاق ایسا ہوتا ہے اس کے دوست بہت کم ہوتے ہیں۔''

صاحب ولایت فانی ہوتا ہے: شیخ ابو علی جوز جانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''صاحب ولایت اپنے حال سے فانی اور اللہ کے مشاہدہ کے ساتھ باقی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے معاملات کو اپنے ذمہ کرم پر لیا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ولی پر انوار مسلسل وارد ہوتے رہتے ہیں۔ نہ تو وہ اپنی طرف سے کوئی بات کہتا ہے اور نہ ہی اسے غیر اللہ سے سکون ہوتا ہے۔''

چار اسماء: شیخ ابو یزید علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اولیاء اللہ کے درجات میں بہت فرق ہوتا ہے مگر ان کو اسماء الحسنٰی میں سے چار اسماء میں سے حصہ ملتا۔ ہر جماعت کا دارومدار ان چار اسماء میں سے کسی ایک اسم پر ہوتا ہے۔ وہ چار اسماء یہ ہیں:

((الاول الاخر الظاهر الباطن))

پس جب وہ ان اسماء سے تعلق کے بعد ان سے فنا ہو جاتے ہیں تو وہ پورے طور پر کامل ہو جاتے ہیں۔''

اولیاء کے چار گروہ: شیخ ابو یزید علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جس ولی کو اسم الٰہی الظاہر سے حصہ دیا جاتا ہے وہ اس کی 'قدرت' کے عجائبات کو ملاحظہ کرتا ہے۔ جس ولی کو اسم الٰہی الباطن سے حصہ دیا جاتا ہے وہ اپنے دل میں موجود اسرار کو ملاحظہ کرتا ہے۔ جس ولی کو اسم الٰہی الاول سے حصہ دیا جاتا ہے وہ ان انعامات کو ملاحظہ کرتا ہے جو اس پر پہلے ہو چکے ہیں۔ جس ولی کو اسم الٰہی الآخر سے حصہ دیا جاتا ہے وہ آئندہ پیش آنے والے امور کو ملاحظہ کرتا ہے۔''

اولیاء کا اعلیٰ ترین درجہ: شیخ ابو یزید علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اولیاء اللہ میں سے ہر ایک کا کشف اس کی طاقت کے مطابق ہوتا ہے۔ ماسوائے ان اولیاء کے کہ جن پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہوتا ہے اور ان کے قلب کو اللہ تعالیٰ کا خصوصی قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ ایسے اولیاء کی کفالت اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔''

شیخ ابو یزید علیہ الرحمۃ کی مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے ولی ان اقسام سے ترقی کر جاتے ہیں تو ان کو نہ انجام کی فکر ہوتی ہے، نہ ہی وہ گزشتہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور نہ ہی وہ حوادث کی قید میں ہوتے ہیں۔ یہی حال اصحاب حقائق کا ہوتا ہے کہ وہ مخلوق کی صفات سے مٹ چکے ہوتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((وتحسبهم ايقاظ وهم رقود))

''اور تم انہیں جاگتا سمجھو اور وہ سکتے کی حالت میں ہیں۔''

ریحان اللہ: شیخ یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''زمین میں اللہ کا پودا اولیاء ہیں کہ صدیقین ان سے خوشبو حاصل کرتے ہیں کہ وہ خوشبو ان کے قلوب تک پہنچتی ہے۔ پس وہ اپنے مولیٰ کے مشتاق ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے اخلاق کے مطابق زیادہ عبادت کرنے لگتے ہیں۔''

تربیت ولی: شیخ ابو بکر محمد بن موسیٰ واسطی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''ولایت کے دوران ولی کی تربیت کس نہج پر کی جاتی ہے؟''

شیخ نے فرمایا:

''شروع شروع میں اس کی تربیت عبادت کے ساتھ کی جاتی ہے اور آخر میں اپنی مہربانیوں کے ساتھ ڈھانپنے کے ذریعے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے اپنی صفات ازلیہ کی طرف پھیرتا ہے اور پھر اسے اپنے قرب کی لذت چکھاتا ہے۔''

ولایت کی تین علامتیں: منقول ہے کہ ولایت کی درج ذیل تین نشانیاں ہیں:

((شغله بالله))

''اللہ کے ساتھ مشغول ہونا۔''

((فراره الی الله))

''اللہ کی طرف بھاگنا۔''

((همه الی الله))

''اللہ ہی کی فکر میں رہنا۔''

ولایت کے درجات: شیخ ابوسعید ابن محمد عیسیٰ خراز علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اللہ جب اپنے بندوں میں سے کسی بندے کو ولی بنانا چاہتا ہے تو اس کے لیے باب الذکر (ذکر کے دروازے) کھول دیتا ہے۔ جب وہ بندہ ذکر کے ذریعے لذت حاصل کر لیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اُس پر باب القرب (قرب کا دروازہ) کھول دیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس بندے کو اپنے ساتھ اُنس کی مجالس عطا فرماتا ہے۔ پھر اسے درست توحید عطا فرماتا ہے۔ پھر اس سے پردوں کو اٹھا دیتا ہے اور اسے فردانیت کے گھر میں داخل کر دیتا ہے اور اس کیلئے جلال اور عظمت کو کھول دیتا ہے۔ جب اس کی نگاہ جلال و عظمت پر پڑتی ہے تو اس کی خواہشات ختم ہو جاتی ہے۔ اب بندہ اپاہج اور فانی ہو جاتا ہے اور اللہ کے حفظ و امان میں ہو جاتا ہے اور یوں اپنے نفس کے دعوؤں سے بیزار ہو جاتا ہے۔''

اولیاء اللہ پر کون اعتراض کرتا ہے: شیخ ابوتراب نخشبی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

((اذا الف القلب الا عراض عن الله صحبته الوقيعة فی اولياء الله تعالیٰ))

''جب کسی کا قلب اللہ سے اعراض کرتا ہے تو وہ اللہ کے ولیوں پر اعتراضات کرنا شروع کر دیتا ہے۔''

خوف اور ولایت: صاحبان تصوف کا ارشاد ہے:

''ولی کی صفت یہ ہے کہ اس پر کوئی خوف نہیں ہوتا کیونکہ خوف آئندہ آنے والے کسی ناپسندیدہ کام کے عوض یا آئندہ کسی محبوب چیز کے ہاتھ سے نکلنے کے غم کا نام ہے۔ پس ولی اپنے وقت کا پابند ہوتا ہے، اس لیے اس کے ہاں مستقبل کی کوئی اہمیت نہیں کہ وہ اس سے خوف کرے۔''

امید اور ولایت: صاحبان تصوف کا ارشاد ہے:

''ولی پر جس طرح مستقبل کا خوف نہیں اسی طرح وہ کسی چیز کی امید اور تمنا بھی نہیں رکھتا کیونکہ امید مستقبل میں حاصل ہونے والی محبوب چیز کے حصول یا پسندیدہ چیز کے ختم ہونے کے متوقع ہونے کو کہتے ہیں اور یہ کام دوسرے وقت میں ہوتا ہے۔''

غم اور ولایت: صاحبان تصوف کا ارشاد ہے:

''اولیاء کو غم و حزن بھی نہیں ہوتا کیونکہ حزن قساوت قلبی ہے اور جو بندہ نور رضاء اور موافقت کی ٹھنڈک میں جگہ پالے اس کو غم کیسا اور کیوں۔؟''

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((الا ان اولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون))

''خبردار! بے شک اولیاء اللہ پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' (سورۃ یونس، آیت نمبر ۶۲)

☆☆☆

فصل نمبر 42:

دعا

گڑگڑا کر دعا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ادعوا ربکم تضرعاً و خفیۃً))

"پکارو اپنے رب کو گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ۔" (سورۃ الاعراف، آیت نمبر: ۵۵)

دعا عبادت کی اصل ہے: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الدعاء مخ العبادۃ))

"دعا عبادت کا مغز ہے۔" (سنن ترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء)

دعا سکون کا سبب ہے: دعا حاجت کے پورا ہونے کی کنجی، بھوکوں کے لیے راحت کا سامان، مجبوروں کے لئے جائے پناہ اور حاجت مندوں کیلئے آرام کا سبب ہے۔

دعا ترک کرنے والوں کی مذمت: دعا ترک کر دینے والوں کی برائی بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((ویقبضون ایدیھم))

"اور بند رکھے انہوں نے اپنی ہاتھ۔" (سورۃ التوبہ، آیت نمبر: ۶۷)

اس آیت کی تفسیر میں درج ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ہم سے ہاتھ اٹھا کر سوال نہیں کرتے۔

تخلیق کے بعد اللہ کا مخلوق کو حکم: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

(خلقھم اللہ وقال لھم ناجونی، فان لم تفعلوا فانظروا الی، فان لم تفعلوا فاسمعوا منی، فان لم تفعلوا فکونوا ببابی، فان لم تفعلوا فانزلوا حاجاتکم بی))

"اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تخلیق فرمایا اور پھر حکم دیا کہ مجھ سے سرگوشی کرو اور اگر ایسا نہ کرسکو تو میری طرف دیکھو اور ایسا بھی نہ کرسکو تو میرا کلام سنو اور اگر ایسا بھی نہ کرسکو تو میرے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور اگر ایسا بھی نہ کرسکو تو میری بارگاہ میں اپنی حاجات (دعا کی صورت میں) پیش کرو۔"

دعائے حال: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"وہ دعا جو قبولیت کے زیادہ قریب ہوتی ہے وہ "دعائے حال" ہے۔ دعائے حال یہ ہے کہ بندہ اس قدر مجبور ہو کہ جو کچھ مانگ رہا ہے اس کے سوا اسے کوئی چارہ نہ ہو۔"

شیخ جنید بغدادی اور دعا کی اہمیت: شیخ ابو عبداللہ مکانسی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں ایک مرتبہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک خاتون آئی اور عرض کرنے لگی:

"میرا ایک بیٹا گم ہو گیا ہے، پس آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ میرا بیٹا مجھے واپس فرما دے۔"

شیخ نے فرمایا:

"جا اور صبر کر۔"

پس وہ خاتون چلی گئی۔ پھر واپس آئی اور وہی بات کہی۔ شیخ پھر فرمایا:

''جا اور صبر کر۔''
پس وہ چلی گئی اور پھر واپس آئی اور اسی قسم کی بات کہی۔ اس نے کئی بار اسی طرح کیا اور آپ اسے فرماتے رہے:
''صبر کر۔''
اس نے آپ سے کہا:
''میرے صبر کا پیالہ لبریز ہو چکا ہے اور اب مجھ میں صبر کی طاقت نہیں۔ آپ میرے لیے دعا کیجیے۔''
سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''اگر معاملہ اسی طرح ہے جس طرح تو نے کہا ہے تو جا تیرا بیٹا واپس آ چکا ہے۔''
وہ چلی گئی اور اپنے بیٹے کو پالیا تو پھر آپ کا شکریہ ادا کرنے واپس آئی۔ سید الطائفہ سے پوچھا گیا:
''آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ اس کا بیٹا گھر آ چکا ہے؟''
انہوں نے فرمایا:
''اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی سے:
((امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء))
''کون ہے جو مضطر کی پکار سنتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور اس کی تکلیف کون دور کرتا ہے؟'' (سورۃ النمل، آیت نمبر: ۶۲)
دعا حقیقتاً عبادت ہے: یہ بات اہل تصوف میں اختلاف کا باعث ہے کہ دعا کرنا افضل ہے یا خاموشی اور رضا؟
بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ دعا ذاتی طور پر عبادت ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:
((الدعاء مخ العبادة))
''دعا عبادت کا مغز ہے۔'' (سنن ترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء)
اور یقیناً عبادت کو عمل میں لانا اسے ترک کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔
اللہ کا حق: نیز بندے کا دعا طلب کرنا اللہ کا حق ہے، اگرچہ وہ بندے کی دعا کو قبول نہ کرے اور بندے کی آرزو کو پورا نہ کرے تو بھی بندے نے اپنے رب کا حق ادا کر دیا کیونکہ دعا بندگی کی حاجت کا اظہار ہے۔
دعا سے محروم ہونا زیادہ سخت ہے: شیخ ابوحازم اعرج علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''میرے نزدیک دعا سے محروم ہونا قبولیت سے محروم ہونے سے زیادہ سخت ہے۔''
خاموشی دعا سے بہتر ہے: صوفیاء کرام کی ایک جماعت کہتی ہے کہ اللہ کے حکم کے تحت خاموش رہنا اور عاجزی کرنا دعا کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔
اللہ نے جو اختیار فرمایا ہے وہ بہتر ہے: اس جماعت کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بندے کے لیے پہلے سے اختیار فرما دیا ہے اس پر راضی رہنا زیادہ مناسب ہے۔
چنانچہ شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ واسطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''جو احکام تخلیق سے بھی پہلے تمہارے لیے مقرر کیے جا چکے ہیں ان پر راضی رہنا وقت کا مقابلہ کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔''
ذکر کے سبب دعا نہ کرنے والا: شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ واسطی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((من شغله ذكري عن مسألتي اعطيته افضل ما اعطى السائلين))
''جسے میری یاد مجھ سے سوال کرنے سے روک رکھے میں اسے مانگنے والوں سے افضل چیز عطا کرتا ہوں۔''
(سنن ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ۲۵)

دعا اور رضا دونوں لازم ہیں: صوفیاء کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ بندے کو چاہیے کہ وہ زبان کے ساتھ دعا والا اور دل کے ساتھ رضا والا بنے تاکہ اس کا دونوں پر عمل ہو۔

اوقات مختلف ہیں تو حالتیں بھی مختلف ہیں: ان کا کہنا ہے کہ اوقات مختلف ہیں۔ بعض اوقات رضا پر خاموشی کے مقابلے میں دعا افضل ہے اور یہی صحیح ادب ہے اور بعض اوقات دعا کے مقابلے میں رضا پر سکوت دعا سے افضل ہوتا ہے اور یہی ادب ہے۔ یہ بات خاص اسی وقت معلوم ہوتی ہے کیونکہ خاص وقت کا علم اسی وقت میں حاصل ہوتا ہے۔

پس جب بندے کے قلب میں دعا کا اشارہ ہو تو اس وقت دعا زیادہ بہتر ہے اور جب خاموشی کا ارادہ ہو تو اس وقت خاموشی زیادہ بہتر ہے۔

دعا اور خاموشی ...... مساوی: صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ بندے کو چاہیے کہ وہ دعا کے وقت اپنے رب کے مشاہدہ سے غافل نہ ہو۔ پھر اپنی حالت کی رعایت بھی واجب ہے اور اگر وہ دعا کی وجہ سے اپنے وقت میں زیادہ کشادگی پائے تو اس کیلئے دعا زیادہ بہتر ہے اور اگر دعا کرتے وقت اس کا دل اسے جھڑکے اور اس میں تنگی پیدا ہو تو اس وقت دعا کو چھوڑ دینا زیادہ مناسب ہے اور اگر وہ اپنے قلب میں زیادہ کشادگی اور جھڑک نہ پائے تو دعا کرنا اور اسے چھوڑ دینا دونوں برابر ہیں۔

غلبہ علم اور غلبہ معرفت: صوفیاء کا فرمان ہے:
''جس وقت بندے پر علم غالب ہو تو اس وقت دعا زیادہ بہتر ہے کیونکہ یہ عبادت ہے اور جس وقت بندے پر معرفت، حال اور سکوت غالب ہو تو اس وقت سکوت زیادہ بہتر ہے۔

حق اللہ اور حظ نفس: یہ بھی درست ہے کہ جب مسلمانوں کا حق یا اللہ کا حق ہو تو دعا زیادہ بہتر ہے اور جب کسی کام میں نفس کا حصہ ہو تو خاموشی زیادہ بہتر ہے۔

پسندیدہ اور ناپسندیدہ بندہ: حدیث مبارکہ میں ہے:

((ان العبد يدعو الله سبحانه وهو يحبه، فيقول :يا جبريل اخر حاجة عبدي فاني احب ان اسمع صوته، وان العبد ليدعو الله وهو يبغضه فيقول :يا جبريل اقض لعبدي حاجته فاني اكره ان اسمع صوته))

''بلاشبہ بندہ اللہ سبحانہ سے دعا کرتا ہے اور اللہ اسے پسند فرماتا ہے۔ پس وہ فرماتا ہے: اے جبرائیل! میرے بندے کی حاجت کو مؤخر کر دو۔ پس بے شک میں اس کی التجا سننا پسند کرتا ہوں۔ اور بلاشبہ بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ناپسند کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے جبرائیل! میرے بندے کی حاجت کو پورا کر دے، کیونکہ میں اس کی التجا کو ناپسند کرتا ہوں۔'' (تاریخ دمشق، جلد ۸، صفحہ ۲۴۴)

شیخ یحییٰ بن سعید کی دعا: شیخ یحییٰ بن سعید قطان علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے جب اللہ تعالیٰ کی زیارت کی تو عرض کیا:
((الهي كم ادعوك فلا تجيبني))
''اے میرے اللہ! میں کتنی ہی مرتبہ تجھ سے دعا کر چکا ہوں پس تو نے میری دعا کو قبول ہی نہیں کیا۔''

فرمان باری تعالیٰ ہوا:

((یٰحییٰ لا نی احب ان اسمع صوتك))

''اے یحییٰ! میں نے تیری دعا اس لیے قبول نہیں کی کیونکہ میں تیری آواز سننا پسند کرتا ہوں۔''

تین مرتبہ دعا مانگنا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((والذی نفسی بیدہ، ان العبد لیدعو اللہ تعالیٰ وھو علیہ غضبان فیعرض عنه، ثم یدعوہ، فیعرض عنه، ثم یدعوہ، فیقول اللہ تعالیٰ للملائکته :ابی عبدی ان یدعو غیری فقد استجبت له))

''اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! بلاشبہ ایک بندہ اللہ سے دعا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اعراض فرماتا ہے۔ پھر بندہ اس سے دعا کرتا ہے تو وہ اعراض فرماتا ہے۔ وہ پھر دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ ملائکہ سے فرماتا ہے: میرے بندے نے میرے غیر سے دعا مانگنے سے انکار کر دیا، پس میں نے اس کی دعا قبول کر لی ہے۔'' (حلیۃ الاولیاء، جلد ۶، صفحہ ۲۰۸)

زمانہ رسالت کا واقعہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمانہ رسالت میں ایک آدمی شام سے مدینہ منورہ اور مدینہ منورہ سے شام کے شہروں کی طرف تجارت کیا کرتا تھا۔ وہ اللہ پر توکل کی وجہ سے قافلوں کے ساتھ نہیں جاتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ شام سے مدینہ منورہ آ رہا تھا کہ ایک گھوڑ سوار چور اس کے سامنے آیا اور اس نے چلا کر کہا:

''ٹھہر جاؤ۔''

پس تاجر فوراً رک گیا۔ تاجر نے کہا:

''تم میرا مال لے لو اور میرا راستہ چھوڑ دو۔''

چور نے کہا:

''مال تو میرا ہے۔ میں تو تیری جان لینا چاہتا ہوں۔''

تاجر نے کہا:

''تم میری جان لے کر کیا کرو گے۔؟ مال لے جاؤ لیکن مجھے چھوڑ دو۔''

چور نے دوبارہ کہا:

''مجھے مال سے کوئی غرض و غایت نہیں۔ میں تو تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں۔''

تاجر نے کہا:

''مجھے مہلت دو حتیٰ کہ میں وضو کر کے نماز پڑھ لوں اور اپنے رب سے دعا مانگوں۔''

چور نے کہا:

''میری طرف سے اجازت ہے۔ تم جو چاہو کرو۔''

پس تاجر کھڑا ہوا اور اس نے چار رکعت نماز پڑھی، پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور اپنی دعا میں عرض کرنے لگا:

((یا ودود یا ودود یا ذا العرش المجید یا مبدی یا معید یا فعال لما یرید اسالك بنور وجھك الذی ملا ارکان عرشك واسالك بقدر تك التی قدرت بھا علی خلقك وبرحمتك التی وسعت کل شی لا الہ الا انت یا مغیث اغثنی))

"یا ودوُ دا یا ودوُ دا اے بزرگی والے عرش کے مالک! اے ابتداء اً تخلیق فرمانے والے اور دوبارہ (موت کے بعد) پیدا فرمانے والے۔ اے وہ جو چاہتے ہو کرتے ہو۔ میں تیرے وجہ مبارک کے نور کے وسیلے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں جس نور نے تیرے عرش کے ارکان کو بھر دیا اور تیری اس قدرت کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں جس کے ساتھ تو اپنی مخلوق پر قادر ہے اور تیری اس رحمت کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں جو ہر چیز کو شامل ہے۔ بے شک تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے مدد کرنیوالے میری مدد فرما۔"

پس تاجر نے تین مرتبہ یہ دعا مانگی اور جب دعا سے فارغ ہوا تو وہاں سیاہ اور سفید رنگ کے گھوڑے پر سوار ایک گھڑ سوار نظر آیا جس نے سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے اور اس کے ہاتھ میں ایک نورانی نیزہ تھا۔ جب چور نے اسے دیکھا تو تاجر کو چھوڑ کر گھڑ سوار کی طرف چل پڑا۔ جب وہ اس کے قریب گیا تو سوار نے چور پر حملہ کر دیا اور اسے ایسا نیزہ مارا کہ اس کو گھوڑے سے گرا دیا۔ پھر تاجر کے پاس آیا اور کہنے لگا:

((قم فاقتله))

"اٹھو۔ پس اسے قتل کر دو۔"

تاجر نے کہا:

"آپ کون ہیں؟ میں نے کبھی کسی کو قتل نہیں کیا اور نہ ہی میرا دل اسے قتل کرنے کو پسند کرتا ہے۔"

پس وہ سوار چور کی جانب پلٹا اور اس نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر وہ تاجر کے پاس آیا اور کہنے لگا:

"جان لو! میں تیسرے آسمان کا فرشتہ ہوں۔ جب تم نے پہلی بار دعا مانگی تو ہم نے آسمانوں کے کڑکڑانے کی آواز سنی تو ہم نے کہا: کوئی حادثہ رونما ہوا ہے۔ جب تم نے دوسری مرتبہ دعا مانگی تو آسمان کے دروازے کھل گئے اور وہ آگ کے شعلوں کی طرح تھا۔ پھر تم نے تیسری مرتبہ دعا کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمان سے اتر کر ہماری طرف آئے اور وہ فرما رہے تھے: کون اس مصیبت زدہ کی مدد کرے گا۔ پس میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے اس کو قتل کرنے کی ذمہ داری سونپ دے۔ اے اللہ کے بندے! جان لو کہ جو بھی کسی مصیبت، سختی یا کسی آنے والی پریشانی میں یہ دعا مانگے گا جو تم نے مانگی ہے تو اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو دور کر دے گا اور اس کی مدد کرے گا۔"

یہ سن کر تاجر صحیح سلامت مدینہ منورہ آیا۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ جب اس نے اپنی دعا کے بارے میں بتایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لقد لقنك الله عزوجل اسماء الحسنى التى اذا دعى بها اجاب واذا سئل بها اعطى))

"تحقیق اللہ تعالیٰ نے تجھے اسمائے حسنہ تلقین فرمائے ہیں۔ یہ وہ اسماء ہیں کہ جب ان کے ساتھ دعا مانگی جائے تو اللہ قبول فرماتا ہے اور جب ان کے ذریعے کچھ مانگا جائے تو عطا کرتا ہے۔" (سنن ترمذی، کتاب الدعوات، باب نمبر ۶۴، رقم الحدیث ۳۴۷۵)

دل غافل نہ ہو: آداب دعا میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ دعا کرتے ہوئے دل حاضر ہو۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((ان الله تعالىٰ لا يستجيب دعاء عبد من قلب لا))

"بے شک اللہ تعالیٰ ایسی دعا قبول نہیں فرماتا جو بندہ مانگے اور اس کا دل غافل ہو۔" (سنن ترمذی، کتاب الدعوات)

رزق حلال: دعا کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ دعا مانگنے والے کا کھانا، پینا اور پہننا حلال ہو۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((اطب كسبك تستجب دعوتك))

''اپنا رزق حلال طریقے سے کماؤ تمہاری دعا ضرور قبول ہوگی۔'' (جامع الکبیر)
منقول ہے کہ دعا حاجت کی کنجی ہے اور اس کے دندانے رزق حلال ہے۔
شیخ یحییٰ کا انداز دعا: شیخ یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمۃ نے عرض کیا:
((الهي كيف ادعوك وانا عاص؟ وكيف لا ادعوك وانت كريم؟))
''اے میرے رب! میں تجھ سے کس منہ سے مانگوں میں تو معصیت میں ڈوبا ہوا ہوں۔ اور کیسے تجھ سے دعا نہ مانگوں تو کریم ہے۔؟''
حضرت موسیٰ اور ایک شخص کی دعا: ایک مرتبہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام ایک شخص کے قریب سے گزرے۔ آپ نے دیکھا کہ وہ گڑگڑا کر دعا مانگ رہا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:
''اے میرے رب! اگر میں اس کی حاجت پوری کرسکتا تو کر دیتا۔''
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
''میں اس پر آپ سے زیادہ رحیم ہوں لیکن یہ مجھ سے اس حالت میں دعا کر رہا ہے کہ اس کا دل اس کی بکریوں میں ہے اور میں اس بندے کی دعا قبول نہیں کرتا جس کا دل میرے سوا کسی اور میں مشغول ہو۔''
حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے یہ بات اس آدمی کو بتائی تو اس نے خالص اللہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا مانگی۔ پس اس کی دعا قبول کر لی گئی۔
دعا کیوں قبول نہیں ہوتی: امام جعفر صادق علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:
''دعا مانگنے کے باوجود ہماری دعا قبول کیوں نہیں ہوتی؟''
انہوں نے فرمایا:
''اس کی وجہ یہ ہے کہ تم اللہ کو ایسے پکارتے ہو جیسے اس کو جانتے ہی نہیں ہو (خالص اللہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا نہیں مانگتے)۔''
شیخ عبداللہ بن سہل کی دعا: شیخ استاذ ابوعلی دقاق سے منقول ہے کہ بادشاہ یعقوب بن لیث کو ایسی بیماری لگ گئی جو لا علاج تھی۔ اطباء اس کے علاج سے عاجز آگئے اور کہنے لگے:
''آپ کی سلطنت میں ایک مرد صالح ہے جس کا نام سہل بن عبداللہ ہے۔ اگر ہو سکے تو آپ اس سے دعا کروالیں انشاءاللہ! اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول کرتے ہوئے آپ کو شفاء عطا فرمادے گا۔''
بادشاہ شیخ سہل علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا:
''آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے شفاء کی دعا کیجئے۔''
شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''تمہارے قید خانے میں بے شمار مظلوم لوگ قید ہیں، پھر کیونکر تیرے حق میں میری دعا قبول ہو سکتی ہے۔؟''
بادشاہ نے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ تک جب یہ خبر پہنچی تو انہوں نے یہ دعا مانگی:
''یا اللہ! جیسا کہ تو نے اسے ذلت گناہ دے دوچار کیا ہے، اب اسے عزت اطاعت بھی دکھا اور اس کی بیماری کو شفاء عطا فرمادے۔''
پس بادشاہ کو اس بیماری سے عافیت دے دی گئی۔ پس بادشاہ نے شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں مال و زر پیش کیا لیکن شیخ نے قبول نہ کیا۔

شیخ سے کہا گیا:

''آپ یہ مال لے کر فقراء میں تقسیم کر دیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔''

یہ سن کر شیخ نے زمین پر پڑی کنکریوں کی جانب نظر کی تو وہ جواہر بن گئے۔ پھر اپنے مریدین سے فرمایا:

''جسے اللہ تعالیٰ اس طرح کی عطا سے نوازے کیا وہ پھر بھی یعقوب بن لیث کے مال کا محتاج ہے؟''

شیخ صالح کا قول: شیخ صالح مری علیہ الرحمۃ اکثر فرمایا کرتے تھے:

''جو آدمی دروازہ پر دستک دینے کو اپنی عادت بنا لے قریب ہے کہ اس کے لئے دروازہ کھول دیا جائے۔''

سیدہ رابعہ علیہا الرحمۃ نے ان سے عرض کیا:

''آپ کب تک یہی بات کہتے رہیں گے؟ یہ دروازہ بند کب ہوا ہے کہ اسے کھلوایا جائے؟''

شیخ صالح علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''بوڑھا اس بات سے جاہل ہے اور ایک خاتون اسے جانتی ہے۔''

شیخ معروف کرخی کی دعا: شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ کی مجلس میں موجود تھا کہ ایک آدمی اٹھا اور عرض کرنے لگا:

''اے ابومحفوظ! میری تھیلی چوری ہوگئی ہے اور اس میں ایک ہزار سونے کے سکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے واپس لوٹا دے۔''

شیخ اس کی بات سن کر خاموش رہے۔ اس نے دوبارہ یہی بات کہی۔ شیخ پھر خاموش رہے۔ اس نے تیسری مرتبہ یہی بات کہی تو شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''میں کیا دعا کروں؟ کیا یہ دعا کروں کہ اے اللہ! جو مالِ دنیا تو نے اپنے انبیاء کرام اور منتخب بندوں سے دور رکھا ہے وہ اس کو لوٹا دے؟''

اس آدمی نے پھر عرض کیا:

''آپ میرے لئے دعا کریں۔''

انہوں نے عرض کیا:

''اے اللہ! اس کے حق میں وہ کر دے جو اس کیلئے بہتر ہے۔''

بینائی درست ہونا: شیخ لیث علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ رقبہ بن نافع علیہ الرحمۃ کو نابینا دیکھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ ان کی بینائی درست ہے تو میں نے عرض کیا:

''آپ کو کس طرح بینائی حاصل ہوئی؟''

انہوں نے فرمایا:

''کوئی آدمی خواب میں میرے پاس آیا اور کہنے لگا: کہو:

((یا قریب یا مجیب یا سمیع الدعاء یا لطیفا لما یشاء، رد علی بصری))

''اے قریب! اے مجیب! اے دعا سننے والے! اے جس پر چاہے مہربانی کرنے والے! میری بینائی لوٹا دے۔''

میں نے یہ کلمات کہے تو اللہ نے میری بینائی درست کر دی۔

آنکھوں کی تکلیف جاتی رہی: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''ایک مرتبہ میں مرو کے علاقہ سے نیشا پور کی جانب آیا تو میری آنکھیں شدید تکلیف میں مبتلا تھیں اور میں کئی ہفتوں سے سویا نہیں تھا۔ ایک دفعہ صبح کے وقت میری آنکھ لگ گئی تو میں نے ایک ندا دینے والے کو یہ پکارتے ہوئے سنا:

((الیس اللہ بکاف عبدہ))

''کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں۔؟'' (سورۃ الزمر، آیت نمبر:۳۶)

جب میں جاگا تو آنکھوں کی تکلیف ختم ہو چکی تھی اور اس کے بعد کبھی آنکھوں میں تکلیف نہیں ہوئی۔

امام احمد بن حنبل اور شیخ سفیان ثوری کی دعائیں: شیخ محمد بن خزیمہ علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ جب حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کی وفات ہوئی تو میں اس وقت اسکندریہ میں تھا۔ پس مجھے ان کے وصال کا بہت غم ہوا۔ ایک رات میں نے خواب میں امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کو ٹہل ٹہل کر چلتا دیکھا۔ میں نے عرض کیا:

''یا ابا عبداللہ! یہ کیسا چلنا ہے؟''

انہوں نے فرمایا:

''یہ جنتی خادموں کی چال ہے۔''

میں نے عرض کیا:

((ما فعل اللہ بك یا ابا عبداللہ))

''اے ابوعبداللہ! اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے میری بخشش فرما دی، مجھے بہت عالی شان تاج عطا کیا گیا اور مجھے ایسے جوتے پہنائے گئے جو سونے کے بنے ہوئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا: یہ سب کچھ اس کا بدلہ ہے جو تم نے کہا کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے۔ پھر ارشاد ہوا: اے احمد! مجھ سے وہ دعائیں کرو جو تجھے سفیان ثوری سے پہنچی تھیں، جو دعائیں تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔''

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''میں نے عرض کیا: اے ہر شئے کے پروردگار! ہر شئے پر تیری قدرت کی قسم! میری تمام خطاؤں کی بخشش فرما دے اور مجھ سے کسی چیز کے بارے میں حساب نہ لے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے احمد! یہ جنت ہے اس میں داخل ہو جا۔''

پس میں داخل ہو گیا۔

ہاتف غیبی کی ندا: ایک نوجوان کعبۃ اللہ کے پردوں کے ساتھ لٹک کر عرض کرنے لگا:

''اے اللہ! تیرا کوئی شریک نہیں کہ جسے ہم تیرے مقابل لائیں اور تیرا کوئی وزیر نہیں کہ جسے ہم رشوت دے سکیں۔ میرا تیری اطاعت کرنا تیرے فضل کے سبب سے ہے اور تمام خوبیاں تیرے لیے ہی ہیں۔ میرا تیری نافرمانی کرنا میری جہالت کی بنا پر ہے اور تیری حجت مجھ پر قائم ہے۔ تیری اس حجت کی قسم! جو مجھ پر ہے اور میری اس حجت کی قسم! جو تیرے ہاں منقطع ہو چکی ہے تو میری بخشش فرما دے۔''

پس فوراً ایک پکارنے والے نے پکارا:
''یہ نوجوان جہنم سے آزاد ہے۔''

دعا کا سب سے بڑا فائدہ: دعا کے فوائد میں سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی حاجت کا اظہار کرتا ہے۔ ورنہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

دعا کی تین اقسام: منقول ہے کہ دعا تین طرح کی ہوتی ہے:

1: عام لوگوں کی دعا اور یہ الفاظ کے ذریعے ہوتی ہے۔
2: زاہدین کی دعا اور یہ افعال کے ذریعے ہوتی ہے۔
3: عارفین کی دعا اور یہ احوال کے ذریعے ہوتی ہے۔

بہترین دعا: منقول ہے کہ غموں کے سبب مجبور ہو کر کی جانے والی دعا بہترین دعا ہے۔

روز قبولیت: بعض اہل تصوف کا ارشاد ہے:
''جب تم اپنی حاجت کا سوال کرو اور اللہ اسے آسان کر دے تو اس کے بعد اللہ سے جنت کا سوال کرو شاید یہ تمہاری قبولیت کا روز ہو۔''

مبتدی اور محقق: منقول ہے کہ مبتدی کی زبان دعا کے لیے کلام کرتی ہے اور محقق کی زبان دعا سے گنگ ہو جاتی ہے۔

شیخ واسطی اور دعا: شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ واسطی علیہ الرحمۃ سے کہا گیا:
''آپ دعا فرمائیں۔''
انہوں نے فرمایا:
''مجھے خوف ہے کہ اگر میں دعا کروں تو مجھے کہا جائے گا: اگر تو نے ہم سے اس چیز کا سوال کیا جو تیرے لئے ہمارے پاس ہے تو تو نے ہم پر تہمت لگائی (کہ شاید ہم تجھے نہیں دیں گے) اور اگر تو نے اس چیز کا سوال کیا جو تمہارے لیے ہمارے پاس نہیں ہے تو تو نے ہماری بری تعریف کی اور اگر تم ہماری رضا پر راضی رہو تو ہم تمہارے لیے وہ باتیں جاری کر دیں گے جن کے ذریعے ہم ایک عرصہ تک تمہاری حاجتیں پوری کرتے رہیں گی۔''

شیخ ابن منازل اور دعا: شیخ عبداللہ بن منازل علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''پچاس برس سے میں نے کوئی دعا نہیں کی اور نہ ہی میرا ارادہ ہے کہ کوئی میرے لیے دعا کرے۔''

خطا کاروں کی سیڑھی: منقول ہے کہ دعا خطا کاروں کی سیڑھی ہے۔

دعا پیغام پہنچانا ہے: منقول ہے کہ دعا گویا پیغام پہنچانا ہے۔ جب تک یہ مراسلت قائم رہتی ہے معاملہ درست رہتا ہے۔

لسان المذنبین: منقول ہے:
((لسان المذنبین دعاؤهم))
''گناہ گاروں کی زبان ان کی دعا ہے۔''

گنہگار کا گریہ کرنا: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''گنہگار کا گریہ کرنا اپنے رب کو اپنا پیغام بھیجنا ہے۔''
اسی مفہوم کو یہ شعر بیان کرتا ہے:

دموع الفتی عما یجن تترجم
وانفاسه یبدین ما القلب یکتم
''نوجوان کے آنسو اس کے قلب کے ترجمان ہوتے ہیں اور اس کی سانسیں اس چیز کا اظہار کرتی ہیں جسے قلب نے چھپایا ہوتا ہے۔''
گناہوں کو ترک کرنا: بعض صوفیاء کا کہنا ہے:
''دعا گناہوں کو ترک کرنا ہے۔''
شوقِ محبوب: منقول ہے کہ دعا محبوب کے شوق کا نام ہے۔
اجازتِ دعا: منقول ہے کہ دعا کرنے کی اجازت دینا بندے کے لئے عطاء سے بہتر ہے۔
زبانِ مومن اور معذرت: شیخ ابوبکر محمد بن علی الکتانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''اللہ زبانِ مومن کو معذرت کے لئے اس وجہ سے کھولتا ہے تاکہ اس کیلئے مغفرت کا دروازہ کھول دے۔''
دعا حاضری کا سبب: منقول ہے کہ دعا اللہ کی بارگاہ میں حاضری کا سبب ہے۔ عطاء بارگاہِ الٰہی سے واپس جانے کا سبب ہے اور اللہ کے در پر کھڑا رہنا جزاء حاصل کرکے واپس جانے سے افضل ہے۔
زبانِ حیاء: منقول ہے کہ زبانِ حیاء کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں حاضری کا نام دعا ہے۔
رضائے الٰہی پر راضی: منقول ہے کہ دعا کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ بندہ اللہ کے فیصلے پر راضی رہے۔
معصیت اور دعا: منقول ہے کہ تو قبولیت دعا کا کیونکر منتظر ہے، حالانکہ تو نے معصیت کے سبب اس کا راستہ بند کر دیا ہے؟
اجنبیت: ایک آدمی نے کسی صوفی سے عرض کیا:
''میرے لیے دعا کیجئے۔!''
صوفی نے جواباً کہا:
''(تم اپنے رب سے ناآشنا ہو پس اس) اجنبیت کی وجہ سے کوئی وسیلہ اختیار کرو۔''
شیخ تقی بن مخلد کی دعا: ایک خاتون شیخ تقی بن مخلد علیہ الرحمۃ کی خدمت میں آئی اور عرض کرنے لگی:
''میرے بیٹے کو رومی سپاہیوں نے قید کرلیا ہے اور میرے پاس ایک چھوٹے سے گھر کے علاوہ کوئی مال نہیں اور میں اس گھر کو ہرگز فروخت نہیں کرسکتی۔ آپ کسی کو حکم دیں کہ وہ میرے بیٹے کا فدیہ ادا کردے۔ پس اب میری یہ حالت ہے کہ میرے لئے دن ہے نہ رات اور نیند ہے نہ سکون۔''
یہ سن کر شیخ نے فرمایا:
''ٹھیک ہے۔ تم جاؤ میں اس پر غور کرتا ہوں۔''
شیخ نے سر جھکا کر کچھ پڑھا۔ کچھ دنوں بعد وہ خاتون اپنے بیٹے کو لے کر حاضر خدمت ہوئی اور آپ کو دعائیں دینے لگی۔
پھر عرض گزار ہوئی:
''الحمدللہ! یہ صحیح سلامت واپس آگیا ہے۔ اس کے ساتھ ایک واقعہ وقوع پذیر ہوا ہے جو یہ خود آپ کو سنائے گا۔''
اس نوجوان نے کہا کہ میں قیدیوں کی ایک جماعت کے ساتھ روم کے ایک بادشاہ کے قبضہ میں تھا اور ایک فوجی ہم پر مامور تھا۔ وہ ہمارے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر ہمیں کام کیلئے میدان میں لے جاتا اور بیڑیوں کے ساتھ ہی واپس لے آتا۔ ایک روز ہم رات کے

وقت کام سے واپس لائے گئے۔ ہمارے ساتھ وہ فوجی بھی تھا جو ہم پر مامور تھا۔ چلتے چلتے اچانک میرے پاؤں سے بیڑی کھل کر زمین پر گر پڑی۔"

اس نوجوان نے وہ دن، رات اور وقت بھی بتایا تو وہ وہی وقت تھا جب وہ خاتون ان کے پاس آئی تھی اور اس کے کہنے پر شیخ نے دعا فرمائی تھی۔

نوجوان شیخ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ اسی وقت وہ فوجی میرے پاس آیا اور کہنے لگا:

"تو نے یہ بیڑی کیوں توڑی ہے؟"

میں نے کہا:

"نہیں۔ یہ تو میرے پاؤں سے گری ہے۔"

فوجی اس پر بہت حیران ہوا اور اس نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور انہوں نے لوہار کو بلا کر مجھے بیڑی پہنائی۔ جب میں چند قدم چلا تو بیڑی میرے پاؤں سے گر پڑی۔ ان لوگوں کو میرے معاملے میں حیرانی ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے راہبوں کو بلایا تو انہوں نے پوچھا:

"تمہاری ماں زندہ ہے۔؟"

میں نے کہا:

"ہاں!"

انہوں نے کہا:

"پس اس نے تمہارے لیے دعا مانگی ہے جو قبول ہو گئی ہے اور اللہ نے تمہیں آزاد کر دیا ہے۔ پس ہمارے لئے تمہیں قید کرنا ممکن نہیں۔"

پس انہوں نے مجھے سامان دیا اور ایک محافظ کے ساتھ مسلمانوں کے علاقے تک پہنچا دیا۔

اضافہ از مترجم:

دعا...... فضیلت وثمرات: "دعا کی جمع ادعیہ ہے اور یہ دعا، یدعو، دعاء و دعویٰ سے بنا ہے۔

دعا بلانے، پکارنے، منسوب کرنے، عبادت کرنے اور مدد طلب کرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

لفظ دعا طلب حاجات اور عبادات دونوں کو شامل ہے، نیز مطلق یاد کرنا بھی مراد ہے یعنی اسے یاد کرتے رہو، اس سے مانگو اور اسی کی عبادت کرو۔ لہٰذا دعا مانگنے کا ادب یہ ہے کہ بندے کی بات اپنے رب سے ہو اور محض لوگوں کو سنانے کیلئے موٹے موٹے جملے دہرا کر رسم پوری نہ کی جائے بلکہ خفیہ یعنی چپکے چپکے عاجزی اور تذلیل کے ساتھ دعا کی جائے اور یہی طریق عبادت سب سے بہتر ہے۔ جو عبادت پوشیدہ ہو سکتی ہے اسے ظاہر نہ کیا جائے کہ معاملہ بندے اور رب کے درمیان ہے۔ ورنہ ریا بن جائے گی۔

دعا کی حقیقت نیاز مندی ہے یعنی اپنی حاجت اور احتیاج کو پیش کرنا کہ اے اللہ! ہمیں یہ دے دے۔ آیات و احادیث دونوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دعا عین عبادت ہے، خواہ کسی قسم کی ہو۔ دینی ہو یا دنیوی ہو مگر نا جائز امر کیلئے نہ ہو۔

کوئی انسان ایسا نہیں ہے کہ جسے صلاح و فلاح کی ضرورت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے صلح و فلاح کے اسباب پیدا فرما دیئے کہ ضرورت مند ان سے مدد حاصل کریں۔ اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ کسی چیز کی قدر و منزلت نہیں ہے جو انسان یہ چاہتا ہو کہ مصیبتوں اور پریشانیوں کے وقت اللہ تعالیٰ اس کی دعائیں قبول و منظور فرمائے اسے چاہیے کہ وہ خوشحالی اور عیش کے وقت بکثرت

دعا کیا کرے۔ دعا کے ذریعے انسان اور اللہ کے درمیان ایک تعلق پیدا ہوتا ہے۔ جب انسان اللہ کے حضور اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے اور اللہ سے ہم کلام ہوتا ہے تو اسے اللہ کے ساتھ ایک خاص تعلق محسوس ہوتا ہے۔

دعا کیلئے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو پکارا جائے۔ اس کے سوا کسی کے سامنے دعا نہ کی جائے۔ دعا عبادت ہے جس کی حقدار صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ذات برحق ہے۔ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((له دعوة الحق و الذين يدعون من دونه لايستجيبون لهم بشيء الا كباسط كفيه الى الماء ليبلغ فاه وما هو ببالغه وما دعاء الكفرين الا في ضلل))(سورئہ الرعد : آیت 14)

''حقیقی پکارنا تو صرف اسی کو پکارنا ہے۔ وہ جن کو یہ اس کے سوا پکارتے ہیں تو وہ ان کی کوئی بھی دادرسی نہیں کر سکتے۔ (ان کو پکارنا ایسا ہی ہے) کہ کوئی اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف بڑھائے کہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے، حالانکہ وہ کسی طرح اس کے منہ تک پہنچنے والا نہیں۔ ان کافروں کی فریاد محض صدا بصحرا ہوگی۔''

ہر قسم کی ضروریات و حاجات کو پورا کرنے کا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے۔ سب اسی کے محتاج اور ضرورت مند ہیں۔ صرف وہی ذات ہے جو بندوں کی پکار کو سننے والی ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں جو بندوں کی دعا کو قبول کرے۔

دعا عبادت کا مغز ہے۔ چھلکے کے اندر جو چیز ہوتی ہے اسے مغز کہا جاتا ہے۔ اسی طرح دعا بھی عبادت کا مغز ہے۔ حقیقی عبادت یہ ہے کہ انسان انتہائی عاجزی اور مکمل خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور پیش ہو، چونکہ دعا میں عاجزی سب سے زیادہ پائی جاتی ہے اس لئے دعا کو عبادت کا مغز کہا جاتا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے:

''مومن ایمان اور یقین کے ساتھ جو بھی دعا اپنے پروردگار کے حضور کرتا ہے اس کی کوئی دعا رد نہیں ہوتی۔ اس کی ہر دعا پوری ہوتی ہے، مگر اس کے پورا ہونے کے انداز مختلف ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ بعینہٖ دعا پوری ہو جاتی ہے، لیکن اس کے پورے ہونے کا وقت مقرر ہوتا ہے، جونہی مقررہ وقت آتا ہے وہ دعا پوری ہو جاتی ہے۔''

ہمارا حوصلہ بہت کم ہے۔ ہم اسی انتظار میں ہوتے ہیں کہ جیسے ہی دعا کی جائے اسی وقت پوری ہو جائے۔ حکم دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے ہمارا کام تو صرف اتنا ہے کہ ہم اس کے حضور درخواست پیش کریں، اپنی عرض اس کے سامنے رکھیں، لیکن اللہ رب العزت مومن کی درخواست اور عرضی کو کبھی رد نہیں فرماتا۔ جس طرح کوئی کم عمر بچہ ہاتھ میں چھری پکڑتا ہے تو اس کی ماں اسے چھری کی جگہ کوئی اور چیز پکڑا دیتی ہے جس سے کسی نقصان کا ڈر نہ ہو۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے:

''بعض دفعہ انسان ایسی دعائیں کرتا ہے جو اس کے حق میں بہتر نہیں ہوتیں۔ اللہ رب العالمین ایسی دعاؤں کو بدل کر دیتا ہیں اور جو انسان کیلئے بہتر ہو وہ عطا کر دیتا ہے۔''

انسان اس وہم میں رہتا ہے کہ جو دعا میں نے کی وہ تو پوری نہیں ہوئی۔ دعا پوری ہو جاتی ہے لیکن وہ جو کچھ طلب کر رہا ہے وہ اس کم سن بچے کی مانند اس کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے جس سے انسان واقف نہیں ہوتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی دعاؤں کو اس کی آخرت کیلئے جمع فرما دیتا ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''روز محشر جب مخلوق جمع ہوگی اور اعمال تولے جا رہے ہوں گے تو ان میں چند لوگ ایسے بھی ہوں گے کہ جن کے اعمال کا جب وزن ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ٹھہرو میرے پاس اس کی کچھ امانت محفوظ پڑی ہے جن کا فرشتوں کو بھی علم نہیں جو اعمال کے حساب کتاب میں نہیں ہے۔ ان کی وہ دعائیں جن کا دنیا میں اجر نہیں دیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی محفوظ کی ہوئی دعائیں ان کے

اعمال نامہ میں رکھ دی جائیں گی۔ بڑے بڑے مستجاب الدعوات اس دن خواہش کریں گے کہ کاش! دنیا میں میری کوئی دعا پوری نہ ہوئی ہوتی اور آج وہ تمام دعائیں جمع ہو جاتیں۔''

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سید خلون جهنم داخرین))(سورۃ المومن، آیت 60)

''اور تمہارے رب کا ارشاد ہے کہ مجھ کو پکارو! میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔ جو لوگ میری بندگی سے سرتابی کر رہے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

دعا خالص اللہ سے کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق کی جائے تو یقیناً دعا قبول ہوتی ہے۔ محققین کے مطابق مومن کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی۔ اول تو جسے مانگتا ہے مل جاتا، کبھی وقت میں تاخیر ہو جاتی ہے یا پھر وہ شے اس کے حق میں بہتر نہ ہو تو اللہ بہتر شے سے تبدیل کر دیتا ہے یا پھر اس کے ذخیرۂ آخرت میں رکھ دی جاتی ہے کہ روز محشر اجر پالے گا۔ نیز دعا میں یہ کیا کم ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہے۔؟

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تقدیر نہیں ٹل سکتی مگر دعا سے۔''

محققین اس کے مطلب میں لکھتے ہیں کہ ''تقدیرِ معلق'' دعا سے تبدیل ہو جاتی ہے، یعنی انسان جو دعا کرے گا تو اس کا حکم اور فیصلہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی دعا پر معلق رکھ دیا ہوتا ہے۔

انسان کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ دعاؤں کی بدولت انسان کو مصیبتوں اور پریشانیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ دعا کرنے والا مصائب اور حوادث سے بچا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور زیادہ سے زیادہ دعاؤں کا کرنا انسان کے لیے باعث رحمت ہے۔ جو لوگ زیادہ سے زیادہ دعاؤں میں مشغول رہتے ہیں ان کا تعلق اللہ سے مضبوط ہوتا ہے۔

جب انسان اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگتا ہے تو گویا وہ اللہ سے ہم کلام ہوتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

((وھو معکم اینما ما کنتم))

''اور وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے جہاں کہیں تم ہوتے ہو۔''

جس طرح انسان ہتھیار اور اسلحہ سے اپنا دفاع کرتا ہے ایسے ہی مومن کی دعا ہتھیار کی مانند ہے۔ دعا کے ذریعے سے انسان کی مصیبتیں اور تکلیفیں دور ہو جاتی ہیں اور آئندہ کیلئے اللہ تعالیٰ انسان کو ان سے حفاظت میں رکھتا ہے۔ دعا مومن کیلئے ایک ایسا خاموش ہتھیار ہے کہ وہ اس طرح محفوظ رہتا ہے کہ اسے بھی پتہ نہیں چلتا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی نوع انسان کو ایک جامع اور مکمل دعا تعلیم فرمائی۔ ایک ایسی دعا کہ جس میں سب سے پہلے تو تمام جہانوں کے مالک کی تعریف بیان کی جائے، اس کی عبودیت کا اقرار کیا جائے، اس کے ساتھ ساتھ اس کے حضور امداد اور استعانت کی درخواست پیش کی جائے اور پھر ہر دو عالم کی بھلائی اور اچھائی کا سوال ہے، یعنی دعا کے لئے یہی طریقہ اپنایا جائے کہ جس میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی جائے پھر عاجزی کا اقرار کیا جائے اور وعدۂ بندگی کے بعد اپنی تمنا اور آرزو اللہ

کے حضور پیش کی جائے۔

بہتر ہے کہ دعا کرتے وقت انسان باوضو اور پاک صاف ہو۔ انتہائی ادب کے ساتھ قبلہ رومنہ کر کے دونوں ہاتھ پھیلا کر پورے خلوص اور توجہ کے ساتھ دعا مانگے۔ دعا کرتے وقت انسان کو یقین ہونا چاہیے کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا اس کی دعا پوری کرنے والا نہیں۔ جب انسان انتہائی عاجزی اور رغبت کے ساتھ دعا مانگے گا تو اللہ ضرور اس کی دعا قبول فرمائے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

((فادعوا اللہ مخلصین لہ الدین))(سورۃ المومن، آیت 14)

''پس اللہ ہی کو پکارو اسی کی خالص اطاعت کے ساتھ۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ سے اس طرح ہاتھ اٹھا کر مانگا کرو کہ ہتھیلیوں کا رخ سامنے ہو۔ ہاتھ الٹے کر کے نہ مانگو کرو اور جب دعا کر چکو تو اٹھے ہوئے ہاتھ چہرے پر پھیر لو۔''

انسان کو چاہیے کہ وہ شک وشبہ کے ساتھ دعا نہ مانگے، بلکہ پورے یقین اور پختہ عزم کے ساتھ دعا مانگنی چاہیے۔ دعا کرتے وقت یہ نہیں کہنا چاہیے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے بلکہ یوں کہے: اے اللہ! میری مغفرت فرما! بے شک تو ہی مغفرت فرمانے والا ہے۔

دعا میں خشوع وخضوع ضروری ہے اور یہ آداب دعا سے ہے۔ خشوع کے معانی خوف وذلت کے ہیں جس سے مراد باطن کا سکون ہے۔ اس کے مقابلے میں خضوع سے مراد اعضائے وجوارح سے عاجزی کا اظہار کرنا ہے۔ دونوں آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ اگر خشوع ہوگا تو خضوع بھی ہوگا کیونکہ باطن کا اثر لازمی طور پر ظاہر پر پڑتا ہے۔

اگر امام دعا کر رہا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ نہ صرف اپنے لئے دعا مانگے بلکہ مقتدیوں کیلئے بھی دعا کرے۔ قرآن مجید میں ایسی دعائیں بھی ہیں جن میں جمع کے صیغے آئے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

((ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار))(سورۃ البقرہ، آیت 201)

''اے ہمارے پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت فرما اور آخرت بھی میں بہتری عطا فرما اور ہم کو عذاب جہنم سے محفوظ فرما۔''

آداب دعا میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کسی دوسرے کیلئے دعا کرنا مقصود ہو تو پہلے اللہ تعالیٰ سے خود اپنے لئے دعا کرے پھر کسی دوسرے کیلئے کرے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی طریقہ کار تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسرے کیلئے دعا کرنا چاہتے تو پہلے اپنے لئے دعا کرتے۔

((عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ ﷺ اذا ذکر احد فدعا لہ بدأ بنفسہ))

(سنن ترمذی)

''حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے لیے دعا کرنا چاہتے تو پہلے اپنے لیے دعا کرتے، پھر اس کے لیے۔''

دعا کے قبول ہونے میں بنیادی دخل تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دعا کرنے والے کے تعلق اور اس کی اندرونی کیفیت کو ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ ایسے اوقات بھی ہیں کہ جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص رحمت ہوتی ہے۔

نماز کے دوران قرآن مجید کی تلاوت کے وقت اللہ تعالیٰ اور بندے کا خاص ربط ہوتا ہے۔ اس دوران انسان اللہ کے انتہائی

قریب ہوتا ہے اور اس سے ہم کلام ہوتا ہے۔ایسی حالت میں جب بندہ اپنے پروردگار سے التجا و دعا کرتا ہے تو اللہ رب العزت ضرور قبول فرماتا ہے۔

((عن العرباض بن سارية قال قال رسول الله ﷺ من صلى فريضة فله دعوة مستجابة ومن ختم القرآن فله دعوة مستجابة))(سنن طبر انی فی الکبیر)

''حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ فرض نماز پڑھے (اور اس کے بعد دل سے دعا کرے) تو اس کی دعا قبول ہوگی۔اسی طرح جو آدمی قرآن مجید ختم کرلے (اور دعا کرے) تو اس کی دعا بھی قبول ہو گی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''فرض نماز کے فوراً بعد مانگی جانے والی دعا مقبول ہوتی ہے۔'' (سنن ترمذی)

((عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ ان اسرع الدعاء اجابة دعوة غائب لغائب))(سنن ترمذی و ابو داود)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت جلد قبول ہونے والی وہ دعا ہے جو غائب، غائب کے لیے کرے۔''

((عن سهل بن سعد قال قال رسول الله ﷺ اثنتان لا تردان او قال ما تردان الدعاء عند النداء وعند الباس حين يلحم بعضهم بعضاً وفی رواية قال ووقت المطر))

(سنن ابی داؤد)

''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو دعائیں ایسی ہیں جو رد نہیں کی جاتیں (ضرور قبول ہوتی ہیں) یا فرمایا کہ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ان کو رد کر دیا جائے (راوی کو شک ہے) اذان کے وقت کی دعا، (جہاد کے موقع پر) جنگ کرتے وقت جب (مسلمان اور کافر) آپس میں ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہوں اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ بارش کے وقت دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔''

((عن انس قال قال رسول الله ﷺ الدعاء لا يرد بين الاذان والا قامة))(سنن ترمذی و ابو داؤد)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں ہوتی۔''

((عن ابی امامة قال قال رسول الله ﷺ تفتح ابواب السماء ويستجاب الدعاء في اربعة مواطن عند التقاء الصفوف فی سبيل الله و عند نزول الغيث و عند اقامة الصلوٰة وعند روية الكعبة))(طبرانی فی الکبیر)

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار مواقع ایسے ہیں جن میں دعا خصوصیت سے قبول ہوتی ہے۔ راہ الٰہی میں جنگ کے وقت، جس وقت آسمان سے بارش ہو رہی ہو، نماز کے وقت اور جب کعبۃ اللہ نظر کے سامنے ہو۔''

☆☆☆

فصل نمبر 43:

فقر

فقراء کی پہچان: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضرباً فی الارض یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف تعرفھم بسیماھم لا یسئلون الناس الحافاً وما تنفقوا من خیر فان اللہ بہ علیم))

''(صدقہ) ان فقیروں کے لئے (ہے) جو اللہ کے راستے میں روکے گئے ہیں۔ وہ زمین میں چلنے (سفر) کی طاقت نہیں رکھتے۔ جاہل انہیں سوال سے بچنے کے سبب غنی سمجھتے ہیں۔ آپ انہیں ان کی پیشانیوں سے پہچان لیں گے۔ وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔ اور جو تم بھلائی کی خاطر خرچ کرتے ہوئے تو پس اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔'' (سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۲۷۳)

فقراء کا اغنیاء سے پہلے جنت میں داخل ہونا: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((یدخل الفقراء الجنۃ قبل الا غنیاء بخمس مائۃ عام نصف یوم))

''فقراء اغنیاء سے پانچ سو سال یعنی آخرت کا آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔''

(سنن ترمذی، کتاب الزاہد، باب ۳۷) (سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب منزلۃ الفقراء)

مسکین: سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ان المسکین لیس بالطواف الذی تردہ اللقمۃ واللقمتان والتمرۃ والتمرتان قال فقیل من المسکین یا رسول اللہ؟ قال الذی لا یجد ما یغنیہ و یستحی ان یسال الناس ولا یفطن لہ فیتصدق علیہ))

''بیشک وہ آدمی مسکین نہیں کہ جو بہت چکر لگاتا ہے اور جسے ایک یا دو لقمے یا ایک اور دو کھجوریں واپس پلٹا دیتی ہیں۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! تو پھر مسکین ہے کون۔؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جو ایسی چیز نہ پائے کہ جو اسے لوگوں سے بے نیاز کر دے اور وہ لوگوں سے سوال کرنے میں شرم محسوس کرے اور اس کے متعلق علم بھی نہ ہو سکے کہ یہ مسکین ہے کہ اسے صدقہ ہی دیا جا سکے۔''

لوگوں سے مانگنے سے حیاء کا مفہوم یہ ہے کہ اسے شرم آتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر لوگوں سے سوال کرے۔ یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ وہ لوگوں سے حیاء کرتا ہے۔

فقر، اولیاء کرام کا نشان اور منتخب لوگوں کا زیور ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے خاص متقی لوگوں اور انبیاء کرام کے لئے پسند فرمایا ہے۔

برکت کا سبب: فقراء بندگان الٰہی میں سے برگزیدہ ترین لوگ ہوتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اسرار و رموز کا محل ہوتے ہیں۔ اللہ ان کی وجہ سے مخلوق کی حفاظت فرماتا ہے اور ان ہی کی برکت سے مخلوق کو وسیع رزق عطا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا انتہائی قرب: فقراء ایسے صابرین ہیں جو روز قیامت اللہ تعالیٰ کے انتہائی قرب میں جلوہ افروز ہوں گے۔ چنانچہ حدیث مبارکہ میں اسی طرح بیان ہوا ہے۔

چنانچہ خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لکل شیء مفتاح و مفتاح الجنۃ حب المساکین والفقراء الصبر ھم جلساء اللہ یوم القیامۃ))

''ہر چیز کی چابی ہوتی ہے اور جنت کی چابی مساکین کی محبت ہے اور صابر فقراء روز قیامت اللہ تعالیٰ کے انتہائی قرب میں بیٹھیں گے۔'' (فردوس الاخبر، جلد۲، رقم الحدیث:۵۰۲۹)

مال و دولت اور فقر: منقول ہے کہ ایک آدمی سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں دس ہزار درہم لے کر حاضر ہوا تو آپ نے وہ دراہم لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا:

''کیا تم یہی چاہتے ہو کہ ان چاندی کے دس ہزار سکوں کے بدلے میں میرا نام فقراء کے رجسٹر سے مٹا دیا جائے؟ میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔''

اہانت فقراء ہلاکت کا سبب: شیخ معاذ نسفی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اللہ تعالیٰ اس وقت تک لوگوں کو ان کے اعمال کی وجہ سے ہلاک نہیں کرتا جب تک وہ فقراء کی اہانت کے مرتکب نہ ہوں اور نہ ہی ان کو ذلیل کریں۔''

عام فقراء کی عظمت: منقول ہے کہ عند اللہ فضیلت فقراء کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اہل اسلام کے رزق کی وسعت اور ان کے لئے نرخ میں کمی کا باعث ہوتے ہیں، کیونکہ فقیر کو خریدنے کی ضرورت ہوتی ہے اور مال دار کو فروخت کرنے کی۔ پس یہ تو عام فقراء کی اہمیت ہے خواص کی عظمت کا کیا حال ہوگا۔

دنیوی اسباب پر اعتماد نہ کرنا: شیخ یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمۃ سے فقراء کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''حقیقت فقر یہ ہے کہ بندہ صرف اللہ کے ساتھ مال داری حاصل کرے یعنی دنیوی اسباب پر اعتماد نہ کرے۔''

فقر ایک لباس کی طرح ہے: شیخ ابراہیم قصار علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''فقر کی مثال ایک لباس کی طرح ہے۔ جب بندہ اس میں حقیقتاً داخل ہو جائے تو اس میں رضا پیدا ہو جاتی ہے۔''

ایک فقیر کا لباس: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کے ہاں مقام زوزن سے ایک فقیر آیا۔ اس نے ٹاٹ کی قمیض اور ٹاٹ کی ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔ شیخ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کے متعلمین میں سے ایک متعلم نے بطور خوش طبعی پوچھا:

''آپ نے یہ ٹاٹ کتنے میں خریدا ہے۔؟''

اس نے کہا:

''یہ ٹاٹ میں نے دنیا دے کر خریدی ہے اور بیچنے والے نے مجھ سے کہا کہ آخرت کے بدلے میں مجھے فروخت کر دو لیکن میں نے اسے فروخت نہیں کیا۔''

فقر سرّ الاسرار ہے: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ ایک محفل میں ایک فقیر کھڑا ہوا اور کہنے لگا:

''میں نے تین روز سے کھانا نہیں کھایا۔''

اسی محفل میں ایک صاحب نظر موجود تھے، انہوں نے چلا کر کہا:

''تو جھوٹا ہے۔ بلاشبہ فقر سرّ الاسرار ہے اور اللہ اپنا سرّ ہرگز اس آدمی کو عطا نہیں فرماتا جو اس سرّ کو جہاں چاہے فاش کرتا پھرے۔''

تین باتوں پر شیاطین کا خوش ہونا: شیخ حمدون قصار علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جب شیطان اپنے لشکر کے ساتھ اکٹھا ہوتا ہے تو وہ کسی بات پر اس قدر خوشی محسوس نہیں کرتے جس قدر ان تین باتوں پر خوشی محسوس کرتے ہیں۔ پہلی: کوئی مومن کسی مومن کو قتل کرے۔ دوسری: کوئی شخص کفر پر مر جائے۔ تیسری: محتاجی کا خوف رکھنے والا دل۔''

اللہ کی وجہ سے مشہور: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اے جماعت فقراء! تم اللہ کی وجہ سے جانے جاتے ہو اور اللہ کی وجہ سے تمہاری عزت کی جاتی ہے تو دیکھو جب تم اللہ کے ساتھ خلوت میں ہوتے ہو تو تمہیں کیسا ہونا چاہیے؟''

دعا مانگنا بہتر ہے یا استغناء: شیخ محمد بن عبداللہ فرغانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''اللہ سے دعا کرنا زیادہ بہتر ہے یا اللہ کی ذات کے ذریعے استغناء بہتر ہے؟''

آپ نے فرمایا:

''جب فقر باللہ صحیح ہو تو استغناء باللہ بھی صحیح ہو جاتا ہے اور جب استغناء باللہ درست ہو جائے تو اس کے ساتھ غنا کامل ہو جاتا ہے، لہٰذا یہ نہ کہا جائے کہ اللہ سے دعا مانگنا بہتر ہے یا استغنا کیونکہ یہ دو حالتیں ہیں جو ایک دوسرے کے بغیر مکمل نہیں ہوتیں۔''

فقر ہے کیا: شیخ جعفر علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ رویم علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا:

''فقر ہے کیا۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''نفس کو اللہ کے احکام میں لگا دینا۔''

فقیر کی تین صفات: منقول ہے کہ فقیر کی تین صفات ہیں۔ پہلی: اسرار الٰہی کی حفاظت۔ دوسری: فرائض کی ادائیگی۔ تیسری: اپنے فقر کی حفاظت۔

فقراء اور اغنیاء: شیخ ابوسعید خراز علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''اہل ثروت فقراء کی امداد کیوں نہیں کرتے۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''اس کی تین وجوہات ہیں۔ پہلی: ان کا مال پاک نہیں ہوتا۔ دوسری: اغنیاء کو اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل نہیں ہوتی۔ تیسری: فقراء کی آزمائش کی جاتی ہے۔''

حضرت موسیٰ اور فقراء کا حال: حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی جانب اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی:

''آپ جب فقراء کو ملاحظہ کریں تو ان کا بھی حال دریافت کریں جیسا کہ آپ اہل ثروت کا حال دریافت کرتے ہیں۔ اگر آپ ایسا نہ کریں تو میں نے آپ کو جو علم دیا ہے اسے مٹی کے نیچے ڈال دیں۔''

مالداروں کی صحبت: سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر میں محل کے اوپر سے گر کر چور چور ہو جاؤں تو یہ بات مجھے مالدار لوگوں کی مجلس سے زیادہ پسند ہے، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((ایاکم و مجالسة الموتی))

''مردہ لوگوں کی مجالس سے بچیں۔''

عرض کیا گیا:

((من الموتی؟ یارسول اللہ))

''یارسول اللہ! مردہ لوگ کون ہیں۔؟''

((قال الاغنیاء))

آپ نے فرمایا: اغنیاء۔''

فاقہ اور ولایت: شیخ ربیع بن خثیم علیہ الرحمۃ سے عرض کیا گیا:

''مہنگائی بہت ہوگئی ہے۔''

انہوں نے فرمایا:

''ہم اللہ کے ہاں اس سے بھی زیادہ حقیر ہیں کہ وہ ہمیں بھوکا رکھے۔ اللہ تو اپنے دوستوں کو بھوکا رکھتا ہے (ہم اللہ کے دوست کیسے ہوسکتے ہیں)۔''

مالداری اور فقر: شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''ہم طالب فقر بنے تو مال و دولت نے ہمارا استقبال کیا اور لوگ طالب مال بنے تو فقر نے ان کا استقبال کیا۔''

فقر اور مالدائی کی حقیقت: شیخ یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمۃ سے عرض کیا گیا:

((ما الفقر))

''فقر کیا ہے۔؟''

انہوں نے فرمایا:

((خوف الفقر))

''فقر کے خوف کو فقر کہا جاتا ہے۔''

عرض کیا گیا:

((فما الغنی؟))

''غناء کیا ہے؟''

فرمایا:

((الا من باللہ تعالیٰ))

''اللہ کے ساتھ امن حاصل کرنا۔''

مالداری اور فقر کا خوف: شیخ کرینی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''سچے صاحب فقر کو اس خوف کی وجہ سے مال داری سے بچنا چاہیے کہ کہیں وہ مال داری کی حد میں داخل ہو کر اپنے فقر کو خراب نہ کر بیٹھے جس طرح مال دار فقر سے اس وجہ سے بچتا ہے کہ اسے اس بات کا ڈر ہوتا ہے کہ وہ فقر میں داخل ہو گیا تو اس کی مال داری خراب ہو جائے گی۔''

فقیر اللہ کے ہاں کیا لے کر جائے گا: شیخ ابو حفص علیہ الرحمۃ سے عرض کیا گیا:

''فقیر اپنے رب کے پاس کیا لے کر جائے؟''

انہوں نے فرمایا:

''فقیر کے پاس اپنے رب کے ہاں لے جانے کیلئے فقر کے علاوہ کیا چیز ہے؟''

فقراء کی تیمارداری: حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی:

''کیا آپ چاہتے ہیں کہ روز قیامت آپ کے اعمال صالحہ تمام لوگوں کے برابر ہوں؟''

انہوں نے عرض کیا:
"کیوں نہیں۔"
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
"پھر آپ مریض کی تیمارداری کیا کریں اور فقراء کے کپڑوں سے جوئیں تلاش کیا کریں۔"
پس حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے ہر ماہ میں سات روز مقرر کر لیے جن میں آپ فقراء کے پاس جا کر ان کے کپڑوں کی صفائی کرتے اور ان کی تیمارداری کرتے۔

پانچ بنیادی چیزیں: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
"پانچ چیزیں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔ پہلی محتاج جو مالداری ظاہر کرے۔ دوسری: بھوکا جو سیر ہونا ظاہر کرے۔ تیسری: غمگین جو خوشی کا اظہار کرے۔ چوتھی: کسی آدمی کی دوسرے آدمی سے دشمنی ہو تو محبت کا اظہار کرے۔ پانچویں: دن کو روزہ رکھنے والا رات کے وقت قیام کرے لیکن کمزوری ظاہر نہ کرے۔"

افضل ترین مقام: شیخ بشر بن حارث علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
"سب سے افضل مقام یہ ہے کہ بندہ قبر تک فقر پر صبر کرنے کا ارادہ رکھے۔"

اللہ کی ناراضگی کی علامت: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
"فقر سے ڈرنا اللہ کی بندے پر ناراضگی کی علامت ہے۔"

فقر کی ادنیٰ علامت: شیخ شبلی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
"علامات فقر میں سے ادنیٰ علامت یہ ہے کہ اگر تمام دنیا کسی آدمی کی ملکیت میں آجائے اور وہ اسے ایک ہی روز میں خرچ کرے، پھر اگر اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ وہ ایک روز کا کھانا رکھ لیتا تو اچھا ہوتا تو ایسا آدمی سچا صاحب فقر نہیں ہے (کیونکہ اس کا اپنے رب پر توکل نہیں)۔"

گزر اوقات جتنا رزق: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
"لوگ فقر اور غناء کے بارے میں بحث و مباحثہ کرتے ہیں کہ ان میں سے افضل کون ہے؟ اور میرے نزدیک افضل یہ ہے کہ بندے کو اس قدر عطا کیا جائے جس پر اس کا گزر اوقات ہو سکے، پھر اس میں اس کی حفاظت کی جائے۔"

شیخ ابن الجلاء: شیخ محمد بن یاسین علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں نے شیخ ابن الجلاء علیہ الرحمۃ سے پوچھا:
"فقر کیا ہے۔؟"
انہوں نے خاموشی اختیار کی، حتیٰ کہ ان کے اردگرد بیٹھنے والے افراد چلے گئے اور وہ تنہا رہ گئے۔ پھر وہ بھی چلے اور قریب سے واپس آگئے اور فرمایا:
"میرے پاس چار دانگ تھے، اس لیے مجھے اللہ سے شرم آئی کہ میں فقر کے بارے میں بات کروں اس لیے میں گیا اور وہ دانگ صدقہ کر دیئے۔"
پھر آپ بیٹھے اور فقر کے بارے میں گفتگو فرمانے لگے۔

فقیر کا اپنے آپ کو فقیر نہ سمجھنا: شیخ ابراہیم بن مولد علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں نے شیخ ابو عبداللہ احمد بن یحییٰ الجلاء علیہ الرحمۃ سے سوال کیا:

''فقیر کب فقیر کہلانے کا مستحق ہوتا ہے؟''
انہوں نے فرمایا:
''جب اس میں فقر باقی نہ رہے۔''
میں نے عرض کیا:
''یہ کیسے ممکن ہے۔؟''
انہوں نے فرمایا:
''جب اپنے آپ کو فقیر سمجھے تو وہ فقیر نہیں اور جب وہ اپنے آپ کو فقیر نہ سمجھے تو اسے فقر حاصل ہو گیا۔''
اللہ کے ساتھ مستغنی ہونا: منقول ہے کہ صحیح فقر یہ ہے کہ فقیر اپنے فقر میں اللہ کے سوا کسی کے ساتھ مستغنی نہ ہو۔''
فقر میں مالداری کا اظہار: شیخ عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''فقر میں مال داری کا اظہار کرنا فقر سے بہتر ہے۔''
ایک صاحب فقر نوجوان: شیخ بنان مصری علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں مکہ مکرمہ میں تھا۔ ایک نوجوان میرے سامنے بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے درہموں سے بھری ہوئی تھیلی اس کے سامنے رکھ دی۔ اس نے کہا:
''میں اس کا حاجت مند نہیں ہوں۔''
اس نے کہا:
''آپ مجھ سے لے کر انہیں مساکین میں تقسیم کر دیں۔''
چنانچہ اس نے وہ تھیلی لی اور فقراء میں تقسیم کر دی۔ جب عشاء کا وقت ہوا تو میں نے اسے ایک علاقے میں دیکھا کہ وہ اپنے لیے کسی چیز کا سوال کر رہا تھا۔ میں نے کہا:
''اگر آپ وہ سارے درہم فقراء میں تقسیم نہ کرتے تو بہتر تھا۔''
اس نے کہا:
''مجھے علم ہی نہ تھا کہ میں اس وقت زندہ رہوں گا۔''
اللہ کا قرب کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے؟ شیخ ابو حفص علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''بندہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے جو سب سے بہترین وسیلہ اختیار کرتا ہے وہ فقر کو دائمی طور پر اختیار کرنا ہے۔ نیز تمام کاموں میں سنت کو اختیار کرنا اور حلال طریقے سے حصول رزق ہے۔''
فقر اور مستقبل کی سوچ: شیخ مرتعش علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''فقیر کے لئے مناسب نہیں کہ وہ مستقبل کے بارے میں سوچے۔''
چار اعلیٰ ترین افراد: شیخ ابو علی روذباری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''چار آدمی اپنے اپنے زمانے کے اعلیٰ ترین فرد گزرے ہیں:

1: شیخ یوسف بن اسباط علیہ الرحمۃ کہ وہ نہ تو اپنے بھائیوں سے کچھ لیتے اور نہ ہی بادشاہ سے۔ ان کو اپنے والد سے وراثت میں ستر ہزار درہم ملے لیکن انہوں نے ان میں سے کچھ نہ لیا۔ وہ اپنے ہاتھ سے کھجور کے پتوں کی چٹائی بنا کر گزر اوقات کرتے تھے۔
2: شیخ ابو اسحاق فزاری علیہ الرحمۃ کہ وہ اپنے بھائیوں اور بادشاہ سب سے لیتے تھے۔ وہ جو کچھ اپنے بھائیوں سے لیتے تھے اسے ان

لوگوں پر خرچ کرتے جن کی حالت کا لوگوں کو علم نہ ہوتا اور وہ (عبادت کی وجہ سے) حرکت نہ کر سکتے تھے۔

3: شیخ عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ کہ وہ اپنے بھائیوں سے تو لے لیتے لیکن بادشاہ سے کچھ نہ لیتے تھے۔ وہ اپنے بھائیوں سے جو کچھ لیتے تو اس کے بدلے ان کو کچھ دیتے بھی تھے۔

4: شیخ مخلد بن حسین علیہ الرحمۃ کہ وہ بادشاہوں سے تو لے لیتے لیکن اپنے بھائیوں سے کچھ نہ لیتے تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے:

''بادشاہ احسان نہیں جتاتا اور بھائی احسان جتاتے ہیں۔''

غنی کے سامنے عاجزی کرنے کی سزا: حدیث مبارکہ میں ہے:

((تواضع لغنی لا جل غناہ ذھب ثلثا دینہ))

''جس نے غنی کے سامنے اس کے مال کی وجہ سے عاجزی کی اس کے دین کا تیسرا حصہ جاتا رہا۔''

(الدرر المنتشرہ فی الاحادیث المشتھرہ، رقم الحدیث ۱۵۷، شعب الایمان، رقم الحدیث ۸۲۳۲)

شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اس کا سبب یہ ہے کہ انسان دل، زبان اور نفس کا نام ہے۔ جب وہ اپنے نفس اور زبان کے ساتھ مالدار کے سامنے عاجزی کرتا ہے تو اس کا دو تہائی دین چلا جاتا ہے اور اگر وہ دل میں اس کی فضیلت کا عقیدہ اسی طرح رکھے جس طرح وہ اپنی زبان اور نفس کے ساتھ اس کے سامنے عاجزی کرتا ہے تو اس کا پورا دین چلا جائے گا۔''

فقر اور چار لازم اشیاء:

منقول ہے کہ صاحب فقر کے لیے کم از کم چار اشیاء لازم ہیں۔

پہلی: ایسا علم جو اس کی تدبیر کرے۔

دوسری: ایسا تقویٰ جو اسے برائیوں سے محفوظ رکھے۔

تیسری: ایسا یقین جو اسے اعمال صالحہ کی ترغیب دے۔

چوتھی: ایسا ذکر جو اسے مقام انس تک پہنچا دے۔

غنی فقیر کون ہے: منقول ہے کہ جو آدمی فقر کا ارادہ فقر کے شرف کی وجہ سے کرتا ہے وہ فقیر مرتا ہے اور جو آدمی اللہ کے علاوہ ہر کسی سے تعلق توڑنے کے لیے فقر کا ارادہ کرتا ہے وہ غنی ہونے کی حالت میں مرتا ہے۔''

فقر کا راستہ: شیخ مزین علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اللہ کے قرب کے حصول کے لیے ستاروں سے بھی زیادہ راستے تھے۔ اب صرف فقر کا راستہ باقی رہ گیا ہے اور یہ سب سے درست راستہ ہے۔''

ایثار و سکون: شیخ ابو الحسین نوری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ فقیر کی صفت یہ ہے:

((السکون عند العدم، والایثار عند الوجود))

''کوئی چیز پاس نہ ہونے کی حالت میں سکون ملے اور جب کوئی چیز پاس ہو تو وہ ایثار کرے۔''

فقر کی حقیقت: شیخ ابو بکر شبلی علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا:

''فقر کی حقیقت کیا ہے۔؟''

انہوں نے فرمایا:
''حقیقت فقر یہ ہے کہ بندہ اللہ کے سوا کسی اور کے ساتھ استغناء محسوس نہ کرے۔''
عزت و بلندی: شیخ منصور بن خلف مغربی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ شیخ ابو سہل خشاب کبیر علیہ الرحمۃ نے مجھ سے فرمایا:
''فقر محتاجی اور ذلت کا نام ہے۔؟''
میں نے عرض کیا:
''نہیں بلکہ محتاجی اور عزت ہے۔''
انہوں نے فرمایا:
''فقر محتاجی اور تواضع ہے۔؟''
میں نے عرض کیا:
''نہیں، بلکہ محتاجی اور بلندی ہے۔''
ایک حدیث کا بہترین مفہوم: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''مجھ سے اس حدیث کا مفہوم پوچھا گیا:
((کادالفقران یکون کفرا))
''قریب ہے کہ فقر کفر ہو جائے۔'' (شعب الایمان، رقم الحدیث ۶۶۱۲)
میں نے کہا:
''ہر چیز کی آفت اور اس کی ضد اس کی فضیلت اور قدر کے مطابق ہوتی ہے۔ پس جو چیز فی نفسہ افضل ہو اس کی ضد اور آفت سب سے زیادہ ناقص ہوگی۔ جیسے ایمان سب سے بہتر خصلت ہے تو اس کی ضد کفر سب سے بری خصلت ہے۔ پس جب فقر پر کفر کا خطرہ ہوا تو یہ اس بات کی دلالت ہے کہ فقر سب اوصاف سے زیادہ شرف والی خصلت ہے۔''
فقیر کے ساتھ نرمی: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''فقیر سے ملاقات کے وقت نرمی اختیار کرو۔ اس کے سامنے علمیت کا اظہار نہ کرو، کیونکہ اسے نرمی سے انس اور علم سے وحشت ہوتی ہے۔''
شیخ مرتعش علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:
''اے ابوالقاسم! (شیخ جنید کی کنیت) کیا کسی فقیر کو علم سے وحشت ہوتی ہے؟''
انہوں نے فرمایا:
''ہاں! جب فقیر اپنے فقر میں صادق ہوتا ہے اور تم اس پر اپنا علم ڈالتے ہو تو وہ اس طرح پگھل جاتا ہے جیسا کہ آگ میں سیسہ پگھل جاتا ہے۔''
رضائے الٰہی پر راضی رہنا: شیخ مرسینی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''جس کو اللہ کے ہاں کوئی حاجت نہ ہو وہ سچا فقیر ہے۔''
یہ قول ان حضرات کیلئے باعث اشکال ہو سکتا ہے جو الفاظ کے ظاہر کو دیکھتے ہیں لیکن صوفیاء کے معانی سے بے خبر ہوتے ہیں۔ یقیناً اس عبارت کے قائل کا اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ فقراء اپنے مطالبات کو ساقط اور اپنے اختیارات کی نفی کرے اس بات

پر راضی ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقرر کی ہے۔

ملکیت کی نفی: شیخ ابو عبداللہ محمد ابن خفیف علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''فقر یہ ہے کہ بندہ خود کو کسی چیز کا مالک قرار نہ دے اور احکام صفات سے نکل جائے (صفات کو اپنی طرف منسوب نہ کرے)''

عطا کرنا زیادہ پسندیدہ عمل: شیخ ابو حفص علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''کوئی بھی آدمی اس وقت تک صاحب فقر نہیں بن سکتا جب تک وہ لینے کی بجائے دینے کو زیادہ پسند نہ کرے۔ یقیناً سخاوت یہ نہیں کہ مال دار محتاج کو دے بلکہ حقیقی سخاوت یہ ہے کہ مفلس مال دار کو دے۔''

اللہ کی خاطر تواضع: شیخ ابو عبداللہ احمد بن یحییٰ الجلاء علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اگر اللہ کی خاطر تواضع کرنا باعث شرف نہ ہوتا تو فقیر کو اکڑ کر چلنے کا حکم دیا جاتا۔''

چالیس سال سے ایک قمیض: شیخ یوسف بن اسباط علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

((منذار بعین سنة ما ملكت قميصين))

''عرصہ چالیس برس سے کبھی بھی میری ملکیت میں دو قمیصیں اکٹھی نہیں ہوئیں۔''

دخول جنت میں سبقت: ایک صاحب تصوف سے منقول ہے کہ کسی نے کہا:

''مالک بن دینار اور محمد بن واسع کو جنت میں داخل کرو۔''

میں انتظار کرنے لگا کہ ان دونوں میں سے کون پہلے داخل ہوتا ہے۔ پس محمد بن واسع پہلے داخل ہوئے۔ میں نے ان کے مقدم ہونے کی وجہ پوچھی تو بتایا گیا:

((انه كان له قميص واحد والمالك قميصان))

''محمد بن واسع تو ایک قمیض کے مالک تھے لیکن مالک کے پاس دو قمیصیں تھیں۔''

حاجت اور فقر: شیخ محمد مسوحی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اسباب میں سے کسی سبب کی حاجت نہ رکھنے والا فقیر کہلاتا ہے۔''

فقر کا آرام: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''فقیر کب آرام پاتا ہے؟''

انہوں نے فرمایا:

''جب وہ اپنے وقت اور حال میں گم رہتا ہے۔''

فقر و غنا اور شکر و صبر: شیخ یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمۃ کی مجلس میں فقر اور غناء کے موضوع پر گفتگو شروع ہوئی تو آپ نے فرمایا:

''روز قیامت نہ تو فقر کا وزن ہوگا نہ غناء کا، بلکہ صبر اور شکر کا وزن ہوگا۔ پس کہا جائے گا کہ اس نے شکر ادا کیا۔ اس نے صبر کی۔''

اللہ کی رضا فقراء کی رضا میں ہے: منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نبی کی جانب وحی فرمائی:

''اگر آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ میں آپ سے کس قدر خوش ہوں تو آپ دیکھیں کہ فقراء آپ سے کس قدر خوش ہیں۔''

فقر اور تقویٰ: شیخ ابو بکر وراق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جو آدمی اپنے فقر میں صاحب تقویٰ نہیں اس کی خوراک حرام ہے۔''

مجلس سفیان ثوری: منقول ہے کہ مجلس شیخ سفیان ثوری علیہ الرحمۃ میں فقراء امراء کی طرح دکھائی دیتے تھے۔

رغبت دنیا اور فقیر: شیخ ابوبکر بن طاہر علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''احکام فقر میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ فقیر دنیا میں رغبت نہ رکھے اور اگر یہ ضروری ہو تو اس کی رغبت اس کی ضرورتوں سے نہ بڑھے۔''

محبوب کے قرب پر اشعار: شیخ عبداللہ بن ابراہیم بن علاء علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ احمد بن عطاء علیہ الرحمۃ نے مجھے یہ اشعار سنائے:

قالوا غدا العید ماذا انت لا بسه؟
فقلت خلعة ساق حبه جرعا
فقر و صبر ها ثوبای تحتهما
قلب یری الفه الاعیاد والجمعا
احری الملابس ان تلقی الحبیب به
یوم التزاور فی الثوب الذی خلعا
الدهر لی ماتم ان غبت یا املی
والعید ما کنت لی مرای و مستمعا

''وہ کہتے ہیں کہ کل عید ہے، تو تُو کونسے کپڑے زیب تن کرے گا؟ پس میں نے کہا: اس محبوب کی خلعت زیب تن کروں گا جو اپنی محبت سے سیر کر دیتا ہے۔ فقر اور صبر دونوں میرے لیے لباس ہیں۔ ان کے ماتحت ایک ایسا قلب ہے جس کے لیے اس کا محبوب ہی عیدیں اور جمعہ ہے۔ وہ لباس کہ جسے تو پہن کر مناسب دن میں محبوب سے ملاقات کرے وہ ایسا لباس ہے جو تجھے محبوب نے پہنایا ہو۔ زمانہ میرے لیے وقت افسوس ہو جاتا ہے جب تو میری نظروں سے غائب ہوتا ہے۔ اور میرے لیے عید ہو جاتی ہے جب تک تو میرے سامنے ہوتا ہے۔''

منقول ہے کہ یہ اشعار شیخ ابوعلی روذباری علیہ الرحمۃ کے ہیں۔

سچے فقیر کی دو نشانیاں: شیخ ابوبکر مصری علیہ الرحمۃ سے فقیر صادق کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

((لا یملك ولا یمیل))

''سچا فقیر وہ ہے جو نہ تو کسی چیز کا مالک نہ ہو اور نہ ہی وہ کسی چیز کی طرف مائل ہو۔''

محتاجی پسندیدہ ہے: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''میرے نزدیک اچھے اور برے اعمال کی موجودگی میں ہمیشہ اللہ کی محتاجی متکبر پاک باز رہنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔''

شیخ ابوجعفر حداد: شیخ ابوجعفر حداد علیہ الرحمۃ نے بیس برس تک مسلسل ہر دن ایک دینار کے بدلے میں کام کیا اور وہ دینار فقراء پر خرچ کر دیا۔ اس دوران آپ خود روزہ رکھتے اور مغرب کی نماز کے بعد عشاء کی نماز سے پہلے محلے بازار میں جاتے تو بغیر مانگے لوگ ان کو صدقہ دیتے۔

مال نہ ہو تو سکون ہو: شیخ ابوالحسین نوری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''فقیر وہ ہے کہ جب اس کے پاس کچھ نہ ہو تو اسے سکون حاصل ہو اور جب اس کے پاس کچھ ہو تو وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دے۔''

ایک نوجوان کا مال ودولت ترک کرنا: شیخ محمد بن علی الکتانی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ ہمارے ہاں مکہ مکرمہ میں ایک نوجوان تھا جس نے پھٹے پرانے کپڑے پہن رکھے تھے اور وہ ہم سے ملاقات نہیں کیا کرتا تھا۔ میں اس سے محبت کرنے لگ گیا اور ایک دفعہ مجھے حلال طریقے سے دوسو درہم حاصل ہوئے جن کو میں اس کے پاس لے گیا اور اس کی جائے نماز کے کنارے پر رکھ دیئے اور اس سے کہنے لگا:

''یہ دارہم حلال طریقے سے میسر آئے ہیں۔ پس تم ان کو ضروریات میں صرف کرلو۔''

وہ بہت غصے سے میری جانب دیکھنے لگا اور پھر اس نے وہ بات ظاہر کی جو مجھ سے چھپا رہا تھا اور کہا:

''میں نے اس خلوت کو ستر ہزار دینار دے کرلیا ہے۔ زمین اور غلہ اس کے علاوہ ہے، تو کیا آپ مجھے ان چند درہموں کے ذریعے دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔؟''

پس اس نے درہموں کو پھینک دیا اور میں بیٹھ کر انہیں اکٹھا کرنے لگا۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے اس کی عزت جیسی عزت اور اپنی ذلت جیسی ذلت نہیں دیکھی۔

چالیس برس: شیخ ابوعبداللہ محمد بن خفیف علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''مجھ پر چالیس برس سے صدقہ فطر واجب نہیں ہوا کیونکہ میرے پاس مال ہے ہی نہیں، لیکن اس کے باوجود مجھے عام اور خاص لوگوں میں مقبولیت حاصل ہے۔''

تین روز سے بھوکا رہنے والا فقیر: شیخ ابوعبداللہ محمد بن خفیف علیہ الرحمۃ سے ایک ایسے فقیر کے متعلق سوال کیا گیا جو تین روز تک بھوکا رہنے کے بعد حسب ضرورت مانگتا ہے۔

شیخ نے فرمایا:

''اس کو گداگر کہا جائے گا۔ اسے کہا جائے گا کہ کھاؤ اور خاموش رہو۔ اگر اس دروازے سے کوئی فقیر آ گیا تو تم سب کو ذلیل ورسوا کرے گا۔''

بے ادبی کے مرتکب فقیر کی حالت: شیخ دقی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''فقراء اپنی کسی حالت میں اللہ کی بے ادبی کے مرتکب ہوجائیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟''

فرمایا:

''ایسا کرنا ان کے لئے حقیقت سے علم کی طرف تنزل ہے (گویا حقیقت علم کے بعد ہے)۔''

عافیت کے ساتھ قوت: شیخ خیر النساج علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں ایک روز ایک مسجد میں گیا تو وہاں ایک فقیر مجھ سے چمٹ گیا اور کہنے لگا:

''اے شیخ مجھ پر مہربانی کیجئے! میں سخت مصیبت میں ہوں۔!''

میں نے کہا:

''تم پر کون سی مصیبت آپڑی ہے۔؟''

اس نے کہا:

''میں آزمائش کے بغیر عافیت کے ساتھ قوت حاصل کر چکا ہوں۔''
میں نے دیکھا کہ اسے دنیا سے کچھ مل چکا ہے۔
دنیا اور آخرت کی خوشخبری: شیخ ابوبکر وراق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''صاحب فقر کے لئے دنیا اور آخرت میں خوش خبری ہے۔''
پوچھا گیا:
''اس کی وجہ کیا ہے۔؟''
فرمایا:
((لا یطلب السلطان منه فی الدنیا الخراج، ولا الجبار فی الاخرة الحساب))
''کیونکہ دنیا میں سلطان اس سے خراج نہیں لیتا اور آخرت میں اللہ اس سے حساب نہیں لے گا۔''

اضافہ از مترجم:

حدیث نمبر 1: "حدثنا احمد بن منیع حدثنا اسمعیل بن ابراهیم حدثنا ایوب عن حمید ابن هلال عن ابی بردة قال اخرجت الینا عائشة رضی الله عنها کساء ملبدا وازارا غلیظا فقالت قبض روح رسول الله صلی الله علیه وسلم فی هذین"

''حضرت ابو بردہ سے روایت ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہمیں ایک چادر پیوند لگی اور تہہ موٹی (درشت) دکھائی، پھر فرمایا یہ دو کپڑے تھے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال پایا۔''

حدیث نمبر 2: "حدثنا احمد بن منیع حدثنا الفضل بن رکین حدثنا مصعب بن سلیم قال سمعت انس بن مالك یقول انی رسول الله صلی الله علیه وسلم بتمر فرأیته یاکل وهو مقع من الجوع"

''انس بن مالک فرماتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کھجوریں پیش کی گئیں تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ تناول فرما رہے ہیں، درانحالیکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ بھوک کے سہارا لئے ہوئے تھے۔''

حدیث نمبر 3: "حدثنا محمد بن المثنی ومحمد بن بشار قالا حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبۃ عن ابی اسحق قال سمعت عبدالرحمن بن یزید یحدث عن الاسود بن یزید عن عائشة رضی الله عنها انها قالت ماشبع ال محمد صلی الله علیه وسلم من خبز الشعیر یومین متتابعین حتی قبض رسول الله صلی الله علیه وسلم"

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ نے مسلسل (پے در پے) دو دن تک جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی یہاں تک کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا۔''

حدیث نمبر 4: "حدثنا عباس بن محمد الدوری حدثنا یحییٰ بن ابی بکیر حدثنا حریز بن عثمان عن سیم بن عامر قال سمعت اباامامة الباهلی یقول ماکان یفضل عن اهل بیت رسول الله صلی الله علیه وسلم خبز الشعیر"

''ابی امامہ باہلی کہتے ہیں کہ اہل بیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کی روٹی بھی اتنی کم میسر ہوتی کہ (کھانے کے بعد) کچھ بھی باقی

نہ بچتی تھی۔"

حدیث نمبر 5: "حدثنا عبداللہ بن معاویة الجمحی حدثنا ثابت بن یزید عن هلال ابن خباب عن عکرمة عن ابن عباس رضی اللہ عنه قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یبیت اللیالی المتابعة طاویا هو واهله لایجدون عشاء و کان اکثر خبزهم خبز الشعیر"

"ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سید دو عالم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم راتیں پے در پے بھوکے گذارتے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ بھی عشاء کا کھانا نہ پاتے اور ان کا کھانا اکثر جو کی روٹی ہوتی۔"

حدیث نمبر 6: "حدثنا عبداللہ ابن عبدالرحمن حدثنا عبیداللہ بن عبدالمجید الحنفی حدثنا عبدالرحمن وهو عبداللہ بن دینار هدثنا ابوحازم عن سهل بن سعد انه قیل له اکل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم النقی یعنی الحواری فقال سهل دارای رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم النقی حتی لقی اللہ تعالیٰ فقیل له هل کانت لکم مناخل علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال ماکانت لنا مناخل فقیل کیف کنتم تصنعون باالشعیر قال کنا ننفخه فیطیر منه ماطار ثم نعجنه"

"سہل بن سعد سے روایت ہے کہ ان سے کسی نے دریافت کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھنے ہوئے آٹے کی روٹی تناول فرمائی ہے تو سہل نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھنے ہوئے آٹے کو اس وقت تک نہیں دیکھا جس وقت تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کر لی تو پھر ان سے پوچھا گیا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تمہارے پاس چھلنیاں تھیں، تو سہل نے کہا کہ ہمارے پاس چھلنیاں نہیں تھیں تو پوچھا گیا کہ تم جو کے آٹے کو کس طرح صاف کرتے تھے تو سہل نے کہا کہ ہم اس کو پھونک مارتے جو تنکے وغیرہ اُڑ جاتے پھر ہم اس آٹے کو گوندھ لیتے۔"

حدیث نمبر 7: "حدثنا محمد بن بشار حدثنا معاذ بن هشام قال حدثنی ابی عن یونس عن قتادة عن انس بن مالك قال ما اکل نبی اللہ صلی اللہ علیه وسلم علیٰ خوان ولا فی سکرجة ولا خبزله مرقق قال فقلت لقادة فعلیٰ ماکانوا یاکلون قال علی هذه السفر قال محمد بن بشار یونس هذا الذی روی عن قتادة هو یونس الاسکاف"

"انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میز پر کھانا نہیں کھایا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چپاتی پکائی گئی، جناب یونس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت قتادہ سے دریافت کیا کہ کس چیز پر کھانا رکھ کر تناول فرماتے تو انہوں نے کہا کہ اسی دستر خوان پر۔"

حدیث نمبر 8: "حدثنا احمد بن منیع حدثنا عباد بن عباس المهلبی عن مجالد عن الشعبی عن مسروق قال دخلت علی عائشة فدعت لی بطعام وقالت ماشبع من طعام فاشاء ان ابکی الا بکیت قال قلت لم قالت اذکر الحال التی فارق علیها رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الدنیا واللہ ماشبع من خبز ولا لحم مرتین فی یوم واحد"

"مسروق سے روایت ہے کہ میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گیا، انہوں نے میرے لئے کھانا منگوایا اور فرمایا کہ میں سیر ہو کر کبھی کھانا نہیں کھاتی مگر میرا جی رونے کو چاہتا ہے اور میں روتی ہوں مسروق نے کہا کہ میں نے دریافت کیا کہ کیوں؟

انہوں نے فرمایا میں اس حالت کو یاد کرتی ہوں جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے مفارقت اختیار فرمائی مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی دن میں دو مرتبہ بھی روٹی یا گوشت سے شکم سیر نہیں ہوئے۔"

حدیث نمبر 9: "حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابو دائود قال حدثنا شعبة عن ابی اسحاق قال سمعت عبدالرحمن بن یزید یحدث عن الاسود بن یزید عن عائشة قالت ماشبع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من خبز الشعیر یومین متتابعین حتی قبض"

"ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کے آٹے کی روٹی سے پے در پے دو دن بھی شکم سیری نہیں فرمائی یہاں تک کہ وصال ہو گیا۔"

حدیث نمبر 10: "حدثنا عبد اللہ بن عبدالرحمن حدثنا عبداللہ بن عمرو ابو معمر حدثنا عبدالوارث عن سعید ابن ابی عروبة عن قتادة عن انس قال ما اکل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم علی خوان ولا اکل خبزا مرققا حتی مات"

"جناب انس سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور رسول کریم نے کبھی بھی میز پر کھانا تناول نہیں فرمایا اور وصال تک نہ ہی کبھی چپاتی کی روٹی کھائی۔"

حدیث نمبر 11: "حدثنا قتیبة حدثنا ابو الاحرص عن سماك بن حرب قال سمعت النعمان ابن بشیر یقول الستم فی طعام وشراب ماشئتم لقدرائیت نبیکم ومایجدمن الدقل مایملاء بطنه"

"سماک بن حرب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نعمان ابن بشیر کو یہ کہتے سنا کہ کیا تم قسم قسم کے کھانے اور پینے کی چیزوں میں جو تمہیں پسند آتی ہیں مگن ہو گئے حالانکہ میں نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عالم میں دیکھا ہے کہ وہ صلی اللہ علیہ وسلم خشک خرما سے بھی شکم سیری نہ فرما سکتے تھے۔"

حدیث نمبر 12: "حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا ابو الاحوص عن سماك بن حرب قال سمعت النعمان بن بشیر یقول الستم فی طعام وشراب ماشئتم لقد رایت نبیکم صلی اللہ علیه وسلم وما یجد من الدقل مایملا بطنه"

"سماک بن حرب نے کہا کہ میں نے نعمان بن بشیر سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ آیا کھانے اور پینے میں جو کچھ تم چاہتے ہو تمہیں میسر نہیں ہے؟ البتہ تحقیق میں نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم پیٹ بھر کر ردی کھجور بھی نہ پاتے۔"

حدیث نمبر 13: "حدثنا هرون بن اسحق حدثنا عبدة عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة قالت ان کنا آل محمد نمکث شهرا مانتوقدبنار ان هوالا التمر والماء"

"ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یقیناً ہم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ہم پورا پورا مہینہ گذر جاتا تھا کہ ہمارے گھر کے چولہے میں آگ نہیں سلگتی تھی سوائے کھجور اور پانی کے اور کوئی غذا نہ ہوتی۔"

حدیث نمبر 14: "حدثنا عبداللہ بن ابی زیاد حدثنا سیار حدثنا سهل بن اسلم عن یزید بن ابی منصور عن انس عن ابی طلحة قال شکونا الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الجوع ورفعنا عن بطوننا عن حجر حجر فرفع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عن بطنه عن حجرین قال ابو عیسیٰ هذا

حديث غريب من حديث ابى طلحة لانعرفه الا من هذا الوجه ومعنى قوله ورفعانا عن بطونه عن حجر حجر كان احدهم يشد فى بطنه الحجرمن الجهد والضعف الذى به من الجوع"

''حضرت ابوطلحہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں بھوک کی شکایت کی اور ہم نے اپنے پیٹوں پر سے کپڑے اُٹھائے تو ہر ایک نے اپنے اپنے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا' پس حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شکم مبارک سے اپنے کپڑے کو ہٹایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ مبارک پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔''

حديث نمبر 15:''حدثنا محمد بن اسماعيل حدثنا أدم بن ابى ياس حدثنا شيبان ابومعاوية حدثنا عبدالملك بن عمير عن ابى سلمة بن عبدالرحمن عن ابى هريرة قال خرج النبى صلى الله عليه وسلم فى ساعة لايخرج فيها ولا ينقاه فيها احدفاتاه ابوبكر فقال ماجاء بك يا ابابكر فقال خرجت القىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم ونظر فى وجهه والتسليم عليه فلم يلبث ان جاء عمر ماجاء بك ياعمر قال الجوع يارسول الله فقال النبى صلى الله عليه وسلم وانا قد وجدت بعض ذلك فانطلقوا الى منزل ابى الهيثم ابن التيهان الانصارى وكان رجلا كثيرا النخل والشجر والشاء ولم يكن له خدم فلم يجدوه فقالوا لامراته اين صاحبك فقالت انطلق يستعذن لنا الماء فلم يلبسواان جاء ابوالهيثم بقربة يرعبها فوضعها ثم جاء يلتزم النبى صلى الله عليه وسلم ويفديه بابيه وامه ثم انطلق بهم الى حديقته فبسط لهم بساطاثم انطلق الى النخلة فجاء بقنوافوضع فقال النبى صلى الله عليه وسلم افلا تنقيت لنا من رطبه فقال يارسول الله انى اردت ان تختاروا تخيروا من رطبه وبسره فاكلوا وشربوا من ذالك الماء فقال النبى صلى الله عليه وسلم هذاوالذى نفسى بيده من النعيم الذى تسئلون عنه يوم القيمة ظل بارد رطب وطيب وماء بارد فانطلق ابوالهيثم ليصنع طعاما فقال النبى صلى الله عليه وسلم لا تذبحن لنا ذات در فذبح لهم عناقا اوجديا فاتهم بها فاكلوا فقال النبى صلى الله عليه وسلم هل لك خادم قال لا قال فاذا اتاناسبى فاتنا فاتى النبى صلى الله عليه وسلم براسين ليس معهما ثالث فاتاه ابوالهيثم فقال النبى صلى الله عليه وسلم اخترمنهما فقال يانبى الله اخترلى فقال النبى صلى الله ان المستشار موتمن خذ هذا فانى رايته يصلى واستوص به معروفا فانطلق ابوالهيثم الى امراته فاخبرها بقول رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت امراته انت ببالغ ماقال فيه بقول رسول الله صلى الله عليه وسلم الا ان تعتقه فقال فهو عتيق فقال النبى صلى الله عليه وسلم ان الله تعالىٰ لم يبعث نبيا ولا خليفة الا وله بطانتان بطانة تامره بالمعروف وتنهاه عن المنكر وبطانة لا تالوه ومن يوق بطانة السوء فقدوقى"

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز خلاف عادت شریفہ سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت باہر تشریف لائے جس وقت آپ باہر تشریف نہیں لایا کرتے تھے اور نہ ہی اس وقت کوئی ایک ملاقات کرنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آتا۔ دریں اثنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر اس وقت تیرے آنے کا باعث کیا ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: اس ارادہ ونیت سے گھر سے نکلا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی ملاقات کروں اور چہرہ اقدس کو دیکھوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں سلام عرض کروں۔ پس تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ پس سرور کائنات نے ارشاد فرمایا: اے عمر تجھے اس وقت کون سی ضرورت لے آئی؟ انہوں نے عرض کیا: بھوک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کچھ تو میں بھی محسوس کرتا ہوں پھر یہ تینوں حضرات ابی ہیثم بن تیہان انصاری کے گھر تشریف لے گئے اور یہ صاحب کافی کھجور' درخت اور بکریاں رکھتا تھا اور اس کا کوئی نوکر نہیں تھا۔ یہ انصاری گھر پر موجود نہ تھا اس کی بیوی سے پوچھا تیرا خاوند کہاں ہے اس نے کہا وہ تو ہمارے لئے میٹھا پینے کا پانی لانے کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ وہ انصاری پانی سے بھری ہوئی مشک لے آیا جس کو وہ بوجھ کی طرح اٹھا رہا تھا پس فوراً اس مشک کو رکھ دیا پھر آئے اور آتے ہی فرط محبت سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے۔ اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا ماں باپ قربان کرنے لگے پھر ان تمام حجرات کو اپنے کھجوروں کے باغ میں لے گئے ان بزرگوں کے لئے بچھونے بچھائے' پھر ایک درخت کی جانب گیا اور کھجور کا خوشہ لے آیا جس میں کچی پکی آدھ کچری کھجوریں تھیں اور ان گرامی قدر بزرگوں کے آگے پیش کر دیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رشاد فرمایا تو نے ہمارے لئے پکی کھجوریں چھانٹ کر کیوں نہ توڑی۔ تو ابوالہیثم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ چاہتا تھا کہ آپ خود پکی اور کچی کھجوریں پسند فرما کر تناول فرمادیں۔ تینوں حضرات نے وہ کھجوریں نوش فرمائیں اور اس پانی سے پانی پیا۔ پھر سیدالانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے مجھے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے' یہ بھی اس نعیم میں داخل ہے جس کا سوال قیامت میں ہوگا' ٹھنڈا سایہ' تازہ کھجوریں' اور ٹھنڈا پانی۔ ابوہیثم جانے لگے تاکہ مہمانوں کے لئے کھانے کا انتظام کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو ہمارے لئے دودھ والا جانور ذبح نہ کرنا۔ تو ان حضرات کے لئے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا وہ ان صاحبان کے سامنے پکا کر پیش کر دیا۔ حضرات نے اسے تناول فرمایا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تیرا خادم کوئی نہیں ہے؟ ابوہیثم نے عرض کیا کہ نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بھی غنائم میں غلام آئیں تو مجھے یاد کرنا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو غلام پیش کئے گئے ابوہیثم آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان دونوں میں سے ایک کو پسند کر لے۔ ابوہیثم نے عرض کیا اے اللہ پاک کے نبی آپ ہی میرے لئے ایک منتخب فرمائیں' تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ غلام لے لے۔ کیونکہ میں نے اسے نماز ادا کرتے دیکھا ہے اور میری ایک وصیت اس کے حق میں قبول کر وہ یہ کہ اس کے ساتھ نیکی کرتا رہ' ابوہیثم اپنی بیوی کے پاس گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اپسے بتاتا تو اسے اس کی بیوی نے کہا کہ اس غلام کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے تو اس کو پورا نہیں کر سکتا سوائے اس کے تو اسے آزاد کر دے۔ فوراً ابوہیثم نے کہا کہ غلام آزاد ہے تو جب اس کی آزادی کی اطلاع آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ ہر نبی اور اس کے جانشین کے لئے دو باطنی مشیر اور صلاح کار پیدا کرتا ہے جن میں سے ایک مشیر بھلائی کا امر کرتا ہے اور برائی سے روکتا ہے اور ایک مشیر تباہی و برباد کرنے میں ذرا بھی کمی نہیں کرتا اور جو شخص برے مشیر سے بچالیا جائے وہ ہر قسم کی برائی سے بچالیا گیا۔"

حدیث نمبر 16: "حدثنا عمر بن اسماعیل بن مجالدبن سعید حدثنی ابی عن بیان حدثنی قیس بن ابی حازم قال سمعت سعد بن ابی وقاص یقول انی لاول رجل اهراق دما فی سبیل الله وانی لاول رجل رمی بسهم فی سبیل الله لقد رایتنی اغزوفی العصابة من اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم ماناکل الا ورق الشجر والحبلة حتی تقرحت اشد اقنا حتی ان احدنا لیضع کما تضع الشاة والبعیر واصبعت بنو اسد یعزروینی فی الدین لقد خبت اذاوضل عملی"

''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلا شخص میں ہی ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کافر کا لہو بہایا ہے اور یقیناً سب سے پہلا شخص میں ہی ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر پھینکا ہے۔ بے شک میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایک ایسے گروہ کے ساتھ مل کر جہاد کرتا تھا جن کا گزر اوقات صرف درختوں کے پتے اور ببول کے کانٹے ہوتے جن سے ہمارے جبڑے پھٹ گئے۔ اور ہم میں سے ہر ایک بکری اور اونٹ کی طرح پاخانہ کرتا۔ اس کے باوجود قبیلہ بنو اسد کے لوگ مجھ کو اسلام سکھاتے ہیں اور میری ناواقفیت کا یہ عالم ہے تو میرے عمل اکارت ہو گئے۔''

حدیث نمبر 17:''حدثنا محمد بن بشار حدثنا صفوان بن عیسیٰ حدثنا عمرو بن عیسیٰ ابو نعامة العدوی قال سمعت خالد بن عمیر وشویسا اباالرقاد قالا بعث عمر بن الخطاب عتبة بن غزوان وقال انطلق انت ومن معك حتہ االکنتم فی اقصی ارض العرب وادنی بلاد العجم فاقبلوا حتی اذا کانوا بالمربد وجدوا هذالکذان فقالوا ماهذه البصرة فساروا حتی اذابلغوا حیال الجسر الصغیر فقالوا ههنا امرتم فنزلوا فذکروا الحدیث بطوله قال فقال عتبة بن غزوان لقد رأیتنی وانی لسابع سبعة مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مالنا طعام الا ورق الشجر حتی تفرحت اشدا قنا فالتقطت بردة فقسمتها بینی وبین سعد فما منا من اولئك السبعة احد الا وهو امیر مصر من الامصار وستجربون الامراء بعدنا''

''خالد بن عمیر اور شویس ابا الرقاد فرماتے ہیں کہ جناب امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن غزوان کو مقرر فرما کر حکم دیا کہ تم اور تمہارے ساتھی جاؤ یہاں تک کہ منتہائے سرزمین عرب پر پہنچو جس جگہ سے سرزمین عجم بہت ہی نزدیک رہ جاتی ہے پس وہ لشکر روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ مربد پہنچا۔ انہوں نے وہاں سفید پتھر دیکھے لوگوں سے پوچھا یہ کیا ہے پھر چل پڑے یہاں تک کہ چھوٹے پل کے قریب پہنچ گئے تو انہوں نے آپس میں کہا کہ یہ جگہ وہی ہے جس جگہ ہمیں اترنے کا حکم دیا گیا تھا تو وہاں انہوں نے پڑاؤ ڈال دیا۔ پھر تمام واقعہ راویوں نے مفصل بیان کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ عتبہ بن غزوان نے کہا البتہ تحقیق مجھ پر ایک ایسا دور گزرا ہے کہ میں حضور سرور عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں میں سے ساتواں فرد تھا ہمارے پاس کچھ بھی کھانے کا نہیں ہوتا تھا مگر درختوں کے پتے ان کے کھانے سے ہمارے جبڑے زخمی ہو گئے تھے نیز مجھے ایک دفعہ ایک چادر ملی جو کہ نصف میں نے اور نصف سعد نے لے لی۔ آج یہ عالم ہے ہم ان سات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ہر ایک صحابی کسی نہ کسی شہر کا حاکم ہے اور عنقریب تم ہمارے بعد کے حکام کو آزما کر دیکھو گے۔''

حدیث نمبر 18:''حدثنا عبداللہ بن عبدالرحمن حدثنا روح بن اسلم ابوحاتم البصری حدثنا حماد بن سلمة حدثنا ثابت عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لقد اُخفت فی اللہ ومایخاف احد ولقد اوذیت فی اللہ ومایوذی احد ولقد اتت علی ظثلثون من بین لیلة ویوم ومالی ولبلال طعام یاکله ذوکبد الا شیء یواریه ابط بلال''

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جتنا ڈرایا گیا ہوں اتنا کسی ایک کو بھی نہیں ڈرایا گیا اور قسم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جتنا دکھ مجھے دیا گیا ہے کسی ایک شخص کو اتنا دکھ نہیں دیا گیا ہے۔ قسم ہے گزرتے تھے مجھ پر تیس دن رات' حالانکہ میرے لئے اور بلال کے لئے کھانا نہیں ہوتا تھا کہ ہم کھاتے جس کو کوئی جاندار کھا

سکے بجز اس تھوڑے سے کھانے کے جو بلال کی بغل میں چھپا ہوا ہوتا۔"

حدیث نمبر 19: "حدثنا عبداللہ بن عبدالرحمن انبانا عفان بن مسلم حدثنا ابان بن یزید العطار حدثنا قتادۃ عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یجتمع عندہ غداء ولا عشاء من خبز ولحم الا علی ضفف قال عبداللہ قال بعضھم ھو کثرۃ الایدی"

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستر خوان پر صبح اور شام کے کھانے میں روٹی اور گوشت جمع نہیں ہوا، مگر بہت مہمانوں کی موجودگی میں۔"

حدیث نمبر 20: "حدثنا عبدبن حمید حدثنا محمد بن اسماعیل بن ابی فدیک حدثنا ابن ابی ذئب عن سملم بن جندب عن نوفل بن الھذلی قال کان عبدالرحمن بن عوف لنا جلیسا وکان نعم الجلیس وانہ القلب بناذات یوم حتی اذا دخلنا بیتہ ودخل فاغتسل ثم خرج واتینا بصحفۃ فیھا خبز ولحم فلما وضعت بکی عبدالرحمن فقلت لہ یاابا محمد مایبکیک قال ھلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یشبع ھو واھل بیتہ من خبز الشعیر فلا ارانا اخبرنا لما ھو خیرلنا"

"نوفل بن ایاس ہذلی سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہمارے ہم نشین تھے اور وہ ایک بہترین نے ہم نشین تھے۔ ان کے ساتھ واپسی پر ایک دن ہم آئے تو ان کے گھر چلے گئے وہ اندر تشریف لے گئے غسل فرمایا اور پھر باہر آئے ہمارے سامنے ایک بڑا کاسہ لایا گیا جس میں روٹی اور گوشت تھا جب وہ رکھ دیا گیا تو عبدالرحمٰن رو پڑے۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ اے ابو محمد کونسی ایسی بات تھی جس کی وجہ سے آپ پر گریہ طاری ہوا انہوں نے فرمایا حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے مگر انہوں نے اور ان کے اہل بیت نے جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہیں کھائی' پس میرے خیال میں جو ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وقت دیا گیا ہے تو یہ آسودگی کی حالت ہمارے لئے کچھ اچھی نہیں۔"

حدیث نمبر 21: "حدثنا احمد بن منیع حدثنا حسین بن محمد حدثنا اسرائیل عن ابی اسحاق عن عمرو بن الحارث اخی جویریہ لہ صحبۃ قال ماترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاسلاحہ وبغلتہ وارضا جعلھا صدقۃ"

"حضرت عمرو بن الحارث جو کہ ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا کا بھائی ہے سے روایت ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اپنے ہتھیار' ایک اپنی خچر اور کچھ زمین جو کہ صدقہ فرما دی۔

حدیث نمبر 22: "حدثنا محمد بن المثنی حدثنا ابو الولید حدثنا حماد بن سلمۃ عن محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ قال جاء ت فاطمۃ الی ابی بکر رضی اللہ عنھما فقالت من یرثک فقال اھلی وولدی فقالت مالی لا ارث ابی فقال ابوبکر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لانورث ولکنی اعول علی من کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعولہ وانفق علی من کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمنفق علیہ"

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خاتون جنت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف فرما ہوئیں اور فرمایا آپ کا وارث کون ہوگا؟ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے گھر والے اور میری اولاد۔ تو سیدۃ النساء رضی

اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اپنے والد صلی اللہ علیہ وسلم کی وارث کیوں نہیں بن سکتی۔؟ پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہماری وراثت نہیں ہے اور لیکن میں روٹی کپڑا ان کو دیتا ہوں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم روٹی کپڑا مرحمت فرماتے تھے اور میں ان لوگوں پر خرچ کروں گا جن پر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خرچ فرماتے تھے۔''

حدیث نمبر 23:"حدثنی محمد بن المثنی حدثنا یحییٰ بن کثیر العنبری ابو غسان حدثنا شعبة عن عمرو بن مرة عن ابی البختری ان العباس وعلیا جآء الی عمر یختصمان یقول کل واحد منهما لصاحبه انت کذاانت کذا فقال عمر لطلهة والزبیر وعبدالرحمن بن عوف وسعد انشدکم باللہ اسمعتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل مال نبی صدقة الا ماطعمه انا لانورث وفی الحدیث قصة"

''ابوالبختری سے روایت ہے یہ کہ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اس حال میں کہ دونوں حضرات باہم جھگڑ رہے تھے۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کو کہہ رہا تھا کہ تو ایسا ہے تو ایسا ہے تو جناب عمر نے جناب طلحہ جناب زبیر جناب عبدالرحمٰن بن عوف اور جناب سعد رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مخاطب فرما کر فرمایا۔ میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلاتا ہوں کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا کہ وہ فرماتے تھے نبی کا سارا کا سارا مال صدقہ ہوتا ہے مگر صرف اتنا جو کہ وہ اپنے اہل وعیال کو کھلائے ہماری وراثت نہیں ہے۔''

حدیث نمبر 24:"حدثنا محمد بن اکمثنی حدثنا صفوان بن عیسیٰ عن اسامة بن زید عن الزهری عن عروة عن عائشة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لانورث ماترکنا فهو صدقة"

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔''

حدیث نمبر 25:"حدثنا محمد بن بشار هدثنا عبدالرحمن بن مهدی حدثنا سفین عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لایقسم ورثتی دینارا ولادرهما ماترکت بعد نفقه نسائی ومونة عاملی فهو صدقة"

''حضرت ابوہریرہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (میرے وارث) تقسیم نہ کریں میرے مال سے آپس میں دینار کو یا درہم کو جو کچھ میری بیویوں اور میرے عامل کے خرچہ کے بعد بچ جائے وہ صدقہ ہے۔''

حدیث نمبر 26:"حدثنا الحسن بن علی الخلال حدثنا بشربن معمر قال سمعت مالك بن انس عن الزهری عن مالك بن اوس بن الحدثان قال دخلت علی عمر فدخل علیه عبدالرحمن بن عوف وطلحة وسعدوجاء علی والعباس یختصمان فقال لهم عمر انشدکم بالذی باذنه تقوم السماء والارض اتعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ماترکنه صدقة فقالوا اللهم نعم وفی الحدیث قصة طویلة"

''مالک بن اوس فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر فاروق کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اتنے میں عبدالرحمٰن بن عوف طلحہ اور سعد رضی اللہ عنہم بھی تشریف لے آئے اور علی المرتضیٰ اور عباس رضی اللہ عنہم بھی باہم جھگڑتے ہوئے آگئے تو حضرت عمر نے ان صحابہ کبار کو مخاطب

کرکے فرمایا تمہیں اس ذات اقدس کی قسم جس کے حکم وارادہ سے یہ زمین وآسمان قائم ہیں۔کیا تم نہیں جانتے ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہماری وراثت نہیں جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے پس ان تمام حضرات نے کہا اے اللہ! ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا ہے۔"

حدیث نمبر 27:"حدثنا محمدبن بشار حدثنا عبدالرحمن بن مهدی حدثنا سفین عن عاصم بن بهدلة عن زربن حبیش عن عائشة قالت ماترك رسول الله صلی الله علیه وسلم دینارا ولادهما ولا شاة ولا بعیرا قال واشك فی العبد والامة"

"ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وصال کے بعد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو دینار نہ ہی درہم' نہ ہی بکری اور نہ ہی اونٹ چھوڑا' راوی فرماتے ہیں کہ مجھے شک ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے غلام اور لونڈی کا ذکر نہیں فرمایا۔"

☆☆☆

فصل نمبر 44:

تصوف

صفائی اور گدلا پن: صفائی ہر زبان میں قابل تعریف عمل ہے اور اس کا متضاد گدلا پن ہے جو قابل مذمت ہے۔ سیدنا ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ہمارے ہاں تشریف لائے اور آپ کی رنگت میں واضح تبدیلی تھی۔ آپ نے فرمایا:

((ذهب صفو الدنيا وبقي الكدر فالموت اليوم تحفة لكل مسلم))

''دنیا کی صفائی جاتی رہی اور اس کا گدلا پن باقی رہ گیا۔ پس موت آج ہر مسلم کے لئے ایک تحفہ ہے۔''

(بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث، رقم الحدیث:۱۰۹۱)

اسم...... صوفی اور صوفیاء: پھر یہ نام اس جماعت صوفیاء کے لیے اکثر بولا جانے لگا۔ کہا جاتا ہے:

((رجل صوفی))

''صاف آدمی۔''

اور اس جماعت کو ''صوفیاء'' کہا جاتا ہے۔

متصوف: جو آدمی اپنے آپ کو ان میں شامل کرنا چاہتا ہے اسے متصوف اور جماعت کو متصوفۃ کہا جاتا ہے۔

لفظ تصوف عربی زبان میں: عربی زبان میں اس نام کی اصل کی شہادت نہ تو قیاس سے ملتی ہے اور نہ اشتقاق سے۔ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ لقب کی طرح ہے۔ بعض حضرات نے کہا:

''یہ لفظ صوف سے اخذ شدہ ہے، اسی لیے جو آدمی صوف پہنتا ہے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے:

((تصوف))(بروزن تفعّل)

''اس نے صوف پہنا۔''

جیسے قمیص پہننے والے کے بارے میں کہا جاتا ہے:

((تقمص))

''اس نے قمیص پہنی ہے۔''

اسم صوفی کی وجوہات:

1: اس نام کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ لوگ صوف پہننے کی وجہ سے صوفی کہلاتے ہیں، لیکن صوفیاء کرام کا مخصوص لباس صوف نہ تھا۔

2: بعض حضرات نے کہا کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں مقام صفہ کی جانب منسوب ہونے کی وجہ سے صوفی کہلاتے ہیں ہیں لیکن صفہ کی طرف نسبت سے لفظ صوفی نہیں بنتا، بلکہ لفظ صفی بنتا ہے۔

3: بعض حضرات نے کہا کہ تصوف صفاء سے مشتق ہے، لیکن لغوی اعتبار سے لفظ صوفی، لفظ صفاء سے بہت بعید ہے (اس سے ''صافی'' بنتا ہے)

4: بعض حضرات نے کہا کہ یہ لفظ صف سے مشتق ہے گویا وہ اپنے دلوں کے اعتبار سے پہلی صف میں ہیں۔ ہاں! یہ مفہوم درست

ہے لیکن لغت عرب کے مطابق اس کا اسم منسوب صوفی نہیں (بلکہ صفی) آتا ہے۔
علاوہ ازیں یہ لوگ اس نام سے اس قدر مشہور ہو چکے ہیں کہ ان کے تعین کیلئے کسی قیاس اور اشتقاق کی ضرورت نہیں پڑتی۔
تصوف اور صوفی کا معنی: تصوف اور صوفی کے معنی کے متعلق میں دیگر حضرات نے گفتگو کی ہے اور ہر ایک نے اس کی تشریح اپنے خیال کے مطابق کی ہے۔ اگر ہم ان سب کے اقوال کا ذکر کریں تو ہم اپنے مقصود یعنی اختصار سے نکل جائیں گے، البتہ ہم ان میں سے چند ایک اقوال بیان کرتے ہیں۔
اعلیٰ اخلاق کو اپنانا: شیخ ابو محمد بن محمد بن حسین جریری علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:
''تصوف کیا ہے۔؟''
انہوں نے فرمایا:
''ہر اعلیٰ اخلاق میں داخل ہونے اور گھٹیا خیال سے بچنے کا نام تصوف ہے۔''
اپنی ذات کو فنا کرنا: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے تصوف کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:
''اللہ تعالیٰ کا تجھے تیری ذات سے فنا کرنا اور اپنی ذات کے ساتھ زندہ رکھنا تصوف ہے۔''
صوفی منفرد ہوتا ہے: شیخ حسین بن منصور علیہ الرحمۃ سے صوفی کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:
''صوفی کی ذات یکتا ہوتی ہے، یکتا (اللہ) کے علاوہ کوئی اسے قبول نہیں کرتا اور وہ یکتا (اللہ) کے علاوہ کسی کو قبول نہیں کرتا۔''
سچے اور بناوٹی صوفی کی نشانیاں: شیخ ابو حمزہ بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''سچے صوفی کی نشانی یہ ہے کہ وہ غنی ہونے کے باوجود فقیر رہے، عزت کے بعد بھی حقیر بنے اور شہرت کے بعد بھی مخفی رہے۔ بناوٹی صوفی کی نشانی یہ ہے کہ وہ دعویٔ فقر کے باوجود دنیا کے ذریعے مال حاصل کرے، حقیر ہونے کے باوجود عزت والا بننے کی کوشش کرے اور گمنام ہونے کے باوجود شہرت والا بنے۔''
شیخ عمر بن عثمان مکی: شیخ عمرو بن عثمان مکی علیہ الرحمۃ سے تصوف کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:
''بندہ ہر وقت اس حالت میں رہے جو اس کیلئے وقت کے مطابق بہتر ہو۔''
اخلاقِ کریمانہ: شیخ محمد بن علی قصاب علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''تصوف وہ اخلاق کریمانہ ہے جو زمانۂ کریم میں بندۂ کریم سے کریم لوگوں کے ساتھ ظاہر ہوں۔''
اشیاء کی محبت سے پاک ہونا: شیخ سمنون علیہ الرحمۃ سے تصوف کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:
''نہ تم کسی چیز کے مالک بنو اور نہ کوئی چیز تمہاری مالک بنے۔''
اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرنا: شیخ محمد بن احمد رویم علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:
''تصوف کیا ہے۔؟''
انہوں نے فرمایا:
''تصوف یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کو اللہ کے سپرد کر دے کہ وہ جو چاہے اس کے ساتھ سلوک کرے۔''
اللہ کے ساتھ تعلق: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:
''تصوف کی حقیقت کیا ہے۔؟''
انہوں نے فرمایا:

''اللہ کے ساتھ تمہارا تعلق ایسا ہو کہ کسی دوسرے کے ساتھ ایسا نہ ہو۔''

تصوف کی تین بنیادیں: شیخ رویم بن احمد بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''تصوف کی بنیاد تین خصلتیں ہیں۔ پہلی: فقر کو مضبوطی کے ساتھ اختیار کرنا اور اللہ کا محتاج رہنا۔ دوسری: خرچ اور ایثار کرنے کی صفت سے متصف ہونا۔ تیسری: کسی چیز کے تعرض اور اسے اختیار کرنے کو ترک کر دینا۔''

لوگوں سے ناامید ہونا: شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''تصوف یہ ہے کہ بندہ حقائق پر عمل کرے اور لوگوں کی چیزوں سے ناامید ہو جائے۔''

صحبت صوفیاء: شیخ حمدون قصار علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''صوفیاء کی صحبت اختیار کرو کیونکہ ان کے ہاں بری باتوں کیلئے کئی عذر ہیں۔''

انعام یافتہ بندے: شیخ خزار علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا:

''اہل تصوف کون ہیں۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''اہل تصوف ایسے بندے ہیں کہ جن کو وسیع پیمانے پر انعامات دیئے گئے اور ان کو (اپنی طرف رجوع کرنے سے) روکا گیا حتیٰ کہ انہوں نے (اپنے آپ کو بھی) گم کر دیا۔ پھر ان کو ان کے باطن نے پکار کر کہا کہ سنو! اب تم ہم پر رولو (کیونکہ ہم اپنے مقصود تک نہیں پہنچے)''

تصوف جبر و قہر ہے: سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''تصوف جبر و قہر ہے، اس میں صلح نہیں ہوتی۔''

تصوف ایک گھرانہ: سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اہل تصوف ایک گھرانہ ہے کہ اس میں وہی داخل ہوتا ہے جس کا گھرانے سے تعلق ہوتا ہے۔''

اتباع سنت: سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''دل جمعی کے ساتھ ذکر الٰہی کرنا، ذکر سن کر وجد میں آنا اور اتباع سنت کرتے ہوئے عمل کرنا تصوف کہلاتا ہے۔''

صوفی کی مثال: سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''صوفی کی مثال زمین کی طرح ہے کہ اس میں ہر قبیح چیز ڈالی جاتی ہے لیکن اس سے ہر قسم کی خوب صورت چیز نکلتی ہے۔''

سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''صوفی کی مثال زمین کی طرح ہے کہ اسے ہر نیک و بد روندتا ہے۔ صوفی کی مثال بادل کی طرح ہے کہ جو ہر ایک کو سایہ مہیا کرتا ہے اور صوفی کی مثال بارش کی طرح ہے کہ جو ہر ایک کو سیراب کرتی ہے۔''

ظاہر کی آراستگی: سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جب تم دیکھو کہ تصوف کا دعوے دار اپنے ظاہر کی آراستگی کا بڑا اہتمام کرتا ہے تو سمجھ لو کہ اس کا باطن برباد ہو چکا ہے۔''

صوفی ہے کون: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''صوفی وہ ہے جو اپنے خون کو رائیگاں سمجھے اور اپنی ملکیت کی چیزوں کو لوگوں کے لئے مباح سمجھے۔''

دوسروں کو اپنے پر ترجیح دینا: شیخ ابوالحسین نوری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''صوفی وہ ہے کہ جسے محتاجی کے وقت سکون ملے اور اگر اس کے پاس کچھ ہو تو وہ دوسروں کو ترجیح دے۔''

تصوف اور اخلاق حسنہ: شیخ ابوبکر محمد بن علی الکتانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''تصوف اخلاق حسنہ ہی کا دوسرا نام ہے۔ پس جس کے اخلاق تم سے بہتر ہوں گے اس کا تصوف بھی تم سے بہتر ہوگا۔''

دروازہ محبوب: شیخ ابو علی روذباری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''تصوف اصل میں دروازہ محبوب (اللہ کے دروازے) پر کھڑا رہنے کا نام ہے، چہ جائیکہ وہ دھکے ہی کیوں نہ دے۔''

بعد کی کدورت: شیخ ابو علی روذباری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''بعد کی کدورت کے بعد قرب کی صفائی کا حصول ہوتا ہے۔''

بدترین آدمی: منقول ہے کہ بدترین آدمی وہ ہے جو بخیل بھی ہو اور صوفی ہونے کا دعویٰ بھی کرے۔

غربت اور قلب کی رضا: منقول ہے کہ تصوف غربت پر قلب کی رضا کا نام ہے۔

دنیاوی غم کو بھولنا: شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''تصوف اللہ کی بارگاہ میں دنیاوی غم و رنج کو بھول کر بیٹھنے کا نام ہے۔''

اللہ کی جانب رہنمائی کرنے والا: شیخ ابو منصور علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''صوفی اللہ کی طرف سے اشارہ کرنیوالا ہوتا ہے اور مخلوق تو ساری اللہ کی طرف اشارہ کرنے والی ہوتی ہے۔''

وصال الٰہی: شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''صوفی مخلوق سے کٹ کر اللہ تعالیٰ سے وصال اختیار کرتا ہے۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((واصطنعتك لنفسي))

''اور میں نے آپ کو اپنے لیے خاص کر لیا۔'' (سورۃ طٰہٰ، آیت نمبر: ۴۱)

حضرت موسیٰ اور قرب الٰہی: اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو ہر غیر سے منقطع کر دیا۔ پھر ارشاد فرمایا:

((لن ترانی))

''آپ ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتے (تا کہ آپ کا شوق بڑھے)۔''

صوفیاء کی حفاظت: شیخ ابوبکر شبلی علیہ السلام نے کا ارشاد ہے:

''صوفیاء کرام اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے بھی زیادہ محفوظ ہیں ہیں جتنا محفوظ بچہ گود میں ہوتا ہے۔''

جلانے والی بجلی: شیخ ابوبکر شبلی علیہ السلام نے کا ارشاد ہے:

''تصوف ایسی بجلی ہے جو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔''

دنیا سے آنکھیں بند کر لینا: شیخ ابوبکر شبلی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

''تصوف دنیا سے آنکھیں بند کر لینے اور اس کو دیکھنے سے محروم رہنے کا نام ہے۔''

صوفیاء کب تک بھلائی پر رہیں گے: شیخ رویم علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''صوفیاء ہمیشہ بھلائی پر رہیں گے جب تک ایک دوسرے کے عیب سے مطلع کرتے رہیں گے۔ تب ان میں کوئی بھلائی نہ رہے گی جب جب وہ آپس میں صلح کر لیں گے (اور ایک دوسرے کو عیبوں پر مطلع نہ کریں گے)۔''

احوال کی اصلاح: شیخ جریری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''احوال کی اصلاح کرنا اور ادب کو اختیار کرنا تصوف ہے۔''
اللہ کے سامنے عاجزی: شیخ زین علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''تصوف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے کا نام ہے۔''
صوفی ہر چیز سے صفائی حاصل کرتا ہے: شیخ ابوتراب نخشبی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''صوفی ہر چیز کے ذریعے صفائی حاصل کرتا (محفوظ رہتا) ہے۔اس کو کوئی چیز میلا نہیں کرتی۔''
صوفی اور قرب الٰہی کی طلب: منقول ہے کہ صوفی کو (اللہ کے قرب کی) طلب تھکاتی نہیں اور نہ ہی کوئی سبب اسے بے چین کر سکتا ہے۔
ترجیح والا گروہ: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا:
''تصوف کیا ہے۔؟''
انہوں نے فرمایا:
((ھم قوم اثروا اللہ عزوجل علی کل شیء فاثر ھم اللہ عزوجل علی کل شی))
''اہل تصوف وہ جماعت ہے جو ترجیح دیتی ہے اللہ پر ہر چیز کو تو اللہ نے ان کو ہر چیز پر ترجیح دے دی۔''
اشارات، حرکات اور حسرتیں: شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ واسطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
((کان للقوم اشارات ثم صارت حرکات ثم لم یبق الا حسرات))
''گروہ صوفیاء کے لیے اشارات تھے، پھر حرکات اور پھر حسرتوں کے علاوہ کوئی بھی چیز باقی نہیں بچی۔''
اللہ کے قرب کو حاصل کرنے والا: شیخ ابوالحسین نوری علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا:
''صوفی کیا ہے۔؟''
انہوں نے فرمایا:
''صوفی وہ ہے جس نے سماع سنا اور (اللہ تک پہنچانے والے) ذرائع کو ترجیح دی۔''
صوفی ہر وقت محو ہوتا ہے: شیخ حصری علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:
''آپ کے نزدیک صوفی کون ہے؟''
نے فرمایا:
''صوفی وہ آدمی ہے جسے نہ زمین اٹھائے ہو اور نہ آسمان اس پر سایہ کرے۔''
شیخ حصری نے اس ارشاد میں صوفی کے محو (گم) ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔
دو حالتوں میں سے زیادہ اچھی حالت: منقول ہے کہ جس بندے کے سامنے دو حالتیں یا دو خلق آئیں اور وہ دونوں اچھے تو وہ ان میں سے زیادہ اچھے کو اختیار کرے تو اسے صوفی کہا جاتا ہے۔
صوفیاء کا نام: شیخ شبلی علیہ الرحمۃ سے کہا گیا:
''صوفیاء کا نام صوفیاء کیوں رکھا گیا ہے؟''
انہوں نے فرمایا:

''صوفیاء کے نام سے اس گروہ کو اس لیے پکارا جاتا ہے کہ ان میں ان کے نفسوں کا حصہ باقی رہ گیا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو یہ نام ان کے ساتھ مخصوص نہ ہوتا۔''

صوفی کا ایک معنی: شیخ ابن جلاء علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''صوفی کا معنی کیا ہے؟''

انہوں نے فرمایا:

''ہم کسی بھی علم میں اس کا معنی نہیں پاتے۔ البتہ ہم یہ بات جانتے ہیں کہ جو آدمی فقیر ہوتا ہے وہ اسباب پر اعتماد نہیں کرتا اور وہ کسی مکان کی قید کے بغیر اللہ کے ساتھ ہوتا ہے اور اللہ اسے کسی بھی مکان سے بے علم نہیں رہنے دیتا ہے، اس لیے اس کو ''صوفی'' کہا جاتا ہے۔''

جاہ و جلال کا سقوط: بعض صاحبان تصوف کا کہنا ہے کہ تصوف، جاہ و جلال کو ساقط کرنے اور دنیا و آخرت میں رسوائی کا نام ہے۔

انسانی علامات کا فنا ہونا: شیخ ابو یعقوب مزابلی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''ایسی حالت کہ جس میں انسانی علامات فنا ہو جاتی ہیں، وہ تصوف کہلاتی ہے۔''

صوفی، واردات اور اوراد: شیخ ابوالحسن سیروانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''صوفی واردات کے ساتھ ہوتا ہے اوراد کے ساتھ نہیں۔''

صاحبان تصوف کی ارواح: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''تصوف کے سلسلے میں جو بہترین بات بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ تصوف ایک ایسا طریقہ ہے جو صرف ان لوگوں کیلئے مناسب ہے جن کی ارواح کو اللہ تعالیٰ نے گندگیوں سے صاف کر دیا ہے۔''

صوفی کی روحانی طاقت: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اگر فقیر کے پاس روح کے علاوہ کچھ بھی نہ ہو اور وہ فقط اپنی روح کو اس کے سلسلے کے کتوں (مخالفین) کے آگے ڈال دے تو کوئی بھی کتا اس کی طرف نظر نہیں کر سکے گا۔''

اعتراض سے بچنا: شیخ استاذ ابو سہل صعلوکی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''تصوف اعتراض کرنے سے بچنے کا نام ہے۔''

صوفی اور معدوم: شیخ حصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''صوفی معدوم ہونے کے وجود میں آنے کے بعد معدوم نہیں ہوتا۔''

شیخ حصری علیہ الرحمۃ کے اس قول میں اشکال ہے۔ ان کا قول کہ وہ معدوم ہونے کے بعد نہیں پایا جاتا یعنی جب اس کی آفات فنا ہو جاتی ہیں تو وہ آفات کی طرف نہیں لوٹتا اور ان کا یہ کہنا کہ وہ وجود میں آنے کے بعد معدوم نہیں ہوتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ مشغول ہوتا ہے، لہٰذا مخلوق کے ساقط ہونے سے ساقط نہیں ہوتا۔ پس حادثات اس پر اثر انداز نہیں ہوتے۔

اپنی ذات سے بے خبر: منقول ہے کہ وہ بندہ جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنے اوپر ظاہر ہونے والے احوال کی وجہ سے اپنی ذات سے بے خبر ہوتا ہے اسے صوفی کہا جاتا ہے۔

صوفی پردہ میں ہوتا ہے: منقول ہے کہ صوفی تدبیر الٰہی اور تصوف کے ساتھ بے بس ہوتا ہے اور عبودیت کے تصرفات کے

ساتھ ستر میں ہوتا ہے۔

صوفی اور تغیر: منقول ہے کہ صوفی میں کبھی تغیر نہیں آتا اور اگر تبدیلی آئے بھی تو اس میں گدلا پن نہیں ہوتا۔

اصلی حالت کا طالب: شیخ ابوسعید احمد بن عیسیٰ خراز علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں جمعہ کے دن قیروان کی جامع مسجد میں تھا تو میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ صفوں میں چکر لگا رہا ہے اور کہتا ہے:

''مجھے صدقہ دو۔ میں ایک صوفی تھا اور اب کمزور ہو چکا ہوں۔''

شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے کچھ دینا چاہا تو اس نے کہا:

''جاؤ تمہارے لئے خرابی ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔''

اس نے میرا صدقہ قبول نہ کیا۔ (وہ اپنی اصلی حالت کا سوال کر رہا تھا، مال و دولت کا نہیں)۔

اضافہ از مترجم:

تصوف کا معنی: کلمہ تصوف باب تفعل سے ہے جس کا خاصہ تکلفِ فعل کا متقاضی ہے اور یہ اصل کی فرع ہے۔ لغوی حکم اور ظاہری معنی میں اس لفظ کی تعریف کا فرق موجود ہے:

''الصفاولاية ولها آية ورواية والتصوف حكاية للصفابلاشكاية''

''صفا ولایت کی منزل ہے اور اس کی نشانیاں روایات ہیں اور تصوف صفا کی ایسی حکایت و تعبیر ہے جس میں شکوہ شکایت نہ ہو۔''

صفا کے ظاہری معنی تاباں ہیں اور تصوف اس معنی مفہوم کی تعبیر حکایت ہے۔

عباد الرحمٰن: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُونَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا''

''رحمٰن کے وہی بندے ہیں جو زمین پر اخلاق و انکسار سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ انہیں پکارتے ہیں تو وہ سلام کرتے ہیں۔''

اہل صفا کی دعا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''مَنْ سَمِعَ صَوْتَ اَهْلِ التَّصَوُّفِ فَلَا يُؤَمِّنْ عَلٰى دُعَائِهِمْ كُتِبَ عِنْدَ اللهِ مِنَ الْغَافِلِيْنَ''

''جو صوفیاء کی آواز سنے اور ان کی دعا پر آمین نہ کہے تو وہ اللہ کے نزدیک غافلوں میں شمار ہوگا۔''

صوفی کی وجہ تسمیہ: اہل علم حضرات نے اسم تصوف کے تحقیق میں بہت کچھ کہا ہے اور کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ چنانچہ اہل علم کی ایک جماعت کہتی ہے:

''صوفی کو اس لئے صوفی کہا جاتا ہے کہ وہ صوف (پشمینہ) کے کپڑے پہنتے ہیں۔''

بعض کہتے ہیں:

''وہ اول صف میں ہوتے ہیں اس لیے صوفی کہلاتے ہیں۔''

ایک اور جماعت کہتی ہے:

''یہ اصحاب صفہ کی نیابت کرتے ہیں۔''

بعض نے کہا کہ یہ نام صفا سے ماخوذ ہے۔ غرضیکہ وجہ تسمیہ میں طریقت کے بکثرت لطائف ہیں، لیکن اگر لغوی معنی کا اعتبار کیا جائے تو معنی بعید از مفہوم ہو جاتا ہے۔ چونکہ ہر حالت میں ظاہر و باطن کی صفائی محمود و پسندیدہ ہے اور اس کی ضد کدورت سے

اجتناب کرنا مقصود ہے جیسا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((ذهب صفو الدنيا وبقى الكدر))

"دنیا کی صفائی جاتی رہی اور اس کا گدلا پن باقی رہ گیا۔" (بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث، رقم الحدیث:۱۰۹۱)

گویا صوفی میں لطیف و پاکیزگی سے اس کی صفائی مراد ہے۔ چونکہ صوفیاء کرام اپنے اخلاق و معاملات کو مہذب و پاکیزہ بنا کر طبعی آفتوں سے نفرت کرتے ہیں اس بناء پر انہیں صوفی کہا جاتا ہے۔

صوفیاء کی جماعت کے لئے یہ نام اسماء اعلام مخصوص و معین ناموں میں سے ہے۔ اس لئے کہ وہ خطرات ان معاملات کے مقابلہ میں جسے وہ مخفی رکھتے ہیں بہت بڑے ہیں، تاکہ ان کا نام اسی سے ماخوذ سمجھا جائے۔

عصر حاضر اور صوفیاء کرام: موجودہ زمانے میں اللہ تعالیٰ نے تصوف اور صوفیاء کرام کی مقدس ہستیوں کو اکثر پردے میں رکھا ہے اور تصوف کے لطائف کو ان کے دلوں سے پوشیدہ کیا ہے تاکہ کوئی تو یہ سمجھے کہ یہ لوگ ظاہری اصلاح کے لئے ریاضتیں کرتے ہیں اور باطنی مشاہدات سے خالی ہیں۔ کوئی یہ سمجھے کہ اصل و حقیقت کے بغیر یہ ایک رسم ہے حتیٰ کہ وہ اس کے انکار پر اتر آتے ہیں۔ چنانچہ مسخرے اور ظاہر میں علماء جو کلی طور پر اس کے منکر ہوں تصوف کے حجاب میں خوش رہتے ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی عوام بھی ان کی ہاں میں ہاں ملانے لگے ہیں۔ انہوں نے باطن کی صفائی کی جستجو و طلب کو دل سے محو کر کے سلف صالحین کرام رضی اللہ عنہم کے مسلک و مذہب کو بھلا دیا ہے:

"ان الصفا صفة الصديق

ان اردت صوفيا على التحقيق"

"حق و صداقت کی راہ میں اگر تم صوفی بننا چاہو تو جان لو کہ صوفی ہونا حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صفت ہے۔"

گروہ باصفا کا اسم: اولیاء کاملین اور عرفاء محققین کا نام صوفی ہے۔ یہ گروہ باصفا اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ ایک بزرگ نے فرمایا ہے:

"من صفا الحب فهو صاف ومن صفا الحبيب فهو صوفى"

"جس کی محبت پاک و صاف ہے وہ صافی ہے اور جو دوست میں مستغرق ہو کر اس کے غیر سے بری ہو وہ صوفی ہے۔"

لہٰذا باعتبار لفظ اس کے معانی مشتقات کسی چیز کے ساتھ صحیح نہیں بنتے، کیونکہ اس لفظ کے یہ معنی لغوی تعریف سے بہت ارفع ہیں۔ اس معنی کی کوئی جنس نہیں ہے جس سے اس کو ماخوذ قرار دے دیا جائے۔ اس لئے کہ کسی چیز کا کسی سے ماخوذ و مشتق ہونا جنسیت کا متقاضی ہوتا ہے۔ جس میں کدورت ہو وہ صاف و شفاف کی ضد ہوتی ہے اور کسی چیز کو ضد سے مشتق نہیں کرتے۔ لہٰذا عرفاء کے نزدیک یہ معنی اظہر من الشمس ہیں، اس لئے نہ کسی تعبیر کی ضرورت ہے نہ کسی اشارہ کی:

"لان الصوفى ممنوع عن العبارة والاشارة"

"اس لئے کہ صوفی کے معنی کے لئے عبارت و اشارہ کی ممانعت ہے۔"

محققین کے نزدیک جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ صوفی کی تعریف عبارت سے کرنا ممنوع ہے اور عالم کی ہر شئے اس کی تعبیرات ہیں، خواہ انہیں اس کا علم ہو یا نہ ہو۔ لہٰذا حصول معنی کے لئے اس نام کی لفظوں میں تعریف کی مطلق حاجت نہیں ہے۔ فہم و ادراک کے لئے اتنا جان لو کہ مشائخ طریقت اور عارفان حقیقت کو صوفی کہتے ہیں اور مریدین و متعلقین اور سالکین معرفت کو

متصوف۔

اقسام تصوف: تصوف کے ماننے والوں اوراس پر عمل کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں۔ایک کو صوفی، دوسرے کو متصوف اور تیسرے کو مستوف کہتے ہیں۔

1: صوفی وہ ہے جو خود کو فنا کر دے اور خواہشات نفسانیہ کو مار کر حقیقت سے پیوستہ ہو جائے۔

2: متصوف وہ ہے جو ریاضت ومجاہدے کے ذریعہ اس مقام کو طلب کرے اور وہ اس مقام کی طلب وحصول میں صادق وراست باز ہو۔

3: مستوف وہ ہے جو دنیاوی عزت ومنزلت اور مال ودولت کی خاطر خود کو ایسا بنالے اور اسے مذکورہ منازل ومقامات کی کچھ خبر نہ ہو۔ایسے نقلی صوفیوں کے لئے عرفاء کا مقولہ ہے:

"المستوف عند الصوفية كالذباب وعندغيرهم كالذباب"

''صوفیا کرام کے نزدیک نقلی صوفی مکھی کی مانند ہے۔جس طرح بھیڑیا اپنی تمام قوت وطاقت مردار کو حاصل کرنے میں صرف کرتا ہے یہی حال اس نقلی صوفی کا ہے۔''

گویا صوفی صاحب وصول ہے، متصوف صاحب اصول اور مستوف صاحب نقول وفضول۔

حقیقی، اصولی اور فضولی صوفی: جسے وصل نصیب ہوگیا وہ مقصود کو پانے اور مراد کو حاصل کرنے میں اپنے نفسانی قصد وارادہ سے بے نیاز ہوگیا، جسے منزل اصول نصیب ہوگئی وہ احوال طریقت اور لطائف معرفت پر مستحکم ہوگیا اور جس کے نصیب میں فضول ہے وہ نقلی صوفی ہے، وہ حقیقت ومعرفت کی منزل سے محروم رہ کر محض رسم ورواج کی چوکھٹ پر بیٹھ گیا ہے۔اس کے لئے یہی ظاہری رسم ورواج اور طور وطریق محجوب ومستور بن گیا ہے، کیونکہ وصل واصل سے حجاب میں رہنا معیوب ہے۔اس سلسلے میں مشائخ طریقت کی بہت رمز ورموز ہیں۔

اوصاف صوفیاء: 1: شیخ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"الصوفی اذا نطق بان نطوه عن الحقائق وان سكت نطقت عنه الجوارح بقطع العلائق"

''صوفی وہ ہے کہ جب بات کرے تو اس کا بیان اپنے حال کے حقائق کے اظہار میں ہو۔''

مطلب یہ کہ وہ کوئی ایسی بات نہیں کہتا جو خود اس میں موجود نہ ہو اور جب خاموش رہے تو اس کا معاملہ اور سلوک اس کے حال کو ظاہر کرے۔

خلائق سے کنارہ کشی اس کے حال پر ناطق ہو یعنی اس کا بولنا، وقت کلام اور اصول طریقت کے لحاظ سے صحیح ہو اور اس کا کردار بوقت سکوت مجرد محض ہو۔یہ دونوں حالتیں درست ہوں۔جب بولے تو اس کی ہر بات حق ہو اور جب خاموش رہے تو اس کا ہر فعل فقر ہو۔

2: سید الطائفہ شیخ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"التصوف نعت اقيم العبدفية قيل نعت للعبدام للحق قال نعت الحق حقيقت ونعت العبد رسم"

''تصوف ایسی خوبی ہے جس میں بندے کو قائم کیا گیا ہے۔'' کسی نے پوچھا: ''یہ حق کی صفت ہے یا بندے کی۔؟'' آپ نے فرمایا: ''اس کی حقیقت حق کی صفت ہے اور اس کی ظاہری رسم وحالت بندے کی صفت ہے۔''

مطلب یہ کہ اس کی حقیقت بندگی کی صفت کی فنا چاہتی ہے اور صفت بندگی کی فنا حق کے ساتھ بقا کی صفت ہے۔دائمی مجاہدہ یہ

بندے کی صفت ہے اور جب دوسرے معنی میں دیکھنا چاہو تو یوں سمجھو کہ توحید کی حقیقت کسی بندے کی صفت میں صحیح نہیں ہوسکتی اس لئے کہ بندے کی صفات میں دوام نہیں اور خلق کی صفت بجز رسم وظاہر کے کچھ نہیں، کیونکہ خلق کی صفت میں بقا نہیں ہے، بلکہ وہ حقیقتاً حق کا فعل ہے، لہٰذا ان صفات کی حقیقت حق کے ساتھ ہوگی۔ اس مفہوم کو یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو روزہ رکھنے کو فرمایا ۔روزہ رکھنے کی وجہ سے بندہ روزہ دار کہلایا۔ یہ روزہ از روئے رسم ظاہری بندہ کی صفت ہوگی، لیکن از روئے حقیقت روزے کی حقیقت حق تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمیں خبر دی:

"الصوم لی و انااجزی به"

''روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔''

مطلب یہ ہے کہ روزہ میری وجہ سے ہے اور جو کچھ ان کے مفعولات سے ہے وہ سب اس کی ملکیت ہے، لیکن تمام عبادتوں اور چیزوں کی نسبت بندے کی نسبت بطریق رسم ومجاز ہوگی نہ کہ حقیقت۔!

3: حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"التصوف ترك كل حظ للنفس"

''تصوف تمام نفسانی لذت سے ہاتھ کھینچنے کا نام ہے۔''

تصوف کی دو قسمیں ہیں:

ایک رسم یعنی مجاز۔

دوسری حقیقت۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اگر نفسانی لذتوں کو چھوڑ چکا ہے تو ترک لذت بھی تو ایک لذت ہے، اسی کو رسم ومجاز کہا جاتا ہے اور اگر وہ اس کا بھی تارک ہے تو یہ فنائے لذت وحظ کہلاتی ہے۔ اس کا معنی کا تعلق حقیقت ومشاہدے سے ہے۔ لہٰذا ترک حظ ولذت بندہ کا فعل ہے اور فنائے حظ ولذت حق کا فعل ہے، لہٰذا بندے کے فعل کو رسم ومجاز اور حق کے فعل کو حقیقت کہا جائے گا۔ اس قول سے وہ پہلا قول جو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے خوب واضح ہوجاتا ہے۔

حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"الصوفية هم الذين صفت ارواحهم فصاروافی الصف الاول بين يدی الحق"

''صوفیائے کرام کا گروہ وہ ہے کہ جن کی زندگیاں کدورت بشری سے آزاد اور آفت نفسانیہ سے پاک وصاف ہوکر آرزو اور تمناؤں سے بے نیاز ہوں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے حضور بلند درجے اور صف اول میں آرام گستر ہیں اور ماسوی اللہ کے سب سے قطعاً کنارہ کش ہوچکے ہیں۔''

وہ یہ بھی فرماتے ہیں:

"الصوفی لایملك ولایملك"

''صوفی وہ ہے جس کے قبضہ میں کچھ نہ ہو اور نہ وہ خود کسی کے قبضہ میں ہو۔''

یہ عبارت عین فنا کی ہے کہ فانی الصفت نہ مالک ہوتا ہے نہ مملوک، کیونکہ صحت ملک موجودات پر درست آتی ہے۔ اس قول شریف کا مطلب یہ ہے کہ صوفی دنیاوی ساز وسامان اور اخروی زیب وزینت میں سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا، کیونکہ وہ خود بھی تو

کسی کی ملکیت میں ہے۔ وہ اپنے نفس کے حکم کا پابند نہیں ہوتا ہے، اس لئے کہ غیر کی خواہش وارادہ کے غلبہ سے وہ خود کو گھلا چکا ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ غیر کو بھی بندگی کی طمع سے فنا کر چکا ہوتا ہے۔ یہ قول مبارک، دقیق اور لطیف ہے۔ اس منزل کو گروہ صوفیاء ''فنائے کل'' سے تعبیر کرتے ہیں۔

4: حضرت ابوعمر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لیس التصوف رؤیة الکون بعین النقص بل غض الطرف عن الکون"

''تصوف جہان کو نقص وعیب کی آنکھ سے دیکھنے کا نام نہیں بلکہ دنیا سے منہ پھیر لینے کا نام تصوف ہے۔''

مطلب یہ کہ جہان کو عیب ونقص سے بھرپور دیکھو کیونکہ یہ دلیل بقائے صفت کی ہے، بلکہ جہان سے آنکھیں بند کرلو کیونکہ وہ دلیل فنائے صفت کی ہے۔ اس لئے کہ جب کائنات پر نظر ہوگی تو حد نظر کے بعد نظر کی منزل بھی ختم ہو جائے گی اور دنیا سے آنکھیں بند کر لینے میں ربانی بصیرت کی بقا ہے یعنی جو شخص اپنے سے نابینا ہوگا وہ حق کو دیکھ سکے گا کیونکہ ہستی کا طالب بھی طالب ہی ہوتا ہے اور اس کا کام اس سے اس کی طرف ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اپنی ہستی سے باہر نکلنے کی اسے کوئی راہ نہیں ملتی۔ الغرض ایک وہ ہوتا ہے جو خود کو تو دیکھتا ہے، لیکن اسے ناقص نظر آتا ہے اور دوسرا وہ ہے جو اپنی طرف سے نظر کو بند کر لیتا ہے اسے نہیں دیکھتا۔ تو وہ شخص جو خود کو دیکھ لیتا ہے اگرچہ خود میں اسے نقص وعیب نظر آتے ہیں، مگر یہی نظارہ ایک حجاب ہے اور جو دیکھتا ہے وہ نظر میں درپردہ رہتا ہے۔ جو اپنی ہستی کو دیکھتا ہی نہیں وہ نابینائی میں محجوب نہیں ہوتا۔ اہل معانی اور عرفاء کے نزدیک یہ مفہوم ومراد اصل قوی ہے۔

5: شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"التصوف شرك لا نه صیانة القلب عن رؤیة الغیر ولا غیر"

''تصوف میں شرک ہے، اس لئے کہ دل کو غیر کی روایت سے بچانا ہے حالانکہ غیر کا وجود ہی نہیں ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ اثبات توحید میں غیر کی رویت شرک ہے۔ جب دل میں غیر کی کوئی قدر وقیمت نہیں ہے تو غیر کے ذکر سے بچانا محال ہے۔

6: حضرت حضرمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"التصوف صفاء السرمن كدورة المخالفة"

''دل کو مخالفت کی کدورت سے پاک وصاف رکھنے کا نام تصوف ہے۔''

مطلب یہ کہ باطن کو اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے محفوظ رکھو کیونکہ دوستی موافقت کا نام ہے اور موافقت مخالفت کی ضد ہے۔ دوست کو لازم ہے کہ سارے جہان میں دوست کے احکام کی حفاظت کرے اور جب مطلوب ومراد ایک ہو تو مخالفت کی گنجائش نہیں ہے۔

7: حضرت محمد بن علی بن امام حسین بن علی مرتضیٰ سلام اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں:

((التصوف خلق فمن زادعَلَیْكَ فی الخلق زاد علیك فی التصوف))

''پاکیزہ اخلاق کا نام تصوف ہے۔ جس کے جتنے پاکیزہ اخلاق ہوں گے اتنا ہی زیادہ وہ صوفی ہوگا۔''

پاکیزہ اخلاق کی دو قسمیں ہیں:

ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک خوئی کہ اس کی قضاء وقدر پر راضی رہے۔

دوسرا خلق کے ساتھ نیک خوئی کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر مخلوق کی صحبت کا بار برداشت کرے۔
یہ دونوں قسمیں طالب ہی کی طرف راجع ہوتی ہیں، کیونکہ حق کی صفت استغناء یعنی وہ طالب کی ناراضگی و رضا دونوں سے بے نیاز ہے۔ یہ دونوں وصف نظارۂ توحید سے وابستہ ہیں۔

8: حضرت ابومحمد مرتعش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((الصوفی لا یسبق همة خطوته))

''صوفی وہ ہے کہ اس کا باطن اس کے قدم کے ساتھ برابر ہو۔''

دل وہاں ہو جہاں قدم ہو۔ یہ حضوری کی علامت بغیر غیوبت کے ہے۔ اس کے برخلاف کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ خودی سے غائب ہو کر حق کے ساتھ ظاہر ہو، حالانکہ یہ کہنا چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ظاہر ہو کر خودی سے حاضر ہو۔ یہ جمع الجمع کی قبیل کی عبارت ہے کیونکہ جس وقت خود بخود رؤیت ہوگی تو خودی سے غیبت نہ رہے گی۔ جب رؤیت اٹھ جائے گی تو حضوری بے غیبت کے ہوگی۔ اس معنی کا تعلق شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ کے اس قول سے ہے:

((الصوفی لایری فی الدارین مع اللّٰہ غیر اللّٰہ))

''صوفی وہ ہے جو دونوں جہاں میں بجز ذات الٰہی کے کچھ نہ دیکھے۔''

کیونکہ بندے کی پوری ہستی غیر ہے اور جب وہ غیر کو نہ دیکھے گا تو خود کو بھی نہ دیکھے گا اور اپنی نفی اور اثبات کے وقت وہ خود سے مکمل طور پر فارغ ہوگا۔

9: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف کی بنیاد ان آٹھ خصلتوں پر ہے: سخاوت، رضا، صبر، اشارہ، غربت، خرقہ، سیاحت اور فقر۔ یہ آٹھ خصلتیں آٹھ نبیوں کی اقتدا میں سے ہیں۔

سخاوت حضرت خلیل علیہ السلام سے، کیونکہ آپ نے فرزند کو فدا کیا۔

رضا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے، کیونکہ آپ نے وقت ذبح رضا کا اظہار کیا اور اپنی جان عزیز کو بارگاہ خداوندی میں پیش کر دیا۔

صبر حضرت ایوب علیہ السلام سے کہ آپ نے بے حد غایت مصائب پر صبر فرمایا اور اللہ کی ابتلاو آزمائش پر ثابت قدم رہے۔

اشارہ حضرت زکریا علیہ السلام سے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((لاتکلم الناس ثلثة ایام الارمزاً))

''آپ نے تین دن لوگوں سے اشارہ کے سوا کلام نہ فرمایا۔''

اور اسی سلسلہ میں ارشاد ہے:

((اذنادی ربه نداء خفیاً))

''انہوں نے اپنے رب کو آہستہ پکارا۔''

غربت حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کہ وہ اپنے وطن میں مسافروں کے مانند رہے اور خاندان میں رہتے ہوئے اپنوں سے بیگانہ رہے۔

سیاحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہ آپ نے یکہ وتنہا مجرد زندگی گزاری اور بجز ایک پیالہ و کنگھی کے کچھ پاس نہ

رکھا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ کسی نے اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر پانی پیا ہے تو انہوں نے پیالہ بھی توڑ دیا اور جب کسی کو دیکھا کہ انگلیوں سے بالوں میں کنگھی کر رہا ہے تو کنگھی بھی توڑ دی۔

خرقہ یعنی صوفی والا لباس حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہ انہوں نے پشمینی کپڑے پہنے۔

فقر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ جنہیں روئے زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں عنایت فرمادی گئی تھیں اور ارشاد ہوا کہ آپ خود کو مشقت میں نہ ڈالیں بلکہ ان خزانوں کا استعمال کریں اور آرائش اختیار فرمائیں، لیکن بارگاہ الٰہی میں آپ نے عرض کیا:

''اے اللہ! مجھے اس کی حاجت نہیں ہے۔ میری خواہش تو یہ ہے کہ ایک روز شکم سیر ہوں تو دو روز فاقہ کروں۔''

تصوف کی یہ آٹھ اصولی خصائل ہیں جو افعال و کردار میں محمود ہیں۔

10: شیخ حضروئی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

((الصوفی لا یوجد بعد عدمه ولا یعدم بعد وجوده))

''صوفی معدوم ہونے کے بعد ہستی کی تمنا نہیں کرتا اور موجود ہونے کے بعد معدوم ہونے کی خواہش نہیں کرتا۔''

مطلب یہ ہے کہ وہ جو کچھ بھی پاتا ہے اسے کسی حال میں گم نہیں کرتا اور جو چیز گم ہو جائے اس کو کسی حال میں بھی حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ اس کی یافت کسی طرح نایافت نہ ہوگی اور اس کی نایافت کسی طرح یافت نہ ہوگی، تاکہ اثبات بغیر نفی اور نفی بغیر اثبات کے ہو جائے۔ اس قول کا مقصد یہ ہے کہ صوفی کی بشریت کامل طور پر فنا ہو کر اس کے جسمانی شواہد اس کے حق سے جاتے رہیں اور اس کی نسبت سب سے منقطع ہو جائے، تاکہ بشریت کا بھید کسی کے حق میں ظاہر نہ ہو۔ یہاں تک کہ یہ فرق اپنے عین میں جمع ہو کر اپنے آپ قیام پا جائے۔ یہ صورت حال دو نبیوں میں ظاہر ہوئی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں کہ جن کے وجود میں عدم نہیں تھا، یہاں تک کہ دعا کی:

((رب اشرح لی صدری ویسرلی امری))

''میرے رب! مجھے شرح صدر عطا فرما اور میرا معاملہ مجھ پر آسان کردے۔''

دوسری ذات مبارک ہمارے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ آپ کے عدم میں وجود نہ تھا۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے:

((الم نشرح لك صدرك))

''کیا ہم نے آپ کے لئے شرح صدر نہ فرمایا۔''

ایک نبی نے آرائش و زینت کی درخواست کی اور دوسرے کو اللہ تعالیٰ نے خود آرائش و زینت سے مزین فرمایا اور انہوں نے اس کی دعا نہیں کی۔

11: حضرت علی بن بندار الصیرفی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

((التصوف اسقاط الرؤیة للحق ظاهراً او باطناً))

''تصوف یہ ہے کہ صوفی اپنے ظاہر و باطن میں حق کی خاطر خود کو نہ دیکھے۔''

چنانچہ جب تم ظاہر پر نظر ڈالو گے تو ظاہر میں توفیق کا نشان پاؤ گے اور جب تم غور کرو گے تو ظاہری معاملات جو توفیق حق کے مقابلہ میں دیکھو گے تو مچھر کے پر کے برابر وزن نہ دو گے اور ظاہر دیکھنا چھوڑ دو گے۔ جب باطن پر نظر ڈالو گے تو باطن میں تائید حق کے نشان پاؤ گے، پھر جب غور کرو گے تو باطنی معاملات کو تائید کے حق کے پہلو میں دیکھ کر ذرہ بھر وزن نہ دو گے۔ لہٰذا باطن کے

دیکھنے کو بھی ترک کر کے سراسر حق کا مشاہدہ کرو گے۔ جب حق کا مشاہدہ کرو گے تو خود کو بھی نہ دیکھ سکو گے۔

12: شیخ محمد عمر بن احمد مقری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((التصوف استقامة الاحوال مع الحق))

''حق تعالیٰ کے ساتھ احوال کی استقامت کا نام تصوف ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ صوفی کے احوال کسی اور حال سے نہ بدلیں گے اور وہ کسی کج روی میں مبتلا نہ ہوگا۔ اس لئے کہ جس کا دل گردشِ احوال سے محفوظ ہے وہ درجۂ استقامت سے نہیں گرتا اور نہ وہ اللہ تعالیٰ سے دور رہتا ہے۔

13: شیخ ابو حفص حداد نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ صوفیاء کرام کے معاملہ کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

''تصوف سراسر ادب ہے۔ ہر وقت، ہر مقام اور ہر حال کے لئے متعین آداب و احکام ہیں۔ جس نے ان آداب کی پابندی کو ان کے اوقات میں لازم رکھا وہ مردانِ الٰہی کے درجہ پر فائز ہو گیا اور جس نے ان آداب کی پابندی کو ملحوظ رکھا اور اسے رائیگاں کر دیا وہ قربِ حق کے خیال اور قبولِ حق کے گمان سے محروم رہ کر مردہ بن گیا۔''

14: حضرت ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

((لیس التصوف رسوماً ولا علوماً ولکنه اخلاق))

''رسم و علم کا نام تصوف نہیں ہے، بلکہ وصف و اخلاق کا نام ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ اگر رسم کا نام تصوف ہوتا تو ریاضت و مجاہدے سے حاصل ہو جاتا اور اگر علم کا نام تصوف ہوتا تو تعلم سے تکمیل کی جا سکتی، مگر یہ تو سراپا اخلاق ہے۔ حتیٰ کہ اگر اس کے احکام اپنی ہستی میں جاری نہ کرو، اس کے معاملات کو اپنے وجود میں نافذ نہ کرو اور اس کے انصاف کو اپنے اوپر نہ استعمال کرو تو ہر گز تصوف حاصل نہ ہوگا۔

رسوم و اخلاق کے درمیان فرق یہ ہے کہ رسم ایسا فعل ہے جو تکلیف، محنت اور اسباب و ذرائع سے حاصل ہو جاتا ہے۔ مثلاً: ایسا عمل جو باطن کے برخلاف ظاہری طور پر کیا جائے اور وہ عمل باطنی معنی سے خالی ہو۔ اخلاق ایسا فعل محمود ہے جو تکلیف و محنت اور بغیر اسباب و ذرائع کے باطن کے موافق ظاہر میں کیا جائے اور وہ دعویٰ سے خالی ہو۔

15: شیخ مرتعش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((التصوف حسن الخلق))

''نیک خصائل کا نام تصوف ہے۔''

نیک خصائل کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو بغیر سمع و ریا کے ادا کیا جائے۔

۲۔ بڑوں کی عزت و تعظیم، چھوٹوں پر شفقت و مہربانی اور برابر والوں سے حق و انصاف پر قائم رہتے ہوئے کسی غرض و بدلے کا طالب نہ ہو۔

۳۔ نفس و شیطان کی متابعت نہ کرے۔

جس نے اپنی ذات کو ان تینوں خصلتوں سے مزین کر لیا وہ تمام نیک خصلتوں کا خوگر بن گیا۔ یہ خصائل اس حدیث سے ماخوذ ہیں جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ ان سے کسی نے عرض کیا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق

شریفہ کی تعلیم فرمائیں۔
یہ دلیل پہلی قسم کی ہے، لیکن دوسری اور تیسری قسم کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
((خذ العفو وامر بالمعروف واعراض عن الجاھلین))
''درگزر کو اختیار کرو! نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے دور رہو۔''
شیخ مرتعش علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
((ھذا مذھب کلہ جد فلا تخالطوہ بشیء من الھزل))
''یہ نکھری ہوئی تصوف کی راہ ہے اس میں بالکل آمیزش نہ کرو۔ نقلی صوفیوں کے معاملات کو نہ ملاؤ اور رسوم کے پابند لوگوں سے اجتناب کرو۔''
جب زمانہ کے دنیادار لوگوں نے دیکھا کہ نقلی صوفی پاؤں پر تھرکتے گانا سنتے اور بادشاہوں کے دربار میں جا کر ان سے مال ومنال کے حصول میں حرص و لالچ کا مظاہرہ کرتے ہیں، درباری دیکھتے ہیں تو وہ ان سے نفرت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پچھلے صوفیاء کا حال بھی ایسا ہی تھا، حالانکہ وہ حضرات ایسی لغو باتوں سے پاک وصاف تھے۔ وہ اس پر غور وفکر نہیں کرتے۔ یہ زمانہ دین میں سستی وغفلت کا ہے۔
بلا شک وشبہ جب بادشاہ وحکام پر حرص کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ اسے ظلم وستم پر آمادہ کر دیتا ہے اور اہل زمانہ طمع ونافرمانی اور زنا وفسق میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ریاکاری زاہد کو نفاق میں جھونک دیتی ہے، ہوائے نفسانی صوفی کو پاؤں پر کوداتی ہے اور گانا سننے پر ابھارتی ہے۔ خبردار! ہوشیار! طریقت کے جھوٹے مدعی ہی تباہ ہوتے ہیں نہ کہ اصل طریقت۔ خوب یاد رکھو کہ اگر مسخروں کی جماعت اپنے مسخرہ پن کو بزرگوں کی ریاضت ومجاہدے کے اندر ہزار بار پوشیدہ رکھے تو بزرگوں کی ریاضت ومجاہدہ مسخرہ پن نہیں بن سکتی۔
16: شیخ ابو علی قزمینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
((التصوف ھو الا خلاق الرضیۃ))
''پسندیدہ اور محمود وافعال واخلاق کا نام تصوف ہے۔''
17: شیخ ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
((التصوف ھو الحریۃ والفتوۃ وترك التکلف والسخاو بذل الدنیا))
''نفس اور حرص وہوا کی غلامی سے آزادی پانے، باطل کے مقابلہ میں جرأت ومردانگی دکھانے، دنیاوی تکلفات کو ترک کر دینے، اپنے مال کو دوسروں پر صرف کر دینے اور دنیا کو دوسروں کے لئے چھوڑ دینے کا نام تصوف ہے۔''
18: شیخ ابو الحسن بوشنجہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
((التصوف الیوم اسم ولا حقیقۃ وقد کان حقیقۃ))
''آج بے حقیقت چیز کا نام تصوف سمجھ لیا گیا ہے، ورنہ اس سے قبل تصوف بغیر نام کے ایک حقیقت تھی۔''
مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام اور سلف صالحین کے زمانہ میں یہ نام تو نہ تھا مگر اس کے معنی موجود تھے۔ اب نام تو ہے مگر معنی کا وجود نہیں، یعنی معاملات وکردار تو معروف تھے لیکن دعویٰ مجہول تھا۔ اب دعویٰ معروف ہے لیکن معاملات مجہول ہیں۔

تصوف کے معاملات، معانی وحقائق کے اظہار و بیان میں مشائخ طریقت کے مذکورہ ارشادات طالب حق کی رہنمائی کے لئے کافی ہیں، لیکن جو تصوف کے منکر ہیں ان سے دریافت کیا جائے کہ تصوف کے انکار سے تمہاری کیا مراد ہے اور اگر محض اس کے نام سے انکار ہے تو کچھ مضایقہ نہیں ہے، کیونکہ اس طرح اس کے معانی وحقائق سے انکار لازم نہیں آتا۔ پھر اگر اس کے معانی وحقائق سے انکار ہے تو یہ انکار کل شریعت اسلامیہ کا انکار بن جائے گا۔ یہی نہیں بلکہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حمیدہ ،خصائل جمیلہ اور اسوۂ حسنہ کا انکار بھی کہلائے گا۔ اس انکار کے بعد پورا دین ریاکاری بن جاتا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایسا فرمانبردار اور سعید بنائے جس طرح اپنے دوستوں کو بنایا ہے اور اللہ کے لیے اللہ کے ان دوستوں، ولیوں اور حق شناس صوفیوں کے ساتھ حق وانصاف کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا۔ دعویٰ کم کرنا اور اہل اللہ سے حسن اعتقاد رکھنا۔

☆☆☆

فصل نمبر 45:

ادب

آنکھ کا ادب: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ماذاغ البصر وما طغی))

''نہ تو آنکھ کسی طرف پھری اور نہ ہی حد سے بڑھی۔'' (سورۃ النجم، آیت نمبر:۱۷)

اپنے آپ اور اپنے گھر والوں کو جہنم سے بچانا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((قوا انفسکم واھلیکم نارا))

''بچاؤ اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو جہنم سے۔'' (سورۃ التحریم، آیت نمبر:۶)

سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں:

((فقھو ھم وادبوھم))

''ان کو سمجھدار اور باادب بناؤ۔''

بچے کے حقوق: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((حق الولد علی والدہ ان یحسن اسمہ ویحسن مرضعہ ، ویحسن ادبہ))

''والد پر بچے کا یہ حق ہے کہ والد اس کا اچھا نام رکھے اور اسے اچھی عورت کا دودھ پلائے اور اس کی اچھی تربیت کرے۔'' (اتحاف السادۃ المتقین، جلد نمبر۶، صفحہ ۳۱۸، ۳۱۷)

امر و نہی کا علم: سیدنا سعید بن میتب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

''جو آدمی اللہ تعالیٰ کے حقوق کو نہ پہچانے اور جو اللہ کے امر اور نہی کے حوالے سے تربیت حاصل نہ کرے وہ ادب سے کنارہ کش ہے۔''

رسول اللہ کا ادب سیکھنا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((ان اللہ عز و جل ادبنی احسن تادیبی))

''بلاشبہ اللہ عزوجل نے مجھے بہت اچھا ادب سکھایا۔'' (کنزالعمال، حدیث نمبر:۱۸۶۷۳)

اچھے خصائل کا مجموعہ: تمام اچھے خصائل کے مجموعے کا نام ادب ہے۔

ادیب و مأدبہ: پس ادیب وہ ہوتا ہے جس میں اچھے خصائل جمع ہوں، اسی سے لفظ مادبہ بنا ہے جس کا معنی ہے کھانے کے لیے اجتماع۔

عبادت میں ادب: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''بندہ عبادت کے سبب جنت تک پہنچ جاتا ہے اور عبادت میں ادب کے ذریعے اللہ تک پہنچتا ہے۔''

نماز کا ادب: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''میں نے ایک آدمی کو ملاحظہ کیا جو نماز ادا کر رہا تھا۔ اسی دوران اس نے اپنا ہاتھ ناک تک لے جانا چاہتا تھا تاکہ جو اسے صاف کرے لیکن اس نے (ادب کی وجہ سے) اپنے ہاتھ کو پکڑ لیا۔''

شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ نے اس قول میں اپنی طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ انسان کے لئے یہ بات ممکن نہیں کہ وہ کسی دوسرے کے بارے میں یہ بات جان لے کہ اس نے اپنا ہاتھ پکڑ لیا۔

ٹیک نہ لگانا: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کسی چیز کا سہارا نہیں لیتے تھے۔ آپ ایک روز اجتماع میں تھے میں (مصنف کتاب امام قشیری علیہ الرحمۃ) نے ان کی پیٹھ کے پیچھے تکیہ رکھنے کا ارادہ کیا کیونکہ میں نے دیکھا کہ انہوں نے کسی چیز کا سہارا نہیں لیا۔ جب انہوں نے یہ دیکھا تو فوراً تکیے سے الگ ہو گئے۔ میں نے خیال کیا کہ شاید آپ تکیے سے اس لیے ہٹے ہیں کہ اس کے اوپر کوئی کپڑا یا جائے نماز ہے۔ آپ نے خود ہی فرمایا:

''میں تکیے کا سہارا نہیں لینا چاہتا۔''

کس کے پاس ادب ہے اور کس کے پاس نہیں: شیخ جلاجلی بصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''توحید واجب کرنے والی ہے اور یہ ایمان کو واجب کرتی ہے۔ پس جس کے پاس ایمان نہیں اس کے پاس توحید نہیں۔ ایمان بھی واجب کرنے والا ہے اور یہ شریعت کو واجب کرتا ہے۔ پس جس کے پاس شریعت نہیں اس کے پاس ایمان اور توحید نہیں۔ پھر شریعت بھی واجب کرنیوالی ہے اور یہ ادب کو واجب کرتی ہے۔ پس جس کے پاس ادب نہیں اس کے پاس شریعت، ایمان اور توحید کچھ بھی نہیں۔''

سری اور جہری حالتیں: شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اعمال حسنہ کے ساتھ مداومت اختیار کرنے کا نام ادب ہے۔''

سوال کیا گیا:

''آپ کا مطلب کیا ہے؟''

آپ نے فرمایا:

''تم سری اور جہری دونوں حالتوں میں اللہ کے ساتھ ادب کا معاملہ اختیار کرو۔ پس جب تم ایسا کرو گے تو تم ادیب (بہت زیادہ باادب) کہلاؤ گے، اگرچہ تم عجمی ہو۔''

پھر شیخ نے یہ شعر پڑھا:

اذا نطقت جاء ت بکل ملاحة
وان سکتت جاء ت بکل ملیح

''جب وہ گفتگو کرتی ہے تو عمدہ گفتگو کرتی ہے اور جب وہ خاموش رہتی ہے تو تب بھی مٹھاس ظاہر کرتی ہے۔''

بیس برس سے پاؤں نہیں پھیلائے: شیخ عبداللہ جریری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''مجھے خلوت اختیار کیے بیس برس ہو گئے، لیکن آج تک میں نے خلوت میں بھی اپنے پاؤں نہیں پھیلائے، کیونکہ اللہ کے ساتھ حسن ادب سب سے زیادہ بہتر ہے۔''

بادشاہ کی صحبت اور ادب: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''ادب کا لحاظ کیے بغیر بادشاہ کی صحبت میں بیٹھنے والا جہالت کے سبب قتل کر دیا جائے گا۔

اللہ کے قریب کرنے والے آداب: حضرت ابن سیرین علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''کون سے آداب بندے کو اللہ کا قرب بخشتے ہیں۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''اللہ کی ربوبیت کو جاننا، اس کی فرمانبرداری کرنا، خوشی کی حالت میں اس کا شکر ادا کرنا اور مصیبت میں صبر کرنا۔''

عارف کا ترک ادب: شیخ یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''صاحب معرفت جب اللہ کے ساتھ ادب کو ترک کر دے تو وہ ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہو جاتا ہے۔''

بندے کی ناکامی: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''بندے کو تب دھتکارا جاتا ہے جب وہ ادب کو ترک کر دیتا ہے۔ جو بندہ بساط ادب پر بے ادبی کرتا ہے اس کو دروازے کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور جو دروازے پر بے ادبی کرتا ہے وہ جانوروں کی دیکھ بھال پر مقرر کیا جاتا ہے۔''

بہترین ادب: شیخ حسن بصری علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''لوگ آداب کے حصول میں زیادہ رغبت رکھتے ہیں تو ان میں سے کون سا علم دنیا اور آخرت میں نفع بخش ہے۔؟''

شیخ نے فرمایا:

((التفقه في الدين الزهد في الدنيا والمعرفة بما الله عزوجل عليك))

''دین میں تفقہ، دنیا سے زہد اور اس بات کی پہچان کرنا کہ اللہ کا تجھ پر کیا حق ہے۔''

آداب الٰہی کا خیال رکھنے والا: شیخ یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جو بندہ آداب الٰہی کا خیال رکھتا ہے وہ ان لوگوں میں سے ہو جاتا ہے جو اللہ سے محبت کرتے ہیں۔''

آداب الٰہی پر صبر: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''صوفیاء نے احکام الٰہی پر عمل پیرا رہنے کیلئے اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی اور انہوں نے آداب الٰہی پر صبر کیا۔''

ادب کی محتاجی: شیخ عبداللہ ابن مبارک علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''ہم زیادہ علم کے مقابلے میں تھوڑے ادب کے زیادہ محتاج ہیں۔''

ادب سکھانے والے ناپید: شیخ عبداللہ ابن مبارک علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''ہم ادب اس وقت طلب کر رہے ہیں جبکہ ادب سکھانے والے نہیں رہے۔''

تین خصائل: منقول ہے کہ تین خصائل انسان کو اجنبی نہیں بننے دیتے۔ پہلی خصلت: شکوک وشبہات سے اجتناب۔ دوسری خصلت: اچھا ادب۔ تیسری خصلت: ایذا رسانی سے باز رہنا۔''

ادب کے بارے میں اشعار: شیخ ابو عبداللہ مغربی علیہ الرحمۃ کے یہ اشعار اسی مفہوم کی عکاسی کرتے ہیں:

یزین الغریب اذا ما اغترب
ثلاث فمنهن حسن الادب
وثانيه حسن اخلاقه
وثالثه اجتناب الريب

''مسافر کے لیے تین چیزیں باعث زینت ہوتی ہیں جب وہ سفر پر نکلتا ہے۔ پس ان میں سے ایک حسن ادب ہے، دوسری حسن اخلاق اور تیسری شکوک وشبہات سے اجتناب۔''

ظاہری حسن ادب: شیخ ابو حفص علیہ الرحمۃ جب بغداد تشریف لائے تو سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے ان سے فرمایا:

''آپ نے اپنے ارادت مندوں کو کیا شاہی آداب سکھا رکھے ہیں۔؟''
شیخ ابوحفص علیہ الرحمۃ نے جوابا کہا:
''ظاہری حسن ادب باطنی حسن ادب کا آئینہ دار ہوتا ہے۔''
شیخ عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''صاحب معرفت کیلئے ادب اس طرح ضروری ہے جس طرح مبتدی کیلئے توبہ۔''
صوفی بے ادب نہیں ہوتا: شیخ منصور بن خلف مغربی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''ایک صوفی کو بے ادب کہا گیا تو اس نے کہا: میں تو بے ادب نہیں ہوں۔ کہا گیا: آپ کو ادب کس نے سکھایا؟ اس نے جواب دیا: صوفیاء نے۔''

ادب کے اعتبار سے تین طبقات: شیخ ابونصر طوسی سراج علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''ادب کے اعتبار سے لوگوں کے تین طبقات ہیں۔ پہلا طبقہ اہل ادب ہیں اور ان کا زیادہ ادب فصاحت و بلاغت، علوم، بادشاہوں کے نام اور عربی اشعار کو یاد کرنا ہے۔ دوسرا طبقہ اہل دین ہے اور ان کا اکثر ادب ریاضت نفس، اعضاء کی تادیب، حدود کی حفاظت اور شہوات کو ترک کرنا ہے۔ تیسرا طبقہ: خاص لوگ ہیں۔ ان کا اکثر ادب قلوب کی کی طہارت، اسرار کا خیال رکھنا، وعدوں کو پورا کرنا، وقت کی حفاظت، قلبی خیالات کی طرف کم توجہ دینا، طلب کے مقامات، حاضری کے اوقات اور قرب کے مقامات میں حسن ادب ہے۔''

نفس کا ادب کے ساتھ مغلوب ہونا: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''وہی آدمی اخلاص کے ساتھ عبادت کرتا ہے جس کا نفس ادب کے ساتھ مغلوب رہتا ہے۔''
ادب کا کمال: منقول ہے کہ ادب کا کمال فقط انبیاء کرام اور صدیقین کو خالصتاً حاصل ہوتا ہے۔
معرفت نفس: شیخ عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''ادب کے بارے میں لوگوں کے مختلف اور بے شمار اقوال ہیں۔ ہم کہتے ہیں ادب معرفت نفس کا نام ہے۔''
اللہ کے ساتھ گفتگو: شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''اللہ کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے شرم و حیاء کو ترک کر دینا بے ادبی ہے۔''
صاحب معرفت کا ادب: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''صاحب معرفت (عارف) کا ادب ہر ادب سے اوپر ہوتا ہے، کیونکہ معروف ذات (اللہ) اس کے قلب کو ادب سکھاتا ہے۔''
ادب اور ہلاکت: ایک صوفی کا قول ہے:
''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس بندے کو میں اپنے اسماء اور صفات پر غور و فکر میں لگا دیتا ہوں اسے میں نے ادب کا بھی حکم دیا ہے اور جس کے لئے میں نے اپنی ذات کی حقیقت کھول دی اس کے لئے میں نے ہلاکت کو لازم کر دیا۔ پس تم ان دونوں میں سے جس کو چاہو اختیار کرو، ادب کو یا ہلاکت کو؟''

اہل ادب کے درمیان ادب کو ترک کرنا: ایک روز شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ نے اپنے مصاحبوں کی موجودگی میں پاؤں پھیلا دیئے اور فرمایا:
((ترك الادب بين اهل الادب ادب))

''ادب کو اہل ادب کے درمیان ترک کرنا بھی ایک ادب ہے۔''

شیخ ابن عطا کے اس قول کی تائید حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ موجود تھے کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران پر کپڑوں کو سمیٹ لیا اور اسے ڈھانپ لیا اور فرمایا:

(الا استحي من رجل تستحي منه الملائكة)

''میں اس سے حیا کیوں نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔''

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل عثمان بن عفان، رقم الحدیث: ۲۴۰۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے آگاہ فرمایا کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بڑا احترام ہے لیکن جو حالت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی اس میں زیادہ بے تکلفی ہے۔

ادب کو ترک کرنے کے بارے میں اشعار: یہ اشعار اسی مفہوم کو بیان کرتے ہیں:

في انقباض و حشمة فاذا

جالست اهل الوفاء والكرم

ارسلت نفسي على سجيتها

وقلت ما قلت غير محتشم

''مجھ میں انقباض (کھچاؤ) اور حشمت پائی جاتی ہے، پس جب میں اہل وفا و کرم کے ساتھ بیٹھتا ہوں تو اپنے نفس کو چھوڑ دیتا ہوں اس کی طبیعت پر اور میں کہتا ہوں جو میں کہتا ہوں بے دھڑک۔''

سچی محبت: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جب سچی محبت ہو تو شرائط ادب ساقط ہو جاتی ہیں۔''

محبت اور ادب: شیخ ابو عثمان سعید بن سلام مغربی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''سچی محبت پر ادب اور زیادہ ضروری ہو جاتا ہے۔''

غلبہ احوال اور ادب: شیخ ابو الحسین نوری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اس آدمی کی حالت پر اللہ ناراض ہوتا ہے جو احوال کے غلبہ کے وقت ادب کا خیال نہیں رکھتا۔''

بے ادب مرید: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''مرید اگر ادب سے باہر نکل جائے تو جہاں سے اس نے ابتداء کی تھی وہیں پہنچ جاتا ہے۔''

آداب خطاب: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((اني مسني الضر وانت ارحم الراحمين))

(حضرت ایوب نے عرض کیا: اے میرے رب!) بے شک مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔'' (سورۃ الانبیاء، آیت نمبر: ۸۳)

شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''حضرت ایوب علیہ السلام نے آداب خطاب کا خیال کرتے ہوئے ''ارحمني'' (اے اللہ! مجھ پر رحم فرما) نہیں کہا۔ اسی طرح

حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے جب عرض کیا:

((ان تعذبهم فانهم عبادك))

''اے اللہ! اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں۔'' (سورۃ المائدہ، آیت نمبر: ۱۱۸)

نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام روز قیامت عرض کریں گے:

((ان كنت قلته فقد علمته))

''اگر میں نے اس طرح کی بات کہی ہوتی تو تو ضرور جانتا ہوتا۔'' (سورۃ المائدہ، آیت نمبر: ۱۱۶)

آپ نے ادب کا خیال رکھتے ہوئے یہ نہیں کہا:

((لم اقل))

''اے اللہ! میں نے ایسا نہیں کہا تھا۔''

ایک مرد صالح اور دعوت: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک مرد صالح جمعہ کے روز میرے پاس آیا اور کہنے لگا:

''میرے ساتھ اپنا فقیر بھیج دیں جو مجھے خوش رکھے اور میرے ساتھ کچھ کھائے۔''

میں نے ادھر ادھر دیکھا تو ایک فقیر موجود تھا جسے میں نے فاقہ کی حالت میں دیکھا۔ میں نے اس کو بلا کر کہا:

''اس شیخ کے ساتھ جاؤ اور اسے خوش کرو۔''

تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ وہ آدمی واپس آ گیا اور کہنے لگا:

''اے ابو القاسم! اس فقیر نے تو ایک لقمہ کھایا اور چلا گیا۔''

میں نے کہا:

''شاید تم نے کوئی سخت کلمہ کہا ہوگا۔''

اس نے کہا:

''میں نے کچھ نہیں کہا۔''

شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے ادھر ادھر دیکھا تو وہ فقیر وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس سے کہا:

''تم نے اس کو خوش کیوں نہ کیا۔؟''

اس نے کہا:

''اے میرے آقا! میں کوفہ سے نکل کر بغداد آیا اور میں نے کچھ نہ کھایا تھا اور میں نہیں چاہتا تھا کہ فاقہ کی وجہ سے آپ کی موجودگی میں کوئی بے ادبی ہو جائے۔ جب آپ نے خود مجھے بلایا تو میں خوش ہو گیا کہ اس کی ابتداء آپ کی طرف سے ہوئی۔ میں چلا گیا حالانکہ میں اپنے فاقہ کے بدلے جنت پر بھی راضی نہ تھا۔ جب میں اس کے دستر خوان پر بیٹھا تو اس نے میرے لیے ایک لقمہ بنا کر کہا: کھاؤ۔ یقیناً یہ لقمہ میرے لیے دس ہزار درہم سے زیادہ پسندیدہ تھا لیکن جب میں نے اس سے یہ الفاظ سنے تو میں سمجھ گیا کہ وہ کم ہمت انسان ہے، اس لیے میں نے اس کے ساتھ کھانا کھانے سے اجتناب کیا۔''

سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''میں نے تو پہلے ہی (اس سے) کہا کہ تم نے اس کے ساتھ بے ادبی کی ہوگی۔''

اس آدمی نے عرض کیا:
''اے ابوالقاسم! میں توبہ کرتا ہوں۔''
چنانچہ شیخ جنید نے اس فقیر سے فرمایا:
''اس کے ساتھ جاؤ اور اسے خوش کرو۔''

اضافہ از مترجم:

حدیث نمبر 1: "حدثنا احم بن منیع وسعید بن عبدالرحمن المخزومی وغیر واحدقالوا حدثنا سفین بن عیینة عن الزهری عن عبید الله عن عبدالله بن عباس عن عمر ابن الخطاب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تطرونی كما اطرت النصاریٰ عیسیٰ ابن مریم انما انا عبدالله فقولوا عبدالله ورسوله"

''حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ میری تعریف میں ایسا مبالغہ مت کرو جیسا نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا تھا' میں تو عبداللہ ہوں پس تم بھی کہو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔''

حدیث نمبر 2: "حدثنا علی بن حجر حدثنا سوید بن عبدالعزیز عن حمید عن انس بن مالك ان امرأة جاء ت الی النبی صلی الله علیه وسلم فقالت ان لی الیك حاجة فقال اجلسی فی ای طریق المدینة شئت اجلس الیك"

''حضرت انس بن مالک سے روایت ہے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک عورت حاضر ہوئی اس نے عرض کیا کہ آپ کے ساتھ ایک کام ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا شہر کے کسی راستہ پر بیٹھ جائیں وہاں بیٹھ کر تیری بات سنوں گا۔''

حدیث نمبر 3: "حدثنا علی بن حجر حدثنا علی بن مسهر عن مسلم الاعور عن انس بن مالك قال كان رسول الله صلی الله علیه وسلم یعود المریض ویشهد الجنازة ویركب الحمار ویجیب دعوة العبد وكان یوم بنی قریظة علی حمار مخطوم بحبل من لیف علیه اكاف من لیف"

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بیماروں کی بیمار پرسی فرماتے تھے' جنازے میں شریک ہوتے تھے' گدھے پر سواری فرمالیتے تھے' ہر آدمی کی دعوت قبول فرماتے بنی قریظہ کی لڑائی میں آپ ایک ایسے گدھے پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کے پٹھوں کی تھی اور کاٹھی بھی اسی کی تھی۔''

حدیث نمبر 4: "حدثنا واصل بن عبدالاعلیٰ الكوفی حدثنا محمد بن فضیل عن الاعمش عن انس بن مالك قال كان رسول الله صلی الله علیه وسلم یدعی الی خبز الشعیر والاهالة السنخة فیجیب ولقد كانت له درع عندیهودی فما وجد مایفكها حتی مات"

''حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جو بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کی روٹی اور کئی دن کی باسی پرانی چکنائی کی دعوت دیتا تو قبول فرمالیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زرہ یہودی کے پاس تھی وصال مبارک تک رقم نہ ہونے کی وجہ سے اسے یہودی سے نہ چھڑا سکے۔''

حدیث نمبر 5: "حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابو دائود الحضری عن سفین عن الربیع بن صبیح عن یزید بن ابان عن انس بن مالک قال حج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی رحل رث علیہ قطیفة لاتکساوی اربعة دراهم فقال اللهم اجعله حجالا ریآء فیه و لاسمعة"

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرمایا' اس حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بوسیدہ اور پھٹے پرانے پالان پر سوار تھے' اس پر ایک چادر تھی جو کہ چار درہم کی قیمت کے برابر بھی نہ تھی' اور یہ دعا فرمار ہے تھے اے اللہ! اس حج کو ایسا حج بنانا جس میں نہ کو دکھاوا ہو اور نہ ہی شہرت۔"

حدیث نمبر 6: "حدثنا عبداللہ بن عبدالرحمان حدثنا عفان حدثنا حماد بن سلمة عن حمید عن انس قال لم یکن شخص احب الیهم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وکانوا اذاراوہ لم یقوموا المایعلمون من کراهیة لذالك"

"جناب انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب کوئی دوسرا شخص نہیں تھا' وہ فرماتے ہیں کہ باوجود اس کے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کھڑے نہ ہوتے کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند نہیں تھا۔"

حدیث نمبر 7: "حدثنا سفین بن وکیع حدثنا جمیع بن عمیر بن عبدالرحمن العجلی حدثنی رجل من بنی تمیم من ولدابی هالة زوج خدیجة یکنی اباعبداللہ عن ابنا بی هالة عن الحسن بن علی رضی اللہ عنهما قال سئلت خالی هند بن ابی هالة وکان وصافا عن حلیة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا اشتهی ان یصف لی منها شیئا فقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخما مفخما یتلاء لاوجهه تلالئوا القمر لیلة البدر فذکر الحدیث بطوله قال الحسن فکتمتها الحسین زمانا ثم حدثته فوجدته قد سبقنی الیه فساله عما سالته عنه ووجدته قدسال اباه عن مدخله وعن فخرجه وشکله فلم یدع منه شیئا قال الحسین فسالت ابی عن دخول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال کان اذا اوی الی منزله جزاء دخوله الثلاثة اجزاء جزء للہ وجزء لاهله وکزء لنفسه ثم جزء جزء ہ بینه وبین الناس فیردذالك بالخاصة علیٰ العامة ولایدخرعنهم شیئا وکان من سیرته فی جزء الامة ایثار اهل الفضل باذنه قسمه علی قدر فضلهم فی الدین فمنهم ذوالحاجة ومنهم ذوالحاجتین ومنهم ذوالحوائج فیتشاغل بهم ویشغکهم فیما یصلهم والامة من مسئلتهم عنه اخبارهم بالذٰ ینبغی لهم ویقول لیبلغ الشاهد منکما الغائب وابلغونی حاجة من لایستطیع ابلاغها فانه من ابلغ سلطانا حاجة من لایستطیع ابلاغها ثبت اللہ قدمیه یوم القیمة ولایذکر عنده الا ذلك ولایقبل من احد غیره یدخلون روادا ولایفترقون الا عدواق ویخرجون ادلة یعنی علہ الخیر قال ثالته عن مخرجه کیف کان یصنع فیه قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخزن لسانه الا فیما یعنیه ویولفهم ولاینفرهم ویکرم کریم کل قوم ویولیه علیهم ویحذر الناس ویحترس منهم من غیر ان یطوی علی احد منه بشره ولاخلقه ویتفقدااصحابه ویسئل الناس عمافی الناس ویحسن الحسن ویقویه ویقبح القبیح معتدل

الامر غير مختلف ولا يغفل مخافة ان يغفلوا ويميلوا لكل حال عنده عاد لايقصر عن الحق ولا يجاوزه الذين يلونه من الناس خيارهم افضلهم عنده اعمهم نصيحة واعظمهم عنده منزلة احسنهم مواساة وموازرة قال فسئلته عن مجلسه فقال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لايقوم ولا يجلس الا على ذكر واذاانتهىٰ الى قوم جلس حيث ينتهي به المجلس ويامر بذالك يعطي كل جلسا به بنصيبه لا يحسب جليسه ان احدااكرم عليه منه من جالسه اوفاوضه في حاجة صابره حتى يكون هو المنصرف ومن ساله حاجة لم يرده الا بها اوبميسور من القول قدوسع الناس بسطه وخلقه فصار لهم ابا وصاروا عنده في الحق سواء مجلسه مجلس علم وحياء وصبرواماتة لاترفع فيه الاصوات ولاتوبن فيه الحرم ولاتنثىٰ فلتاته متعادلين يتفاضون فيه بالتقوىٰ متواضعين يوقرون فيه الكبير ويرحمون فيه الصغير ويوثرون ذاالحاجة ويحفظون الغريب"

''حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے دریافت کیا اور وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک کا بیان بہت فرمایا کرتے تھے اور مجھے اس کی بہت ہی خواہش ہوتی کہ میرے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی اوصاف بیان کرے تو انہوں نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود شاندار تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی شان والے تھے۔ آنحضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ انور چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔ امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک عرصہ تک میں نے اس حدیث کو امام حسن علیہ السلام سے بیان نہیں کیا۔ پھر جب میں نے یہ حدیث اسے بیان کی تو میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھ پر اس کے جاننے میں سبقت لے گئے ہیں' اور دریافت کر چکے تھے جس کے متعلق میں نے پوچھا تھا نیز امام حسن علیہ السلام نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے جانے اور باہر تشریف لانے اور آپ کے طور وطریقہ کے متعلق دریافت کر چکے تھے اور اس بارے میں ان سے کوئی شے نہیں رہ گئی تھی۔ جناب امام حسن علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے باپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مبارک میں تشریف لے جانے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر مبارک تشریف لے جاتے تو اپنے اوقات کو تین حصوں میں بانٹ دیتے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے' ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لئے' اور ایک حصہ اپنے لئے۔ پھر وہ حصہ جو اپنے لئے مخصوص فرماتے اسے دو حصوں میں بانٹ دیتے' کچھ اپنے لئے اور کچھ لوگوں کے لئے' لوگوں کے حصہ میں خواص کو عوام پر ترجیح دیتے' اور ان سے کوئی چیز چھپا کر نہ رکھتے۔ اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ سے تھا کہ اجازت کے ساتھ اہل فضل کو ترجیح دیتے اور اس وقت بھی فضل دینی کے اعتبار سے تقسیم فرمالیتے۔ بعض ایک ضرورت والے ہوتے' اور بعض دو ضرورتوں والے ہوتے' اور بعض زیادہ ضرورتوں والے ہوتے' پس اپنے آپ کو ان کے ساتھ مشغول رکھتے۔ ان تمام امور میں جس سے ان کی اصلاح ہوتی اور امت کی اصلاح ہوتی' اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ایسی چیزوں کی خبر دیتے جو کہ ان کے لئے ضروری ہوتیں۔ اور فرماتے چاہئے کہ موجود صاحبان ان لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں' یہ احکام پہنچا دیں۔ اور فرماتے کہ جو مجھ تک پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتا اس کی ضرورت مجھے پہنچاؤ۔ پس بیشک جو امیر تک کسی ایسے شخص کی ضرورت پہنچائے جو خود نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ثابت قدم رکھے گا' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایسی ہی باتیں ہوتی تھیں اور کسی ایک سے سوائے ان باتوں کے اور کچھ قبول نہ فرماتے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایسی ہی باتیں ہوتی تھیں اور کسی ایک کے سوائے ان باتوں کے اور کچھ قبول نہ فرماتے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اپنی حاجتیں لے کر داخل ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

مجلس مبارک سے کچھ چکھنے کے بغیر نہیں جدا ہوتے تھے۔ اور وہاں سے نکلتے تو لوگوں کو دلالت کرنے والے ہوتے خیر کی۔ امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مبارک سے باہر قدم رنجہ فرمانے کے بعد کیسے بسر ہوتا تھا۔ امیر المومنین نے فرمایا فضول باتوں سے اپنی زبان مبارک کو محفوظ رکھتے تھے' اور ان کی تالیف قلوب فرماتے' انہیں اپنے سے مانوس کرتے' اور قوم کے سردار کی تکریم فرماتے اور اسی کو ان پر امیر فرماتے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انہیں ڈراتے۔ اور لوگوں میں جو واقعات ہوتے ان کو دریافت فرماتے اور ہر نیک بات کی تحسین فرماتے اور اس اچھی بات کو مزید تقویت عطا فرماتے' اور بری بات کی برائی بیان فرماتے اور اس کو زائل فرماتے' اور ہر کام میں میانہ روی اختیار فرماتے نہ کہ متلون اور جلد باز تھے اور کسی وقت بھی مخلوق خدا کی اصلاح سے غافل نہ ہوتے کہ کہیں وہ لوگ امور دین سے غافل نہ ہو جائیں اور کسی دوسرے طرف مائل نہ ہو جائیں' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہر کام کے لئے باقاعدہ انتظام ہوتا تھا اور حق کے ارشاد فرمانے میں کوتاہی نہیں کرتے تھے اور نہ ہی حد سے بڑھ جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی افراد انتہائی بہترین افراد ہوتے۔ آپ کے نزدیک صاحب فضیلت وہ ہوتا جو کہ از روئے نصیحت کرنے کے ہر ایک کی بھلائی چاہتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بڑے مرتبے والا وہ ہوتا ہے جو کہ مخلوق خدا کی غمگساری اور مدد میں زیادہ حصہ لیتا۔ امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پھر میں نے لوگوں میں بیٹھنے کے متعلق ان سے پوچھا تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھتے بیٹھتے ذکر الٰہی کرتے اور جب کسی مجلس میں تشریف لے جاتے تو جس جگہ اس مجلس میں جگہ ملتی وہاں بیٹھ جاتے اور اس بات کا حکم بھی فرماتے اور حاضرین مجلس میں سے ہر ایک کو اس کا حصہ عطا فرماتے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مبارک میں ہر ایک بیٹھنے والا یہی سمجھتا کہ کوئی ایک اس سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بزرگ نہیں ہے۔ جو شخص کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھتا یا اپنی کوئی ضرورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیان کرتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے حوصلہ کے ساتھ تشریف فرما رہتے یہاں تک کہ وہ شخص خود اُٹھ کر چلا جاتا' اور جو شخص اپنی کسی ضرورت کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگتا تو آپ اسے نامراد نہ لوٹاتے۔ اگر وہ چیز میسر نہ ہوتی تو نہایت ہی معقول طریقہ پر عذر فرما دیتے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خندہ روئی اور اخلاق کریمانہ ہر ایک کو احاطہ کئے ہوئے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کے لئے باپ کی طرح ہو گئے تھے۔ حقوق کے لحاظ سے تمام لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک میں برابر تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارک علم حیا' صبر اور امانت کا مرقع ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں کوئی بھی اونچی آواز نہ کرتا اور نہ ہی کسی کی بے حرمتی کر جاتی' کسی کی لغزشوں کو شہرت نہ دی جاتی۔ سب لوگ برابر جانے جاتے باہم ایک دوسرے پر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک فضیلت تقویٰ کی بنیاد پر ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں بڑی عمر والے کی توقیر کی جاتی اور مجلس پاک میں چھوٹی عمر والوں پر شفقت کی جاتی۔ باہم ضرورتمندوں کو ترجیح دیتے مسافر کی رعایت کرتے۔"

حدیث نمبر 8: "حدثنا محمد بن عبداللہ بن بزیع حدثنا بشر بن المفضل حدثنا سعید عن قتادة عن انس بن مالک قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لو اهدی الی کراع لقبلت ولو دعیت علیه لاجبت"

"جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے بکری کے پائے کا بھی ہدیہ بھیجا جائے تو میں اسے قبول کر لوں گا۔ اگر مجھے اس کی دعوت پر بلایا جائے تو ضرور اس بلاوے کو منظور کر لوں گا۔"

حدیث نمبر 9: "حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمن حدثنا سفین عن محمد ابن المنکدر عن جابر قال جاء نی رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس براکب بحل ولا بر ذون"

''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو خچر یا ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوتے تھے۔''

حدیث نمبر 10: ''حدثنا عبداللہ بن عبدالرحمن حدثنا ابو نعیم انبانا یحییٰ بن ابی الھیثم العطار قال سمعت یوسف بن عبداللہ بن سلام قال سمانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوسف اقعدنی فی حجرہ ومسح علی رأسی''

''حضرت یحییٰ بن ابی الھیثم العطار فرماتے ہیں کہ میں نے یوسف بن عبداللہ بن سلام سے سنا اُس نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام یوسف رکھا اور میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔''

حدیث نمبر 11: ''حدثنا اسحق بن منصور حدثنا ابو دائود الطیالسی حدثنا الربیع وھو ابن صبیح حدثنا یزید الرقاشی عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج علی رحل رث وقطیفة کنا نری ثمنہا اربعة دراھم فلما استوت بہ راحلتہ قال لبیک بحجة لاسمعة فیھا ولاریآء''

''جناب انس بن مالک سے روایت ہے یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پرانے پالان پر حج کیا' اور اس ایک کمبلی حاشیہ والی پڑی ہوئی تھی جس کی قیمت کا اندازہ ہماری نظروں میں چار درہم کے قریب تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر سوار ہوئے تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے اللہ تبارک وتعالیٰ میں حج کے لئے تیرے حضور میں کھڑا ہوں ایسے حج کیلئے کہ جس میں لوگوں کو نہ سنانا مقصود ہے اور نہ ہی دکھاوا۔''

حدیث نمبر 12: ''حدثنا اسحق حدثنا عبدالرزاق حدثنا معمر عن ثابت البنانی وعاصم الاحول عن انس بن مالک ان رجلا خیاطا دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقرب لہ ثریدا علیہ دبآء وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاخذ الدباء وکان یحب الدبآء قال ثابت فسمعت انسایقول فما صنع لی طعام اقدر ان یصنع فیہ دبآء الا صنع''

''جناب انس بن مالک سے روایت ہے یہ کہ ایک درزی نے سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ثرید پیش کی گئی اس پر کدو کے ٹکڑے بہت پسند تھے۔ ثابت فرماتے ہیں کہ میں نے جناب انس سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ اس کے بعد سے میرے لئے کوئی کھانا تیار نہیں کیا گیا' جس میں کدو ڈلوانے کی طاقت ہو اور اس میں کدو نہ ڈالا گیا ہو۔''

حدیث نمبر 13: ''حدثنا علی بن حجر حدثنا علی بن مسھر عن ھشام بن عروة عن ابیہ عن عائشة قالت انما کان فراش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینام علیہ من ادم حشوہ لیف''

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ سوائے اس کے نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک جس پر سوتے تھے چمڑے کا ہوتا تھا۔ جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔''

حدیث نمبر 14: ''حدثنا ابوالخطاب زیاد بن یحییٰ البصری حدثنا عبداللہ بن میمون حدثنا جعفر بن محمد عن ابیہ قال سئلت عائشة ماکان فراش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتک قالت من ادم حشوہ من لیف وسئلت حفصة ماکان فراش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتک

قالت مسحا نثنیه ثنیتین فینام علیه فلما کان ذات لیلة قلت لوثنیة اربع ثنیات کان اوطاله فثیناه باربع ثنیات فلما اصبح قال ما فرشتمولی اللیلة قالت قلنا هو فراشك الا انا ثنیناه باربع ثنیات قلنا هو اوطالك قال ردوه لحالته الاولیٰ فانه منعتنی وطاته صلوٰتی اللیلة"

"امام محمد باقر سے روایت ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا۔ انہوں نے فرمایا چمڑہ کا تھا بھرا ہوا تھا کھجور کی چھال سے اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی پوچھا گیا کہ آپ کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا۔ انہوں نے فرمایا ایک ٹاٹ تھا جس کو دہرا کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے ہم بچھا دیتے تھے جس پر آپ سو جاتے۔ پھر ایک رات میں نے یہ کہا کہ اگر اس ٹاٹ کو میں چار تہہ کر دوں تو زیادہ نرم ہو جائے گا' میں نے اسے چار تہہ کر کے بچھا دیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو اُٹھے تو فرمایا تم نے رات کو میرے لئے بستر بچھایا تھا۔ انہوں نے عرض کیا یہ آنجناب کا ہی بستر تھا مگر میں نے اسے چار تہہ کر دیا تھا تا کہ آپ کے لئے نرم ہو جائے۔ ارشاد فرمایا اسے پہلی ہی حالت پر لوٹا دو' پس اس کی نرمی میری رات کی نماز میں روک بن رہی تھی۔"

☆☆☆

فصل نمبر 46:

صوفیاء کے سفر کے احکام

خشکی اور تری کا سفر: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((هو الذی یسر کم فی البر والبحر))

"اللہ وہی ہے جو تمہیں سیر کراتا ہے خشکی اور سمندر میں۔" (سورۃ الیونس، آیت نمبر:۲۲)

سفر کی مسنون دعائیں: علی الازدی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے لئے جاتے وقت اونٹ پر بیٹھتے اور تین بار تکبیر کہتے۔ پھر یہ دعا پڑھتے:

((سبحان الذی سخرلنا هذا وما کنا له مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون))

(سورۃ الزخرف، آیت نمبر:۱۳)

"وہ ذات پاک ہے جس نے اسے ہمارے لیے مسخر کردیا اور نہیں تھے ہم طاقت رکھتے اسے قابو کرنے کی اور بے شک ہم کو اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے۔"

یہ دعا پڑھنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرض کرتے:

((اللهم انا نسالك فی سفرنا هذا البر والتقوی، ومن العمل ما ترضی، وهون علینا سفرنا، اللهم انت الصاحب فی السفر والخلیفة فی الاهل والمال، اللهم انی اعوذبك من وعثاء السفر، وكابة المنقلب، وسوء المنظر فی المال والاهل))

"اے اللہ! ہم تجھ سے اس سفر میں نیکی اور تقویٰ اور ایسے عمل کا سوال کرتے ہیں جس سے تو راضی ہو جائے۔ ہم پر سفر آسان بنا دے۔ اے اللہ! یقیناً تو سفر میں ساتھی ہے اور اہل و مال میں نگران۔ اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں تیری سفر کی تکالیف اور واپسی کے اندر اور مال اور اہل میں برے منظر سے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس پلٹتے تو بھی یہی الفاظ کہتے اور اس دعا پر ان الفاظ کا اضافہ کرتے:

((ایبون تائبون لربنا حامدون))

"ہم واپس پلٹنے والے اور تائب ہونے والے اپنے رب کی حمد و ثناء بیان کرتے ہیں۔"

(صحیح مسلم، حدیث نمبر ۱۳۴۲) (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر:۲۵۹۹)

صوفیاء کے ہاں سفر کی اہمیت: ہم نے صوفیاء کے سفر کے بارے میں ایک الگ باب اس لیے بیان کیا کہ جماعت صوفیاء میں سے اکثر کی یہی رائے ہے کہ سفر اختیار کرنا چاہئے۔ صوفیاء کے ہاں سفر کی بڑی قدر و قیمت ہے۔

اقامت کو سفر پر ترجیح حاصل ہے: سفر کے بارے میں صوفیاء کا اختلاف ہے۔ بعض شیوخ ایک جگہ مقیم رہنے کو سفر پر ترجیح دیتے ہیں اور ان لوگوں نے سوائے فرض، مثلاً: حج کے کسی اور کام کے لئے سفر اختیار نہیں کیا۔ یہ لوگ بالعموم مقیم ہی رہے۔ ان شیوخ میں مشہور ترین حضرات یہ ہیں:

1: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی۔

2: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ۔

3: شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ۔
4: شیخ ابوحفص علیہ الرحمۃ۔

سفر کو اقامت پر ترجیح حاصل ہے: بعض شیوخ نے مقیم رہنے پر سفر کو ترجیح دی ہے اور وہ خود بھی تا وقت وصال سفر میں رہے۔ ان شیوخ میں مشہور ترین حضرات یہ ہیں:

1: شیخ ابوعبداللہ مغربی علیہ الرحمۃ۔
2: شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ۔

جوانی میں سفر بڑھاپے میں اقامت: ایسے شیوخ کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے جنہوں نے ابتداء میں اور جوانی میں بہت سفر کیا، مگر بعد میں سفر ترک کر دیا۔ ان شیوخ میں مشہور ترین حضرات یہ ہیں:

1: شیخ ابوعثمان سعید بن اسماعیل حیری علیہ الرحمۃ۔
2: شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ۔

الگ الگ اصول: ان تمام شیوخ کے الگ الگ اصول تھے، جن پر انہوں نے اپنے طریقہ کی بناء رکھی۔

سفر کی دو اقسام: سفر کی دو اقسام ہیں۔ پہلی قسم: بدن کا سفر۔ اس سے مراد ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔ دوسری قسم: قلب کا سفر۔ اس سے مراد ہے ایک صفت سے دوسری صفت میں منتقل ہونا۔ پس بدن کا سفر کرنے والے تو ہزاروں ہیں، لیکن قلب کا سفر کرنے والے بہت کم ہیں۔

آسمانی سفر: شیخ استاد ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ نیشاپور کے باہر ایک بستی ہے، جس کا نام فرخک ہے۔ وہاں صوفیاء کے شیوخ میں سے ایک شیخ رہائش پذیر تھے۔ انہوں نے علم تصوف میں مختلف کتابیں بھی لکھیں ہیں۔ ان سے پوچھا گیا:

''کیا آپ نے سفر کیا ہے؟''

انہوں نے فرمایا:

''تم زمینی سفر کے بارے میں پوچھ رہے ہو یا آسمانی سفر کے۔ زمین کا سفر تو میں نے نہیں کیا، البتہ آسمان کا سفر کیا ہے۔''

نفس کا سفر: شیخ استاد ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک فقیر میرے پاس آیا۔ اس وقت میں علاقہ مرو میں تھا۔ وہ فقیر کہنے لگا:

''میں دور دراز کا سفر طے کر کے آپ کے پاس آیا ہوں اور میرا مقصد صرف آپ کی ملاقات ہے۔''

میں نے کہا:

''اگر تم اپنے نفس سے سفر کر لیتے تو تمہارے لئے تو صرف ایک قدم ہی کافی تھا۔''

مختلف حالات مختلف حکایات: صوفیاء کے جس طرح حالات مختلف ہیں اسی طرح سفر کے متعلق ان کی حکایتیں بھی مختلف ہیں۔

شیخ احنف کا سفر: شیخ احنف الہمدانی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں جنگل میں اکیلا تھا اور میں تھک گیا تھا۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر عرض کیا:

''اے رب! میں کمزور اور اپاہج ہوں اور تمہارے پاس ضیافت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔''

فوراً میرے قلب میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں مجھے یہ جواب نہ ملے کہ تجھے کس نے بلایا تھا؟ اس پر میں نے عرض کیا:
''اے رب! تیری سلطنت ایسی ہے جہاں طفیلی کو برداشت کرلیا جاتا ہے۔''
فوراً کسی نے آواز دی۔ جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہاں ایک دیہاتی سوار ہوکر آتا دکھائی دیا۔ اس نے مجھے کہا:
''اے عجمی! کہاں کا ارادہ ہے؟''
میں نے کہا:
''مکہ کا!''
اس نے کہا:
''کیا اللہ نے تمہیں بلایا ہے؟''
میں نے کہا:
''مجھے معلوم نہیں۔''
اس نے کہا:
کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا:
((من استطاع اليه سبيلا)) (سورة آل عمران، آيت نمبر ۹۷)
''حج کرنے وہ آئے جو اس کی طرف جانے کی طاقت رکھتا ہو (اگر تو صاحب استطاعت ہے تو تجھے اللہ نے بلایا ہے)''
میں نے کہا:
''اس کی سلطنت وسیع ہے، طفیلی کی اس میں گنجائش ہے۔''
اس نے کہا:
''کیا تو طفیلی ہے؟ کیا تو اونٹ کی خدمت کرسکتا ہے؟''
میں نے کہا:
''ہاں۔''
پس وہ اپنے جانور سے نیچے اتر آیا اور مجھے دے کر کہنے لگا:
''اس پر سفر کرو۔''
سفر کی تاکید: شیخ محمد بن عبداللہ الصوفی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ محمد بن احمد النجار علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''کسی فقیر نے شیخ ابوبکر الکتانی سے عرض کیا: مجھے کوئی وصیت کریں۔ شیخ نے فرمایا: ہر رات کسی مسجد کے مہمان بننے کی کوشش کرتے رہو۔ نیز اگر تجھے موت آئے تو دو منزلوں (سفر) کے درمیان ہی آئے۔''
ایک مرتبہ حاضر ہوکر بیٹھنا: شیخ حصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''ایک مرتبہ حاضر ہوکر بیٹھنا ایک ہزار حج سے بہتر ہے۔''
شیخ کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر سمجھ کر ایک مرتبہ اس طرح بیٹھنا کہ ہمت جمع ہو جائے یہ ایسے ایک ہزار کامل حجوں سے بہتر ہے جس میں انسان اللہ سے غائب رہتا ہے۔
تین شیوخ کا سفر: شیخ محمد بن اسماعیل فرغانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں اور شیخ ابوبکر وراق علیہ الرحمۃ اور شیخ کتانی علیہ

الرحمۃ تقریباً بیس برس حالت سفر میں رہے۔ نہ تو ہم کسی سے گھل مل کر رہتے اور نہ ہی کسی سے میل جول رکھتے تھے۔ جب کسی شہر میں پہنچتے اور وہاں کوئی شیخ ہوتے تو ہم اس کو سلام کرنے چلے جاتے، رات تک اس کے پاس بیٹھتے اور پھر مسجد میں چلے جاتے۔ شیخ ابوبکر الکتانی علیہ الرحمۃ رات سے لے کر صبح تک نماز کی حالت میں رہتے اور پورا قرآن مجید پڑھتے۔ شیخ ابوبکر وراق علیہ الرحمۃ قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے اور میں لیٹ کر سوچتا رہتا۔ پھر جب صبح ہوتی تو ہم نماز عشاء کے وضو سے ہی فجر کی نماز ادا کرتے اور جب ہمارے درمیان کوئی اور آدمی آجاتا اور وہ سویا رہتا تو ہم اس کو اپنے سے افضل سمجھتے۔

سفر کے آداب: شیخ عیسیٰ القصار سے منقول ہے کہ شیخ رویم علیہ الرحمۃ سے آداب سفر کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

"سفر کا ادب یہ ہے کہ اس کا قدم اس کی ہمت سے آگے نہ پڑے اور جہاں اس کا دل ٹھہر جائے، وہی اس کی منزل ہو جائے۔"

دنیا کی سیاحت عبرت کے لیے: شیخ مالک بن دینار علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی جانب ان الفاظ میں وحی بھیجی:

"لوہے کے جوتے اور لوہے کی لاٹھی بنائیں۔ پھر دنیا کی سیاحت کریں اور آثار اور عبرت کی باتیں تلاش کریں، یہاں تک کہ جوتا پھٹ جائے اور لاٹھی ٹوٹ جائے۔"

شیخ ابوعبداللہ مغربی کا سفر: شیخ ابوعبداللہ مغربی علیہ الرحمۃ ہمیشہ سفر کیا کرتے اور آپ کے ارادت مند آپ کے ساتھ ہوتے اور سب حالت احرام میں ہوتے۔ جب احرام پھٹ جاتا تو دوبارہ احرام باندھ لیتے۔ ان کے لئے نہ کپڑا بنا جاتا اور نہ ان کے ناخن اور بال لمبے ہوتے اور رات کے وقت ان کے ارادت مند ان کے پیچھے چلا کرتے اور جب ان میں سے کوئی راستہ سے ایک طرف ہٹ جاتا تو آپ فرماتے:

"اے فلاں! دائیں طرف ہو جا۔ اے فلاں! بائیں طرف ہو جا۔"

آپ اپنا ہاتھ کسی ایسے کھانے کی طرف نہ بڑھاتے تھے جس کی طرف کسی انسان کا ہاتھ بڑھا ہو۔ آپ کی خوراک کسی درخت و پودے کی جڑ ہوتی جسے ان کے لئے فراہم کیا جاتا تھا۔

حقیقی رفیق: منقول ہے کہ وہ رفیق جسے تو کہے:

"اٹھو چلیں۔"

اور وہ پوچھے:

"کہاں؟"

وہ رفیق نہیں۔

اس مفہوم کو یہ شعر واضح کرتا ہے:

اذا استنجدوا لم یسالوا ن دعاهم
لایة حرب ام لای مکان

"جب کوئی ان سے مدد مانگتا ہے تو وہ پکارنے والے سے یہ سوال نہیں کرتے کہ کس جنگ کے لئے اور کس جگہ جانے کے لیے تو ہمیں پکار رہا ہے۔؟"

شیخ عبداللہ مروزی کا سفر: شیخ ابوعلی رباطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عرصہ شیخ عبداللہ مروزی علیہ الرحمۃ کی

مصاحبت میں گزارا۔ اس سے پہلے شیخ کا طریقہ تھا کہ آپ زادراہ اور سواری کے بغیر جنگل کی طرف چلے جاتے تھے۔ جب میں ان کی صحبت میں آ گیا تو انہوں نے مجھے فرمایا:

''تم امیر بننا پسند کرتے ہو یا میں امیر رہوں۔؟''

میں نے عرض کیا:

''آپ ہی امیر رہیں۔''

پس انہوں نے فرمایا:

''پھر تمہیں میری پیروی کرنی پڑے گی۔''

میں نے عرض کیا:

''کیوں نہیں۔''

پھر آپ نے ایک تھیلا لیا، اس میں زادراہ رکھا اور اسے اپنی پشت پر اٹھایا۔ جب میں عرض کرتا:

''یہ تھیلا مجھے دیجئے، تاکہ میں اسے اٹھاؤں۔''

تو شیخ فرماتے:

''میں تمہارا امیر ہوں اور تمہیں میری بات ماننی چاہئے۔''

شیخ ابوعلی رباطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اسی سفر میں ایک شب بڑی تیز بارش ہو رہی تھی کہ شیخ عبداللہ مروزی علیہ الرحمۃ چادر لیے میرے پاس آئے اور صبح تک میرے اوپر سایہ کرتے رہے تاکہ میں بارش سے بچا رہوں۔ میں دل ہی دل میں بار بار کہتا:

''کاش! میں مرجاتا اور یہ نہ کہتا کہ آپ کو امیر تسلیم کرتا ہوں۔''

مصاحبت: شیخ ابوعلی رباطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شیخ عبداللہ مروزی علیہ الرحمۃ نے مجھ سے فرمایا:

''جب تو کسی کی مصاحبت اختیار کرے تو اس کی صحبت میں اسی طرح رہ، جس طرح میں تمہاری صحبت میں رہتا ہوں۔''

صوفیاء کا جمع اور جدا ہونا: شیخ ابوعلی روذباری علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں ایک آدمی حاضر ہوا اور آپ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے واپس جاتے ہوئے عرض کیا:

''کیا شیخ مجھے کچھ بتانا پسند کرتے ہیں۔؟''

شیخ نے فرمایا:

''اے نوجوان! صوفیاء نہ تو وعدہ کر کے جمع ہوتے ہیں اور نہ مشورہ کر کے جدا۔''

شیخ ابراہیم خواص اور سفر: شیخ مزین علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ایک روز میں شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ کے ہمراہ سفر پر جا رہا تھا کہ میں نے ایک بچھو کو ان کی ران پر دوڑتا دیکھا۔ میں نے اٹھ کر اسے مارنا چاہا، مگر آپ نے مجھے منع کر دیا اور فرمایا:

''اسے رہنے دو، کیونکہ ہر چیز ہماری محتاج ہے اور ہم کسی چیز کے محتاج نہیں۔''

تیس سال بغیر زادِ راہ کے سفر: شیخ ابوعبداللہ نصیبینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے تیس برس تک سفر کیا اور میں نے نہ کبھی اپنی گدڑی پر پیوند لگایا اور نہ میں کسی ایسی جگہ گیا جہاں مجھے معلوم ہو کہ میرا کوئی رفیق ہے اور نہ کسی کو اس بات کی اجازت دی کہ میرے ساتھ سفر کرتے ہوئے زادراہ لے۔

آداب صوفیاء: صوفیاء اللہ اور مخلوق کے ساتھ حاضری کے تمام آداب مجاہدہ سے حاصل کرتے ہیں۔ پھر بھی ان کی کوشش

ہوتی ہے کہ کچھ اور زیادہ حاصل کریں۔ پس انہوں نے اپنے نفوس کے لیے سفر اختیار کر لیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے روزمرہ کی چیزوں سے اپنے نفوس کو نکال لیا۔ پس انہوں نے اپنے آپ کو معروف چیزوں کے چھوڑنے پر مجبور کر دیا، تاکہ وہ اللہ کے ساتھ ایسی حالت میں زندگی گزاریں کہ ان کا دنیاوی چیز کے ساتھ نہ کوئی تعلق ہو اور نہ کوئی واسطہ۔

پس انہوں نے دوران سفر بھی اپنے اوراد کو ترک نہیں کیا، کیونکہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ رخصت (مثلاً سفر میں قصر کرنا) صرف ان لوگوں کے لئے ہے، جن کا سفر کسی حاجت یا ضرورت کی وجہ سے ہو اور ہمیں اپنے سفر میں نہ تو کوئی کام ہے اور نہ کوئی مجبوری (لہٰذا رخصت کیسی)۔

شیخ نصر آبادی کا سفر: شیخ ابو القاسم ابراہیم بن محمد نصر آبادی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بیابان میں سفر کرتے ہوئے کمزور ہو گیا اور اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا کہ اچانک میری نظر چاند پر پڑی، حالانکہ اس وقت دن تھا، پھر بھی میں نے چاند پر یہ الفاظ لکھے ہوئے دیکھے:

((فسيكفيكهم الله))

''پس ان کو اللہ کافی ہے۔'' (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر:۱۳۷)

لہٰذا میں نے اس تکلیف کو معمولی سمجھا اور اسی وقت سے اس طرح کی باتیں (کرامات) میرے لئے ظاہر ہونے لگ گئیں۔

مسافر اور چار چیزیں: شیخ ابو یعقوب موسیٰ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''مسافر سفر میں چار چیزوں کا محتاج ہوتا ہے۔ پہلی چیز: علم، جو اس کی رہنمائی کرے۔ دوسری چیز: تقویٰ جو اسے ہر بری بات سے روکے۔ تیسری چیز: شوق جو اسے مطلوب تک پہنچنے پر اکساتا رہے۔ چوتھی چیز: خلق جو اسے (ادنیٰ درجہ کے اخلاق سے) بچاتا رہے۔''

سفر کو سفر کہنے کی وجہ: منقول ہے کہ سفر کو سفر اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے کسی بھی آدمی کے اخلاق ظاہر ہو جاتے ہیں۔

یمن کا سفر: شیخ ابو بکر محمد بن علی الکتانی علیہ الرحمۃ کا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی فقیر یمن کے کسی علاقہ کی طرف سفر کے لئے جاتا، پھر جب واپس آتا تو شیخ اپنے ارادت مندوں کو حکم دیتے کہ اس سے الگ رہیں۔

شیخ ابو بکر محمد بن علی الکتانی اپنے ارادت مندوں کو یمن کا سفر کرنے والے فقیر سے الگ رہنے کا اس لیے حکم دیتے تھے کیونکہ اس زمانہ میں لوگ دنیاوی مال و دولت کی غرض سے یمن کا سفر کیا کرتے تھے۔

سوئی اور مشکیزہ: شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ سفر میں اپنے ساتھ سوئی اور مشکیزہ کے علاوہ کوئی چیز نہیں لے جاتے تھے۔ سوئی کپڑوں کو سینے اور پیوند لگانے کے لئے کہ اگر کپڑا پھٹ جائے تو کہیں ستر نہ کھل جائے اور مشکیزہ طہارت کے لئے۔ آپ کہا کرتے تھے:

''ان چیزوں کا تعلق دنیا سے نہیں ہے بلکہ دین سے ہے۔''

حق صحبت: شیخ ابو عبداللہ رازی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ میں شہر طرسوس سے برہنہ پا نکلا۔ میرے ساتھ میرا ایک مصاحب بھی تھا۔ ہم سفر کرتے کرتے ملک شام کے ایک شہر میں پہنچے تو ایک آدمی میرے پاس جوتے لے کر آیا۔ مگر میں نے اسے قبول نہ کیا۔ میرے ساتھی نے کہا:

''جوتا پہن لیں، کیونکہ آپ تھک چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ جوتا آپ کو میری وجہ سے عطا کیا ہے۔''

میں نے کہا:

''وہ کیسے؟''

اس نے کہا:

''جب آپ کے پاس جوتا نہیں تھا تو میں نے بھی آپ کی موافقت اور آپ کے حق صحبت کا لحاظ رکھتے ہوئے جوتا اتار دیا تھا۔''

دوستوں کے لیے دروازے کی جگہ کھڑا رہنا: منقول ہے کہ ایک مرتبہ شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ سفر پر جا رہے تھے۔ آپ کے تین مصاحب بھی تھے۔ آپ بیابان میں کسی مسجد میں پہنچے اور وہاں رات گزاری۔ مسجد کا کوئی دروازہ نہ تھا اور شدید سردی کا موسم تھا۔ سب مسافر سو گئے۔ جب صبح ہوئی، مسافر جاگے تو انہوں نے شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ کو دروازے پر کھڑا دیکھا۔ آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا:

''مجھے خوف تھا کہ کہیں تمہیں سردی نہ لگ جائے، اس لئے میں رات بھر دروازے کی جگہ پر کھڑا رہا تا کہ جتنی سردی روک سکوں روک لوں۔''

والدہ کا عہد: شیخ ابوبکر محمد بن علی الکتانی علیہ الرحمۃ نے ایک مرتبہ اپنی والدہ سے حج کے لئے جانے کی اجازت چاہی۔ والدہ نے اجازت دے دی۔ پس شیخ حج پر روانہ ہو گئے۔ جنگل میں آپ کے کپڑے میں پیشاب لگ گیا تو آپ نے فرمایا:

''یقیناً میرے کپڑوں کو پیشاب اس لیے لگا ہے کہ میری حالت میں خلل واقع ہو گیا ہے۔''

پس شیخ واپس آ گئے۔ جب اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے تو دستک دی۔ والدہ نے دروازہ کھولا، شیخ نے دیکھا کہ وہ دروازہ پر بیٹھی تھیں۔ آپ نے والدہ سے کہا:

''آپ یہاں کیوں بیٹھی ہیں؟''

والدہ نے کہا:

''جب سے تم چلے گئے تو تب سے میں نے عہد کر لیا تھا کہ جب تک تمہیں نہ دیکھ لوں گی میں یہاں سے نہ جاؤں گی۔''

تیس برس تک سفر: شیخ ابراہیم بن المولد علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابراہیم القصار علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''میں نے تیس برس تک لوگوں کے قلوب کی اصلاح کے لئے سفر کیا۔''

بدن اور دل کا سکون اور ملاقات: ایک آدمی شیخ داؤد طائی علیہ الرحمۃ سے ملنے آیا اور کہنے لگا:

''اے ابوسلیمان! ایک عرصہ سے میرے قلب میں تمنا تھی کہ میں آپ سے ملوں۔''

شیخ نے فرمایا:

''جب بدنوں اور دلوں دونوں میں سکون ہو تو ملاقات کرنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس صورت میں ملاقات آسان ہو جاتی ہے۔''

شیخ ابونصر صوفی کا سفر: شیخ ابونصر صوفی علیہ الرحمۃ جو شیخ ابوالقاسم ابراہیم بن محمد نصر آبادی کے ارادت مندوں میں سے تھے، نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں عمان کی بندرگاہ پر سمندر سے اترا تو مجھے بھوک نے نڈھال کر رکھا تھا۔ پس میں بازار سے گزرا تو دیکھا کہ حلوائی کی دکان ہے اور اس میں پہلے کا بھنا ہوا گوشت اور مٹھائیاں تھیں۔ میں نے ایک آدمی کو پکڑ کر کہا:

''مجھے کچھ خرید کر دو۔''

اس نے کہا:

''کیوں خرید کر دوں؟ کیا میرے ذمے کوئی چیز ہے یا مجھے تمہارا قرض ادا کرنا ہے؟ جس پر تمہارے لئے مٹھائی کا خریدنا واجب ہے۔ مجھ سے مطالبہ کرو اور جو چاہو حکم کرو۔''

اس نے مجھے جو کچھ میں چاہتا تھا خرید کر دیا اور پھر وہ چلا گیا۔

شیخ شجری کا سفر: شیخ ابوالحسین مصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں طرابلس سے شیخ شجری کے ساتھ سفر میں اتفاقاً ملا۔ ہم نے کئی روز بغیر کچھ کھائے پیے گزارے۔ دوران سفر میں نے زمین پر ایک کدو پڑا ہوا دیکھا تو میں اسے اٹھا کر کھانے لگا۔ شیخ شجری نے میری جانب دیکھا، مگر زبان سے کچھ نہ کہا۔ لہٰذا میں سمجھ گیا کہ انہوں نے اسے ناپسند کیا ہے۔ پس میں نے اسے پھینک دیا۔ پھر ہمیں اللہ تعالیٰ نے پانچ دینار عطا کیے اور ہم شہر میں آ گئے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا:

''شیخ شجری ضرور میرے لئے کچھ نہ کچھ خریدیں گے۔''

مگر انہوں نے کچھ نہ خریدا حتیٰ کہ ہم شہر کے علاقے سے گزر گئے۔ پھر ہم یہود نامی ایک گاؤں سے گزرے۔ شیخ شجری نے فرمایا:

''یہاں ایک عیال دار آدمی ہے۔ جب ہم اس کے پاس جائیں گے تو وہ ہماری خدمت میں مشغول ہو جائے گا۔ میں یہ پانچ دینار اسے دوں گا، تاکہ وہ انہیں ہمارے اور اپنے عیال کے لئے خرچ کرے۔''

چنانچہ ہم وہاں پہنچ گئے اور آپ نے وہ دینار اسے دے دیئے اور اس نے خرچ کر دیئے۔ اب وہاں سے چلنے لگے تو شیخ شجری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اے ابوالحسین! کہاں جاتے ہو؟''

میں نے عرض کیا:

''میں آپ کے ساتھ سفر کا ارادہ رکھتا ہوں۔''

انہوں نے فرمایا:

''ہرگز نہیں۔ تم تو ہم سے ایک کدو تک کی خیانت کرتے ہو۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔''

پس انہوں نے مجھے اپنے ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا اور مجھے وہیں چھوڑ دیا۔

شیخ ابن خفیف کا سفر: شیخ ابوعبداللہ بن خفیف علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں ابھی بچہ تھا کہ مجھے ایک فقیر ملا۔ اس نے مجھے دیکھا کہ بھوک نے مجھے نڈھال کر رکھا ہے۔ پس وہ مجھے اپنے گھر لے گیا اور اس نے میرے سامنے گوشت پیش کیا' جو آب جو کے ساتھ پکایا گیا تھا اور گوشت کا ذائقہ بدلا ہوا تھا۔ اس نے مجھے ایک لقمہ دیا جسے میں نے بڑی مشکل سے کھایا اور اس نے پھر ایک اور لقمہ دیا جس سے مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ فقیر میرے چہرے سے پہچان گیا اور شرمندہ ہوا۔ اس وجہ سے مجھے بھی شرمندگی ہوئی۔ لہٰذا میں وہاں سے چل پڑا اور فوراً سفر کو روانہ ہو گیا۔ میں نے اپنی والدہ کے پاس ایک شخص کو بھیج کر اپنی گٹھری منگوالی۔ میری والدہ نے میری مخالفت نہ کی اور میرے سفر پر رضامند ہو گئیں۔

پس میں فقراء کے ایک گروہ کے ہمراہ قادسیہ سے نکلا۔ ہم راستہ بھول گئے اور جو کچھ بھی زادِ راہ پاس تھا سب ختم ہو گیا اور ہم مرنے کے قریب ہو گئے۔ پس ہم ایک عرب قبیلہ کے پاس گئے، مگر وہاں بھی کچھ نہ ملا۔ ہم نے مجبور ہو کر ان سے چند دیناروں میں ایک کتا خریدا۔ انہوں نے اسے بھونا اور مجھے اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا دیا۔ جب میں کھانے لگا تو میں نے اپنے حال پر غور کیا تو مجھے خیال آیا کہ یہ اس فقیر کو شرمندہ کرنے کی سزا ملی ہے۔ لہٰذا میں نے دل ہی دل میں توبہ کی اور چپ رہا۔ پھر انہوں نے ہمیں راستہ بتلا دیا اور ہم نے جا کر حج ادا کیا، اس کے بعد میں اسی فقیر کے پاس واپس آیا اور اس سے معذرت کی۔

☆☆☆

فصل نمبر 47:

صحبت

ثانی اثنین اذ ہما فی الغار: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا))(سورة التوبة، آیت نمبر ۴۰)

''دو میں سے دوسرے نے، جبکہ وہ دونوں غار میں تھے، اپنے ساتھی سے فرمایا: غم نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔''

صحبت و شفقت: اللہ تعالیٰ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے صحبت ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بیان فرما دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر شفقت کا اظہار کیا، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا))

''جب انہوں نے اپنے ساتھی سے فرمایا: غم نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔''

معلوم ہوا کہ شریف آدمی اپنے ساتھی پر شفیق ہوتا ہے۔

اصحاب اور احباب: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں اپنے دوستوں سے کب ملاقات کروں گا؟''

آپ کے اصحاب عرض گزار ہوئے:

''یا رسول اللہ! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! کیا ہم آپ کے دوست نہیں ہیں؟''

فرمایا:

''تم میرے اصحاب ہو، میرے دوست (احباب) تو وہ لوگ ہیں، جنہوں نے مجھے نہیں دیکھا مگر مجھ پر ایمان لائے۔ مجھے ان لوگوں سے ملنے کا بہت شوق ہے۔'' (مسند امام احمد، حدیث نمبر: ۱۲۶۰۱)

صحبت کی تین اقسام: صحبت کی تین اقسام ہیں:

پہلی قسم: اپنے سے بلند درجہ والے کی صحبت۔ یہ درحقیقت خدمت گزاری ہوتی ہے۔

دوسری قسم: اپنے سے کم درجے والے کی صحبت۔ اس صحبت کا تقاضا یہ ہے کہ متبوع (بڑے رتبے والا) اپنے مصاحب پر شفیق اور مہربان رہے اور تابع کو چاہیے کہ وہ بڑے کی موافقت کرے اور اس کا احترام کرے۔

تیسری قسم: ہم مرتبہ لوگوں کی صحبت۔ اس کی بنیاد ایثار پر ہوتی ہے۔

بلند درجہ والے کی صحبت: پس جو آدمی اپنے سے بلند رتبہ والے کی صحبت اختیار کرے تو اسے چاہیے کہ ان پر کسی بات میں اعتراض نہ کرے اور جو بات ان سے ظاہر ہو، اس کی اچھی توجیہ نکالے اور ان کے احوال پر یقین رکھتے ہوئے انہیں قبول کرے۔

شیخ منصور بن خلف اور مصاحبت شیخ مغربی: منقول ہے کہ کسی نے شیخ منصور بن خلف علیہ الرحمۃ سے پوچھا:

''آپ کتنے سال ابو عثمان مغربی کی صحبت میں رہے ہیں؟''

شیخ نے سوال کرنے والے کی طرف ناراضگی سے دیکھ کر فرمایا:

''میں تو ان کا مصاحب نہیں رہا، بلکہ ایک عرصہ تک میں نے ان کی خدمت کی ہے اور جب تم سے کم درجہ والا تمہاری صحبت میں رہے تو اس کی صحبت کے لحاظ سے تمہاری طرف سے خیانت ہوگی اگر تم اس کی حالت میں کسی قسم کی کمی پا کر اس پر اس کو تنبیہ نہ کرو گے۔''

جہالت فقراء: ابوالخیر تینائی نے جعفر بن محمد بن نصیر کو خط میں لکھا:

''فقراء کی جہالت کے تم ذمہ دار ہو، کیونکہ تم نے ان کو ادب سکھانے کی بجائے اپنے نفسوں کی طرف توجہ دی، جس کی وجہ سے وہ غافل رہ گئے اور جب کوئی تمہارا اہم مرتبہ انسان تمہاری صحبت میں رہے' تو تمہارے لئے صحیح راہ یہ ہے کہ تم اس کے عیوب سے آنکھیں بند کرلو اور جو کام اس سے سرزد ہوں، جہاں تک ممکن ہو سکے، ان کی تم اچھی تاویل کرو اور اگر تمہیں کوئی تاویل نہ ملے' تو تم اپنے نفس کی طرف نگاہ کرو، اسی کو تہمت دو اور اسی کو ملامت کرو۔''

شیخ دارانی کا جواب: شیخ احمد بن ابی الحواری سے منقول ہے کہ میں نے شیخ ابوسلیمان دارانی سے کہا:

''فلاں آدمی میرے دل میں جچتا نہیں۔''

شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''مجھے بھی وہ پسند نہیں ہے، مگر اے احمد! ممکن ہے کہ یہ تمہارے نفس کی چال ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم خود صلحاء میں سے نہیں ہیں اس لئے ہم ان سے محبت نہیں کرتے۔''

رضاء اور غصہ کی نگاہیں: ایک آدمی نے شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ کی مصاحبت اختیار کی۔ جب وہ جانے لگا تو عرض گزار ہوا:

''اگر آپ نے مجھ میں کوئی عیب دیکھا ہے تو مجھے ضرور مطلع کیجئے۔''

شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''میں نے تو تم میں کوئی عیب نہیں دیکھا، کیونکہ میں نے تمہیں دوستی کی نگاہ سے دیکھا اور میں نے تمہاری جو چیز دیکھی اسے اچھا جانا، لہٰذا اپنے عیب کے متعلق کسی اور سے پوچھو۔''

اسی مفہوم کو یہ شعر واضح کرتا ہے:

وعين الرضا عن كل عيب كليلة
ولكن عين السخط تبدي المساويا

''رضاء کی نگاہیں ہر عیب سے بند ہوتی ہیں اور لیکن غصہ کی نگاہیں برائیوں کو ظاہر کرتی ہے۔''

کسی چیز کو اپنی طرف منسوب کرنا: شیخ ابراہیم بن شیبان علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''ہم اس آدمی کے مصاحب نہیں رہا کرتے تھے، جو یہ کہتا تھا کہ یہ جوتا میرا ہے (کیونکہ وہ فقیر ہو ہی نہیں ہو سکتا؟ جو کسی چیز کو اپنی ملکیت ظاہر کرے۔)''

میرا تہبند: شیخ ابونصر السراج علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابواحمد القلانسی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''میں بصرہ میں کچھ لوگوں کا مصاحب رہا۔ ایک مرتبہ میں نے ان میں سے کسی ایک سے کہا: میرا تہبند کہاں ہے؟ اس پر میں ان کی نظروں سے گر گیا۔''

تقویٰ اور پرہیزگاری: شیخ ابوبکر دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''میں نے چالیس برس ایسے لوگوں میں گزارے کہ جن کے پاس کوئی استعمال کی چیز نہیں، سوائے اس کے جسے وہ ایک دوسرے سے لیتے یا اس سے لے لیتے جو ان سے محبت رکھتا ہو اور تصوف میں جس آدمی کے پاس تقویٰ اور پرہیزگاری نہیں، اس کے لئے تو صریح حکم یہی ہے کہ وہ حرام کھاتا ہے۔''

اللہ کی صحبت اختیار کرنے کا حکم: شیخ استاد ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ ایک آدمی نے شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ سے عرض کیا:

''اے ابو محمد! میں آپ کا مصاحب بننا چاہتا ہوں۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''جب ہم میں سے کوئی انتقال کر جائے گا تو جو زندہ رہے گا وہ کس کی صحبت میں رہے گا؟''

اس نے عرض کیا:

''اللہ کی!''

آپ نے فرمایا:

''تو پھر اسے ابھی سے اس کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔''

ایک دوسرے کی مصاحبت: منقول ہے کہ دو آدمی ایک عرصہ تک ایک دوسرے کی صحبت میں رہے۔ ایک زمانہ بعد ان میں سے ایک کے دل میں وہاں سے جانے کا خیال آیا اور اس نے اپنے ساتھی سے اجازت چاہی تو اس نے کہا:

''اس شرط پر اجازت دیتا ہوں کہ تو ہم سے اونچے درجے والے کے سوا کسی اور کی صحبت اختیار نہ کرے گا اور وہ خواہ ہم سے بلند مرتبہ ہی کیوں نہ رکھتا ہو، پھر بھی تو اس کی صحبت میں نہ جا، کیونکہ تو پہلے میری صحبت میں رہ چکا ہے۔''

اس آدمی نے کہا:

''میرے قلب سے جدائی کا خیال جاتا رہا۔''

صحبت ناگواری کا باعث: الدقی سے منقول ہے کہ شیخ ابو بکر الکتانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی میری مصاحبت میں رہا اور اس کی صحبت میرے لئے ناگواری کا باعث تھی۔ میں نے اسے کوئی چیز تحفہ کے طور پر دی، تاکہ جو بوجھ میرے دل پر ہے، زائل ہو جائے، مگر بوجھ بدستور رہا۔ پس میں نے اسے اپنے گھر پر دعوت دی اور کہا:

''اپنا پاؤں میرے رخسار پر رکھو۔''

اس نے ایسا کرنے سے انکار کیا۔ میں نے کہا:

''تم کو کرنا پڑے گا اور میں نے عہد کر لیا کہ جب تک جو بوجھ میرے دل پر ہے، ختم نہیں ہوگا، تم اپنا پاؤں میرے رخسارے سے نہیں اٹھاؤ گے۔''

جب بوجھ زائل ہو گیا تو میں نے اس سے کہا:

''اب اپنا پاؤں اٹھا لو۔''

شیخ ابراہیم بن ادہم اور ان کے مصاحب: شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ فصلوں کی کٹائی اور باغوں کی نگہبانی کا کام کر لیا کرتے تھے اور اس سے جو رقم ملتی اسے اپنے مصاحبوں پر خرچ کر دیتے تھے۔

شیخ ابراہیم بن ادہم کا برتاؤ: شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ اپنے مصاحبوں کی ایک جماعت کے ساتھ تھے۔ آپ دن کو کام کرتے اور جو کچھ کماتے اپنے مصاحبوں پر خرچ کر دیتے۔ رات ہوتی تو سب ایک ہی جگہ اکٹھے ہو جاتے۔ یہ تمام احباب روزہ رکھا کرتے تھے۔ شیخ ابراہیم بن ادہم اپنے کام سے دیر میں لوٹا کرتے تھے۔ ایک شب احباب نے کہا:

''آج کھانا پہلے ہی کھا لیتے ہیں، تاکہ آئندہ شیخ جلدی آیا کریں۔''

لہٰذا روزہ افطار کرنے کے بعد کھانا کھا کر وہ سو گئے۔ جب ابراہیم واپس آئے تو انہیں سویا ہوا پایا۔ شیخ سوچنے لگے کہ شاید ان مساکین کو کھانا نہیں ملا، گھر میں آٹا تھا۔ شیخ ابراہیم نے اسے لے کر گوندھا اور آگ جلائی۔ یہ دیکھ کر سب احباب جاگ اٹھے۔ انہوں نے دیکھا کہ شیخ چولہا جلا رہے ہیں اور آپ کا رخسار زمین سے لگ رہا تھا۔ انہوں نے جب اس کے بارے میں پوچھا تو شیخ نے فرمایا:

''میں نے سمجھا کہ تمہیں افطاری کے لئے کوئی چیز نہیں ملی، اس لئے تم سو گئے اور خیال کیا کہ جب انگار سے روشنی ہو گی تو تم جاگ جاؤ گے۔''

آپ کے مصاحب ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر کہنے لگے:

''ذرا غور کرو کہ ہم نے ان سے کیا برتاؤ کیا اور یہ ہم سے کیا برتاؤ کر رہے ہیں؟''

شیخ ابراہیم کی تین شرائط:

منقول ہے کہ جب کوئی آدمی شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ کی مصاحبت اختیار کرتا تو شیخ اس سے تین شرائط طے کر لیتے:

1: خدمت شیخ خود کریں گے۔
2: اذان بھی شیخ ہی دیا کریں گے۔
3: وہ تمام چیزیں جو اللہ تعالیٰ انہیں دیں ہیں ان میں ان کا اسی قدر دخل ہوگا، جس طرح کسی اور کا۔

ایک مرتبہ شیخ کے کسی مصاحب نے کہا:

''اے شیخ! میں آپ کی ان شرائط کا پابند نہیں رہ سکتا۔''

شیخ نے فرمایا:

''تمہارا سچ مجھے بہت پسند آیا ہے۔''

شیخ ذوالنون مصری اور صحبت: شیخ یوسف بن حسین علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں نے شیخ ذوالنون مصری سے عرض کیا:

''میں کس کی مصاحبت میں رہوں۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''اس آدمی کی صحبت اختیار کریں جس سے تم کسی ایسی بات کو نہ چھپاؤ جس کا تمہارے متعلق اللہ کو علم ہے۔''

غیر اللہ کا خوف: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ نے ایک آدمی سے فرمایا:

''اگر تو درندوں سے خوف کرتا ہے تو میری صحبت میں ہرگز نہ بیٹھو۔''

بدوں کی صحبت کے بداثرات: شیخ ابوالقاسم بن منبہ علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''بدوں کی صحبت اختیار کرنے سے نیک لوگوں کے متعلق برے گمان پیدا ہوتے ہیں۔''

خاموشی کا حکم: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابو حفص علیہ الرحمۃ جب بغداد تشریف لائے تو آپ کے ساتھ ایک آدمی تھا جو ہمیشہ خاموشی اختیار کیے رہتا۔ میں نے شیخ ابو حفص علیہ الرحمۃ کے ارادت مندوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا:

''اس آدمی نے شیخ ابو حفص پر چاندی کے ایک لاکھ سکے خرچ کئے ہیں۔ پھر ایک لاکھ چاندی کے سکے قرض لے کر خرچ کئے۔ اس

کے باوجود شیخ ابوحفص نے اسے کوئی بات کہنے کی اجازت نہیں دی۔"

دیگر صحبتیں: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"جب تو اللہ کی صحبت اختیار کرے تو تجھے اس کے اوامر ونواہی پر عمل کرنا چاہئے، مخلوق کی صحبت میں ان سے خیر خواہی کرنی چاہئے، نفس کی صحبت میں اس کی مخالفت کرنی چاہیے اور شیطان کی صحبت میں اس سے عداوت رکھنی چاہئے۔"

اللہ کی صحبت: ایک آدمی نے شیخ ذوالنون مصری سے سوال کیا:

"میں کس کی صحبت اختیار کروں؟"

شیخ نے فرمایا:

"اس (اللہ) کی کہ اگر تو بیمار ہو جائے تو وہ تیری عیادت کرے اور اگر تو گناہ کرے تو وہ تجھے معاف کرے۔"

ضرورت مرشد: شیخ استاد ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"اگر درخت خودرُو ہو اور کسی نے اسے لگایا نہ ہو تو اس کے پتے تو نکلیں گے، مگر پھل نہ دے گا۔ یہی حال مرید کا ہے کہ اگر کوئی اس کا استاد (مرشد) نہ ہوگا جو اس کی تربیت کرے تو اس سے کوئی بات بن نہ پائے گی۔"

شیخ ابوعلی دقاق کا سلسلہ طریقت: شیخ استاد ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"میں طریقت میں شیخ ابوالقاسم ابراہیم بن محمد نصر آبادی علیہ الرحمۃ سے منسوب ہوا۔ شیخ نصر آبادی شیخ ابوبکر شبلی سے، شیخ ابوبکر شبلی شیخ جنید بغدادی سے، شیخ جنید بغدادی شیخ سری سقطی سے، شیخ سری سقطی شیخ معروف کرخی سے، شیخ معروف کرخی شیخ داؤد طائی سے اور شیخ داؤد طائی تابعین سے منسوب ہوئے۔"

شیخ نصر آبادی کی مجلس میں حاضری: شیخ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"میں نے ہمیشہ شیخ ابوالقاسم ابراہیم بن محمد نصر آبادی علیہ الرحمۃ کی مجلس میں جانے سے پہلے غسل ضرور کیا۔"

مصنف کتاب اور شیخ ابوعلی دقاق: میں (صاحب کتاب) جب بھی شیخ استاد ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کی خدمت میں جاتا تو روزہ رکھ کر جاتا اور جانے سے پہلے غسل کرلیا کرتا تھا۔ کئی مرتبہ ان کے مدرسہ کے دروازے پر حاضر ہوتا، مگر دروازہ سے واپس چلا آتا، کیونکہ میں ان کے پاس جانے سے ہچکچاہٹ محسوس کرتا تھا اور اگر جرأت کر کے اندر چلا بھی جاتا تو مدرسہ کے وسط میں پہنچتے ہی خوف چھا جاتا، یہاں تک کہ اگر مجھے سوئی بھی چبھو دی جاتی تو شاید میں اس کی درد محسوس نہ کرپاتا۔

پھر اگر کسی واقعہ کے سبب جو مجھ پر وارد ہوتا، میں بیٹھ جاتا تو مجھے اپنی زبان سے سوال کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ ابھی بیٹھنے ہی لگتا کہ شیخ خود بخود میرا واقعہ بیان فرما دیتے۔ میں نے کئی بار یہ بات اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ میں اپنے دل میں سوچتا:

"اگر میرے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کسی آدمی کو مخلوق کی طرف رسول بنا کر مبعوث کرتا تو کیا ممکن تھا کہ میں اس رسول کی اس سے زیادہ دل سے عزت واحترام کرتا، جس قدر کہ میں ان کی عزت کرتا تھا؟"

میرے تصور میں بھی یہ بات نہ تھی کہ یہ ممکن ہوسکتا ہے۔ میں نہیں جانتا کبھی میں نے شیخ پر اعتراض کیا ہو، باوجود کہ میں ان کی مجالس میں کثرت سے جاتا اور پھر ان کے ساتھ ارادت قائم ہو جانے کے بعد بھی میرے دل پر کبھی اس طرح کی بات نہیں گزری۔ یہاں تک کہ شیخ ابوعلی علیہ الرحمۃ کا انتقال ہوگیا۔

مصاحبت کے بارے میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی طرف وحی: شیخ خلف بن تمیم ابوالاحوص نے شیخ محمد بن النضر الحارثی سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ان الفاظ میں وحی بھیجی:

''ہمیشہ بیدار اور ہوشیار رہیے اور اپنے لیے دوست طلب کیجئے اور جو دوست تمہاری خوشی میں تمہارے ساتھ موافقت نہیں کرتا اسے اپنے سے دور ہٹا دیں اور ہرگز اس کو صحبت میں نہ رکھیں، کیونکہ وہ تمہارے قلب کو سخت بنا دے گا اور وہ تمہارا دشمن ہے۔ کثرت سے میرا ذکر کریں۔ اس کی وجہ سے میں تمہارا شکر کروں گا اور مزید مہربانی کروں گا۔''

کس کی صحبت اختیار کی جائے: شیخ عبداللہ بن المعلم علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابو بکر الطمستانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اللہ کی صحبت اختیار کرو اگر ایسا نہ کر سکو تو پھر اس آدمی کی صحبت اختیار کرو جسے اللہ کی صحبت حاصل ہو، تاکہ اس کی صحبت کے سبب تم اللہ عزوجل کی صحبت تک پہنچ سکو۔''

☆☆☆

فصل نمبر 48:

توحید

ایک معبود: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((والھکم الہ واحد))

"اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔" (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر:۱۶۳)

ایک موحد کا قصہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سابقہ امتوں میں ایک آدمی تھا جس نے توحید کے علاوہ کبھی کوئی نیکی نہیں کی تھی۔ اس نے اپنے گھر والوں کو کہا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا۔ پھر پیس کر کے آدھا حصہ خشکی میں اڑا دینا اور آدھا سمندر میں ایسے دن میں جب ہوا تیز چل رہی ہو۔ اس کے گھر والوں نے اس کے مرنے کے بعد ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا کہ جو کچھ تو نے لیا ہے، اسے نکال۔ چنانچہ وہ آدمی اللہ کے حضور پیش ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو نے یہ سب کچھ کیوں کہا۔؟ اس نے عرض کیا: اے اللہ! آپ سے شرماتے ہوئے۔ پس اللہ نے اس کی بخشش فرما دی۔" (مسند امام احمد بن حنبل، حدیث نمبر:۸۰۲۷)

توحید اور وحدانیت: اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا توحید ہے۔ نیز یہ جاننا کہ کوئی چیز ایک ہے، یہ بھی توحید ہے۔ چنانچہ عربی کا محاورہ:

((وحدت))

اس وقت بولا جاتا ہے، جب تو کسی کو وحدانیت کی صفت کے ساتھ موصوف کرے۔

لفظ واحد اور عربی زبان: جب تو کسی کو شجاعت کی طرف نسبت دے گا تو عربی میں اس کے صیغے اس طرح ہوں گے:

وحد یحد واحد و وحد، ووحید

اسی طرح مروی ہے:

فرد فھو فارد فرد وفرید

احد دراصل "واحد" تھا۔ واؤ کو ہمزہ (الف) سے بدل دیا گیا۔ بعض اوقات واؤ مفتوحہ کو ہمزہ سے بدل دیا جاتا ہے۔ جس طرح واؤ مکسورہ اور واؤ مضمومہ کو ہمزہ سے بدل دیا جاتا ہے۔ اسی طرح امراۃ اسماء بمعنی وسماء ہے۔ جو وسامہ سے نکلا ہے۔

اللہ کے واحد ہونے کا مفہوم: اہل علم کے ہاں اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے سے مراد یہ ہے کہ جس کی تعریف میں وضع ورفع نہ پایا جائے، یعنی وہ اشیاء کو مرکب کر کے نہ بنا ہو، چنانچہ جب ہم انسان کو واحد کہتے ہیں تو اس میں وضع ورفع دونوں پائی جاتی ہیں، کیونکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ انسان جو ہاتھ اور پاؤں کے بغیر ہے۔ لہٰذا یہاں انسان سے کسی چیز کا رفع (نفی) پایا گیا، لیکن اللہ تعالیٰ تو یکتا ہے، برخلاف اس نام کے جو کسی ایسی چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو، جو چند اشیاء سے مرکب ہو۔

بعض محققین کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے سے مراد یہ ہے کہ نہ اس کی ذات کی تقسیم ہو سکتی ہے' نہ اس کی ذات کی مثال ہے' نہ صفات کی اور نہ ہی اس کے افعال اور مصنوعات میں اس کا کوئی شریک ہے۔

اقسام توحید: توحید کی تین اقسام ہیں:

1: اللہ تعالیٰ کو واحد ماننا اور دوسروں کو اس کی تبلیغ کرنا کہ اللہ واحد ہے۔

2: اللہ تعالیٰ کا مخلوق کو توحید کی طرف نسبت دینا یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ اس کا فلاں بندہ موحد ہے اور اللہ تعالیٰ بندے کی توحید کا

خالق ہے۔

3: بندے کو اس بات کا علم ہو کہ اللہ ایک ہے اور بندے کا حکم لگانا اور بتلانا کہ ایک اللہ ہے۔
تیسری قسم کی توحید کے مفہوم کے متعلق اہل تصوف کے مختلف اقوال ہیں۔

شیخ ذوالنون کے نزدیک توحید کا مفہوم: شیخ یوسف بن الحسین نے شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ سے توحید کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

''توحید یہ ہے کہ تو یہ جانے کہ اشیاء میں اللہ تعالیٰ کی قدرت جاری وساری ہے، مگر طبیعت کے طور پر نہیں (بلکہ اختیار کے طور پر) اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اشیاء کو پیدا کرتا ہے' تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کو کوئی کوشش یا زور نہیں لگانا پڑتا (بلکہ جو چاہا ہو گیا)۔ ہر چیز کی علت وسبب اس چیز کا بنانا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے کاموں کی کوئی علت نہیں اور تمہارے ذہن میں خواہ کسی چیز کا بھی تصور آ جائے، وہ اللہ کا تصور نہیں ہو گا۔''

لسان توحید: شیخ عبداللہ بن صالح سے منقول ہے کہ شیخ عبداللہ جریری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''علم توحید کو بیان کرنے کے لئے زبان توحید چاہیے۔''

لیس کمثلہ شیء: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے کسی نے توحید کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:
''کمال احدیت کے ساتھ اللہ کی واحدانیت کی تحقیق کی وجہ سے اسے یکتا سمجھنا توحید ہے۔ یعنی وہ ایسا واحد ہے کہ جس نے نہ کسی کو جنا اور نہ اسے کسی نے جنا' نہ اسکی کوئی ضد ہے اور نہ مثال اور نہ تشبیہ۔ یہ سب الفاظ بھی بغیر تشبیہ، تکییف اور بغیر تصویر وتمثیل کے ہیں:

((لیس کمثله شیء وهو السمیع البصیر))

''اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سمیع وبصیر ہے۔'' (سورۃ الشوریٰ، آیت نمبر:11)

عقلاء کی عقول: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''جب عقلاء کی عقول توحید کے متعلق انتہا تک پہنچ جائیں تو ان کی انتہا حیرت پر ہوتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی ذات میں کوئی تبدیلی نہیں: شیخ جعفر بن محمد سے منقول ہے کہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے توحید کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

''توحید معرفت الٰہی رکھنے والے کے قلبی کیفیت ہے، جس میں تمام آثار مٹ جاتے ہیں اور اس میں اس لاتعداد معلومات کا مشاہدہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ویسا ہی رہتا ہے، جیسا ازل میں تھا۔''

توحید کے متعلق پانچ اصول: منقول ہے کہ شیخ حصری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
ہمارے توحید کے متعلق پانچ اصول ہیں:

1: ہر حادث کی نفی کرنا۔
2: صرف اللہ تعالیٰ کا قرب چاہنا۔
3: مخلوق سے علیحدگی اختیار کرنا۔
4: اپنے مقام ومنزل سے جدا ہونا۔
5: ہر معلوم ومجہول کو بھول جانا۔

شیخ حصری کا وعظ: شیخ منصور بن خلف مغربی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''میں جامع مسجد بغداد جس کا نام جامع منصور ہے، کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت شیخ حصری علیہ الرحمۃ توحید کے متعلق وعظ فرما رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ دو ملائکہ آسمان کی طرف چڑھے۔ ایک فرشتے نے دوسرے فرشتے سے کہا: یہ شخص جس علم کو توحید کہہ رہا ہے، وہ علم توحید نہیں ہے۔ توحید کچھ اور بھی ہے۔''

شیخ منصور مغربی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جب میں نے فرشتوں کو دیکھا اس وقت میں بیداری اور خواب کے درمیانی حالت میں تھا۔''

حادث اشیاء کا ساقط کرنا: شیخ فارس علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''توحید یہ ہے کہ غلبہ حال کے وقت تمام وسائط یعنی حادث اشیاء کو ساقط کر دیا جائے اور احکام الٰہی کے اجراء کے وقت پھر ان وسائط کی طرف رجوع کیا جائے اور یہ یقین رکھا جائے کہ نیکیاں کسی قسم کی قسمت کو خواہ نیک ہو خواہ بد، تبدیل نہیں کر سکتیں۔''

مؤحِد اور مؤحَد: خواص کی توحید: شیخ ابوبکر بن شاذان سے منقول ہے کہ شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''توحید در حقیقت موحد (اللہ) کی صفت ہے اور رسمی طور پر موحد (توحید کو ماننے والے) کا زیور ہے۔''

سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے توحید کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''خواص کی توحید یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور ایک مردہ جسم کی مانند ہو۔ اللہ تعالیٰ کے احکام قدرت اور اس کی تدبیروں کا تصرف اس میں جاری ہو، اس کا سبب یہ ہو کہ وہ اپنے نفس سے فنا ہو چکا ہے، نہ اسے یہ خبر ہو کہ مخلوق اسے پکار رہی ہے اور نہ اس کی دعوت کے قبول کرنے کا خیال پیدا ہو۔ یہ فنا فی النفس اس لئے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے حقیقی قرب میں ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور وحدانیت کی حقیقت کا اسے علم ہو جائے اور فنا فی النفس یہ ہے کہ اس کے تمام حس و حرکت ختم ہو چکے ہوں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام امور میں جو اس بندے سے چاہتا ہے، خود اس کا ضامن و کفیل ہو۔ یعنی بندے کی انتہا لوٹ کر ابتداء کی طرف آ جائے اور وہ ایسا ہو جائے، جیسا کہ وہ وجود میں آنے سے قبل تھا۔''

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات: شیخ ابوالحسن علی بن احمد سہل بوشنجی علیہ الرحمۃ سے توحید کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی ذات کی کوئی مثل و مثال نہیں اور نہ ہی کوئی اس کے مشابہ ہے اور نہ اس سے اس کی صفات کی نفی کی جا سکتی ہے۔''

ذات الٰہی کی زیارت: ابوالحسن العنبری سے منقول ہے کہ کسی نے شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

''ذات الٰہی علم سے موصوف ہے، پس اس کی ذات کو کوئی اس طرح نہیں سمجھ سکتا کہ وہ اس کا احاطہ کر لے اور نہ ہی کوئی اسے دنیا میں آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے اور اس کی ذات بغیر حد، بغیر احاطہ اور بغیر حلول کے حقائق ایمان کے اندر موجود ہے۔''

روز قیامت مخلوق اپنی نگاہوں سے اللہ تعالیٰ کو اپنے ملک اور قدرت میں ظاہری طور پر دیکھے گی اور مخلوق اس کی ذات کی حقیقت معلوم کرنے سے عاجز ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیوں کے ساتھ اپنی ذات کی خبر دی ہے۔ چنانچہ قلوب اس کی معرفت رکھتے ہیں، مگر عقلیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ مومنین اسے اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے، مگر نہ تو اس کی ذات کا احاطہ کر سکیں گے اور نہ اس کی انتہا کو پا سکیں گے۔

مخلوق اللہ کی معرفت سے عاجز: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''توحید کے بارے میں اعلیٰ ترین بات وہ ہے، جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: پاک ہے وہ ذات

جس نے مخلوق کو اپنے جاننے کی صرف ایک راہ بتائی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اس کی معرفت سے عاجز ہے۔"

سیدنا صدیق اکبر کے قول کا مفہوم: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ معرفت الٰہی حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔ پس محققین کے نزدیک انسان کا عجز موجودہ چیز کے متعلق ہوتا ہے، نہ کہ معدوم چیز کے متعلق۔ مثلاً: اپاہج بیٹھنے کی صفت ہے (جو موجود تو ہے، مگر) جسے بطور کسب اور فعل کے حاصل نہیں وہ عاجز ہوتا ہے، حالانکہ بیٹھنے کی صفت اس میں موجود ہوتی ہے۔ یہی حال عارف باللہ کا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے عاجز ہوتا ہے حالانکہ معرفت اس میں پائی جاتی ہے، کیونکہ عارف کے لئے معرفت کا ہونا ضروری ہوتا ہے، لہٰذا ان لوگوں کے نزدیک آخر کار معرفت الٰہی کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور معرفت کسبیہ جو ابتداء میں حاصل ہوتی ہے، اگرچہ وہ بھی درحقیقت معرفت ہی ہوتی ہے، مگر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے معرفت ضروریہ کے مقابلہ میں کسی چیز کو مدنظر نہیں رکھا، بعینہ اس چراغ کی طرح جس پر سورج طلوع ہو کر اپنی روشنی ڈالے۔

معلوم توحید: سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"تمام حادث اشیاء کو چھوڑ کر اللہ ازلی وابدی کے ساتھ مشغول ہونا، وطن سے نکلنا، نفس کی محبوب اشیاء سے تعلق توڑ لینا اور معلوم و مجہول اشیاء کو ترک کر دینا اور اللہ تعالیٰ کا ان تمام کی جگہ لے لینا وہ توحید ہے جسے صوفیاء "معلوم توحید" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔"

بحر توحید: شیخ یوسف بن حسین علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"جو توحید کے سمندر میں گر پڑتا ہے، جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے اس کی پیاس بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔"

علم توحید اور وجود توحید: سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"علم توحید اور چیز ہے اور وجود توحید اور۔ یقیناً وجود توحید سے الگ ہوتا ہے۔"

علم توحید کی بساط: سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"علم توحید کی بساط تو بیس سال سے لپیٹی جا چکی ہے اور اب لوگ تو اس کے (بیرونی) کناروں کے متعلق بحث کر رہے ہیں۔"

اللہ کون ہے: شیخ محمد بن احمد الاصبہانی سے منقول ہے کہ ایک شیخ نے شیخ حسین بن منصور علیہ الرحمۃ سے پوچھا:

"وہ اللہ کون ہے جس کی طرف لوگ اشارہ کرتے ہیں؟"

آپ نے فرمایا:

"(اللہ وہ ہے) جو سب کی علت ہے، مگر اس کی علت کوئی نہیں۔"

علم توحید سے باخبر ہونا: شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"جو علم توحید کے ایک ذرہ سے بھی باخبر ہو گیا، اس پر اس قدر بوجھ پڑ گیا کہ اب وہ ایک مچھر کا بوجھ بھی برداشت نہیں کر سکتا۔"

شیخ ابوبکر شبلی اور مفہوم توحید: شیخ ابونصر السراج سے منقول ہے کہ ایک آدمی نے شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ سے پوچھا:

"لسانِ حق مفرد میں توحید مجرد کیا ہے؟"

شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"تجھ پر حسرت! جو آدمی توحید مجرد کو عبادت والفاظ میں بیان کرے وہ ملحد ہے۔ جس نے توحید مجرد کی طرف اشارہ کیا وہ دو معبودوں کو ماننے والا ہے اور جس نے توحید کے بارے میں ایماء واشارہ سے کام لیا وہ بت پرست ہے اور جس نے توحید کے بارے میں گفتگو کی وہ غافل ہے اور جو خاموش رہا وہ جاہل ہے۔ جس نے یہ خیال کیا کہ وہ توحید تک پہنچ چکا ہے تو سمجھ لو اسے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ جس نے وجد کا اظہار کیا وہ استغراق کو کھو چکا ہے۔ ہر چیز جس کا تم اپنے وہم وگمان سے امتیاز کر سکو اور اپنی عقلوں کے ذریعہ سے پورے صافی کے ساتھ

تم اسے پالو وہ در حقیقت اللہ سے الگ ہے۔ اس کا تعلق تمہارے ساتھ ہے وہ تمہاری طرح محدث اور مصنوع چیز ہے۔"

خواص کی توحید: شیخ یوسف بن حسین علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"خواص کی توحید یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو اپنے باطن، وجد اور قلب میں ایسا یقین کرے جیسے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہے۔ اس پر تدبیر الٰہی کے تصرفات اور قدرت کے احکام جاری ہیں۔ وہ توحید کے سمندر میں مستغرق ہے، اس لئے وہ اپنے نفس سے فانی ہو چکا ہے اور اس کا احساس جاتا رہا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں جو ارادہ فرماتا ہے وہی اس کا ضامن ہے۔ پس بندے کی وہی حالت ہوگی جو حکم الٰہی کے اجراء سے پہلے کی تھی۔"

حقیقی توحید کس کا حق ہے: منقول ہے کہ حقیقی توحید تو اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور مخلوق کی حیثیت تو ایک طفیلی کی سی ہے۔

ہر لحاظ سے اپنی نفی: منقول ہے کہ "ی" (اپنی) کی نفی کر دینا توحید ہے۔ لہٰذا یوں مت کہو "لی" (میرا) "بی" (میری وجہ سے) "منی" (مجھ سے) اور "الی" (میری طرف)۔"

تین چیزیں: کسی نے شیخ ابوبکر طمستانی علیہ الرحمۃ سے پوچھا:

"توحید کیا ہے؟"

انہوں نے فرمایا:

"تین چیزیں ہیں۔ پہلی: توحید۔ دوسری: موحِد۔ تیسری: موحَد۔"

آثار بشریت کو مٹانا: شیخ ابو محمد رویم بن احمد علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"توحید یہ ہے کہ قلب سے آثار بشریت کو مٹا دیا جائے اور دل کو الوہیت کے ساتھ مشغول کیا جائے۔"

شیخ دقاق کا قول: شیخ استاد ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ نے اپنی عمر کے آخری حصہ میں فرمایا جبکہ ان کی بیماری شدت اختیار کر چکی تھی:

"جب کسی بندے پر احکام الٰہی کی تقدیر جاری ہو رہی ہو، اس وقت اگر وہ توحید پر ثابت قدم رہے تو یہ اس کی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی تائید اسے حاصل ہے۔"

پھر شیخ نے اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے اپنی بیماری کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

"اگر قدرت الٰہی کی قینچی احکام کے جاری کرنے میں تجھے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دے اور تو اس پر بھی اس کی حمد کرے اور اس کا شکر کرے تو یہ توحید ہے۔"

شیخ شبلی کا ارشاد: شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"جس آدمی کو اس بات کا تصور بھی آجائے کہ اس کے پاس توحید ہے، اس نے توحید کی بو نہیں سونگھی (یعنی اگر وہ موحد ہوتا تو اسے اللہ کے علاوہ کسی اور چیز کا خیال ہی نہ آتا۔)"

علم توحید: شیخ ابو سعید احمد بن عیسیٰ خراز علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"توحید کے علم کو پانے والے آدمی اور اس مقام کو حاصل کرنے والے کا پہلا مقام یہ ہے کہ تمام اشیاء کا ذکر اس کے قلب سے فنا ہو جائے اور وہ یکسو ہو کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو جائے۔"

اپنی ذات اور قوت: شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ نے ایک آدمی سے فرمایا:

"کیا تم جانتے ہو کہ تمہاری توحید درست کیوں نہیں ہوئی؟"

اس نے عرض کیا:

''مجھے تو علم نہیں۔''

شیخ نے فرمایا:

''اس کی وجہ یہ ہے کہ تو نے توحید کو اپنی ذات اور اپنی قوت سے طلب کیا ہے۔''

قلب میں فقط اللہ ہی اللہ: شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''حقیقت توحید یہ ہے کہ بندہ توحید کو بھول جائے، اس طرح کہ اس کے قلب میں فقط اللہ ہی اللہ ہو (اس کے دل میں نہ تو توحید کا خیال ہو اور نہ شرک کا۔)''

موحد اور کشف: منقول ہے کہ بعض لوگوں کی توحید میں یہ حالت ہوتی ہے کہ تمام افعال ان پر ظاہر ہو جاتے ہیں اور وہ تمام حوادث کو ملاحظہ کرتے ہیں۔ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے صادر ہو رہا ہے۔

جمع وتفرقہ: منقول ہے کہ بعض لوگوں پر حقیقت توحید ظاہر و عیاں ہو جاتی ہے اور اللہ کے سوا ہر چیز کے لئے ان کے احساسات مضمحل ہو جاتے ہیں۔ یہ حضرات باطن میں تو ''جمع'' کے طور پر مشاہدہ کر رہے ہوتے ہیں اور ظاہر میں ''تفرقہ'' کے طور پر۔

موحد ہر کسی چیز سے توحید پر استدلال کر لیتا ہے: النقاد سے منقول ہے کہ کسی نے سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی کی موجودگی میں شیخ شبلی علیہ الرحمۃ سے کہا:

''توحید کے بارے میں بتائیں۔''

آپ نے یہ شعر پڑھا:

وغنی لی من قلبی
وغنیت کما غنی
وکنا حثیما کانوا
وکانوا حثیما کنا

''اور ترنم سے گا گا کر میرے دل نے میری خواہشات کو بیان کیا اور میں نے بھی اسی طرح گانا شروع کر دیا۔ جہاں وہ تھے، ہم بھی وہاں ہو گئے اور جہاں ہم تھے وہ بھی وہاں ہو لئے۔''

اس آدمی نے کہا:

''کیا قرآن وحدیث ختم ہو گئے ہیں کہ آپ اشعار سے استدلال کرتے ہیں۔''

شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ نے کہا:

''ہرگز نہیں! بلکہ موحد تو معمولی سے خطاب سے بھی اعلیٰ درجہ کی توحید کا حصول ممکن بنا لیتا ہے۔''

اضافہ از مترجم:

توحید انبیاء اور دیگر فرقوں کی توحید میں امتیاز: انبیائے کرام علیہم السلام کی توحید تفصیل سے اللہ سبحانہ تبارک وتعالیٰ کے لیے کمال درکمال صفات کو ثابت کرتی ہے اور یہی بتاتی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ کی پرستش وعبادت کی جائے۔ وہ یکتا ہے، اُس کا کوئی ثانی نہیں' اُس کا ثانی ارادے میں' محبت میں' خوف ورجا میں' الفاظ واقسام میں اور منت وغیرہ میں کسی کو تسلیم

نہ کیا جائے، بلکہ انسان اپنے دل سے' اپنے ارادے سے' اپنی زبان سے اور اپنی عبادت سے اس کے غیر کو ہٹا دے۔ جیسا کہ حقیقت میں شریک کا وجود نہیں۔ اسی طرح دلی یعنی قلبی اور زبانی یعنی لسانی وجود بھی نہیں۔

اللہ سبحانہ تبارک وتعالیٰ کے اسمائے مبارکہ اور صفات حسنہ کے حقائق کی نفی ان سے اللہ کو معطل کرنا ہے جس سے ممکن ہے کہ وہ اسماء وصفات کو زبان سے بھی معطل کر دیں۔ چنانچہ وہ گمراہ لوگ کوئی ایسی آیت کریمہ زبان پر نہیں لاتے جس میں ان کا تذکرہ ہو، نہ ہی ایسی حدیث بیان کرتے ہیں جس میں کسی صفت کی صراحت ہو اور جو ان کے ذکر سے زبان کو محفوظ کرنے کی قدرت نہیں رکھتا وہ تحریف اور نفی حقیقت کے اسلحہ سے ان پر غلبہ پانے کی سعی کرتا ہے اور انہیں بے معنی اسم قرار دیتا ہے یا چیستان کی جنس میں شامل کر دیتا ہے۔ پھر اگر کوئی ان کی طرف سے یہ تعطیل اُٹھانے کے لیے کھڑا بھی ہوتا ہے تو نص کے معنی میں تحریف کر کے جو معنی پیدا کرتا ہے اس سے بھی وہی لازم آتا ہے جس سے یہ بھاگا تھا، کیونکہ اگر تمثیل یا تشبیہہ یا حدوث حقیقت میں لازم آتا ہے جو تاویل کیے ہوئے معنی کے اعتبار سے بھی لازم آئے گا جس پر نص ڈالی گئی ہے۔ اگر معنی محرف میں لزوم نہیں تو حقیقی معنی میں بدرجہ اولیٰ نہیں۔ پھر جب وہ یہ بات معلوم کرتا ہے تو تمام صفات سے اللہ تبارک وتعالیٰ کو معطل کیے بغیر اس کے لیے کوئی چارہ ہی نہیں رہتا۔ یہ اصل تعطیل کی مدافعت ہے، حالانکہ فرق مدافعت سے بہت قریب ہے، مگر مخالف تو باطل ہی کی جانب دیکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو صفات اپنی ذات کی طرف منسوب کی ہیں ان میں سے بعض تو اس کے لیے ثابت کی جاتی ہیں اور بعض کا انکار کر دیا جاتا ہے، حالانکہ دونوں میں باطل لازم ایک ہی ہے اور لازم حق میں فرق نہیں کیا جاتا۔ الغرض ان گمراہوں نے اس تعطیل کا نام توحید رکھا ہے۔ حالانکہ یہ اللہ سبحانہ تبارک وتعالیٰ کے اسمائے مبارکہ اور صفات میں الحاد ہے اور ان کے حقائق کو معطل کر دینا ہے۔

یاد رہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام نے اللہ سبحانہ تبارک وتعالیٰ کو تمام عیوب اور نقائص سے بری قرار دیا ہے، جن سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ذات کو بری فرمایا۔ حقیقت میں عیوب ونقائص اس کے کمال کے اور اس کی ربوبیت اور اس کی عظمت کے کمال کے خلاف ہیں۔ مثال کے طور پر اونگھ' نیند' غفلت' موت' تھکاوٹ' ظلم اور ظلم کا قصد' ظالم' شریک' بیوی' بچے' مددگار' اجازت کے بغیر شفاعت' بندوں کو یونہی چھوڑنا' ان کو بغیر مصلحت پیدا کرنا' زمین وآسمان اور دنیا کی تمام چیزیں کسی غرض کے بغیر پیدا کرنا کہ انہیں عذاب اور ثواب سے کوئی واسطہ نہ ہو اور نہ ہی امر ونہی کے پابند ہوں، دوستوں اور دشمنوں میں اچھوں اور بروں میں اور کفار اور مومنین میں مساوات، مشیت الٰہی کے بغیر کسی چیز کا ہونا، اللہ کا کسی صورت سے غیر کی طرف محتاج ہونا' اللہ کے ساتھ کسی غیر کا کسی بات میں شریک ہونا، اللہ پر غفلت یا بھول یا سہو کا طاری ہونا، وعدہ خلافی کرنا، اس کے کلمات طیبات میں تغیر کا ہونا' اس کی طرف شر کی اضافت خواہ اس میں ہو یا وصفی یا فعلی ہو، یہ تمام باتیں شانِ الٰہی کے خلاف ہیں۔ اس کے تمام اسماء اسمائے حسنیٰ ہیں۔ تمام صفات کمال والی ہیں اور تمام افعال خیر وبرکت اور حکمت پر مبنی ہیں۔ یہ انبیائے کرام علیہما السلام کی بتائی ہوئی توحید ہے۔

گمراہوں اور معطل کر دینے والوں نے اللہ سبحانہ تبارک وتعالیٰ کو ان تمام کمالات سے معطل کر دیا ہے جن سے خود اس نے اپنی ذات والا صفات کو متصف فرما دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نہ تو بالذات کلام کرتا ہے، نہ کسی سے کلام کرتا ہے، وہ عرش پر مستوی نہیں، اس کی جانب ہاتھ نہیں اُٹھائے جاتے، اس کی جانب پاکیزہ کلمات نہیں چڑھتے، اس کے پاس سے کسی چیز کا نزول نہیں ہوتا، اس کی طرف نہ فرشتے چڑھتے ہیں اور نہ روح چڑھتی ہے، وہ اپنے بندوں کے اوپر نہیں اور نہ ہی اپنی تمام مخلوقات کے اوپر ہے، وہ ایک مٹھی میں آسمان اور ایک مٹھی میں زمین نہیں لے گا، نہ ہی ایک انگلی سے آسمان اور دوسری انگلی سے زمین' تیسری انگلی سے پہاڑ اور چوتھی انگلی سے درخت تھامے گا، نہ اس کا چہرہ ہے، نہ مومن اُسے بہشت میں اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے، نہ ہی

اس سے باتیں کریں گے، نہ ہی اللہ سبحانہ تبارک وتعالیٰ ان کے روبرو ہنستا ہوا متجلی ہوگا، نہ وہ ہر شب کو پہلے آسمان پر نازل ہو کر یہ اعلان کرتا ہے:

"کوئی ہے جو مغفرت چاہے کہ میں اس کی مغفرت کر دوں۔ کوئی مانگنے والا ہے کہ میں اُسے دے دوں۔"

اس کی مشیت ہمہ گیر نہیں' اس کا ارادہ کار فرما نہیں' اللہ سبحانہ تبارک وتعالیٰ کی مشیت کا اظہار نہیں ہوتا، بلکہ بندوں کی مشیت کا ظہور ہوتا ہے اور اسی طرح بندوں کی عدم مشیت کا تو ظہور ہوتا ہے، لیکن اللہ کی عدم مشیت کا ظہور نہیں ہوتا۔

اس کا نام انہوں نے عدل رکھا ہے اور اُس کا نام توحید۔ اسی طرح کہتے ہیں کہ اللہ سبحانہ تبارک وتعالیٰ نہ کسی سے محبت کرتا ہے اور نہ ہی اس میں صفت رافت ورحمت ہے اور نہ ہی صفت غضب ورضا۔

بعض کے نزدیک اللہ تبارک وتعالیٰ سمیع وبصیر بھی نہیں اور بعض کے نزدیک علم بھی نہیں رکھتا۔ بعض کے نزدیک وجود بھی نہیں رکھتا۔ یہ ملحدوں کی توحید ہے اور وہ انبیائے کرام علیہما السلام کی توحید ہے۔

حضرت امام بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے ہدایت یافتہ امامین نے یہ فرق بتایا ہے کہ تشبیہ وتمثیل تو تب ہے جب یہ کہا جائے ہے کہ اللہ کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے، اس کا کان میرا کان ہے، اس کی آنکھ میری آنکھ ہے، لیکن جب یہ کہا جائے کہ اللہ سبحانہ تبارک وتعالیٰ کے کان، آنکھ، ہاتھ اور چہرہ ہے، اس کے لیے استوا ہے اور ان میں سے کوئی بھی مخلوق کی کسی صفت سے مشابہ نہیں، بلکہ صفت مخلوق اور صفت خالق میں وہی فرق ہے جو خالق اور مخلوق میں ہے۔ لہٰذا تمثیل وتشبیہ کہاں رہی۔؟ یہ تو صرف ملحدوں کا مغالطہ اور تلبیس ابلیس ہے۔

اس حق کا انحصار جس پر اللہ کے تمام رسولان عظام کا اتفاق ہے یہ ہے کہ اللہ نے اور اس کے رسولان عظام نے جن اوصاف سے اللہ کی ذات کو متصف قرار دیا ہے وہی اوصاف اس میں تشبیہ وتحریف کے باوجود بے چون وچرا مان لیے جائیں۔ نہ تحریف کی حاجت ہے اور نہ معطل کرنے کی ضرورت۔ صفات مانو اور مخلوق سے مشابہت کا انکار کرو، کیونکہ جس نے اللہ سبحانہ تبارک وتعالیٰ کو اس کی مخلوق کے مشابہ قرار دیا وہ بھی کافر ہے اور جس نے حقائق اسماء اور صفات کا انکار کیا وہ بھی کافر ہے۔ صراط مستقیم پر وہی ہیں جو اسماء اور صفات کے حقائق کو تسلیم کرتے ہیں اور ان کی مشابہت مخلوق سے نہیں مانتے۔

جاننا چاہئے کہ خالص توحید یہ ہے کہ مخلوق کو خالق کا کوئی حق اور کوئی خصوصیت نہ دی جائے، نہ ہی اس کی عبادت کی جائے اور نہ ہی اس کے لیے نماز پڑھی جائے، نہ ہی اس کی قسم کھائی جائے اور نہ ہی اُسے پروردگار عالم کے مساوی سمجھا جائے، نہ ہی مشرکین کی طرح کسی کے سامنے سر کو جھکایا جائے اور نہ ہی اس کے لیے سر منڈایا جائے، نہ ہی اس کے نام کی قسم کھائی جائے اور نہ منت مانی جائے، نہ ہی بعد از موت کسی کی قبر کو سجدہ کیا جائے اور نہ ہی کبھی اس سے مدد مانگی جائے، نہ دعا کی جائے اور نہ ہی اللہ کی ناراضگی حاصل کر کے اسے خوش کیا جائے، نہ رضائے الٰہی کے لیے اس کی ناراضی کی پرواہ کی جائے اور نہ ہی اس کی انتہائی تعظیم وتکریم کی جائے، نہ ہی اس سے انتہائی محبت اور انتہائی خوف اور انتہائی اُمید کی جائے۔ پھر جب مخلوق سے ربوبیت کی خصوصیات ہٹا دی جائیں اور اسے خاص طور پر اللہ کی غلامی کا مقام دے دیا جائے تو اس سے ان کی تنقیص لازم نہیں آئے گی اور نہ ہی ان کی شان میں فرق آئے گا۔

حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مجھے حد سے زیادہ نہ بڑھانا جس طرح کہ نصرانیوں نے حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کو حد سے بڑھا دیا۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ لوگو! میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے میرے مقام سے اونچا لے جاؤ۔ میری قبر پر میلہ نہ لگانا۔ اے اللہ! میری قبر کو تھان نہ

بنانا کہ اس کو پوجا جائے۔ یہ نہ کہو جو کچھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اور محمد نے چاہا۔''

ایک آدمی نے آپ سے یہی جملہ کہا تو حضور تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا۔!''

ایک معصیت خواہ نے کہا:

''اے اللہ! میں تجھ سے توبہ کرتا ہوں محمد سے نہیں۔''

یہ سن کر حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس نے معرفت الٰہی حاصل کی۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

''آپ کو معاملہ میں دخل نہیں۔آپ فرما دیجئے! کہ تمام کام رب تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔آپ فرما دیجئے! کہ میں اپنے نفع اور نقصان پر بھی قدرت نہیں رکھتا، مگر جو کہ اللہ چاہے۔آپ فرما دیجئے! کہ مجھے کبھی کوئی اللہ سے پناہ نہیں دے سکتا اور میں کبھی اس کے سوا کہیں پناہ نہیں پا سکتا۔''

حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیّدہ فاطمہ زہراء، حضرت عباس اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

''میں اللہ کے عذاب سے تمہارے کام نہیں آسکوں گا۔''

مشرکین نے اپنے بزرگوں کی ناجائز تعظیم کی، بتوں کی پوجا کی، مذکورہ بالا تمام باتیں اپنے بزرگوں اور معبودوں کے لیے جائز قرار دیں اور یہ دعویٰ کیا کہ جس نے بزرگوں اور بتوں کے یہ حقوق سلب کیے اس نے ان کی شان میں گستاخی کی اور مقام ومرتبہ کم کیا، حالانکہ اُنہوں نے خود سچے معبود کی شان میں گستاخی کی اور اس کے مرتبہ میں کمی کی۔

خالص اتباع رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ ہے کہ آپ ﷺ کی حدیث پر کسی کا قول یا کسی کی رائے مقدم نہ کی جائے، خواہ وہ کوئی ہو، بلکہ سب سے پہلے حدیث کی پرکھ پڑچول کی جائے۔ پھر اس کے معنی کی پرکھ پڑچول کی جائے۔ پھر جب حدیث کے سند اور متن دونوں درست ہوں تو اس پر جم جانا چاہیے، اگرچہ دنیا والے مخالف ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ ناممکن ہے کہ دنیا والے حدیث کے خلاف پر اتفاق کریں۔ اس کا کوئی نہ کوئی تو قائل ہوگا، گو تمہیں معلوم نہ ہو۔

اپنی جہالت کو نبی پر اور اللہ پر حجت نہ بناؤ، بلکہ صریح حدیث پر عمل کرو اور ست نہ بنو۔ باقی علماء کرام کے مراتب اور محبت وضبط کے سلسلے میں ان کی امانت اور اجتہاد میں شک نہ کرو۔ انہیں تو ضرور اجر حاصل ہوگا، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے قول کی وجہ سے درست حدیث کو ترک کر دیا جائے اور صرف اس وسوسہ پر کہ وہ تم سے زیادہ عالم ہیں، ان کا قول حدیث پر مقدم کیا جائے۔ اگر یہ وسوسہ درست ہو تو جو صریح حدیث پر چل رہا ہے، وہ بھی تم سے زیادہ عالم ہے اس کی موافقت کیوں نہیں کرتے۔؟

اگر کوئی احادیث کو علمائے کرام کے اقوال کے لیے معیار بنائے اور جو اقوال ان کے موافق ہوں انہیں لے لے اور مخالف اقوال چھوڑ دے تو یہ ان کی شان میں گستاخی نہیں ہے اور نہ ہی ان کی حق تلفی ہے، بلکہ ان کی اقتداء ہے، کیونکہ سب کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء کا حکم ہے اور سب نے اپنے ماننے والوں کو یہی حکم کیا ہے۔ ان کو سچا ماننے والا وہی ہے جس نے ان کے وصایا پر عمل کیا اور جو وصایا کے خلاف نہیں کرتا۔ لہٰذا ان کے اس قول کی مخالفت کرو جو صریح حدیث کے خلاف ہو، یہ ان کی اس وصیت کے خاص طور پر موافق ہے جو وہ کر گئے بلکہ یہ خلاف خلاف نہیں، بلکہ خاص طور پر ان کے موافق ہے۔ یہیں سے تقلید اور فہم وبصیرت میں امتیاز ہو گیا۔

مقلد کسی کا قول بغیر دلیل کے تسلیم کر لیتا ہے اور اس میں غور و فکر سے کام نہیں لیتا، لیکن محقق اپنی قدرتی سمجھ اور علم کی روشنی میں رسول ﷺ تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ علمائے کرام کو دلیل کے طور پر پہلی دلیل سمجھتا ہے، پھر جب دلیل اول تک پہنچ جاتا ہے تو اب اسے دوسری دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ مثال کے طور پر کسی نے تارے سے قبلہ معلوم کیا۔ پھر جب اسے قبلہ معلوم ہوگیا تو اب تارے کی ضرورت نہیں رہی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جس کے سامنے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ظاہر ہوگئی اس کے لیے سنت کو کسی قول کی وجہ سے ترک کرنا اچھی بات نہیں۔

قرآن مجید شاہد ہے کہ اللہ سبحانہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

"الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون"

"میرے دوست نہ ہی خوف کھائیں گے اور نہ ہی غمگین ہوں گے۔ یہ لوگ صاحب ایمان اور صاحب تقویٰ ہوں گے۔"

قرآن مجید میں کئی جگہ ان کا تذکرہ موجود ہے۔ اللہ رب تعالیٰ جل جلالہ کے دوست اللہ کے بندے مخلص ہیں جو حرم میں ہوں یا غیر حرم میں ہوں، ہر جگہ رسول اللہ علیہ التحیۃ والثناء کی اطاعت کرتے ہیں، آپ کے حکم کے سامنے کسی دوسرے کا حکم نہیں مانتے اور اغیار کی وجہ سے آپ کی سنت کو ترک نہیں کرتے، نہ خود بدعتی ہیں اور نہ ہی بدعت کی دعوت دیتے ہیں، نہ اللہ کے سوا اور رسول علیہ التحیۃ والثناء کے سوا اور اولیاء اللہ کے سوا کسی دوسری جماعت سے واسطہ رکھتے ہیں اور نہ ہی رضائے الٰہی پر برے لوگوں کی صحبت کو ترجیح دیتے ہیں، قرآن پر عمل کرتے ہیں اور ناچ گانا سے اجتناب کرتے ہیں، جو نور بصیرت سے محروم ہے وہ اولیاء اللہ اور اولیائے شیطان میں تمیز نہیں کرتا، جو اللہ کی کتاب سے منہ موڑ لیتے ہیں وہ اللہ کے دوست نہیں ہو سکتے اور جنہوں نے اللہ کے رسول کی ہدایت اور سنت سے منہ موڑا اور آپ کی مخالفت کی اور آپ سے دشمنی کی وہ اولیاء اللہ نہیں ہیں، اولیاء اللہ تو صاحب ایمان اور صاحب تقویٰ ہوتے ہیں۔ جو شخص قرآن وسنت سے دور ہوا وہ اولیائے شیطان ہے، اولیائے رحمٰن نہیں ہے۔ ان باتوں پر مکمل ایمان ہونا چاہئے، کیونکہ یہ باتیں کسوٹی ہیں، اگر چہ وہ پانی پر چلتا ہو اور ہوا پر اُڑتا ہو، اگر شریعت کے تابع نہ ہو تو اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا۔

حال ایمانی یعنی کرامت اتباع رسول علیہ السلام پر خلوص عمل اور خالص توحید کا نتیجہ ہوتا ہے، جس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو دین و دنیا میں نفع حاصل ہو۔ یہ سنت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جم جانے سے حاصل ہوتی ہے۔

حال شیطانی یعنی استدراج شرک اور فسق وفجور سے پیدا ہوتا ہے۔ برے اعمال کے سبب سے شیطان سے قرب واتصال اور ایک قسم کی مشابہت پیدا ہوتی ہے اور کچھ عادت کے خلاف چیزوں کا اظہار ہونے لگتا ہے۔ بت پرستوں، صلیب کی پوجا کرنے والوں اور شیطان کی پوجا کرنے والوں اور دوسرے باطل فرقوں میں یہ حال پیدا ہوتا ہے، کیونکہ شیطان کی پوجا کرنے والا عبادت کر کے جب اسے خوش کرتا ہے تو وہ اسے خلعت حال سے نوازتا ہے جس سے وہ کمزور عقل، کمزور ایمان والوں اور کمزور توحید والوں کے ایمان کو شکار کر سکے۔ بہت سے لوگ اس کے حال کے جال میں پھنس کر ہلاکت میں پھنس جاتے ہیں۔ جو حال کتاب وسنت کے ترک کرنے سے پیدا ہو وہ شیطانی حال ہے۔ اکثر لوگ ان دونوں میں تمیز نہیں کر سکتے۔ اس جہان میں فرق انتہائی قابل قدر چیز ہے۔ یہ فرق اللہ کا دل میں ڈالا ہوا ایک نور ہوتا ہے جو درست اور نا درست کو چھانٹ دیتا ہے اور اچھے اور برے کا معیار ہوتا ہے۔ جو اس فرقان سے محروم ہے وہ بہر صورت شیطان کے جال میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

حکم آفاقی تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے نازل کردہ ہیں اور اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واضح طور پر بتا دیئے ہیں۔ لوگوں کو انہیں کے مطابق زندگی گزارنے کا حکم ہے۔

تاویلی احکام مجتہدین کے ہوتے ہیں جو مختلف ہوتے ہیں اور جن کی اتباع ضروری نہیں۔ نہ ہی ان کے مخالفین کو فاسق وفاجر یا کافر کہا جاتا ہے، کیونکہ ان اقوال والوں نے یہ نہیں کہا کہ یہ اللہ کے اور اُس کے رسول کے حکم ہیں، بلکہ یہ کہا کہ ہم نے اپنی رائے سے انہیں استنباط کیا ہے۔ اگر چاہتے ہو تو مان لیجئے! اگر نہیں چاہتے نہ مانیے۔! ان کا اُمت کے لیے ماننا لازمی نہیں ہے، بلکہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تو فرمان ہے:

''یہ میری رائے ہے۔ اگر میرے پاس کوئی اس سے بہتر رائے لائے گا تو میں اسے تسلیم کروں گا۔''

اگر امام کی رائے بعینہٖ حکم الٰہی ہوتا تو امام ابو یوسف اور امام محمد وغیرہ کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کی جرأت نہ ہوتی۔

اسی طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ہارون الرشید نے مشورہ کیا کہ اگر آپ حکم دیں تو میں لوگوں کو موطا کے مسائل کے مطابق چلاؤں۔ آپ نے اس بات سے خلیفہ کو منع کر دیا اور فرمایا:

''صحابہ کرام شہروں میں پھیل گئے اور ہر قوم کے پاس منفرد طور پر علم ہو گیا۔''

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ماننے والوں کو یہ وصیت فرمائی:

''اگر قرآن وحدیث سے ثبوت مل جائے تو میرا قول ترک کر دینا۔''

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنے فنون کی تدوین سے خوش نہیں تھے اور فرمایا کرتے تھے:

''میری تقلید نہ کرو! بلکہ فلاں کی تقلید کرو، بلکہ جہاں سے انہوں نے لیا ہے، وہاں سے لے لو۔''

اگر امامین کو یقین ہوتا کہ ان کے اقوال واجب الاتباع ہیں تو وہ اپنے ماننے والوں پر اپنی اور اپنے اقوال کی مخالفت حرام فرما جاتے، ان کے ماننے والے نہ ہی کسی مسئلہ میں ان کی مخالفت کو روا جانتے اور نہ ہی امامین کے قول میں رجوع پایا جاتا۔ اسی لیے ایک ہی امام کے ایک ہی مسئلے میں بکثرت اقوال ملتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ رائے اور اجتہاد پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنا چاہئے، لیکن آفاقی حکم کے خلاف کرنا اہل اسلام کے لیے روا نہیں کہ اس سے بال برابر بھی اِدھر اُدھر ہوں۔ رہا تبدیل شدہ حکم سو وہ قابل قبول نہیں، نہ ہی اس کی ترویج جائز ہے، نہ ہی اس کی پیروی روا ہے اور اس کا قائل کفر، فسق اور ظلم کے مابین ہے۔

<u>دیدار باری تعالیٰ:</u>

((عن ابن عباس قال اتعجبون ان تکون بخلة لا براھیم والکلام موسیٰ والرؤیة محمد صلی الله علیه وسلم))(مواھب لدنیه، جلد۲، صفحه نمبر ۳۷)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ خلعت حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے ہو اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اور دیدار الٰہی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہو۔''

حضرت عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوذر سے کہا:

''کاش! میں رسول اللہ کو دیکھتا تو آپ سے پوچھتا۔''

حضرت ابوذر نے کہا:

((عن ای شیء تسئله))

''کس چیز کے بارے میں آپ سے سوال کرتا؟''

تو عبداللہ بن شقیق نے کہا:

''میں آپ سے پوچھتا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔؟''

حضرت ابوذر نے کہا:

''میں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''رئیت نوراً'' میں نے نور دیکھا۔'' (صحیح مسلم، جلد ۱، صفحہ نمبر ۹۷)

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:

((ومن المحال ان یدعوا لکریم کریماً الی دارہ ویضیف حبیب حبیباً فی تصرہ ثم یتسر عنہ و لا یریہ وجھہ))(تفسیر روح البیان، جلد ا، صفحہ نمبر ۱۵۴)

''اور یہ بات ناممکن ہے کہ کریم کریم کو دعوت دے کر بلائے اور دوست اپنے دوست کو اپنے محل میں مہمان بنائے پھر اس سے چھپ جائے اور اس کو اپنا چہرہ نہ دکھائے۔''

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:

((ثم ان قائلین بالرویۃ اختلفوا فمنھم من قال انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رأی ربہ سبحانہ بعینہ، ان التراجح عند اکثر العلماء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأی ربہ بعینی رأسہ لیلۃ الاسراء))

''پھر دیدار باری تعالیٰ کے قائلین اس مسئلہ میں مختلف ہیں۔ پس بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کو اپنی سراقدس کی آنکھ مبارک سے دیکھا۔ اسی قول کو اکثر علماء نے ترجیح دی ہے کہ معراج کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔'' (روح المعانی، جلد ۲۷، صفحہ نمبر ۲۴۲)

اکثر علماء کے نزدیک یہ بات راجح ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کو معراج کی رات اپنے سراقدس کی دونوں آنکھوں سے دیکھا۔

دوسری روایت جس سے قلب مبارک سے دیکھنے کا ثبوت ملتا ہے وہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

چنانچہ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ حدیث شریف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

((لم ارہ بعینی ولکن رئیت بقلبی مرتین وعن ابن عباس قال مثل ھل رئیت ربك قال رئیتہ بفوادی رواہ ابن جریر))

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھ سے نہیں دیکھا، لیکن دل سے دو مرتبہ دیکھا ہے اور حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں نے اللہ کو اپنے دل سے دیکھا ہے۔ اس حدیث کو ابن جریر نے روایت کیا ہے۔''

علامہ عسقلانی لکھتے ہیں:

((ثم ان المراد برؤیۃ الفواد رؤیۃ القلب لا مجرد حصول العلم لانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان علماً باللہ علی الدوام بل مراد من الثبت لہ انہ رأہ بقلبہ ان الرؤیۃ التی حصلت لہ خلقت لہ فی قلبہ کما تخلق الرؤیۃ بالعین لغیرہ والرؤیۃ لا یشترط لھا شی مخصوص عقلاً و لو جرت العادۃ بخلقھا فی العین))(مواھب للدنیہ، جلد ۲، صفحہ نمبر ۳۷)

''پھر یہ واضح ہوا کہ ''رویۂ فواد'' سے دل کا دیکھنا مراد ہے، نہ یہ کہ صرف علم حاصل ہو گیا کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کو اللہ تعالیٰ کا علم علی الدوام حاصل ہے۔ جن لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے رویت قلبی ثابت کی ہے ان کی مراد یہ ہے کہ جس طرح کسی کی آنکھ میں بینائی پیدا کر دی جاتی ہے اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک میں بینائی پیدا کر دی گئی ہے (جس سے آپ نے باری تعالیٰ کا دیدار کیا) اور رویت دیکھنے کیلئے عقلاً کسی خاص جز و بدن کا ہونا یا کسی خاص شے کا پایا جانا ضروری نہیں اگرچہ عادتاً بینائی آنکھ میں ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ خرقِ عادت کے طور پر آنکھ کے علاوہ کسی اور عضو میں بینائی پیدا کر دے تو اس کو ہر طرح کی قدرت ہے۔''

تیسری قسم کی روایت جس سے دونوں طرح کی رویت ثابت ہوتی ہے، یہ ہے:

((عن ابن عباس انه كان يقول ان محمد صلى الله عليه وسلم رأى ربه مرتين مرة ببصره و مرة بفؤاده رواه الطبرانی))

(روح المعانی، جلد ۲۷، صفحہ نمبر ۴۶) (مواہب لدنیہ، جلد ۲، صفحہ نمبر ۳۷)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ سر مبارک کی آنکھ سے اور ایک مرتبہ اپنے قلب مبارک کی آنکھ سے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔''

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا؟: اس کے متعلق آپ کو بظاہر موافق و مخالف اقوال ملیں گے مگر حقیقت یہ ہے کہ رویتِ باری تعالیٰ کا مسئلہ ہی ایسا ہے کہ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا واقعہ ہی اس نوعیت کا ہے کہ جس کی لطافت و نزاکت بارِ الفاظ کی متحمل نہیں۔ اس مسئلہ میں جمہور علماء و متکلمین کا مسلک یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچشمِ سر بغیر حجاب اپنے رب کو دیکھا مگر کیسے دیکھا؟ یہ کیسے کا معاملہ دیکھنے اور دکھانے والا ہی بتا سکتا ہے۔

بعض اہل ارشارات نے فرمایا کہ گویا اس مقامِ قرب میں اللہ عزوجل نے فرمایا:

''اے محبوب! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے تیری آنکھوں میں وہ نور بھرا ہے کہ تو ان سے میرا جمال دیکھے اور وہ کان دیئے ہیں جن سے میری بات سنے۔'' (مواہب لدنیہ، جلد 1، صفحہ 33)

قرآن مجید میں ہے:

((لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ))

''بیشک اللہ کا ادراک نہیں ہو سکتا۔''

ادراک بصری روایت سے اخص ہے اور خاص کی نفی عام کو مستلزم نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس آیتِ کریمہ سے رویت کی نفی ثابت کرنا صحیح نہیں ہے۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرمان کا بھی یہی مطلب ہے کہ اللہ کا ادراک نہیں ہو سکتا اور کوئی اللہ عزوجل کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

علامہ قاضی عیاض اُندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب الشفاء میں لکھتے ہیں:

''محدثین، فقہاء و متکلمین نے اس پر اجماع کیا ہے کہ دُنیا میں رویتِ باری تعالیٰ محال ہے۔''

اس ارشاد کا مطلب بھی یہی ہے کہ دُنیا میں رویتِ باری تعالیٰ اس لیے بھی ممتنع ہے کہ بشر غایتِ نقصان کی وجہ سے دیکھ نہیں سکتا۔

علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دُنیا میں رویتِ باری تعالیٰ محال نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ محال یا ناجائز ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی محال بات کی استدعا نہ کرتے۔ حالانکہ انہوں نے بارگاہ الٰہی میں ''رَبِّ اَرِنِیْ'' اے

میرے رب! میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔'' عرض کیا اور انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کبھی محال طلب نہیں کر سکتے۔
البتہ یہ کہیے کہ اس دنیا میں رویت باری تعالیٰ بایں معنیٰ ہے کہ بشر میں دیدار باری تعالیٰ کی طاقت نہیں۔
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:
''اللہ تعالیٰ باقی ہے (اور انسان و دیگر مخلوقات فانی) لہٰذا فانی باقی کو نہیں دیکھ سکتا یا دُنیا میں باقی دیکھا نہیں جا سکتا۔''
اس قول کو نقل کرتے ہوئے علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:
((قَالَ لَمْ یُرٰ فِی الدُّنْیَا لِاَنَّهٗ بَاقٍ وَّلَا یُرٰی الْبَاقِیْ فِی الْفَانِیْ فَاِذَا کَانَ فِی الْاٰخِرَةِ رُزِقُوْا اَبْصَارًا بَاقِیَةً رُئِیَ الْبَاقِیْ بِالْبَاقِیْ)) (مواہب لدنیہ، جلد 2، صفحہ 31)
''اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو دنیا میں نہیں دیکھا جا سکتا کیونکہ وہ باقی ہے اور ہم فانی اور فانی باقی کو نہیں دیکھ سکتا، لیکن آخرت میں چونکہ ابصار باقیہ غیر فانیہ عطا ہوں گی تو انسان باقی آنکھوں سے باقی (اللہ تعالیٰ) کو دیکھے گا۔''
معتزلہ کا مسلک یہ ہے کہ ''دُنیا و آخرت میں اللہ کا دیدار محال ہے۔'' اہل سنت و جماعت کے نزدیک یہ غلط ہے کیونکہ آخرت میں مومنین کے لیے دیدار باری تعالیٰ قرآن سے ثابت ہے۔
اللہ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے:
((وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ))
''اس دن بہت سے تروتازہ چہرے اپنے رب کو دیکھیں گے۔''
نیز کفار کے متعلق فرمایا:
''کَلَّا انهم عَنْ رَّبِّهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ''
''ہاں (کافر) اپنے رب سے حجاب میں رہیں گے۔''
امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ قیامت کے دن کو کافر اللہ تعالیٰ سے حجاب میں رہیں گے لیکن مومن نہیں۔ وہ تو خوب جی بھر کر اپنے رب کو دیکھیں گے۔
حدیث شریف میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''قیامت کے دن مومن اللہ کو اس طرح دیکھیں گے جیسے چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہیں۔'' (سنن ترمذی)
غرضیکہ یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ آخرت میں مومن دیدار باری تعالیٰ سے مشرف ہوں گے۔ اب رہا مسئلہ یہ کہ معراج کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ربّ کو بچشم سر دیکھا یا نہیں۔ تو صحیح یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ربّ کو بچشم سر دیکھا اور عین ذات کا مشاہدہ فرمایا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم باقی میں تھے اور باقی نظر کے مالک تھے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا دیدار فرمایا۔

☆☆☆

فصل نمبر 49:

وفات کے وقت صوفیاء کی حالت

وفات کے وقت کی خوشی: اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

((الذین تتو فاھم الملآئکۃ طیبین))

''وہ لوگ کہ جن کو فرشتے موت دیتے ہیں اور وہ خوش ہوتے ہیں۔'' (سورۃ النحل، آیت نمبر: ۳۲)

یعنی یہ ایسے بامراد لوگ ہیں کہ اپنی جانوں کو دے دینے پر خوش ہوتے ہیں۔ انہیں اپنے رب کی طرف پلٹنا ناگوار نہیں ہوتا۔

ایک جوڑ کا دوسرے جوڑ کو سلام کہنا: ابو ہدبہ کہتے ہیں کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بندے پر موت اور سکرات کی تکلیف وارد ہوتی اور اس کے جوڑ ایک دوسرے کو سلام کہتے ہوتے ہیں کہ اب قیامت تک ہم میں جدائی ہے۔'' (کنز العمال، حدیث نمبر: ۴۲۱۸۳)

بوقت وصال خوف و رجاء: حضرت ثابت کہتے ہیں کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نوجوان حالت نزع میں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے فرمایا:

''اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟''

اس نے عرض کیا:

''اللہ سے امید بھی ہے اور اپنے گناہوں کا خوف بھی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس حالت میں جس مومن کے دل میں یہ دونوں باتیں (خوف ورجا) جمع ہو جائیں اللہ تعالی اس کی آرزو کو پورا فرما دیتا ہے اور اسے خوف سے محفوظ کر دیتا ہے۔'' (سنن ابن ماجہ: ۴۲۶۱) (سنن ترمذی: ۸۸۳)

صوفیاء کے دو طرح کے حالات: وقت نزع صوفیاء کے مختلف حالات ہوتے ہیں۔ چنانچہ بعض پر ہیبت اور خوف کا غلبہ ہوتا ہے اور بعض پر رجاء کا۔ بعض کو ایسی حالت میں ان حالات کا کشف ہو جاتا ہے، جن کی وجہ سے انہیں سکون و سرور میسر آتا ہے اور وہ اللہ پر خوب توکل کرتے ہیں۔

بوقت وصال سید الطائفہ کی حالت: شیخ ابو محمد جریری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کی نزع کی حالت میں ان کے پاس موجود تھا۔ وہ یوم جمعہ اور نوروز کا دن تھا۔ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ اس وقت بھی تلاوت قرآن مجید کر رہے تھے۔ چنانچہ جب انہوں نے قرآن مجید ختم کر لیا تو میں نے عرض کیا:

''اے ابو القاسم! اس حالت میں بھی آپ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں؟''

سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اس حالت میں مجھ سے بڑھ کر کون اس کا حق دار ہو سکتا ہے جب کہ میرا صحیفہ اعمال لپیٹا جا رہا ہے۔''

شیخ شبلی کا وصال: شیخ ابو محمد ہروی سے منقول ہے کہ جب شیخ ابو بکر شبلی علیہ الرحمۃ کی وفات ہوئی، اس وقت میں ان کے پاس موجود تھا۔ آپ ساری رات یہ دو شعر پڑھتے رہے:

کل بیت انت ساکنہ
غیر محتاج الی السراج
وجھك المامول حجتنا
یوم یاتی الناس بالحجج

''اے اللہ! جس گھر (قلب) میں تو رہتا ہو، وہ کسی اور روشنی کا محتاج نہیں ہوتا۔ تمہارا چہرہ ہی، جس کی ہمیں امید ہے، ہماری حجت ہوگا اس دن جب کہ لوگ اپنی اپنی حجتیں لے کر آئیں گے۔''

شیخ ابن مبارک کی وصیت: شیخ عبداللہ بن منازل علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ حمدون قصار علیہ الرحمۃ نے اپنے ارادت مندوں کو حکم دیا تھا کہ موت کے وقت ہرگز ان کے پاس عورتیں موجود نہ ہوں۔

شیخ بشر حافی کا وصال: شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ کے نزع کے وقت، کسی نے ان سے کہا:

''اے ابونصر! شاید آپ کو اس دنیاوی زندگی کی طلب ہے۔؟''

شیخ نے فرمایا:

''میری یہ کیفیت موت کے ڈر سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کی وجہ سے ہے۔''

شیخ سفیان ثوری کا وصال: منقول ہے کہ جب بھی شیخ سفیان ثوری علیہ الرحمۃ کا کوئی شاگرد سفر پر جاتے ہوئے آپ کے پاس حاضر ہوتا اور عرض کرتا:

''حضور! کوئی ضرورت ہو تو بتائیں۔''

آپ فرماتے:

''اگر تمہیں کہیں موت مل جائے تو وہ میرے لئے خرید لانا۔''

جب شیخ کے وصال کا وقت آیا تو انہوں نے فرمایا:

''ہم تو موت کی تمنا کیا کرتے تھے، لیکن اب ہم نے دیکھا کہ یہ تو بہت سخت چیز ہے۔''

سیدنا امام حسن کا انتقال: منقول ہے کہ جب نواسہ رسول امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے وصال کا وقت قریب ہوا تو آپ رو پڑے۔ آپ سے پوچھا گیا:

''آپ کیوں رو رہے ہیں؟''

آپ نے فرمایا:

''میں ایسے آقا کے حضور میں جا رہا ہوں جسے میں نے کبھی دیکھا نہیں ہے۔''

مؤذن رسول سیدنا بلال کا انتقال: جب صحابی رسول سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب ہوا تو ان کی بیوی نے کہا:

''ہائے غم!''

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''نہیں! بلکہ ہائے خوشی!''

غدا نلقی الاحبۃ

محمدا وحزبه

''میں کل ہی دوستوں سے ملوں گا، یعنی محمد اور آپ کے اصحاب سے۔''

شیخ ابن مبارک کا وصال: شیخ عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ نے وصال کے وقت آنکھیں کھولیں اور مسکرا کر فرمایا:

((لمثل هذا فليعمل العاملون))

''اسی کی مثل عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے۔''

شیخ مکحول شامی کا وصال: مرض الموت میں جب شیخ مکحول شامی علیہ الرحمۃ پر غم وحزن کی کیفیت طاری ہوئی تو لوگ ان کے پاس حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ شیخ تو مسکرا رہے ہیں۔ کسی نے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو شیخ نے فرمایا:

''میں اب کیوں نہ ہنسوں، جب کہ اب اس (شیطان یا ہوائے نفس) سے جدائی کا وقت آ گیا ہے اور جس اللہ سے میری امیدیں وابستہ تھیں، اس کے پاس عنقریب پہنچ رہا ہوں۔''

شیخ ابوسعید خراز کا وصال: شیخ محمد بن احمد رویم علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں شیخ ابوسعید خراز علیہ الرحمۃ کے وصال کے وقت ان کے پاس موجود تھا۔ وہ اپنے آخری سانسوں میں یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

حنين قلوب العارفين الى الذكر
وتذكارهم وقت المناجاة للسر
اديرت كئووس للمنايا عليهم
فاغفوا عن الدنيا كاغفاء ذى السكر
همومهم جوالة بمعسكر
به اهل ود الله كالانجم الزهر
فاجسامهم فى الارض قتلى بحبه
وارواحهم فى الحجب نحو العلا تسرى
فما عرسوا الا بقرب حبيبهم
وما عرجوا عن مس بوس ولاضر

''آرزومند ہیں عارفین کے قلوب اپنے محبوب کے ذکر کے۔ اور ان کا ذکر مناجات کے وقت بھی اسی راز کے لئے ہے۔ ان کے افکار ایسے لشکر گاہ میں جولانی کرتے رہتے ہیں، جہاں اللہ سے دوستی رکھنے والے روشن ستاروں کی طرح چمکتے ہیں۔ ان کے جسم زمین میں اس کی محبت میں مشغول ہو چکے ہیں، مگر ان کی روحیں پردوں میں بلندی کی طرف جاتی ہیں۔ یہ لوگ محبوب کے قریب پہنچ کر ہی ڈیرہ ڈالتے ہیں اور کسی قسم کی تکلیف یا مصیبت سے ڈر کر یہ راستہ میں قیام نہیں کرتے۔''

کسی نے سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے عرض کیا:

''شیخ ابوسعید خراز علیہ الرحمۃ بوقت وصال بہت وجد میں تھے۔''

سید الطائفہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ ان کی روح شوق سے اڑنے لگی ہو!''

بوقت وصال عاجزی: کسی صوفی کے وصال کا وقت قریب آیا تو اس نے کہا:
''لڑکے امیرے کندھے باندھ دو اور میرے رخساروں کو خاک آلود کر دو۔''
پھر کہا:
''کوچ کا وقت آ گیا ہے اور میں گناہ سے پاک نہیں ہوں اور نہ ہی کوئی عذر ہے کہ پیش کر سکوں اور نہ طاقت ہے کہ مقابلہ کر سکوں اے اللہ! تو ہی میرے لیے ہے۔''
پھر انہوں نے ایک چیخ ماری اور فوت ہو گئے۔
پھر ایک آواز سنائی دی:
''اس بندے نے اپنے آقا کے سامنے عاجزی کی اور آقا نے اسے اور اس کی عاجزی کو قبول کر لیا۔''
شیخ ذوالنون کی آرزو: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ سے وقت نزع کہا گیا:
''آپ کس چیز کے آرزومند ہیں۔؟''
انہوں نے فرمایا:
''میری آرزو یہ ہے کہ مرنے سے پہلے ایک لمحہ کے لئے میں اللہ کی معرفت حاصل کر لوں۔''
ایک صوفی کا انتقال: ایک صوفی پر نزع کی حالت طاری تھی۔ اس سے کہا گیا:
''لا الہ الا اللہ کہو۔''
انہوں نے جواباً کہا:
''تم کہاں تک مجھے یہ بات کہے جاؤ گے، حالانکہ میں تو اللہ کی خاطر جل رہا ہوں۔''
پاک صاف جگہ پر فوت ہونا: ایک صوفی کہتے ہیں کہ میں شیخ ممشاد دینوری علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں حاضر تھا کہ ایک فقیر آیا اور اس نے سلام کیا۔ سب نے سلام کا جواب دیا۔
اس فقیر نے کہا:
''کیا یہاں کوئی پاک وصاف جگہ ہے، جہاں انسان مر سکے؟''
لوگوں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں پانی کا ایک چشمہ تھا۔ فقیر نے از سر نو وضو کیا اور نماز پڑھتا رہا۔ پھر جس جگہ کی طرف اشارہ کیا تھا کہ وہ جگہ پاک وصاف ہے، وہاں جا کر اس نے اپنی ٹانگیں پھیلائیں اور فوت ہو گیا۔
ایک خاتون کا انتقال: میں نے شیخ ابو عبدالرحمٰن السلمی علیہ الرحمۃ کو فرماتے ہوئے سنا کہ شیخ ابو العباس دینوری علیہ الرحمۃ وعظ فرما رہے تھے کہ ایک خاتون وجد میں آ کر چلانے لگی۔ آپ نے فرمایا:
''مرجا''
شیخ ابو العباس دینوری علیہ الرحمۃ کی یہ بات سن کر وہ خاتون اٹھ کھڑی ہوئی۔ جب گھر کے دروازہ پر پہنچی تو اس نے مڑ کر دیکھا اور کہا:
''میں تو مری!''
یہ کہہ کر وہ گری اور فوت ہو گئی۔
شیخ ممشاد دینوری کی حالت نزع: صوفیاء میں سے ایک صوفی سے منقول ہے کہ میں شیخ ممشاد دینوری علیہ الرحمۃ کے وصال کے وقت ان کے پاس تھا۔ آپ سے کسی نے پوچھا:

''آپ بیماری کو کیسا پاتے ہیں؟''
پھر کسی نے کہا:
''لا الہ الا اللہ کہیے!''
آپ نے چہرہ دیوار کی طرف کر دیا اور فرمایا:
''میں نے اپنے آپ کو ہمہ تن تمہاری خاطر فنا کر دیا! کیا تم سے محبت رکھنے والوں کو یہی جزاء ہے؟''
شیخ ابو محمد دبیلی کا وصال: شیخ ابو محمد دبیلی علیہ الرحمۃ پر جب نزع طاری تھا اس وقت کسی نے کہا:
''لا الہ الا اللہ پڑھیے!''
انہوں نے فرمایا:
''اسی کی تو ہم نے معرفت حاصل کی اور اسی پر ہم فنا ہو گئے۔''
پھر آپ نے یہ اشعار پڑھا:

تسربل ثوب التیہ لما هويته
وصد ولم يرض بان ال عبده
قال سلطان حبه انا لا اقبل الرشا
نسلوه بحقه لم بقتلی تحرشا

''وہ اکڑ گیا جب میں محبوب پر عاشق ہو گیا اور اس نے مجھ سے منہ پھیر لیا اور حتیٰ کہ وہ مجھے اپنا غلام بنانے پر بھی راضی نہ ہوا۔ کہا اس کی محبت کے بادشاہ نے کہ میں ہرگز رشوت قبول نہیں کیا کرتا۔ اس کو جان کی قسم دے کر پوچھو کہ وہ میرے قتل کے کیوں درپے ہے؟''
شیخ یحییٰ اصطخری کا وصال: شیخ احمد بن عطاء علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ بعض فقراء کا ارشاد ہے کہ جب شیخ یحییٰ اصطخری علیہ الرحمۃ کا وصال ہوا تو ہم ان کے پاس موجود تھے۔ ہم میں سے ایک نے عرض کیا:
''اشهد ان الا اله الا الله پڑھیے۔''
یہ سن کر شیخ اٹھ کر بیٹھ گئے اور ایک کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:
''اشهد ان لا الہ الا اللہ کہو!''
شیخ یونہی ہر ایک کا ہاتھ پکڑ کر کہتے، حتیٰ کہ شیخ نے ہر ایک کو کلمہ شہادت پڑھایا اور پھر ان کا وصال ہو گیا۔
شیخ ابو علی روذباری کا انتقال: شیخ ابو علی روذباری رحمۃ اللہ علیہ کی بہن فاطمہ سے منقول ہے کہ میرے بھائی ابو علی روذباری علیہ الرحمۃ کے وصال کے وقت ان کا سر میری گود میں تھا۔ انہوں نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا:
''وہ لو آسمان کے دروازے کھل گئے اور جنت کو آراستہ کر دیا گیا اور اب کہنے والا مجھے کہہ رہا ہے: ابو علی! ہم نے تجھے انتہائی رتبہ تک پہنچا دیا، اگرچہ تم یہ نہیں چاہتے تھے۔''
پھر میرے بھائی نے یہ اشعار پڑھے:

وحقك لا نظرت الی سواکا
بعین مودة حتی اراکا

اراك معذبي بفتور لحظ
وبالخد المورد من جناكا

''تمہاری قسم! میں نے نہیں دیکھا تیرے علاوہ کسی کو نگاہ محبت سے، حتیٰ کہ تجھی کو دیکھا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تو مجھے اپنی مست نگاہوں اور گلاب جیسے رخساروں کے ساتھ عذاب دے رہا ہے۔''

اس کے بعد فرمایا:

''فاطمہ! پہلا شعر تو ظاہر ہے، مگر دوسرے شعر میں اشکال ہے۔''

شیخ احمد بن نصر کا انتقال: میں (صاحب کتاب امام قشیری علیہ الرحمۃ) نے ایک صوفی سے سنا کہ جب شیخ احمد بن نصر علیہ الرحمۃ پر نزع طاری ہوا تو حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا:

''اشہد ان لا الہ الا اللہ پڑھیے۔''

شیخ احمد بن نصر علیہ الرحمۃ نے اس آدمی کی جانب دیکھا اور فرمایا:

''بزرگوں کی بے ادبی نہ کرو۔''

ایک فقیر کا وقت نزع: صوفیاء میں سے ایک سے صوفی سے منقول ہے کہ میں نے ایک فقیر کو حالت سفر میں نزع کی حالت میں دیکھا۔ مکھیاں اس کے چہرہ پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں بیٹھ کر مکھیوں کو ہٹانے لگا تو اس نے آنکھیں کھولیں اور کہا:

''کون ہے؟ میں اتنے سالوں سے ایسے وقت کی تلاش میں تھا کہ مجھے خالص اللہ کے ساتھ وقت مل جائے، اب کہیں جا کر وہ وقت ملا ہے اور تو آ کر درمیان میں گھس رہا ہے! جا! اپنا کام کر۔ اللہ تعالیٰ تجھے عافیت دے!''

شیخ ابوتراب نخشبی کا وصال: شیخ ابوعمران اصطخری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''میں نے شیخ ابوتراب نخشبی علیہ الرحمۃ کو بیابان میں مردہ اور کھڑا دیکھا۔ آپ کو کسی چیز نے سہارا بھی نہیں دیا ہوا تھا۔''

شیخ نوری کا وصال: شیخ ابونصر سراج علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ کے وصال کا سبب یہ ہوا کہ انہوں نے یہ شعر سنا:

لا زلت انزل فی ودادك منزلا
تتحیر الالباب عند نزوله

''یقیناً میں ہمیشہ تمہاری محبت میں ایسی منازل پر اترتا رہا ہوں، جہاں اترتے ہوئے عقلیں متحیر ہو جاتی ہیں۔''

یہ شعر سن کر شیخ پر وجد طاری ہو گیا اور وہ جنگل کو نکل گئے۔ وہاں ایک نخلستان تھا، جو ابھی ابھی کاٹا گیا تھا۔ ان پودوں کی جڑیں تلوار کی طرح کھڑی تھی۔ آپ ان پر چلتے گئے اور یہ شعر صبح تک دہراتے گئے۔ خون آپ کے پاؤں سے جاری تھا، پھر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ آپ کے پاؤں سوج گئے اور پھر آپ کا وصال ہو گیا۔

منقول ہے کہ جب شیخ ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ پر حالت نزع طاری ہوئی تو انہیں کہا گیا:

''لا الہ الا اللہ پڑھیے!''

انہوں نے فرمایا:

''کیا میں اسی کی طرف نہیں لوٹ رہا۔؟''

شیخ ابراہیم خواص کا وصال: منقول ہے کہ شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ جامع مسجد رے (ایک علاقہ کا نام) میں بیمار ہوئے۔

شیخ کو اسہال کی شکایت تھیں۔ وہ جب بھی قضا حاجت کے لئے جاتے تو پانی میں جاتے اور وضو کرتے۔ ایک بار پانی میں داخل ہوئے تو ان کی روح پرواز کر گئی۔

شیخ ابراہیم خواص کی آرزو: شیخ منصور مغربی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ یوسف بن حسین علیہ الرحمۃ شیخ ابراہیم بن خواص علیہ الرحمۃ کی عیادت کو گئے۔ شیخ یوسف بن حسین بڑے عرصے بعد ان کی عیادت کو گئے تھے۔ انہوں نے شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ سے پوچھا:

''آپ کسی چیز کی خواہش رکھتے ہیں۔؟''

شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''ہاں! مجھے بھنے ہوئے جگر کے ٹکڑے کی خواہش ہے۔''

میرے (صاحب کتاب امام قشیری علیہ الرحمۃ کے) نزدیک شاید شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ کا مقصد یہ تھا کہ میں ایک ایسے قلب کا خواہش مند ہوں جو کسی فقیر پر ترس کھائے اور ایسی جگہ چاہتا ہوں جو کسی اجنبی کے لئے بھنے اور جلے، کیونکہ وہ شیخ یوسف بن حسین کو بے وفا سمجھے کہ انہوں نے ان کی خبر نہ لی تھی۔

شیخ ابن عطاء کا وصال: منقول ہے کہ شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ کی موت کا سبب یہ ہوا کہ وہ وزیر کے پاس گئے تو وزیر نے آپ سے بڑی سختی سے بات کی۔ شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''بات تو آرام سے کرو۔''

یہ سن کر وزیر نے سپاہیوں سے کہا:

''اس صوفی کے جوتے اس کے سر پر مارو۔''

پس سپاہی ان کے جوتے ان کے سر پر مارنے لگے حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔

شیخ عبداللہ بن علی کا وصال: شیخ محمد بن احمد الصوفی سے منقول ہے کہ شیخ عبداللہ بن علی التمیمی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''ہم صبح کے وقت شیخ ابوبکر دقاق علیہ الرحمۃ کے ہاں موجود تھے۔ انہوں نے دعا کرتے ہوئے عرض کیا: اے اللہ! تو مجھے یہاں کب تک رکھے گا؟ ایک دن ہی گزرا تھا کہ وہ وصال کر گئے۔''

ایک صوفی نوجوان کا وصال کے وقت کلام: شیخ ابو علی روذباری علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں نے بیابان میں ایک نوجوان کو دیکھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا:

''کیا اس کے لیے اتنا کافی نہیں کہ اس نے مجھے اپنے عشق میں مبتلا کر رکھا ہے۔ پھر اب مزید یہ کہ اس نے مجھے بیمار کر دیا ہے۔''

پس میں نے دیکھا کہ اس کی جان نکل رہی تھی تو میں نے اسے کہا:

''لا الٰہ الا اللہ کہو!''

یہ سن کر اس نے یہ اشعار پڑھے:

ایامن لیس لی عنہ
وان عذبنی بد
ویامن نال من قلبی
منالا مالہ حد

''اے وہ محبوب! کہ جس سے مجھے چھٹکارا نہیں، خواہ وہ مجھے تکلیف ہی کیوں نہ دے اور اے میرے وہ! جس نے میرے دل سے اپنا مقصد اس قدر حاصل کرلیا ہے، جس کی کوئی حد نہیں۔''

سیدالطائفہ کا وقت نزع اشعار پڑھنا: سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے بوقت وصال کہا گیا:

''لا الہ الا اللہ کہیے!''

انہوں نے فرمایا:

''میں اسے بھولا نہیں ہوں کہ اسے یاد کروں۔''

پھر شیخ نے یہ اشعار پڑھے:

حاضر فی القلب یعمرہ
لست انساہ فاذکرہ
فھو مولای و معتمدی
ونصیبی منہ اوفرہ

''وہ تو قلب میں موجود ہو کر اسے آباد کر رہا ہے۔ میں اسے بھولا نہیں ہوں کہ اسے یاد کروں۔ پس وہ میرا آقا ہے اور میرا سہارا ہے اور مجھے اس سے وافر حصہ ملتا ہے۔''

شیخ شبلی اور شریعت کی پاسداری: شیخ جعفر بن نصیر علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابوبکر الدینوری علیہ الرحمۃ شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ کی خدمت کیا کرتے تھے، پس ان سے پوچھا گیا:

''تم نے ان میں کون سی بات دیکھی؟''

انہوں نے فرمایا:

''شیخ ابوبکر شبلی نے کہا کہ میرے پاس ایک درہم قرض تھا جو ناحق اور ناجائز طور پر میرے پاس تھا۔ (مگر مجھے اس کا مالک نہ ملا) اور میں نے اس کے مالک کی طرف سے ہزاروں درہم خیرات کردیئے۔ بس اس سے بڑھ کر کوئی فکر مجھے لاحق نہیں ہوسکتی۔ اس کے بعد فرمایا: مجھے نماز کے لئے وضو کروا دو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ مگر داڑھی کا خلال کرنا بھول گیا۔ اس وقت ان کی زبان بند ہو چکی تھی۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنی داڑھی میں داخل کیا۔ پھر فوت ہوگئے۔

یہ کہہ کر شیخ جعفر رو پڑے اور کہا:

''تم ایسے آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہو جس نے آخری وقت میں بھی شریعت کا کوئی ادب ترک نہیں کیا۔''

ایک نوجوان کی حالت نزع: شیخ عبداللہ الطرسوی اور شیخ علوش الدینوری سے منقول ہے کہ شیخ مزین کبیر علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''میں مکہ مکرمہ میں تھا کہ مجھے سخت بے قراری ہوئی۔ میں وہاں سے نکل کر مدینے کی طرف روانہ ہوگیا۔ جب بئر میمونہ کی جگہ پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نوجوان گرا پڑا ہے۔ میں اس کی جانب بھاگا، دیکھا تو وہ حالت نزاع میں تھا۔ میں نے اس سے کہا:

''لا الہ الا اللہ کہو!''

یہ سن کر اس نے آنکھیں کھولیں اور یہ شعر پڑھا:

انا ان مت فالھوی حشو قلبی
وبداء الھوی تموت الکرام

''بے شک اگر میں مر بھی جاؤں تو کوئی بات نہیں، کیونکہ عشق نے میرے دل کو پر کر دیا ہے۔ اور شرفاء مرض عشق سے ہی شفا پاتے ہیں۔''

اس کے بعد اس نے چیخ ماری اور فوت ہو گیا۔ میں نے اسے غسل دیا اور کفن پہنایا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ جب اسے دفن کر چکا تو سفر کا ارادہ جو دل کو بے قرار کئے ہوئے تھا، ختم ہو گیا، لہٰذا میں مکہ مکرمہ واپس چلا گیا۔

اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا: ایک صاحب تصوف سے سوال کیا گیا:

''کیا آپ موت کو پسند کرتے ہیں؟''

انہوں نے جواباً کہا:

''اس اللہ کے ہاں حاضر ہونا جس سے نیکی کی امید ہو سکتی ہے، ان لوگوں کے پاس رہنے سے بہتر ہے، جن کے شرکاء کو ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔''

شیخ ابن الکرنبی کا وصال: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں شیخ استاد ابن الکرنبی علیہ الرحمۃ کے وصال کے وقت ان کے پاس موجود تھا۔ میں نے آسمان کی طرف نگاہ کی تو انہوں نے فرمایا:

''بہت دوری ہے۔''

پھر میں نے زمین کی طرف دیکھا تو انہوں نے فرمایا:

''بہت دوری ہے۔''

شیخ کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے پھر تو آسمان یا زمین کی طرف کیوں دیکھ رہا ہے۔؟ یقیناً اللہ تعالیٰ کون و مکان کے وجود سے بھی پہلے ہے، وہ تو ان کا بھی خالق ہے۔

شیخ بسطامی کے آخری الفاظ: شیخ ابو حاتم البحستانی اور شیخ ابو نصر طوسی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابا یزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے اپنے وصال کے وقت یہ الفاظ کہے:

ماذكرتك الا عن غفلة

ولا قبضتني الا على فترة

''میں نے تجھے یاد نہیں کیا مگر اپنی غفلت کی وجہ سے اور تو نے مجھ پر گرفت نہیں کی مگر میری سستی کی وجہ سے۔''

ایک نوجوان کا وصال: شیخ ابو نصر السراج وجہی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابو علی الروذباری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''جب میں مصر گیا تو وہاں میں نے لوگوں کو ایک جگہ جمع دیکھا۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا:

''ہم اس نوجوان کے جنازے میں تھے جس نے کسی کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا تو چیخ ماری اور فوت ہو گیا:

كبرت همة عبد

طمعت في ان تراكا

''کتنی عظیم ہمت والا ہے وہ بندہ جو تجھے دیکھنے کا خواہش مند ہے۔''

شیخ ممشاد دینوری کا وصال: منقول ہے کہ بعض احباب شیخ ممشاد دینوری علیہ الرحمۃ کے پاس اس وقت حاضر ہوئے جب کہ وہ مرض الموت میں مبتلا تھے۔ احباب نے پوچھا:

''اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک فرمایا؟''

شیخ نے فرمایا:

"تیس برس سے جنت میرے سامنے پیش کی جاتی ہے، مگر میں نے ایک لحہ بھر کے لئے بھی اس کی جانب نہیں دیکھا۔"
وصال کے وقت شیخ سے پوچھا گیا:
"آپ اپنے قلب کو کیسا پاتے ہیں؟"
شیخ نے فرمایا:
"تیس برس سے میرا قلب گم ہو گیا ہے۔"
شیخ ابن بنان کا وصال: منقول ہے کہ شیخ ابن بنان علیہ الرحمۃ کے وصال کا سبب یہ ہوا کہ ان کے قلب پر کوئی بات وارد ہوئی تو وہ دیوانہ وار جنگل کی طرف دوڑ پڑے۔ لوگوں نے آپ کا پیچھا کیا اور بنی اسرائیل کے میدان (تیہ) میں انہیں پالیا۔ انہوں نے لوگوں کو دیکھ کر آنکھیں کھولیں اور فرمایا:
"یہاں مزہ لے لو۔ یہ احباب کے مزہ لینے کا مقام ہے۔"
پھر آپ کا وصال ہو گیا۔
ایک فقیر کی موت: شیخ ابو یعقوب نہر جوری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں مکہ مکرمہ میں موجود تھا کہ ایک فقیر میرے پاس آیا، اس کے پاس ایک دینار تھا۔ اس فقیر نے کہا:
"میں کل مر جاؤں گا، آدھے دینار سے میری قبر بنوانا اور آدھا دینار میری تجہیز و تکفین کے لیے صرف کرنا۔"
میں نے اپنے دل ہی دل میں کہا:
"شاید فاقوں کے سبب اس نوجوان کی عقل ضائع ہو گئی ہے۔"
جب دوسرا دن ہوا تو اس نوجوان نے آ کر طواف کیا۔ پھر جا کر زمین پر لیٹ گیا، میں نے دل ہی دل میں کہا:
"یہ بناوٹی طور پر مردہ بن رہا ہے۔"
پس میں اس کے پاس گیا، اسے حرکت دی، مگر وہ مردہ پڑا تھا۔ چنانچہ اس کے کہنے کے مطابق میں نے اس کی تجہیز و تکفین کی۔
شیخ ابو عثمان حیری کا وصال: منقول ہے کہ جب شیخ ابو عثمان حیری علیہ الرحمۃ کی حالت تبدیل ہوئی تو ان کے صاحبزادے شیخ ابو بکر علیہ الرحمۃ نے اپنی قمیض پھاڑ ڈالی۔ شیخ ابو عثمان حیری علیہ الرحمۃ نے اپنی آنکھیں کھولیں اور فرمایا:
"اے بیٹے! ظاہر میں سنت کی مخالفت کرنا باطن میں ریاکاری ہے۔"
وصال کے وقت بھی اوراد جاری رکھنا: منقول ہے کہ شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے پاس ان کی حالت نزع کے وقت آئے اور انہیں سلام کیا تو شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے جواب میں دیر کی۔ تھوڑی دیر بعد شیخ نے سلام کا جواب دیا اور کہا:
"مجھے معذور سمجھیں، کیونکہ میں اپنے اوراد میں مشغول تھا۔"
اس کے بعد آپ کا وصال ہو گیا۔
ایک فقیر کی وصال کے بعد گفتگو: شیخ ابو علی روذباری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک فقیر میرے پاس آیا اور فوت ہو گیا۔ میں نے اس کی تجہیز و تکفین کی۔ جب میں اسے قبر میں رکھنے لگا تو میں نے یہ سوچ کر کہ اللہ تعالیٰ اس کی غریب الوطنی پر رحم فرمائے، اس کا چہرہ کھول دیا۔ اس نے اچانک آنکھیں کھولیں اور کہا:
"ابو علی! کیا تو مجھے اس اللہ کے سامنے ذلیل کرنا چاہتا ہے، جس نے مجھے ناز کی عادت ڈال رکھی ہے۔"

میں نے کہا:

''اے میرے آقا! کیا موت کے بعد بھی زندگی؟''

اس نے کہا:

''میں تو یقیناً زندہ ہوں اور اللہ عزوجل کا ہر محبّ زندہ ہوتا ہے۔ اپنی جاہ کی قسم! میں قیامت کے دن تمہاری مدد کروں گا۔''

شیخ ابن سہل اصفہانی کا وصال: شیخ ابن سہل اصفہانی علیہ الرحمۃ نے ایک مرتبہ اپنے احباب سے فرمایا:

''تمہارا کیا خیال ہے کہ میں بھی اس طرح مروں گا، جس طرح اور لوگ مرتے ہیں؟ اس طرح کہ میں بیمار ہو جاؤں اور لوگ عیادت کو آئیں، بلکہ مجھے بلایا جائے گا: اے علی! اور میں دعوت قبول کروں گا۔''

چنانچہ ایک دن وہ کہیں جا رہے تھے کہ اچانک انہوں نے لبیک کہا اور وہیں وصال پا گئے۔

شیخ نہر جوری کا وصال: شیخ ابو الحسن المزین علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ جب شیخ ابو یعقوب نہر جوری علیہ الرحمۃ پر مرض موت میں حالت نزع طاری ہوئی تو میں نے ان سے عرض کیا:

''لا الہ الا اللہ کہیے!''

یہ سن کر وہ مسکرائے اور فرمایا:

''کیا تمہاری مراد مجھ سے ہے؟ مجھے اللہ رب العزت کی عزت کی قسم! کہ میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان صرف حجاب عزت ہی حائل ہے۔''

یہ فرما ہی رہے تھے کہ شیخ کی روح قبض ہو گئی۔

شیخ مزین کا گریہ: شیخ مزین علیہ الرحمۃ اپنی داڑھی پکڑ کر اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہا کرتے تھے:

''اے حجام! کیا میرے جیسا آدمی اولیاء کو شہادت کی تلقین کر سکتا ہے؟ تجھے شرم آنی چاہیے۔''

آپ جب بھی یہ الفاظ کہتے تو گریہ کرنے لگ جاتے۔

شیخ خیر النساج کا اپنے وصال سے آگاہ کرنا: شیخ ابو الحسین مالکی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں کئی برس تک شیخ خیر النساج علیہ الرحمۃ کی مصاحبت میں رہا۔ آپ نے مجھے اپنے وصال سے ایک ہفتہ پہلے فرمایا:

''میں جمعرات کے دن مغرب کے وقت انتقال کر جاؤں گا اور نماز جمعہ سے پہلے دفن ہوؤں گا اور تو یہ بات بھول جائے گا۔ پس بھولنا نہیں۔''

شیخ ابو الحسین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے آنے تک میں یہ بات بھول گیا۔ پس مجھے ایک آدمی نے شیخ خیر النساج کی وفات کی خبر دی۔ میں آپ کے جنازہ کے ساتھ جانے کے لئے حاضر ہوا، دیکھا تو لوگ واپس آ رہے تھے اور کہہ رہے ہیں:

''ان کو تو نماز جمعہ کے بعد دفن کیا جائے گا۔''

میں واپس نہ آیا اور وہاں پہنچا تو دیکھا کہ لوگ جنازہ لے کر نماز جمعہ سے پہلے نکلے، جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔

شیخ ابو الحسین کا وصال: شیخ ابو الحسین علیہ الرحمۃ وصال سے قبل گھر کی ایک جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''ٹھہر جا! اللہ تعالیٰ تجھے عافیت بخشے! تو بھی حکم کا فرمانبردار ہے اور میں بھی۔ جس بات (روح قبض کرنے) کا تجھے حکم دیا گیا ہے وہ تو تم سے چھوٹ نہیں سکتی مگر جس بات (نماز مغرب) کا مجھے حکم ہے وہ فوت ہو رہی ہے۔''

پس آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا اور نماز پڑھی۔ پھر لیٹ گئے اور آنکھیں بند کر لیں۔

موت کے بعد شیخ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا:

((ما فعل اللہ بك))

''اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ کیا۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''کچھ نہ پوچھو! لیکن میں نے تمہاری گندی دنیا سے نجات پالی ہے۔''

شیخ سہل بن عبداللہ کا جنازہ: شیخ ابوالحسین حمصی مصنف کتاب ''بہجۃ الاسرار'' نے ذکر کیا ہے کہ جب شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کا وصال ہوا تو لوگ ان کے جنازے پر ٹوٹ پڑے۔ اس شہر میں ایک یہودی تھا، جس کی عمر تقریباً ستر برس کے قریب تھی۔ جب اس نے شور سنا تو وہ بھی دیکھنے کے لیے آیا کہ معاملہ کیا ہے۔؟ جب اس نے جنازہ دیکھا تو چلا کر کہنے لگا:

''کیا تم بھی وہی کچھ دیکھ رہے ہو جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں۔؟''

لوگوں نے کہا:

''تم کیا دیکھ رہے ہو؟''

اس نے کہا:

''میں دیکھ رہا ہوں کہ کچھ لوگ آسمان سے اتر کر اس کے جنازہ کو ہاتھ لگا کر چوم رہے ہیں۔''

پس اس یہودی نے اسلام قبول کر لیا پکا اور سچا مسلمان بن گیا۔

ایک نوجوان ولی کی وفات کے بعد گفتگو: شیخ ابوسعید خزاز علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا کہ ایک روز میرا گزر باب بنی شیبہ سے ہوا تو میں نے ایک خوبصورت نوجوان کو مردہ پڑا ہوا دیکھا۔ میں نے اس کے چہرہ کی طرف دیکھا تو وہ مسکرایا اور مجھ سے کہنے لگا:

''اے ابوسعید! کیا تو یقین نہیں رکھتا کہ اللہ کے دوست زندہ ہوتے ہیں، چہ جائیکہ وہ مر چکے ہوں؟ وہ تو صرف ایک گھر سے دوسرے گھر کو منتقل ہو جاتے ہیں۔''

شیخ ذوالنون کا وصال: شیخ ابومحمد بن محمد بن حسین جریری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ جب شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ پر نزع کا عالم طاری تھا تو ان سے کہا گیا:

''وصیت کیجئے!''

انہوں نے فرمایا:

''مجھے کسی اور چیز میں مشغول نہ کیجئے۔ میں تو اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں پر متعجب ہوں۔''

بوقت وصال شیخ حیری کی وصیت: شیخ ابوعثمان سعید بن اسماعیل حیری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ شیخ ابوحفص علیہ الرحمۃ سے نزع کی حالت میں کہا گیا:

''آپ ہمیں کیا نصیحت کرتے ہیں؟''

انہوں نے فرمایا:

''مجھ میں گفتگو کرنے کی ہمت نہیں۔''

پھر انہوں نے اپنے اندر قوت محسوس کی تو میں نے عرض کیا:

''کچھ کہیے تا کہ میں آپ سے وہ بات دوسروں تک نقل کر سکوں۔''
انہوں نے فرمایا:
''قلب سے ہر وقت انکساری کرتے ہوئے بھی یہ خیال کرو کہ تم سے کوتاہی ہوئی ہے۔''

اضافہ از مترجم:

حدیث نمبر 1: "حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا جریر عن عطاء بن السائب عن ابیه عن عبدالله بن عمرو قال انکسفت الشمس یوما علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فقام رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی حتی لم یکدیر کع ثم رکع فلم یکدیرفع رأسه ثم رفع رأسه فلم یکدان یسجد ثم سجد فلم یکداان یرفع رأسه ثم رفع رأسه فلم یکدان یسجد ثم سجدفلم یکدان یرفع رأسه ثم رفع رأسه فلم یکدان یسجد ثم سجد فلم یکدان یرفع رأسه فجعل ینفع ویبکی ویقول رب الم تعدنی ال لا تعذبهم وانا فیهم رب الم تعدنی ان لا تعذبهم وهم یستغفرون ونحن نستغفرك فلما صلی رکعتین انجلت الشمس فقام فحمدالله تعالیٰ اثنیٰ علیه ثم قاك ان الشمس والقمر ایتین من ایت الله لاینکسفان لموت احدو لالحیاته فاذا انکسفا فزعوا الی ذکر الله تعالیٰ"

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک دن سورج گرہن ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور نماز شروع کی۔ اتنی دیر قیام فرمایا گویا رکوع کرنے کا ارادہ نہیں اور پھر رکوع اتنا لمبا کیا کہ گویا اس سے اُٹھنے کا ارادہ ہی نہیں' پھر سر اُٹھایا قومہ میں بھی اتنی دیر تک کھڑے رہے گویا سجدہ ہی نہیں کرنا' پھر سجدہ کیا گویا سجدہ سے اُٹھتے ہی نہیں' پھر اسی طرح سجدہ سے اُٹھ کر جلسہ کیا اور پھر جلسہ کے بعد دوسرا سجدہ بھی طویل۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سانس مبارک آتا جاتا تھا اور رو رہے تھے اور دعا فرماتے تھے اے اللہ! آیا تو نے میرے ساتھ وعدہ نہیں فرمایا کہ میں ان میں موجود ہوں تو تو عذاب انہیں نہیں دے گا اے میرے پروردگار! آیا تو نے میرے ساتھ وعدہ نہیں فرمایا کہ جب تک یہ استغفار کریں گے انہیں عذاب نہیں ہوگا' اور ہم تجھ سے استغفار کرتے ہیں پس جب دو رکعتیں پڑھ چکے سورج مکمل کھل گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور ثنا بیان کی پھر فرمایا بے شک سورج اور چاند اللہ کی دو نشانیاں ہے' کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے انہیں گہن نہیں لگتا۔ جب یہ گہنا جائیں تو فوراً اللہ جل جلالہ کی یاد کی طرف دوڑو۔''

حدیث نمبر 2: "حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابواحمد حدثنا سفین عن عطاء ابن السائب عن عکرمه عن ابن عباس قال اخد رسول الله صلی الله علیه وسلم ابنة له تقضی فاحتحنها فوضعها بین یدیه فماتت وهی بین یدیه وصاحت ام ایمن فقال یعنی النبی صلی الله علیه وسلم البکین عند رسول الله فقالت الست اراك تبکی قال لست ابکی انما هی رحمة ان المومن بکل خیر علیٰ کل حال ان نفسه تنزع من بین جنبه وهو یحمدالله تعالیٰ"

''حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لڑکی قریب المرگ تھی اسے لیا اور گود مبارک میں اٹھایا (کہ دونوں ہاتھوں پر کیا) تو وہ فوت ہوگئی اس حال میں کہ آپ کے دونوں ہاتھوں میں تھی۔ ام ایمن چلا کر رونے لگی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو اللہ کے نبی کے سامنے روتی ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ کیا میں آپ کو نہیں دیکھ رہی ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو

رہے ہیں۔ارشاد فرمایا میرا رونا رونا نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی رحمت ہے' بیشک مومن ہر حال میں خیر ہی میں ہوتا ہے' یقیناً جب اس کا نفس نکالا جاتا ہے اس کے پہلو سے اس وقت بھی وہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہے۔''

حدیث نمبر 3: "حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمن بن مهدی حدثناسفین عن عاصم بن عبیدالله عن القاسم بن محمد عن عائشة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قبل عثمان بن مظعون وهو میت وهو یبکی اوقال وعیناه تهراقان"

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور سید عالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون کا بوسہ لیا' اس حال میں کہ وہ فوت ہو چکے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے تھے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں مبارک سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔

حدیث نمبر 4: "حدثنا اسحق بن منصور حدثنا ابوعامر حدثنا فکیج وهو ابن سلیمان عن هلال بن علی عن انس بن مالك قال شهدنابنه لرسول الله صلی الله علیه وسلم ورسول الله صلی الله علیه وسلم جالس علی القبر فرأیت عینیه تدمعان فقال افیکم رجل لم یقارف اللیلة قال ابوطلحة انا قال انزل فنزل فی قبرها"

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حاضر ہوئے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی تدفین پر۔رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے قریب تشریف فرما تھے۔پس میں نے دیکھا کہ سید عالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں مبارک سے آنسو بہہ رہے تھے۔سو ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے کہ جس نے آج رات اپنی بیوی کے ساتھ صحبت نہیں کی ہو۔ابوطلحہ نے عرض کیا میں ہوں۔ارشاد فرمایا کہ قبر میں اُترو۔تو وہ قبر میں اُترا۔''

☆☆☆

فصل نمبر 50:

معرفتِ الٰہی

اللہ کی معرفت کا حق: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((وما قدرو الله حق قدره))

"اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ جانی جس طرح قدر جاننے کا حق تھا۔" (سورۃ الانعام، آیت نمبر:۹۱)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر یوں کی گئی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو جیسا کہ حق تھا نہیں پہچانا۔

دین کا دارومدار: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"گھر کا تمام تر دارومدار اس کی بنیاد پر ہوتا ہے اور دین کا دارومدار اللہ کی معرفت، یقین اور ایسی عقل پر ہوتا ہے جو برائیوں سے روکے۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا:

"یارسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں! عقل قامع (برائیوں سے روکنے والی عقل) کیا ہے؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اپنے آپ کو اللہ کی معصیت سے روکنا اور اللہ کی اطاعت کی خواہش کرنا۔" (مسند دیلمی، حدیث نمبر:۳۰۷۷)

اہل علم اور معرفت: اہل علم کے ہاں معرفت علم کو کہتے ہیں۔ لہٰذا ہر علم معرفت ہے اور ہر معرفت علم اور ہر شخص جو عالم باللہ ہے، عارف باللہ ہے۔ ہر عارف عالم ہے۔

صاحبانِ تصوف کے ہاں معرفت: صاحبانِ تصوف کے ہاں معرفت ایک ایسے آدمی کی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ کو اس کے اسماء اور صفات کے ساتھ پہچانے، اللہ کے ساتھ تمام معاملات میں سچا اور اخلاص والا ہو۔ پھر ردی اخلاق اور آفات نفس سے پاک ہو۔ اس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کے دروازے پر ایک طویل عرصہ کے لئے ٹھہرا رہے اور وہ اپنے دل سے اسی دروازے پر معتکف رہے۔ جس کے نتیجہ کے طور پر اسے یہ خوش نصیبی حاصل ہو گی کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف اپنی توجہ فرمائے گا اور وہ اپنے تمام احوال میں اللہ تعالیٰ سے خلوص وصدق دل سے عمل پیرا ہو گا اور اسے خواطرِ نفس پیش آنے بند ہو جائیں گے اور وہ اپنے دل کے کسی خاطر (خیال) کی طرف توجہ نہ دے گا، جو غیر اللہ کی طرف دعوت دے۔

معرفت کیا ہے: بندہ جب مخلوق سے اجنبی، آفات نفس سے بری اور ساکنات اور ملاحظات سے پاک ہوتا ہے اور تنہائی میں جب وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات میں ہوتا ہے اور ہر لحظہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے ہم کلام ہوتا ہے تو اس طرح کہ ان تمام تقدیروں کے ردوبدل کا راز جو اللہ تعالیٰ جاری کرتا ہے، وہ اسے بتا دیتا ہے۔ تب جا کر بندہ عارف کہلاتا ہے اور اس کی حالت معرفت کہلاتی ہے۔

نفس سے بیگانگی: خلاصہ یہ کہ بندہ جتنا اپنے نفس سے بیگانگی کا اظہار کرتا ہے، اسی قدر اسے اپنے رب کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

شیوخ اور معرفت: شیوخ نے معرفت کے بارے میں بہت کلام بیان فرمایا ہے۔ ہر ایک نے وہ بات بیان کی جو اسے پیش آئی اور اس نے اس حالت کی طرف اشارہ کیا جو اس نے اپنے وقت میں حاصل کی۔

ہیبت اور معرفت: شیخ استاد ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''معرفت الٰہی کی نشانی یہ ہے کہ قلب میں اللہ کی ہیبت پیدا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا جس قدر زیادہ کسی کو اللہ کی معرفت حاصل ہو گی، اسی قدر زیادہ اس کی ہیبت ہو گی۔''

اللہ کی ہیبت: شیخ استاد ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''معرفت الٰہی کی علامت یہ ہے کہ قلب میں اللہ کی ہیبت پائی جائے۔ لہٰذا جس قدر زیادہ کسی کو اللہ کی معرفت حاصل ہو گی، اسی قدر اس پر اللہ کی ہیبت بھی ہو گی۔''

عارف کا تعلق بس اللہ سے ہوتا ہے: شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''عارف غیر اللہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اور نہ محب اللہ کو اللہ سے کسی قسم کی کوئی شکایت ہوتی ہے اور نہ کسی بندے کو کسی قسم کا دعویٰ ہوتا ہے اور نہ ڈرنے والے کو قرار ہوتا ہے اور نہ ہی کسی کو اللہ سے فرار ہو سکتا ہے۔''

معرفت کی ابتداء اور انتہاء: شیخ محمد بن محمد عبد الوہاب سے منقول ہے کہ شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ سے کسی نے معرفت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

''معرفت کی ابتداء ذکر اللہ سے ہوتی ہے اور اس کی انتہاء کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔''

معرفت کے حصول کے بعد: شیخ ابو العباس دینوری علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابو حفص علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''جب سے مجھے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوئی ہے اس وقت سے میرے قلب میں اور کوئی چیز داخل نہیں ہو سکی، چاہے وہ حق ہو یا باطل۔''

میں کہتا ہوں کہ شیخ ابو حفص علیہ الرحمۃ کے اس قول میں بہت اشکال پایا جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ صوفیاء کے نزدیک چونکہ صوفی پر ذکر حق کا غلبہ ہوتا ہے، اس لئے معرفت سے بندے کا اپنے نفس سے غالب ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا بندہ نہ تو غیر اللہ کا مشاہدہ کرتا ہے اور نہ کسی اور کی طرف رجوع کرتا ہے۔ چنانچہ جس طرح عاقل ان تمام معاملات اور حالات میں جو اسے پیش آئیں، اپنے دل، فکر اور یاد کی طرف رجوع کرتا ہے۔ لہٰذا جب وہ صرف اپنے رب کے ساتھ مشغول ہوتا ہے تو اپنے قلب کی جانب رجوع نہیں کرتا' تو کوئی خیال اس آدمی کے قلب میں کیسے داخل ہو سکتا ہے، جس کا دل ہی نہ ہو۔ ایک وہ آدمی جو اپنے قلب کے ساتھ زندہ ہو اور ایک وہ جو اپنے رب کے ساتھ زندہ ہو، دونوں میں بہت فرق ہے۔

شیخ ابا یزید بسطامی اور معرفت: شیخ ابا یزید بسطامی علیہ الرحمۃ سے معرفت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

((ان الملوك اذا دخلو قرية افسدوها و جعلوا اعزة اهلها اذلة))

(سورۃ النحل، آیت نمبر: ۳۴)

''بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو وہاں فساد پھیلاتے ہیں اور معزز لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔''

میں کہتا ہوں کہ یہ وہی بات ہے جس کی طرف شیخ ابو حفص علیہ الرحمۃ نے اشارہ فرمایا ہے۔

عارف کے نشانات: شیخ ابا یزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''مخلوق کے حالات ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں، مگر عارف کا کوئی حال نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ اس کے تمام نشانات مٹ چکے ہوتے ہیں۔''

صحیح معرفت کب حاصل ہوتی ہے: شیخ ابوبکر واسطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جب تک بندہ کے اندر استغناء باللہ اور افتقار الی اللہ موجود ہو، اس وقت تک معرفت صحیح طور پر حاصل نہیں ہو سکتی۔''

شیخ ابوبکر واسطی علیہ الرحمۃ کے قول کا مفہوم یہ ہے کہ استغناء اور افتقار بندے کے ہوش میں ہونے کی اور اس کے نشانات کے باقی رہنے کی علامتیں ہیں، کیونکہ یہ دونوں بندے کی صفتیں ہیں اور عارف اس ذات میں محو ہوتا ہے جس کی معرفت اسے حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا ان کا ایسا کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ کیونکہ وجود الٰہی میں فنا ہو جانے یا شہود میں استغراق کی وجہ سے اگر وہ وجود الٰہی کو نہ پہچان سکا ہو، وہ اپنے احساس سے غائب اور ان تمام اوصاف کو جو اسے حاصل ہوتے ہیں کھو چکا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ واسطی سے یوں بھی مروی ہے:

''جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا، وہ غیر اللہ سے منقطع ہو گیا نہیں بلکہ گونگا اور مطیع ہو گیا۔''

معرفت سے بلند مرتبہ حضرات: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((لا احصی ثناء علیك))

''اے اللہ! میں تیری پوری طرح ثناء ادا نہیں کر سکتا۔'' (صحیح مسلم: ۴۸۶) (سنن ابی داؤد: ۸۷۹)

یہ ان حضرات کی صفات ہیں جن کا مطمع نظر بہت بعید ہے۔ اب باقی بچے وہ احباب جو اس سے کم درجہ ہیں پس انہوں نے معرفت کے متعلق خوب گفتگو کی ہے۔

جتنی معرفت اتنا خوف: شیخ احمد بن ابی الحواری علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ احمد بن عاصم الانطا کی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''جس کو جتنی زیادہ معرفت حاصل ہو گی، وہ اسی قدر اللہ سے ڈرتا ہو گا۔''

عارف کی ایک علامت: ایک صاحب تصوف کا فرمان ہے:

''جسے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے وہ زندگی سے تنگ آ جاتا ہے اور دنیا اس پر تنگ ہو جاتی ہے باوجود کہ وہ بہت وسیع ہے۔''

عارف کی زندگی: منقول ہے کہ جسے معرفت الٰہی حاصل ہو جاتی ہے اس کی زندگی پاک ہو جاتی ہے اور اسے زندگی میں مزہ معلوم ہوتا ہے۔ ہر چیز اس سے ہیبت کھاتی ہے اور مخلوق کا خوف اس سے جاتا رہتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس محسوس کرتا ہے۔

جدائی اور وصل: منقول ہے کہ جس نے اللہ کو پہچان لیا، اسے دنیا کی کوئی آرزو نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کے لیے جدائی اور وصل کی کوئی اہمیت ہوتی ہے۔''

حیاء و تعظیم: منقول ہے کہ جس طرح توحید سے رضا اور تسلیم پیدا ہوتی ہے بالکل اسی طرح معرفت سے حیاء اور تعظیم پیدا ہو جاتی ہے۔

آئینہ کی مثل: شیخ ابو محمد رویم بن احمد علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اللہ کی پہچان عارف کے لئے آئینہ کی مثل ہوتی ہے۔ جب عارف اس میں دیکھتا ہے، اسے اس میں مولیٰ دکھائی دیتا ہے۔''

روح محمد: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح نے معرفت کے میدان میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہی تو ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح تمام ارواح پر سبقت لے گئی اور روضۂ وصال تک جا پہنچی۔''

اخلاق الٰہی: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''عارف کا قرب اسی طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا قرب ہے۔ وہ تمہاری باتوں کو برداشت کرتا ہے اور حلم کا مظاہرہ کرتا ہے، کیونکہ وہ اخلاق الٰہی سے موصوف ہونا چاہتا ہے۔''

عارف اور مشاہدہ الٰہی: شیخ ابن یزدانیار (یزدان یار) علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا:

''عارف اللہ تعالیٰ کا کب مشاہدہ کرتا ہے؟''

شیخ نے فرمایا:

''جب شاہد (اللہ تعالیٰ) ظاہر ہو اور شواہد فنا ہو جائیں، حواس جاتے رہیں اور اخلاص مضمحل ہو جائے۔''

مقام معرفت: شیخ حسین بن منصور علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''کوئی آدمی جب معرفت کے مقام تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف خواطر الہام فرماتا ہے۔ پس برے خیالات اس کے قریب نہیں آتے اور اس کے باطن کی نگہداشت کرتے ہیں، تاکہ اس میں اللہ کی طرف سے آنے والے خیالات کے سوا کوئی اور خیال نہ آئے۔''

دنیا اور آخرت سے فراغت: منقول ہے کہ عارف کی یہ علامت ہے کہ وہ دنیا و آخرت سے فارغ ہو۔

معرفت کی انتہاء: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''معرفت کی انتہا دو چیزوں پر ہے۔ پہلی: دہشت پر اور دوسری: حیرت پر۔''

حیرت زدہ: منقول ہے کہ جو آدمی سب سے زیادہ اللہ کی معرفت رکھتا ہو گا وہ سب سے زیادہ حیرت زدہ ہو گا۔ یہی بات شیخ ابو بکر الرازی، شیخ ابو عمر انطاکی اور سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہم الرحمۃ سے منقول ہے۔

حرکات کو ترک کرنا: بعض اہل معرفت کا ارشاد ہے:

''حرکات و اعمال کا ترک کر دینا نیکی اور تقویٰ ہے۔''

اس قول کے بارے میں سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''ان حضرات نے اعمال کو ترک کر دینے کو نیکی قرار دیا ہے، مگر میرے ہاں یہ گناہ عظیم ہے۔ میرے نزدیک تو اس بات کا قائل اس شخص سے بھی برا ہے جو چوری بھی کرتا ہو اور زنا بھی، کیونکہ عارفین نے تو اعمال کو اللہ تعالیٰ سے حاصل کیا ہے اور ان اعمال میں وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اگر میں دنیا میں ایک ہزار سال بھی زندہ رہوں، تب بھی میں اپنے نیک اعمال میں ذرہ بھر بھی کمی نہیں کروں گا۔''

شیخ ابایزید بسطامی اور معرفت کا حصول: شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ سے کسی نے پوچھا:

''آپ نے معرفت کا حصول کیسے ممکن بنایا؟''

شیخ نے فرمایا:

''پیٹ کی بھوک اور بدن کی برہنگی کے ذریعے۔''

عارف کی نگاہ: شیخ ابو یعقوب نہرجوری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ کسی نے شیخ یعقوب سوسی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا:

''عارف کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور پر بھی افسوس کرتا ہے؟''

شیخ نے فرمایا:

''کیا اسے اللہ کے علاوہ کوئی اور دکھائی دیتا ہے کہ وہ اس پر افسوس کرے؟''

میں نے عرض کیا:
''پھر اسے دنیا کی اشیاء کو کس نگاہ سے دیکھنا چاہئے؟''
شیخ نے فرمایا:
''نگاہِ زوال اور فنا سے۔''
عارف اور زاہد کی مثال: شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''عارف کی مثال اڑنے والے کی طرح ہے اور زاہد کی مثال پیدل چلنے والے کی طرح ہے۔''
مروی ہے کہ عارف کی آنکھ اور دل ہنستا ہے۔
عارف عارف کہلانے کا کب حق دار ہے: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''کوئی عارف اس وقت تک عارف نہیں کہلا سکتا، جب تک کہ وہ زمین کی طرح نہ ہو جائے کہ نیک و بد اسے روندتے ہیں اور بادلوں کی طرح نہ ہو جائے جو ہر چیز پر سایہ کرتے ہیں اور بارش کی طرح نہ ہو جائے جو ہر چیز کو سیراب کرتی ہے، اسے بھی جسے وہ پسند کرتی ہے اور اسے بھی جسے وہ ناپسند کرتی ہے۔''
عارف کی دو آرزوئیں: شیخ یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''عارف کی دو آرزوئیں کبھی پوری نہیں ہوتی حتیٰ کہ وہ فوت ہو جاتا ہے۔ پہلی: اپنی ذات پر رونا۔ دوسری: اپنے رب کی ثناء بیان کرنا۔''
معرفت حاصل کرنے کا طریقہ: شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''صوفیاء نے معرفت صرف اس طرح حاصل کی ہے کہ جو کچھ ان کے لئے تھا انہوں نے اسے ضائع کر دیا اور ان چیزوں کی حفاظت کی جو اللہ کے لئے تھیں۔''
معرفت کا حقدار: شیخ ابوالحسین الفارسی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ یوسف بن علی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''کوئی بھی آدمی اس وقت تک حقیقی عارف نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی یہ کیفیت نہ ہو جائے کہ اگر اسے سلیمان علیہ السلام جتنی حکومت بھی دے دی جائے، تب بھی یہ سلطنت اسے ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ سے غافل نہ کر سکے۔''
ارکانِ معرفت: شیخ ابوالحسین الفارسی سے روایت ہے کہ شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''معرفت کے تین بنیادی رکن ہیں۔ پہلا: ہیبت۔ دوسرا: حیاء۔ تیسرا: اُنس۔''
اللہ کی مدد: شیخ یوسف بن الحسین سے منقول ہے کہ کسی نے شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ سے سوال کیا:
''آپ نے اللہ تعالیٰ کی معرفت کیسے حاصل کی۔؟''
شیخ نے فرمایا:
''میں نے اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کی مدد اور اپنے کوشش سے حاصل کی اور اگر میرا رب نہ ہوتا تو میں اپنے رب کو نہ پہچان سکتا۔''
عارف اور عالم میں فرق: منقول ہے کہ عالم کی پیروی کی جاتی ہے اور عارف سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔
عارف کا کلام: شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''عارف کی نگاہ غیر اللہ کی طرف نہیں جاتی اور نہ وہ اللہ کے سوا کسی اور کا کلام بولتا ہے اور نہ اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا محافظ سمجھتا ہے۔''
مخلوق میں طاقتور: منقول ہے کہ صاحب معرفت ذکر اللہ کے ساتھ انس حاصل کر لیتا ہے، اس لئے اللہ اس کو مخلوق سے مستغنی

کر دیتا ہے اور وہ اللہ کے سامنے ذلیل رہتا ہے۔اس لئے اللہ اسے مخلوق میں طاقتور بنا دیتا ہے۔
باطن پر انوار: شیخ ابوالطیب علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''معرفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے باطن پر مسلسل انوار کے ساتھ جلوہ گر ہو۔''
عارف اور عالم کا کلام: منقول ہے کہ عارف جو کچھ کہتا ہے درحقیقت وہ اس سے بلند ہوتا ہے اور عالم جو کچھ کہتا ہے وہ اس سے کم درجے کا ہوتا ہے۔
مخفی امور: شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''اللہ تعالیٰ صاحب معرفت کے لئے اس کے بستر پر وہ باتیں ظاہر فرما دیتا ہے جو اوروں کے لئے نماز پڑھتے بھی نہیں کھولتا۔''
صاحب معرفت کی سزا: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''ہر چیز کے لئے سزا ہے اور صاحب معرفت کی سزا یہ ہے کہ اللہ کے ذکر سے اس کا تعلق ٹوٹ جائے۔''
عارفین کا ریاء: شیخ ابوعلی روذباری سے منقول ہے کہ شیخ ابومحمد رویم بن احمد علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''ریائے عارفین اخلاص مریدین سے افضل ہے۔''
صاحب معرفت کا کلام اور سکوت: شیخ ابوبکر وراق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''صاحب معرفت کا سکوت زیادہ فائدہ مند ہے اور اس کا کلام اس سے بھی زیادہ پسندیدہ اور عمدہ ہوتا ہے۔''
زاہدین کا احتیاج: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''آخرت کے بادشاہ زاہدین ہیں اور وہ بھی صاحبان معرفت کے محتاج ہیں۔''
عارف کی حقیقت: کسی نے سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے عارف کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:
''پانی کا رنگ وہی ہوتا ہے جو اس کے برتن کا ہو۔''
مراد یہ ہے کہ عارف اپنے وقت کے حکم کا ماتحت ہوتا ہے۔
عارف اور غیر اللہ: شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:
''عارف کون ہے۔؟''
شیخ نے فرمایا:
''عارف کو نیند اور بیداری میں اللہ کے علاوہ کوئی دکھائی نہیں دیتا ہے۔وہ نہ غیر اللہ کی موافقت کرتا ہے اور نہ غیر اللہ کا مطالبہ کرتا ہے۔''
معرفت کے بارے میں اشعار: شیخ عبداللہ بن محمد الدمشقی سے منقول ہے کہ ایک شیخ سے سوال کیا گیا:
''آپ نے اللہ تعالیٰ کی معرفت کیسے حاصل کی۔؟''
انہوں نے فرمایا:
''میرے دل پر پڑنے والی ذکر الٰہی کے نور کی چمک سے، جسے ایک ایسے بندے کی زبان سے سنا گیا ہو جس کی عقل معہود ہو چکی ہو اور ان الفاظ سے جو ایسے بندے کی زبان پر وارد ہوئے ہوں جو شہود حق میں مستغرق ہو۔''
اس قول کے قائل کی مراد وجد ہے۔گویا قائل ایسے باطن کی خبر دے رہا ہے جو اس کی پردہ پوشی کر رہا ہو۔وہ آدمی اپنے ظاہری جسم و شکل کے اعتبار سے تو وہی انسان معلوم ہوتا ہے، مگر اپنے باطن کے اعتبار سے کچھ اور ہی ہوتا ہے۔

اس کے بعد شیخ عبداللہ بن محمد الدمشقی علیہ الرحمۃ نے یہ اشعار پڑھے:

نطقت بلا نطق هو النطق انه
لك النطق لفظا اويبين عن النطق
ترائيت كي اخفى وقد كنت خافيا
والمعت لي برقا فانطقت بالبرق

''میں نے گفتگو کی بغیر نطق کے، اصل میں حقیقی نطق تو ہے ہی یہی۔ تیرا نطق لفظوں میں ہے یا پھر تو نطق کی خود ہی وضاحت فرما دیتا ہے۔ تو نے مجھے اپنی ذات کا جلوہ اس لیے دکھایا ہے تاکہ میں مخفی ہو جاؤں، حالانکہ تو خود بھی مخفی تھا، مگر تو نے نور عرفان کی بجلی میرے لئے چمکائی تو بجلی کے ذریعہ سے تو نے مجھے نطق بخش دیا۔''

ہر چیز جس سے صفائی حاصل کرے: شیخ ابو محمد بن محمد بن حسین الجریری علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ کسی نے شیخ ابو تراب نخشی علیہ الرحمۃ سے پوچھا

''عارف کی کیا صفت ہوتی ہے؟''

شیخ ابو تراب علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''جو کسی چیز سے گدلا نہ ہو بلکہ ہر چیز اس سے صفائی حاصل کرے۔''

عارفین اور انوار علم: شیخ ابو عثمان حیری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''عارفین کے لئے انوار علم روشن ہو جاتے ہیں، جن کی وجہ سے وہ غیب کی عجیب و غریب باتیں دیکھ لیتے ہیں۔''

بحر تحقیق: شیخ استاد ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''عارف بحر تحقیق میں مستغرق ہوتا ہے۔''

معرفت کی موجیں: کسی صوفی کا قول ہے:

''معرفت ایسی موجیں ہیں جو کبھی نیچے ڈبو دیتی ہیں، کبھی اوپر لے آتی ہیں اور کبھی پھر نیچے کر دیتی ہیں۔''

مخلوق سے الگ: شیخ یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمۃ سے عارف کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

''عارف بظاہر مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے، لیکن حقیقت میں ان سے الگ۔''

شیخ یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''عارف کبھی مخلوق کے ساتھ تھا، مگر پھر ان سے جدا ہو گیا۔''

تین علامات: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''عارف میں تین علامات پائی جاتی ہیں۔ پہلی علامت: اس کا نور معرفت ورع کے نور کو نہیں بجھاتا۔ دوسری علامت: باطنی طور پر اپنے علم کی وجہ سے وہ کسی ایسی بات کا اعتقاد نہیں رکھتا جس سے ظاہری طور پر کوئی حکم ٹوٹتا ہو۔ تیسری علامت: اس پر اللہ کے جو انعامات کثرت سے ہوتے ہیں، وہ اسے اللہ کے محارم کو پھلانگنے پر اکساتے نہیں۔''

اہل عقبیٰ کے لیے معرفت: منقول ہے کہ وہ آدمی جو اہل عقبیٰ کے لئے معرفت بیان کرتا ہو وہ عارف نہیں ہے، چہ جائیکہ وہ اسے اہل دنیا کے سامنے بیان کرتا ہو۔''

معرفت کیسے حاصل ہوتی ہے: شیخ ابو سعید خراز رازی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''معرفت سخاوت ایزدی کے سرچشمے اور پوری کوشش صرف کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔''

مقام میں عروج ہی عروج: شیخ جعفر سے منقول ہے کہ کسی نے سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کے اس قول کے متعلق پوچھا تھا جو انہوں نے عارف کے بارے میں کہا تھا کہ ابھی یہاں تھا مگر اب چلا گیا۔ سید الطائفہ نے فرمایا:

''عارف کسی حالت میں قید نہیں ہوسکتا اور نہ ہی کوئی منزل اسے دوسری منزل میں منتقل ہونے سے روک سکتی ہے۔ پس عارف ہر مقام والوں کے ساتھ اسی قسم کی حالت پر ہوگا، جس پر وہ خود ہے۔ وہ اس قسم کی واردات حاصل کرتا ہے جس قسم کے وہ حاصل کرتے ہیں اور ان کے اشارات کی ترجمانی کرتا ہے کہ وہ اس سے فائدہ حاصل کرسکیں۔''

عارف کی ایک حالت: شیخ ابوبکر الکتانی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ کسی نے شیخ ابوسعید خراز علیہ الرحمۃ سے پوچھا:

''کیا کبھی عارف پر ایسی کیفیت بھی طاری ہوتی ہے کہ جس میں وہ گریہ نہیں کرسکتا۔؟''

آپ نے فرمایا:

''ہاں! کیونکہ رونا اس کو اس وقت آتا ہے، جب وہ ''سیر الی اللہ'' کے مقام پر ہوتا ہے، مگر جب قرب الٰہی کے حقائق اس کے پاس اترتے ہیں اور اللہ کے فضل و کرم سے وہ وصل الی اللہ کا ذائقہ چکھ لیتا ہے، پھر یہ حال اس سے زائل ہوجاتا ہے۔''

حیات قلب: شیخ عبداللہ الرازی سے مروی ہے کہ شیخ محمد بن الفضل علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

((المعرفة حيات القلب مع الله تبارك وتعالىٰ))

''معرفت اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ حیات قلب کا نام ہے۔''

☆☆☆

فصل نمبر 51:

محبت

اہل محبت: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((یا ایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ))

(سورۃ المائدۃ، آیت نمبر:۵۴)

''اے ایمان والو! جو تم میں سے پھر جائے اپنے دین سے تو پس اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لے آئے گا جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرمائے اور وہ اس سے محبت کریں گے۔''

اللہ تعالیٰ سے ملاقات: حضرت ہمام بن منبہ علیہ الرحمۃ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند کرتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند فرماتا ہے اور جو اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔'' (صحیح بخاری، حدیث نمبر:۶۵۰۷) (صحیح مسلم، حدیث نمبر:۲۶۸۵)

اللہ کے محبوب کا اللہ سے تعلق: حضرت ہشام الکنانی علیہ الرحمۃ نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سنا کہ جو کوئی میرے ولی کی بے عزتی کرتا ہے اس نے مجھ سے اعلان جنگ کیا۔ میں اتنا تردد کسی چیز میں نہیں کرتا جتنا اس مومن کو موت دیتے ہوئے کرتا ہوں جسے موت ناپسند ہو۔ میں اسے تکلیف نہیں پہنچانا چاہتا، مگر موت کے سوا (جاندار کے لیے) کوئی چارہ بھی نہیں۔ کسی بھی بندے نے فرائض کی ادائیگی سے زیادہ محبوب چیز کے ساتھ میرا قرب حاصل نہیں کیا۔ اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے بھی میرا قریب حاصل کر لیتا ہے، تا آنکہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جس سے میں محبت کروں تو میں اس کے کان، آنکھ اور ہاتھ بن جاتا ہوں۔'' (طبرانی، حدیث نمبر:۷۸۸۰)

اللہ تعالیٰ کی محبت و ناراضگی: صحابی رسول سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو محبوب بنالیتا ہے تو حضرت جبرائیل کو حکم فرماتا ہے: میں فلاں سے محبت رکھتا ہوں، تو بھی اس سے محبت رکھ۔ چنانچہ جبرائیل بھی ان سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر جبرائیل آسمان دنیا میں ندا دیتے ہیں: اللہ تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت فرماتا ہے، پس تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر ہوتا یہ ہے کہ وہ بندہ تمام دنیا کا محبوب بن جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ناپسند فرماتا ہے تو مالک نامی فرشتے سے فرماتا ہے۔''

میرا (سیدنا ابو ہریرہ کا) خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کے بارے میں بھی اسی طرح فرمایا تھا جس طرح محبت کے بارے فرمایا تھا۔'' (صحیح بخاری، حدیث نمبر:۳۲۰۹) (صحیح مسلم، حدیث نمبر:۲۶۳۷)

اچھی صفت: محبت ایک اچھی صفت ہے، لہٰذا ہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنے بندے سے محبت رکھتا ہے اور بندے کے بارے میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے۔

علماء اور صوفیاء کی اصطلاح میں محبت...... صفت ارادہ: علماء کے ہاں محبت کے معنی ارادہ کے ہیں، مگر صوفیاء کے ہاں محبت سے ارادہ مراد نہیں، کیونکہ کسی انسان کے ارادے کا تعلق (اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو قدیم ہے) نہیں ہو سکتا۔ ہاں البتہ اگر اللہ کے

قرب حاصل کرنے اور اسکی تعظیم کرنے کا ارادہ مراد لیا جائے تو درست ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کسی بندے سے محبت کرنے سے مراد اس بندے پر کوئی مخصوص انعام کرنے کا ارادہ کرنا ہے اور رحمت سے مراد اللہ کا بندے پر انعام کرنا ہے۔ پس رحمت ارادہ سے خاص ہے اور محبت رحمت سے بھی خاص تر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا کسی بندے پر ثواب وانعام کرنے کا ارادہ کرنا رحمت ہے اور یہ ارادہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کو اپنے قرب اور بلندی احوال سے مخصوص کرے، یہ محبت ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کی صفت دراصل ایک ہی صفت ہے، مگر اس کے نام اس کے متعلقات کے اعتبار سے بدل جاتے ہیں، لہٰذا جب ارادہ کسی کو سزا دینے کے ساتھ متعلق ہو تو اسے غضب کہا جائے گا اور جب عام نعمتیں عطا کرنے کے متعلق ہو تو اسے رحمت کہا جاتا ہے اور جب مخصوص قسم کی رحمت کے ساتھ متعلق ہو تو محبت کہلاتا ہے۔

محبت سے مراد تعریف ہے: بعض صوفیاء کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی اچھی مدح وثناء کرتا ہے۔ لہٰذا اس قول کے مطابق اللہ تعالیٰ کا کسی سے محبت کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کلام فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم ہے۔

ایک مخصوص حالت: بعض کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کسی سے محبت کرنا اس کے فعل کی صفت ہے۔ لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کا ایک مخصوص احسان ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر کرتا ہے اور یہ ایک مخصوص حالت ہے جس تک اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو رفعت وبلندی عطا فرما دیتا ہے۔

پس منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندے پر رحمت جب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا انعام ساتھ ہی ہوتا ہے۔

وہ صفات جن کا ذکر احادیث میں آیا ہے: سلف صالحین میں سے بعض کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت ان صفات میں سے ہے جن کا ذکر احادیث میں آیا ہے۔

پس سلف صالحین اس لفظ کو مطلق طور پر استعمال کرتے ہیں، مگر اس کی تفسیر سے توقف کرتے ہیں۔

محبت وانس کی کیفیت اور ذات باری تعالیٰ: اقوال بالا کے علاوہ بندوں کی صفت محبت سے جو کچھ سمجھا جاسکتا ہے، مثلاً میلان یا کسی چیز سے انس یا ایسی حالت جو ایک عاشق کی اپنے محبوب کے لیے ہوتی ہے جو مخلوق میں سے ہو، یہ تمام کیونکہ مخلوق کی صفات ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ جو کہ قدیم ہے، ان تمام سے پاک وبالا ہے۔

بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت: باقی رہی بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت، تو یہ ایک کیفیت ہے جسے بندہ اپنے قلب میں محسوس کرتا ہے، مگر اسے عبارت اور الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا۔ بعض احوال میں یہ کیفیت بندے کو اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی رضا کو ترجیح دینے پر مجبور کرتی ہے اور اس بات پر بھی مجبور کرتی ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی جدائی پر صبر نہ کرسکے اور اس کا محبوب ترین کام اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہو اور اسے اس کے بغیر قرار وسکون حاصل نہ ہو اور بندہ اپنے قلب سے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرکے انس حاصل کرے۔

قلب مومن میں اللہ تعالیٰ کی جو محبت ہوتی ہے، اس میں جسمانی میلان مقصود نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کی حدود متعین ہوتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ جسم اور احاطہ کیے جانے سے پاک ومنزہ ہے۔ عاشق جو اپنے محبوب (مخلوق) کی محبت میں مرمٹا ہو، وہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس کے متعلق کہا جائے کہ وہ کسی خط یا احاطہ کے اندر آسکتا ہے، اللہ تعالیٰ کسی خط یا احاطہ میں نہیں آسکتا، کیونکہ خط اور احاطہ میں آنا مخلوق کی صفات ہیں اور اللہ تعالیٰ خالق ہے۔

لفظ محبت: لفظ محبت کی کسی بھی ایسے لفظ کے ساتھ تعریف نہیں کی جاسکتی جو لفظ محبت سے زیادہ واضح اور عام فہم ہو اور نہ ہی اس

کی کوئی حد مقرر کی جاسکتی ہے۔

بلا شبہ کسی بحث کو تفصیلاً اس وقت بیان کیا جاتا ہے جب اس میں کوئی اشکال ہو، لیکن جب ابہام ہی ختم ہو جائے تو بحث کی تفصیل کا کیا مقصد؟

محبت اور حُب: صاحبان تصوف نے محبت کو مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے۔ بعض صوفیاء نے اس بارے میں بھی بحث و مباحثہ کیا ہے کہ اس کا لغوی مطلب کیا ہے؟ چنانچہ بعض سے منقول ہے کہ پاکیزہ اور صاف محبت کا نام حب ہے، کیونکہ عرب جب حَبَبُ الْاَسْنَان بولتے ہیں تو اس سے مراد دانتوں کی سفیدی اور تروتازگی ہوتی ہے۔

جوش و ولولہ: بعض صوفیاء کا کہنا ہے کہ سخت بارش کے وقت جو بلبلے اٹھتے ہیں انہیں حباب الماء کہا جاتا ہے۔ اس بناء پر محبوب کی ملاقات کے جوش اور پیاس کے بھڑکنے کا نام محبت ہے۔

وافر حصہ: بعض صوفیاء سے منقول ہے کہ لفظ محبت حَبَاب الماء سے اخذ کیا گیا ہے، یعنی زیادہ پانی والا مقام۔ چنانچہ محبت کو محبت اس لئے کہتے ہیں کہ قلب میں جتنی اہم چیزیں ہیں، ان میں سب سے بڑا حصہ اسی محبت کا ہوتا ہے۔

لازم و ثابت: بعض صوفیاء سے منقول ہے کہ لفظ محبت لازم ہونے اور ثابت قدم رہنے کا معنی بھی دیتا ہے، کیونکہ عرب کا محاورہ ہے:

"احب البعير"

"جب وہ بیٹھ کر نہ اٹھے۔"

پس لفظ محبت کا معنی ہوا عاشق کا دل کسی وقت بھی معشوق کے ذکر سے نہیں ہٹتا۔

چمٹا رہنا: بعض صوفیاء کہتے ہیں کہ لفظ حُب کا معنی کان کی بالی بھی ہے۔

چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے:

تبیت الحیة النضناض منه

مکان الحب یستمع السرارا

"ظاہر ہوتے ہیں زہریلے سانپ رینگتے ہوئے، جیسا کہ کان کی بالی ہو کہ وہ اسرار کی باتیں سن رہی ہو۔"

لفظ حب بالی کے لیے اس لیے استعمال کیا گیا ہے کیونکہ یہ کان سے چمٹی رہتی ہے یا اس لئے کہ یہ ہر وقت متحرک رہتی ہے۔ یہ دونوں معنی بھی لفظ محبت کے لیے درست ہیں۔

دل اور محبت: لفظ محبت حب سے اخذ ہے اور لفظ حب حبہ کی جمع ہے۔ حبۃ القلب دل کا وہ مقام ہے جس پر دل کا دارومدار ہوتا ہے، پس محبت کا نام اپنے محل کے نام پر رکھا گیا ہے۔

حُب اور حَب ایک ہی چیز ہے، جس طرح عُمر اور عَمر۔

زندگی کا مغز: منقول ہے کہ لفظ محبت "حِبَّۃ" سے اخذ کیا گیا ہے۔ جس کے معنی "جنگلی بیج" کے ہیں۔ چنانچہ جس طرح بیج نباتات کا مغز ہے، اسی طرح محبت بھی زندگی کا مغز ہے۔ اس لئے اس کا نام حب رکھا گیا ہے۔

عزت و ذلت کو برداشت کرنا: منقول ہے کہ "حب" ان چار لکڑیوں کو کہتے ہیں' جن پر مٹکا رکھا جاتا ہے۔ محبت کو حب اس لئے کہا گیا (جس طرح یہ لکڑیاں مٹکے کو برداشت کرتی ہیں)، اسی طرح محبت محبوب کی طرف سے ہر عزت و ذلت کو برداشت کرتی ہے۔

اس لفظ کی اصل وہ مٹکا (حب) ہے، جس میں پانی ہوتا ہے۔ مٹکا اسے روکے رکھتا ہے۔ اس میں صرف اس قدر پانی سما سکتا ہے، جس سے وہ بھر جائے (یعنی اس میں مزید پانی نہیں سما سکتا)۔ اسی طرح جب کسی کی محبت سے دل بھر جاتا ہے تو پھر اس دل میں محبوب کے سوا کسی اور کے داخل ہونے کی گنجائش نہیں ہوتی۔

دائمی میلان: ایک صاحب تصوف کا ارشاد ہے:

''اشتیاق قلب کے ساتھ دائمی میلان کا نام محبت ہے۔''

صرف دولت: منقول ہے کہ تمام دولت کو محبوب کی خاطر قربان کر دینا محبت ہے۔

موافقت: محبوب کی موجودگی اور عدم موجودگی میں محبوب کی موافقت کرنا محبت ہے۔

ذات محبوب کا اثبات: عاشق کا مع اپنی تمام صفات کے مٹ جانا اور محبوب کو اس کی ذات کے ساتھ ثابت کرنا محبت ہے۔

مراد الٰہی: قلب کا مراد الٰہی کے موافق ہونا محبت ہے۔

خوف زدہ رہنا: احترام میں کسی سے ڈرتے رہنا محبت کہلاتا ہے۔

محبوب کی قلیل چیزیں: شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اپنی کثیر چیز کو بھی قلیل سمجھنا اور محبوب کی قلیل چیز کو بھی کثیر سمجھنا محبت ہے۔

اطاعت پر قائم رہنا: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''تیرا اطاعت پر قائم رہنا اور (محبوب کی) مخالفت سے بچنا محبت ہے۔''

سید الطائفہ کا جواب: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے محبت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''عاشق کا اپنی صفات کو اپنانا محبت ہے۔''

شیخ کی مراد یہ ہے کہ ذکر محبوب کا غلبہ یہاں تک ہو کہ عاشق کے دل پر محبوب کے ذکر کے سوا کوئی چیز غالب نہ ہو اور وہ اپنی صفات اور ان کے احساس سے کلیۃً غافل ہو۔

محبت ہے کیا: شیخ ابوعلی رودباری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''محبت ہے کیا؟ یہ ایک موافقت ہے یعنی محبوب کی کلی موافقت۔''

حقیقی محبت: شیخ ابوعبداللہ قرشی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''تیرا اپنے آپ کو کلی طور پر محبوب کے حوالے کر دینا، یہاں تک کہ تیرے پاس اپنی ذات میں سے کچھ بھی نہ رہے، یہ حقیقی محبت ہے۔''

محبت کو محبت کیوں کہا جاتا ہے: شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''محبت کو محبت اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ قلب عاشق سے محبوب کے علاوہ تمام چیزوں کو مٹا دیتی ہے۔''

عتاب: شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''محبت یہ ہے کہ تو محبت میں اپنے آپ کو ہمیشہ عتاب کرتا رہے۔''

محبت و حقیقت میں فرق: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''محبت مکمل لذت ہے، جب کہ حقیقت کے مقامات دہشت ناک ہیں۔''

عشق اور محبت: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''محبت میں حد سے بڑھنا عشق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ کہنا جائز نہیں کہ وہ حد سے تجاوز کرتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی سے عشق کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے وصف میں اس لفظ کے استعمال کی کوئی صورت نہیں۔ نہ حق کی طرف سے بندے کے عشق کے لئے اور نہ بندے کی طرف سے حق کے عشق کے لئے۔''

غیرت: شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اگر کوئی اور تمہارے محبوب سے محبت کرے تو تجھے غیرت آجائے، یہ محبت ہے۔''

محبت کا پودا: شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ سے ایک آدمی نے محبت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:

''محبت وہ پودے ہیں جنہیں قلوب میں اگایا جاتا ہے اور ان پر ان کی عقلوں کے مطابق پھل آتا ہے۔''

محبت کی دو اقسام: شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابوالقاسم ابراہیم بن محمد نصر آبادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''محبت کی ایک قسم وہ ہے کہ جس میں خون بہنے سے محفوظ کر لیا جاتا ہے اور ایک قسم کی محبت سے خون کا بہانا واجب ہو جاتا ہے۔''

خاص قرب: شیخ جعفر سے منقول ہے کہ شیخ سمنون علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''محبت کرنے والے دنیا اور آخرت کا شرف لے گئے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((المرء مع من احب))(صحیح بخاری، حدیث نمبر ۶۱۶۸)

''آدمی قیامت کے دن اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔''

پس محبت کرنے والے اللہ سے محبت کرتے ہیں لہٰذا وہ اللہ کے خاص قرب میں ہوں گے۔

حقیقی محبت کسے کہا جاسکتا ہے: شیخ یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جو محبت جفا سے بھی کم نہ ہو اور نہ ہی نیک برتاؤ اور احسان سے بڑھے وہ اس لائق ہے کہ اسے حقیقی محبت کہا جائے۔''

سچا محب: منقول ہے کہ جو آدمی دعویٰ محبت کرے، مگر محبت کی حدود کا لحاظ نہ رکھے وہ سچا محب نہیں ہے۔

سچی محبت اور آداب: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اس وقت آداب کی شرائط ساقط ہو جاتی ہیں جب سچی محبت ہو۔''

اس مفہوم کا ایک شعر میں (صاحب کتاب امام قشیری علیہ الرحمۃ) نے شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ سے سنا:

اذا صفت المودة بين قوم

ودام ودادهم سمج الثناء

''جب کسی قوم میں خالص محبت دوام پکڑ لے تو پھر تعریف کرنا نامناسب ہے۔''

مشفق باپ: منقول ہے کہ تو کبھی ایسا نہ دیکھے گا کہ کوئی مشفق باپ اپنے بیٹے سے کلام کرنے میں بخل کرتا ہو، لیکن جب جب لوگ اس سے مخاطب ہو کر کلام کرتے ہوں تو باپ اپنے بیٹے کو پکار اٹھے گا:

''ارے فلاں! (یعنی ان کی بات نہ سن)''

ایثار: شیخ ابوبکر الکتانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''محبت یہ ہے کہ عاشق محبوب کی خاطر ایثار کرے۔''

مجنوں بنی عامر: شیخ ابوسعید الارجانی سے منقول ہے کہ شیخ بندار بن الحسین نے فرمایا:

''کسی نے مجنوں بنی عامر کو خواب میں دیکھا تو کہا: اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے کہا: اللہ نے مجھے بخش دیا اور

مجھے محبت کرنے والوں کے لئے حجت قرار دیا۔''

حاجات کو بھول جانا: شیخ ابو یعقوب موسیٰ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''انسان کا یہ بھول جانا کہ اللہ کے ہاں اس کا کتنا حصہ ہے؟ اللہ کی طرف اس کی کتنی حاجتیں ہیں، یہ حقیقی محبت ہے؟''

محبوب کے ساتھ قائم رہنا: شیخ حسین بن منصور علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''تیرا اپنے تمام اوصاف کو ترک کر کے اپنے محبوب کے ساتھ قائم رہنا حقیقی محبت ہے۔''

محبت کی آرزوئیں: میں نے شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمٰی علیہ الرحمۃ کو فرماتے ہوئے سنا کہ شیخ ابوالقاسم نصر آبادی علیہ الرحمۃ سے کہا گیا:

''کیا آپ کو محبت سے حصہ نہیں ملا؟''

انہوں نے فرمایا:

''نہیں مجھے محبت سے حصہ نہیں ملا، مگر مجھ میں محبت کرنے والوں جیسی آرزوئیں موجود ہیں اور میں ان میں جل رہا ہوں۔''

محبت الٰہی کو ترک نہیں کرنا چاہئے: شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمٰی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابوالقاسم نصر آبادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''تو محبت کو ترک نہ کر، چاہے کچھ بھی ہو جائے۔''

پھر انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

ومن کان فی طول الهوی ذاق سلوة
فانی من لیلی لها غیر ذائق
واکثر شیء نلته من وصالها
امانی لم تصدق کلمحة بارق

''اور جو عشق کے طول پکڑ جانے کی وجہ سے عشق کو ترک کر دینے والا ہو۔ پس بے شک میں تو لیلیٰ کے عشق کا ذائقہ ضرور چکھوں گا۔ اور مجھے اس کے وصال کے سبب زیادہ سے زیادہ جو چیزیں میسر آئیں وہ امیدیں ہیں جو ایک لحہ بھر کے لیے بھی پوری نہیں ہوتیں۔''

محبوب کے علاوہ: شیخ محمد بن فضل علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''محبوب کی محبت کے علاوہ ہر قسم کی محبت قلب سے نکل جائے تو یہی محبت ہے۔''

محبوب کی طرف میلان: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''محبت یہ ہے کہ تمہارا میلان محبوب کی طرف رہے، خواہ تجھے محبوب سے کچھ بھی میسر نہ آئے۔''

تشویش: منقول ہے کہ محبوب کی طرف سے دل میں جو تشویش پیدا ہوتی ہے اسے محبت کہتے ہیں۔

آزمائش: منقول ہے کہ محبت ایک آزمائش ہے جو قلب میں محبوب کی طرف سے واقع ہوتی ہے۔

محبت کے بارے میں اشعار: شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ نے محبت کے بارے میں یہ اشعار پڑھے ہیں:

غرست لاهل الحب غصنا من الهوی
ولم یك یدری ما الهوی احد قبلی

فـاروق اغـصـانـا وایـنـع صبـوة
واعـقـب لـی مـرا مـن الـثـمـر الـمـحـلـی
وکـل جـمـیـع الـعـاشـقـیـن هـواهـم
اذا نسبـوه کـان مـن ذلـك الاصـل

''میں نے اہل محبت کے لئے عشق کا پودا اگا دیا اور مجھ سے پہلے کسی کو معلوم بھی نہ تھا کہ عشق کیا چیز ہے۔اس پودے کو خوب پتے لگے ہیں اور عشق کا خوب پھل بھی۔مگر مجھے میٹھے پھل میں سے کڑوا پھل ہی میسر آیا۔اب تمام عاشق جب اپنے عشق کا ذکر کرتے ہیں تو اس کی اصل اسی پودے سے ہوتی ہے۔''

محبوب کی ہیبت: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((حبك للشیء یعمي ویصم)) (سنن ابی داؤد: ۵۱۳۰) (مسند امام احمد بن حنبل، حدیث نمبر: ۲۱۷۴۰)

اس حدیث کی تشریح میں شیخ فرماتے ہیں:

''محبت اوروں سے تو غیرت کی وجہ سے اور محبوب سے اس کی ہیبت کی وجہ سے اندھا کر دیتی ہے۔''

پھر شیخ نے یہ شعر پڑھا:

اذا ما بدا لی تعاظمته
فاصدر فی حال من لم یرد

''جب محبوب میرے سامنے ظاہر ہوتا ہے تو میں اسے بہت عظیم خیال کرتا ہوں اور جب لوٹتا ہوں تو پہلی سی حالت ہوتی ہے (یعنی ہیبت کی وجہ سے مبہوت ہو جاتا ہوں اور محبوب کی ملاقات اور عدم ملاقات برابر ہوتی ہے)۔''

نفس، روح اور مال کو قربان کرنا: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ حارث محاسبی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''تیرا ہمہ تن کسی کی طرف مائل ہونا، اپنا نفس، روح اور مال سب کچھ اس پر قربان کر دینا، ظاہر و باطن میں اس کی موافقت کرنا اور تیرا یہ خیال کرنا کہ تو نے اس کی محبت میں کوتاہی کی ہے، تو یہی محبت ہے۔''

انت یا انا: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''دو آدمیوں میں محبت اس وقت تک درست ہوگی، جب تک وہ ایک دوسرے کو انت یا انا کہہ کر نہ پکاریں۔''

محبت اور عارف کی خاموشی: شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''محب اگر خاموش رہے گا تو ہلاک ہو جائے گا اور عارف اگر خاموش نہیں رہے گا تو ہلاک ہو جائے گا۔''

نارِ قلب: منقول ہے کہ محبت نارِ قلب (قلب کی آگ) ہے جو قلب میں محبوب کے علاوہ سب کو جلا دیتی ہے۔

سعی و کوشش: منقول ہے کہ محبت یہ ہے کہ تو اپنی طرف سے پوری سعی کرے اور پھر محبوب کی مرضی کہ وہ جو دل چاہے کرے۔

محب اور دیدارِ محبوب: شیخ ابو یعقوب سوسی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''محبت صرف اسی وقت درست ہو سکتی ہے، جب محب اپنی محبت کی طرف نہ دیکھے، بلکہ اپنی محبت کا علم مٹا کر اپنے محبوب کا دیدار کرتا ''

محبت میں محبوب کی حالت: شیخ جعفر سے منقول ہے کہ شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ نے مجھے ایک خط دیا اور فرمایا:
''یہ تمہارے لئے سات سو قصوں یا کہانیوں سے بہتر ہے۔''
پس جب میں نے اسے کھولا تو اس میں یہ اشعار لکھے ہوئے تھے:

ولما ادعیت الحب قالت کذبتنی
فما لی اری الاعضاء منك کواسیا
فما الحب حتی یلصق القلب بالحشا
وتذبل حتی لا تجیب المنادیا
وتنحل حتی لا یبقی لك الهوی
سوی مقلة تبکی بها وتناجیا

''اور جب میں نے محبت کا دعویٰ کیا تو محبوبہ نے کہا کہ تو اس دعویٰ میں جھوٹا ہے، کیونکہ اگر تو سچا ہوتا تو تمہارے اعضاء اسے چھپا نہیں سکتے تھے۔ پس محبت میں تو قلب انتڑیوں سے چمٹ کر رہ جاتا ہے اور اتنا مرجھا جاتا ہے، حتیٰ کہ پکارنے والے کو جواب تک نہیں دے سکتا۔ اور پھر تو اس قدر کمزور ہو جائے کہ تمہاری کوئی خواہش ہی باقی نہ رہے۔ حتیٰ کہ فقط تیری آنکھیں باقی رہیں کہ جن کے ساتھ تو روئے اور انہی کے ذریعے بات کرے۔''

مسجد کی قندیلیں: شیخ ابن مسروق علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ سمنون علیہ الرحمۃ سے محبت پر کلام سنا۔ جب وہ محبت پر گفتگو کر رہے تھے تو اس کے اثر سے مسجد کی تمام قندیلیں ٹوٹ گئیں۔

شیخ سمنون کی مجلس: شیخ ابراہیم بن فاتک علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ شیخ سمنون علیہ الرحمۃ مسجد میں بیٹھ کر محبت پر گفتگو کر رہے تھے اور میں سن رہا تھا کہ ایک چھوٹا پرندہ آیا اور ان کے قریب ہو گیا اور قریب ہوتے ہوتے ان کے ہاتھ پر جا بیٹھا۔ اس کے بعد اس نے زمین پر اپنی چونچ مارنی شروع کی' تا آنکہ اس سے خون بہنے لگا، اس کے بعد وہ مر گیا۔

غرض اور محبت: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''وہ محبت جو کسی غرض کے ساتھ ہو وہ اس وقت ختم ہو جاتی ہے جب غرض جاتی رہے۔''

شیخ شبلی کے احباب اور دعویٰ محبت: شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ کو پاگل خانہ میں قید کر دیا گیا تو کچھ احباب ان سے ملاقات کرنے کے لیے آئے۔ شیخ شبلی نے پوچھا:
''تم کون لوگ ہو؟''
انہوں نے کہا:
''ہم آپ کے محب ہیں۔''
پس شیخ شبلی نے ان کو پتھر مارنے شروع کر دیے اور وہ بھاگ گئے۔ یہ دیکھ کر شیخ ابوبکر شبلی نے کہا:
''اگر تم میرے محبت ہوتے تو یوں نہ بھاگتے۔ اگر تم میری محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو میری تکلیف پر صبر کرو۔''
پھر شیخ ابوبکر شبلی نے یہ اشعار پڑھے:
یاایها السید الکریم

حبك بين الحشا مقيم

يا رافع النوم عن جفوني

انت بما مربى عليم

''اے سید اور کریم! تیری محبت میرے جسم وروح میں قائم ہے۔ اے محبوب! جس نے میری آنکھوں سے نیند اڑا دی ہے، تو جانتا ہے کہ مجھ پر کیا گزری۔''

شیخ یحییٰ کا خط: علی بن عبید کہتے ہیں کہ شیخ یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمۃ نے شیخ ابایزید بسطامی کو خط میں یوں لکھا:

''میں نشہ میں ہوں کیونکہ میں نے اللہ کی محبت کے بہت سے پیالے پی لیے ہیں۔''

شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے اس کے جواب میں لکھا:

''آپ کے علاوہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے آسمانوں اور زمینوں کے سمندر پی لئے، مگر پھر بھی سیر نہیں ہوئے اور ان کی زبان (پیاس کے مارے) باہر نکلی ہوئی ہے۔ اور وہ کہہ رہے ہیں هل من مزيد (کیا کچھ اور ہے؟)''

اس بارے میں یہ اشعار بھی پڑھے جاتے ہیں:

عجبت لمن يقول ذكرت الفي

وهل انسى فاذكر ما نسيت

اموت اذا ذكرتك ثم احيا

ولو لا حسن ظني ما حييت

فاحيا بالمنى واموت شوقا

فلم احيا عليك وكم اموت

شربت الحب كاسا بعد كاس

فما نفد الشراب وما رويت

''میں تعجب کرتا ہوں اس آدمی پر جو یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے محبوب کو یاد کیا اور میں تو اسے کبھی بھولتا ہی نہیں کہ یاد کروں۔ میں مر جاتا ہوں جب تمہارا ذکر کرتا ہوں پھر زندہ ہو جاتا ہے۔ اگر میرا حسن ظن نہ ہوتا، تو زندہ بھی نہ ہوتا۔ پس میں زندہ ہوتا ہوں تمنا سے اور مرتا ہوں شوق سے۔ میں کب تک مرتا اور زندہ ہوتا رہوں گا۔؟ میں نے محبت کے پیالے پر پیالے پیے، مگر نہ پینا ختم ہوا اور نہ ہی میں سیر ہوا۔''

دنیا اور آخرت کی محبت سے بچنے والا دل: منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب وحی فرمائی:

''جب میں کسی بندے کے دل کی طرف دیکھتا ہوں اور اس میں دنیا اور آخرت کی محبت نہیں پاتا تو اسے اپنی محبت سے بھر دیتا ہوں۔''

آسمانی کتاب میں حکم: منقول ہے کہ شیخ استاد ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ نے اپنے ہاتھ سے یہ عبارت لکھی:

''کسی ایک آسمانی کتاب میں ہے کہ اے میرے بندے! تمہاری قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ تجھے میری قسم! تو بھی مجھ سے محبت کر۔''

خوف الٰہی اور محبت: شیخ عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جسے محبت میں سے کچھ حصہ ملا ہو اور اسے خوف الٰہی میں سے اسی قدر حصہ نہ ملا ہو تو وہ آدمی دھوکا کھائے گا۔''

نشان ختم: منقول ہے کہ محبت تمہارا نشان مٹا دیتی ہے۔

محبت کی مستی: منقول ہے کہ محبت میں ایک ایسی مستی ہے جس سے انسان محبوب کے مشاہدہ کے بغیر ہوش میں نہیں آتا۔ پھر محبوب کے مشاہدہ سے جو مستی حاصل ہوتی ہے اس کی کیفیت بیان نہیں ہوسکتی۔

یہ شعر پیش کیا جاتا ہے:

فاسکر القوم درود کاس

وکان سکری من المدیر

''پس لوگ پیالے کے دور سے مست ہونے لگے، مگر میری مستی تو ساقی کی وجہ سے تھی۔''

شیخ ابوعلی دقاق کا شعر: شیخ استاد ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ اکثر یہ شعر پڑھتے:

لی مسکرتان وللندمان واحدۃ

شیء و خصصت به من بینهم وحدی

''میرے لیے دو مستیاں ہیں، جبکہ قریبی دوستوں کو ایک ہی مستی ہے۔ یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو صرف مجھے ہی حاصل ہے۔''

اپنے آپ کو عتاب کرنا: شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''محبت یہ ہے کہ تو ہمیشہ اپنے آپ کو عتاب کرتا رہے۔''

شیخ ابوعلی دقاق کی لونڈی: شیخ استاد ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کی ایک لونڈی تھی جس کا نام فیروز تھا۔ انہیں اس سے محبت تھی، کیونکہ اس نے ان کی بڑی خدمت کی تھی۔ شیخ کہتے ہیں کہ ایک روز فیروز مجھے دکھ دے رہی تھی اور زبان درازی کر رہی تھی تو ابو الحسن قاری نے اسے کہا:

''تو اس بوڑھے آدمی کو کیوں دکھ دے رہی ہے؟''

اس نے کہا:

''اس لئے کہ میں اس سے محبت کرتی ہوں۔''

رائی بھر محبت: شیخ یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''رائی بھر محبت بھی مجھے ستر سالہ ایسی عبادت سے زیادہ محبوب ہے جو بغیر محبت کے ہو۔''

ایک نوجوان کی موت: منقول ہے کہ ایک نوجوان نے عید کے دن لوگوں کو کھڑکی سے جھانک کر دیکھا اور پھر یہ شعر پڑھا:

من مات عشقا فلیمت فهکذا

لا خیر فی عشق بلا موت

''جو مرنا چاہے عشق میں تو پس وہ اس طرح مرے، کیونکہ بغیر موت کے عشق بے سود ہے۔''

پھر اس نے ایک بلند چھت سے اپنے آپ کو گرا دیا اور گر کر مر گیا۔

چوراسی سال آنکھ بند کرنے کی سزا: ایک ہندی ایک لڑکی سے عشق کرنے لگ گیا۔ لڑکی نے کوچ کا ارادہ کیا تو وہ شخص اس کو وداع کرنے کے لئے نکلا۔ اس وقت اس کی ایک آنکھ سے آنسو نکلے اور دوسری سے نہ نکلے۔ جس آنکھ سے آنسو نہیں نکلے تھے، اس

نے اس آنکھ کو چوراسی سال تک بند رکھا اور سزا کے طور پر اسے نہیں کھولا، کیونکہ اس نے اس کی محبوبہ پر آنسو نہیں بہائے تھے۔
پس یہ شعر پڑھا جاتا ہے:

بكت عينى غداة البين دمعا
واخرى بالبكا بخلت علينا
فعاقبت التى بخلت بدمع
بان غمضتها يوم التقينا

''محبوب کی جدائی کے دن میری ایک آنکھ نے آنسو بہائے اور دوسری نے کوئی آنسو نہیں بہایا، پس جس آنکھ نے کوئی آنسو نہیں بہایا تھا، میں نے اسے یہ سزا دی کہ محبوب کی ملاقات کے دن میں نے اسے بند رکھا۔''

شیخ ذوالنون مصری اور محبت: ایک صوفی کہتے ہیں کہ ہم شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کے پاس تھے کہ محبت کا ذکر چھڑ گیا۔ شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اس مسئلہ کا ذکر مت کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ سن کر اس کا دعویٰ کر بیٹھیں۔''

پھر شیخ نے یہ اشعار پڑھے:

الخوف اولى بالمسئى
اذا تاله والحزن
والحب يجمل بالتقى
وبالنقى من الدرن

''خوف زیادہ اولیٰ ہے گناہ گار آدمی کے لیے جو عبادت گزار ہو جائے۔ محبت تو ان لوگوں کو اچھی لگتی ہے جو متقی ہوں اور گدلے پن سے پاک ہوں۔''

نااہل لوگوں میں ذکر محبت: شیخ یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''نااہل لوگوں میں محبت کا ذکر کرنے والا اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔''

غیر کی طرف دیکھنے والے عاشق کی سزا: منقول ہے کہ ایک آدمی کہا کرتا تھا کہ وہ فلاں کی محبت میں مر رہا ہے۔ اس کے محبوب نے کہا:

''یہ کیسے؟ حالانکہ یہ میرا بھائی مجھ سے زیادہ خوبرو ہے اور خوب صورت ہے۔''

یہ سن کر اس آدمی نے اس کے بھائی کو دیکھنے کے لئے سر اٹھایا۔ اس وقت عاشق معشوق دونوں چھت پر تھے۔ محبوب نے عاشق کو چھت پر سے نیچے پھینک دیا اور کہا:

''یہ اس عاشق کی سزا ہے جو دعویٰ محبت بھی کرے اور پھر محبوب کے علاوہ کسی اور کی طرف دیکھے۔''

محبت و معرفت: شیخ سمنون علیہ الرحمۃ محبت کو معرفت سے افضل سمجھتے تھے، لیکن اکثر مشائخ معرفت کو محبت پر فضیلت دیتے ہیں۔

محبت و معرفت کا مفہوم: اہل تحقیق کے ہاں محبت اپنے آپ کو لذت سے ہلاک کرنے کا نام ہے اور معرفت یہ ہے کہ حیرت کی

حالت میں محبوب کا مشاہدہ ہو اور ہیبت میں فنا ہو جائے۔

سید الطائفہ اور تاج العارفین کی محبت پر گفتگو: شیخ ابو بکر الکتانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں حج کے موسم میں محبت پر بحث چھڑ گئی۔ شیوخ صوفیاء نے اس پر تقریریں کیں۔ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سب سے چھوٹی عمر والے تھے۔ شیوخ نے سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے کہا:

''اے عراقی! تو بھی کچھ بیان کر۔''

شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سر جھکا کر رونے لگ گئے۔ پھر فرمایا:

''ایک بندہ ہے جو اپنے آپ کو کھو چکا ہے۔ اپنے رب کا لگاتار ذکر کرتا ہے اور اس کے حقوق برابر ادا کئے جا رہا ہے اور دل کی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھ رہا ہے۔ ذات الٰہی کے انوار نے اسے جلا دیا ہے اور اس کی محبت کے پیالوں سے اس نے صاف شراب پی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے غیب سے اس کے لئے پردے اٹھا دیئے ہیں۔ لہٰذا وہ آدمی جب کلام کرے گا تو اللہ کی مدد سے کلام کرے گا اور اگر حرکت کرے گا تو اسی کے حکم سے اور اگر ساکن ہو گا تو بھی اسی کے حکم سے۔ پس یہ آدمی اللہ کے لئے اور اللہ کی معصیت میں ہو گا۔''

سید الطائفہ کا کلام سن کر تمام شیوخ رو پڑے اور کہا:

''اس پر کچھ اضافہ نہیں ہو سکتا؟ اللہ تیری حالت درست کرے۔ اے تاج العارفین!''

ایک دل اور دو کی محبت: منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی:

''یا داؤد! میں نے اس بات کو حرام قرار دے دیا ہے کہ جس دل میں کسی اور کی محبت ہو اس دل میں میری محبت پائی جائے، جب تک کہ غیر کی محبت نکل نہ جائے۔''

شیخ فضیل کی محبت: محمد بن ایوب کہتے ہیں کہ شیخ فضیل بن عیاض کے خادم ابو العباس سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ شیخ فضیل علیہ الرحمۃ کا پیشاب رک گیا تو انہوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی:

''اے اللہ! تجھے میری محبت کی قسم کہ میرا پیشاب کھول دے۔''

شیخ ابو العباس سے مروی ہے کہ ابھی ہم وہیں تھے کہ ان کی بیماری جاتی رہی۔

محبت زلیخا: منقول ہے کہ محبت میں ایسی جانثاری ہونی چاہئے جیسی عزیز مصر کی بیوی (زلیخا) میں تھی، کیونکہ جب اس کے دل میں یوسف علیہ السلام کی محبت انتہا کو پہنچ گئی تو اس نے کہا:

((انا راودته عن نفسه وانه لمن الصادقين))(سورۃ الیوسف، آیت نمبر ۵۱)

''میں نے ہی انہیں پھسلانا چاہا تھا اور بے شک یہ تو صادقین میں سے ہیں۔''

حالانکہ شروع میں اس نے یوں کہا تھا:

((ما جزاء من اراد باهلك سوء الا ان يسجن او عذاب اليم))

''اس کی کیا سزا ہونی چاہئے جو تیرے گھر والوں کے ساتھ برا فعل کرنے کا ارادہ رکھے، مگر یہ کہ اسے قید کر دیا جائے یا سخت سزا دی جائے۔'' (سورۃ الیوسف، آیت نمبر: ۲۵)

زلیخا نے پہلے تو جرم حضرت یوسف کے ذمے لگایا، مگر بالآخر اس نے حقیقت کو ظاہر کرتے ہوئے اپنے آپ کو خائن قرار دیا۔

محبت الٰہی ہی محبت رسول ہے: شیخ ابو سعید خراز رازی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ میں عرض گزار ہوا:

"یارسول اللہ! مجھے معاف کیجئے! کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت نے مجھے اس قدر مشغول کر رکھا ہے کہ آپ کی محبت کی طرف دھیان نہیں آتا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے بابرکت بندے! اللہ سے محبت کرنے والا ہی مجھ سے محبت کرنے والا ہے۔"

سیدہ رابعہ بصریہ کی محبت: منقول سیدہ رابعہ بصریہ علیہا الرحمۃ نے دعا میں عرض کیا:

"اے اللہ! تو کیا اس قلب کو جہنم کی آگ میں جلائے گا، جو تجھ سے محبت کرتا ہو؟"

غیب سے آواز آئی:

"ہم ایسا نہیں کرتے، پس تو ہم پر بدگمانی نہ کر۔"

دو حروف کا مجموعہ: منقول ہے کہ حب میں دو حرف ہیں: ح اور ب جن میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ جو آدمی محبت کرے اسے اپنی روح اور بدن دونوں سے نکل آنا چاہئے۔ حشر محبوب کے ساتھ: اہل تصوف کا اس پر اتفاق ہے کہ محبت محبوب سے موافقت کرنے کو کہتے ہیں اور قلب کی موافقت سب سے قوی موافقت ہے۔ محبت سے مباینت کی نفی ہو جاتی ہے، اس لئے کہ محبّ تو ہر لحظہ اپنے محبوب کے ساتھ ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں اسی طرح بیان ہوا ہے۔

ابی وائل نے حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا:

"ایک آدمی کچھ ایسے لوگوں سے محبت رکھتا ہے جن سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی ہے؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((المرء مع من احب))

"آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت کرے گا۔"

صوفیاء کے لیے تین تباہ کن چیزیں: شیخ ابو عثمان حیری علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ شیخ ابو حفص علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"صوفیاء کے احوال کو اکثر تین چیزیں خراب کرتی ہیں۔ پہلی: عارفین کے گناہ۔ دوسری: محبین کی خیانت۔ تیسری: مریدین کا جھوٹ۔"

شیخ ابو عثمان حیری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"عارفین کا فسق یہ ہے کہ وہ اپنی نگاہ، زبان اور کانوں کو دنیا کے اسباب اور منافع میں مصروف رکھیں۔ محبین کی خیانت یہ ہے کہ وہ اپنی خواہشات کو آئندہ آنے والے حالات کے متعلق اللہ تعالیٰ کی رضامندی پر ترجیح دیں اور مریدین کا کذب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مخلوق کا ذکر اور ان کا دیدار غالب آجائے۔"

عشاق کی گفتگو: شیخ ابو علی سے منقول ہے کہ شیخ ممشاد بن سعید العکبری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"ایک ابابیل کو قید کر لیا گیا۔ وہ اور اس کی مادہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گنبد میں رہا کرتے تھے۔ مادہ نے نر کی بات نہ مانی تو نر کہنے لگا: تو میرا کہنا کیوں نہیں مانتی؟ میں اگر چاہوں تو گنبد کو تہ و بالا کر دوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے بلا کر پوچھا: تو نے یہ بات کیوں کہی؟ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! عاشقوں کی باتوں پر ان کا مواخذہ نہیں ہوتا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: تو نے سچ کہا۔"

☆☆☆

فصل نمبر 52:

شوق

ارشادربانی ہے:

((من کان یرجوا لقاء الله فان اجل الله لات))(سورة العنکبوت، آیت نمبر ۵)

''جو آدمی اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید رکھتا ہے (اسے معلوم ہونا چاہئے) کہ یقیناً اللہ کا مقرر کیا ہو وقت آنے والا ہے۔''

رسول اللہ سے سنی ہوئی دعا: شیخ عطاء بن السائب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابی رسول سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور اس میں اختصار کیا تو میں نے عرض کیا:

''اے ابوالیقظان! آپ نے نماز کو اتنا مختصر کیوں کیا۔''

انہوں نے فرمایا:

''کوئی حرج نہیں، کیونکہ میں نے نماز میں وہ دعا مانگی ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔''

جب وہ اٹھ کر جانے لگے تو ایک آدمی ان کے پیچھے پیچھے جانے لگا اور کہنے لگا:

''وہ کون سی دعا ہے؟

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ دعا یہ ہے:

(اللھم بعلمک الغیب، وقدرتک علی الخلق احینی ما علمت الحیاة خیرًا لی، وتوفنی ما علمت الوفاة خیرًا لی اللھم انی اسئلک خشیتک فی الغیب والشھادة، واسالک کلمة الحق فی الرضا والغضب ' واسالک القصد فی الغنی والفقر، واسالک نعیماً لاینفد وقرة عین لا تنقطع، واسالک الرضا بعد القضاء وبردالعیش بعد الموت، واسالک النظر الی وجھک الکریم وشوقاً الی لقائک فی غیر ضراء مضرة ولا فتنة مضلة:اللھم زینا بزینة الایمان اللھم اجعلنا ھداة مھتدین)) (مصنف ابن ابی شیبہ:۲۹۳۴۸)

''اے اللہ! تجھے تیرے علم غیب اور اس قدرت کا واسطہ جو مخلوق پر ہے کہ تو مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہو اور اس وقت مجھے وفات دیدے جب وفات میرے لئے بہتر ہو۔ اے اللہ! میں تجھ سے غیب وشہادت میں تیرے خوف کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے خوشی اور غضب دنوں حالتوں میں کلمہ حق کہنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مالداری اور فقیری میں تو مجھے میانہ روی کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! میں تجھ سے ایسی نعمتوں کا سوال کرتا ہوں جو ہلاکت میں ڈالنے والی نہ ہوں اور ایسی آنکھوں کی ٹھنڈک چاہتا ہوں جو منقطع ہونے والی نہ ہو۔ اے اللہ! میں تجھ سے تقدیر پر راضی رہنے کا اور وصال کے بعد پرسکون زندگی کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیرے وجہ کریم کی زیارت کا سوال کرتا ہوں اور سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے اپنی ملاقات کا شوق عطا فرما کہ اس میں نہ کوئی تکلیف ہو اور نہ ہی گمراہ کرنے والا فتنہ۔ اے اللہ! ہمیں ایمان کی زینت سے مزین فرما اور ہمیں ہدایت یافتہ رہنما بنا۔''

جوش قلب: محبوب کی ملاقات کے لئے جوش قلوب کو شوق کہا جاتا ہے۔ چنانچہ جس قدر محبت ہوگی اسی قدر شوق بھی ہوگا۔

شوق واشتیاق: شیخ استاد ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''شوق اور اشتیاق میں واضح فرق ہے۔ پس شوق وہ ہے جو محبوب کی ملاقات سے زائل ہو جائے ہے، مگر اشتیاق وہ ہے جو ملاقات سے زائل نہیں ہوتا۔''

اس کی عکاسی یہ شعر کرتا ہے:

ما یرجع الطرف عنه عند رویته

حتی یعود الیه الطرف مشتاقا

''اشتیاق کی وجہ سے محبوب کے دیدار کے وقت نظر اس سے ہٹتی ہی نہیں کہ اس کے دوبارہ لوٹنے کا سوال پیدا ہو۔''

مقام اشتیاق: شیخ ابوالقاسم نصرآبادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''مقام شوق تو تمام مخلوق کو حاصل ہے، مگر انہیں مقام اشتیاق حاصل نہیں، جو اشتیاق کی حالت میں داخل ہو گیا، پھر وہ اس میں سرگرداں رہتا ہے، یہاں تک کہ اس کا کوئی نشان ملتا ہے اور نہ قرار۔''

ایک برس کی مدت:

شیخ احمد بن حامد الاسود نے شیخ عبداللہ بن منازل علیہ الرحمۃ سے عرض کیا:

''میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ ایک برس تک وصال پا جائیں گے۔ اب آپ اس کے لئے تیاری کر لیں؟''

شیخ عبداللہ بن منازل علیہ الرحمۃ نے کہا:

''آپ نے تو مجھے لمبی مہلت دے دی کہ میں ایک برس تک زندہ رہوں گا مجھے تو اس شعر سے انس ہے جو میں نے ابوعلی ثقفی سے سنا تھا:

یامن شکا شوقه من طول فرقته

اصبر لعلك تلقی من تحب غدًا

''اے اپنے شوق کی شکایت کرنے والے طویل جدائی کے سبب سے۔ تم صبر کرو۔ شاید کل ہی تمہارا محبوب تم تمہیں مل جائے۔''

علامت شوق:

1: شیخ عثمان کا ارشاد ہے:

''انسان کا راحت کے ہوتے ہوئے موت سے محبت رکھنا شوق کی علامت ہے۔''

2: شیخ یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''علامت شوق یہ ہے کہ اعضائے انسانی اپنی خواہشات ترک کر دیں۔''

حضرت داؤد کا شوق: شیخ استاد ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک روز تنہا جنگل کی طرف چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی:

''اے داؤد! آپ اکیلے کیوں ہیں؟''

آپ نے عرض کیا:

''اے اللہ! میں دل سے آپ کی ملاقات کا مشتاق ہوں، مگر مخلوق اس میں حائل ہو جاتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''آپ مخلوق کی جانب لوٹ جائیں، کیونکہ اگر آپ کسی نافرمان بندے کو میری طرف لے آئیں گے تو لوح محفوظ میں آپ کا نام ''پرکھنے والا'' لکھ دیا جائے گا۔''

ایک بڑھیا اور یاد قیامت: منقول ہے کہ ایک بوڑھی عورت کا کوئی رشتہ دار سفر سے واپس آیا تو اس کی قوم نے بہت خوشی منائی، مگر بڑھیا روتی رہی۔ لوگوں نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگی:

''اس کی آمد نے مجھے وہ دن یاد دلایا ہے جس دن ہم اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے۔''

شوق کیا ہے: شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا:

''شوق کیا ہے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''شوق یہ ہے کہ انتڑیاں جل جائیں، قلب شعلہ زن ہو جائے اور جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔''

محبت اعلیٰ ہے شوق سے: کسی اور موقعہ پر شیخ ابن عطاء علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا:

''شوق زیادہ بلند چیز ہے یا محبت؟''

شیخ نے فرمایا:

''محبت اعلیٰ ہے، کیونکہ شوق اسی سے پیدا ہوتا ہے۔''

شوق ایک شعلہ ہے: ایک صاحب تصوف کا ارشاد ہے:

''شوق وہ شعلہ ہے جو انتڑیوں میں ہجر کے سبب بھڑکتا ہے اور جب ملاقات ہو جاتی ہے تو بجھ جاتا ہے اور جب محبوب کا مشاہدہ باطن پر غالب آجاتا ہے تو پھر باطن میں شوق داخل نہیں ہوتا۔''

ایک صوفی اور اشتیاق: ایک صوفی سے سوال کیا گیا:

''آپ کو شوق ہے؟''

انہوں نے کہا:

''نہیں کیونکہ شوق تو غائب کی طرف ہوتا ہے اور اللہ تو حاضر ہے۔

رب لترضیٰ: شیخ استاد ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ سے اس فرمان الٰہی کے بارے میں پوچھا گیا:

((رب لترضی))

''اے میرے رب! تو مجھ سے راضی ہو جائے۔'' (سورۃ طٰہٰ، آیت نمبر:۸۴)

تو آپ نے فرمایا:

''یعنی اے میرے رب! میں نے شوق کے سبب تمہاری جانب آنے میں جلدی کی، مگر لترضی کا لفظ لا کر اس پر پردہ ڈالنا چاہا ہے۔''

تمنائے موت: شیخ استاد ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''شوق کی علامت یہ ہے کہ باوجود عافیت کے موت کی تمنا کرے۔ جس طرح کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا گیا تو انہوں نے موت کی درخواست نہ کی۔ قید خانے میں گئے، تب بھی موت کی فریاد نہ کی، مگر جب ان کے والدین ان کے پاس آئے، بھائی سجدے میں گر گئے اور ان کی حکومت اور اللہ تعالیٰ کے انعامات مکمل ہو گئے تو انہوں نے عرض کیا:

((توفنی مسلماً))

''اے اللہ! مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دینا۔'' (سورۃ الیوسف، آیت نمبر:۱۱۰)

اس بارے میں یہ اشعار پڑھے گئے ہیں:

نحن فی اکمل السرور ولکن
لیس الا بکم یتم السرور
عیب ما نحن فیہ یا اھل ودی
انکم غیب ونحن حضور

''ہم مکمل خوشی کی حالت میں ہیں لیکن اس خوشی کی تکمیل تمہارے بغیر ممکن نہیں۔اے دوست! بے شک ہماری خوشی میں جو کمی ہے وہ صرف اسی وجہ سے ہے کہ ہم تو حاضر ہیں اور تو حاضر نہیں ہے۔''

یہ دو اشعار بھی پیش کیے جاتے ہیں:

من سرہ العید الجدید
فقد عدمت بہ السرورا
کان السرور یتم لی
لو کان احبائی حضورا

''جو کوئی نئی عید سے مسرور ہوتا ہے، پس تحقیق وہ جان لے کہ میں نے تو اس کی وجہ سے خوشی کو معدوم پایا ہے۔میری خوشی تو اس وقت پوری ہوتی جب میرے احباب حاضر ہوتے ہیں۔''

سرور قلب اور لقائے محبوب: شیخ عبداللہ ابن خفیف علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''شوق وجد کے ساتھ سرور قلب اور لقائے محبوب کے قرب کی محبت کا نام ہے۔''

چند بندگان الٰہی اور دیدار: شیخ ابا یزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

'' کچھ ایسے بندگان الٰہی ہیں کہ اگر جنت میں اللہ تعالیٰ انہیں اپنا دیدار نہیں کرائے گا تو وہ جنت سے بچنے کی اسی طرح فریاد کریں گے جس طرح جہنم سے بچنے کی کریں گے۔''

شیخ معروف کرخی اور دیدار الٰہی: شیخ عبداللہ الانصاری سے مروی ہے کہ شیخ الحسین الانصاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور ایک آدمی عرش کے نیچے کھڑا ہے۔اللہ تعالیٰ ملائکہ سے فرماتا ہے:

''یہ کون ہے؟''

ملائکہ عرض کرتے ہیں:

''اے اللہ! آپ بہتر جانتے ہیں۔''

اللہ فرماتا ہے:

''یہ معروف کرخی ہے۔یہ میری محبت میں مدہوش ہے، اب وہ میری ملاقات کے بغیر ہوش میں نہیں آ سکتا۔''

اس طرح کا ایک اور قول بھی منقول ہے لیکن اس میں ہے:

''یہ معروف کرخی ہے! یہ دنیا سے اللہ کے اشتیاق میں نکل آیا۔لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بھی اسے اجازت دے دی کہ وہ اس کو دیکھ لے۔''

مشتاقین: شیخ فارس علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''قلوب مشتاقین نور الٰہی سے روشن ہیں۔ اس وقت فضاء ان کے نور سے منور ہو جاتی ہے جب ان کا اشتیاق حرکت میں آتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے ایسے ہی بندوں کو ملائکہ کے سامنے پیش کر کے فرماتا ہے:

''یہ لوگ ہیں جنہیں میرا اشتیاق ہے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ مجھے ان سے بھی زیادہ شوق ہے۔''

شوق کے سو اجزاء: شیخ استاد ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ حدیث مبارکہ:

((اسالك الشوق الى لقائك))

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے اپنی ملاقات کا شوق عطا کر۔'' (صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۱۹۷۱)

کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''شوق کے سو جزء ہیں۔ ان میں سے ننانوے اللہ کے لئے ہیں اور ایک جزء مخلوق کے لیے۔ اللہ نے چاہا کہ یہ جزء بھی اسی کے لئے ہو۔ لہٰذا اسے غیرت آئی کہ شوق کا ایک جزء بھی کسی اور کے لئے نہ رہے۔''

مقربین اور محجوبین: مقربین کا شوق محجوبین کے شوق سے زیادہ تام ہوتا ہے۔ پس یہ شعر پیش کیا جاتا ہے:

وابرح ما يكون الشوق يوما

اذا دنت الخيام من الخيام

''اس دن تو شوق اور زیادہ تکلیف دہ ہوگا جس دن ہمارے خیمے محبوب کے خیموں کے قریب آ جائیں گے۔''

موت اور اشتیاق: منقول ہے کہ جب موت وارد ہوتی ہے تو اہل اشتیاق اس کی حلاوت کے گھونٹ بھرتے ہیں، کیونکہ یہ بات ان کے لئے منکشف کر دی گئی ہے کہ محبوب کے وصل کی خوشی شہد سے بھی زیادہ میٹھی ہوتی ہے۔

شوق جلیل القدر مقام: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''شوق عارف کے لئے ایک جلیل القدر مقام ہے۔ بشرطیکہ وہ اس میں راسخ ہو چکا ہو اور جب وہ شوق سے راسخ ہو جاتا ہے تو اس وقت ان تمام اشیاء سے غافل ہو جاتا ہے جو اسے اپنے محبوب سے ہٹائے رکھیں۔''

ایک آیت کا مفہوم: شیخ ابو عثمان حیری علیہ الرحمۃ ارشاد باری تعالیٰ:

((فان اجل الله لات))

''پس بے شک اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ مدت یقیناً آ رہی ہے۔'' (سورۃ العنکبوت، آیت نمبر: ۵)

کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اس آیت میں اہل اشتیاق کو تسلی دی جا رہی ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یقیناً تم میرے شوق سے مغلوب ہو چکے ہو اور میں نے تمہاری ملاقات کے لئے ایک مدت مقرر کر رکھی ہے۔ تم عنقریب میرے پاس پہنچ جاؤ گے کیونکہ تمہیں میری ملاقات کا اشتیاق ہے۔''

بنی اسرائیل کے نو جوانوں کو حکم: اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی جانب وحی فرمائی:

''بنی اسرائیل کے نو جوانوں کو کہہ دیجئے کہ تم مجھ سے اعراض کر کے دوسروں کی جانب کیوں متوجہ ہو؟ حالانکہ میں تمہارا مشتاق ہوں۔ پھر یہ جفا کیسی؟''

اللہ تعالیٰ کا ارادہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی جانب وحی فرمائی:

''اگران لوگوں کو جو مجھ سے اعراض کرتے ہیں، یہ معلوم ہو جائے کہ میں ان کا کیسے منتظر ہوں اور ان پر کیسے مہربانی کرنے والا ہوں اور ان کے گناہوں کو کیسے چھوڑ دیتا ہوں، تو وہ میرے شوق سے مرجائیں اور ان کے جوڑ میری محبت کی وجہ سے منقطع ہو جائیں۔ اے داؤد! یہ میرا ارادہ ان کے بارے میں ہے جو مجھ سے اعراض کرتے ہیں، جو لوگ میری طرف آتے ہیں، ان کے ساتھ میرا ارادہ کیا ہوگا؟''

شوق اور تورات: منقول ہے کہ تورات میں لکھا ہے:

''ہم نے تمہیں شوق دلایا' مگر تم مشتاق نہ ہوئے۔ ہم نے تمہیں ڈرایا' مگر تم نہ ڈرے۔ ہم نے تمہاری خاطر نوحہ کیا مگر تم نے نہ کیا۔''

حضرت شعیب کا اشتیاق: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''خطیب الانبیاء حضرت شعیب علیہ السلام نے اس قدر گریہ کیا کہ ان کی بینائی جاتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی انہیں پھر واپس دے دی۔ وہ یادالٰہی میں پھر گریہ کرتے رہے حتیٰ کہ پھر بینائی جاتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پھر بینائی عطا فرمادی لیکن وہ پھر روئے حتیٰ کہ پھر ان کی بینائی چلی گئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی:

''اگر یہ گریہ جنت کی خاطر ہے تو میں نے آپ کو پناہ دے دی۔''

حضرت شعیب علیہ السلام نے عرض کیا:

''نہیں، بلکہ میرا گریہ تو آپ کے اشتیاق میں ہے۔''

جنت تین لوگوں کی مشتاق ہے: حدیث مبارکہ میں ہے:

''جنت تین لوگوں کی مشتاق ہے۔ پہلے: علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ دوسرے: عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ۔ تیسرے: سلمان فارسی رضی اللہ عنہ۔'' (مستدرک للحاکم، حدیث نمبر: ۴۶۶۶)

شوق میں داخل ہونا: ایک صوفی فرماتے ہیں:

''میں شوق میں داخل ہوتا ہوں تو اشیاء میری مشتاق ہو جاتی ہیں، حالانکہ میں ان سے آزاد ہونا چاہتا ہوں۔''

تورات کی عبارت: شیخ مالک بن دینار علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''میں نے تورات میں پڑھا کہ ہم نے تمہیں شوق دلایا، مگر تم مشتاق نہ ہوئے، ہم نے تمہارے لئے بانسری بجائی (تمہیں تنبیہ کی) مگر تمہارے اندر حرکت پیدا نہ ہوئی۔''

لقائے محبوب اور گریہ: محمد بن فرحان سے منقول ہے کہ سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے کسی نے پوچھا:

''عاشق جب معشوق سے ملتا ہے تو گریہ کیوں کرتا ہے؟''

سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''لقائے محبوب کی خوشی اور شدت کے سبب جو وجد وارد ہوتا ہے، اس کی وجہ سے رونا آجاتا ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ دو بھائی آپس میں ملے تو ایک نے کہا: واشوقاہ! (ہائے شوق) اور دوسرے نے کہا: واوجداہ! (ہائے وجد)۔''

☆☆☆

فصل نمبر 53:

شیوخ کا دل رکھنا اور ان کی مخالفت سے بچنا

قصہ موسیٰ وخضر: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

((هل اتبعك على ان تعلمن مما علمت رشداً)(سورة الكهف، آيت نمبر ٦٦)

''کیا میں آپ کی اس شرط پر اتباع کروں کہ آپ وہ ہدایت مجھے سکھا دیں گے جو آپ کو سکھائی گئی ہے۔''

جب سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کی مصاحبت اختیار کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے شرائطِ ادب کو مدنظر رکھا۔ پس پہلے انہوں نے صحبت میں رہنے کی اجازت چاہی۔ اس پر حضرت خضر علیہ السلام نے یہ شرائط لگائیں کہ آپ (موسیٰ علیہ السلام) نہ تو میری مخالفت کریں گے اور نہ کسی بات پر اعتراض کریں گے۔

جب سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے ان کی مخالفت کی تو دو مرتبہ تو انہوں نے صرفِ نظر کیا، مگر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تیسری مرتبہ ایسا کیا اور تین قلت اور کثرت کے درمیان حدِ فاصل ہے تو حضرت خضر علیہ السلام نے کہا:

''آپ مجھ سے جدا ہو جائیں۔''

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

((هذا فراق بيني وبينك))

''اب فراق کا وقت ہے آپ کے اور میرے درمیان۔'' (سورۃ الکھف، آیت نمبر: ۷۸)

بوڑھے کی عزت: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ما اكرم شاب شيخاً لسنه الاقيض الله تعالى له من يكرمه عند سنه))

(سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۲۰۲۲)

''جو کوئی نوجوان کسی بوڑھے کی عزت فقط اس کی عمر کی وجہ سے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگ مقرر فرما دیتا ہے جو اس کے بڑھاپے میں اس کی عزت کریں گے۔''

مخالفت شیخ: شیخ استاد ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''ہر گروہ نے مخالفت کی ابتداء کی ہے۔''

شیخ کے قول کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے بھی اپنے شیخ کی مخالفت کی وہ اس کے طریقے پر نہیں رہا اور ان کے درمیان جو بھی تعلق تھا وہ ختم ہو گیا، خواہ اس کے بعد دونوں ایک ہی جگہ پر کیوں نہ رہیں۔ پس جس نے کسی شیخ کی مصاحبت اختیار کی اور پھر دل سے اس پر اعتراض کیا تو اس نے مصاحبت کے معاہدہ کے خلاف کیا۔ اس لیے اس پر توبہ کرنا واجب ہے، مگر صوفیاء کے شیوخ کا ارشاد ہے:

''حقوق معلم (استاد کے حقوق) کی کوئی توبہ نہیں۔''

استاد پر اعتراض کرنے والا کامیاب نہیں ہو سکتا: شیخ ابو عبد الرحمٰن السلمی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں اپنے استاد ابو سہل صعلوکی علیہ الرحمۃ کی زندگی میں ان کے پاس گیا۔ وہاں ہر جمعہ کے روز صبح کے وقت قرآن مجید کے دور اور ختم کی مجلس ہوا کرتی تھی۔ جب میں واپس آیا تو وہ مجلس بند ہو چکی تھی اور اسی وقت میں ایک اور مجلس قائم ہو گئی تھی جسے شیخ ابو الغفانی قائم کرتے اور وہ

''قول'' کی مجلس ہوا کرتی تھی۔اس مجلس سے میرے قلب میں کچھ خلش سی پیدا ہوئی اور میں نے دل ہی دل میں کہا:

''ختم قرآن کی مجلس کو ترک کر کے قول کی مجلس قائم کر لی گئی ہے۔''

ایک روز شیخ نے مجھ سے فرمایا:

''اے عبدالرحمن! لوگ میرے متعلق کیا کہتے ہیں؟''

میں نے عرض کیا:

''لوگ کہتے ہیں کہ مجلس قرآن کو تو ترک کر دیا گیا اور اس کی جگہ قول کی مجلس قائم کر لی گئی۔''

پس شیخ نے فرمایا:

''استاذ پر اعتراض کرنے والا کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔''

سید الطائفہ اور ایک شعر کا انعام: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں ایک روز شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کے ہاں گیا۔انہوں نے مجھے ایک کام کا حکم دیا اور میں نے فوراً کر دیا۔جب میں کام پورا کر کے واپس آیا تو انہوں نے مجھے ایک رقعہ دے کر کہا:

''یہ تمہارے فوراً کام کرنے کے عوض میں ہے۔''

میں نے رقعہ پڑھا تو اس میں یہ لکھا تھا کہ میں نے ایک شتربان کو بیابان میں یہ شعر پڑھتے سنا:

ابکی' وھلی یدریک ما یبکنی
ابکی حذارًا ان تفارقینی
وتقطعی حبلی وتھجرینی

''میں گریہ کر رہا ہوں اور تمہیں کیا معلوم کہ میں گریہ کیوں کر رہا ہوں؟ میں اس لئے رو رہا ہوں کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں تو مجھ سے جدا نہ ہو جائے۔''

شیوخ کے قلب کا پاس نہ رکھنے والے کی سزا: شیخ ابوالحسین ہمدانی علوی سے منقول ہے کہ ایک شب میں شیخ جعفر خلدی کے پاس تھا اور میں نے گھر میں حکم دیا تھا کہ ایک پرندے کو ذبح کر کے اسے تنور میں بھونا جائے۔میرا دل اس کی طرف لگا ہوا تھا کہ شیخ جعفر نے مجھ سے کہا:

''آج شب یہیں رہ لو۔''

میں بہانہ بنا کر گھر واپس چلا آیا۔پرندے کو تنور سے نکالا گیا اور میرے سامنے رکھ دیا گیا۔اچانک گھر کے دروازے سے ایک کتا اندر آیا اور حاضرین کی نظر بچا کر پرندے کو لے اڑا۔پھر جو شوربا بچ گیا تھا لایا گیا۔خادمہ کے کپڑے کا دامن اس سے الجھ گیا اور وہ سب کا سب گر گیا۔جب صبح ہوئی تو شیخ جعفر کے پاس گیا۔انہوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا:

''جو آدمی قلوب شیوخ کا پاس نہیں رکھتا اسے ایذا پہنچانے کے لئے کتا مسلط کر دیا جاتا ہے۔''

نفلی روزہ: شیخ الحسین الدمغانی نے کہا کہ شیخ عمی البسطامی اپنے والد کے بارے میں بتاتے ہیں کہ شیخ شقیق بلخی علیہ الرحمۃ اور شیخ ابوتراب نخشبی علیہ الرحمۃ دونوں شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کے پاس گئے۔شیخ کے ہاں دستر خوان لایا گیا۔ایک آدمی شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں لگا ہوا تھا۔شیخ شقیق بلخی اور شیخ ابوتراب نخشبی نے اس آدمی سے کہا:

''ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔''

اس نے کہا:

''میں نے روزہ رکھا ہے۔''

شیخ اباتراب نخشبی علیہ الرحمۃ نے کہا:

''کھاؤ اور تمہیں ایک مہینے کے روزوں کا اجر ملے گا (اس نے نفلی روزہ رکھا تھا اور نفلی روزے کے بارے میں اجازت ہے کہ اگر کوئی دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کر لی جائے اور بعد میں روزے کی قضا)۔''

اس نے انکار کر دیا۔ پس شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''جو اللہ کے ہاں ذلیل ہو چکا ہو اسے چھوڑ دو۔''

ایک برس کے بعد اس نوجوان نے چوری کرنی شروع کر دی اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

ولی کو حقیر سمجھنا: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ نے بصرہ کے ایک آدمی کا ذکر کرتے ہوئے جو کہ نان بائی تھا، فرمایا کہ وہ ولی ہے۔ شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کے ارادت مندوں میں سے ایک نے یہ بات سنی تو اسے اس نان بائی کی ملاقات کا شوق ہوا اسی مقصد کے لیے اس نے بصرہ کی طرف رخت سفر باندھا۔ وہ جب نان بائی کی دکان پر پہنچا تو دیکھا کہ وہ روٹیاں پکا رہا ہے۔ اس نے نان بائیوں کے طریقہ پر اپنی داڑھی وغیرہ پر نقاب پہن رکھی تھی۔ اس نے اپنے دل میں کہا:

''اگر یہ ولی اللہ ہوتا تو نقاب نہ پہنتا، تب بھی اس کے بال نہ جلتے۔''

پھر اس نے اسلام کیا اور کوئی سوال کیا۔ نان بائی نے کہا:

''تو نے مجھے حقیر سمجھا ہے، اس لئے تو میری باتوں سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔''

پھر اس سے بات کرنے سے انکار کر دیا۔

صاف دل سے زیارت کرنے کا فائدہ: شیخ عبداللہ رازی سے منقول ہے کہ میں نے شیخ ابوعثمان حیری علیہ الرحمۃ کو شیخ محمد بن فضل بلخی علیہ الرحمۃ کی تعریف کرتے ہوئے سنا۔ لہٰذا شیخ عبداللہ رازی علیہ الرحمۃ کو ان کی ملاقات کا شوق ہوا اور وہ ان سے ملاقات کے لیے نکلے۔ جو اعتقاد لے کر گئے تھے اس کے مطابق شیخ محمد بن فضل کی زیارت سے فائدہ حاصل ہوا۔

حسین ابن منصور: شیخ عمر بن عثمان مکی سے منقول ہے کہ میں نے حسین بن منصور کو دیکھا کہ وہ کچھ تحریر کر رہا ہے۔ میں نے استفسار کیا:

''تم کیا تحریر کر رہے ہو؟''

اس نے کہا:

''قرآن جیسا لکھ رہا ہوں۔''

شیخ عمر بن عثمان مکی علیہ الرحمۃ نے اس کے لیے بددعا کی اور پھر چلے آئے۔ شیوخ فرماتے ہیں کہ ایک مدت کے بعد جو واقعہ حسین بن منصور کے ساتھ پیش آیا وہ اسی بددعا کا نتیجہ تھا۔

شیخ محمد بن فضل کی بددعا: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے

''جب بلخ والوں نے شیخ محمد بن فضل علیہ الرحمۃ کو شہر سے نکال دیا تو انہوں نے بددعا کی اور کہا: اے اللہ! انہیں صدق سے [illegible] [illegible] اس واقعے کے بعد بلخ سے کوئی صدیق نہیں نکلا۔''

شیخ کے ادب کی جزاء اور بے ادبی کی سزا: شیخ احمد بن یحییٰ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"جس آدمی سے اس کا شیخ راضی ہو، اسے زندگی میں اس کا اجر نہیں دیا جاتا، تاکہ کہیں اس کے دل سے شیخ کی تعظیم زائل نہ ہو جائے اور جب شیخ کی وفات ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس آدمی پر وہ چیزیں ظاہر فرما دیتا ہے جو شیخ کی رضامندی کی جزاء ہوتی ہیں اور جو آدمی اپنے شیخ کو ناراض کر دے، اسے بھی شیخ کی زندگی میں سزا نہیں دی جاتی، تاکہ کہیں اس کا دل نہ پسیج جائے، کیونکہ شیوخ کی فطرت میں مہربانی ہوتی ہے اور جب شیخ فوت ہو جاتا ہے تو اس کے بعد اس بے ادب کو سزا دی جاتی ہے۔"

☆☆☆

فصل نمبر 54

سماع

القول: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((فبشر عباد ٥ الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہٗ))

"پس خوش خبری سنادیجئے میرے ان بندوں کو جو دھیان سے بات سنتے ہیں پس اس کے بہتر کی اتباع کرتے ہیں۔"

(سورۃ الزمر، آیت نمبر: ۱۷، ۱۸)

اس آیت مبارکہ کے لفظ "القول" کی لام عمومیت اور استغراق کی متقاضی ہے اور دلیل یہ ہے کہ اللہ نے ان بندوں کی تعریف یوں کی ہے کہ وہ سب سے اچھی بات کی اتباع کرتے ہیں۔

جنت میں سماع: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((فھم فی روضۃ یحبرون))

"پس وہ باغوں میں خدمت کیے جائیں گے۔" (سورۃ الروم، آیت نمبر ۱۵)

اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ اس سے مراد سماع ہے (جنت میں لوگوں کو سماع سنائی جائے گی)۔

اشعار سننا جائز ہے: یاد رہے کہ اگر سننے والا کسی ممنوع بات کا اعتقاد نہ رکھے اور نہ ہی وہ کوئی ایسی بات سنے جو شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ ہو اور نہ ہی وہ خواہشات کی رو میں بہہ جاتا ہو اور نہ ہی فضولیات میں کھوجاتا ہو تو اس کے لیے اچھی آواز میں اشعار کا سننا جائز ہے۔

زمانہ رسالت: یقیناً تمام اہل اسلام کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اشعار پڑھے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سنا، لیکن نہ تو ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی اعتراض کیا۔ ظاہری بات ہے کہ جب خوش آوازی کے بغیر سننا جائز ہے تو خوش آوازی کے ساتھ سننے سے اس کے حکم میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔

جائز و مستحب صورت: پھر اس وقت اشعار سننا اور پڑھنا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب اور شریعت کا پسندیدہ عمل ہو جاتا ہے جب یہ کلام سننے والے کیلئے عبادات میں رغبت و شوق کا سبب بنے اور اہل تقویٰ کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو درجات تیار کیے ہیں ان کی یاد دلائے اور سننے والے کو گناہوں سے پرہیز کرنے پر مجبور کرے اور اس کے سبب قلب پر اچھی واردات ہوں۔

کلام رسول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ایسے جملے بھی ہیں جو شعر کے قریب قریب ہے، اگرچہ آپ نے یہ قصد نہیں فرمایا کہ وہ شعر کی صورت اختیار کریں۔

چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ انصار خندق کھودتے جاتے اور ساتھ ساتھ یہ اشعار بھی پڑھتے جاتے:

نحن الذین بایعوا محمدًا

علی الجھاد ما بقینا ابدًا

"ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی جہاد پر جب تک ہم باقی ہیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کا یہ کلام سنا تو فرمایا:

اللھم لا عیش الا عیش الاخرۃ

فاکرم الانصار والمھاجرۃ

''اے اللہ! حقیقی زندگی تو فقط آخرت کی زندگی ہے۔ پس تو انصار اور مہاجرین کو عزت عطا فرما۔''
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کلام شعری وزن پر نہیں لیکن اس کے قریب قریب ہے۔

چار دلائل:

1: سلف صالحین اور اکابرین صحابہ میں سے خوش آوازی کے ساتھ اشعار سننے کو جائز قرار دینے والوں میں صحابی رسول سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

2: اہل حجاز (بلکہ تمام مسلمان) کے نزدیک خوش آوازی کے ساتھ اشعار پڑھنا جائز ہے۔

3: حدی (قافلوں میں دوران سفر اشعار پڑھنا تا کہ تھکاوٹ کا احساس نہ ہو) تو سب کے نزدیک جائز ہے۔

4: اس سلسلے میں احادیث اور اقوال صحابہ بکثرت موجود ہیں۔

فقط مباح: حضرت ابن جریج نے سماع کو جائز قرار دیا ہے۔ ان سے پوچھا گیا:
''روز قیامت جب آپ کی نیکیاں اور برائیاں میزان پر لائی جائیں گی تو سماع کس جانب ہوگی؟''
انہوں نے فرمایا:
''نہ نیکیوں میں نہ برائیوں میں، یعنی یہ محض مباح (جائز) کام ہے۔''

امام شافعی اور سماع: امام شافعی علیہ الرحمۃ نے بھی سماع کو حرام قرار نہیں دیا۔ ہاں آپ کا قول ہے کہ یہ عوام کیلئے ''مکروہ'' ہے، حتیٰ کہ اگر کوئی شخص غناء کو پیشہ بنالیتا اور لہو ولعب کے طور پر ہمیشہ سماع میں لگا رہتا تو امام شافعی علیہ الرحمۃ اس کی گواہی قبول نہ فرماتے۔ آپ کا قول ہے کہ سماع ایسے کاموں میں سے ہے جن سے مروّت جاتی رہتی ہے، لیکن آپ اس کو حرام کاموں کے ساتھ نہ ملاتے تھے۔

اہل تصوف کا سماع: ہم اس قسم کے سماع کے بارے میں ہرگز گفتگو نہیں کر رہے کہ جس میں لہولعب ہوتی ہے۔ یقیناً یہ بات صوفیاء کرام کے لائق نہیں کہ وہ لہو ولعب کی باتیں سنیں اور لہو کے ساتھ سماع کے لئے بیٹھ جائیں یا اپنے قلوب کو اس کے لغو مضامین کی غور وفکر میں لگائیں یا وہ سماع اس طریقے سے سنیں جو ان کی شان کے لائق نہ ہو۔

سیدنا عبداللہ ابن عمر اور سماع کا جواز: صحابی رسول سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی سماع کے جائز ہونے کے بارے میں کچھ آثار مروی ہیں۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نیز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی حدی وغیرہ کے بارے میں اسی طرح مروی ہے۔

رسول اللہ کے سامنے اشعار کا پڑھا جانا: کئی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اشعار پڑھے گئے لیکن آپ نے ان سے منع نہ فرمایا۔

حدیث مبارکہ میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مرتبہ اشعار پڑھنے کی فرمائش بھی کی (جیسا اس فصل کے آخر میں اضافہ از مترجم میں آئے گا)۔

دو بچیوں کا اشعار گانا: مشہور واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے تو وہاں دو لڑکیاں (جو چھوٹی عمر کی تھیں اپنے آباؤ اجداد کی بہادری اور شجاعت پر مشتمل اشعار) گا رہی تھیں، لیکن رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع نہ فرمایا۔

عید کے دن اشعار پڑھنا: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (عید کے دن) ہمارے گھر میں تشریف لائے۔ اس وقت گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے اور وہاں دو گانے والیاں وہ اشعار گا رہی تھیں جو انصار نے بعاث کے دن ایک دوسرے کے خلاف کہے تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو بار کہا:

''یہ آلۂ ابلیس ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(دعهما یا ابا بکر فان لکل قوم عیدًا و عیدنا هذا الیوم)

''انہیں چھوڑ دیجئے اے ابوبکر! بلاشبہ ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور آج ہماری عید ہے۔''

(صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب سنۃ العیدین لاھل الاسلام، رقم الحدیث: ۹۵۲)

نکاح میں نغمہ گانے والا: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے اپنی ایک رشتہ دار لڑکی کا نکاح کسی انصاری سے کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس شادی میں تشریف لائے تو فرمایا:

(اهدیتم الفتاة؟)

''لڑکی کو کوئی تحفہ دیا ہے؟''

(فقالت نعم)

''عرض کیا: جی ہاں۔''

فرمایا:

(فارسلت من یغني؟)

''کسی گانے والے کو بھیجا ہے؟''

(قالت : لا)

''عرض کیا: نہیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''انصار کے ہاں غزل کا رواج ہے۔ اگر تم لوگ کسی کو بھیجتے جو یوں کہتا:

(اتینا کم اتینا کم فحیونا نحییکم)

''ہم تمہارے پاس آئے ہیں۔ ہم تمہارے پاس آئے ہیں۔ تم ہمیں سلام کرو۔ ہم تمہیں سلام کرتے ہیں۔''

قرآن اور صوت حسن: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرما رہے تھے:

((حسنوا القران باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القرآن حسنا))

''قرآن مجید کو اپنی آوازوں کے ساتھ خوبصورت بنا کر پڑھو۔ بلاشبہ حسین صوت قرآن مجید کے حسن میں اضافہ کرتی ہے۔'' (سنن دارمی، کتاب فضائل القرآن، باب التغنی بالقرآن، رقم الحدیث: ۳۵۴۴)

خادم رسول سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لکل شیء حلیة وحلیة القران الصوت الحسن))

''ہر چیز کا زیور ہے اور قرآن مجید کا زیور اچھی آواز ہے۔''

(مجمع الزوائد، جلد نمبر ۷، کتاب التفسیر، باب القراء ہا لصوت الحسنی، صفحہ ۲۵۵، رقم الحدیث ۱۱۷۰۶)

دو ممنوعہ آوازیں: خادم رسول سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((صوتان ملعونان صوت ویل عند مصیبة وصوت مذمار عند نغمة))

''دو ایسی آوازیں جو ملعون قرار دی گئی ہیں۔ پہلی: مصیبت کے وقت ہلاکت کی دعا کرنے کی آواز۔ دوسری: نغمہ کے وقت بانسری (ساز وسرنگی) کی آواز۔''

یہ خطاب اس بات کا متقاضی ہے کہ ان کے علاوہ دیگر قسم کے نغمے (جو ساز کے بغیر ہوں) جائز ہیں، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو تخصیص فرمائی ہے وہ باطل ہو جائے گی۔ دلیل کے طور پر کثیر روایات موجود ہیں اور اگر ہم اس سے زیادہ روایات نقل کریں گے تو اپنے مقصود یعنی اختصار سے نکل جائیں گے۔

محبوبہ کے بارے میں اشعار: مروی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھے:

اقبلت فلاح لها
عارضان كالسبج
ادبرت فقلت لها
والفؤاد فى وهج
هل على ويحكما
ان عشقت من حرج

''وہ میرے پاس آئی تو اس کے موتیوں جیسے دونوں رخسار میں نے دیکھے۔ وہ واپس پلٹ گئی تو پس میں نے کہا اس حالت میں کہ میرا دل جل رہا تھا: اگر میں تم پر عاشق ہو جاؤں تو کوئی حرج ہے۔؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا))

''نہیں۔''

اچھی آواز کی تعریف: حسین صوت وہ انعام ہے جو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((یزید فی الخلق مایشاء))

''وہ اپنی تخلیق میں بڑھاتا ہے جو چاہتا ہے۔'' (سورۃ الفاطر، آیت نمبر:1)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں ہے کہ اس سے مراد ''اچھی آواز'' ہے۔

بری آواز کی کراہیت: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بری آواز کی کراہیت بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ان انکر الاصوات لصوت الحمیر))

"بے شک آوازوں میں بری ترین آواز گدھے کی ہے۔"

حسین آواز کی پسندیدگی: حسین اصوات سے قلوب لذت پاتے ہیں، ان کے مشتاق ہوتے ہیں اور ان سے راحت حاصل کرتے ہیں۔ یہ وہ باتیں ہیں کہ جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ بے شک بچہ اچھی آواز سے سکون حاصل کرتا ہے، اونٹ چلنے کی تھکان اور بوجھ کی مشقت محسوس کرتا ہے تو "حدی خواں" کے نغمے سن کر یہ سب کچھ اس پر آسان ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت))

"تو کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کیسے تخلیق کیا گیا؟" (سورۃ الغاشیہ، آیت نمبر:۱۷)

امام شافعی اور حسن صوت: شیخ اسماعیل بن علیہ سے منقول ہے کہ میں بوقت دوپہر حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے ساتھ کہیں جا رہا تھا۔ ہمارا گزر ایسی جگہ سے ہوا جہاں کوئی آدمی گیت گا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا:

"ہمیں اس کی طرف لے چلو۔"

پھر فرمایا:

"تجھے اس سے سرور محسوس ہوتا ہے؟"

میں نے عرض کیا:

"نہیں۔"

انہوں نے فرمایا:

"تم میں حس نہیں ہے؟"

تلاوت قرآن اور خوش آوازی:

1: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

(ما اذن اللہ تعالیٰ لشیء کاذنہ لنبی یتغنی بالقران)

"اللہ نے کسی چیز کی اس طرح اجازت نہیں دی جس طرح اپنے نبی کو قرآن مجید خوش آوازی سے پڑھنے کی اجازت دی ہے۔"

(صحیح مسلم، کتاب المسافرین، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن، رقم الحدیث:۷۹۳)

2: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ما اذان اللہ لشیء ما اذن لنبی حسن الصوت یتغنی بالقرآن یجھر بہ))

"اللہ نے کسی چیز کی اجازت نہیں دی جس طرح نبی کو اچھی آواز سے قرآن مجید پڑھنے کی اجازت دی ہے کہ وہ اسے اونچی آواز سے پڑھے۔" (سنن نسائی، کتاب الافتتاح، باب تزیین القرآن بالصوت، رقم الحدیث:۱۰۱۶)

حضرت داؤد اور خوش آوازی: منقول ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی قرأت کو جن، انسان، پرندے اور جنگلی جانور سنتے تھے۔ جب آپ زبور کی تلاوت کرتے تو ان کی محفل میں سے چار سو تک جنازے اٹھائے جاتے۔ یہ وہ لوگ ہوتے جو آپ کی قرأت سن کر فوت ہو جاتے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((لقد اوتیت مزماراً من مزامیر آل داؤد))

''تحقیق تمہیں آل داود کے مزامیر میں سے ایک مزمار (حسین صوت) دیا گیا۔''

(صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب حسن الصوت بالقراۃ، رقم الحدیث:۵۰۴۶)

(صحیح مسلم، کتاب المسافرین، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن، رقم الحدیث۷۹۳)

اچھے طریقے سے پڑھنا: سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں عرض گزار ہوئے:

''اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ (میری تلاوت) سن رہے ہیں تو میں خوب اچھے طریقے سے پڑھتا۔''

ایک غلام کی آواز: شیخ ابوبکر محمد بن داؤد دینوری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں بیابان میں تھا کہ عرب کے قبائل میں سے ایک قبیلہ کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ ان میں سے ایک آدمی نے مجھے اپنا مہمان بنالیا۔ میں نے وہاں ایک سیاہ رنگ کے غلام کو قید میں دیکھا اور دیکھا کہ گھر کے صحن میں کچھ اونٹ مرے پڑے ہیں۔ غلام نے کہا:

''آپ آج کی رات ہمارے مہمان ہیں اور آپ میرے آقا کے ہاں معزز بھی ہیں۔ پس میری سفارش کردیں۔ وہ کبھی بھی آپ کی سفارش کو رد نہیں کرے گا۔

پس میں نے گھر کے مالک سے کہا:

''میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تو اس غلام کو نہیں کھولے گا۔''

اس نے کہا:

''اس غلام نے مجھے فقیر کردیا اور میرا مال ضائع کردیا۔''

میں نے سوال کیا:

''وہ کیسے۔؟''

اس نے کہا:

''اس کی آواز بہت عمدہ ہے۔ میں ان اونٹوں کی بار برداری سے گزر اوقات کرتا تھا۔ اس نے ان پر بھاری بوجھ لادا اور حدی خوانی کرتا رہا حتی کہ تین دن کا فاصلہ ایک دن میں طے کیا۔ جب ان سے بوجھ اتارا گیا تو یہ مرگئے۔ البتہ میں یہ غلام آپ کو ہبہ کرتا ہوں۔''

پھر اس نے اس کی بیڑیاں کھول دیں۔ صبح ہوئی تو میں نے اس کی آواز سننا پسند کیا۔ میں نے میزبان سے کہا تو اس نے غلام کو حکم دیا کہ جو اونٹ کنویں سے پانی نکالنے پر لگایا ہے اس پر حدی خوانی کر۔ غلام نے حدی گائی تو اونٹ رسیاں توڑ کر سرپٹ دوڑ پڑا اور میرے خیال میں میں نے اس سے اچھی آواز نہ سنی تھی اور میں منہ کے بل گر گیا حتی کہ میزبان نے غلام کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا تھا۔

کلام الٰہی کی مٹھاس: شیخ ابوعمرو انماطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے استفسار کیا گیا:

''آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں کہ جو عام حالت میں پرسکون ہوتا ہے لیکن جب سماع سنتا ہے تو بے قرار ہوجاتا ہے۔؟''

سید الطائفہ نے فرمایا:

''جب اللہ نے پہلے میثاق میں حضرت آدم کی اولاد سے خطاب کیا تو فرمایا:

((الست بربکم قالوا بلی))

''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ وہ بولے: کیوں نہیں۔ تو ہی ہمارا رب ہے۔'' (سورۃ الاعراف، آیت نمبر:۱۷۲)

پس کلام الٰہی کی مٹھاس سے تمام ارواح باہر نکل گئی۔ پس اس ''سماع'' نے ان کو تحریک دی۔

سماع اور عوام: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''عوام کے لئے سماع ''حرام'' ہے، کیونکہ ان کے نفوس اپنی حالت پر قائم ہیں لیکن زاہدین کے لئے سماع ''مباح'' ہے کیونکہ ان کو مجاہدات حاصل ہیں اور ہمارے ارادت مندوں کے لئے سماع ''مستحب'' ہے، کیونکہ ان کے قلوب زندہ ہیں۔''

تین اشیاء: شیخ حارث بن اسد محاسبی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''تین ایسی چیزیں ہیں جو ہمیں میسر نہیں آئیں لیکن اگر وہ مل جائیں تو ان سے فائدہ ہوتا ہے۔ پہلی: حسین چہرہ جس کے ساتھ پاک دامنی ہو۔ دوسری: حسین آواز جس کے ساتھ دیانت داری ہو۔ تیسری: اچھی دوستی جس کے ساتھ وفا بھی ہو۔''

مخاطبات واشارات: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ سے حسین صوت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''یہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مخاطبات واشارات ہیں جو اللہ ہر پاکیزہ مرد اور پاکیزہ عورت میں ودیعت فرماتا ہے۔''

سماع کانوں سے نفسوں سے نہیں: ایک بار شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ سے سماع کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''یہ قلوب کو بے چین کر دینے والی ایسی کیفیت ہے جو اللہ کی طرف سے وارد ہوتی ہے۔ جو سچے طریقے سے اس کی جانب کان لگا لیتا ہے وہ حقیقت کو پا لیتا ہے اور جو اس کی طرف اپنے نفس کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے وہ بے دین ہو جاتا ہے۔''

تین جگہیں اور تین اوقات: سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''فقراء پر تین جگہ رحمت نازل ہوتی ہے۔ پہلی: بوقت سماع، کیونکہ وہ حق کے ساتھ سنتے ہیں اور وجد ہی میں بولتے ہیں۔ دوسری: کھانا کھاتے وقت، کیونکہ وہ فاقہ کی صورت میں کھاتے ہیں (نفسانی خواہشات کے طور پر نہیں کھاتے) تیسری: علمی مقابلہ کے وقت، کیونکہ وہ اولیاء کرام کی صفات ہی بیان کرتے ہیں (اللہ اور اس کے رسول کے ذکر کے بعد اولیاء کرام کا ذکر کرتے ہیں)''

سماع فتنہ اور سرور: سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جو آدمی سماع کو طلب کرتا ہے سماع اس کے لیے فتنہ ہے، لیکن جسے خود بخود حاصل ہو جائے اس کیلئے یہ راحت وسکون ہے۔''

سماع اور تین چیزیں: سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''سماع تین چیزوں کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ پہلی: زمان۔ دوسری: مکان۔ تیسری: اخوان (لوگ)۔''

سماع کا ظاہر و باطن: شیخ ابوبکر شبلی سے سماع کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''سماع کا ظاہر فتنہ اور باطن عبرت ہے۔ جو آدمی اس اشارے کو سمجھ جائے اس کیلئے عبرت کا سننا جائز ہے۔ ورنہ وہ فتنہ کو دعوت دیتا ہے اور مصیبت مول لیتا ہے۔''

سماع کس کے لیے درست ہے: منقول ہے کہ سماع فقط اس آدمی کے لیے درست ہے جس کا نفس مر چکا ہو اور قلب زندہ ہو۔ اس کا نفس مجاہدہ کی تلواروں کے ساتھ ذبح کیا گیا ہو اور اس کا قلب نور موافقت سے زندہ ہو۔''

اسرار اور قلوب: شیخ ابو یعقوب نہر جوری علیہ الرحمۃ سے سماع کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''سماع وہ کیفیت ہے جو جلن کی وجہ سے اسرار کو قلوب کی طرف پلٹنے کو ظاہر کرتی ہے۔''

ارواح عارفین کی غذا: منقول ہے کہ سماع عارفین کی ارواح کی غذا ہے۔

مصائب کا پیش خیمہ: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''سماع اگر شریعت کے مطابق ہو تو ٹھیک ورنہ زنگ ہے اور حق کے بغیر ہو تو مصائب کا پیش خیمہ اور عبرت سے خالی تو فتنہ ہے۔''

سماع سننے والوں کی دو اقسام: منقول ہے کہ سماع کی دو اقسام ہیں۔ پہلی قسم: ایسی سماع جس میں علم اور ہوش کی شرط ہے۔ لہٰذا اس کیفیت والے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ اسماء اور صفات کی معرفت رکھتا ہو ورنہ وہ کفر میں جا گرے گا۔ دوسری قسم: جس میں حال اور کیفیت کی شرط ہے۔ اس کیفیت والے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ احوال بشریت سے فنا ہو چکا ہو اور احکام حقیقت کے ظاہر ہونے کی وجہ سے نفسانی خواہش کے آثار سے پاک ہو۔

شیخ دارانی اور سماع: شیخ احمد بن ابی حواری علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں نے شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ سے سماع کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''میں تو یہ چاہتا ہوں کہ قوال ایک کی بجائے دو ہوں۔''

سماع اور اسباب سماع: شیخ ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ سے صوفیت کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''صوفی وہ ہے جو سماع اور اسباب سماع کو ترجیح دے۔''

سماع سے نجات: ایک مرتبہ شیخ ابوعلی روذباری علیہ الرحمۃ سے سماع کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''کاش! ہم اس سے کامل نجات حاصل کر لیتے۔''

ہوا اور پرندوں کی آواز: شیخ ابوعثمان مغربی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جو آدمی دعویٰ سماع کرے لیکن پرندوں کی آواز، دروازے کے چرچرانے کی آواز یا ہوا کے چلنے کی آواز کی طرف توجہ نہ کرے تو ایسا شخص بس فقر کا دعویٰ دار ہے (حقیقت فقر سے بے بہرہ ہے۔)''

سماع اہل دل کے لیے ہے: شیخ جعفر علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابن زیری وہ شخصیت ہیں کہ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے ارادت مندوں میں فاضل ترین شخص تھے۔ موصوف کبھی کبھار محفل سماع میں جاتے۔ اگر اچھا لگتا تو اپنی چادر بچھا کر بیٹھ جاتے اور فرماتے:

''صوفی اپنے قلب کے ساتھ ہوتا ہے۔''

اگر انہیں سماع اچھا نہ لگتا تو فرماتے:

''سماع اہل دل کے لیے ہے۔''

پھر اپنا جوتا پکڑتے اور چلے جاتے۔

سماع کے وقت وجد: شیخ ابومحمد رویم بن احمد علیہ الرحمۃ سے سماع کے وقت صوفیاء پر وجد طاری ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''وہ لوگ ان کیفیات کا جو دوسروں سے چھپی ہوئی ہوتی ہیں، مشاہدہ کرتے ہیں اور یہ کیفیات ان لوگوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ ادھر آؤ، ادھر آؤ۔ اس لیے یہ لوگ خوشی کے مارے اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ پھر حجاب اس سرور کو منقطع کر دیتا ہے اور یہ خوشی رونے میں بدل جاتی ہے تو ان میں سے کچھ کپڑوں کو پھاڑ دیتے ہیں اور بعض چیخنے لگتے ہیں اور کچھ روتے ہیں۔ ہر ایک پر اپنے اپنے مرتبہ کے مطابق یہ کیفیت طاری ہوتی ہے۔''

متصل و منقطع سماع: شیخ حصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''میں اس سماع کو کیا کروں جو سنانے والے کے سماع کو منقطع کرنے پر منقطع ہو جائے۔ مناسب یہ ہے کہ تمہارا سماع متصل ہو اس میں انقطاع نہ ہو۔''

دائمی پیاس: شیخ حصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''پیاس دائمی ہونی چاہیے۔ صوفیاء جتنا زیادہ پیتے ہیں ان کی اتنی زیادہ پیاس بڑھتی جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
((فاما الذین امنوا وعملوا الصلحت فھم فی روضۃ یحبرون))
''پس وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے پس جنت کی کیاری میں ان کی خاطر داری ہوگی۔''
(سورۃ الروم، آیت نمبر:۱۵)

جنتی حوروں کا گانا: امام مجاہد علیہ الرحمۃ سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں منقول ہے:
''اس سے مراد سماع ہے جو حور عین لذیذ آوازوں کے ساتھ سنائیں گی وہ کہیں گی:
نحن الخالدات فلا نموت ابدًا
نحن الناعمات فلا نبوس ابدًا
''ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں پس ہمیں موت نہیں آئے گی۔ ہم نرم و نازک ہیں ہم پر کبھی سختی نہیں آئے گی۔''
ندا و قصد: منقول ہے کہ سماع ندا ہے اور وجد قصد ہے۔
اہل حق کے قلوب و کان: شیخ ابو عثمان مغربی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''اہل حق کے قلوب حاضر رہتے ہیں اور ان کے کان کھلے رہتے ہیں۔''
اہل سماع کی دو حالتیں: شیخ ابو سہل صعلوکی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''اہل سماع دو حالتوں کے درمیان ہوتے ہیں۔ ایک ''استتار'' (پردہ) اور دوسری تجلی۔ استتار (پردے) سے قلب میں شعلے اٹھتے ہیں اور تجلی سے سرور حاصل ہوتا ہے۔ ''استتار'' سے ارادت مندوں کی سی حرکات پیدا ہوتی ہیں اور وہ کمزوری اور عاجزی کا مقام ہے، لیکن تجلی سے واصلین کو سرور و خوشی میسر آتی ہے اور یہ استقامت اور تمکین کا مقام ہے۔ یہ بارگاہ رب العزت کی صفت ہے اور یہاں ہیبت کے مقامات کے تحت مرجھانے کے علاوہ کچھ نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
((فلما حضروہ قالوا انصتوا))
''پس جب وہ حاضر ہوئے انہوں نے کہا: خاموش رہو۔'' (سورۃ الاحقاف، آیت نمبر:۲۹)
سماع سننے والوں کی تین اقسام: شیخ ابو عثمان حیری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''سماع تین اقسام پر منقسم ہے۔ پہلی قسم: ارادت مندوں اور ابتداء کرنے والوں کے لیے ہے۔ وہ اس کے سبب احوال شریفہ کو دعوت دیتے ہیں۔ اس قسم میں فتنہ بھی ہوتا ہے اور ریاکاری بھی۔ دوسری قسم: صدیقین کے لئے ہے جو اپنے احوال میں زیادتی چاہتے ہیں۔ وہ سماع سے وہ کلام سنتے ہیں جو ان کے اوقات کے موافق ہو۔ تیسری قسم: عارفین میں سے اہل استقامت کے لئے ہے۔ یہ حضرات اپنے قلوب پر طاری ہونے والی حرکت اور سکون کو اللہ پر ترجیح نہیں دیتے۔''
اپنے آپ سے باہر ہونے کا دعویدار: شیخ ابو سعید خراز رازی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''جو آدمی یہ دعویٰ کرے کہ وہ سماع کو سننے کی وجہ سے اپنے آپ سے باہر ہو جاتا ہے اور حرکات اس پر قابو پا لیتی ہیں تو اس کی علامت یہ ہے کہ جس مجلس میں اس کو وجد آیا ہو وہ خوبصورت بن جائے۔''
شیخ ابو عبد الرحمٰن سے منقول ہے کہ میں نے شیخ ابو سعید خراز رازی علیہ الرحمۃ کا یہ قول شیخ ابو عثمان مغربی علیہ الرحمۃ کے سامنے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا:

''یہ تو ادنیٰ ترین درجہ ہے۔ اس کی صحیح علامت یہ ہے کہ اس مجلس میں جتنے صاحب حق ہیں وہ سب اس سے مانوس ہو جائیں اور جتنے اہل باطل ہیں ان کو اس سے وحشت ہونے لگے۔''

سامعین کی تین اقسام: شیخ بندار بن حسین علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''سماع کی تین اقسام ہیں۔ پہلی قسم کے لوگ اپنی طبیعت کی وجہ سے سنتے ہیں۔ دوسری قسم کے لوگ حالت اور کیفیت کی وجہ سے سنتے ہیں۔ تیسری قسم کے لوگ حق کی مناسبت سے سنتے ہیں۔ جو اپنی طبیعت کی وجہ سے سنتے ہیں ان میں خاص و عام سب شامل ہیں، کیونکہ حسین صوت سے لذت حاصل کرنا انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ جو حال اور کیفیت کی وجہ سے سنتے ہیں وہ ان کیفیات میں تفکر کرتے ہیں جوان پر وارد ہوتی ہیں۔ مثلاً عتاب، خطاب، وصل، جدائی، قرب، بعد، ہاتھ سے نکلنے والی کسی چیز پر افسوس کا اظہار یا آنے والی چیز کا اشتیاق، وعدہ پورا کرنا یا کسی وعدہ یا وعدہ توڑنے کی تصدیق یا بے قراری کا ذکر یا اشتیاق یا جدائی کا خوف یا وصال کی خوشی یا جدائی کا ڈر یا اسی طرح کے دیگر امور۔ اور جو حق کے مطابق سنتے ہیں وہ اللہ کے ساتھ اور اللہ کے لئے سنتے ہیں اور جو احوال بشری سے ملے ہوتے ہیں ان کا کوئی دخل نہیں ہوتا کیونکہ یہ اپنی برائیوں سمیت باقی رہتے ہیں لہٰذا جو لوگ صفائے توحید حق کے ساتھ سماع کرتے ہیں ان میں نفسانی حصہ نہیں ہوتا۔''

تین طبقات: منقول ہے کہ اہل سماع کے تین طبقات ہیں۔ پہلا طبقہ: وہ لوگ جو اپنے سماع کے دوران اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہوتے ہیں۔ دوسرا طبقہ: وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے قلب کے ساتھ معانی کی وجہ سے مخاطب ہوتے ہیں جن کو وہ سنتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو سچائی کے ساتھ ان باتوں کا مطالبہ کرتے ہیں جن کا اشارہ وہ اللہ کی طرف کرتے ہیں۔ تیسرا طبقہ: یہ فقیر مجرد ہے جس نے دنیا اور آفات سے تعلقات کو توڑ دیا۔ یہ پاک قلوب کے ساتھ سماع کرتے ہیں اور یہ لوگ ان سب کے مقابلے میں سلامتی کے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔''

اسرار کا اظہار: شیخ ابوعلی روذباری علیہ الرحمۃ سے سماع کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''مشاہدۂ محبوب کی جانب اسرار کا ظاہر ہو جانا ہے۔''

قرآن کے علاوہ دوسرا کلام: شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''کیا وجہ ہے کہ آدمی قرآن کے علاوہ جو کچھ سنتا ہے اس وقت حرکت کرتا ہے جب کہ قرآن مجید سنتے وقت یہ کیفیت طاری نہیں ہوتی۔؟''

شیخ نے فرمایا:

''اس لیے کہ قرآن ایک ٹھوکر ہے (حرکت دیتا ہے) اس کی شدت کی وجہ سے کسی کیلئے ممکن نہیں کہ وہ اس وقت حرکت کرے اور دوسرے اقوال کا سننا راحت ہے جس میں حرکت ہوتی ہے۔''

ارادت مند کی سماع: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جب تم دیکھو کہ ارادت مند سماع کو محبوب رکھتا ہے تو جان لو کہ ابھی اس میں باطل کا کچھ حصہ باقی ہے۔''

علم سماع: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''سماع وہ علم ہے جو اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ اسے فقط اللہ ہی جانتا ہے۔''

شیخ ذوالنون مصری اور اشعار: شیخ احمد بن مقاتل عکی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ جب شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ بغداد آئے تو ان کے پاس بہت سے اہل تصوف جمع ہو گئے اور ان کے ساتھ قوال بھی تھا۔ ان حضرات نے آپ سے اجازت طلب کی کہ قوال آپ کے سامنے کلام پڑھے، آپ نے اجازت مرحمت فرما دی تو اس نے ابتداء کرتے ہوئے کہا:

صغیر هواك عذبنی
فكیف به اذا احتنكا
وانت جمعت من قلبی
هوی قد كان مشتركا
اما ترثی لمكتئب
اذا ضحك الخلی بكا

''تیری چھوٹی سی محبت مجھے عذاب دے رہی ہے۔ تب کیا ہوگا جب وہ مجھ پر غالب آ جائے گی۔ تو نے میرے دل کی محبت کو اکٹھا کر لیا حالانکہ یہ دوسروں کیلئے بھی مشترک تھی۔ کیا تجھے اس غمناک پر رحم نہیں آتا کہ جب عشق سے خالی شخص مسکراتا ہے تو اس وقت یہ گریہ کرتا ہے۔؟''

یہ اشعار سن کر شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کھڑے ہو گئے اور پھر منہ کے بل گر پڑے اور خون ان کی پیشانی سے ٹپک رہا تھا، لیکن زمین پر بہتا نہیں تھا۔ پھر اہل مجلس میں سے ایک آدمی اٹھا اور اس نے بناوٹی وجد ظاہر کیا تو شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

((الذی یراك حین تقوم))

''وہ تجھے دیکھ رہا ہوتا ہے جب تو کھڑا ہوتا ہے۔''

یہ جملہ سن کر وہ آدمی اسی وقت بیٹھ گیا۔

شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ اس آدمی سے بلند مرتبہ تھے، اسی لیے آپ نے اس کو تنبیہ فرمائی کہ یہ اس کا مقام نہیں ہے اور وہ آدمی صاحب انصاف تھا کہ اس نے آپ کی بات کو تسلیم کر لیا اور بیٹھ گیا۔

دو چیخیں: شیخ ابن جلاء علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ مغرب میں دو شیخ تھے، دونوں کے بے شمار ارادت مند بھی تھے اور معلم بھی۔ ان کے نام جبلہ اور رزیق تھے۔ ایک روز رزیق اپنے ارادت مندوں کے ساتھ جبلہ سے ملنے آئے تو رزیق کے ایک ارادت مند نے قرآن مجید کی قرأت کی۔ پس جبلہ کے مریدوں میں سے ایک کی چیخ نکلی اور وہ مر گیا۔ صبح ہوئی تو جبلہ نے رزیق سے کہا:

''جس نے کل قرأت کی تھی وہ کہاں ہے؟ وہ قرأت کرے۔''

پس اس ارادت مند نے ایک آیت تلاوت کی تو جبلہ نے ایک چیخ ماری، چیخ سن کر قاری فوت ہو گیا۔ جبلہ نے کہا:

''ایک کے بدلے ایک اور ابتداء کرنے والا زیادہ ظالم ہے۔''

بنی اسرائیل کے ایک فرد کو تنبیہ: شیخ ابراہیم مارستانی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''بوقت سماع وجد کیوں طاری ہوتا ہے۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''مجھ تک یہ واقعہ پہنچا ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے سامنے ایک حکایت بیان فرمائی تو سامعین میں سے ایک نے اپنی قمیض پھاڑ ڈالی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی:

''اس آدمی سے کہیں میرے لیے اپنے قلب کو پھاڑو! کپڑے نہ پھاڑو۔''

اللہ کی طرف توجہ اور اپنی قوت سے بے نیازی: شیخ ابو علی مغازلی علیہ الرحمۃ نے شیخ ابوبکر بن جحدر شبلی علیہ الرحمۃ سے پوچھا:
''کبھی کبھار مجھے کسی آیت کی تلاوت سنائی دیتی ہے تو اس کے اثر سے میں کچھ چیزیں چھوڑ دیتا ہوں اور دنیا سے کلیۃً اعراض کر لیتا ہوں، پھر میں اپنے احوال اور لوگوں کی طرف لوٹ جاتا ہوں۔''
شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:
''یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھ پر لطف و مہربانی ہے کہ اللہ جو تجھے اپنی طرف متوجہ کرتا ہے اور جب اس کی طرف سے تجھ پر شفقت ہوتی ہے تو وہ تجھے تمہاری پہلی حالت کی طرف پلٹا دیتا ہے، کیونکہ اس کی طرف متوجہ ہوتے وقت تم صحیح طور پر اپنی قوت و طاقت سے بے نیاز نہیں ہوتے۔''

نماز میں شیخ شبلی کی کیفیت: شیخ احمد بن مقاتل عکی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں نے رمضان کی ایک شب میں شیخ ابوبکر شبلی کے ساتھ مسجد میں قیام کیا۔ شیخ شبلی امام کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے تھے اور میں ان کے پہلو میں تھا۔ امام نے پڑھا:

((ولئن شئنا لنذهبن بالذى اوحينا اليك))

''اور اگر ہم چاہتے تو یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف کی ہے اسے لے جاتے۔'' (سورۃ الاسراء، آیت نمبر:۸۸)

پس شیخ شبلی کی چیخ نکل گئی۔ میں سمجھا شاید ان کا وصال ہو گیا ہے۔

(نماز کے بعد) پس شیخ شبلی نے کہا:

((بمثل هذا يخاطب الاحباب))

''کیا احباب سے اس قسم کا خطاب کیا جاتا ہے۔''

شیخ نے اس جملے کا کئی مرتبہ تکرار کیا۔

جس آیت سے وجد طاری ہوا اسی سے وجد کی کیفیت ختم بھی ہو سکتی ہے: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ ایک روز میں اپنے شیخ حضرت سری سقطی علیہ الرحمۃ کے ہاں حاضر ہوا تو ان کے پاس ایک شخص کو بے ہوش دیکھا۔ میں نے عرض کیا:

''اسے کیا ہوا؟''

انہوں نے فرمایا:

''اس نے قرآن مجید کی ایک آیت سنی ہے۔''

میں نے عرض کیا:

''وہی آیت اس کے سامنے دوبارہ تلاوت کی جائے۔''

پس وہ آیت دوبارہ تلاوت کی گئی تو اسے افاقہ ہو گیا۔

شیخ سری سقطی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

''تجھے اس بات کا کہاں سے علم ہوا۔؟''

میں نے عرض کیا:

''حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی جانے کا سبب بنی تھی اور پھر اسی کی وجہ سے ان کی آنکھیں روشن ہو گئی تھیں۔''

پس شیخ سری سقطی نے اس بات کو بہت پسند فرمایا۔

سید الطائفہ کا مصاحب: شیخ عبدالواحد بن علوان علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ ایک نوجوان سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہتا تھا۔ وہ جب بھی ذکر سنتا تو چیخ مارتا۔ ایک روز سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"اگر آئندہ تم نے ایسا کیا تو تم میری مصاحبت میں نہیں رہ سکتے۔"

چنانچہ اس کے بعد جب بھی وہ ذکر سنتا تو اس کی رنگت تبدیل ہو جاتی اور وہ اپنے آپ پر کنٹرول کرتا حتیٰ کہ اس کے بدن کے ہر بال سے ایک قطرہ ٹپکتا۔ ایک دن اس نے ذکر سنا، چیخ ماری اور فوت ہو گیا۔

شیخ یوسف بن حسین رازی: شیخ ابوالحسین دراج علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں شیخ یوسف بن حسین رازی علیہ السلام کی زیارت کے لیے بغداد سے علاقہ رے میں پہنچا۔ میں نے لوگوں سے ان کے گھر کے بارے میں دریافت کیا۔ میں جس سے بھی ان کے بارے میں پوچھتا وہ مجھے جواب دیتا:

"تمہیں اس زندیق سے کیا کام ہے؟"

اس سے مجھے بڑی پریشانی ہوتی حتیٰ کہ میں نے واپسی کا ارادہ کیا۔ چنانچہ میں نے وہ رات مسجد میں گزاری۔ پھر میں نے دل ہی دل میں کہا:

"میں نے اتنی مشقتوں سے سفر طے کیا ہے، اب ان سے ملاقات کے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔

پس میں ان کے بارے میں مسلسل استفسار کرتا رہا حتیٰ کہ میں ان کی مسجد میں پہنچ گیا اور وہ حجرے میں تشریف فرما تھے۔ وہ قرآن مجید رحل پر رکھ کر تلاوت کر رہے تھے۔

میں نے دیکھا کہ وہ نہایت خوش نما تھے۔ ان کا چہرہ اور داڑھی بھی حسین تھی۔ میں نے ان کے قریب ہو کر ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے پوچھا:

"کہاں سے آئے ہو؟"

میں نے عرض کیا:

"بغداد سے فقط آپ کی زیارت کے لیے آیا ہوں۔"

انہوں نے فرمایا:

"اگر کسی جگہ کوئی تم سے کہتا کہ میرے پاس ٹھہرو تاکہ میں تمہارے لیے غلام یا لونڈی خریدوں تو تم میری ملاقات سے رک جاتے؟"

میں نے کہا:

"اے میرے آقا! اللہ نے مجھے اس آزمائش میں ڈالا ہی نہیں اور اگر ایسا معاملہ پیش آتا تو میں نہیں جانتا کہ میرا کیا حال ہوتا۔"

شیخ نے فرمایا:

"کیا تو کوئی اچھا قول کہہ سکتا ہے؟"

میں نے کہا:

"جی ہاں، کیوں نہیں۔"

پھر میں نے یہ شعر پڑھا:

رایتك تبنی دائما فی قطیعتی

ولو کنت ذا حزم لهدمت ماتبنی

"میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ تو قطع تعلق کی مسلسل بنیاد ڈال رہا ہے۔ اور اگر تو صاحب عقل ہوتا تو اس بنیاد کو منہدم کر دیتا۔"

یہ شعر سن کر شیخ نے قرآن مجید بند کیا اور مسلسل روتے رہے حتیٰ کہ ان کی داڑھی اور کپڑے تر ہو گئے اور یہاں تک کہ ان کے زیادہ رونے کی وجہ سے مجھے ان پر رحم آنے لگا۔ پھر شیخ نے مجھ سے فرمایا:

"اے بیٹے! "رے" والوں کو یہ بات کہنے پر کہ "یوسف بن حسین زندیق ہے" ملامت نہ کرو، کیونکہ بلاشبہ میں نماز کے وقت سے قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہوں لیکن میری آنکھوں سے ایک قطرہ بھی آنسو نہیں نکلا جبکہ اس شعر کی وجہ سے مجھ پر قیامت قائم ہو گئی ہے۔"

ایک فقیر نوجوان اور ایک غنی: حضرت دراج علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں اور ابن قوطی شہر بصرہ اور ابلہ کے درمیان دریائے دجلہ کے کنارے پر تھے۔ ہم نے دیکھا کہ وہاں ایک کھڑکی والا خوبصورت محل ہے۔ اس میں ایک آدمی کے سامنے ایک لونڈی یہ اشعار گا رہی ہے:

فی سبیل الله ود

کان منی لك یبدل

کل یوم تتلون

غیر هذا بك اجمل

"اللہ کے راستے میں میری محبت تمہارے لیے ہے۔ تو ہر روز رنگ بدلتا ہے۔ اگر تو کوئی نیا طریقہ اختیار کرتا تو یہ زیادہ اچھا تھا۔"

ہم نے ملاحظہ کیا کہ کھڑکی کے نیچے ایک نوجوان ہے جس کے ہاتھ میں لوٹا ہے اور اس کے کپڑے پھٹے پرانے ہیں۔ اس نے کہا:

"اے لونڈی! تجھے تیرے آقا کی قسم! یہ شعر دوبارہ پڑھو: تو ہر روز رنگ بدلتا ہے اگر تو کوئی نیا طریقہ اختیار کرتا تو یہ زیادہ اچھا تھا۔"

اس نے دوبارہ پڑھا۔ نوجوان نے کہا:

"پھر پڑھو۔"

اس لونڈی نے پھر یہ شعر پڑھا۔ اس نوجوان نے کہا:

"اللہ کی قسم! میں اسی طرح اپنے رب کے ساتھ رنگ بدلتا ہوں۔!"

پھر اس نے ایک آہ بھری اور فوت ہو گیا۔

محل کے مالک نے لونڈی سے کہا:

"میں نے تجھے اللہ کے لئے آزاد کر دیا۔"

پس بصرہ کے بے شمار لوگ آئے اور اس فقیر کی نماز جنازہ ادا کی اور پھر جب تدفین سے فارغ ہوئے تو محل کے مالک نے کھڑے ہو کر کہا:

"کیا تم لوگ مجھے نہیں جانتے۔؟ یقیناً میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی ہر چیز اللہ کی راہ میں دی۔ میرے تمام غلام آزاد ہیں۔"

پھر اس نے ایک تہبند اور چادر اوڑھنے کے لیے لی اور محل صدقہ کر کے چل پڑا۔ اس کے بعد نہ تو اسے کسی نے دیکھا اور نہ ہی اس کی کوئی خبر مل سکی۔

ایک آواز دینے والے کی آواز: شیخ ابوسلمان دمشقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو گلی کوچوں میں گھوم گھوم کر یہ ندا دے رہا تھا:

''اے جنگلی سعتر (سبزی)!''

پھر وہ بے ہوش ہو گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس سے اس بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا:

''میں نے خیال کیا کہ ایک آدمی کہہ رہا ہے: ''اسع تبری'' کوشش کرو تم میرے احسان کو دیکھ لو گے۔''

محب رنجیدہ ہے: شیخ عتبہ غلام علیہ الرحمۃ نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا:

سبحان رب السماء

ان المحب لفی عناء

''آسمان کا رب پاک ہے۔ بلاشبہ محب رنجیدہ ہے۔''

شیخ عتبہ غلام علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''تو نے سچ کہا۔''

اس کی یہی بات کسی اور آدمی نے سنی تو اس نے کہا:

''تو نے جھوٹ کہا۔''

پس ہر ایک نے اپنے اپنے مقام کے لحاظ سے سماعت کی۔

سماع کے دوران خلل ڈالنا: شیخ ابومحمد رویم بن احمد علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''آپ ان شیوخ کے بارے میں کیا کہتے ہیں جن سے آپ کی ملاقات سماع کے دوران ہوئی۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''ان کی مثال اس ریوڑ کی طرح ہے جس میں بھیڑیا گھس آیا ہو۔''

شیخ علی بن موفق: شیخ ابوسعید خراز علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں نے شیخ علی بن موفق علیہ الرحمۃ کو مجلس سماع میں دیکھا۔ وہ فرما رہے تھے:

''مجھے کھڑا کرو۔''

احباب نے ان کو کھڑا کیا تو شیخ نے وجد ظاہر کیا۔ پھر فرمایا:

''میں تیز طرار اور پھرتیلا بوڑھا ہوں۔''

شیخ رقی اور ایک شعر: شیخ رقی علیہ الرحمۃ ایک شب کھڑے رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ وہ ایک شعر پڑھتے اور کھڑے ہوتے پھر گرتے۔ ان کے اردگرد لوگ تھے جو ان کی اس حالت کی وجہ سے رو رہے تھے۔ شیخ یہ شعر پڑھتے تھے:

باللہ فاردد فؤاد مکتب

لیس لہ من حبیبہ خلف

''اللہ کے لئے پس لوٹا دو اس غمگین کا دل، جس کے لئے اس کے حبیب کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا۔''

شیخ سہل بن عبداللہ اور سماع: شیخ علی بن حسین بن احمد علیہ الرحمۃ کے والد کہتے ہیں کہ میں نے کئی برس شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کی خدمت کی، لیکن میں نے کبھی بھی سماع کے دوران ان میں کوئی تبدیلی و تغیر نہیں دیکھا۔ وہ ذکر، قرآن مجید اور اس کے علاوہ

اشعار بھی سنتے تھے۔ان کی زندگی کے آخری ایام میں یہ آیت ان کے سامنے تلاوت کی گئی:

((فالیوم لا یؤخذ منکم فدیة))

''پس آج تم سے کوئی فدیہ نہیں لیا جائے۔''(سورۃ الحدید،آیت نمبر:۱۵)

میں نے دیکھا کہ شیخ کا رنگ تبدیل ہو گیا اور وہ کانپنے لگے اور قریب تھا کہ گر جاتے۔جب وہ ہوش میں آئے تو میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

((یاحبیبی ضعفنا))

''میرے جگری دوست!ہم کمزور ہو گئے ہیں۔''

میں کمزور ہو گیا ہوں: شیخ ابن سالم علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ شیخ سہل ابن عبداللہ علیہ الرحمۃ کو دیکھا کہ ان کے سامنے یہ آیت تلاوت کی گئی:

((الملك یومئذ الحق للرحمن))

''اس دن حقیقی بادشاہی اللہ رحمٰن کی ہے۔''(سورۃ الفرقان،آیت نمبر:۲۶)

پس یہ آیت سنی تھی کہ شیخ کا رنگ تبدیل ہو گیا اور وہ گرنے کے قریب ہو گئے۔میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا:

''مجھ پر کمزوری غالب آگئی ہے۔اکابر کی صفت یہ ہے کہ اگر ان پر بہت قوی کیفیت وارد ہوتی تو وہ اس سے زیادہ قوی ہو جاتے۔''

کنویں کی چرخی: شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں شیخ ابو عثمان مغربی کے ہاں حاضر ہوا اور دیکھا کہ وہاں ایک آدمی کنویں سے پانی نکال رہا ہے۔شیخ مغربی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اے ابو عبدالرحمٰن!تم جانتے ہو یہ چرخی (جس کے ذریعے پانی نکالا جاتا ہے) کیا کہہ رہی ہے؟''

میں عرض گزار ہوا:

''مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔''

انہوں نے فرمایا:

''یہ اللہ،اللہ کہتی ہے۔''

ناقور کی آواز: اسد اللہ الغالب سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ناقوس (نقارہ) کی آواز سنی تو احباب سے فرمایا:

''تم جانتے ہو یہ کیا کہتا ہے؟''

انہوں نے عرض کیا:

''نہیں۔ہم نہیں جانتے۔''

فرمایا:یہ کہتا ہے:

((سبحان الله حقاً ان المولی صمد یبقی))

''اللہ پاک ہے یہ انتہائی سچی بات ہے۔بلاشبہ مولیٰ بے نیاز ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔''

شیخ ممشاد دینوری: شیخ احمد بن علی کرخی وجیہی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ اہل تصوف کا ایک گروہ شیخ حسن قزاز علیہ الرحمۃ کے گھر میں جمع ہوا اور ان کے ساتھ قوال بھی تھے جو قوالی کرتے ہوئے وجد کر رہے تھے۔شیخ ممشاد دینوری علیہ الرحمۃ وہاں تشریف

لائے تو قوال خاموش ہو گئے۔ شیخ نے کہا:

''تم اپنا کام کرتے رہو۔ یقیناً اگر دنیا بھر کے دلچسپ کام میرے ہاں جمع ہو جائیں تو تب بھی وہ مجھے میرے ارادوں سے باز نہیں رکھ سکتے اور نہ مجھے سکون دے سکتے ہیں۔''

شیخ ابو علی روذباری: شیخ ابو علی روذباری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''ہم اس معاملے میں ایسے مقام تک پہنچ چکے ہیں جو تلوار کی دھار سے بھی زیادہ تیز ہے کہ اگر تھوڑا سا بھی اس طرف جھکے تو جہنم رسید ہو گئے۔''

حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور وجد: شیخ خیر النساج علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ سیدنا موسیٰ بن عمران کلیم اللہ علیہ السلام نے ایک قوم کو ایک قصہ سنایا تو ان میں سے ایک آدمی نے چلانا شروع کر دیا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اسے جھڑک دیا تو اللہ نے آپ کی جانب وحی فرمائی:

''اے میرے کلیم! خلوق میری خوشبو سے مہکتی ہے اور میری محبت کا اظہار کرتی ہے اور میرے وجد سے چلاتی ہے، پس آپ میرے بندوں کی باتوں پر اعتراض نہ کریں۔''

ایک سکہ: منقول ہے کہ شیخ شبلی علیہ الرحمۃ کے قریب کسی آدمی نے کہا:

''ایک سکہ کے عوض دس ککڑیاں۔''

یہ سن کر آپ رو پڑے اور فرمایا:

''جب ایک سکے کی دس ککڑیاں ہوں تو برے لوگوں کا کیا حال ہوگا۔؟''

حوروں کا گانا: منقول ہے کہ جب جنت میں حوریں گانا گائیں گی تو درختوں پر پھول لگ جائیں گے۔

شیخ عون کی لونڈی: شیخ عون بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کی ایک لونڈی انتہائی خوش آواز تھی۔ آپ اس کو اشعار پڑھنے کا حکم دیتے تو وہ پرسوز آواز سے گاتی کہ سننے والے رو پڑتے۔

کمزور دل: شیخ ابو سلیمان دارانی علیہ الرحمۃ سے سماع کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''اچھی آواز کا ارادہ کرنے والا قلب کمزور ہوتا ہے۔ وہ اچھی آواز کے ذریعے اپنا علاج کرنا چاہتا ہے جس طرح بچے کو سلانے کیلئے لوری دی جاتی ہے۔''

تحریک قلب: شیخ ابو سلیمان دارانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''حسین صوت قلب میں کوئی چیز داخل نہیں کرتی بلکہ وہ تو فقط اس چیز کو تحریک دیتی ہے جو قلب میں موجود ہوتی ہے۔''

یہ سن کر شیخ ابن ابی حواری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! ابو سلیمان نے درست کہا ہے۔''

کونو ربانیین کا مطلب: شیخ جریری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''آیت مبارکہ میں ہے: کونوا ربانیین (رب والے ہو جاؤ) اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ سے سننے والے اور اس کے نام (کی مدد) سے کہنے والے بن جاؤ۔''

سماع ظاہری روشنی ہے: ایک صوفی سے سماع کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''سماع وہ بجلی ہے جو چمک کر بجھ جاتی ہے اور وہ نور ہے جو ظاہر ہوتا ہے پھر چھپ جاتا ہے۔ اگر یہ نور والے کے ساتھ ایک لحظہ بھر

کے لیے بھی رہ جائیں تو کس قدر شیریں ہوں گے۔؟"
انہوں نے پھر یہ اشعار پڑھے:

خطرة فی السر منہ خطرت
خطرة البرق ابدی ثم اضمحل
ای زور لك لو قصدا سری
وملم بك لو حقا فعل

"پوشیدگی ہی پوشیدگی میں خیال محبوب اس طرح آتا ہے جس طرح بجلی چمک کر مدھم پڑ جاتی ہے۔ اگر یہ قصداً خیال آیا تھا تو یہ کس قسم کی زیارت تھی کہ ٹھہرا نہیں اور چل دیا اور یہ اترنے والا کون تھا اگر اس نے حقیقت کو پالیا۔"

ہر عضو کا حصہ: منقول ہے کہ سماع میں ہر عضو کا حصہ ہوتا ہے جو آنکھوں کو ملتا ہے اس سے ہاتھ کپڑے پھاڑنے لگتے ہیں اور تھپڑ مارتے ہیں اور جو حصہ پاؤں کو ملتا ہے اس کے ذریعے وہ رقص کرنے لگتے ہیں۔

عجمی بادشاہ کا بیٹا: منقول ہے کہ ایک عجمی بادشاہ وصال کر گیا۔ اس کا فقط ایک چھوٹا بیٹا تھا لوگوں نے اس کی بیعت کرنے کا ارادہ کیا تو کہنے لگے:

"یہ کیسے پتہ چلے گا کہ وہ عقل مند ہے یا نہیں۔؟"

پھر انہوں نے اتفاق کیا کہ کسی قوال کو لائیں جو قوالی کرے۔ اگر وہ اس کی طرف اچھی طرح متوجہ ہو تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ سمجھ دار ہے۔ چنانچہ وہ ایک قوال کو لائے۔ جب قوال نے کچھ پڑھا تو بچہ ہنس پڑا۔ یہ سن کر ان سب نے زمین کو بوسہ دیا اور اس کی بیعت کر لی۔

غیبت سے محفوظ رہنے کا طریقہ: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ عمرو بن نجید، شیخ ابو القاسم نصر آبادی اور اس طبقہ کے کچھ صوفیاء ایک جگہ جمع ہوئے۔ شیخ ابو القاسم نصر آبادی نے فرمایا:

"جب احباب جمع ہو جائیں گے تو میں کچھ گفتگو کروں گا۔ ایک آدمی کوئی بات کرے اور باقی خاموش رہیں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی کی غیبت کریں۔"

بناوٹی حالت: شیخ ابو عمرو علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"تمہارا تمیں برس غیبت کرنا اس سے بہتر ہے کہ تم سماع میں اس حالت کا اظہار کرو جو تم میں نہیں ہے۔"

تین اقسام: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"باعتبار سماع لوگ تین اقسام میں منقسم ہیں: پہلی قسم: متسمع۔ دوسری قسم: مستمع۔ تیسری قسم: سامع۔ متسمع اپنے وقت کے ساتھ سنتا ہے۔ مستمع اپنے حال کے ساتھ سنتا ہے اور "سامع" حق کے ساتھ سنتا ہے۔"

اللہ کی طرف متوجہ کرنے والا کلام سننے میں کوئی حرج نہیں: میں (صاحب کتاب امام قشیری) نے شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ سے بارہا مرتبہ سماع سننے کی اجازت طلب کی لیکن وہ مجھے ٹال دیتے یعنی اس بات کی طرف اشارہ فرماتے کہ اس سے پرہیز ضروری ہے۔ پھر بار بار سوال کرنے میں ایک عرصہ گزر گیا تو انہوں نے فرمایا:

((ماجمع قلبك الی اللہ سبحانہ و تعالیٰ فلا باس بہ))

"جو تمہارے دل کو جمع کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف لے آئے اس کے سننے میں کوئی حرج نہیں۔"

درود کی اہمیت: مفسر قرآن صحابی رسول سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ کلیم اللہ

علیہ السلام کی جانب وحی فرمائی:

''میں نے تم میں دس ہزار کان بنائے تا کہ تم میرا کلام سنو۔ دس ہزار زبانیں بنائیں تا کہ تم میری بات کا جواب دو اور مجھے سب سے زیادہ پسند اور میرے قرب کا زیادہ باعث یہ ہے کہ تم نبی آخرالزماں محمد پر درود بھیجو۔''

سماع میں غلطی: منقول ہے کہ ایک صوفی خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس (سماع) میں اکثر لوگوں سے غلطی ہو جاتی ہے۔''

ابلیس کے دو گروہ: شیخ ابو الحارث اولاسی الشامی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''میں نے ابلیس ملعون کو خواب میں اولاس (قلعہ) کی چھت پر دیکھا، اس حالت میں کہ میں بھی چھت پر ہی تھا۔ ابلیس کے دائیں ایک گروہ تھا اور بائیں بھی جو عمدہ ترین لباس زیب تن کیے ہوئے تھے۔ ابلیس نے ان میں سے ایک گروہ سے گانا گانے کے بارے میں کہا تو اس گروہ نے گانا گایا۔ ان لوگوں کے گانے کی عمدگی سے میں گھبرا گیا حتیٰ کہ میں نے اپنے آپ کو چھت سے گرانے کا عزم کر لیا۔ پھر اس نے اس گروہ سے کہا: ناچو۔ وہ عمدہ طور پر ناچنے لگ گئے۔ پھر ابلیس نے مجھ سے کہا: اے حارث! میں تو فقط اسی ایک چیز کے سبب تم لوگوں میں گھس سکتا ہوں۔''

شیخ شبلی اور قوال کے اشعار: شیخ عبداللہ بن علی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک شب میں شیخ ابو بکر شبلی علیہ الرحمۃ کے ساتھ تھا۔ قوال نے کچھ اشعار پڑھے تو ابو بکر شبلی چلائے اور بیٹھے بیٹھے ہی ان پر وجد طاری ہو گیا۔ سوال کیا گیا:

''اے ابو بکر! یہ تمام لوگ کھڑے ہیں لیکن آپ کیوں بیٹھے ہیں۔؟''

یہ سن کر شیخ ابو بکر شبلی کھڑے ہو گئے اور حالت وجد میں ہی انہوں نے یہ شعر پڑھا:

لی سکرتان وللندمان واحدة
شیء خصصت به من بینهم وحدی

''مجھ پر دو مدہوشیاں طاری ہیں اور میرے قریبی ساتھیوں پر ایک۔ یہ وہ چیز ہے جس کے ساتھ ان میں سے فقط مجھے مخصوص کر لیا گیا ہے۔''

ایک نوجوان کی موت اور اشعار: شیخ ابو علی روذباری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں ایک محل کے قریب سے گزرا تو میں نے ایک خوبصورت نوجوان کو اس کے قریب گرا ہوا مردہ حالت میں دیکھا۔ لوگ اس کے ارد گرد اکٹھے ہو چکے تھے۔ میں نے اس کے متعلق استفسار کیا تو بتایا گیا:

''یہ نوجوان یہاں سے گزر رہا تھا اور اس محل میں ایک لونڈی یہ اشعار پڑھ رہی تھی

کبرت همة عبد
طمعت فی ان تراکا
او ما حسب لعین
ان تری من قد راکا

''وہ کس قدر بلند ہمت بندہ ہے جس نے تجھے دیکھنے کی آرزو کی۔ کیا آنکھ کیلئے اتنا کفایت نہیں کرتا کہ وہ ان حضرات کو ملاحظہ کر لے جنہوں نے تیری زیارت کی ہے۔؟''

یہ سن کر نوجوان نے ایک آہ بھری اور پھر فوت ہو گیا۔

اضافہ از مترجم:

وہ احادیث ملاحظہ فرمائیں کہ جن میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اشعار پڑھے بھی گئے اور بعض مرتبہ آپ نے خود بھی اس کی فرمائش کی۔

نوٹ: یہ تمام احادیث شمائل ترمذی سے لی گئی ہیں۔

حدیث نمبر 1: ((حدثنا علی بن حجر حدثنا شریك عن المقدام بن شریح عن ابیه عن عائشة قالت قیل لها کان النبی صلی الله علیه ولسم یتمثل بشیء من الشعر قالت کان یتمثل بشعر ابن رواحة ویتمثل ویقول یاتیك بالاخبار من لم تزود))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی شعر کو پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ کبھی عبداللہ بن رواحہ کے شعر پڑھتے اور کبھی یہ مصرع پڑھتے:

((ویاتیك بالاخبار من لم تزدد))

''اور تیرے پاس وہ شخص قسما قسم خبریں پہنچاتا ہے جو تجھ سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔''

حدیث نمبر 2: ((حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمن بن مهدی قال حدثنا سفین عن عبدالملك بن عمیر حدثنا ابوسلمة عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان اصدق کلمة قالها الشاعر کلمة لبید:

الا کل شیء ماخلاالله باطل

و کادامیة بن ابی الصلت ان یسلم))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً سب سے سچا شعر جو کسی شاعر نے کہا وہ لبید بن ربیعہ کا شعر ہے: **الا کل شیء ماخلاالله باطل** ''آگاہ رہو! سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہر چیز فانی ہے۔'' اور قریب تھا کہ امیہ بن ابی صلت مسلمان ہو جاتا۔''

حدیث نمبر 3: ((حدثنا محمد بن المثنی قال انبانا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن الاسود بن قیس عن جندب سفیان البجلی قال اصاب حجرا صبع رسول اللهصلی اللهعلیه وسلم فدمیت فقال

هل انت الا اصبع دمیت

وفی سبیل اللهمالقیت))

''حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُنگلی مبارک کو ایک پتھر لگا اور وہ خون آلود ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر پڑھا: کیا تو صرف لہولہان ہوئی ہے اور یہ بھی ضائع نہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں یہ تکلیف پہنچی جس کا ثواب ہوگا۔''

حدیث نمبر 4: ((حدثنا محمدبن بشار حدثنا یحییٰ بن سعید حدثنا سفین الثوری حدثنا ابواسحق عن البراء بن عازب قال قال له رجل افررتم عن رسول الله صلی الله علیه وسلم یا اباعمارة

فقال لا واللہ ما ولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن ولی سرعان الناس تلقتھم ھوازن بالنبل ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن ولی سعران الناس تلقتھم ھوازن بالنبل ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بغلتہ ابو سفین بن الحارث بن عبدالمطلب اخذ بلجامھا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول:

انا النبی لا کذب

انا ابن عبدالمطلب))

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسے ایک شخص نے کہا: اے ابو عمارہ! کیا جنگ (حنین) میں تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے تو انہوں نے جواب میں فرمایا: ہر گز نہیں! قسم ہے! اللہ جل جلالہ کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ نہیں پھیرا بلکہ ہراول دستے کے چند آدمی کہ قبیلہ ہوازن کے تیر اندازوں کے مقابل میں آئے تھے وہ فرار ہوئے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

انا النبی لا کذب

انا ابن عبدالمطلب

''میں نبی ہوں اس میں جھوٹ ہر گز نہیں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔''

حدیث نمبر 5: ((حدثنا اسحق بن منصور حدثنا عبدالرزاق حدثنا جعفر بن سلیمان انبانا ثابت عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکۃ فی عمرۃ القضاء وابن رواحۃ یمشی بین یدیہ وھو یقول:

خلو بنی الکفار عن سبیلہ

الیوم نضربکم علی تنزیلہ

ضربا یزیل الھام عن مقیلہ

ویذھل الخلیل عن خلیلہ

فقال لہ عمر یا ابن رواحۃ بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی حرم اللہ تعالیٰ تقول شعرا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خل عنہ یا عمر فلھی اسرع فیھم من نضح النبل))

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کے برس مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چل رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

خلو ابنی الکفار عن سبیلہ

الیوم نضربکم علی تنزیلہ

ضربا یزیل الھام عن مقیلہ

ویذھل الخلیل عن خلیلہ''

''اے کافرزادو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ سے دور ہو جاؤ! آج میں قرآن کے حکم کے مطابق ماروں گا۔ اسی طرح ماریں

گے کہ دوبارہ تمہیں قیلولہ کرنے کی نوبت نہیں آئے گی اور تم کو ایسا ماریں گے کہ تمہارا ایک دوست دوسرے دوست کو بھول جائے گا۔''
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: اے ابن رواحہ! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اور حرم شریف کے اندر تو شعر پڑھ رہا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے عمر! اسے چھوڑ دو! یہ اشعار ان میں اثر کرنے میں تیر برسانے سے زیادہ سخت ہیں۔''

حدیث نمبر 6: ((حدثنا علی بن حجر انبانا شریك عن سماك بن حرب عن جابر بن سمره قال جالست رسول الله صلی الله علیه وسلم اكثر من مائة مرة وكان اصحابه یتناشدون الشعر ویتذاكرون اشیآء من امر الجاهلیة وهو ساكت وربما تبسم معهم))

''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں سو مرتبہ سے زیادہ بیٹھا ہوں اور ان مجالس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اشعار پڑھتے تھے اور جاہلیت کے دور کے کچھ قصے بیان کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہتے۔ نیز بسا اوقات ان کے ساتھ تبسم بھی فرماتے تھے۔''

حدیث نمبر 7: ((حدثنا علی بن حجر انبانا شریك عن عبدالملك بن عمیر عن ابی سلمة عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال اشعر كلمة تكلمت بها العرب كلهة لبیدالا كل شیء ماخلاالله باطل))

''جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شعراء عرب نے جو اشعار کہے ہیں ان میں سب سے زیادہ عمدہ لبید کا یہ شعر ہے:

" الا كل شیء ماخلاالله باطل "

''آگاہ رہو! سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہر چیز فانی ہے۔''

حدیث نمبر 8: ((حدثنا احمد بن منیع حدثنا مروان بن معویه عن عبدالله بن عبدالرحمن الطائفی عن عمرو ابن الشرید عن ابیه قال كنت ردف رسول الله صلی الله علیه وسلم فانشدته مائة قافیة من قول امیة بن ابی الصلت كلما انشدته بیتا قال لی النبی صلی الله علیه وسلم هیه حتی انشدته مائة یعنی بیتا فقال النبی صلی الله علیه وسلم ان كادلیسلم))

''حضرت شرید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ ایک سواری پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹھ مبارک کے پیچھے سوار تھا تو میں نے امیہ بن ابی صلت کے ایک سو شعر سنائے۔ جب میں سو شعر سنا چکا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: اور پڑھ۔ حتی کہ میں نے سو شعر پڑھ دیئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ممکن ہے کہ یہ مسلمان ہو جائے۔''

حدیث نمبر 9: ((حدثنا اسماعیل بن موسیٰ الفرازی وعن علی بن حجر والمعنی واحد قالا انبانا عبدالرحمن بن ابی الزناد عن هشام بن عروه عن ابیه عن عائشة رضی اللهعنها قالت كان رسول الله صلی الله علیه وسلم یضع لحسان بن ثابت منبرا فی المسجد یقوم علیه قائما خرعن رسول الله صلی الله علیه وسلم اوقالت ینافع عن رسول الله صلی الله علیه وسلم ویقول رسول الله صلی الله علیه وسلم ان اللهیوتید حسان بروح القدس ماینافح اویفاخر عن رسول الله صلی الله علیه وسلم حدثنا اسماعیل بن موسی علی بن حجر قالا حدثنا ابن ابی الزناد عن ابیه عن عروة عن عائشة رضی اللهعنها

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثلہ))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد (نبوی) میں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے منبر رکھایا کرتے تھے کہ وہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مفاخرۃ کریں، یا ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کریں اور حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب تک کہ حسان بن ثابت اللہ کے رسول کی طرف سے مدافعت یا مفاخرۃ بیان کرتے رہیں گے یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ حسان کی جبریل کے ذریعہ مدد فرماتا رہے گا۔''

☆☆☆

فصل نمبر 55:

کرامات اولیاء

ظہور کرامات: میں (صاحب کتاب امام قشیری) کہتا ہوں کہ کرامات اولیاء کا ظاہر ہونا جائز ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ یہ ایک ایسا امر ہے جسے عقل تسلیم کرتی ہے اور اس سے شرعی حدود میں سے کوئی حد نہیں ٹوٹتی۔ پس اللہ تعالیٰ کا اس کے ایجاد پر قادر ہونے کے وصف سے موصوف ہونا واجب ہے۔ جب یہ بات واجب ہے کہ یہ اللہ کی قدرت میں ہے تو اس کے حصول کے جواز میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں۔

کرامت کا معنی ومفہوم: ظہور کرامت اس امر کی دلیل ہے کہ جس کے ہاتھ پر یہ ظاہر ہوئی ہے وہ اپنے احوال میں صادق ہے کیونکہ جو آدمی اپنے احوال میں صادق نہ ہو اس سے اس قسم کی کرامت کا ظہور درست نہیں۔ کرامات پر جس امر سے دلالت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس قدیم ذات یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمیں سچے اور جھوٹے میں فرق کرنے کیلئے استدلال کی پہچان کرائی ہے جو عقل میں آسکتا ہے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب ولی کو کچھ ایسے امور کے ساتھ خاص کر دیا جائے جو جھوٹے دعویٰ دار میں نہیں پائے جاسکتے اور یہی کرامت ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔

عادات کے خلاف فعل: لازم ہے کہ کرامت ایسا فعل ہو جو عام عادت کے خلاف ہو اور ایسے آدمی سے ظاہر ہو جو ولایت کے ساتھ موصوف ہو تا کہ اس کی حالت سے اس کی تصدیق ہو سکے۔

معجزہ اور کرامت میں فرق:

1: صاحبان تحقیق نے کرامت اور معجزہ میں فرق کے سلسلے میں بحث کی ہے۔ چنانچہ امام ابو اسحاق اسفرائنی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''معجزات نبی کی سچائی کے دلائل ہیں اور نبوت کی دلیل نبی کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہوسکتی جس طرح عقل محکم کسی عالم کے عالم ہونے کی دلیل ہے تو وہ غیر عالم کے پاس نہیں ہوسکتی۔ اولیاء کرام کے لئے کرامات ہیں۔ جیسے دعا کا قبول ہونا، لیکن جو چیزیں انبیاء کرام کے معجزات ہیں وہ کبھی بھی کسی ولی کی کرامت نہیں ہوسکتی۔''

2: حضرت امام ابوبکر بن فورک علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''معجزات دلائل صداقت ہیں۔ پھر اگر وہ آدمی نبوت کا دعویٰ کرے تو معجزہ اس کے قول کی سچائی کی دلیل ہے اور اگر وہ ولایت کی طرف اشارہ کرے اور یہ خارق عادت فعل اس کی حالت کے صدق کی دلیل ہے تو اس کو کرامت کہتے ہیں، معجزہ نہیں کہتے۔ اگرچہ وہ جنس معجزات میں سے ہی کیوں نہ ہو کیونکہ نبوت اور ولایت میں فرق ہے (اسی طرح معجزہ اور کرامت میں بھی فرق ہے)۔''

3: حضرت امام ابوبکر بن فورک علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''معجزہ اور کرامت میں فرق ہے۔ وہ یہ کہ انبیاء کرام کو اظہار معجزات کا حکم دیا گیا اور ولی پر کرامت چھپانا واجب ہے۔ نبی معجزہ کا دعویٰ کرتا اور اس سلسلے میں قطعی بات کرتا ہے اور ولی اس کا دعویٰ بھی نہیں کرتا اور قطعی قول بھی نہیں کرتا کیونکہ ہوسکتا ہے یہ صرف دھوکہ ہو۔''

4: شیخ قاضی ابوبکر اشعری علیہ الرحمۃ جو یکتا روزگار تھے، کا ارشاد ہے:

''معجزہ نبی کے ساتھ خاص ہوتا ہے اور کرامت ولی کے ساتھ اسی طرح خاص ہوتی ہیں جس طرح معجزات انبیاء کے لیے، لیکن اولیاء کرام کیلئے معجزہ نہیں ہوتا کیونکہ معجزہ کیلئے شرط ہے کہ اس کے ساتھ دعویٰ نبوت بھی ہو۔ معجزہ بذات خود عاجز کرنیوالا نہیں ہوتا۔ یہ معجزہ

تب بنتا ہے جب اس میں بہت سی صفات پائی جائیں۔ جب ان شرائط میں سے کسی ایک شرط میں بھی خلل ہو تو وہ معجزہ نہیں ہوگا اور ان شرائط میں سے ایک نبوت کا دعویٰ ہے اور ولی نبوت کا دعویٰ نہیں کرتا لہٰذا جو کچھ اس کے ہاتھوں سے ظاہر ہوتا ہے وہ معجزہ نہیں ہوتا۔''

امام قشیری کی رائے: (امام قشیری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں) ہم اس قول پر یقین رکھتے ہیں اور اس کے ہر لحاظ سے قائل ہیں بلکہ یہی ہمارا دین ہے۔ پس معجزہ کی تمام یا اکثر شرائط کرامت میں پائی جاتی ہیں لیکن یہ ایک شرط (یعنی دعویٰ نبوت) نہیں پائی جاتی اور کرامت یقیناً ایک نو پید فعل ہے کیونکہ قدیم فعل کسی ایک کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتا۔

کرامت عادت کے خلاف کوئی عمل ہوتا ہے اور یہ تکلیف کے وقت پائی جاتی ہے۔ کرامت کسی بندے سے اس لیے ظاہر ہوتی ہے کہ اس کی تخصیص اور فضیلت ظاہر ہو جائے۔ کبھی یہ کرامت ولی کے اختیار اور دعا سے ظاہر ہوتی ہے اور کبھی ظاہر نہیں ہوتی اور بعض اوقات اس کے اختیار کے بغیر ظاہر ہوتی ہے۔ ولی کو اس بات کا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ لوگوں کو اپنی مجلس اختیار کرنے کی دعوت دیں لیکن اگر وہ اہل لوگوں کے سامنے اظہار کرے تو جائز ہے۔

ولی کو اپنی ولایت کا علم ہوتا ہے کہ نہیں: کیا ولی کو اپنا ولی ہونا معلوم ہوتا ہے یا نہیں؟ یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ چنانچہ امام ابو بکر بن فورک علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''یہ بات ماننا جائز نہیں کہ ولی کو اپنے ولی ہونے کا علم ہوتا ہے، کیونکہ اس طرح تو اس کا خوف ختم ہو جائے گا اور وہ بے فکر ہو جائے گا۔

لیکن شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ بات ماننا جائز ہے کہ ولی کو اپنے ولی ہونے کا علم ہو سکتا ہے۔

(صاحب کتاب امام قشیری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں) ہم بھی اسی بات کو ترجیح دیتے ہیں اور اسی کے قائل ہیں جو شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ نے فرمائی ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ تمام اولیاء کرام کو اپنے ولی ہونے کا علم ہو لیکن بعض کو اس بات کا علم ہونا جائز ہے جس طرح بعض کو اس کا علم نہ ہونا جائز ہے اور جب کسی ولی کو اپنی ولایت کا علم حاصل ہو جائے تو اس علم کا حصول بھی اس کی کرامت ہے۔

نبی اور ولی..... کرامت اور معجزہ: یہ لازم نہیں کہ جو کرامت کسی ایک ولی کیلئے ہو وہی بعینہٖ سب اولیاء کے لیے ہو، بلکہ اگر کسی ولی کیلئے دنیا میں کرامت ظاہر نہ بھی ہو تو اس سے اس کے ولی ہونے میں کوئی اندیشہ لازم نہیں آتا، برعکس انبیاء کرام کے، ان کے لئے معجزات کا ہونا ضروری ہے کیونکہ نبی کو مخلوق کی طرف بھیجا جاتا ہے لہٰذا لوگ اس کی پہچان کے محتاج ہوتے ہیں اور یہ پہچان فقط معجزہ کے ذریعے سے ہی ممکن ہے۔ جب کہ ولی کا معاملہ اس کے برخلاف ہوتا ہے کیونکہ مخلوق پر واجب نہیں کہ وہ ولی کی ولایت کو تسلیم کریں بلکہ خود اس ولی پر بھی واجب نہیں کہ اس کو اس کے ولی ہونے کا علم ہو۔ عشرہ مبشرہ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خبر کے معاملے میں تصدیق کی جو آپ نے ان کو دی تھی کہ تم لوگ جنتی ہو۔

ولایت کو جاننا: جس نے یہ قول ہے کہ ولی کے لئے اپنی ولایت کو جاننا جائز نہیں ہے کیونکہ اس طرح وہ بے خوف ہو جائے گا تو اس میں کوئی بات نہیں کیونکہ وہ انجام کے بدلنے سے ڈرتے ہیں اور ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی جو ہیبت، تعظیم اور بزرگی کا عقیدہ ہے وہ بڑھتا رہتا ہے اور وہ اس خوف سے کہیں زیادہ ہے۔

ولی کا اپنی کرامت پر نظر رکھنا: جان لو کہ ولی سے جو کرامت ظاہر ہوتی ہے اس پر اس کا نظر رکھنا درست نہیں۔ بعض اوقات اس قسم کی کرامات کے ظہور سے ان لوگوں کا یقین مضبوط اور بصیرت بڑھ جاتی ہے کیونکہ ان کو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ یہ اللہ کا فعل ہے پس وہ اس کے ذریعے اپنے عقائد کی درستگی پر استدلال کرتے ہیں۔

ولی کو اپنی کرامت کا علم ہوتا ہے: مختصر یہ ہے کہ اولیاء پر کرامات کے ظہور کے جواز کا قول واجب ہے اور جمہور اہل معرفت کا

یہی نظریہ ہے اور چونکہ اس قسم کی خبریں اور واقعات کثرت سے منقول ہیں اس لیے اولیاء کرام سے ان کرامات کے ظہور اور ان کے اس بات کو جاننے سے ان کا علم مضبوط ہو جاتا ہے جس سے شکوک وشبہات اٹھ جاتے ہیں۔

قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ مذکور ہے (جب ان کی امت کے ایک ولی نے کہا:)

((انا اتیك به قبل ان یرتد الیك طرفك))

''میں اسے آپ کے پاس حاضر کردوں گا اس سے پہلے کہ آپ اپنی آنکھ کی پلکوں کو ہلائیں۔'' (سورۃ النمل، آیت نمبر:۴۰)

حالانکہ اس قول کے قائل حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ تھے جو کہ نبی نہ تھے۔

سیدنا عمر فاروق کی کرامت: حدیث مبارکہ سے دلیل اس طرح ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے جمعہ کے دن خطبہ کے دوران فرمایا:

((یا ساریة الجبل))

''اے ساریہ! پہاڑ کی جانب دھیان دو۔'' (تاریخ الامم والملوک، جلد۴، صفحہ نمبر:۱۷۸) (البدایہ والنہایہ، جلد نمبر:۷، صفحہ نمبر:۱۳۱)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز اس وقت حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئی اور وہ اسی وقت پہاڑ کے ان مقامات کی جانب متوجہ ہوئے جہاں دشمن چھپا ہوا تھا۔

<u>کیا کوئی کرامت معجزہ سے بڑھ کر ہوتی ہے:</u>

سوال: ایسی کرامات کے ظہور کا کیسے امکان ہے جو انبیاء کرام کے معجزات سے بڑھ کر ہوں۔؟ نیز کیا اولیاء کرام کو انبیاء کرام پر فضیلت دینا جائز ہے؟

جواب: اس امت کے اولیاء کی کرامات ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات شمار کی جاتی ہیں۔ بلاشبہ جو کوئی آدمی اسلام میں سچا نہیں اس سے کرامت کا ظہور نہیں ہوتا اور جس نبی کے کسی امتی سے کرامت ظاہر ہو وہ اس نبی کا معجزہ شمار کی جاتی ہے، کیونکہ اگر وہ سچا نبی نہ ہوتا تو اس کی پیروی کرنے والے سے کرامت کا ظہور نہ ہوتا۔

اب رہا سوال کے دوسرے حصے کا جواب تو جہاں تک اولیاء کرام کے مرتبہ ومقام کا تعلق ہے تو اس بات پر ساری امت کا اجماع ہے کہ اولیاء کبھی بھی انبیاء کرام کے مقام ومرتبہ تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔

چنانچہ شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ سے اسی مسئلہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''جتنا علم ومرتبہ ومعجزات انبیاء کرام کو حاصل ہیں اس کی مثال شہد کے مشکیزے سے ٹپکنے والے قطرہ کی سی ہے اور جو کچھ مشکیزے کے اندر ہے وہ ہمارے نبی کے مقام ومرتبہ ومعجزات کی مثال ہے۔''

کرامات کی مختلف صورتیں: کرامات کبھی تو قبولیت دعا کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں، کبھی فاقہ کے وقت کسی ظاہری سبب کے بغیر کھانا میسر آنے کی صورت میں یا کبھی پیاس کے وقت فوراً پانی حاصل ہونے یا تھوڑی سی مدت میں طویل مسافت طے کرنے یا دشمن سے چھٹکارا حاصل ہونے یا غیبی خطاب سننے وغیرہ کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں۔ المختصر ایسی باتوں کا ظہور ہوتا ہے جو عام عادات کے خلاف ہیں۔

کس چیز کو کرامت نہیں کہا جا سکتا: جان لو کہ موجودہ زمانہ میں اللہ کی بعض قدرتوں کا ظہور ہوتا ہے اور ان سے قطعی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ اولیاء کرام سے بطور کرامت ظاہر نہیں ہو سکتیں۔ ان چیزوں کا علم ضروری طور پر یا بطور شبہ ضروری حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً: کوئی بچہ والدین کے بغیر پیدا ہو جائے یا جمادات میں سے کوئی چیز جانور یا چوپایہ کی شکل میں بدل جائے اور اس طرح کی

بہت سی مثالیں ہیں۔

ولی بمعنی فاعل: اگر پوچھا جائے کہ ولی کا معنی کیا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ لفظ ولی دو باتوں کا متحمل ہے۔ یا تو فعیل سے فاعل سے مبالغہ ہے جیسا کہ علیم اور قدیر۔ تب اس کا معنی ہے: وہ بندہ جس میں تسلسل کے ساتھ عبودیت پائی جاتی ہے اور وہ کوئی گناہ نہ کرتا۔

ولی بمعنی مفعول: یا پھر لفظ ولی فعیل سے مفعول کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ قتیل مقتول کے معنی میں ہے اور جریح مجروح کے معنی میں ہے۔ تب ولی اس بندے کو کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لیے جس کا دوست و مددگار بن جائے اور اس کی حفاظت و نگہبانی کرے۔

پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے بندے کو جو گناہوں پر طاقت ہوتی ہے وہ سلب کر لی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے عبادت و اطاعت پر قدرت کی توفیق ہمیشہ کے لیے عطا فرما دیتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((وهو يتولى الصالحين))

''اور اللہ تعالیٰ صالحین کا ولی ہے۔'' (سورۃ الاعراف، آیت نمبر: ۱۹۶)

معصوم یا محفوظ: اگر سوال کیا جائے کہ کیا ولی معصوم ہوتا ہے تو جواب یہ ہے کہ انبیاء کرام کی معصومیت واجب ہے لیکن ولی کی معصومیت واجب نہیں ہے۔ ہاں اولیاء کرام ''محفوظ'' ہوتے ہیں حتیٰ کہ وہ گناہ پر اصرار نہیں کرتے۔ اگرچہ کمزوری، غلطی اور لغزش ان میں پائی جاتی ہے اور یہ بات ان کے محفوظ ہونے کے وصف میں رکاوٹ نہیں ہے۔

چنانچہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''اے ابوالقاسم! کیا عارف زنا کا مرتکب ہو سکتا ہے؟''

انہوں نے کچھ دیر سر جھکایا اور پھر فرمایا:

((وكان امر الله قدرا مقدورا))

''اور اللہ کا کام مقرر تقدیر ہے۔'' (سورۃ الاحزاب، آیت نمبر: ۳۸)

انجام کا فکر: اگر سوال کیا جائے کہ کیا اولیاء کرام اپنی کرامات کی وجہ سے انجام کے خوف سے بے فکر ہو جایا کرتے تھے۔؟ جواب یہ ہے کہ اکابر پر تو ہمیشہ خوف غالب رہتا تھا۔ کبھی کبھار خوف ساقط بھی ہو جاتا ہے۔

شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اگر کوئی آدمی کسی باغ میں جائے جس میں کثیر درخت ہوں اور ہر درخت پر ایک پرندہ ہو جو فصیح زبان سے کہے: السلام علیک یا ولی اللہ'' اے اللہ کے ولی! تجھ پر سلام ہو''۔ اب اگر اسے یہ خوف نہ ہو کہ یہ فریب ہے تو وہ دھوکہ کھا جائے گا۔''

صوفیاء کرام کے واقعات میں اس طرح کی کثیر امثلہ موجود ہیں۔

ولی کا خاتمہ: اگر سوال کیا جائے کہ جو آدمی فی الوقت ولایت کے عہد پر ہے کیا اس کے انجام میں تبدیلی ہو سکتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں نے ولایت میں ''حسن موافاۃ'' (اچھی وفاداری) کی شرط لگائی ہے ان کے نزدیک ایسا ممکن نہیں اور جس نے کہا کہ اس وقت وہ حقیقتاً مومن ہے اگرچہ بعد میں اس کی حالت بدل جائے تو یہ بات بعید نہیں کہ وہ فی الحال سچا ہو، پھر اس میں تبدیلی آ جائے۔ دوسری بات ہمارے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ولی کی کرامات میں سے ایک کرامت یہ ہو کہ

اسے معلوم ہو کہ اس کا انجام خیر پر ہوگا اور بطور کرامت وہ جانتا ہو کہ اس کے انجام میں تبدیلی نہیں آئے گی۔ پس اس مسئلہ کو اس مسئلہ کے ساتھ ملایا جائے جو ہم نے ذکر کیا کہ ولی کے لئے جائز ہے کہ اسے اپنی ولایت کا علم ہو۔

ولی اور حقیقت مشاہدہ: اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا ولی سے مکروفریب کا خوف زائل ہو جاتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ولی اپنے مشہود (جس کا مشاہدہ کر رہا ہے) میں مشغول ہو اور اپنی اس حالت کی وجہ سے احساس کھو بیٹھے تو یہ آدمی غلبۂ حال کی وجہ سے اپنے آپ سے کھویا ہوا ہے اور خوف ان لوگوں کی صفات میں سے ہے جن کے احساسات حاضر ہوں۔

حالت ہوش اور ولی کی کیفیت: اگر یہ سوال کیا جائے کہ ہوش کی حالت میں ولی پر کون سی حالت اغلب ہوتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ولی حالتِ ہوش میں سچے دل سے اللہ سبحانہ کے حقوق ادا کرتا ہے۔ پھر وہ ہر حالت میں اللہ کی مخلوق پر شفقت اور مہربانی کرتا ہے اور تمام مخلوق پر اپنی رحمت کو پھیلاتا ہے۔ پھر اچھے اخلاق کے ساتھ ان کی باتوں کو برداشت کرتا ہے اور لوگوں کے مطالبہ کے بغیر ہی وہ اللہ سے ان کے لیے بھلائی کی دعا مانگتا ہے۔

پس ولی لوگوں کی نجات کیلئے اپنی پوری طاقت استعمال میں لاتا ہے اور ان سے انتقام نہیں لیتا اور اس بات سے بچتا ہے کہ کہیں اس میں ان لوگوں کے بارے میں کینہ پیدا نہ ہو۔ علاوہ ازیں وہ ان کے مالوں کی طرف اپنا ہاتھ نہیں بڑھاتا اور ان سے ہر قسم کا لالچ ترک کر دیتا ہے اور زبان کو کھلا رکھنے کے بعد ان سے روک لیتا ہے کہ کہیں ان کی برائی بیان نہ کرے اور وہ ان کی برائیاں دیکھنے سے اپنے آپ کو بچاتا ہے اور وہ ان سے دنیا اور آخرت میں کسی قسم کا جھگڑا نہیں کرتا۔ پس یہ بات ثابت ہوئی کہ اولیاء اللہ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ ان کو عبادت کی دائمی توفیق دی جاتی ہے اور ہر لمحہ انہیں گناہوں اور مخالفت شریعت سے بچا لیا جاتا ہے۔

بے موسم پھل: قرآن مجید نے اولیاء کرام کی کرامات کو بیان فرمایا ہے۔ انہی کرامات میں سے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم کے پھلوں کی موجودگی بھی ہے، حالانکہ وہ نہ تو نبی تھیں اور نہ ہی رسول۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((کلما دخل علیها ذکریا المحراب وجد عندها رزقا))

''جب بھی ذکریا محراب میں داخل ہوتے تو مریم کے پاس بے موسم کا پھل پاتے۔''

پس حضرت ذکریا علیہ السلام حضرت مریم سے پوچھتے:

((انی لک هذا))

''یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟''

وہ کہتیں:

((هو من عند الله))

''وہ اللہ کے پاس سے ہے۔'' (سورۃ آل عمران، آیت نمبر: ۳۷)

کھجور کے خشک درخت کا سرسبز اور پھل دار ہونا: حضرت مریم علیہا السلام کی کرامت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وهزی الیک بجذع النخلة تسقط علیک رطباً جنیاً))

''اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا۔ وہ تجھ پر تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرائے گی۔'' (سورۃ المریم، آیت نمبر: ۲۵)

پھر تعجب کی بات یہ کہ وہ موسم بھی کھجوروں کا موسم نہیں تھا۔

واقعۂ اصحاب کہف: قرآن مجید میں اصحاب کہف کا قصہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ان کے ساتھ عجیب وغریب واقعات پیش

آئے، بالخصوص یہ کہ کتا ان سے ہم کلام ہوا۔
واقعہ سیدنا ذوالقرنین: قرآن مجید نے ذوالقرنین کا واقعہ بھی بیان فرمایا ہے کہ اللہ نے ان سے وہ کام کروالیا جو دوسرے نہیں کر سکتے تھے۔

سیدنا خضر و سیدنا موسیٰ کا واقعہ: قرآن مجید نے کرامات بیان کرتے ہوئے سیدنا خضر علیہ السلام کا اپنے ہاتھوں سے ٹیڑھی دیوار کو کھڑا کرنے کا واقعہ بیان فرمایا ہے اور دیگر عجیب واقعات بھی بیان فرمائے ہیں اور بتایا ہے کہ سیدنا خضر علیہ السلام ان باتوں کو بھی جانتے تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چھپی ہوئی تھیں۔ یہ تمام کام عادت کے خلاف تھے، حالانکہ حضرت خضر نبی نہ تھے بلکہ ولی تھے۔ (جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ سیدنا خضر علیہ السلام نبی ہیں، نہ کہ ولی)
حضرت عیسیٰ: قرآن مجید میں ہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی چند گھنٹوں کی عمر میں تھے کہ آپ نے فرمایا:
''اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور مجھے کتاب بھی عطا فرمائی ہے۔''
تین بچوں کی گفتگو: کرامات کے بارے میں بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ان احادیث میں سے ''جریج راہب'' کا قصہ بھی ہے۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''پنگھوڑے میں صرف تین افراد نے کلام کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم نے اور جریج راہب کے زمانے کے دو بچوں نے۔''
حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

(قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یتکلم فی المھد الا ثلاثۃ: عیسی بن مریم، وصبی فی زمن جریج، وصبی آخر، فاما عیسی فقد عرفتموہ، واما جریج فکان رجلا عابدا فی بنی اسرائیل، و کانت لہ ام، فکان یوما یصلی اذا اشتاقت الیہ امہ، فقالت: یا جریج، فقال: یا رب، الصلاۃ خیر ام اتیھا؟ ثم صلی، فدعتہ، فقال مثل ذلک، ثم صلی، فاشتد علی امہ، فقالت: اللھم لا تمتہ، حتی تریہ وجوہ المومسات، و کانت زانیۃ فی بنی اسرائیل..........الخ))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عیسیٰ علیہ السلام نے پنگھوڑے میں گفتگو کی اور جریج کے زمانے کے ایک بچے نے گفتگو کی اور ایک اور بچے نے بھی بچپن میں گفتگو کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ تو مشہور ہے پس جریج کا واقعہ اس طرح ہے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے ایک عابد تھا اور اس کی والدہ زندہ تھی۔ ایک روز جریج نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی والدہ کو ان کا اشتیاق ہوا۔ پس والدہ نے ان کو آواز دی: اے جریج! انہوں نے کہا: اے میرے رب! کیا نماز بہتر ہے یا ماں کے پاس جانا بہتر ہے؟ پھر وہ نماز پڑھنے لگ گئے۔ والدہ نے پھر آواز دی۔ جریج نے نماز جاری رکھی۔ والدہ پر یہ ناگوار گزرا۔ پس اس نے کہا: اے اللہ! موت سے پہلے اس کا زانی عورتوں سے واسطہ پڑے۔ بنی اسرائیل میں ایک زانی عورت تھی۔ اس نے لوگوں سے کہا: میں جریج کو پھسلانا چاہتی ہوں تاکہ وہ زنا کرے۔ وہ اس کے پاس آئی لیکن وہ اسے پھسلا نہ سکی۔ ایک چرواہا رات کے وقت جریج کے عبادت خانہ کے قریب پناہ لیتا تھا۔ جب وہ خاتون عاجز آ گئی تو اس نے اس چرواہے کو پھسلایا۔ اس چرواہے نے اس سے زنا کیا اور ایک بچہ پیدا ہوا۔ عورت نے تہمت لگاتے ہوئے کہا: یہ بچہ جریج کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے۔ بنی اسرائیل جریج کے پاس آئے، اس کا عبادت خانہ منہدم کر دیا اور اسے گالی گلوچ کی۔ پھر جریج نے نماز پڑھ کر دعا مانگی اور بچے کو حرکت دی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں جب آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ (جریج نے پوچھا:) اے لڑکے! تیرا والد کون ہے؟ بچے نے کہا: فلاں چرواہا۔ پس وہ لوگ اپنے کیے پر شرمندہ ہوئے اور اس سے معذرت کرنے لگے اور پھر کہا:

''ہم تمہارے لئے سونے یا چاندی کا عبادت خانہ تعمیر کریں گے۔''

لیکن جریج نے انہیں منع کر دیا اور اس کے لیے وہی عبادت خانہ پہلے کی طرح بنایا گیا۔

(صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، رقم الحدیث:۳۴۳۶)

تیسرے بچے کا واقعہ یہ ہے کہ ایک خاتون تھی جس کے ساتھ اس کا بچہ تھا جو دودھ پی رہا تھا۔ ان ماں بیٹا کے قریب سے ایک خوبصورت اور اچھی وضع قطع والا نوجوان گزرا۔ اس خاتون نے عرض کیا:

''اے اللہ! میرے بیٹے کو اس طرح کا بنانا۔''

بچے نے ماں کا دودھ چھوڑ کر عرض کیا:

''اے اللہ! مجھے اس طرح کا نہ بنانا۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ گویا میں اس وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاحظہ کر رہا ہوں کہ جب آپ اس بچے کا واقعہ بیان کر رہے تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''پس وہ بچہ دوبارہ دودھ پینے لگ گیا۔ اسی دوران اس کے پاس سے ایک عورت گزری جس کے بارے میں لوگوں میں مشہور تھا کہ اس نے چوری اور زنا کیا ہے اور اس کو سزا ہوئی۔ بچے کی ماں نے عرض کیا:

''اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنانا۔''

اس بچے نے دودھ چھوڑ کر عرض کیا:

''یا اللہ! مجھے اس جیسا بنا دے۔''

والدہ نے اپنے نو عمر بیٹے سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا:

''پہلا آدمی جو حسین و جمیل تھا وہ ظالم اور جابر لوگوں میں سے تھا اور یہ عورت کہ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے زنا کیا لیکن اس نے زنا نہیں کیا اور کہا گیا کہ اس نے چوری کی ہے حالانکہ اس نے چوری نہیں کی اور وہ کہتی ہے: میرے لیے اللہ ہی کافی ہے۔''

یہ حدیث صحیح احادیث کی کتب میں موجود ہے۔

تین اشخاص کی دعائیں اور مصیبت سے نجات: صحیح حدیث میں غار کے تین ساتھیوں کا ذکر ہے:

(انطلق ثلاثة رهط ممن كان قبلكم، فاواهم المبيت الى غار فدخلوه، فانحدرت صخرة من الجبل، فسدت عليهم الغار، فقالوا :انه والله لا ينجيكم من هذا الصخرة الا ان تدعوا الله ....الخ))

''حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی قوموں میں سے تین آدمیوں کو (بارش اور آندھی کی وجہ سے) ایک غار میں رات بسر کرنا پڑ گئی۔ پہاڑ سے ایک بہت بڑا پتھر گرا اور غار کا دروازہ بند ہو گیا۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! اس چٹان سے نجات کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ اللہ سے اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا مانگو۔ پس ان میں سے ایک نے کہا: میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور میں ان سے پہلے اپنے اہل و عیال کو دودھ نہیں پلاتا تھا۔ ایک دن درختوں کی تلاش میں مجھے دیر ہو گئی اور میں ان تک نہ پہنچ سکا حتیٰ کہ وہ سو گئے۔ میں نے ان کے لئے دودھ دوہا اور ان کے پاس لے آیا۔ میں نے ان کو سویا ہوا پایا تو ان کو جگانا مناسب خیال نہ کیا اور ان سے پہلے گھر والوں اور بچوں کو دودھ پلانا بھی پسند نہ کیا۔ میں ان کے بیدار ہونے کے انتظار میں ہاتھ میں پیالہ لیے کھڑا رہا حتیٰ کہ صبح طلوع ہو گئی۔ وہ دونوں جاگے اور انہوں

نے دودھ نوش کیا۔ اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا کی خاطر کیا ہے تو ہم سے اس مصیبت کو دور کر دے جس میں ہم مبتلا ہیں۔ اس دعا سے فوراً پتھر تھوڑا سا سرک گیا، لیکن ابھی اتنا راستہ نہیں بنا تھا کہ وہ نکل سکیں۔ دوسرے آدمی نے کہا: اے اللہ! میری چچازاد تھی اور وہ مجھے سب لوگوں سے زیادہ پسند تھی۔ میں نے اس کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی لیکن وہ نہ مانی حتیٰ کہ وہ قحط سالی میں مبتلا ہو گئی۔ وہ ایک مرتبہ میرے پاس آئی۔ پس میں نے اس کو ایک سو بیس دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ میرے ارادہ کو پورا کرے گی۔ پس اس نے اس شرط کو منظور کر لیا حتیٰ کہ جب وہ میرے قابو میں آ گئی تو اس نے کہا: تیرے لئے یہ بات جائز نہیں کہ تو ناحق طور پر میرے ساتھ صحبت کرے۔ پس (مجھ پر خوف الٰہی غالب آ گیا اور) میں نے اسے چھوڑ دیا حالانکہ وہ میرے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ پسندیدہ تھی اور میں نے جو دینار اسے دیئے تھے وہ بھی اس کے پاس ہی رہنے دیئے۔ اے اللہ! اگر میں نے یہ عمل تیری رضا کے لئے کیا تھا تو ہمیں اس مصیبت سے نجات عطا فرما دے جس میں ہم مبتلا ہیں۔ چنانچہ پتھر تھوڑا سا اور سرک گیا اور غار کا منہ مزید کھل گیا لیکن ابھی اتنی جگہ نہیں بنی تھی کہ وہ نکل سکیں۔ پس تیسرے آدمی سے نے عرض کیا: اے اللہ! میں نے کچھ مزدوروں کو مزدوری پر رکھا اور ان کو ان کی مزدوری بھی دے دی۔ البتہ ان میں سے ایک شخص اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا اور اس کی اجرت میرے پاس بڑھتی رہی۔ ایک عرصہ کے بعد وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے بندہ! میری اجرت مجھے دیدے۔ میں نے اس سے کہا: یہ جو کچھ اونٹ، بکریاں، گائے اور غلام تو دیکھ رہا ہے یہ سب تیرے ہیں۔ اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! مجھ سے مذاق نہ کر۔ میں نے کہا: میں تجھ سے مذاق نہیں کرتا۔ چنانچہ وہ سب کچھ لے کر چلا گیا اور کچھ بھی نہ چھوڑا۔ اے اللہ! اگر میرا یہ عمل تیری رضا کے حصول کی خاطر تھا تو ہم سے اس مصیبت کو دور کر دے جس میں ہم مبتلا ہیں۔ پس پتھر اپنی جگہ سے ہٹ گیا اور وہ غار سے نکل کر چل پڑے۔" (صحیح بخاری، کتاب الاجارہ، باب من استاجرہ اجیر افترک اجرہ، رقم الحدیث: ۲۲۷۲)

عہد رسالت میں گائے کا کلام کرنا: کرامات سے متعلق وہ حدیث بھی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گائے نے ان سے کلام کیا۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بینا رجل یسوق بقرۃ قد حمل علیھا، التفتت البقرۃ وقالت انی لم اخلق لھذا انما خلقت للحرث! فقال الناس: سبحان اللہ! فقال النبی ﷺ امنت بھذا انا وابوبکر و عمر))

"ایک آدمی گائے پر بوجھ لاد کر ہمارے درمیان سے جا رہا تھا کہ گائے پیچھے کی طرف مڑی اور کہنے لگی: مجھے اس مقصد کے لئے پیدا نہیں کیا گیا، مجھے کھیتی باڑی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا: سبحان اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں، ابوبکر اور عمر اس بات پر ایمان لائے۔" (صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابہ، باب قول النبی (لو کنت متخذا خلیلا) رقم الحدیث ۳۶۶۳)

سیدنا اویس قرنی: اسی سے متعلق حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے جو کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مشاہدہ کیا۔ اس کے بعد حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا حضرت ہرم بن حیان سے ملاقات کرنا اور پہلے سے کسی جان پہچان کے بغیر ان کا ایک دوسرے کو سلام کرنا اور ایک دوسرے کو پہچان لینا یہ تمام کام عادت کے خلاف ہیں۔ ہم نے سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہونے کے سبب تفصیلاً بیان نہیں کیا۔

صحابہ، تابعین اور بعد کے بزرگوں کی کرامات: صحابہ کرام اور تابعین اور بعد کے بزرگوں سے اس قدر کرامات کا ظہور ہوا ہے جو حد شہرت کو پہنچ چکا ہے اور اس سلسلے میں بہت سی کتابیں بھی لکھی گئی ہیں۔ ان شاء اللہ ہم اختصار کے ساتھ ان میں سے بعض کرامات کا ذکر کریں گے۔

سیدنا عبداللہ ابن عمر کی کرامت: سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سفر کر رہے تھے کہ آپ کی ملاقات ایک گروہ سے ہوئی جو ایک درندے (شیر) کے خوف سے راستے میں کھڑے تھے۔ آپ نے درندے (شیر) کو (کان سے پکڑ کر) ان لوگوں کے راستے

سے ہٹا دیا۔ پھر فرمایا:

''اللہ انسان پر اسی چیز کو مسلط کرتا ہے جس سے وہ ڈرتا ہے اور اگر وہ غیر اللہ کا ڈر نہ رکھے تو اللہ اس پر کسی چیز کو مسلط نہ کرے۔''

یہ واقعہ بہت ہی مشہور ہے۔

حضرت علاء بن حضرمی کی کرامت: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو جہاد کے ایک لشکر کے ساتھ روانہ فرمایا۔ راستے میں سمندر حائل تھا۔ آپ نے اللہ کو اس کے اسم اعظم کے ساتھ پکارا اور پانی پر چل پڑے۔

لاٹھی کا روشن ہونا: حضرت عتاب بن بشیر رضی اللہ عنہ اور حضرت اسید بن خضیر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے اجازت لے کر روانہ ہوئے تو ان کے عصا کے کنارے سے چراغ کی طرح روشنی نکلنے لگی تا کہ اندھیری رات میں وہ گھروں کو پہنچ سکیں۔

پیالے کا تسبیح پڑھنا: منقول ہے کہ سیدنا سلمان فارسی اور سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک پیالہ موجود تھا۔ پس اس پیالے نے تسبیح کہی جسے ان دونوں صحابہ نے سنا۔

درویش طبع اولیاء: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

(كم من اشعث اغبر ذى طمرين لا يوبه له لو اقسم على الله لا بره)

''بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ جن کے بال بکھرے ہوئے، چہرے خاک آلود اور لباس پھٹے ہوئے ہیں۔ ان کو لوگ کسی شمار میں نہیں لاتے، اگر وہ اللہ پر قسم کھائیں تو اللہ ان کی قسم کو پورا کرتا ہے۔''

(سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب البراء بن مالک، رقم الحدیث ۳۸۵۴)

چالیس دن زہد کے ساتھ: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جو آدمی سچے دل اور اخلاص کے ساتھ دنیا میں چالیس دن زہد (دنیا سے بے رغبتی) اختیار کرے اس کیلئے کرامات ظاہر ہو جاتی ہیں اور جس کیلئے کرامت ظاہر نہیں ہوتی تو اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے زہد میں صادق نہیں ہوتا۔''

شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا:

''اس زاہد کی کرامات کس طرح ظاہر ہوں گی۔؟''

فرمایا:

((ياخذ ما يشاء كما يشاء من حيث يشاء))

''وہ حاصل کر سکتا ہے جو چاہتا ہے، جیسے چاہتا ہے، جہاں چاہتا ہے۔''

بادلوں کو باغ سیراب کرنے کا حکم: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(بينا رجل ذكر كلمة اذا سمع رعداً فى السحاب، فسمع صوتاً فى السحاب: ان اسق حديقة فلان، فجاء ذلك السحاب الى (سرحة) فافرع ماء ه فيها، فاتبع السحاب، فاذ ارجل قائم يصلى فى حديقة، فقال ما اسمك؟ فقال فلان بن فلان باسمه، قال :فما تصنع بحد يقتك هذا اذ صرمتها؟ قال : ولم تسال عن ذلك؟ قال :انى سمعت صوتاً فى السحاب ان اسق حديقة فلان۔ قال :اما اذ قلت فانى اجعلها ثلاثاً۔ فاجعل لنفسى و لا هلى ثلثاً وارد عليها ثلثاً واجعل للمساكين وابن السبيل ثلثاً)

''ایک بار ایک آدمی نے ایک بات کہی تو اسے بادلوں کی گرج سنائی دی تو اس نے بادل میں سے ندا سنی کہ فلاں آدمی کے باغ کو

سیراب کردو۔ پس وہ بادل اس باغ کی طرف آیا اور اس میں برسنے لگا۔ پس وہ آدمی اس بادل کے پیچھے پیچھے گیا تو دیکھا کہ جس باغ میں بارش برس رہی تھی وہاں ایک آدمی باغ میں کھڑا نماز ادا کر رہا تھا۔ اس نے استفسار کیا: تیرا نام کیا ہے؟ اس نے جواباً اپنا نام بتایا۔ اس نے استفسار کیا: تم باغ سے پھل حاصل کرنے کے بعد کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا: تم یہ بات کیوں پوچھتے ہو؟ اس نے کہا: میں نے بادلوں میں سے آواز سنی کہ فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کرو۔ اس نے کہا: اب جب کہ تم نے یہ بات بتائی ہے تو سن لو کہ میں حاصل شدہ پھل کو تین حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ ایک تہائی اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے رکھتا ہوں، ایک تہائی اس باغ پر لگا دیتا ہوں اور ایک تہائی مساکین اور مسافروں پر خرچ کرتا ہوں۔'' (صحیح مسلم، کتاب الزہد)

درندوں کی مہمان نوازی: شیخ ابونصر سراج علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''ہم نے شہر تستر میں شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کے محلے میں ایک گھر دیکھا جس کو لوگ ''بیت السباع'' (درندوں کا گھر) کہتے تھے۔ ہم نے اس کے متعلق لوگوں سے استفسار کیا تو انہوں نے کہا: درندے شیخ سہل بن عبداللہ کے پاس آتے اور آپ ان کو اس گھر میں داخل کر کے ان کی مہمان نوازی کرتے اور ان کو گوشت کھلاتے، پھر ان کو چھوڑ دیتے۔''

شیخ ابونصر سراج علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''میں نے شہر تستر کے رہنے والے تمام لوگوں کو اس پر متفق پایا۔ وہ ان پر اعتراض نہیں کرتے تھے حالانکہ وہ بہت بڑی تعداد میں تھے۔''

شیخ ابوالخیر کی کرامت: شیخ حمزہ بن عبداللہ علوی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں شیخ ابوالخیر تیناتی علیہ الرحمۃ کے ہاں حاضر ہوا اور میرا خیال یہ تھا کہ میں ان کو سلام کر کے واپس آ جاؤں گا اور ان کے ہاں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ جب میں ان سے اجازت لے کر واپس آ رہا تھا تو دیکھا کہ وہ میرے پیچھے تھے اور انہوں نے کھانے کا ایک تھال اٹھا رکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

''اے نوجوان! اسے کھاؤ، کیونکہ تم اپنا عہد وپیمان پورا کر چکے ہو۔''

شیخ ابوالخیر تیناتی علیہ الرحمۃ کی کرامات بہت مشہور ہیں۔

شیر کا ڈرنا: شیخ ابراہیم علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں شیخ ابوالخیر تیناتی علیہ الرحمۃ کے ہاں سلام کرنے کی غرض سے حاضر ہوا۔ انہوں نے نماز مغرب ادا کی، لیکن شیخ سورۃ فاتحہ صحیح طور پر ادا نہ کر سکے۔ میں نے دل میں کہا:

''میرا سفر ضائع ہو گیا۔''

جب میں نے سلام پھیرا تو قضائے حاجت کی غرض سے بیابان کی جانب گیا۔ اس دوران ایک شیر میرے پیچھے لگا۔ میں واپس ان کے پاس آیا اور کہا:

''شیر میرے درپے ہے۔''

وہ باہر نکلے اور شیر کو آواز دی اور فرمایا:

''کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ میرے مہمانوں کو نہ چھیڑا کر۔''

یہ سن کر شیر چلا گیا اور میں نے طہارت حاصل کی۔

جب میں واپس آیا تو انہوں نے فرمایا:

''تم لوگ اپنے ظاہر کو درست کرنے میں لگے ہوئے ہو اس لیے شیر سے ڈر رہے ہو اور ہم اپنے دل کو درست کرنے میں لگے ہوئے ہیں اس لیے یہ شیر ہم سے ڈرتا ہے۔''

گمشدہ نگینہ: منقول ہے کہ شیخ جعفر خلدی علیہ الرحمۃ کے پاس ایک نگینہ تھا۔ وہ نگینہ ایک روز دریائے دجلہ میں گر گیا اور ان کو ایک دعا یاد تھی جو گمشدہ چیز کے لوٹانے میں ان کے تجربہ میں تھی۔ پس انہوں نے وہ دعا مانگی تو ان کو اوراق تلاش کرتے کرتے نگینہ مل گیا۔

شیخ ابونصر سراج علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ وہ دعا یہ ہے:

((یا جامع الناس لیوم لاریب فیہ اجمع علی ضالتی))

''اے اس (قیامت کے) دن لوگوں کو جمع کرنے والے جس دن میں کوئی شک نہیں، میری گمشدہ چیز لوٹادے۔''

شیخ ابونصر سراج علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''شیخ ابوطیب عکی علیہ الرحمۃ نے مجھے ایک ''رسالہ'' دکھایا جس میں ان لوگوں کا ذکر تھا جن لوگوں نے گمشدہ چیز کے حصول کیلئے اس دعا کو پڑھا اور اس چیز کو پالیا اور یہ رسالہ کئی اوراق پر مشتمل تھا۔''

شیخ احمد طابرانی سرخسی کی کرامت: شیخ ابونصر سراج علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ احمد طابرانی سرخسی علیہ الرحمۃ سے استفسار کیا:

''کیا آپ کیلئے کوئی کرامت ظہور پذیر ہوئی ہے؟''

انہوں نے فرمایا:

''جب میں مرید ہوا اور میرا ابتدائی زمانہ تھا تو بعض اوقات میں استنجا کے لئے پتھر تلاش کرتا لیکن نہ پاتا۔ تو میں ہوا میں سے کوئی چیز پکڑتا تو وہ ٹھوس بن جاتی۔ پس میں اس کے ساتھ استنجا کر کے اس کو پھینک دیتا۔''

پھر شیخ احمد طابرانی سرخسی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''کرامات میں کون سی بزرگی پائی جاتی ہے؟ اس سے توحید میں زیادہ یقین مقصود ہوتا ہے، پس جو شخص اس کائنات میں اللہ کے سوا کسی کو موجد نہیں مانتا اس کے لئے برابر ہے، عادت کے مطابق فعل کو دیکھے یا عادت کے خلاف عمل کو دیکھے۔''

زمین کا سونا بننا: شیخ ابوالحسن بصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ بصرہ کی ایک بستی عبادان میں ایک کالی رنگت والا فقیر رہا کرتا تھا۔ اس کا بسیرا بیابان میں تھا۔ میں اس کے لئے کچھ کھانا لے کر اس کی تلاش کے لیے نکلا، جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ مسکرایا اور اپنے ہاتھ سے زمین کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے دیکھا تو تمام زمین سونا بن کر چمک رہی ہے۔ اس نے کہا:

''لاؤ تمہارے پاس کیا ہے۔؟''

میں نے وہ چیز اسے دے دی اور میں ڈر کے مارے بھاگ گیا۔

غیبی ندا: شیخ احمد بن عطاء روذباری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''میں بہت پاک رہا کرتا تھا۔ ایک شب جسم پر زیادہ پانی بہانے کی وجہ سے میرے دل میں تنگی پیدا ہوئی اور میرے دل کو سکون نہ مل سکا۔ میں نے کہا: اے میرے رب! مجھے معاف فرمادے۔ غیبی ندا آئی: معافی مانگنے کی ضرورت تو علم کی صورت میں ہوتی ہے (جو جان بوجھ کر غلط کام کرے اسے معافی مانگنی چاہئے) پس میری بے چینی زائل ہوگئی۔''

شیخ منصور مغربی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اس کے بعد میں نے ایک دن شیخ احمد بن عطاء روذباری علیہ الرحمۃ کو صحرا میں زمین پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ وہاں بکریوں کے نشان تھے اور آپ مصلی کے بغیر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے فرمایا: اس میں فقہاء کا اختلاف ہے (گویا اب ان کو علم دے دیا گیا تھا پہلے ان کے

پاس علم نہ تھا)''

گدھے کا کلام کرنا: شیخ ابوسلیمان خواص علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''ایک روز میں گدھے پر سوار تھا اور مکھیاں اسے تنگ کر رہی تھیں۔ وہ سر کو جھکاتا تو میں اسے اس لکڑی کے ساتھ مارتا جو میرے ہاتھ میں تھی۔ گدھے نے سر اٹھایا اور کہا: مارو! تم اپنے ہی سر پر مار رہے ہو۔''

شیخ حسین فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابوسلیمان خواص علیہ الرحمۃ سے پوچھا:

''یہ واقعہ آپ کے ساتھ پیش آیا ہے؟''

انہوں نے فرمایا:

''ہاں! اسی طرح جس طرح میں نے تم سے بیان کیا ہے۔''

شیخ نوری اور کرامات: شیخ ابوالحسین نوری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''مجھے کرامات کے متعلق کچھ شبہ تھا۔ پس میں نے بچوں سے ایک بانسری لی اور کشتیوں کے درمیان کھڑا ہو گیا۔ پھر میں نے کہا: اے اللہ! تیری عزت وجلال کی قسم! اگر میرے لیے تین رطل (ڈیڑھ کلو) مچھلی نہ نکلی تو میں اپنے آپ کو دریا میں غرق کر دوں گا۔ پس ایک مچھلی نکلی جس کا وزن تین رطل (ڈیڑھ کلو) تھا۔ جب یہ واقعہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے سنا تو فرمایا: ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ایک سانپ نکلتا اور ان کو کاٹ کھاتا (یعنی شیخ نے بہت معمولی سا مطالبہ کیا تھا)۔''

اللہ کے لیے بال مونڈنا: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے استاذ شیخ ابوجعفر حداد علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا کہ اسی دوران میرے بال بہت لمبے ہو گئے اور میرے پاس وہ آلہ (قینچی) نہ تھا کہ جس کے ذریعے بال کاٹ لوں۔ پس میں حجام کے پاس گیا اور میں اسے نیک خیال کرتا تھا۔ میں نے کہا:

''اللہ کی رضاء کی خاطر میرے بال کاٹ دو۔''

اس نے کہا:

''ٹھیک ہے اور یہ اعزاز کی بات ہے۔''

حجام کے پاس ایک دنیادار آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ پس اس نے اسے ہٹا کر مجھے بال کاٹنے کے لیے بٹھا لیا اور میرا سر مونڈ دیا۔ پھر اس نے مجھے ایک کاغذ دیا جس میں کچھ درہم تھے اور کہنے لگا:

''اس سے اپنی حاجات پوری کر لینا۔''

میں نے وہ دراہم قبول کر لئے اور عہد کر لیا کہ مجھے جب بھی کوئی رقم میسر آئے گی میں سب سے پہلے اسے دوں گا۔ پس میں جب مسجد میں داخل ہوا تو میری ملاقات میرے ایک دوست کے ساتھ ہو گئی۔ اس نے مجھ سے کہا:

''یہ تھیلی تمہارے کسی دوست نے دی ہے۔ یہ بصرہ سے تمہارے لیے بھیجی گئی ہے اس میں تین سو سونے کے سکے ہیں۔ ان کو اپنی ضرورت پر خرچ کرو۔''

پس میں وہ دینار لے کر اس حجام کے پاس گیا اور اسے وہ دینار دینے چاہے تو اس نے کہا:

''اے شیخ! تجھے شرم نہیں آتی تو مجھ سے کہتا ہے کہ اللہ کے لئے میرے بال مونڈ دو اور پھر مجھے اس کی اجرت بھی دیتا ہو۔ جاؤ! اللہ تمہیں معاف کرے۔''

شیخ اسحاق بن احمد کی کرامت: شیخ ابن سالم علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ جب شیخ اسحاق بن احمد علیہ الرحمۃ فوت ہوئے تو شیخ

سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ ان کے حجرے میں گئے۔ دیکھا تو وہاں ایک ٹوکرا تھا جس میں دو بوتلیں تھیں۔ ایک بوتل میں سرخ رنگ کی اور دوسری میں سفید رنگ کی کوئی چیز تھی۔ وہاں ایک ٹکڑا سونے کا اور ایک ٹکڑا چاندی کا بھی تھا۔ پس شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ نے وہ دونوں ٹکڑے دریائے دجلہ میں پھینک دیئے اور جو کچھ ان دونوں بوتلوں میں تھا اس میں مٹی ملا دی۔ شیخ اسحاق بن احمد علیہ الرحمۃ پر کچھ قرض بھی تھا۔ میں (ابن سالم) نے شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ سے استفسار کیا:

''ان بوتلوں میں کیا تھا۔؟''

شیخ نے فرمایا:

''ایک بوتل میں ایسی چیز تھی کہ اگر اس میں سے ایک درہم کے برابر تانبے کی کئی مثقال پر ڈالا جاتا تو وہ سونا بن جاتا اور دوسری میں ایک مثقال تانبے کی کئی مثقال پر ڈالا جاتا تو وہ چاندی بن جاتی۔''

میں نے عرض کیا:

''اگر شیخ اسحاق بن احمد علیہ الرحمۃ اس سے اپنا قرض اتار جاتے تو اس میں کیا حرج ہے۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''اے دوست! ان کو اپنے ایمان کا ڈر تھا۔''

دریا کے کناروں کا ملنا: شیخ ابوالحسین نوری علیہ الرحمۃ ایک شب دریائے دجلہ کے کنارے پر گئے تو دیکھا کہ دونوں کنارے آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ وہ واپس لوٹ آئے اور فرمانے لگے:

''تیری عزت کی قسم! میں کشتی کے بغیر عبور نہیں کروں گا۔''

کیلوں کا خوشہ: شیخ محمد بن یوسف بناء علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ شیخ ابوتراب نخشبی علیہ الرحمۃ صاحب کرامت ولی تھے۔ میں نے ایک مرتبہ ان کی مصاحبت میں سفر کیا جس کا دورانیہ ایک برس تھا۔ اس سفر میں ان کے ساتھ چالیس اشخاص تھے۔ پھر ایک مرتبہ ہم فاقہ کا شکار ہو گئے۔ پس شیخ ابوتراب نخشبی علیہ الرحمۃ راستے سے ذرا ہٹ کر کیلوں کا ایک خوشہ لائے جسے ہم سب نے تناول کیا، سوائے ایک نوجوان کے جو ہمارے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ شیخ نے اس سے فرمایا:

''کھاؤ۔''

اس نے کہا:

''میں نے عہد کیا تھا ''معلوم'' چیزوں تک رہوں گا۔ اب آپ بھی میرے معلوم ہو گئے ہیں، پس اب میں آپ کی صحبت اختیار نہیں کروں گا۔''

شیخ ابوتراب نخشبی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''جو تمہاری مرضی وہی کرو۔''

شیخ ابوعلی سندی: شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ شیخ ابوعلی سندی علیہ الرحمۃ میرے ہاں تشریف لائے اور آپ میرے استاذ ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک تھیلی تھی۔ آپ نے اس کو انڈیلا تو اس میں سے جواہر نکلے۔ میں نے عرض کیا:

''یہ آپ کو کہاں سے حاصل ہوئے۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''میں ایک وادی سے گزر رہا تھا۔ دیکھا کہ یہ تھیلی چراغ کی مانند روشن تھی۔ پس میں نے اس کو اٹھا لیا۔''

میں نے عرض کیا:

''اس وادی میں آپ کے وقت (صوفیاء کی ایک حالت) کی کیا حالت تھی؟''

انہوں نے فرمایا:

''وہ وقت اس کیفیت سے خالی تھا جس میں میں (پہلے) تھا۔''

عجیب کام ولی ہونے کی علامت نہیں: شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ سے عرض کیا گیا:

''فلاں آدمی بوقت شب مکہ مکرمہ کی جانب پیدل جاتا ہے۔''

شیخ نے فرمایا:

''شیطان اللہ کی لعنت میں ایک ساعت میں مشرق سے مغرب کی طرف جاتا ہے۔''

عرض کیا گیا:

''فلاں آدمی پانی پر چلتا اور ہوا میں اڑتا ہے۔''

شیخ نے فرمایا:

''پرندہ ہوا میں اڑتا اور مچھلی پانی میں تیرتی ہے۔'' (مطلب یہ ہے کہ یہ کام ولی ہونے کے دلائل نہیں ہیں)

سب سے بڑی کرامت: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

((اكبر الكرامات ان تبدل خلقاً مذموماً من اخلاقك))

''سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ تم اپنے برے کو اچھے اخلاق سے بدل دو۔''

وضو کا پانی: شیخ ابو ابن سالم کا ارشاد ہے کہ عبدالرحمٰن بن احمد نامی ایک آدمی شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کی مصاحبت میں رہا کرتا تھا۔ایک روز اس نے شیخ سے کہا:

''بعض دفعہ میں نماز کے لئے وضو کرتا ہوں تو پانی میرے سامنے سونے اور چاندی کی شاخیں بن کر بہنے لگتا ہے۔''

شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''کیا تم نہیں جانتے کہ بچہ جب روتا ہے تو اسے کھلونا دے دیا جاتا ہے تا کہ وہ اس میں مشغول رہے۔؟''

لذیذ کھانا: شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک چڑیا ہر روز آتی تو میں اس کے لئے روٹی کے ریزے بناتا، وہ میرے ہاتھوں سے کھاتی۔ایک دن وہ اتری اور میرے ہاتھ پر نہ آئی۔میں نے دل میں سوچا کہ اس کا سبب کیا ہے تو مجھے یاد آیا کہ میں نے مصالحہ دار اور چٹ پٹا کھانا کھایا ہے۔میں نے دل میں کہا کہ آئندہ نہیں کھاؤں گا اور میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔پس وہ چڑیا آ کر میرے ہاتھ پر بیٹھ گئی اور روٹی کے ٹکڑے کھانے لگی۔

لکڑی کا لمبا ہونا: شیخ ابو عمرو انماطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں بیابان میں اپنے معلم کے ساتھ تھا کہ بارش برسنے لگ گئی۔ وہاں ایک مسجد تھی پس ہم بارش سے بچنے کے لیے مسجد میں داخل ہو گئے۔مسجد کی چھت سے پانی ٹپکتا تھا۔ہم ایک لکڑی لے کر چھت پر چڑھ گئے تا کہ اسے ٹھیک کریں لیکن وہ چھوٹی ہونے کی وجہ سے دیوار تک نہ جاتی تھی۔میرے استاذ نے فرمایا:

''اسے کھینچو۔''

میں نے اسے کھینچا تو وہ لمبی ہو گئی حتیٰ کہ وہ دونوں دیواروں پر پوری آ گئی۔

درخت کے نیچے سے آواز آنا: شیخ ابو بکر دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں بنی اسرائیل کے جنگل سے گزر رہا تھا تو میرے دل میں

خیال آیا کہ علم حقیقت علم شریعت کے خلاف ہے۔ چنانچہ درخت کے نیچے سے غیبی آواز آئی:

((کل حقیقة لا تتبعها الشریعة فهی کفر))

''ہر وہ حقیقت جس کی تائید شریعت سے نہ ہو وہ کفر ہے۔''

شیخ خیر النساج کی کرامت: ایک صوفی کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ میں شیخ خیر النساج علیہ الرحمۃ کے ہاں موجود تھا کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا:

''میں نے کل آپ کو دیکھا کہ آپ نے دو درہم کے بدلے سوت فروخت کیا۔ میں آپ کے پیچھے چلا حتی کہ آپ کے تہبند سے کھول کر لے گیا اور اب میرا ہاتھ سکڑ گیا ہے اور وہ دونوں درہم میرے ہاتھ میں ہیں۔''

اس کی بات سن کر شیخ خیر النساج علیہ الرحمۃ مسکرا دیئے اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے اس کے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا اور اسے کھول دیا۔ پھر فرمایا:

''جاؤ اور ان دو درہموں سے اپنے اہل و عیال کے لئے کچھ خریدو اور آئندہ ایسا نہ کرنا۔''

ایک درہم میں برکت: شیخ احمد بن محمد سلمی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک روز میں شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کے ہاں حاضر ہوا، اس حالت میں کہ ان کے سامنے سونے کا ایک تھال پڑا تھا جس میں گرد ند (خوشبو) اور کستوری تھی جس کو دھونی دی گئی تھی۔ شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''تم بادشاہوں کی خوشی کے مواقع پر ان کے ہاں موجود ہوتے ہو۔''

پھر انہوں نے مجھے ایک درہم دیا تو میں نے بلخ (پہنچنے) تک اس میں سے خرچ کیا۔

بارہ روز بغیر کھانے کے: شیخ ابو سعید خراز رازی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ میں سفر میں تھا اور ہر تین روز کے بعد مجھے کوئی نہ کوئی چیز کھانے کے لیے مل جاتی۔ پس میں اسے تناول کر لیتا اور اس سے کچھ طاقت حاصل ہو جاتی۔ ایک مرتبہ تین روز بیت گئے لیکن مجھے کوئی چیز نہ ملی۔ پس میں کمزور ہو گیا اور بیٹھ گیا۔ مجھے ہاتف غیبی نے پکارا:

''تجھے کون سی چیز پسند ہے سبب یا قوت؟''

میں نے کہا:

''قوت۔''

پس میں اسی وقت اٹھا اور چل پڑا۔ میں نے بارہ روز تک کچھ نہ کھایا اور مجھے کمزوری و نقاہت کا احساس بھی نہ ہوا۔

سفر کی پریشانی ختم: شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ میں کچھ روز جنگل میں حیران و پریشان پھرتا رہا۔ ایک آدمی میرے پاس آیا اور اس نے مجھے سلام کیا اور مجھ سے پوچھا:

''کوئی پریشانی ہے۔؟''

میں نے کہا:

''ہاں!''

اس نے کہا:

''میں تجھے راستہ دکھاؤں۔؟''

پس وہ میرے سامنے چند قدم چلا اور پھر میری نظروں سے غائب ہو گیا۔ میں نے دیکھا تو میں راستے پر تھا۔ اس کے بعد نہ تو

میں کبھی دوران سفر حیران و پریشان ہوا اور نہ ہی سفر میں مجھے بھوک اور پیاس نے تنگ کیا۔

موت کے بعد مسکرانا: شیخ ابن جلاء علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ جب میرے باپ کا وصال ہوا تو وہ غسل کے تختہ پر مسکرائے۔ پس کسی میں ہمت نہیں تھی کہ ان کو غسل دے۔ لوگ کہنے لگے:

''یہ تو زندہ ہیں۔''

بالآخران کے ہم مرتبہ افراد میں سے ایک فرد نے ان کو غسل دیا۔

کھانا کھانے سے کمزوری: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کے ارادت مند شیخ منجی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ ستر روز تک کھانا نہیں کھاتے تھے اور جب کھانا کھاتے تو نحیف و کمزور ہو جاتے اور جب بھوکے رہتے تو طاقت ور ہو جاتے۔

ایک مہینہ بھوکا رہنا: شیخ ابوعبید بسری علیہ الرحمۃ کا معمول یہ تھا کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہوتا تو وہ گھر میں داخل ہو جاتے اور اپنی بیوی سے فرماتے:

''دروازے پر لپائی کر دو اور ہر رات کھڑکی سے ایک روٹی مجھے دے دینا۔''

شیخ عید کے روز دروازے کھولتے اور ان کی بیوی اندر داخل ہوتی تو وہ تیس روٹیاں گھر کے ایک کونے میں پڑی دیکھتی۔ شیخ اس دوران نہ تو کھاتے، نہ پیتے اور نہ ہی آرام فرماتے اور نہ ہی ان سے نماز کی کوئی رکعت فوت ہوتی۔''

تیس برس: شیخ ابوالحارث اولاشی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''میں نے تیس برس یوں بسر کیے کہ میری زبان جو کچھ سنتی میرے باطن سے سنتی۔ پھر میری حالت تبدیل ہو گئی اور میں نے تیس برس اس طرح بسر کیے کہ میرا باطن صرف میرے رب سے سنتا۔''

اپاہج پن بوقت نماز ختم ہو جاتا: شیخ علی بن سالم علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ زندگی کے آخری حصہ میں اپاہج ہو گئے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو ان کے ہاتھ اور پاؤں کھل جاتے اور جب فرض نماز سے فارغ ہوتے تو اسی طرح اپاہج ہو جاتے۔

ہوا میں معلق: شیخ ابوعمران واسطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ ہم سفر کر رہے تھے کہ دریا میں طغیانی کے سبب ہماری کشتی ٹوٹ گئی اور میں اور میری بیوی ایک تختہ پر ٹھہر رہ گئے۔ اس حالت میں اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ اس نے مجھے پکارا:

''میں پیاس سے ہلاک ہوتی جا رہی ہوں۔''

میں نے کہا:

''اللہ تعالیٰ ہماری حالت سے باخبر ہے۔''

پھر میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو ہوا میں ایک آدمی معلق تھا جس کے ہاتھ میں سونے کی زنجیر ہے اور اس میں سرخ یاقوت کا ایک کوزہ ہے۔ اس نے کہا: یہ لو پیو۔ میں نے وہ کوزہ لیا اور ہم نے اس سے پیا تو وہ کستوری سے زیادہ خوشبودار، برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ میں نے کہا:

''اللہ تم پر رحم فرمائے! تم کون ہو؟''

اس نے کہا:

''تمہارے آقا کا غلام ہوں۔''

میں نے کہا:

''اس مقام تک کیسے پہنچے ہو؟''

اس نے کہا:

''میں نے اس آقا کی رضا کی خاطر اپنی خواہشات کو ترک کر دیا تو اس نے مجھے ہوا میں بٹھا دیا۔''

پھر وہ سے غائب ہو گیا اور اس کے بعد میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔

ایک نوجوان اور اللہ تعالیٰ کا قرب: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ میں نے کعبۃ اللہ کے نزدیک ایک نوجوان کو دیکھا جو کثرت سے رکوع اور سجود کر رہا تھا۔ میں اس کے قریب ہوا اور کہا:

''ماشاءاللہ! تم بہت زیادہ نمازیں پڑھتے ہو۔''

اس نے کہا:

''اپنے رب سے واپس جانے کی اجازت کا منتظر ہوں۔''

میں نے دیکھا کہ اس پر ایک رقعہ گرا جس میں لکھا تھا:

((من العزیز الغفور الی عبدی الصادق انصرف مغفوراً لك ماتقدم من ذنبك وما تأخر))

''عزیز وغفور کی جانب سے میرے سچے بندے کی طرف، لوٹ جاؤ! تمہارے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے۔''

شیخ ابراہیم خواص اور ایک نابینا: ایک صوفی فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ مسجد نبوی میں ایک گروہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ یہ گروہ آیات قرآنیہ کے بارے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کر رہا تھا اور ایک نابینا آدمی ہمارے قریب بیٹھ کر ساری گفتگو سن رہا تھا۔ وہ ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا:

''مجھے تمہارے کلام سے انس ہو گیا ہے۔ جان لو کہ میری ایک بیٹی اور بیوی تھی۔ اس وقت میں جنت البقیع (مدینہ منورہ) کے قبرستان میں جا کر لکڑیاں اکٹھی کیا کرتا تھا۔ ایک روز میں قبرستان کی جانب گیا تو میں نے ایک نوجوان کو دیکھا جس نے سوتی قمیض پہنی ہوئی تھی اور جوتا اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔ میں سمجھنے لگا کہ گویا یہ مجنون ہے۔ میں نے اس کے کپڑے چھیننے کا ارادہ کیا اور اس سے کہا:

''اپنے کپڑے اتار دو۔''

اس نے کہا:

''اللہ کی حفاظت میں چلے جاؤ۔''

میں نے دوسری اور تیسری مرتبہ بھی اسے یہی کہا۔ لیکن اس نے کہا:

''کیا اس کے بغیر چارہ نہیں؟''

میں نے کہا:

''یہ انتہائی ضروری ہے۔''

اس نے دور سے میری آنکھوں کی طرف اشارہ کیا تو میری دونوں آنکھیں گر پڑیں۔ میں نے اسے اللہ کی قسم دے کر پوچھا:

''تو کون ہے؟''

اس نے کہا:

''میں ابراہیم خواص ہوں۔''

دعا کا قبول ہونا اور پانی پر چلنا: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ میں کشتی میں تھا کہ کسی کا کمبل چرا لیا گیا۔ ان حضرات نے ایک آدمی کو مجرم ٹھہرایا۔ میں نے کہا:

''اسے چھوڑ دو۔ مجھے اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنے دو۔''

وہ ایک نوجوان تھا جو چادر اوڑھے سویا ہوا تھا۔ شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ نے اس سے اس سلسلے میں بات کی تو اس نے کہا:

''آپ مجھے کہتے ہیں کہ میں نے چوری کی ہے۔؟ یا الٰہی! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ جتنی مچھلیاں سمندر میں ہیں سب ایک ایک جوہر لے کر آ جائیں۔''

پس ہم نے دیکھا کہ پانی کی سطح پر مچھلیاں ہی مچھلیاں آ گئیں اور ان سب کے مونہوں میں جواہر تھے۔ پھر اس نوجوان نے دریا میں چھلانگ لگائی اور دریا کے پانی پر چلتا ہوا ساحل کی طرف چل دیا۔

ایک عیسائی کا قبول اسلام: شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ میں جنگل میں گیا تو میں نے ایک عیسائی کو دیکھا جس نے اپنی کمر کے ساتھ زنار باندھا ہوا تھا۔ اس نے مجھ سے التجاء کی کہ میں اسے اپنے ساتھ رکھ لوں۔ پس ہم نے سات روز تک سفر کیا۔ ایک دن اس نے مجھ سے کہا:

''اے مسلمان عبادت گزار! مجھے بھوک لگی ہے، اگر تم کوئی کرامت دکھا سکتے ہو تو سامنے لاؤ۔''

میں نے عرض کیا:

''اے میرے اللہ! مجھے اس کافر کے سامنے شرمندہ نہ کرنا۔''

پس میں نے ایک تھال دیکھا جس میں روٹی، بھنا ہوا گوشت، تازہ کھجوریں، کرز (ایک قسم کا پھل) اور پانی تھا۔ ہم نے اسے کھایا، پیا اور پھر سات روز تک سفر کرتے رہے۔ پھر میں نے جلدی کی اور کہا:

''اے نصاریٰ کے راہب! تمہارے پاس جو کچھ ہے، لاؤ! اب تمہاری باری ہے۔''

اس نے اپنے عصا کا سہارا لے کر دعا مانگی تو دو تھال آئے جن میں میرے تھال کے مقابلے میں دوگنا کھانا تھا۔ میں حیران ہوا اور میرا رنگ تبدیل ہو گیا اور میں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ اس نے مجھ سے بہت اصرار کیا لیکن میں نے قبول نہ کیا۔ اس نے کہا:

''کھاؤ! میں تمہیں دو خوشخبریاں دوں گا۔ ان میں سے ایک خوشخبری یہ ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں۔''

یہ کہہ کر اس نے زنار کھول دیا۔

پھر کہنے لگا:

''دوسری خوشخبری یہ کہ میں نے یوں دعا کی تھی: اے اللہ! اگر تیرے ہاں اس بندے کا کوئی مقام ہے تو مجھے غیب سے کچھ عطا کر دے۔ پس غیب کا دروازہ کھل گیا۔''

یہ سن کر میں نے کھانا کھایا اور ہم سفر کے لیے روانہ ہو گئے۔ ہم نے حج کیا، پھر ایک برس مکہ مکرمہ میں رہے۔ اس کے بعد وہ فوت ہو گیا اور اسے ''بطحا'' (مقام) میں دفن کیا گیا۔

درخت کا کلام کرنا: شیخ محمد بن مبارک صوری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں بیت المقدس کے راستے میں شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ کے ساتھ تھا۔ ہم قیلولہ کرنے کے لیے انار کے درخت کے نیچے اترے اور ہم نے کچھ رکعات پڑھیں تو میں نے انار کے

درخت کی جڑ سے آواز سنی:

''اے ابواسحاق! اس درخت سے کچھ کھا کر اسے اعزاز بخشو''

پس شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ نے اپنے سر کو جھکا لیا۔ اس نے تین مرتبہ یہی بات کہی، پھر کہا:

''اے محمد! ان سے میری سفارش کریں کہ وہ میرا تھوڑا سا پھل کھالیں۔''

میں نے عرض کیا:

''اے ابواسحاق! آپ سن رہے ہیں۔؟''

پس وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے دو انار لیے، ایک خود کھایا اور دوسرا مجھے دے دیا۔ میں نے کھایا تو وہ انار کھٹا تھا اور درخت چھوٹا تھا۔ جب ہم واپسی پر وہاں سے گزرے تو وہ درخت بڑا ہو چکا تھا اور اس کے انار میٹھے تھے اور وہ ایک برس میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا۔ لوگ اسے ''رمانۃ العابدین'' (عبادت گزار لوگوں کا انار) کہتے تھے اور عابد لوگ اس کے سائے میں بیٹھتے تھے۔

شیر پر سواری: شیخ جابر رحبی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ اکثر اہل رحبہ میری کرامات کے منکر تھے۔ ایک روز میں شیر پر سوار ہو کر رحبہ میں داخل ہوا اور میں نے کہا:

''وہ لوگ کہاں ہیں جو اولیاء کرام کو جھٹلاتے ہیں؟''

اس واقعہ کے بعد اہل رحبہ مجھ پر اعتراض کرنے سے باز آ گئے۔

حضرت خضر کی زیارت: شیخ منصور مغربی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ایک صوفی نے حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کی تو ان سے استفسار کیا:

''کیا آپ نے کسی کو اپنے آپ سے بلند مرتبہ دیکھا ہے؟''

انہوں نے فرمایا:

''ہاں! حضرت عبدالرزاق بن ہمام علیہ الرحمۃ مدینہ منورہ میں احادیث نبوی کی روایت کرتے تھے اور لوگ ان سے غور سے سنتے۔ ان سے کچھ فاصلے پر میں نے ایک نوجوان کو دیکھا جس نے اپنا سر اپنے گھٹنوں پر رکھا ہوا تھا۔ میں نے اس سے کہا: اے فلاں! حضرت عبد الرزاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ بیان کر رہے ہیں تو ان سے کیوں نہیں سنتا؟

اس نے کہا:

''یہ تو میت سے روایت کر رہے ہیں اور میں اللہ سے غائب نہیں ہوں (راوی کے بارے میں میت کا لفظ بولا)۔''

میں نے کہا:

''اگر تیری بات درست ہے تو میں کون ہوں؟''

اس نے سر اٹھایا اور کہا:

''تم میرے بھائی حضرت ابوالعباس خضر علیہ السلام ہو۔ تو میں نے جان لیا کہ اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جن کو میں نہیں پہچانتا۔''

ہوا میں اڑنا: منقول ہے کہ شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ کا ایک ارادت مند تھا جسے یحییٰ کہا جاتا تھا۔ وہ ایک ایسے بالا خانہ میں مصروف عبادت رہتا تھا جس کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ جب وہ طہارت حاصل کرنا چاہتا تو بالا خانے کے دروازے پر آتا اور کہتا:

((لاحول ولا قوۃ الا باللہ))

اور وہ ہوا میں اڑ جاتا گویا وہ پرندہ ہے۔ پھر وہ طہارت حاصل کر کے جب فارغ ہوتا تو کہتا:

"لاحول ولا قوۃ الا باللہ"

اور اڑ کر اپنے بالا خانہ کی جانب واپس پلٹ آتا۔

شیخ ابوعمر اصطخری کا علم: شیخ ابومحمد جعفر حذاء شیرازی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"میں شیخ ابوعمر اصطخری علیہ الرحمۃ سے تربیت حاصل کرتا تھا۔ چنانچہ جب میرے قلب میں کوئی خیال آتا تو میں شیخ ابوعمر اصطخری کے ہاں حاضر ہو جاتا، بعض دفعہ وہ میرے استفسار کے بغیر اس بات کا جواب دیتے جس کی مجھے حاجت ہوتی اور بعض دفعہ میں سوال کرتا تو وہ مجھے جواب دیتے۔ کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا کہ جب میں مشغولیت کی وجہ سے ان کے پاس نہ جا سکتا تو وہ میرے دل میں آنے والے خیال کا جواب مقام اصطخر سے عنایت فرما دیتے۔"

روشنی سے گھر کا روشن ہونا: ایک صوفی فرماتے ہیں کہ ایک فقیر ایک اندھیری کوٹھڑی میں وصال کر گیا۔ ہم نے اسے غسل دینے کا ارادہ کیا تو ہم نے چراغ ڈھونڈنے کی کوشش کی۔ پس چراغ ملنے سے پہلے ہی کھڑکی میں سے ایسی روشنی آنے لگی جس نے تمام گھر کو روشن کر دیا۔ پس ہم نے اس کو غسل دیا۔ جب ہم فارغ ہوئے تو روشنی چلی گئی، گویا تھی ہی نہیں۔

پانی کی ہیئت تبدیل کرنا: شیخ آدم بن ابی ایاس علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ہم ایک جماعت تھے اور شہر عسقلان میں موجود تھے۔ پس ایک نوجوان ہمارے پاس آتا، ہمارے پاس بیٹھتا اور ہمارے ساتھ باتیں کرتا تھا۔ جب ہم فارغ ہوتے تو وہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا اور نماز پڑھتا۔ ایک روز اس نے ہم سے رخصت لی اور کہنے لگا:

"میں اسکندریہ جانا چاہتا ہوں۔"

پس میں نے بھی اسکندریہ کے سفر میں اس کی مصاحبت اختیار کی اور اسے چند درہم دے دیئے۔ اس نے دراہم لینے سے انکار کر دیا۔ میں نے اصرار کیا تو اس نے اپنے چمڑے کے تھیلے میں سے ریت کی ایک مٹھی نیچے ڈالی اور سمندر کا پانی پیا اور کہنے لگا اس کو کھاؤ! میں نے دیکھا تو وہ ستو تھے جن میں بہت سی شکر تھی۔ اس نے کہا:

"جس کا اللہ کے ساتھ یہ معاملہ ہو وہ تمہارے درہموں کو کیا کرے گا۔؟"

پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

بحق الھوی یا اھل ودی تفھموا
لسان وجدی بالوجود غریب
حرام علی قلب تعرض للھوی
یکون لغیر الحق فیہ نصیب

"تمہیں عشق کا واسطہ اے میرے دوستو! تم سمجھو اس کی گفتگو جو اپنے وجود کے ساتھ اجنبی ہے۔ جو قلب عشق کے پیچھے لگ جائے اس کے لیے حق کے سوا کسی کا حصہ رکھنا حرام ہے۔"

ایک شاعر کے یہ اشعار ہیں:

لیس فی القلب والفؤاد جمیعا
موضع فارغ یراہ الحبیب
ھو سولی ومنیتی و سروری

وبــہ مــا حییــت عیشــی یطیــب
واذا مــا السقــام حــل بقلبــی
لــم اجــد غیــرہ لسقمــی طبیــب

''قلب میں کوئی ایسی جگہ نہیں کہ جسے محبوب اپنے عشق سے خالی دیکھے۔ وہی میری خواہش، وہی میری آرزو اور وہی میری تمنا ہے۔ اسی کی وجہ سے مجھے زندگی اچھی لگتی ہے، جب تک میں زندہ رہوں۔ اور جب مجھے بیماری آلے تو اس کے علاوہ میرا کوئی طبیب نہیں ہے۔''

شیخ ابراہیم آجری کی کرامت: شیخ ابراہیم آجری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک یہودی کا میرے ذمہ قرض تھا، پس وہ آیا اور قرض کا مطالبہ کرنے لگا۔ یہودی نے کہا:

''اے ابراہیم! مجھے کوئی کرامت دکھاؤ، تا کہ میں مسلمان ہو جاؤں گا۔''

میں نے کہا:

''تم اسلام قبول کر لو گے؟

اس نے کہا:

''ہاں کرلوں گا۔''

میں نے کہا:

''اپنا لباس اتار دو۔''

پس اس نے اپنا لباس اتار دیا۔ میں نے اس کے کپڑوں کو اپنے کپڑوں میں لپیٹ دیا اور ان کو آگ میں ڈال دیا۔ پھر میں خود آگ کے بھٹے میں گھس گیا اور میں نے کپڑے نکال لیے اور دوسرے دروازے سے نکل گیا۔ کیا دیکھا کہ میرے کپڑے اپنی حالت پر ہیں ان تک کوئی چیز (یعنی آگ) نہ پہنچی اور اس کے کپڑے درمیان سے جل گئے۔ پس یہودی نے اسلام قبول کر لیا۔

بصرہ اور عرفات: منقول ہے کہ شیخ حبیب عجمی علیہ الرحمۃ آٹھ ذوالحجہ کو بصرہ میں ہوتے اور نو ذوالحجہ کو عرفات میں دیکھے جاتے تھے۔

شیخ عباس بن مہتدی: شیخ احمد بن محمد بن عبداللہ فرغانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ شیخ عباس بن مہتدی علیہ الرحمۃ نے ایک خاتون سے نکاح کر لیا۔ جب شب زفاف آئی تو شیخ کو ندامت ہوئی اور جب انہوں نے اس کے قریب جانے کا ارادہ کیا تو ان کو اس کے پاس جانے سے ڈانٹ ڈپٹ کی گئی (کہ تم نے نامعقول عورت سے نکاح کیا ہے)۔ پس وہ اس کے ساتھ ہم بستری سے رک گئے اور باہر چلے گئے۔

میں (امام قشیری) کہتا ہوں کہ درحقیقت یہ کرامت ہے کہ ان کے علم نے ان کو محفوظ رکھا۔

ایک دھکے سے بصرہ سے مکہ مکرمہ میں: شیخ عبدالواحد بن زید علیہ الرحمۃ نے شیخ ابو عاصم بصری علیہ الرحمۃ سے استفسار کیا:

''جب حجاج نے آپ کو بلایا تو آپ نے کیا کیا؟''

شیخ ابو عاصم بصری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''میں بالا خانے میں تھا۔ ان لوگوں نے دروازے پر دستک دی اور اندر آگئے، مجھے کسی نے دھکا دیا تو میں نے دیکھا کہ میں مکہ مکرمہ میں ابوقبیس پہاڑ پر ہوں۔''

شیخ عبدالواحد علیہ الرحمۃ نے استفسار کیا کہ آپ کہاں سے کھاتے تھے؟

انہوں نے فرمایا:

''ایک بڑھیا افطاری کے وقت دو روٹیاں لے کر اوپر آتی تھی جو میں بصرہ میں کھاتا تھا۔''

شیخ عبدالواحد علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اللہ نے دنیا کو حکم دیا کہ وہ شیخ ابو عاصم علیہ الرحمۃ کی خدمت کرے۔''

پہاڑ کا حرکت کرنا: ایک مرتبہ شیخ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ میدان منی کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر چڑھے۔ انہوں نے فرمایا:

''اگر اولیاء اللہ میں سے کوئی ولی اس پہاڑ کو حرکت میں آنے کا حکم دے تو وہ حرکت میں آجائے گا۔''

آپ کا یہ کہنا تھا کہ پہاڑ حرکت میں آگیا۔ پس انہوں نے فرمایا:

''ٹھہر جا! تم سے میں نے یہ ارادہ نہیں کیا تھا۔''

پس یہ سن کر پہاڑ تھم گیا۔

شیخ ابن قیس اور درہموں کی تعداد: منقول ہے کہ شیخ عامر بن قیس علیہ الرحمۃ اپنا وظیفہ لیتے اور جو بھی ان کے سامنے آتا اس کو کچھ نہ کچھ عطا کرتے۔ اور جب وہ اپنے گھر آتے تو ان کی طرف وہ درہم پھینک دیئے جاتے تو وہ اتنے ہی ہوتے جس قدر وظیفہ وہ لیتے، اس میں سے کچھ بھی کم نہ ہوتا۔

پورے سفر حج میں ایک درہم تک خرچ نہ ہوا: شیخ ابو عمرز جاجی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ میں سید الطائفہ شیخ جنید ...علیہ الرحمۃ کے ہاں حاضر ہوا اور میں حج کیلئے سفر کا ارادہ رکھتا تھا۔ پس شیخ نے مجھے ایک درہم دیا اور میں نے اس کو تہبند میں ...۔ میں جس منزل میں داخل ہوتا وہاں دوستوں کو پاتا اور مجھے درہم خرچ کرنے کی نوبت نہ آتی۔ حتیٰ کہ میں نے حج کرلیا اور ...ی طرف واپس آگیا۔ واپس آتے ہی میں سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے اپنا ...گے کیا اور فرمایا:

''لاؤ۔''

میں نے ان کو درہم دے دیا۔ انہوں نے فرمایا:

''کیا حال رہا؟''

میں نے کہا:

''اللہ کا فیصلہ نافذ ہو کر رہا۔''

چارپائی کا اطاعت کرنا: شیخ ابو جعفر اعور علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ میں شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کے پاس موجود تھا کہ ہمارے درمیان اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی کہ اشیاء اولیاء کرام کی فرمانبرداری کرتی ہیں یا نہیں؟ شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''یہ بات بھی اطاعت کے قبیل سے ہے کہ میں اس چارپائی سے کہوں کہ وہ گھر کے چاروں کونوں میں چکر لگائے۔ پھر وہ اپنی جگہ لوٹ آئے تو وہ ایسا کرے گی۔''

آپ کا یہ کہنا تھا کہ وہ چارپائی گھر کے چاروں کونوں میں چکر لگا کر پھر اپنی جگہ لوٹ آئی۔ وہاں ایک نوجوان موجود تھا، یہ دیکھ کر اس نے گریہ شروع کر دیا اور اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا۔

جنگل میں رزق کا مہیا ہونا: منقول ہے کہ شیخ واصل احد علیہ الرحمۃ نے اس آیت مبارکہ کی تلاوت کی:

((وفی السماء رزقکم وما توعدون))

''اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔'' (سورۃ الذاریات، آیت نمبر:۲۲)

شیخ نے فرمایا:

''میرا رزق آسمان میں ہے اور میں زمین میں اس کا متلاشی ہوں۔؟ اللہ کی قسم! میں کبھی بھی اس کا متلاشی نہیں بنوں گا۔''

پھر وہ جنگل میں چلے گئے اور وہاں دو دن ٹھہرے لیکن ان کیلئے کھانے پینے کی کوئی چیز ظاہر نہ ہوئی۔ اس سے ان کو بہت تکلیف ہوئی۔ جب تیسرا روز ہوا تو تازہ کھجوروں کا ایک ٹوکرا آ گیا۔ ان کا ایک بھائی تھا جس کی نیت ان سے بھی بہتر تھی، وہ بھی ان کے ساتھ ہو گیا تو اب دو ٹوکرے ہو گئے۔ وہ مسلسل اسی حالت میں رہے حتیٰ کہ موت نے ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔

سانپ کا پنکھا جھلنا: ایک صاحب تصوف فرماتے ہیں:

''شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ ایک باغ کے نگران تھے۔ ایک دفعہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت وہ سوئے ہوئے تھے اور ایک سانپ اپنے منہ میں نرگس کا پودا لیے ہوئے ان کو پنکھا جھل رہا ہے۔''

چشمہ کا پھوٹنا: منقول ہے کہ شیخ ایوب سجستانی علیہ الرحمۃ کے ساتھ سفر میں ایک جماعت تھی۔ وہ سب پانی کی تلاش میں تھک گئے تو شیخ ایوب سجستانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''کیا تم میری زندگی میں اس بات کو پوشیدہ رکھو گے؟''

شیخ نے فرمایا:

''جی ہاں۔!''

پس شیخ نے دائرہ کھینچا تو ایک چشمہ پھوٹ پڑا جس سے ہم نے پانی پیا۔ میں جب بصرہ پہنچا تو شیخ حماد بن زید علیہ الرحمۃ نے اس بات کا ذکر کر دیا تو شیخ عبدالواحد بن زید علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''میں اس روز ان کے ساتھ موجود تھا۔''

کیکر کے درخت سے کھجوریں: شیخ ابوبکر بن عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ ہم جنگل میں شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کے ساتھ موجود تھے۔ پس ہم آرام کرنے کے لیے کیکر کے درخت کے نیچے اترے۔ ہم نے کہا:

''یہ جگہ کتنی اچھی ہوتی، اگر اس میں کھجوریں ہوتیں۔''

یہ سن کر شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ مسکرائے اور فرمایا:

''کیا تم تازہ کھجوروں کے خواہش مند ہو۔؟''

پھر آپ نے درخت کو حرکت دی اور فرمایا:

''میں تجھے اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے تجھے ابتداء سے ہی درخت پیدا کیا تو ہم پر تازہ کھجوریں بکھیر دے۔''

آپ نے دوبارہ اسے حرکت دی تو اس سے تازہ کھجوریں گرنے لگیں۔ پس ہم نے سیر ہو کر کھجوریں کھائیں۔ پھر ہم سو گئے۔ جب بیدار ہوئے اور ہم نے درخت کو حرکت دی تو اس سے ہم پر کانٹے گرے۔''

دو ٹھر یلیتے: شیخ ابوالقاسم بن مروان نہاوندی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں شیخ ابوبکر وراق اور شیخ ابوسعید خراز رازی علیہ الرحمۃ کا مصاحب تھا۔ ہم چلتے چلتے مقام صیدا کی جانب سمندر پر چل رہے تھے۔ انہوں نے دور سے ایک شخص کو دیکھا تو فرمایا:

''بیٹھ جاؤ۔ یہ شخص اولیاء اللہ میں سے ایک ولی ہوسکتا ہے۔''

تھوڑی دیر بعد ایک خوبصورت چہرے والا نوجوان آیا اس کے ہاتھ میں ٹوکری اور دوات تھی اور اس نے گدڑی پہن رکھی تھی۔ شیخ ابوسعید خراز علیہ الرحمۃ نے اس کی طرف تعجب کی نگاہ سے دیکھا کیونکہ اس نے ٹوکری کے ساتھ دوات اٹھا رکھی تھی۔ انہوں نے فرمایا:

''اے نوجوان! اللہ کی طرف جانے کا کیا طریقہ ہے؟''

اس نے عرض کیا:

''اے ابوسعید! مجھے اللہ کی طرف جانے کے دو طریقے معلوم ہیں۔ ایک خاص طریقہ اور دوسرا عام طریقہ۔ عام طریقہ وہ ہے جس پر آپ ہیں اور آئیں آپ کو خاص طریقہ بتاؤں۔''

پھر وہ پانی پر چلا اور ہماری نگاہوں سے غائب ہوگیا۔ شیخ ابوسعید خراز علیہ الرحمۃ یہ واقعہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔

ستون کا سونا چاندی بننا: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں شونزیہ کی مسجد میں موجود تھا کہ وہاں فقراء کی ایک جماعت تھی۔ وہ لوگ قرآن مجید کی آیات کے بارے میں گفتگو کررہے تھے۔ ان میں سے ایک فقیر نے کہا:

''میں اس آدمی کو جانتا ہوں جو اس ستون سے کہے کہ تمہارا نصف سونا اور نصف چاندی ہوجائے تو وہ ہوجائے۔''

سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے دیکھا کہ میرے ستون کا نصف سونا اور اس کا نصف چاندی تھی۔''

شیر سے خدمت: منقول ہے کہ شیخ سفیان ثوری علیہ الرحمۃ نے شیخ شیبان راعی علیہ الرحمۃ کے ہمراہ سفر حج کیا۔ جنگل سے گزرتے ہوئے ایک درندہ ان دونوں کے سامنے آگیا۔ شیخ سفیان ثوری علیہ الرحمۃ نے شیخ شیبان راعی علیہ الرحمۃ سے کہا:

''کیا آپ اس درندے کو نہیں دیکھ رہے؟''

انہوں نے فرمایا:

''آپ خوف نہ کریں۔''

پس شیخ شیبان راعی علیہ الرحمۃ نے اس کا کان پکڑ کر اس کو مروڑا تو اس نے (ڈر کے مارے) اپنی دم کو حرکت دی۔''

شیخ سفیان ثوری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''یہ کیا خواہش ہے؟''

انہوں نے جواب دیا:

''شہرت کا خوف نہ ہوتا تو میں اپنا سامان اس درندے کے سر پر رکھتا حتیٰ کہ مکہ مکرمہ پہنچ جاتا۔''

دنیا کا حاضر خدمت ہونا: منقول ہے کہ جب شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ نے تجارت کو خیرآباد کہہ دیا تو ان کی ہمشیرہ اپنے سوت کی قیمت میں سے ان پر خرچ کرتی تھیں۔ ایک روز ان کی طرف سے تاخیر ہوگئی تو شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''آپ نے دیر کیوں کی؟''

ہمشیرہ نے جواب دیا:

''اس لیے کہ میرا سوت فروخت نہیں ہوا، لوگ کہتے ہیں اس میں ملاوٹ ہے۔''

شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ نے کھانا چھوڑ دیا۔ اس کے بعد ایک روز ان کی ہمشیرہ ان کے پاس آئی تو ایک بڑھیا کو دیکھا کہ وہ گھر میں جھاڑو دے رہی ہے اور ہر روز ان کے لیے دو روٹیاں لے کر آتی ہے۔ ان کی ہمشیرہ چلی گئیں اور حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ سے

شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کی شکایت کی۔ انہوں نے اس سلسلے میں شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ سے استفسار کیا تو انہوں نے فرمایا:
''جب سے میں نے اس (ہمشیرہ) کے کھانے کو چھوڑا تو اللہ نے میرے لئے دنیا کو مسخر کر دیا کہ وہ مجھ پر خرچ کرے اور میری خدمت کرے (گویا دنیا اس بوڑھی خاتون کی شکل میں آتی تھی)۔''

تھوڑی دیر میں کعبۃ اللہ پہنچ جانا: شیخ محمد بن منصور طوسی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں شیخ ابو محفوظ معروف کرخی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں موجود تھا۔ پس انہوں نے میرے لیے دعا کی۔ دوسرے روز میں ان کے پاس آیا تو ان کے چہرے پر نشان تھا۔ ایک آدمی نے ان سے استفسار کیا:
''اے ابو محفوظ! کل ہم آپ کے پاس تھے تو اس وقت آپ کے چہرے پر یہ نشان نہیں تھا تو یہ کیا ہے۔؟''
انہوں نے فرمایا:
''تم اپنا مقصد بتاؤ۔''
اس آدمی نے عرض کیا:
''آپ کو اللہ کی قسم! آپ ضرور بتائیں۔''
انہوں نے فرمایا:
''کل میں نے یہاں نماز پڑھی اور مجھے بیت اللہ شریف کے طواف کی خواہش ہوئی تو میں مکہ مکرمہ چلا گیا اور طواف کیا۔ پھر زمزم کی طرف گیا تاکہ اس کا پانی پیوں۔ تو میں دروازے سے پھسل گیا جس کی وجہ سے مجھے یہ چوٹ آئی جسے تم دیکھ رہے ہو۔''

پرندے کا اطاعت کرنا: منقول ہے کہ شیخ عتبہ غلام علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ ایک جگہ آئے اور فرمایا:
''اے ورشان! اگر تو مجھ سے زیادہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے تو آ اور میری ہتھیلی پر بیٹھ جا۔ پس ورشان (پرندہ) آیا اور آپ کی ہتھیلی پر بیٹھ گیا۔''

مچھلی کی خواہش: شیخ ابو علی رازی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں ایک روز نہر فرات پر گزرا تو مجھے تازہ مچھلی کی خواہش ہوئی۔ پس میں نے دیکھا پانی نے ایک مچھلی میری طرف پھینک دی اور ایک آدمی دوڑا ہوا آیا اور کہنے لگا:
''میں اسے آپ کے لئے بھون دیتا ہوں۔''
میں نے کہا:
''ٹھیک ہے۔''
پس اس نے اس کو بھونا اور میں نے بیٹھ کر اسے کھایا۔

شیر کو حکم: منقول ہے کہ شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ اپنے رفقاء کے ساتھ تھے کہ ایک درندہ ان لوگوں کے سامنے آیا۔ ان حضرات نے کہا:
''اے ابو اسحاق! درندہ ہمارے سامنے آیا ہے۔''
چنانچہ شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ تشریف لائے اور فرمایا:
''اے شیر! اگر تجھے ہمارے بارے میں کسی ترش بات کا حکم دیا گیا ہے تو ٹھیک ہے! ورنہ واپس چلا جا۔''
پس وہ شیر چلا گیا اور یہ لوگ بھی آگے گزر گئے۔

دو حالتیں: شیخ حامد اسود علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ کی مصاحبت میں صحرا میں تھا۔ ہم نے ایک

درخت کے پاس رات گزاری کہ اچانک ایک درندہ آیا۔ میں صبح تک درخت پر چڑھا رہا اور مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ سوتے رہے۔ درندہ ان کے سر سے لے کر قدم تک سونگھتا رہا پھر وہ چلا گیا۔ جب دوسری رات ہوئی تو ہم نے بستی کی مسجد میں رات گزاری۔ ایک مچھر ان کے چہرے پر گرا اور اس نے کاٹا تو وہ رونے لگے۔ میں نے کہا:

''یہ بات قابل تعجب ہے کہ گزشتہ شب آپ شیر سے نہیں ڈرے اور آج رات مچھر کی وجہ سے چیخنے لگے ہیں؟''

انہوں نے فرمایا:

''گزشتہ شب میں ایسی ''حالت'' میں تھا کہ اس میں میں اللہ کیساتھ تھا اور آج رات میری حالت یہ تھی کہ میں اپنے نفس کے ساتھ تھا۔''

لکڑی کے برادے کا آٹا بننا: شیخ عطاء ازرق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میری زوجہ نے سوت فروخت کیا اور پھر اس کی قیمت سے مجھے دو درہم دیئے تاکہ میں آٹا خرید لاؤں۔ پس میں اپنے گھر سے باہر نکلا تو میری ملاقات ایک لونڈی سے ہوئی جو رو رہی تھی۔ میں نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا:

''میرے آقا نے مجھے دو درہم دیئے تھے کہ میں اس کے لئے کوئی چیز خریدوں، وہ مجھ سے کہیں گر گئے ہیں۔ وہ یقیناً اس پر مجھے مارے گا۔''

شیخ عطاء علیہ الرحمۃ نے وہ دو درہم اسے دے دیئے اور چلے گئے اور اپنے ایک دوست کی دکان پر بیٹھ گئے جو ساگوان کی لکڑی چیر رہا تھا۔ انہوں نے اس سے واقعہ بیان کیا اور یہ بھی بتایا کہ ان کو بیوی کی بداخلاقی کا ڈر ہے۔ ان کے دوست نے ان سے کہا:

''تھیلے میں لکڑی کا یہ برادہ لے جائیں تاکہ تم لوگوں کو تنور گرم کرنے میں اس کے ذریعے نفع حاصل ہو کیونکہ اس وقت میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔''

پس شیخ نے برادہ اٹھایا اور اپنے گھر کا دروازہ کھول کر تھیلا پھینک دیا اور خود دروازہ بند کر کے مسجد میں چلے گئے اور عشاء کے بعد تک وہاں ٹھہرے رہے تاکہ گھر والے سو جائیں اور بیوی ان سے زبان درازی نہ کرے۔ پھر جب انہوں نے دروازہ کھولا تو ان لوگوں کو روٹی پکاتے ہوئے دیکھا۔ فرمایا:

''یہ روٹی کہاں سے آئی ہے؟''

انہوں نے کہا:

''اس آٹے سے جو تھیلے میں تھا۔ (یہ آٹا انتہائی لذیذ ہے لہذا آپ) کوئی اور آٹا نہ خریدا کریں (اسی قسم کا آٹا خریدا کریں)''

شیخ نے فرمایا:

''ان شاء اللہ ہمیشہ ایسا ہی کیا کروں گا۔''

دینار اور دانت: شیخ ابوجعفر بن برکات علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں فقراء کے پاس بیٹھا کرتا تھا تو مجھے ایک دینار ملا۔ میں نے ارادہ کیا کہ یہ فقراء کو دے دوں۔ پھر میں نے دل میں کہا:

''شاید مجھے اس کی ضرورت پڑ جائے۔''

پس میری داڑھ میں درد شروع ہوا تو میں نے دانت نکلوا دیا۔ پھر دوسرے میں درد ہوا تو اسے بھی نکلوا دیا تو مجھے غیب سے آواز آئی:

''اگر تم نے یہ دینار فقراء کو نہ دیا تو تمہارے منہ میں ایک بھی دانت نہیں رہے گا۔''

میں (امام قشیری علیہ الرحمۃ) کہتا ہوں کہ یہ ایک بڑی کرامت ہے۔ اس کی نسبت یہ ہے کہ اللہ اس کو عادت کے خلاف زیادہ

درہم دیتا۔

شیخ عامر بن عبد قیس کا مشکیزہ: شیخ ابوسلیمان درانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ شیخ عامر بن عبد قیس ملک شام کی طرف سفر پر روانہ ہوئے اور ان کے پاس مشکیزہ تھا۔ جب چاہتے اس سے وضو کیلئے پانی نکال لیتے تاکہ نماز کے لئے وضو کریں اور جب چاہتے اس سے دودھ نکال کر پی لیتے۔

پرندہ سے گفتگو: شیخ عثمان بن ابی عاتکہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ روم کی سرزمین میں جہاد کر رہے تھے تو والی نے ایک دستہ ایک مقام کی طرف بھیجا اور ایک روز مقرر کر دیا۔ وہ روز تو آ گیا لیکن فوجی دستہ واپس نہ پہنچا۔ اچانک اس وقت جب شیخ ابو مسلم اپنے سامنے نیزہ گاڑھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک پرندہ نیزے کے سر پر آ گیا اور کہنے لگا:

''بے شک دستہ صحیح سلامت ہے اور مال غنیمت حاصل کر چکا ہے اور فلاں فلاں وقت تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔''

شیخ ابو مسلم علیہ الرحمۃ نے پرندے سے کہا:

''تجھ پر رحم کرے تو کون ہے؟''

اس نے کہا:

''میں قلوب مومنین سے غم دور کرنے والا ہوں۔''

شیخ ابو مسلم علیہ الرحمۃ نے آ کر والی کو خبر دی۔ پھر جب اس پرندے کا بتایا ہوا وقت آیا تو دستہ آ گیا جس طرح اس نے کہا تھا۔

سمندر میں قبر: ایک صاحب تصوف کہتے ہیں کہ ہم کشتی میں سفر کر رہے تھے کہ ایک بیمار آدمی جو ہمارے ساتھ سفر میں شریک تھا فوت ہو گیا۔ ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور اس کو سمندر میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو سمندر خشک ہو گیا اور کشتی نیچے بیٹھ گئی۔ ہم اترے اور ہم نے اس کے لئے قبر کھود کر اسے دفن کر دیا۔ جب ہم فارغ ہوئے تو پانی برابر ہو گیا اور کشتی اوپر کو اٹھ گئی اور ہم چل پڑے۔

شیخ حبیب عجمی کی تھیلی: منقول ہے کہ بصرہ میں لوگوں کو فاقہ کشی کی نوبت آ گئی تو شیخ حبیب عجمی علیہ الرحمۃ نے بطور ادھار کچھ کھانا خریدا اور مساکین میں تقسیم کر دیا اور اپنی تھیلی کو اٹھایا۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ درہموں سے بھری ہوئی ہے۔ پس انہوں نے اس سے قرض ادا کر دیا۔

ریت کا دینار بننا: منقول ہے کہ ایک مرتبہ شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ نے کشتی میں سوار ہونے کا ارادہ کیا تو ملاح نے کہا:

''ہم ایک دینار لیے بغیر سوار نہیں کریں گے۔''

شیخ نے دریا کے کنارے پر دو رکعتیں پڑھیں اور دعا مانگی:

''اے میرے رب! ان لوگوں نے مجھ سے اس چیز کا سوال کیا ہے جو میرے پاس نہیں ہے۔''

چنانچہ ان کے سامنے موجود ریت دینار بن گئی۔

قرآن مجید پڑھنے کے وقت بینائی کا حصول: شیخ ابوحمزہ نصر بن فرخ علیہ الرحمۃ جو شیخ ابو معاویہ اسود علیہ الرحمۃ کے خادمین میں سے تھے، سے منقول ہے کہ شیخ ابو معاویہ علیہ الرحمۃ کی بینائی چلی گئی، لیکن جب وہ قرآن مجید پڑھنا چاہتے تو قرآن پاک کھولتے، پس اس وقت اللہ تعالیٰ ان کی بینائی لوٹا دیتا۔ جب قرآن مجید بند کرتے تو بینائی چلی جاتی۔

پانی پر چلنا: شیخ احمد بن ہیثم مطیب علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ نے مجھ سے فرمایا:

''شیخ معروف کرخی سے کہیں میں نماز پڑھ کر آپ کے پاس آؤں گا۔''

پس میں نے پیغام پہنچا دیا اور انتظار کرنے لگا۔ چنانچہ ہم نے نماز ظہر ادا کی اور وہ نہ آئے، پھر ہم نے عصر کی نماز ادا کی، پھر مغرب

اور پھر عشاء کی۔ میں نے دل میں کہا:

''سبحان اللہ! شیخ بشر حافی جیسی شخصیت ایک بات کہے پھر اس پر عمل نہ کرے، ان کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں۔''

پس میں مسجد کے گھاٹ پر انتظار کرنے لگا۔ رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ تشریف لائے اور ان کے سر پر جائے نماز تھا۔ وہ دجلہ کی طرف بڑھ کر پانی پر چلنے لگے۔ میں نے چھت سے چھلانگ لگا دی اور ان کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دینے لگا۔ میں نے عرض کیا:

''میرے لیے دعا کیجئے۔!''

انہوں نے میرے لے دعا کی اور فرمایا:

''یہ واقعہ پوشیدہ رکھنا۔''

میں نے شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ کے انتقال تک یہ واقعہ کسی کو نہیں بتایا۔

حوروں اور آسمان کے دروازوں کو ملاحظہ کرنا: شیخ قاسم جرعی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے ایک آدمی کو کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا۔ وہ عرض کر رہا تھا:

''اے میرے رب! تو نے سب کی حاجتیں پوری کیں مگر میری حاجت پوری نہ کی۔''

میں نے کہا:

''تمہیں کیا ہوا کہ اس دعا میں اضافہ نہیں کرتے۔؟''

وہ کہنے لگا:

''میں آپ کو بتاتا ہوں۔ ہم مختلف شہروں کے سات افراد تھے۔ پس ہم جہاد کے لئے نکلے تو رومیوں نے ہمیں قید کر لیا اور ہمیں قتل کرنے کیلئے لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ آسمان کے سات دروازے کھلے اور ہر دروازے پر خوبصورت حور کھڑی ہے۔ ہم میں سے ایک کو آگے لے جا کر قتل کر دیا گیا۔ میں نے ان میں سے ایک حور کو دیکھا وہ زمین کی طرف اتری، اس کے ہاتھ میں رومال تھا اور اس نے اس آدمی کی روح کو لے لیا حتیٰ کہ ہم میں سے چھ افراد کو شہید کر دیا گیا۔ رومیوں میں سے ایک آدمی نے مجھے مانگ لیا۔ ایک حور نے کہا: اے بدبخت! کون سی چیز تجھ سے چھوٹ گئی۔؟ پھر آسمان کے دروازے بند ہو گئے۔ اے میرے بھائی! میں اس پر افسوس کر رہا ہوں جو میرے ہاتھوں سے نکل گیا (شہادت)''

شیخ قاسم جرعی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میرے خیال میں یہ آدمی ان سب سے افضل تھا کیونکہ اس نے وہ کچھ دیکھا جو ان (دوسروں) نے نہیں دیکھا اور ان کے شہید ہونے کے بعد اس نے اسی شوق پر عمل کیا۔

ہاتف غیبی کی پکار: شیخ ابوبکر الکتانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں سال کے درمیان والے حصے میں مکہ مکرمہ کے راستے میں تھا کہ اچانک مجھے ایک تھیلی نظر آئی کہ جس میں دینار چمک رہے تھے۔ میں نے ارادہ کیا کہ اسے اٹھالوں تاکہ مکہ مکرمہ کے فقراء میں تقسیم کر دوں تو مجھے ہاتف غیبی نے پکارا:

''اگر تم اسے اٹھاؤ گے تو ہم تمہارا فقر سلب کر لیں گے۔''

پاؤں کی ٹھوکر سے پانی کا چشمہ ابلنا: شیخ عباس شرقی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ہم مکہ مکرمہ کے راستے میں شیخ ابوتراب نخشی علیہ الرحمۃ کے ہمراہ تھے۔ وہ راستے سے ایک کنارے پر ہو کر چلنے لگے۔ ان کے مصاحبوں میں سے کسی ایک فرد نے عرض کیا:

''میں پیاسا ہوں۔''

چنانچہ شیخ نے اپنے پاؤں سے زمین پر ٹھوکر ماری تو وہاں صاف پانی کا ایک چشمہ پھوٹ نکلا۔ اس نوجوان نے عرض کیا:

''میں تو پانی پیالے میں پینے کا خواہش مند ہوں۔''

شیخ نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا تو ان کے ہاتھ میں شیشے کا سفید پیالہ آ گیا جو انہوں نے اس نوجوان کو پکڑا دیا۔ وہ پیالہ بہت خوبصورت تھا۔ چنانچہ اس نے خود بھی پیا اور ہمیں بھی پلایا۔ وہ پیالہ مکہ مکرمہ تک ہمارے پاس رہا۔

دوران سفر ہی ایک روز شیخ ابوتراب نخشبی علیہ الرحمۃ نے مجھ سے فرمایا:

''تمہارے دوست ان افعال کے بارے میں کیا کہتے ہیں جن کے ذریعے اللہ اپنے بندوں کو عزت بخشتا ہے؟''

میں نے عرض کیا:

''میں نے انہیں دیکھا ہے کہ وہ سب ان باتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔''

شیخ نے فرمایا:

''جو آدمی ان باتوں پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہے (کرامت کا انکار کرنے والا)۔''

پھر شیخ نے مجھ سے ان کے احوال کے طریقے کے بارے میں پوچھا:

''تم ان کے احوال کے بارے میں جو علم رکھتے ہو اس کے مطابق ان کا کیا خیال ہے۔؟''

میں نے عرض کیا:

''میں اس سلسلے میں ان کے کسی قول کو نہیں جانتا۔''

انہوں نے فرمایا:

''ہاں کیوں نہیں! تمہارے دوستوں کا خیال ہے کہ یہ دھوکہ ہے حالانکہ معاملہ یوں نہیں ہے۔ دھوکہ اس صورت میں ہے کہ آدمی اس سے سکون محسوس کرے لیکن جو آدمی نہ تو اس کی آرزو کرے اور نہ ہی اس سے سکون محسوس کرے تو یہ ربانیین کا مرتبہ ہے۔''

جلاد کا ہاتھ رکنا: شیخ ابوعبداللہ بن جلاء علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ہم بغداد میں شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کے بالاخانہ میں موجود تھے۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو انہوں نے ایک صاف ستھری قمیض، شلوار اور چادر لی اور پھر جوتا پہنا اور باہر جانے لگے۔ میں نے عرض کیا:

''اس وقت کہاں جا رہے ہیں؟''

انہوں نے فرمایا:

''میں شیخ فتح موصلی کی عیادت کرنا چاہتا ہوں۔''

ابھی وہ بغداد کے راستوں میں ہی تھے کہ پہریداروں نے ان کو پکڑ لیا اور قید کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو اور قیدیوں کے ساتھ ان کو بھی مارنے کا حکم ہوا۔ جب جلاد نے ان کو مارنے کیلئے ہاتھ اٹھایا تو اس کا ہاتھ رک گیا اور وہ اس کو حرکت نہ دے سکا۔ جلاد سے کہا گیا:

''مارو!''

اس نے کہا:

''میرے سامنے ایک بزرگ شخصیت کھڑی ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں: اس کو نہ مارنا۔ پس میرا ہاتھ رک گیا اور وہ حرکت نہیں کرتا۔''

درہم و دینار کی بارش: شیخ سعید بن یحییٰ بصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ کچھ قریشی احباب شیخ عبدالواحد بن زید علیہ الرحمۃ

کے مصاحب تھے۔ایک روز وہ ان کے پاس آئے اور کہنے لگے:

''ہمیں تنگ دستی اور محتاجی کا خوف ہے۔''

شیخ نے اپنا سر آسمان کی جانب اٹھایا اور یوں دعا کی:

((اللھم انی اسألك باسمك المرتفع الذی تکرم بہ من شئت من اولیائك وتلھمہ الصفی من احبابك ان تاتینا برزق من لدنك تقطع بہ علائق الشیطان من قلوبنا وقلوب اصحبنا ھولاء فانت الحنان المنان القدیم الا حسان اللھم الساعة، الساعة))

''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے اس بلند نام کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں جس کے ساتھ تو اپنے جس ولی کو چاہتا ہے عزت بخشا ہے اور اپنے برگزیدہ دوستوں کے دلوں میں ڈالتا ہے تو ہمیں اپنی طرف سے ایسا رزق عطا فرما جس کے ذریعے ہمارے دلوں اور ہمارے ساتھیوں کے دلوں سے شیطانی تعلق ختم ہو جائے۔تو بہت رحم فرمانے والا، بہت احسان کرنے والا ہے۔تو وہ ہے جس کا احسان قدیم ہے۔یا اللہ! اسی وقت (عطا فرما) اسی وقت (عطا فرما)''

شیخ سعید بن یحییٰ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ہم نے چھت کی کڑکڑاہٹ سنی پھر ہم پر دینار اور درہم برسنے لگے۔شیخ عبدالواحد بن زید علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ اوروں کو چھوڑ کر اللہ (کی مدد) کے ساتھ مالداری چاہو۔پس ان لوگوں نے وہ درہم و دینار اٹھائے اور شیخ عبدالواحد بن زید علیہ الرحمۃ نے ان میں سے کوئی چیز نہ لی۔

رقعہ کا ہوا میں اڑنا: شیخ ابوبکر الکتانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے ایک صوفی کو دیکھا اور وہ ایک اجنبی شخص تھا۔میں اسے پہچانتا نہیں تھا۔اس نے کہا:

''اے میرے رب! مجھے معلوم نہیں یہ لوگ یعنی طواف کرنے والے کیا کر رہے ہیں؟''

اس سے کہا گیا:

''اس رقعہ کی طرف دیکھ۔''

اس نے اس رقعہ کی طرف دیکھا تو وہ ہوا میں اڑ کر غائب ہو گیا۔

ایک نوعمر ولی: شیخ ابوعبداللہ بن جلاء علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک روز میری ماں نے میرے باپ سے مچھلی کھانے کی خواہش کا اظہار کیا۔پس میرے والد بازار گئے اور میں ان کے ساتھ تھا۔انہوں نے ایک مچھلی خریدی اور کسی اٹھانے والے (مزدور) کا انتظار کرنے لگے۔انہوں نے ایک بچے کو دیکھا جو ان کے سامنے تھا اور اس کے ساتھ ایک اور بچہ کھڑا تھا۔اس نے کہا:

''چچا جان! آپ کسی اٹھانے والے کا انتظار کر رہے ہیں۔؟''

میرے والد نے فرمایا:

''ہاں۔''

پس اس نے مچھلی اٹھائی اور ہمارے ساتھ چل پڑا۔ہم نے اذان سنی تو بچے نے کہا:

''موذن نے اذان دے دی ہے اور میں وضو کر کے نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔اگر آپ (انتظار کرنے پر) راضی ہو تو ٹھیک ہے،ورنہ مچھلی اٹھالیں۔''

یہ کہہ کر وہ بچہ مچھلی رکھ کر چلا گیا۔میرے والد نے کہا:

''ہم پر زیادہ حق ہے کہ ہم مچھلی کے بارے میں اللہ پر بھروسہ کریں۔ پس ہم مسجد میں داخل ہوئے اور نماز پڑھی۔ وہ بچہ آیا اور اس نے بھی نماز پڑھی۔ جب ہم باہر نکلے تو مچھلی اپنی جگہ پر موجود تھی۔ بچے نے اسے اٹھایا اور ہمارے ساتھ ہمارے گھر کی طرف چل پڑا۔ میرے والد نے یہ واقعہ میری والدہ کو سنایا تو اس نے کہا:

''اس سے کہیں کہ وہ ہمارے پاس ٹھہرے اور ہمارے ساتھ کھائے۔''

ہم نے اس سے کہا تو اس نے کہا:

''میرا روزہ ہے۔''

ہم نے کہا:

''شام کا کھانا ہمارے ساتھ کھانا۔''

اس نے کہا:

''میں ایک بار بوجھ اٹھانے کے بعد دوبارہ نہیں اٹھاتا۔ ہاں! میں شام تک مسجد میں ٹھہرتا ہوں۔ پھر تم لوگوں کے پاس آؤں گا۔''

چنانچہ وہ واپس چلا گیا۔ جب شام ہوئی تو وہ بچہ آیا اور ہم نے مل کر کھانا تناول کیا۔ ہم جب کھانا کھانے سے فارغ ہوئے تو ہم نے اسے طہارت کی جگہ بتائی اور ہم نے دیکھا کہ وہ تنہائی پسند ہے۔ پس ہم نے اسے ایک کمرے میں رہنے دیا۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو ہماری ایک رشتہ دار لڑکی جو چلنے پھرنے کے قابل نہ تھی، وہ چل کر آئی۔ ہم نے اس سے اس کی حالت پوچھی تو اس نے کہا:

''میں نے یوں دعا کی: اے اللہ! ہمارے اس مہمان کے صدقے مجھے عافیت عطا فرما۔ پس میں کھڑا ہونے پر قادر ہوگئی۔''

ہم اس بچے کی تلاش میں نکلے تو دیکھا دروازے پہلے کی طرح بند ہیں، لیکن بچہ موجود نہیں ہے۔ میرے والد کہنے لگے:

''اولیاء میں چھوٹے بچے بھی ہوتے ہیں اور بڑے بھی۔''

کنکریوں کا سونا بننا: شیخ سعید بن یحییٰ بصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں شیخ عبدالواحد بن زید علیہ الرحمۃ کے ہاں حاضر ہوا۔ وہ اس وقت ایک درخت کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا:

''اگر آپ اللہ سے سوال کریں کہ وہ آپ پر رزق کشادہ کردے تو مجھے امید ہے کہ وہ ایسا کرے گا۔''

انہوں نے فرمایا:

''میرا رب اپنے بندوں کی حاجات کو خوب جانتا ہے۔''

پھر انہوں نے زمین سے کنکریاں اٹھائیں اور عرض کیا:

''اے اللہ! اگر تو ان کنکریوں کو سونا بنانا چاہے تو ایسا کردے۔''

اللہ کی قسم! وہ اسی وقت ان کے ہاتھ میں سونا بن گئیں۔ انہوں نے ان کنکریوں کو میری جانب پھینکا اور فرمایا:

''آخرت کے لئے خرچ کرنے کے علاوہ مال دنیا میں اور کوئی بھلائی نہیں۔''

ایک ارادت مند کی کرامت: شیخ ابو یعقوب سوسی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے ایک ارادت مند کو اس کی وفات کے بعد غسل دیا تو اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ میں نے کہا:

''اے بیٹے! میرا ہاتھ چھوڑ دے! مجھے معلوم ہے تو مردہ نہیں۔ موت تو ایک گھر (دنیا) سے دوسرے گھر (آخرت) کی طرف انتقال کا نام ہے۔''

یہ سن کر اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔

فوت شدہ کا اپنا دایاں ہاتھ پکڑانا: شیخ ابراہیم بن شیبان علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک بہترین نوجوان نے میری مصاحبت اختیار کی۔ پھر اس کا انتقال ہو گیا تو میرے دل میں اس کا بہت زیادہ غم ہوا۔ چنانچہ میں نے اسے بذات خود غسل دیا۔ جب میں نے اس کے ہاتھوں کو دھونے کا ارادہ کیا تو خوف کی وجہ سے میں نے بائیں ہاتھ سے آغاز کیا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنا دایاں ہاتھ تھما دیا۔ میں نے کہا:

''اے بیٹے! تم سچے ہو امجھ سے غلطی ہوئی۔''

ایک محب اللہ کی کرامت: شیخ ابو یعقوب سوسی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک ارادت مند میرے پاس مکہ مکرمہ میں آیا اور کہنے لگا:

''اے استاذ! میں کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا۔ یہ ایک دینار لے لو اور اس کے نصف سے میرے لیے قبر کھدوانا اور دوسرے نصف سے مجھے کفن دینا۔''

میں نے سمجھا یہ ایسے ہی کہہ رہا ہے۔ پس جب دوسرا دن ہوا تو وہ آیا اور اس نے بیت اللہ کا طواف کیا پھر وہاں سے دور ہوا اور فوت ہو گیا۔ میں نے اس کو غسل دیا، کفن پہنایا اور قبر میں رکھ دیا۔ قبر میں اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا:

''کیا موت کے بعد زندگی؟''

اس نے کہا:

((انا حی و کل محب للہ حیی))

''میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر محب زندہ ہوتا ہے۔''

ذکر کی برکت: ایک روز شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ نے ذکر سے متعلق گفتگو کی اور فرمایا:

''اللہ کا ذکر کرنے والا اگر مردوں کو زندہ کرنا چاہے تو کر دے۔''

یہ کہتے ہوئے انہوں نے اپنے سامنے موجود ایک بیمار پر اپنا ہاتھ پھیرا تو وہ تندرست ہو کر کھڑا ہو گیا۔

شیخ ابن عتبہ کی کرامت: شیخ عمرو بن عتبہ علیہ الرحمۃ نماز پڑھ رہے تھے، ان کے سر پر بادل نے سایہ کیا ہوا تھا اور درندے ان کے گرد اپنی دمیں ہلا رہے تھے۔

دعا کا مقبول ہونا: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''ایک مرتبہ میرے پاس چار درہم تھے۔ میں شیخ سری سقطی علیہ الرحمۃ کے ہاں حاضر ہوا اور عرض کیا:

''یہ دراہم میں آپ کے پاس لے آیا ہوں۔''

انہوں نے فرمایا:

''اے لڑکے! تجھے خوشخبری ہو تو کامیاب ہوا۔ اس وقت میں چار درہموں کا حاجت مند تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا ہوا تھا:

(((اللھم ابعثھا علی ید من یفلح عندک))

''اے اللہ! اس شخص کے ہاتھ چار درہم بھیج دے جو تیرے نزدیک فلاح پانے والا ہے۔''

گوشت فراہم ہونا: شیخ ابراہیم یمانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ہم کچھ لوگ شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ کے ساتھ سمندر کے

کنارے سیر کے لیے نکلے تو ہم ایک گھنے درخت کے پاس پہنچے۔اس میں بہت سی خشک لکڑیاں تھی اور اس کے قریب ایک قلعہ تھا۔ ہم نے شیخ سے عرض کیا:

''کیا بہتر نہیں کہ ہم لوگ رات یہاں گزاریں اور ان لکڑیوں کو جلائیں؟''

انہوں نے فرمایا:

''تم ایسا کر سکتے ہو۔''

پس ہم نے قلعے میں آگ تلاش کی اور لکڑیاں جلائیں۔ ہمارے پاس کچھ روٹیاں تھیں۔ ہم نے ان کو کھایا۔ ہم میں سے ہر ایک نے کہا:

''یہ انگارے کتنے اچھے ہیں۔؟ اگر ہمارے پاس گوشت ہوتا تو ہم اس پر اسے بھونتے۔''

شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اللہ اس بات پر قادر ہے کہ تمہیں گوشت کھلائے۔''

پس ہم اسی حالت میں تھے کہ ایک شیر بارہ سنگے کو بھگاتا ہوا لایا۔ جب بارہ سنگا ہمارے پاس پہنچا تو وہ گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ شیخ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

''جلد از جلد اسے ذبح کر لو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ کھانا دیا ہے۔''

پس ہم نے اس کا کچھ گوشت بھونا اور شیر کھڑا ہماری طرف دیکھتا رہا۔

پانی کے چشمے کا پھوٹنا: شیخ حامد اسود علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے سات روز جنگل میں شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ کی صحبت میں گزارے۔ جب ساتواں روز ہوا تو میں کمزور ہو کر بیٹھ گیا۔ انہوں نے میری جانب دیکھا اور فرمایا:

''تمہیں کیا ہوا؟''

میں نے عرض کیا:

''کمزوری غالب آ گئی۔''

انہوں نے فرمایا:

''تم پر کس چیز کی طلب غالب آئی ہے پانی کی یا کھانے کی۔؟''

میں نے عرض کیا:

''پانی کی۔''

انہوں نے فرمایا:

''پانی تمہارے پیچھے ہے۔''

میں نے مڑ کر دیکھا تو وہاں تازے دودھ جیسے پانی کا چشمہ آموجود ہوا۔''

میں نے پانی پیا اور طہارت حاصل کی۔ یہ سب کچھ شیخ ملاحظہ کر رہے تھے لیکن وہ اس پانی کے قریب بھی نہ آئے۔ جب میں نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو چاہا کہ اس سے کچھ پانی ساتھ لے لوں۔ انہوں نے فرمایا:

''رک جاؤ! یہ ایسا پانی نہیں جسے ہم زادِ راہ بنا سکیں۔''

اولیاء کی گستاخی کی سزا: شیخ ابو الحسن نوری علیہ الرحمۃ کی خادمہ زیتونہ، جو پہلے شیخ ابو حمزہ اور پھر شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کی

خدمت کر چکی تھی، بیان کرتی ہے کہ ایک ٹھنڈا دن تھا تو میں نے شیخ ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ سے عرض کیا:

''کھانے کے لیے کچھ لاؤں؟''

انہوں نے فرمایا:

''ہاں۔''

میں نے پوچھا:

''آپ کیا پسند کرتے ہیں؟''

انہوں نے فرمایا:

''روٹی اور دودھ۔''

پس میں مطلوبہ چیزیں لے کر آئی اور شیخ ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ کے سامنے کوئلے پڑے ہوئے تھے جن کو وہ اپنے ہاتھ سے ادھر ادھر کر رہے تھے اور ان کا ہاتھ شعلہ زن تھا۔ انہوں نے کھانا شروع کر دیا اور دودھ ان کے ہاتھ پر بہہ رہا تھا اور ہاتھ کوئلوں سے سیاہ ہو چکے تھے۔ میں نے اپنے دل ہی دل میں کہا:

''اے میرے رب! تیرے یہ ولی کس قدر گندے ہیں، کیا ان میں کوئی بھی صاف ستھرا نہیں؟''

پس میں ان کے پاس سے چلی گئی تو ایک خاتون مجھ سے لپٹ کر کہنے لگی:

''میرے کپڑے تو نے چوری کیے ہیں۔''

پس لوگ مجھے داروغہ کے پاس لے گئے۔ شیخ ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ کو جب معلوم ہوا تو وہ غصے اور داروغہ سے فرمانے لگے:

''اس کو کچھ نہ کہو۔ یہ تو اولیاء میں سے ایک ولیہ ہے۔''

داروغہ نے کہا:

''میں کیا کروں؟ وہ عورت اس پر چوری کا الزام لگا رہی ہے۔''

پس اسی وقت ایک لڑکی وہ کپڑے لے کر آئی جس کے چوری ہونے کا دعویٰ اس عورت نے کیا تھا۔ پس شیخ ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ مجھے واپس لائے اور فرمایا:

''کیا اس کے بعد بھی کہو گی کہ ولی کتنے گندے ہوتے ہیں؟''

میں نے عرض کیا:

''میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتی ہوں۔''

حضرت خضر کا مدد کرنا: شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ مجھے سفر کے دوران اس قدر پیاس لگی کہ میں گر گیا تو میں نے دیکھا کہ میرے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے جا رہے ہیں۔ میں نے آنکھ کھولی تو وہاں ایک خوبصورت گھوڑ سوار موجود تھا۔ اس نے مجھے پانی پلایا اور کہا:

''میرے ساتھ سوار ہو جاؤ۔''

اس وقت میں حجاز میں تھا۔ تھوڑی دیر گزری تو اس نے پوچھا:

''کیا دیکھ رہے ہو؟''

میں نے کہا:

''میں مدینہ طیبہ کو دیکھ رہا ہوں۔''

اس نے کہا:

''اترو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا اسلام کہنا اور عرض کرنا کہ آپ کا بھائی خضر آپ کو سلام کہتا ہے۔''

حضرت خضر کا تصدیق کرنا: شیخ مظفر جصاص علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ میں اور شیخ نصر خراط علیہ الرحمۃ ایک جگہ جمع ہوئے تو ہم میں علم کے موضوع پر گفتگو ہوگئی۔ شیخ نصر خراط علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''ذکر الٰہی کرنے والے کو یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اسے ابتدائے ذکر میں ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ نے اس کو یاد کیا ہے تو اس کا یہ ذکر اللہ کے یاد کرنے کی وجہ سے ہے۔''

میں نے اس کی مخالفت کی تو انہوں نے فرمایا:

''اگر حضرت خضر یہاں ہوتے تو وہ میری تصدیق کرتے۔''

پس اسی وقت میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی زمین و آسمان کے درمیان چلا آرہا ہے حتیٰ کہ وہ ہمارے قریب پہنچا اور اس نے سلام کیا اور کہنے لگا:

''یہ سچ کہتے ہیں۔ اللہ کا ذکر کرنے والا اس لیے ذکر کرتا ہے کہ اللہ اس کا ذکر کرتا ہے۔''

پس ہمیں معلوم ہو گیا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔

اظہارِ عاجزی: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کے پاس ایک آدمی حاضر خدمت ہوا اور عرض گزار ہوا:

''لوگ کہتے ہیں آپ پانی پر چلتے ہیں۔''

شیخ نے فرمایا:

''محلے کے مؤذن سے پوچھو وہ نیک آدمی ہے جھوٹ نہیں بولتا۔''

جب مؤذن سے پوچھا گیا تو اس نے کہا:

''مجھے معلوم نہیں۔ البتہ ان دنوں میں وہ حوض میں طہارت حاصل کرنے کیلئے اترتے تو پانی میں گر گئے، اگر میں وہاں نہ ہوتا تو وہ وہاں ہی رہ جاتے۔''

پانی پر چلنا: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ اس حالت میں تھے جو بیان کی گئی لیکن اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو پردے میں رکھنا چاہتا ہے۔ پس مؤذن اور حوض والے واقعہ کو شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کی حالت کیلئے پردہ بنا دیا۔ بلاشبہ شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ صاحب کرامت بزرگ تھے۔

پردۂ ولایت: شیخ ابو عثمان مغربی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے شیخ ابوالحسین جرجانی علیہ الرحمۃ کی تحریر دیکھی۔ انہوں نے لکھا تھا کہ ایک بار میں نے مصر جانے کا ارادہ کیا، میرے دل میں خیال آیا کہ میں کشتی میں سوار ہو جاؤں پھر مجھے خیال آیا کہ وہاں لوگ مجھے جانتے ہیں۔ پس مجھے شہرت کا ڈر ہوا۔ پھر ایک کشتی گزری جو مجھے نظر آئی میں پانی پر چل کر کشتی تک پہنچ گیا اور اس کے اندر چلا گیا۔ لوگ دیکھ رہے تھے، کسی نے بھی نہ کہا کہ یہ عمل عادت کے خلاف ہے یا نہیں۔ پس مجھے معلوم ہوا کہ ولی کو پردے میں رکھا جاتا ہے۔ چاہے وہ مشہور ہی کیوں نہ ہو۔

شیخ امام ابو علی دقاق: میں (امام قشیری) نے اپنے استاذ شیخ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کے جن احوال کا مشاہدہ کیا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ پیشاب کی جلن میں مبتلا تھے اور انہیں ایک گھنٹے میں کئی بار پیشاب آتا تھا حتیٰ کہ وہ فرض نماز کی دو رکعتوں کیلئے

کئی بار وضو کرتے تھے اور وہ کسی مجلس میں جاتے ہوئے راستے میں بوتل ساتھ رکھتے تھے اور بعض اوقات وہ راستے میں آتے جاتے کئی بار حاجت محسوس کرتے لیکن جب وہ وعظ کیلئے کرسی پر بیٹھتے تو طہارت کی ضرورت نہ پڑتی۔ اگرچہ مجلس بہت زیادہ طویل ہو جاتی۔ ہم کئی سالوں سے ان کا یہ معاملہ دیکھ رہے تھے اور ہمیں ان کی زندگی میں یہ خیال نہ آیا کہ یہ عمل خرقِ عادت (کرامت) ہے۔ ان کے وصال کے بعد اس بات کا احساس ہوا۔

نماز کے اوقات میں صحت یابی: شیخ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمۃ کی ایک کرامت اسی سے ملتی جلتی ہے۔ وہ یہ کہ شیخ آخری عمر میں اپاہج ہو گئے تھے مگر فرض نماز کے وقت ان کو قوت حاصل ہو جاتی۔ پس وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے۔

یہ بات درجہ شہرت کو پہنچ گئی ہے کہ شیخ عبداللہ کے پاؤں شل ہو چکے تھے لیکن جب محفل سماع میں ان کو وجد آتا تو وہ کھڑے ہو کر سکتے تھے۔

گم شدہ مشکیزے کا حاضر ہونا: شیخ احمد بن ابی حواری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے اور شیخ ابوسلیمان دارانی نے اکٹھے حج کیا۔ دورانِ سفر مجھ سے مشکیزہ گر گیا۔ میں نے شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ سے عرض کیا:

''مشکیزہ گم ہو گیا اور ہمارے پاس پانی نہیں۔''

اس موسم میں سخت سردی تھی۔ شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اے گمشدہ چیز لوٹانے والے! اے گمراہی میں ہدایت دینے والے!''

اسی وقت ایک آدمی نے ندا دی:

''کس کا مشکیزہ گم ہوا ہے؟''

میں نے کہا:

''میرا مشکیزہ گم ہوا ہے۔''

پس میں نے اس سے لے لیا۔ ہم چل رہے تھے اور سخت سردی کی وجہ سے ہم نے پوستینیں پہنی ہوئی تھیں۔ اچانک ایک آدمی دکھائی دیا جس نے پھٹے پرانے کپڑے پہن رکھے تھے اور اس سے پسینہ ٹپک رہا تھا۔ شیخ ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''آؤ! جو کپڑے ہم نے پہن رکھے ہیں ان میں سے کچھ تمہیں دے دیں۔؟''

اس نے عرض کیا:

''اے ابوسلیمان! کیا تم مجھے زہد کا مشورہ دیتے ہو اور خود سردی محسوس کر رہے ہو؟ میں تیس برس سے اس جنگل میں پھر رہا ہوں لیکن نہ مجھ پر کپکپاہٹ طاری ہوئی اور نہ ہی مجھ پر لرزہ طاری ہوا۔ اللہ مجھے سردی کے موسم میں اپنی محبت کی گرمی اور گرمی کے موسم میں اپنی محبت کی ٹھنڈک عطا کرتا ہے۔''

یہ کہہ کر وہ چل دیا۔

شیر کا اطاعت کرنا: شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک بار میں جنگل میں تھا۔ میں دوپہر کے وقت چلا حتیٰ کہ ایک درخت تک پہنچا۔ اس کے قریب پانی تھا، میں اترا تو ایک بہت بڑا شیر میری طرف آیا۔ میں نے اپنے آپ کو اپنے رب کے سپرد کر دیا، جب وہ میرے قریب آیا تو دیکھا کہ وہ لنگڑا رہا تھا۔ پس اس نے گرجدار آواز نکالی اور میرے سامنے بیٹھ گیا اور اپنا ہاتھ میری گود میں رکھ دیا۔ میں نے دیکھا تو اس کا ہاتھ (اگلا پاؤں) پھولا ہوا تھا اور اس میں پیپ اور خون تھا۔ میں نے لکڑی لے کر پیپ والی جگہ کو پھاڑ دیا اور اس کے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ دیا اور وہ چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد دیکھا کہ وہ شیر آیا اور اس کے ساتھ اس کے دو

بچے تھے جو میرے دم ہلا رہے تھے اور انہوں نے مجھے روٹی لا کر دی۔

بیماری کا ختم ہونا: شیخ احمد بن ابی حواری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ شیخ محمد بن سماک علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے۔ ہم ان کا قارورہ (پیشاب) لے کر حکیم کے ہاں جا رہے تھے۔ وہ حکیم عیسائی تھا۔ ہم جب حیرہ اور کوفہ کے درمیان چل رہے تھے تو ہم نے دیکھا کہ ایک خوبصورت آدمی ہمارے سامنے آیا۔ اس نے اچھی خوشبو لگائی ہوئی تھی اور اس کے کپڑے صاف ستھرے تھے۔ اس نے کہا:

''تم کہاں جا رہے ہو؟''

ہم نے کہا:

''ہم فلاں طبیب کے پاس جا رہے ہیں، تا کہ شیخ ابن سماک کا قارورہ دکھائیں۔''

اس نے کہا:

''سبحان اللہ! اللہ کے ولی کیلئے اللہ کے دشمن سے مدد مانگ رہے ہو۔؟ اس قارورہ کو گرا دو اور واپس شیخ کے پاس چلے جاؤ اور ان سے کہو کہ اپنا ہاتھ تکلیف والی جگہ پر رکھیں اور کہیں:

((وبالحق انزلنا و بالحق نزل))

''اور ہم نے قرآن کو حق ہی کے ساتھ اتارا اور یہ حق ہی کیلئے اترا۔'' (سورۃ بنی اسرائیل، آیت نمبر:۱۰۵)

پس یہ کہہ کر وہ ہم سے غائب ہو گیا اور ہم نے اسے نہ دیکھا۔ پھر اتفاق رائے سے ہم شیخ ابن سماک علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اور انہیں سارا قصہ سنایا۔ انہوں نے درد والی جگہ پر ہاتھ رکھا اور وہی کلمات کہے جو اس آدمی نے کہے تھے تو اسی وقت ان کو آرام آ گیا۔ انہوں نے فرمایا:

''جس آدمی نے تمہیں یہ دعا بتائی ہے وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔''

شیخ بسطامی اور شیخ ابن شیبہ کی کرامت: شیخ عمی بسطامی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ ہم شیخ ابا یزید بسطامی علیہ الرحمۃ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ شیخ نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ اٹھو، تا کہ ہم اللہ کے ولیوں میں سے ایک ولی کا استقبال کریں۔ پس ہم ان کے ساتھ اٹھے، جب ہم پھاٹک تک پہنچے تو دیکھا کہ شیخ ابراہیم بن شیبہ ہروی علیہ الرحمۃ تشریف لا رہے ہیں۔

شیخ ابا یزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''میرے دل میں خیال آیا کہ میں آپ کا استقبال کروں اور آپ کے لئے اپنے رب کے ہاں سفارش کروں۔''

شیخ ابراہیم بن شیبہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اگر آپ تمام مخلوق کی سفارش کریں تو بھی یہ زیادہ نہیں، یہ لوگ مٹی کے ٹکڑے ہیں۔''

شیخ ابا یزید بسطامی علیہ الرحمۃ یہ جواب سن کر حیران رہ گئے۔

میں (امام قشیری صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ اس شفاعت کو معمولی سمجھنے میں شیخ ابراہیم بن شیبہ ہروی علیہ الرحمۃ کی کرامت، شیخ ابا یزید بسطامی علیہ الرحمۃ کی اس کرامت سے زیادہ بڑی ہے کیونکہ ان کو اس وقت ''فراست'' حاصل ہو گئی تھی اور سفارش کے بارے میں ان میں سچی حالت پیدا ہو گئی تھی۔

شیخ ذوالنون مصری کی توبہ کے متعلق روایت: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ سے شیخ سالم مغربی علیہ الرحمۃ نے ان کی توبہ (رجوع الی اللہ) کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

''میں مصر سے نکل کر کسی بستی کی طرف روانہ ہوا۔ پس میں راستے میں سو گیا، پھر میں بیدار ہوا اور میں نے اپنی آنکھیں کھولیں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اندھا پرندہ (قنبرہ) درخت سے گر کر زمین پر آیا اور زمین پھٹ گئی، اس میں سے دو آبخورے (پیالے) نکلے، ایک سونے کا تھا اور دوسرا چاندی کا، ایک میں تل تھے اور دوسرے میں گلاب کا پانی۔ اس نے ایک میں سے کھایا اور دوسرے سے پیا۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا: میرے لیے یہی کافی ہے۔ میں نے توبہ کی اور اللہ کے دروازے کو لازم پکڑ لیا حتیٰ کہ اس نے مجھے قبول کر لیا۔''

نماز کے اوقات میں فالج سے شفاء: منقول ہے کہ شیخ عبدالواحد بن زید علیہ الرحمۃ کو فالج ہو گیا۔ نماز کا وقت ہوا تو ان کو وضو کی ضرورت پڑی۔ انہوں نے فرمایا:

''یہاں کون ہے؟''

ان کو کسی نے جواب نہ دیا۔ پس ان کو نماز کے قضاء ہونے کا خوف ہوا تو عرض کیا:

''اے میرے رب! مجھے بیماری سے شفاء عطا فرما دے تاکہ میں پاکی کا حصول ممکن بنا سکوں۔ پھر جس طرح تو چاہے کرنا۔''

پس یہ دعا کرتے ہی شیخ تندرست ہو گئے حتیٰ کہ وضو مکمل کیا، پھر اپنے بستر کی طرف آئے اور پہلے کی طرح ہو گئے۔

جانور کا اطاعت کرنا: شیخ ابوایوب حمال علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ شیخ ابوعبداللہ دیلمی علیہ الرحمۃ جب سفر میں کسی منزل پر اترتے تو اپنے گدھے کی طرف جاتے اور اس کے کان میں فرماتے:

''میں تمہیں باندھنے کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن اب تجھے نہیں باندھوں گا اور تجھے اس صحرا میں چھوڑ دیتا ہوں تاکہ تو گھاس کھائے، جب ہم جانے کا ارادہ کریں تو آ جانا۔''

پس جب کوچ کرنے کا وقت ہوتا تو وہ گدھا ان کے پاس حاضر ہو جاتا۔

ایک کپڑے کی قیمت: شیخ ابوعبداللہ دیلمی علیہ الرحمۃ نے اپنی بیٹی کا نکاح کیا تو اسے تحائف و سامان ضرورت دینے کے لئے پیسوں کی ضرورت پڑی۔ آپ کے پاس ایک کپڑا تھا اگر آپ اسے بیچتے تو وہ ایک دینار میں فروخت ہو جاتا۔ آپ اس کپڑے لے کر نکلے تو خریداروں نے کہا:

''اس کی قیمت ایک دینار سے زیادہ ہے۔''

پس وہ مسلسل قیمت میں اضافہ کرتے گئے حتیٰ کہ اس کپڑے کی قیمت ایک سو دینار تک پہنچ گئی تو آپ نے اسے فروخت کر دیا اور اس کا بیٹی کو جہیز دیا۔

کپڑے کا بڑھ جانا: شیخ نضر بن شمیل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک تہبند خریدا تو وہ چھوٹا نکلا۔ میں نے اپنے رب سے عرض کیا:

''اے اللہ! ایک ہاتھ لمبا کر دے۔''

پس وہ ایک ہاتھ لمبا ہو گیا۔ شیخ نضر بن شمیل علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اگر کپڑے کے زیادہ لمبا ہونے کی دعا کرتا تو وہ اور لمبا ہو جاتا۔''

شیخ عامر بن عبدقیس کی تین دعائیں: شیخ عامر بن عبدقیس علیہ الرحمۃ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا:

''اے اللہ! سردیوں میں میرے لئے طہارت کو آسان کر دے۔''

اس دعا کے بعد جب بھی ان کے لئے پانی لایا جاتا تو وہ خود بخود گرم ہو جاتا۔

شیخ عامر بن عبدقیس علیہ الرحمۃ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا:

''اے اللہ! میرے قلب سے عورتوں کی خواہش کو نکال دے۔''
پس اس دعا کے بعد ان کو عورتوں کی پرواہ ہی نہ ہوتی۔
شیخ عامر بن عبد قیس علیہ الرحمۃ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا:
''اے اللہ! حالت نماز میں میرے قلب سے ابلیس کو روک دے۔''
لیکن ان کی یہ دعا مقبول نہ ہوئی۔
حضرت خضر سے ملاقات: شیخ بشر بن حارث علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں اپنے گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ وہاں ایک آدمی موجود ہے۔ میں نے سوال کیا:
''تم کون ہو؟ اور میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں داخل کیوں ہوئے ہو۔؟''
انہوں نے کہا:
''میں تیرا بھائی خضر ہوں۔''
میں نے عرض کیا:
''اللہ تعالیٰ سے میرے لئے دعا کیجئے!''
پس انہوں نے فرمایا:
''اللہ تمہارے لیے اپنی عبادت واطاعت کو سہل کردے۔''
میں نے عرض کیا:
''مزید دعا کیجئے۔!''
فرمایا:
''اے میرے اللہ! اس پر پردہ بھی ڈال دے۔''
ستر ہزار ملائکہ: شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ سفر کرتے ہوئے میں مکہ مکرمہ کے ایک جنگل سے گزرا۔ میں نے وہاں ایک بہت بڑا شیر دیکھا۔ میں بہت خوف زدہ ہوا تو ایک غیبی ندا سنائی دی:
''ثابت قدم رہو۔ تمہارے اردگرد ستر ہزار ملائکہ ہیں جو تمہاری حفاظت کر رہے ہیں۔''
چور کا ہاتھ: شیخ جعفر دبلی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ شیخ ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ پانی میں داخل ہوئے تو ایک چور آکر آپ کے کپڑے لے گیا۔ پھر وہ آیا اور کپڑے اس کے پاس تھے اور اس کا ہاتھ خشک ہو چکا تھا۔ شیخ ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا:
''اے اللہ! اس نے میرے کپڑے واپس کر دیئے تو اس کا ہاتھ اسے لوٹا دے۔''
پس اسی وقت اس کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا۔
درخت کی پکار: شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ میں نے پختہ عہد کر لیا کہ میں صرف حلال کھاؤں گا۔ میں جنگلوں میں چکر کاٹتا رہا۔ پس میں نے انجیر کا درخت دیکھا۔ میں نے کھانے کیلئے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو درخت نے مجھے پکار کر کہا:
''اپنے عہد کی حفاظت کرو۔ مجھ سے نہ کھانا۔ میں تو ایک یہودی کی ملکیت ہوں۔''

شیخ ابن خفیف کی دعا: شیخ ابوعبداللہ بن خفیف علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ میں حج کے لئے جا رہا تھا کہ میرا گزر شہر بغداد سے ہوا۔ میں صوفیاء کی نخوت لیے ہوئے (مغرور) تھا اور میں نے چالیس یوم سے ایک لقمہ بھی نہیں کھایا تھا۔ میں سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کی ملاقات کے لیے بھی نہ گیا۔ پس میں بغداد سے باہر نکل آیا اور میں نے سفر طے کرتے ہوئے مقام زبالہ تک پانی بھی نہ پیا۔ ابھی تک میرا وضو باقی تھا۔ ایک جگہ میں نے کنویں کے پاس ایک ہرن کو پانی پیتے ہوئے دیکھا اور مجھے بھی پیاس لگی ہوئی تھی۔ میں کنویں کے پاس پہنچا تو ہرن بھاگ گیا، پانی کنویں کی تہہ میں تھا۔ چنانچہ میں چلا گیا اور میں نے کہا:

''اے اللہ! میرا مقام اس ہرن جیسا بھی نہیں۔؟''

غیبی ندا آئی:

''ہم نے تمہاری آزمائش کی لیکن تم صبر نہ کر سکے۔ جاؤ جا کر پانی پیو۔''

پس جب میں واپس ہوا تو دیکھا کہ کنواں پانی سے بھرا ہوا تھا، میں نے اپنا ڈول بھر لیا۔ میں اس سے پیتا اور طہارت حاصل کرتا رہا حتیٰ کہ مدینہ طیبہ پہنچ گیا لیکن پانی ختم نہ ہوا۔ جب میں نے کنویں سے پانی ڈول میں ڈالا تو غیبی آواز آئی:

''تم میں اور ہرن میں یہ فرق ہے کہ ہرن تو ڈول اور رسی کے بغیر آیا تھا اور تم ڈول اور رسی لے کر آئے تھے۔''

شیخ ابن خفیف علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ جب میں حج سے واپس آیا تو بغداد میں داخل ہوا۔ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے جب مجھے دیکھا تو فرمایا:

''اگر تم صابر رہتے اور فقط ایک گھڑی صبر کر لیتے تو تمہارے پاؤں کے نیچے سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑتے۔''

ایک اعرابی کی دعا: شیخ محمد بن سعید بصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ میں بصرہ کے قریب عازم سفر تھا کہ میں نے ایک بدو کو دیکھا جو اونٹ کو ہانکے لے جا رہا تھا کہ اچانک اونٹ گر کر مر گیا اور اس کا پالان اور کجاوہ بھی گر گیا۔ میں چل پڑا۔ پھر مڑ کر دیکھا تو وہ کہہ رہا تھا:

((یا مسبب کل سبب، ویا مولی من طلب، رد علی ماذهب من جمل یحمل الرحل والقتب))

''اے ہر سبب کے خالق! اور اے ہر طالب کی دعا کو پورا کرنے والے! میرا اونٹ مجھے لوٹا تاکہ وہ پالان اور کجاوے کو اٹھالے۔''

میں نے دیکھا کہ اچانک اونٹ کھڑا ہوا اور اس کا پالان اور کجاوا اس کے اوپر تھا۔

شیخ شبل مروزی: منقول ہے کہ شیخ شبل مروزی علیہ الرحمۃ کو ایک مرتبہ گوشت کھانے کی طلب ہوئی تو انہوں نے نصف درہم کا گوشت خریدا۔ گھر کی جانب جا رہے تھے کہ ایک چیل ان پر جھپٹ پڑی اور گوشت لے اڑی۔ شیخ شبل مروزی علیہ الرحمۃ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے داخل ہو گئے۔ جب اپنے گھر واپس آئے تو ان کی بیوی نے ان کے سامنے گوشت پیش کیا۔ انہوں نے استفسار کیا:

''یہ کہاں سے آیا؟''

بیوی عرض گزار ہوئی:

''دو چیلیں آپس میں لڑ رہی تھیں تو ان دونوں سے یہ گوشت گر گیا۔''

شیخ شبل مروزی علیہ الرحمۃ نے کہا:

((الحمد لله الذی لم ینس شبلا وان کان شبل کثیرا ینساه))

''تمام خوبیاں اللہ کے لیے ہیں جس نے شبل کو نہیں بھلایا اگرچہ شبل اکثر اسے بھول جاتا ہے۔''

ادھار سواری: شیخ ابن ابی عبید بسری علیہ الرحمۃ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک برس جہاد میں گزارا۔ وہ جہاد کے لیے جا رہے تھے کہ راستے میں جس گھوڑی پر سوار تھے، وہ مر گئی۔

انہوں نے عرض کیا:

''اے اللہ! یہ گھوڑی مجھے بطور قرض عطا فرمادے تا کہ میں اپنی بستی میں پہنچ جاؤں۔''

دیکھا تو گھوڑی زندہ ہوگئی۔ جب وہ جہاد سے اپنی بستی کی طرف واپس پلٹے تو انہوں نے اپنے بیٹے سے فرمایا:

''بیٹا! گھوڑی سے زین اتارو۔''

ان کے بیٹے نے کہا:

''اسے پسینہ آیا ہوا ہے۔ اگر میں نے زین اتاری تو اسے ہوا لگ جائے گی۔''

انہوں نے فرمایا:

''بیٹے! یہ ادھار لی ہوئی ہے۔''

شیخ کے بیٹے کہتے ہیں کہ جب میں نے اس سے زین اتاری تو گھوڑی گری اور مر گئی۔

کفن چور کی توبہ: منقول ہے کہ ایک آدمی کفن چوری کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک خاتون انتقال کر گئی۔ اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ اس کفن چور نے بھی اس کی نماز جنازہ پڑھی تا کہ قبر معلوم ہو جائے۔ جب رات کی تاریکی پھیل گئی تو چور نے اس کی قبر کھودی۔ اس خاتون نے کہا:

''سبحان اللہ! ایک ایسا آدمی کہ جس کی اللہ نے بخشش فرمادی ہے ایسی عورت کا کفن چوری کر رہا ہے جس کو اللہ نے بخش دیا ہے۔؟''

اس نے کہا:

''مان لیا کہ تجھے بخش دیا گیا لیکن میں کیسے بخشا گیا۔؟''

خاتون نے کہا:

''اللہ نے مجھے اور جتنے لوگوں نے میری نماز جنازہ پڑھی ہے سب کو بخش دیا ہے اور تو نے بھی میری نماز جنازہ پڑھی ہے۔''

پس اس چور نے فوراً قبر پر دوبارہ مٹی ڈال دی۔ پھر اس نے بہت اچھی توبہ کی۔

شیخ ذوالنون مصری کی کرامت: شیخ ابو محمد نعمان بن موسیٰ حیری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ دو شخصوں کے درمیان لڑائی ہوگئی۔ ان میں سے ایک بادشاہ کا ملازم تھا اور دوسرا عوام الناس میں سے تھا۔ عام آدمی نے لڑتے ہوئے سرکاری آدمی کا اگلا دانت توڑ دیا۔ سرکاری آدمی نے کہا:

''میرے اور تیرے درمیان فیصلہ حاکم وقت کرے گا۔''

چنانچہ وہ لوگ شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کے قریب سے گزرے تو لوگوں نے کہا:

''شیخ کے پاس جاؤ۔''

پس وہ لوگ شیخ کے پاس چلے گئے اور ان کو سارا قصہ سنایا۔ شیخ ذوالنون علیہ الرحمۃ نے دانت لے کر اس کو اپنے تھوک سے تر کیا اور اس آدمی کے منہ میں اس جگہ لگا دیا جہاں وہ پہلے تھا اور اس کے دونوں ہونٹوں کو حرکت دی۔ پس اللہ کے حکم سے وہ اپنی جگہ مضبوط ہو گیا۔ اس آدمی نے جب انگلی سے منہ کے دانتوں کو دیکھا جانچا تو تمام دانتوں کو پورا پایا۔

ایک صاحب ایمان کی دعا: شیخ ابو سیرہ نخعی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ یمن سے ایک آدمی آیا۔ دوران سفر ہی اس کا گدھا مر

گیا۔ وہ اٹھا، وضو کیا اور پھر دو رکعت نفل نماز پڑھی، پھر عرض کیا:

"اے میرے اللہ! میں تیری رضا چاہتے ہوئے جہاد کرنے جا رہا تھا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو مردوں کو زندہ کرے گا اور قبروں سے لوگوں کو نکالے گا۔ آج مجھ پر کسی کا احسان رہنے نہ دینا۔ آج میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرے گدھے کو زندہ کر دے۔"

ابھی اس کی دعا مکمل بھی نہیں ہوئی تھی کہ اس کا گدھا کان جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑا ہو گیا۔

جنگل میں بغداد کے کھانے کی آرزو: شیخ ابو بکر ہمدانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے ایک عرصہ حجاز کے جنگلوں میں اس طرح گزارا کہ مجھے کھانے کے لیے کچھ میسر نہ آیا۔ پس میرے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ میں گرم لوبیا اور (بغداد کے ایک محلہ کے تندور) باب طاق کی روٹی کھاؤں۔ پس میں نے اپنے دل سے کہا:

"میں تو جنگل میں ہوں اور میرے اور عراق کے درمیان کئی ایام کا سفر ہے۔"

ابھی میں اسی خیال میں تھا کہ دور سے ایک اعرابی نے آواز دی:

"گرم لوبیا اور روٹی۔"

میں اس کی طرف آگے بڑھا اور کہا:

"تمہارے پاس گرم لوبیا اور روٹی ہے؟"

اس نے کہا:

"ہاں ہے۔"

پس اس نے ایک چادر بچھائی اور پھر روٹی اور لوبیا نکالا اور مجھ سے کہا:

"جی بھر کر کھاؤ۔!"

چنانچہ میں نے کھانا کھایا۔ پس اس نے مجھ سے کہا:

"کھاؤ۔"

میں نے کھایا، اس نے پھر مجھ سے کہا:

"کھاؤ۔"

تو میں نے کھایا۔ جب چوتھی مرتبہ اس نے مجھ سے کہا:

"کھاؤ۔"

تو میں نے کہا:

"تجھے اللہ کی قسم! جس نے تجھے میری طرف بھیجا ہے بتاؤ تم ہو کون؟"

اس نے کہا:

"میں خضر ہوں۔"

پھر وہ مجھ سے غائب ہو گئے اور میں نے ان کو نہیں دیکھا۔

کھانے کی طلب: شیخ ابو جعفر حداد علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ میں مقام ثعلبیہ میں اترا۔ اس وقت یہ جگہ ویران ہو چکی تھی اور میں نے سات دن سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ پس میں ایک برباد شدہ خیمہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ وہاں خراسان کے کچھ لوگ آئے کہ جن پر تھکاوٹ کے اثرات تھے۔ پس وہ خیمے کے دروازے پر ہی بیٹھ گئے۔ ایک بدو سواری پر آیا اور اس نے ان کے

سامنے کھجوریں رکھ دیں۔ پس وہ کھانے میں مشغول ہو گئے اور انہوں نے مجھے کچھ نہ کہا اور اس بدو نے بھی مجھے نہ دیکھا۔ کچھ وقت کے بعد وہی بدو آیا اور اس نے ان لوگوں سے پوچھا:

''تمہارا کوئی ساتھی بھی ہے؟''

انہوں نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

''ہاں! وہ قبہ کے اندر ہے۔''

پس وہ اعرابی میرے پاس آیا کہنے لگا:

''تم کون ہو؟ تم بولتے کیوں نہیں؟''

پس میں نے اس کی باتوں کا جواب نہیں دیا۔ جب وہ چلا گیا تو راستے میں میری ایک آدمی سے ملاقات ہوئی۔ اس نے مجھ سے کہا:

''تم نے ایک آدمی کا دیا ہوا کھانا کیوں ترک کر دیا۔؟''

اب میرے لیے آگے جانا بھی ممکن نہ تھا اور راستہ بھی لمبا تھا کیونکہ میں کئی میلوں سے واپس آیا تھا۔ پھر اس نے میرے سامنے بہت سی کھجوریں ڈال دیں اور چلا گیا۔ پس انہوں نے بھی کھجوریں کھائیں اور میں نے بھی کھائیں۔

اونٹ کی گفتگو: شیخ احمد بن عطاء علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ مجھ سے اونٹ نے کلام کیا۔ میں نے مکہ مکرمہ کے راستے میں کچھ اونٹ دیکھے جن پر محمل پڑے ہوئے تھے اور انہوں نے رات کے وقت گردنیں لمبی کر رکھی تھیں (آرام کر رہے تھے) میں نے کہا:

''وہ ذات پاک ہے جو ان سے اس بوجھ کو اتارتا ہے جو ان پر ہے۔''

ایک اونٹ نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا:

''کہو: اللہ جلال ہے۔''

پس میں نے بھی کہا:

''اللہ جلال ہے۔''

دعا کا مقبول ہونا: شیخ ابوزرعہ جنبی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ ایک خاتون نے میرے ساتھ دھوکا کیا اور کہا:

''کیا تم میرے گھر میں آکر بیمار کی تیمارداری نہیں کرو گے۔''

پس میں رضائے الٰہی کے لیے اس کے گھر گیا تو اس نے دروازہ بند کر دیا۔ وہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ پس میں نے جان لیا کہ وہ کیا چاہتی ہے۔ پس میں نے عرض کیا:

''اے اللہ! اس کے چہرے کو سیاہ کر دے۔''

پس وہ سیاہ ہو گئی اور حیران رہ گئی۔ میں دروازہ کھول کر باہر نکل گیا اور میں نے عرض کیا:

''اے اللہ! اسے پہلے جیسا کر دے۔''

پس اللہ نے اس کے چہرے کی سیاہی کو ختم کر دیا۔

بیٹے کا واپس آنا: شیخ خلیل صیاد علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میرا بیٹا محمد کہیں کھو گیا۔ ہمیں اس سے بہت پریشانی ہوئی۔ چنانچہ میں شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ کے ہاں گیا اور عرض کیا:

''اے ابو محفوظ! میرا بیٹا گم ہو گیا ہے اور اس کی ماں کو اس بات کا شدت سے غم ہے۔''
انہوں نے فرمایا:
''تم کیا چاہتے ہو؟''
میں نے عرض کیا:
''آپ اللہ سے دعا کریں کہ میرا بیٹا گھر واپس آجائے۔''
پس شیخ نے یہ دعا کی:

(اللهم ان السماء سماوك والارض ارضك وما بينهما لك أت بمحمد)

''اے اللہ! بلاشبہ آسمان تیرا آسمان ہے اور زمین تیری زمین ہے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے وہ بھی تیرا ہی ہے، پس تو محمد کو واپس لے آ۔''

شیخ خلیل صیاد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ سے اجازت لے کر جب میں گھر جا رہا تھا تو میرا گزر باب الشام سے ہوا، میں نے دیکھا کہ میرا بیٹا وہاں کھڑا ہے۔ میں نے پوچھا:
''اے محمد! تم کہاں تھے؟''
اس نے کہا:
''والد محترم! میں ابھی مقام انبار میں تھا۔''

کرامات سے متعلق واقعات بے شمار ہیں۔ اگر ہم ان کو بیان کریں تو اپنے مقصود یعنی اختصار سے نکل جائیں گے۔ ہم جو واقعات بیان کیے ہیں وہ کفایت کرتے ہیں۔

<u>اضافہ از مترجم:</u>

معجزہ اور کرامت میں فرق:

1: مومن متقی سے اگر کوئی ایسی نادر الوجود، تعجب خیز چیز صادر ہو جائے جو عام طور پر عادتاً نہیں ہوا کرتی تو اس کو ''کرامت'' کہتے ہیں۔

اس قسم کی چیزیں اگر انبیاء کرام سے اعلانِ نبوت سے پہلے ظاہر ہوں تو ''ارہاص'' اور اگر اعلانِ نبوت کے بعد تو ''معجزہ'' کہلاتی ہیں۔

ایسی چیزیں اگر عام مومنین سے ظاہر ہوں تو ان کو ''معونت'' کہتے ہیں، اگر ایسی چیزیں کسی کافر سے اس کی خواہش کے مطابق ظاہر ہوں تو اس کو ''استدراج'' کہا جاتا ہے۔

(کرامات صحابہ، صفحہ 27، از علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ، ناشر شبیر برادر، اردو بازار لاہور)

2: معجزہ اور کرامت کی حقیقت ایک ہی ہے۔ پس دونوں میں فرق اس قدر ہے کہ خلاف عادت و تعجب خیز چیزیں اگر کسی نبی کی طرف سے ظہور پذیر ہوں تو یہ ''معجزہ'' کہلاتی ہیں اور اگر ان کا ظہور کسی ولی کی جانب سے ہو تو یہ ''کرامت'' کہلاتی ہیں۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، جلد 2، صفحہ 849، طبع بیروت) (کرامات صحابہ، صفحہ 27، از علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ، ناشر شبیر برادر، اردو بازار لاہور)

3: حضرت امام یافعی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب "نشر المحاسن الغالیہ" میں تحریر فرمایا ہے کہ "امام الحرمین ابوبکر باقلانی، ابوبکر فورک، حجۃ الاسلام امام محمد غزالی شافعی، امام المنطق امام فخر الدین رازی، علامہ ناصر الدین بیضاوی، علامہ محمد بن عبد الملک سلمی، علامہ ناصر الدین طوسی، حافظ الدین نسفی اور امام ابوالقاسم قشیری، اکابر علماءِ اہل سنت و محققین ملت رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے متفقہ طور پر تحریر فرمایا ہے کہ "معجزہ اور کرامت میں یہ فرق ہے کہ خارقِ عادت فعل کا صدور اگر کسی نبی سے ہو تو اسے "معجزہ" کہا جائے گا اور اگر اس کا صدور کسی ولی سے ہو تو اسے "کرامت" کے نام سے یاد کیا جائے گا۔"

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دس اماموں کے نام اور ان کی کتابوں کی عبارتیں نقل فرما کر یہ ارشاد فرمایا کہ "ان اماموں کے علاوہ دوسرے بزرگانِ دین و ملت کا بھی یہی ارشاد ہے لیکن ان علم و فضل و تحقیق و تدقیق کے پہاڑوں کے نام ذکر کر دینے کے بعد مزید محققین کے ناموں کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔"

(حجۃ اللہ علی العالمین، جلد 2، صفحہ 849 طبع بیروت لبنان) (کرامات صحابہ، صفحہ 27، از علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ، ناشر شبیر برادر، اُردو بازار لاہور)

4: "وہ عجیب و غریب کام جو عادتاً ناممکن ہو، جسے نبی اپنی نبوت کے ثبوت میں پیش کرے اور اس سے منکرین عاجز ہو جائیں وہ "معجزہ" ہے۔ جیسے مردوں کو زندہ کرنا، انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر دینا وغیرہ ایسی عجیب و غریب بات اگر ولی سے ظاہر ہو تو اسے "کرامت" کہتے ہیں۔" (قانون شریعت، حصہ اول، صفحہ 25، ناشر شبیر برادر، لاہور)

5: شیخ قزوینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "معجزہ" تحدی (دعوائے نبوت) کے ساتھ ہوتا ہے۔ جبکہ "کرامت" کے وقوع کے وقت ولی کی طرف سے تحدی (دعوائے نبوت) نہیں ہوتا۔ حقیقت اس کی یہ ہے کہ جب ولی خارقِ عادت فعل کے ساتھ اپنی ولایت کا دعویٰ کرے تو یہ معجزۂ رسول کا قادح نہیں بخلاف اس کے کہ وہ ولی اس فعل سے نبوت کا دعویٰ کر بیٹھے۔ دریں صورت وہ اس دعویٰ میں کاذب ہوگا اور کاذب اللہ کا ولی نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اس کے ہاتھ پر ایسے فعلِ خارقِ عادت کا ظہور ناممکن، نادرست ہے، جو انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم سے صادر ہوتا ہے۔"

(حجۃ اللہ علی العالمین، جلد 1، صفحہ 40 از علامہ محمد یوسف بن اسماعیل نبھانی، مترجم پروفیسر علامہ محمد اعجاز جنجوعہ، ناشر نوریہ رضویہ پبلی کیشنز 11 گنج بخش روڈ لاہور)

6: معجزہ اور کرامت میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ ہر ولی کے لیے "کرامت" کا ہونا ضروری نہیں، لیکن ہر نبی کے لیے "معجزہ" کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ ولی کے لازم نہیں کہ اپنی ولایت کا اعلان کرے کہ میں ولی ہوں، بلکہ ولی کے لیے یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ جانے میں ولی ہوں کہ نہیں۔ اسی لیے بعض ایسے ولی ہوتے ہیں جن سے کرامت یا کشف ظاہر نہیں ہوتا۔ مگر نبی کے لیے اپنی نبوت کا ثبوت ضروری ہے کیونکہ انسان کے سامنے نبوت کا ثبوت بغیر "معجزہ" دکھائے ہو نہیں سکتا۔ اس لیے ہر نبی کے لیے معجزہ کا ہونا ضروری اور لازمی ہے (لیکن ولی کے لیے کرامت کا ہونا اور دکھلانا ضروری و لازمی نہیں)۔

(کرامات صحابہ، صفحہ 28، از علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی، ناشر شبیر برادر، اُردو بازار لاہور)

معجزہ، جادو اور شعبدہ بازی میں فرق:

معجزہ، جادو اور شعبدہ بازی میں کیا فرق ہے اس کے متعلق علامہ یوسف بن اسماعیل نبھانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"معجزہ بذاتِ خود باقی رہتا ہے یا تادیر اس کا اثر باقی رہتا ہے مگر اس کے مقابل جادو سریع الزوال (جلدی زائل ہو جانے والا) ہوتا ہے۔ یعنی اس کا اثر فوراً زائل ہو جاتا ہے۔ (معجزہ، شعبدہ بازی اور جادو میں ایک اور فرق یہ ہے کہ) نبی اپنا معجزہ ملک کے بڑے بڑے اصحابِ عقل و دانش کے سامنے مجمع عام میں دکھاتا ہے جبکہ شعبدہ باز اپنے شعبدے اور کرتب بچوں، کم عقل، جاہلوں کو دکھاتا ہے۔"

(حجۃ اللہ علی العالمین، جلد 1، صفحہ 40 از علامہ محمد یوسف بن اسماعیل حمانی، مترجم پروفیسر علامہ محمد اعجاز جنجوعہ، ناشر نوریہ رضویہ پبلی کیشنز 11 گنج بخش روڈ لاہور)

کراماتِ اولیاء:

اولیاء اللہ اور صوفیاء کرام کی بے شمار کرامات ہیں، ان میں سے چند ایک درج ذیل میں بیان کی جاتی ہیں۔

1: بادشاہ وقت نے امام محمد باقر علیہ الرحمۃ کو شہید کرنے کے ارادے سے کسی کے ذریعہ سے بلوایا۔ جب آپ اس کے قریب پہنچے تو وہ معذرت کرنے لگا اور تحائف پیش کر کے عزت واحترام کے ساتھ واپس کیا۔ درباریوں نے حیرت وتعجب سے پوچھا:

''آپ نے تو انہیں شہید کرنے کے لئے بلایا تھا لیکن سلوک اس کے برعکس کیا۔؟''

بادشاہ نے جواب دیا:

''جب وہ میرے قریب آئے تو میں نے دو شیروں کو ان کے دائیں اور بائیں کھڑے دیکھا۔ وہ زبان حال سے گویا تھے کہ اگر تو نے ان کے ساتھ بدسلوکی کی تو ہم تجھے مار ڈالیں گے۔''

2: ابوبصیر سے روایت ہے کہ میں محمد بن علی کے ساتھ مسجد نبوی میں تھا کہ منصور اور داؤد بن سلیمان داخل ہوئے اور یہ واقعہ خلافت بنی عباس سے پہلے کا ہے۔ داؤد حضرت باقر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا:

''منصور کو یہاں آنے سے کیا مانع ہے۔؟''

عرض کیا گیا:

''اس کے مزاج میں ذرا الگ الگ رہنا ہے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کچھ زیادہ دن نہ گزریں گے کہ یہ شخص حکومت کی باگ ہاتھ میں لے گا، لوگوں کی گردن کو روندے گا، مشرق ومغرب کا مالک ہو جائے گا اور اس میں اس کی عمر طویل ہوگی۔ اتنے خزانے جمع کر لے گا کہ کسی نے جمع نہیں کئے۔''

داؤد نے منصور کو یہ خبر پہنچا دی تو منصور حاضر ہوا اور عرض کیا:

''مجھے آپ کی خدمت میں حاضر رہنے سے صرف آپ کا جلال ہی مانع ہوتا ہے اور کوئی چیز نہیں۔''

پھر وہ خبر جو داؤد نے بیان کی تھی پوچھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''یہ تو ہونے والا ہی ہے۔''

منصور نے عرض کیا:

''کیا ہماری حکومت آپ لوگوں کی حکومت سے پہلے ہوگی۔''

فرمایا:

''ہاں!''

عرض کیا:

''اور میرے بعد میری اولاد میں سے بھی کوئی مالک ہوگا۔''

آپ نے فرمایا:

''ہاں ہاں!''

اس نے عرض کیا:

''تو بنی امیہ کی حکومت کی مدت زیادہ ہوگی یا ہماری حکومت کی۔؟''

ارشاد فرمایا:

''تمہاری اور تمہاری اولاد خلافت کو ایسا کھلونا بنالے گی جیسے گیند کو بناتے ہیں۔ یہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا تھا۔''

جب منصور کو خلافت پہنچی تو وہ اس ارشاد سے تعجب کیا کرتا تھا۔

3: طبقہ تابعین کے آئمہ طریقت میں منبع صفا، معدن وفا، حضرت ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ ہیں جو اکابر طریقت میں سے ہیں۔ آپ کو طریقت و معرفت میں کمال دسترس حاصل تھی۔ صحابی کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی مجلسوں میں رہے ہیں۔ آپ نے جب حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنے کا ارادہ کیا تو قرن پہنچے، لیکن وہ وہاں سے کوچ کر چکے تھے۔ آپ ناامید ہو کر واپس آ گئے۔ پھر پتہ چلا کہ اویس قرنی کوفہ میں ہیں تو آپ کوفہ پہنچے مگر طویل عرصہ تک ملاقات نہ ہو سکی۔ مایوس ہو کر بصرے جانے کا ارادہ کیا تو اچانک حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو فرات کے کنارے جب پہنچے وضو کرتے مل گئے۔ دیکھتے ہی پہچان لیا۔ جب کنارہ فرات سے باہر آ کر ریش مبارک میں کنگھی کی تو حضرت ہرم بن حیان رحمۃ اللہ علیہ نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ انہوں نے جواب دیا:

((وعليك السلام یاهرم بن حیان))

''اے ہرم بن حیان تجھ پر بھی سلامتی ہو۔''

حضرت ہرم بن حیان نے دریافت کیا:

''آپ نے مجھے کیسے پہچانا۔؟''

انہوں نے کہا:

((عرفت روحی روحك))

''میری روح نے تمہاری روح کو پہچان لیا۔''

4: ابتدائی زندگی میں امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے لوگوں کے اژدہام سے کنارہ کش ہو کر گوشہ نشینی کا قصد فرمایا تاکہ لوگوں میں عزت وحشمت پانے سے دل کو پاک وصاف رکھیں اور دن ورات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں معروف ومنہمک رہیں۔ مگر ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استخوانِ مبارک کو جمع کر رہے ہیں اور بعض کو بعض کے مقابلہ میں انتخاب کر رہے ہیں۔ اس خواب سے آپ بہت پریشان ہوئے اور حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ کے ایک مصاحب سے خواب کی تعبیر دریافت کی۔ انہوں نے جواب دیا:

''آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک اور آپ کے سنت کی حفاظت میں ایسے بلند درجہ پر فائز ہوں گے گویا آپ ان میں تصرف کر کے صحیح وسقیم کو جدا جدا کریں گے۔''

دوسری مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے ابوحنیفہ! تمہیں میری سنت کے زندہ کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم گوشہ نشینی کا خیال دل سے نکال دو۔''

5: سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت نوفل بن حیان رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور تمام لوگ حساب گاہ میں کھڑے ہیں۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حوض کوثر کے

کنارے کھڑے ہیں اور آپ کے دائیں بائیں بہت سے بزرگ موجود ہیں۔ میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ جن کا چہرہ نورانی اور بال سفید ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک پر اپنے رخسار رکھے ہوئے ہیں اور ان کے برابر حضرت نوفل موجود ہیں۔ جب حضرت نوفل نے مجھے دیکھا تو وہ میری طرف تشریف لائے اور سلام کیا۔ میں نے ان سے کہا:

''مجھے پانی عنایت فرمائیں۔''

انہوں نے فرمایا:

''میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لوں۔''

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشت مبارک سے اجازت مرحمت فرمائی اور انہوں نے مجھے پانی دیا۔ اس میں کچھ پانی تو میں نے پیا اور کچھ اپنے رفقاء کو پلایا، لیکن اس پیالہ کا پانی ویسا کا ویسا ہی رہا کم نہیں ہوا۔ پھر میں نے حضرت نوفل سے پوچھا:

''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی داہنی جانب کون بزرگ ہیں۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں اور حضور کی بائیں جانب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔''

اسی طرح میں معلوم کرتا رہا یہاں تک کہ سترہ بزرگوں کی بابت دریافت کیا۔ جب میری آنکھ کھلی تو ہاتھ کی انگلیاں سترہ عدد پر پہنچ چکی تھیں۔

6: حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو میں نے عرض کیا:

((یا رسول اللہ این اطلبك))

''اے اللہ کے رسول! میں آپ کو روز قیامت کہاں تلاش کروں۔؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((عند علم ابی حنیفة))

''ابوحنیفہ کے پاس۔''

7: حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ورع اور آپ کے فضائل و مناقب اس کثرت سے منقول و مشہور ہیں کہ ان سب کے بیان کی یہ کتاب متحمل نہیں ہوسکتی۔

شیخ عثمان علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ملک شام میں مسجد نبوی شریف کے مؤذن حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک کے سرہانے سویا ہوا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ میں مکہ مکرمہ میں ہوں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بزرگ کو آغوش میں بچے کی طرح لئے ہوئے باب شیبہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ میں نے فرط محبت میں دوڑ کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کو بوسہ دیا۔ میں اس حیرت و تعجب میں تھا کہ یہ بزرگ کون ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی معجزانہ شان سے میری باطنی حالت کا اندازہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ تمہارے امام ہیں جو تمہاری ہی ولایت کے ہیں یعنی ابوحنیفہ۔''

اس خواب سے یہ بات منکشف ہوئی کہ آپ کا اختیار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں بے خطا ہے۔ اس لئے کہ وہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے خود نہیں جا رہے تھے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود انہیں اٹھائے لے جا رہے تھے، کیونکہ وہ باقی الصفت یعنی تکلف وکوشش سے چلنے والے نہیں تھے، بلکہ فانی الصفت اور شرعی احکام میں باقی وقائم تھے۔ جس کی حالت باقی الصفت ہوتی ہے وہ خطا کار ہوتا ہے یا راہب، لیکن جب انہیں لے جانے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود ہیں تو وہ فانی الصفت ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بقا کے ساتھ قائم ہوئے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطا کے صدور کا امکان ہی نہیں اس لئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قائم ہو اس سے خطا کا امکان نہیں۔ یہ ایک لطیف اشارہ ہے۔

8: حضرت حبیب بن اسلم راعی بکریاں پالتے تھے اور فرات کے کنارے چرایا کرتے تھے۔ آپ کا مسلک خلوت گزینی تھا۔ ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا گزر اس طرف ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ تو نماز میں مشغول ہیں اور بھیڑیا ان کی بکریوں کی رکھوالی کر رہا ہے۔ میں ٹھہر گیا کہ اس بزرگ کی زیارت سے مشرف ہونا چاہئے جن کی بزرگی کا کرشمہ آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ بڑی دیر تک انتظار میں کھڑا رہا، یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے جواب سلام کے بعد فرمایا:

''کس کام سے آئے ہو۔؟''

میں نے عرض کیا:

''بغرض زیارت۔''

آپ نے فرمایا

((جزاك الله))

''اللہ تعالیٰ تجھے جزا دے۔''

اس کے بعد میں نے عرض کیا:

''یا حضرت! آپ کی بکریوں سے بھیڑیئے کو ایسا لگاؤ ہے کہ وہ ان کی حفاظت کر رہا ہے۔؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اس کی وجہ یہ ہے کہ بکریوں کے چرواہے کو اللہ تعالیٰ سے دلی ربط ہے۔''

یہ فرما کر آپ نے لکڑی کے پیالے کو پتھر کے نیچے رکھ دیا۔ پتھر سے دو چشمے جاری ہوئے۔ ایک دودھ کا دوسرا شہد کا۔ پھر فرمایا:

''نوش کرو۔''

میں نے عرض کیا:

''آپ نے یہ مقام کس طرح پایا۔؟''

آپ نے جواب دیا:

''سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے ذریعہ۔ اے فرزند! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم اگرچہ ان کی مخالف تھی لیکن پتھر نے انہیں پانی دیا۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ میں نہ تھے۔ جب کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمانبردار ہوں تو یہ پتھر مجھے دودھ اور شہد کیوں نہ دے گا۔؟ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔''

9: مشائخ طریقت میں یہ بات مشہور ہے کہ جب امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حجاج بن یوسف کے ظلم سے بھاگ کر حضرت حبیب عجمی کی خانقاہ میں تشریف لائے اور حجاج کے سپاہی تعاقب کرتے ہوئے اندر گھس آئے تو سپاہیوں نے پوچھا:

''اے حبیب! تم نے حسن بصری کو کہیں دیکھا ہے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''ہاں۔!''

سپاہیوں نے پوچھا:

''کس جگہ۔؟''

آپ نے فرمایا:

''میرے حجرے میں ہیں۔''

وہ آپ کے حجرے میں گھس گئے، لیکن وہاں کسی کو نہ پایا۔ سپاہیوں نے سمجھا کہ حبیب عجمی نے مذاق کیا ہے۔ اس پر انہوں نے درشت کلامی کے ساتھ پوچھا:

''سچ بتاؤ وہ کہاں ہیں۔؟''

انہوں نے قسم کھا کر فرمایا:

''میں سچ کہتا ہوں کہ وہ میرے حجرے میں ہیں۔''

سپاہی دو تین بار اندر گئے آئے مگر وہ حسن بصری کو نہ دیکھ سکے۔ بالآخر وہ چلے گئے۔ جب امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حجرے سے باہر تشریف لائے تو فرمایا:

''اے حبیب! میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے ان ظالموں کے پنجہ سے مجھے محفوظ رکھا، لیکن اس کی وجہ بتائیے کہ آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ وہ اس حجرے میں ہیں۔؟''

حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا:

''اے میرے مرشد برحق اللہ تعالیٰ نے آپ کو میری برکت کی وجہ سے نہیں بچایا، بلکہ سچ بولنے کی وجہ سے اللہ نے آپ کو ان سے مخفی رکھا۔ اگر جھوٹ کہتا تو اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ دونوں کو رسوا کرتا۔''

10: ایک مرتبہ جب شیخ مالک بن دینار علیہ الرحمۃ کشتی میں سفر کر رہے تھے ایک تاجر کا موتی کشتی میں گم ہو گیا۔ باوجودیکہ آپ کو علم تک نہ تھا لیکن تاجر نے آپ پر سرقہ کی تہمت لگائی۔ آپ نے آسمان کی طرف منہ اٹھایا، اسی لمحہ دریا کی تمام مچھلیاں منہ میں موتی دبائے سطح آب پر اُبھر آئیں۔ آپ نے ان میں سے ایک موتی لے کر تاجر کو دے دیا، خود دریا میں اتر گئے اور پانی پر سے گزر کر کنارے پر پہنچ گئے۔

11: ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو حازم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے ان کو سوتا ہوا پایا۔ چنانچہ میں انتظار میں بیٹھ گیا۔ جب وہ بیدار ہوئے تو فرمایا:

''میں نے خواب میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لئے مجھے پیغام دیا ہے کہ ماں کے حق کی حفاظت کرنا حج کرنے سے بہتر ہے۔ لوٹ جاؤ اماں کو خوش رکھو۔''

میں واپس آ گیا اور مکہ مکرمہ میں حاضر نہ ہوا۔
شیخ محمد بن واسع علیہ الرحمۃ نے فرمایا
((ما رایت شیئا الا و رایت اللّٰہ فیہ))
''میں نے کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی جس میں مجھے اللہ کا جلوہ نظر نہ آیا ہو۔''

12: حضرت عبداللہ بن مبارک مروزی کی توبہ کا واقعہ عجیب و عبرت ناک ہے۔ آپ ایک حسین و جمیل باندی کے عشق میں مبتلا ہو گئے۔ ایک رات اپنے ایک دوست کو لے کر اپنی معشوقہ کی دیوار کے نیچے جا کر کھڑے ہو گئے۔ معشوقہ بھی چھت پر آ گئی۔ صبح تک یہ دونوں ایک دوسرے کے نظارے میں مست رہے۔ جب فجر کی اذان ہوئی تو آپ نے گمان کیا کہ عشاء کی اذان ہوئی ہے، لیکن جب دن چڑھا تو سمجھے کہ تمام رات اس کے حسن کے نظارے میں بیت گئی ہے۔ یہی بات آپ کی تنبیہ کا موجب بنی۔ دل پر چوٹ پڑی تو کہنے لگے:

''اے مبارک کے بیٹے! تجھے شرم کرنی چاہئے کہ نفس کی خواہش کے پیچھے ساری رات ایک پاؤں پر کھڑے کھڑے گزار دی اس پر تو ناز و بزرگی کا خواستگار ہے؟ اگر امام نماز میں کسی سورۃ کو طویل کر دے تو تو گھبرا جاتا ہے، اس پر بھی تو مومن ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔؟''

13: حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے پاس ایک آدمی نے چھینک ماری لیکن الحمد اللہ نہ کہا۔ آپ نے اس سے پوچھا:
''جب انسان چھینک مارے تو اسے کیا کہنا چاہئے۔؟''
اس نے کہا:
((الحمداللہ !))
آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
((یرحمك اللہ!))

اسی وقت آپ نے صدق دل سے توبہ کی، تحصیل علم میں مشغول ہو گئے اور ایسی زاہدانہ و دین داری کی زندگی اختیار کی کہ ایک روز اپنی والدہ کے باغ میں سو رہے تھے کہ آپ کی والدہ نے دیکھا کہ ایک سانپ منہ میں ریحان کی ٹہنی لئے آپ کے چہرے سے مکھی اور مچھر اڑا رہا ہے۔

14: مصر کے تمام رہنے والے حضرت ذوالنون مصری کے مرتبہ کی عظمت کو پہچاننے میں عاجز رہے اور اہل زمانہ آپ کے حال سے ناواقف رہے۔ یہاں تک کہ مصر میں کسی نے بھی آپ کے حال و جمال کو انتقال کے وقت تک نہ پہچانا۔ جس رات آپ نے رحلت فرمائی تو اس رات ستر لوگوں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''اللہ کا ایک محبوب بندہ دنیا سے رخصت ہو کر آ رہا ہے۔ میں اس کے استقبال کے لئے آیا ہوں۔''

15: جب حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی تو ان کی پیشانی پر یہ لکھا تھا:
((ھذا حبیب اللّٰہ مات فی حب اللّٰہ قتیل اللّٰہ))
''یہ اللہ کا محبوب ہے۔ اللہ کی محبت میں فوت ہوا۔ یہ اللہ کا شہید ہے۔''
لوگوں نے جب شیخ ذوالنون مصری کا جنازہ کندھوں پر اٹھایا تو فضا کے پرندوں نے پر باندھ کر جنازہ پر سایہ کیا۔ ان

واقعات کو دیکھ کر اپنے کیے ہوئے ظلم و جفا پر لوگ پشیمان ہوئے اور صدق دل سے توبہ کرنے لگے۔

16: ایک مرتبہ شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کشتی میں سوار دریائے نیل میں سفر کر رہے تھے۔ سامنے سے ایک کشتی آ رہی تھی۔ جس میں لوگ ناچ کر خوب خوشیاں منا رہے تھے اور ایک ہنگامہ برپا کر رکھا تھا۔ آپ کے رفقاء نے آپ سے عرض کیا:

''اے شیخ! دعا کیجئے! اللہ تعالیٰ ان سب کو غرق کر دے تا کہ ان کی نحوست سے مخلوق الٰہی پاک ہو۔''

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہو گئے اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی:

''اے اللہ! جس طرح تو نے دنیا میں آج ان کو خوش و شادمانی بخشی اسی طرح اس جہان میں ان کو خوشی و مسرت عطا فرما۔''

آپ کے رفقاء اس دعا کو سن کر حیران رہ گئے۔ جب وہ کشتی آمنے سامنے ہوئی اور لوگوں کی نظریں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ پر پڑیں تو رو کر معذرت کرنے لگے، اپنے آلات موسیقی کو توڑ کر دریا میں پھینک دیا اور تائب ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رفقاء سے فرمایا:

''اس جہان کی خوشی و مسرت اس جہان میں توبہ کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ دیکھ لو سب کی مرادیں حاصل ہو گئیں۔ تمہاری بھی، ان کی بھی اور کسی کو کوئی رنج و تکلیف بھی نہ پہنچی۔''

یہ واقعہ آپ کی اس شفقت و مہربانی پر دلالت کرتا ہے جو کہ آپ کو مسلمانوں کے ساتھ تھی۔ آپ کی یہ خوبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں تھی، کیونکہ کافروں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم و ستم روا رکھنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ اس کے باوجود آپ کی صفت رحمت میں کبھی فرق نہ آیا تھا اور کبھی بددعا نہیں فرمائی، بلکہ ہر بار یہی دعا کی:

((اللهم اهد قومي فانهم لا يعلمون))

''اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ نادان ہیں۔''

17: حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب میں بیابان میں پہنچا تو ایک بوڑھے نے مجھ سے کہا:

''اے ابراہیم! تم جانتے ہو یہ کون سا مقام ہے جہاں بغیر توشہ کے سفر کر رہے ہو۔؟''

میں نے سمجھ لیا کہ یہ شیطان ہے (جو غیر کی طرف مجھے پھیرنا چاہتا ہے) میرے پاس اس وقت چار سکے تھے جو اس زنبیل کی قیمت کے تھے جسے میں نے کوفہ میں خود فروخت کیا تھا۔ انہیں جیب سے نکال کر پھینک دیا اور عہد کیا کہ ہر میل پر چار سو رکعت نماز پڑھوں گا۔ میں چار سال بیابان میں رہا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر وقت بے مشقت مجھے روزی عطا فرمائی۔ اسی اثناء میں حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت حاصل ہوئی اور مجھے اسم اعظم کی تعلیم دی۔ اس وقت میرا دل یکدم غیر سے خالی ہو گیا۔ وباللہ التوفیق۔!

18: شیخ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ خود فرماتے ہیں:

''پہلی مرتبہ جب مکہ مکرمہ میں حاضر ہوا تو خالی مکان دیکھ کر میں نے گمان کیا کہ حج مقبول نہیں ہوا، کیونکہ میں نے ایسے پتھر تو دنیا میں بہت دیکھے ہیں اور جب دوسری مرتبہ حاضر ہوا تو خانہ کعبہ کو بھی دیکھا اور صاحب خانہ کو بھی۔ اس وقت میری سمجھ میں آیا کہ ابھی میں حقیقت توحید سے دور ہوں۔ جب تیسری بار حاضر ہوا تو صاحب خانہ ہی نظر آیا۔ گھر نظر نہیں آیا۔ اس وقت غیب سے ندا آئی: ''اے بایزید! جب تم نے اپنے آپ کو نہ دیکھا اور سارے عالم کو دیکھا تو تم مشرف نہ ہوئے، لیکن جب تم نے سارے عالم کو نہ دیکھا اور اپنے آپ پر نظر رکھی تو اب تم مشرف ہو گئے۔'' اسی وقت اس خیال سے توبہ کی۔ بلکہ میں نے توبہ کی اور اپنی ہستی کی رویت سے بھی توبہ کی۔''

19: ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ میں نے عرض کیا:
''یارسول اللہ! مجھے ایک روایت پہنچی ہے کہ زمین میں اللہ تعالیٰ کے اوتاد اولیاء اور ابرار ہیں۔''
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''راوی نے میری یہ حدیث تم تک صحیح پہنچائی ہے۔''
میں نے عرض کیا:
''یارسول اللہ! پھر تو مجھے ان میں سے کسی کو دکھایا جائے۔؟''
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''محمد بن ادریس (امام شافعی) ان میں سے ایک ہیں۔''
حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مطلبی ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی اولاد سے ہیں۔ آپ پیشوا و اکابر اولیاء میں یکتا ہیں، دین مبین کے ایک رکن ہیں اور قریش کے وہ عالم ہیں جنہوں نے طبقات ارض کو علم سے پُر کر دیا ہے۔
جب آپ کے وصال کا وقت قریب آگیا تو آپ کے پاس آپ کے شاگرد جمع ہوئے۔ آپ نے فرمایا:
''اے ابو یعقوب! تم تو اپنی بیڑیوں میں ہی مرو گے اور اے مزنی! تمہارے لئے مصر میں شرارتیں ہوں گی اور اے ابن عبدالحکم! تم اپنے باپ کے مذہب پر لوٹ جاؤ گے اور اے ربیع! تم میری کتابوں کی اشاعت میں فائدہ مند ہو گے۔ ابو یعقوب اٹھو کہ تم بیڑیاں ڈالے جاؤ گے۔''
پھر ایسا ہی ہوا جیسا حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا۔

20: حضرت عمر بن سالم حدادی نیشاپوری جب بغداد وہاں کے مشائخ سے ملاقات کرنے تشریف لائے تو اس وقت آپ عربی زبان سے ناواقف تھے۔ اس لئے مریدوں کے واسطے سے گفتگو کی، مگر خیال کیا کہ یہ بڑے عیب کی بات ہے کہ خراسان کے شیخ المشائخ کے لئے ترجمان کی ضرورت ہو۔ چنانچہ جب آپ مسجد شونیز میں پہنچے تو بغداد کے تمام مشائخ کو ملاقات کی دعوت دی اور ان سے عربی میں فصیح گفتگو فرمائی۔ یہاں تک کہ تمام مشائخ آپ کی فصاحت پر ششدرہ گئے۔
بغداد کے مشائخ نے آپ سے سوال کیا:
((ما الفتوۃ))
''جوانمردی کیا ہے۔؟''
آپ نے فرمایا:
''بہتر یہ ہے کہ پہلے آپ میں سے کوئی صاحب اپنی رائے ظاہر فرمائیں۔''
چنانچہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
((الفتوۃ عندی ترك الرؤیة واسقاط النسبة))
''میرے نزدیک جوان مردی یہ ہے کہ جو عمل کیا جائے اسے نہ خود دیکھے اور نہ کسی کو اپنی طرف منسوب کرے۔''
اس پر شیخ ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
((ما احسن ماقال الشیخ ولکن الفتوۃ عندی اداء الانصاف وترك مطالبة الانصاف))

"شیخ نے نہایت عمدہ بات فرمائی ہے، لیکن میرے نزدیک جوانمردی یہ ہے کہ خود تو دوسروں کے ساتھ انصاف کرنے میں کوتاہی نہ کرے مگر دوسروں سے اپنے لئے انصاف کا خواہاں نہ ہو۔"
یہ سن کر سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
((قوموا یا اصحابنا فقد زاد ابو حفص علی آدم و ذریۃ))
"اے میرے ہمراہیو! اٹھو! یقیناً ابو حفص آدم اور ان کی اولاد پر بازی لے گئے ہیں۔"
21: شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں مریدوں نے شیخ جنید بغدادی سے عرض کیا:
"اے شیخ! ہمیں ایسی نصیحت فرمایا کیجئے جس سے ہمارے دلوں کو چین وقرار آئے۔"
آپ نے فرمایا:
"جب تک میرے شیخ اپنے مقام پر جلوہ افروز ہیں میں کوئی تلقین نہیں کر سکتا۔"
یہاں تک کہ ایک رات آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:
"اے جنید! لوگوں کو پند ونصائح کیوں نہیں کیا کرتے تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ ایک جہان کو نجات عطا فرمائے۔؟"
جب آپ بیدار ہوئے تو آپ یہ خیال فرمار ہے تھے کہ میرا درجہ میرے شیخ کے درجہ میں پیوست ہو گیا ہے اور مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت وتبلیغ کا امر فرمایا ہے۔ جب صبح ہوئی تو شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرید کو بھیجا کہ جب جنید نماز فجر کا سلام پھیریں تو ان سے کہنا:
"تم نے مریدوں کے کہنے سے تعلیم وتبلیغ نہ کی اور نہ مشائخ بغداد کی سفارش قبول کی۔ سب کی درخواستوں کو رد کرتے رہے۔ میرا پیغام بھی پہنچا جب بھی تبلیغ شروع نہیں کی۔ اب تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی ہو چکا ہے۔ اب تو حکم بجالاؤ۔"
سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
"اس وقت میں نے جانا کہ میرا شیخ میرے دل سے بخوبی واقف ہے اور وہ میری ظاہری و باطنی ہر حالت سے باخبر ہیں۔ ان کا درجہ میرے درجہ سے بلند ہے، کیونکہ وہ تو میرے اسرار سے واقف ہیں اور میں تو ان کے احوال سے بے خبر ہوں۔"
اس کے بعد میں اپنے شیخ کے دربار میں حاضر ہوا اور توبہ استغفار کیا۔ میں نے عرض کیا:
"حضرت! آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں نے خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا ہے۔؟"
انہوں نے فرمایا:
"میں نے خواب میں رب العزت جل وعلا کو دیکھا۔ اس نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے اپنے نبی کو جنید کے پاس بھیجا ہے کہ وہ لوگوں کو وعظ وتبلیغ کیا کریں تا کہ بغداد کے لوگوں کی دلی مراد برآئے۔"
22: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے دل میں شیطان کو دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ ایک روز میں مسجد کے باہر کے دروازے پر کھڑا تھا کہ دور سے ایک بوڑھا آتا ہوا نظر آیا۔ جب میں نے اس کی صورت دیکھی تو مجھ پر شدید نفرت کا غلبہ ہوا۔ جب وہ میرے قریب آیا تو میں نے کہا:
"اے بوڑھے! تو کون ہے؟ کہ تیری مہیب شکل کو میری آنکھیں دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتیں اور تیری موجودگی سے میرے دل کو سخت وحشت ہو رہی ہے۔؟"

اس نے کہا:

''میں وہی ابلیس ہوں جس کے دیکھنے کی تم نے تمنا کی تھی۔''

میں نے کہا:

''او ملعون! حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے باز رکھا۔؟''

شیطان نے کہا:

''اے جنید! تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا میں غیر اللہ کو سجدہ کر لیتا۔؟''

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابلیس کی یہ بات سن کر میں ہکا بکا اور ششدرہ گیا اور مجھ سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ اتنے میں غیب سے ندا آئی:

((قل له كذبت لو كنت عبدا مامورا لماخرجت من امره ونهيه فسمع النداء من قلبي فصاح وقال احرقتني بالله وغاب))

''اے جنید! اس ملعون سے کہو تو جھوٹا ہے۔ اگر تو فرمان بردار ہوتا تو اس کے حکم کا کیوں انکار کرتا۔؟''

شیطان نے میرے دل کے اندر سے یہ آواز سنی تو وہ چیخا اور کہنے لگا:

''اللہ کی قسم! تم نے مجھے جلا دیا۔''

اور اچانک وہ غائب ہو گیا۔

23: شیخ جنید بغدادی کے ایک مرید کے دل میں یہ گمان پیدا ہو گیا کہ وہ کس درجہ پر پہنچ گیا ہے اور وہ منہ موڑ کر چلا گیا۔ اس کے بعد ایک دن اس خیال سے آیا کہ وہ آپ کا تجربہ کرے۔ آپ اپنی بزرگی سے اس کے دلی خیالات سے باخبر ہو چکے تھے۔ اس نے آپ سے ایک سوال کیا۔ شیخ جنید بغدادی نے فرمایا:

''اس کا جواب لفظوں میں چاہتے ہو یا معنی میں۔؟''

اس نے کہا:

''دونوں شکلوں میں۔''

آپ نے فرمایا:

''اگر لفظوں میں چاہتا ہے تو اگر تو نے اپنا تجربہ کر لیا ہے تو میرے تجربہ کی تجھے حاجت نہیں، حالانکہ تو میرے تجربہ کے لئے آیا ہے اور تو معنوی تجربہ چاہتا ہے تو میں تجھے اسی وقت ولایت سے معزول کرتا ہوں۔''

اسی لمحہ اس مرید کا چہرہ کالا ہو گیا اور وہ کہنے لگا کہ یقین کی راحت میرے دل سے جاتی رہی ہے۔ پھر وہ توبہ و استغفار میں مشغول ہو گیا اور فضول باتوں سے تائب ہو گیا۔ اس وقت حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا:

''تو نہیں جانتا کہ اولیاء اللہ کے اسرار کے والی اور حاکم ہوتے ہیں۔ تو ان کے زخم کی طاقت نہیں رکھتا۔''

پھر آپ نے اسے دم کیا تو وہ دوبارہ اپنی مراد پر بحال ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے مشائخ سے بدگمانی رکھنے سے توبہ کر لی۔

24: بغداد میں جب حضرت سمنون علیہ الرحمۃ کے مرتبہ کا غلغلہ بلند ہوا اور ہر ایک آپ کی نزدیکی کا خواہاں ہوا تو غلام الخلیل اس سے رنجیدہ ہوا اور اس نے کئی باتیں گھڑ لیں۔ یہاں تک کہ ایک خوبصورت عورت کو حضرت سمنون کے پاس بھیجا۔ حضرت سمنون

کی نظر جب اس کے جمال پر پڑی تو عورت نے اپنے آپ کو پیش کیا۔آپ نے اسے جھڑک دیا۔پھر وہ حضرت جنید کے پاس پہنچی اوران سے کہا:

''آپ سمنون سے فرمائیں کہ وہ مجھ سے نکاح کرلیں۔''

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کواس کی یہ درخواست ناپسند آئی پس آپ نے اسے جھڑک کر نکال دیا۔اس کے بعد وہ غلام الخلیل کے پاس آئی اوراس سے ان عورتوں کی مانند جو دھتکاری جاتی ہیں اوراتہام طرازی شروع کر دیتی ہیں آپ پر تہمت دھرنے لگی اور قسم قسم کی باتیں بنا کر کہنے لگی کہ جو سنتا ان سے برگشتہ ہو جاتا۔حتیٰ کہ خلیفہ وقت کوان سے اتنا برگشتہ کر دیا کہ اس نے انہیں قتل کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا۔جب جلاد کو بلایا گیا،اس نے خلیفہ سے قتل کی اجازت مانگی اور خلیفہ نے قتل کی اجازت دینی چاہی تو اس کی زبان گنگ ہوگئی۔جب اس رات وہ سویا تو خواب میں اسے خبردار کیا گیا کہ تیرے ملک اور حکومت کا زوال حضرت سمنون رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سے وابستہ ہے۔دوسرے دن خلیفہ نے ان سے معافی مانگی اور حسن سلوک سے پیش آیا۔

حقیقت ومحبت میں آپ کا کلام بلند اوراشارات دقیق ہیں۔ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ جب وہ حجاز سے واپس آرہے تھے تو شہر''فید'' کے لوگوں نے درخواست کی کہ منبر پرتشریف فرما ہو کر کچھ پند ونصائح فرمائیں۔آپ منبر پر وعظ کے لئے تشریف لے گئے۔کوئی متوجہ نہ ہوا۔آپ نے اپنا رخ مسجد کی قندیلوں کی طرف کر کے فرمایا:

''اے قندیلو! میں تم سے مخاطب ہوں۔''

دفعتاً سب قندیلیں گر کر چکنا چور ہوگئیں۔

25: حضرت شاہ شجاع کرمانی کی سیرت کے تذکرے میں مذکور ہے کہ آپ چالیس سال تک نہیں سوئے اور جب سوئے تو انہیں خواب میں دیدار الٰہی نصیب ہوا۔انہوں نے عرض کیا:

''اے اللہ! تجھے تو میں بیداری میں تلاش کر رہا تھا،مگر تو خواب میں ملا۔؟''

ارشاد فرمایا:

''اے شاہ! تو نے بیداری کی وجہ ہی سے خواب میں نعمتِ دیدار پائی۔اگر تو وہاں سوتا تو یہاں نہ پاتا۔''

26: حضرت عمرو جب اصفہان تشریف لائے تو ایک نوجوان آپ کی صحبت میں شامل ہوگیا۔اس کا باپ ان کی صحبت سے منع کرتا تھا۔یہاں تک کہ وہ نوجوان اس غم میں بیمار پڑ گیا اور عرصہ تک صحبت میں نہ آیا۔ایک روز حضرت عمرو اپنے رفقاء کے ساتھ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔نوجوان نے اشارہ کیا کہ کسی قوال کو (بغیر مزامیر کے) بلا کر چند اشعار سنا دیجئے۔

چنانچہ قوال بلا گیا اوراس نے بغیر مزامیر کے یہ شعر پڑھا:

"مالی مرضت فلم یعدنی عائد

منکم ویمرض عندکم فاعود"

''میرا عجیب حال ہے کہ میں بیمار ہوتا ہوں تو تم میں سے کوئی میری عیادت کو نہیں آتا اور جب تم بیمار ہوتے ہو تو میں بیمار پرسی کرتا ہوں۔''

نوجوان نے جب یہ شعر سنا تو اٹھ کر بیٹھ گیا اور مرض کی شدت بہت کم ہوگئی۔وہ کہنے لگا:

''اے قوال! اور کوئی شعر سناؤ۔''

چنانچہ اس نے پڑھا:

''واشد من مرضی علی صدورکم
وصدور عندکم علی شدید''

''تمہاری صحبت میں حاضری کی بندش مرض سے زیادہ سخت ہے اور تمہاری صحبت سے رو کنا مجھ پر بہت دشوار ہے۔''

یہ سن کر وہ نوجوان کھڑا ہو گیا اور سارا مرض دور ہو گیا۔ یہ دیکھ کر اس کے باپ نے اسے حضرت عمرو رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دیا۔ ان کی طرف سے دل میں جو اندیشہ تھا اس کی معذرت چاہی اور توبہ کی۔ وہ نوجوان مشائخ طریقت میں شامل ہے۔ واللہ اعلم!

27: حضرت محمد بن علی ترمذی حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت میں رہے۔ آپ کے مرید حضرت ابوبکر وراق بیان کرتے ہیں کہ ہر اتوار کو حضرت خضر علیہ السلام ان کے پاس آتے اور ایک دوسرے سے واقعات و حالات دریافت کرتے تھے۔

28: حضرت ابوبکر محمد بن عمر وراق فرماتے ہیں کہ میرے شیخ حضرت علی ترمذی نے چند اوراق مجھے دیئے تھے کہ میں انہیں دریائے جیحون میں ڈال دوں، لیکن میرا دل ان کو دریا برد کرنے پر راضی نہ ہوا۔ میں نے ان اوراق کو اپنے گھر رکھ لیا اور حاضر ہو کر کہہ دیا کہ میں نے دریا میں ڈال دیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

''تم نے کیا دیکھا۔؟''

میں نے کہا:

''میں نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''تو پھر تم نے انہیں دریا برد نہیں کیا۔ جاؤ! انہیں دریا برد کر کے آؤ۔''

چنانچہ میں گیا۔ اس وقت دل میں کئی قسم کے وسوسے لاحق ہو رہے تھے۔ بالآخر ان اوراق کو دریا میں ڈال دیا۔ دریا کا پانی اسی لمحہ پھٹا اور ایک صندوق نمودار ہوا۔ جس کا ڈھکنا کھلا ہوا تھا اور اوراق اس صندوق میں چلے گئے۔ پھر اس کا ڈھکنا بند ہو گیا اور پانی برابر ہو کر صندوق روپوش ہو گیا۔ میں نے واپس آ کر سارا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے فرمایا:

''ہاں! اب تم نے ڈالا ہے۔''

میں نے عرض کیا:

''اے شیخ! یہ کیا اسرار ہیں مجھ پر ظاہر فرمایئے۔؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''میں نے اصول تحقیق میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا سمجھنا دشوار تھا۔ میرے بھائی حضرت خضر علیہ السلام نے مجھ سے اسے مانگا۔ اللہ تعالیٰ نے پانی کو مامور فرمایا کہ وہ ان تک پہنچا دے۔''

29: حضرت ابوالحسن محمد بن اسمٰعیل خیر النساج کے اہل ارادت میں سے ایک شخص کا بیان ہے کہ میں خیر النساج کی مجلس میں تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا:

''اے شیخ! میں نے آپ کو کل دیکھا تھا کہ آپ نے دو درہم کا سوت فروخت کیا ہے۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا اور آپ کی لنگی میں سے میں نے وہ کھول لئے تو اس کے بعد سے میرا ہاتھ ہتھیلی پر مڑا ہوا رہ گیا ہے۔''

یہ سن کر حضرت خیر النساج ہنسے اور اپنے ہاتھ سے میرے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا تو میرا ہاتھ کھل گیا۔ پھر فرمایا:

''جاؤ اور ان دونوں درہموں سے اپنے بچوں کے لئے کچھ خرید لینا مگر پھر ایسا نہ کرنا۔''

30: حضرت ابو حمزہ خراسانی ایک دن جا رہے تھے کہ اچانک کنویں میں گر پڑے۔ تین دن کے بعد ایک قافلہ ادھر سے گزرا اور کنویں کے کنارے اس نے پڑاؤ کیا۔ آپ نے دل میں خیال کیا کہ اہل قافلہ کو مدد کے لیے پکاریں یا نہیں؟ پھر خیال گزرا کہ آواز دینا اچھا نہیں ہے، کیونکہ یہ غیر اللہ سے مدد چاہنا ہوگا اور اس کی شکایت بھی۔ گویا میں کہوں گا کہ اللہ نے مجھے کنویں ڈالا، اب مجھے یہاں آ کر نکالو۔ اتنے میں قافلہ والے خود کنویں پر آ گئے اور کنویں جھانک کر کہنے لگے:

''یہ کنواں سر راہ واقع ہے۔ نہ کوئی روک اس پر ہے نہ منڈیر۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی راہ گزر اس میں گر پڑے۔ آؤ مل کر اس پر چھت ڈال دیں اور اس کا دہانہ بند کریں، تا کہ اس میں کوئی گر نہ پڑے اور اس عمل خیر کا اجر اللہ سے حاصل کریں۔''

حضرت ابو حمزہ فرماتے ہیں کہ ان کی یہ بات سن کر مجھ پر گھبراہٹ طاری ہو گئی اور میں اپنی زندگی سے ناامید ہو گیا۔ قافلہ والوں نے کنویں پر چھت ڈال دی اور دہانہ بند کر کے زمین ہموار کی اور چلے گئے۔ میں اللہ سے دعا مانگنے لگا۔ موت کے تصور سے میرا دل بیٹھنے لگا، چونکہ اب کسی مخلوق کی مدد پہنچنے کا امکان ہی نہیں تھا۔ چنانچہ جب رات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ چھت میں جنبش پیدا ہوئی۔ جب غور سے دیکھا تو نظر آیا کہ کوئی چیز دہانہ کے سر کو کھول رہی ہے، کوئی بہت بڑا جانور اپنی دم کنویں میں لٹکا رہا ہے۔ اس وقت مجھے یقین ہوا کہ یہ میری نجات کا ذریعہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فرستادہ ہے۔ میں نے اس جانور کی دم پکڑ لی اور اس نے مجھ کھینچ کر باہر نکال لیا۔ اس وقت غیب سے آواز آئی:

''اے ابو حمزہ! کیسی اچھی تمہاری نجات ہے کہ جان لینے والے کے ذریعہ تمہاری جان کو نجات دلائی گئی۔؟''

31: حضرت ابو عبداللہ بن احمد اسمٰعیل مغربی کی کرامتوں میں یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت برسوں سے اندھیرا نہیں دیکھا۔ آپ اندھیری رات میں اپنے ساتھیوں سے آگے آگے ننگے سر ننگے پیر چلا کرتے تھے۔ جب ان میں کسی کو ٹھوکر لگتی تو آپ فرماتے:

''داہنے کو یا بائیں کو اور ان کو اپنے سامنے کچھ نظر نہ آتا تھا۔''

32: حضرت ابو اسحٰق ابراہیم بن احمد خواص سے کچھ لوگوں نے دریافت کیا:

''عجائبات میں سے آپ نے کیا کیا دیکھا۔؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''میں نے بکثرت عجائبات دیکھے ہیں، لیکن ان میں سب سے زیادہ عجوبہ یہ تھا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے مجھ سے اجازت چاہی کہ میں تمہاری مجلس میں شامل ہوں۔ مگر میں نے اسے منظور نہ کیا۔''

لوگوں نے پوچھا:

''اس کی کیا وجہ۔؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''میرا منظور نہ کرنا اس لئے نہ تھا کہ میں ان سے بہتر رفیق کو چاہتا تھا بلکہ میں ڈرتا تھا کہ میں کسی غیر کے حق کے ساتھ اعتماد کر کے اپنے توکل کو ضائع نہ کر بیٹھوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ نفل کے بدلے فرض جاتا رہے۔''

33 حضرت ابوالعباس سیاری کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ مرو کے علاقے کے ایک بڑے رئیس تھے کہ کوئی شخص دولت اور مرتبہ میں آپ سے بڑھ کر نہ تھا۔آپ نے اپنے والد کی میراث میں بہت مال و دولت پایا تھا،لیکن یہ تمام مال ومنال دے کر آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو موئے مبارک حاصل کر لئے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان موئے مبارک کی برکت سے سچی توبہ عطا فرمائی اور حضرت ابوبکر واسطی کی صحبت میں رہ کر ایسا کمال پایا کہ صوفیاء کے امام حنیف ہو گئے۔آپ فرمایا کرتے تھے:

''مجھے جو کچھ ملا ان موئے مبارک کی برکت سے ملا۔''

جب آپ دنیا سے رحلت فرمانے لگے تو وصیت کی کہ وہ موئے مبارک میرے منہ میں رکھ دینا۔چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔اسی کا اثر ہے کہ مرو میں آج بھی آپ کی قبر کا نشان ہے۔

34: امام ابن جوزی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''میرے ہاتھ پر ایک لاکھ سے زائد آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔''

35: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ابوالمظفر لکھتے ہیں:

''امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر میں کم از کم دس ہزار آدمی حاضر ہوتے تھے اور بسا اوقات ان کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ جاتی تھی۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے دلوں میں آپ کی مقبولیت اور ہیبت تھی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دنیا سے رغبت نہ تھی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر ایک لاکھ آدمیوں نے توبہ کی اور بیس ہزار یہود و عیسائی مسلمان ہوئے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھوں سے دو ہزار کتابیں لکھیں۔آپ ہفتہ وار قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔مکان سے مسجد کو نماز،جمعہ اور وعظ کے لیے نکلا کرتے تھے۔بغیر وجہ کے گھر سے نہ نکلا کرتے تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی کسی سے مذاق نہ کیا اور نہ ہی کبھی کوئی مشتبہ چیز کھائی۔''

ان علمی کمالات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کو دیانت وتقویٰ اور ذوق عبادت کی دولت عطا فرمائی تھی۔ان کے نواسہ ابوالمظفر کہتے ہیں:

''میرے نانا (ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ) ہر ہفتہ ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے،کبھی کسی سے مذاق نہیں کیا،بچپن میں کسی بچے کے ساتھ کھیلے نہیں اور کبھی کوئی مشتبہ چیز نہیں کھائی۔ساری عمر ان کا یہی حال رہا۔''

36: امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ابوالمظفر شمس الدین یوسف فرغلی واعظ کہتے ہیں:

''میرے دادا امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ 7 رمضان 597 کو ہفتہ کے دن سلطان کی والدہ کی قبر کے نیچے (جو معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے متصل ہے) وعظ کے لیے بیٹھے۔میں بھی وہیں موجود تھا۔آپ نے چند غمناک اشعار پر تقریر ختم کی۔آپ گھر گئے تو اسی دن بیمار ہو گئے۔آپ پانچ دن تک بیمار رہے اور بالآخر 12 رمضان المبارک کو جمعرات کے دن مغرب کی نماز کے بعد اپنے گھر میں وفات پائی۔میری والدہ کہتی تھی:

''ابوالمظفر! تمارے دادا کو میں نے فوت ہونے سے پہلے یہ بار بار کہتے سنا کہ میں کیا کتابوں پر عمل کروں گا؟ کتابیں تو میرے لیے ختم ہو گئیں۔''

آپ کو غسل دینے کے لیے شیخ ناصر الدین سکینہ اور ضیاء الدین بن خیبر صبح کے وقت تشریف لائے،سارے بغداد کے لوگ جمع ہو گئے اور دوکانیں بند ہو گئیں۔ہم نے جنازے کی چارپائی کو رسیاں باندھ کر لوگوں کے حوالے کر دیا۔جنازہ اسی قبر کے پاس

لایا گیا جہاں آپ نے آخری مرتبہ تقریر فرمائی تھی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ آپ کی نماز جنازہ آپ کے بیٹے ابوالقاسم علی نے پڑھائی کیوں کہ مشہور علماء بھیڑ ہونے کی وجہ سے جنازہ تک نہ پہنچ سکے۔ پھر جنازے کو جامع مسجد منصور لے جایا گیا اور لوگوں نے نماز جنازہ ادا کی۔ وہ دن سخت بھیڑ کی وجہ سے عید کا دن معلوم ہوتا تھا۔ اژدحام کی وجہ سے ہم جنازہ کو لے کر مقبرہ باب حرب میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس نماز جمعہ تک نہ پہنچ سکے۔ گرمی کا موسم تھا۔ بہت سے لوگوں نے شدت کی تاب نہ لاکر روزے توڑ دیئے اور پانی کے تالابوں میں جا گرے۔ تمام لوگوں کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی کا سخت صدمہ تھا۔ وہ بہت روئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس تمام رمضان قرآن خوانی کرتے رہے۔

37: امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی عمر کے آخری ایام میں ایک قبر کھودنے والے کے پاس تشریف لے گئے اور قبرستان کے ایک حصہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''میرے لیے یہاں قبر کھود۔''

گورکن نے قبر کھود دی تو آپ اس میں اترے، اسے پسند کیا اور اس میں لیٹ گئے۔ پھر فرمایا:

''یہ قبر بہت عمدہ ہے۔''

اس کے کچھ ہی دن بعد ماہ رمضان 795 ہجری میں آپ کا انتقال ہو گیا اور آپ کو باب صغیر دمشق کے قبرستان کی اسی قبر میں دفن کیا گیا جس کو آپ نے خود تیار کروایا تھا۔

38: مختصر القدوری آج سے قریباً ایک ہزار برس پیشتر کی تصنیف ہے۔ اس کے مولف نے بیسیوں کتابوں سے تقریباً بارہ ہزار ضروری مسائل اخذ کر کے ترتیب دیا ہے۔ اس کی مقبولیت اور عظمت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ کم وبیش تیس علماء نے اس کی شرحیں لکھیں جن میں حنفی فقہ کی شہرہ آفاق کتاب الھدایہ نہایت بلند مقام کی مالک اور مستند تصور کی جاتی ہے۔ کتاب مختصر القدوری کا متن بالعموم تمام دینی مدارس کے نصاب میں شامل ہے۔ شارح کتاب الھدایہ علامہ بدرالدین عینی نے اس کے بارے میں ایک حیرت انگیز واقعہ نقل کیا ہے کہ امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ جب اپنی تالیف سے فارغ ہوئے تو اسے ہمراہ لے کر سفر حج پر چلے گئے۔ جب فریضہ حج ادا کر چکے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

''بار الٰہا! اگر مجھ سے اس کی تالیف کے دوران کوئی بھول چوک یا خطا ہو گئی ہے تو مجھے اس پر مطلع فرما دے۔''

اس کے بعد جب انہوں نے کتاب کھول کر اس کے ایک ورق کا معائینہ کیا تو پانچ چھ مقامات سے متن کا کچھ حصہ غائب ہو چکا تھا۔

39: جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے حالت بیداری میں کئی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

40: ایک بچہ اونٹ پر بوجھ لادے بازار میں جا رہا تھا۔ اس بازار میں کیچڑ بہت تھا۔ اونٹ کا پاؤں پھسلا، وہ گر پڑا اور اس کا پاؤں ٹوٹ گیا۔ لوگوں نے چاہا کہ اونٹ کی کمر سے بوجھ اتار لیں لیکن بچہ ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگ رہا تھا اور روتا جا رہا تھا۔ اتفاق سے ادھر حضرت ابوالعباس احمد بن محمد قصاب علیہ الرحمۃ کا گزر ہوا۔ آپ نے پوچھا:

''کیا بات ہے۔؟''

لوگوں نے کہا:

''اونٹ کا پاؤں ٹوٹ گیا ہے۔''

آپ نے اونٹ کی نکیل تھامی اور آسمان کی طرف منہ کر کے دعا مانگی:

''اے اللہ! اس اونٹ کا پاؤں ٹھیک کردے اور اگر تو درست کرنا نہیں چاہتا تو اس قصابی کا دل بچے کے رونے سے کیوں جلاتا ہے۔؟''

اسی وقت اونٹ کھڑا ہو گیا اور دوڑنے لگا۔

41: ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت ابوعلی بن حسین بن محمد دقاق کی مجلس میں اس لئے گیا کہ میں ان سے متوکلین کا حال دریافت کروں۔ آپ اس وقت طبری کا نفیس عمامہ سر پر باندھے ہوئے تھے۔ میرا دل دستار پر مائل ہو گیا۔ میں نے ان سے عرض کیا:

''اے شیخ! توکل کیا ہے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''توکل یہ ہے کہ تم لوگوں کی دستار کا لالچ نہ کرو۔''

یہ فرما کر آپ نے اپنا عمامہ میرے آگے ڈال دیا۔

42: شیخ سہلکی بیان کرتے ہیں کہ شہر بسطام میں ایک مرتبہ ٹڈی دل نے یلغار کی اور ان کی کثرت سے تمام درخت و کھیتیاں سیاہ ہو گئیں۔ سب لوگ ہاتھ ملتے ہوئے دلفگار نکلے۔ حضرت محمد بن علی المعروف بہ داستانی نے مجھ سے پوچھا:

''یہ کیسا شوروغل ہے۔؟''

میں نے بتایا:

''ٹڈی آگئی ہیں۔ لوگ پریشان ہیں۔''

شیخ اٹھے اور چھت پر چڑھ کر منہ آسمان کی طرف اُٹھایا۔ اسی وقت تمام ٹڈیاں اٹھ گئیں، ظہر کی نماز تک ایک ٹڈی بھی باقی نہ رہی اور کسی درخت کا ایک پتہ تک ضائع نہ ہوا۔

43: حضرت شیخ ابومسلم فارسی کہتے ہیں کہ میری حضرت فضل اللہ بن محمد مہینی سے بڑی چھیڑ چھاڑ رہتی تھی۔ ایک مرتبہ میں ان سے ملنے گیا۔ اس وقت میں ایک میلی سی گدڑی پہنے ہوئے تھے۔ جب میں مکان کے اندر ان کے روبرو پہنچا تو انہیں دیبائے مصری پہنے ہوئے تخت پر بیٹھے دیکھا۔ میں نے دل میں کہا:

''یہ اس ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ بودوباش پر درویشی کا دعویٰ کرتے ہیں اور میں ان تمام علاقوں سے مجرد رہ کر درویشی کا مدعی ہوں۔ ان کے ساتھ میری موافقت کیسے ہوگی۔؟''

وہ اللہ کا بندہ میرے دل کے اس خدشہ سے باخبر ہو گیا۔ سر اٹھا کر فرمایا:

((یا ابا مسلم الفی ای دیوان وجدت من کان قلبه قائماً فی مشاهدة الحق یقع علیه اسم الفقر))

''اے ابومسلم! تم نے کس کتاب میں پایا ہے کہ جس کا دل مشاہدۂ حق میں قائم ہوا اس پر نام فقر (ناداری و مفلسی) لکھا ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ اصحاب مشاہدہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ غنی ہوتے ہیں۔ فقراء تو ارباب مجاہدہ ہوتے ہیں۔

ابومسلم کہتے ہیں کہ میں اپنے گمان پر پشیمان ہوا اور برے اندیشہ سے توبہ کی۔

44: ایک مرتبہ حضرت ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ نے نیشاپور سے مقام طوس جانے کا ارادہ کیا۔ راستہ میں ایک گھاٹی اتنی سرد آئی کہ موزے میں پاؤں ٹھنڈے ہو رہے تھے۔ ایک درویش کو خیال آیا کہ میں اپنی چادر پھاڑ کر دو ٹکڑے کر کے شیخ کے پاؤں پر لپیٹ دوں۔

چادر چونکہ عمدہ اور قیمتی تھی، ٹکڑے کرنے کو دل نے گوارہ نہ کیا۔ جب ہم طوس پہنچے تو اس درویش نے ان سے سوال کیا:

''اے شیخ! شیطانی وسوسہ اور الہام حق کے درمیان کیا فرق ہے۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''الہام وہ تھا کہ تجھے چادر پھاڑ کر دو ٹکڑے کر کے ابوسعید کے پاؤں پر لپیٹنے کا حکم دیا گیا تاکہ وہ سردی سے محفوظ رہیں اور شیطانی وسوسہ وہ تھا کہ تجھے ایسا کرنے سے باز رکھا''

45: شیخ عثمان بن علی ہجویری فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں وضو کراتے ہوئے حضرت ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی کے ہاتھ پر پانی ڈال رہا تھا کہ میرے دل میں خیال گزرا کہ جب تمام کام قسمت وتقدیر پر منحصر ہیں تو آزاد لوگ کیوں کرامت کی خواہش میں مرشدوں کے غلام بنتے پھرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

''اے فرزند! جو خیالات تمہارے دل میں گزر رہے ہیں میں نے جان لیا ہے۔ لہٰذا تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہر حکم کے لئے کوئی سبب ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی سپاہی بچہ کو تاج وتخت عطا فرماتا ہے تو وہ اسے توبہ کی توفیق دے کر کسی دوست ومحبوب کی خدمت کی سعادت نصیب فرماتا ہے، تاکہ یہ خدمت اس کی کرامت کا موجب بنے۔''

46: ایک مصری کہتا ہے کہ دعا اور عمل کا ہتھیار سب سے بڑھ کر ہے۔ ابتداء میں مجھ کو اس پر یقین نہ تھا۔ مصری کتب کے پڑھنے سے (جو یورپین فلاسفروں کے خیالات کا ترجمہ ہیں) میرے عقائد دگرگوں ہو گئے تھے۔ اتفاق کی بات ہے کہ ایک دن میں اپنے ایک خانگی قصہ کے سبب نہایت تشویش اور فکر میں تھا، میرے دل کی بے قراری حد صبر سے بڑھی جاتی تھی، میں صاف صاف کہتا ہوں کہ مجھ کو عشق کا مرض تھا جس نے حواس بے ٹھکانے کر رکھے تھے، میرا مطلوب ناجائز مطلوب نہ تھا، وہ میری بیوی تھی جس سے میں محبت رکھتا تھا اور چاہتا تھا کہ وہ بھی مجھے محبت کرے اور اس اندرونی اشتیاق کی قدردان ہو جس نے مجھ کو بے اختیار کر رکھا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کے دل میں کیا تھا، آیا وہ مجھ پر قربان تھی یا نہیں، مگر اتنا ضرور جانتا تھا کہ وہ میری طرح اظہار کرنے والی نہ تھی۔ اس کی خودداری اور سنجیدگی نے مجھ کو شک میں ڈال رکھا تھا۔ دل کہتا تھا یہ عورت تجھ کو خاطر میں نہیں لاتی۔

عشق جنون کی ایک شاخ ہے، میرا دماغ طرح طرح کے تخیلات قائم کرتا اور خواہ مخواہ کی وہمی شکلیں بنا کر میری بیکلی (بے قراری) کا سبب بنتا۔ آخر ایک دن تو ہمات کی صورت سامنے آ گئی، میں گھر میں گیا تو دیکھا کہ ایک دوسری عورت میری بیوی سے باتیں کر رہی ہے، یہ کوئی غیر معمولی بات نہ تھی مگر مجھے شبہ ہوا کہ یہ دوسری عورت ضرور اس کو بہکاتی ہوگی۔

جب وہ چلی گئی تو میں نے اپنی اہلیہ سے سوالات کرنے شروع کئے، اس نیک بخت بی بی نے کہا:

''بدگمانی چھوڑ دو، شرفاء کے لیے یہ عار ہے کہ وہ اس قسم کی باتیں کریں۔''

اتنا کہنا میرے لیے ستم ہو گیا، مجھ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ ضرور کسی اور مرد کے خیال میں رہتی ہے۔

میں نے دیکھا کہ گھر میں ٹھہرنا خطرہ سے خالی نہیں، کیونکہ مجھ کو اپنے جنون سے ڈر تھا کہ کہیں وہ بڑھ کر کوئی ناشائستہ حرکت نہ کرا دے، اس لیے میں گھر سے نکل کر باہر آ گیا، یہ وہی پریشانی کا دن تھا جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ بار بار خیال آتا کہ اس عورت کو طلاق دے دینی چاہیے مگر پھر سوچتا کہ آخر اس کا قصور کیا دیکھا۔؟ اور طلاق دینے کے بعد میں کیونکر زندہ رہ سکتا ہوں۔ اس شش وپنج میں تھا کہ میرے سامنے سے ایک شخص کھجوریں اور سرمہ فروخت کرتا ہوا گزرا۔ یہ اجنبی آدمی تھا، بلکہ سینکڑوں آدمی

معاش کے لیے اسی قسم کی تجارت کیا کرتے تھے، مگر میرے دل پر اس شخص کی صورت نے بڑا اثر ڈالا اور میں نے کھجوریں خریدیں۔
اثنائے خرید میں نے دریافت کیا:

''تم کون ہو۔؟ کہاں کے رہنے والے ہو؟ کیا نام ہے۔؟ کس جگہ قیام ہے۔؟''

کھجور والے نے مسکرا کر کہا:

''مجھ کو ان سوالوں کے جواب کی فرصت نہیں ہے، اگر میری کھجوروں میں گھن یا کچھ خرابی نظر آئی ہے تو تم اس کی بابت مجھ سے کہو، ان سوالات سے کیا حاصل۔؟''

میں نے کہا:

''عربی اخلاق کے خلاف ہے اگر تم مجھ کو جواب نہ دو! کھجوروں میں تو خرابی نہیں مگر کھجور والے میں نقص ضرور ہے۔''

وہ بولا:

''کھجور والے میں نقص ہے، تو سمجھئے کہ بیوی میں نقص نہیں، بیوی والے میں کچھ خرابی ہے۔''

مجھ کو سکتہ ہو گیا یہ اس نے کیا کہا۔؟ اس کو میرے حالات کا کیونکر علم ہو گیا۔؟ ضرور یہ کوئی ولی اللہ اور صاحب کشف ہے۔
میں نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے، ان کو کھینچا اور اپنے دل پر رکھ لیا، جو زور زور سے دھڑک رہا تھا، کھجور والے نے مجھ کو گھور کر دیکھا اور ہاتھ چھڑا لیے۔ اس کی صورت ہیبت ناک ہو گئی تھی، آنکھوں سے شعلے نکلتے معلوم ہوتے تھے۔
غضبناک دیکھ کر میں نے عاجزی سے کہا:

''بزرگ انسان! معاف کریں اپنے بس میں نہیں ہوں، میرے ہوش کو عشق کے سانپ نے ڈس لیا ہے۔''

یہ سن کر وہ کچھ ٹھنڈا ہوا اور بولا:

''تیرا وہم غلط ہے، وہ پارسا ہے، تجھ پر فدا ہے، مگر منہ سے نہیں کہتی۔''

((بِرَأْسِ سَيِّدِي بِلَال رضى الله تعالىٰ عنه))

''میرے سردار حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کی قسم!'' تیری بیوی عام عورت نہیں ہے، مردان غیب میں سے ہے، میں نے اس کو دونوں ابدالوں کے ساتھ پرواز کرتے دیکھا ہے۔''

''دو ابدال'' اور ''پرواز'' کے الفاظ نے مجھ کو پھر متعجب کیا، مگر دریافت کی مجال نہیں تھی، حیرت سے منہ تکنے لگا۔ بزرگ نے خود ہی فرمایا:

''کیا تم نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم میں نہیں پڑھا کہ ابدال اللہ تعالیٰ کی ایک مقبول جماعت ہے، جن کا قیام عموماً شام کے ملک میں رہتا ہے۔ ابدالوں کو اللہ نے بڑی بڑی طاقتیں دی ہیں، وہ آن کی آن میں لاکھوں کوس اڑ سکتے ہیں، ان کو کشف الغیب کا کمال عطا ہوتا ہے۔ تمہاری بیوی کا باپ بھی ابدال تھا، عورت کو یہ رتبہ نہیں مل سکتا۔ باپ کی موت کے بعد یہ جانشین ہوئی، تاہم اس کی روح میں یہ لطافت موجود ہے کہ ابدالوں کے ہی پرواز کر سکتی ہے۔''

اتنا کہہ کر کھجوروں والے بزرگ نہایت تیزی و پھرتی سے چل دیئے اور میں بت بنا کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ اسی استعجاب اور حیرانی میں گھر آ گیا، دیکھا بیوی مسکرا رہی ہے، اب میں اس سے ڈرنے لگا تھا، میں نے پیار کی نظر سے نہیں خوف وادب کی نگاہ سے اس کو دیکھا اور کہا:

''تمہارے مسکرانے کا کیا سبب ہے۔؟''

وہ بولی!

''انسان اگر اڑ سکتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ قوائے وہمی نے پرواز کی۔''

میں نے کہا:

''میں کچھ سمجھا نہیں؟ صاف صاف کہو۔''

وہ کہنے لگی:

''کھجور والے نے جو کچھ کہا ہے اس سے یہ نہ سمجھنا کہ آدمی پرواز کر سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کی بعض طاقتیں پرواز کرتی ہیں، میں خوش ہوں کہ تمہارے وہم اور رشک وشبہ نے کھجور والے کی باتوں سے پرواز کی۔''

تم نے مجھ کو بالکل مبہوت کر دیا۔ میں پریشان تھا کہ الٰہی یہ کیا ماجرا پیش آ رہا ہے۔؟

لیکن میں نے کہا:

((یَاحَبِیْبِہٖ بِرَأْسِ سَیِّدِی بِلَالٍ" رضی اللہ تعالیٰ عنہ))

آگے کا لفظ زبان سے نہ نکلتا تھا۔ صرف بلال تک کہنے پایا تھا کہ بیوی نظروں سے غائب ہو گئی۔ اب تو مارے خوف کے میری بُری حالت تھی۔ سہم کر بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ تھوڑی دیر میں آنکھ کھولی تو بیوی سامنے بیٹھی تھی مگر وہ بھی چپ تھی اور میں بھی خاموش تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ڈرتے ڈرتے میں نے اس تماشہ کی حقیقت دریافت کی۔ اس نے کہا:

''یہ راز تم کو دمشق میں سیدی بلال (رضی اللہ عنہ) سے معلوم ہوگا۔ وہاں جاؤ، وہ سیدی بلال صحابی رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے مزار پر جمعہ کے دن ملیں گے، چمڑے کی ٹوپی اُن کے سر پر ہوگی اور پوستین پہنے ہوئے ہوں گے۔ دیکھو تو سلام کرنا اور خاموش سامنے بیٹھ جانا۔ کچھ دریافت کریں تو مختصر جواب دینا، اپنی طرف سے دخل در معقولات نہ کرنا۔ یہ ارشاد ہو کہ کوئی مراد و مقصد ہے۔؟ تو (جواباً) سلامتی ایمان ومحبت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم اور آسائش زندگی مانگنا۔''

اہلیہ کے اس بیان ومشورہ سے اور مذکورہ عجیب وغریب مشاہدہ سے سفر دمشق کا شوق دامن گیر ہوا اور میں سیدھا یہاں آیا اور حسب ہدایت جمعہ کے دن سیدی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے مزار پر حاضری دی، وہاں دیکھا کہ دو شخص اسی حلیہ اور لباس کے ہیں جن کا ذکر بیوی نے کیا تھا اور دونوں کی شکلیں بھی قریب قریب یکساں ہیں۔

میں پھر چکرا گیا کہ الٰہی ان میں میرے مقصود کون سے بزرگ ہیں، تاہم میں نے دونوں کو سلام کیا اور ادب کے ساتھ گردن جھکا کر بیٹھ گیا

وہ دونوں اول تو کچھ دیر مجھ کر بغور دیکھتے رہے۔ اس کے بعد ان میں سے ایک صاحب نے کہا پڑھ:

((خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ یُکَوِّرُ الَّیْلَ عَلَی النَّہَارِ وَیُکَوِّرُ النَّہَارَ عَلَی الَّیْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ))

''اسی نے آسمانوں اور زمین کو مصلحت حقانی سے پیدا کیا۔ وہی رات کو دن پر لپیٹ دیتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے ور اسی نے چاند سورج کو مسخر کر دیا ہے۔''

میں نے (ان کے کہنے پر) تیسویں پارہ کی سورت کی یہ آیت پڑھی۔ پڑھنا تھا کہ ان دونوں کے سر غائب ہو گئے۔ میں ڈر کے مارے کانپنے لگا، قریب تھا کہ بے ہوش ہو جاؤں۔ یکا یک دیکھا کہ ان کے سر پھر موجود ہیں۔ آواز آئی:

''ہم نے تیری بیوی سے شکایت کی کہ اس کمزور دل والے کو کیوں بھیجا۔؟''

اب میری بدن میں رعشہ ہوگیا۔زبان بے قابو تھی، ہر چند چاہا کہ کچھ بولوں مگر بولا نہ گیا، آخر وہ خود ہی بولے:

'' ہم دونوں ابدال ہیں، ہمارا نام بلال ہے۔ ہم اسرار الٰہی کے نشان ہیں، ہمارے وجود خاکی ہیں لیکن اربع عناصر سے ہمیں کچھ سروکار نہیں۔خاک، ہوا، آب و آتش ہمارے زیر فرمان ہے، جو ہر لطیف ہم کو دیا گیا ہے، مانگ کیا مانگتا ہے، کیا کہنا چاہتا ہے۔؟''

میرے اوسان باختہ ہو چکے تھے۔بے اختیار منہ سے نکلا:

''عمل حب کا طلب گار ہوں۔''

یہ سن کر دونوں نے کہا:

((اَسَفٌ اَسَفٌ))

''افسوس!، افسوس!!۔''

اچھا سورت اخلاص ایک سو بار پڑھ لیا کر۔''

اتنا کہنا تھا کہ غائب ہو گئے۔

بہت دیر تک میرے اوسان درست نہ ہوئے، آخر بہ ہزار دقت وہاں سے اٹھا، قیام گاہ پر آیا اور اسی دن مکہ معظمہ روانہ ہو گیا، گھر پہنچا تو بیوی کو صاحب فراش پایا۔وہ سخت بخار میں مبتلا تھی، دو چار روز علاج ہوتا رہا مگر جانبر نہ ہو سکی اور انتقال ہو گیا۔

وہ دن ہے اور آج کا دن تین بار دمشق آچکا ہوں، کوئی جمعہ آستانہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حاضری سے ناغہ نہیں کرتا، مگر پھر کبھی ان بزرگوں کی صورت نظر نہ آئی، سورت اخلاص کا ورد جاری ہے، جب کبھی اسکے آزمانے کا موقعہ آیا حب وتسخیر کے لیے تیر بہدف پایا۔یہ ان ابدالوں کی زبان کا اثر ہے، اب میں نے دوسری شادی کر لی ہے، لیکن گزشتہ زندگی کے عجائبات آنکھوں سے دور نہیں ہوئے۔اس دن سے میں نے جانا کہ واقعی دعا و عمل میں بڑی تاثیر ہوتی ہے اگر میں اپنی بیوی کے کہنے پر عمل کرتا اور ابدالوں سے اس کی بتائی ہوئی باتیں مانگتا تو آج دین و دُنیا کی دولت سے مالا مال ہو جاتا، مگر قسمت میں یہ نہ تھا۔

47: شیخ محمد بن المنکدر کے صاحبزدہ نے بیان کیا ہے کہ یمن کے لوگوں میں سے ایک شخص نے ان کے والد کے پاس اسی دینار امانت رکھی، خود جہاد کے ارادہ سے روانہ ہو گیا اور یہ کہہ گیا:

''اگر آپ کو خرچ کی ضرورت پڑے تو خرچ کر لیجئے! جب تک کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا میں واپس آؤں۔''

کہتے ہیں کہ یہ شخص چلا گیا۔ادھر اہل مدینہ پر قحط آپڑا اور بہت سخت قحط پڑا۔والد صاحب نے ان دیناروں کو نکال کر تقسیم کر دیا۔کچھ مدت ہی گزری تھی کہ وہ شخص آ گیا اور اپنا مال طلب کیا۔والد صاحب نے فرمایا:

''کل میرے پاس آنا۔''

یہ کہہ کر خود رات بھر مسجد نبوی میں رہے۔کبھی مرقد مبارک کو اور کبھی ممبر شریف کو لپٹتے۔صبح قریب ہو گئی تو اندھیرے میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا:

''اے محمد! لو!''

انہوں نے ہاتھ بڑھایا تو ایک تھیلی دی جس میں اسی دینار تھے۔اگلے روز وہ شخص آیا اور آپ نے یہ دینار اس کو دیدیئے۔

48: حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں اور محمد بن عبد اللہ شیبان رائی رحمۃ اللہ علیہ حج کو چلے۔ایک راستہ میں پہنچے تو

ہمارے سامنے شیر آ گیا۔ میں نے شیبان سے کہا:

''آپ نہیں دیکھتے کہ یہ درندہ سامنے ہے۔؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''سفیان! ڈرو نہیں۔''

شیر نے بھی شیبان کا یہ کلام سن لیا تو خوشامد کرنے لگا اور کتے کی طرح دم ہلانے لگا۔ شیبان رحمۃ اللہ علیہ اس کی طرف بڑھے اور اس کا کان اینٹھا۔ میں نے ان سے کہا:

''یہ کیا شہرت والی بات ہے۔؟''

آپ نے ارشاد فرمایا:

''اے ثوری! اس میں کون سی شہرت ہے؟ اگر میں شہرت کا اندیشہ نہ کرتا تو اپنا سامان سفر مکہ مکرمہ تک اسی کی کمر پر لاد کر لے چلتا۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ جب جنبی ہوتے اور پاس پانی نہ ہوتا تو ایک بادل آتا اور ان کے سر پر برستا۔ اس سے یہ غسل کر لیتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ جب جمعہ کی نماز کے لئے جاتے تھے تو اپنی بکریوں کے چاروں طرف ایک خط کھینچ جاتے اور چلے جاتے تھے۔ پھر جب تک یہ لوٹ نہ آتے نہ تو بکریاں وہاں سے ہلتی تھیں اور نہ کوئی وحشی جانور یا انسان ان کو چھیڑتا تھا۔

حضرت رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا ان کے پاس سے گزریں اور فرمایا:

''میں میں حج کا ارادہ کر رہی ہوں۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آستین میں سے کچھ اشرفیاں نکال کر دے دیں کہ راستہ میں خرچ کر لینا۔ انہوں نے ہوا میں ہاتھ پھیلایا، پھر مٹھی بند کر لی تو وہ اشرفیوں سے بھری ہوئی تھی۔ پھر فرمایا:

''آپ جیب سے خرچ کرتے ہیں اور میں غیب سے خرچ کرتی ہوں۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کے ساتھ بغیر زاد راہ کے محض توکل پر حج کیا۔

49: حضرت شیبان رحمۃ اللہ علیہ اُمی تھے اور باوجود اس کے جب کوئی مسئلہ فقہ وغیرہ کا پوچھا گیا تو نہایت عمدہ جواب دیا۔ مصر میں انتقال ہوا ہے اور قرافہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب اس احاطہ میں جس میں مزنی کی قبر ہے مدفون ہوئے ہیں۔ ان کی اور مزنی کی قبر کے درمیان اس درزی کی قبر ہے جو بہت بڑے صلحاء میں ہوئے ہیں۔

50: شیخ ابو عبداللہ محمد بن الحسین رحمۃ اللہ علیہ ایک قصائی کے پاس ٹھہرے۔ وہ قصائی آپ کو چھوڑ کر چلا گیا پھر جب لوٹا تو اس ہاتھ کا ایسا مڑ گیا کہ وہ اس سے کچھ نہ کاٹ سکا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ شیخ کی وجہ سے ہے۔ وہ شیخ کی طرف دوڑا اور عرض کیا:

''میرے آقا! مجھ سے جو حرکت سرزد ہوئی ہے اس پر گرفت نہ فرمایئے! کیونکہ میں اللہ تعالیٰ سبحانہ سے توبہ کر رہا ہوں۔ آپ بھی دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے تندرست کر دے۔''

آپ نے دعا فرمائی تو اس کا ہاتھ جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا۔

51: شیخ محمد منصور طوسی رحمۃ اللہ علیہ مستجاب الدعوات تھے۔ آپ سے بغداد میں ایک جماعت نے پوچھا:

''کیا آج عرفہ ہے۔؟''

اور اس میں کچھ اختلاف ہو رہا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''ذرا صبر کرو۔!''

آپ حجرہ میں تشریف لے گئے۔ پھر تشریف لائے اور فرمایا:

''ہاں! ہے۔!''

لوگوں نے دنوں کو شمار کیا تو وہی دن تھا جس میں وقوف عرفہ کیا گیا تھا۔ پھر آپ سے پوچھا گیا:

''آپ نے کیسے معلوم کرلیا۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''میں نے اپنے رب سے دریافت کیا تو مجھ کو وقوف عرفہ کی جگہ لوگوں کو دکھا دیا گیا۔''

52: شیخ محمد بن یوسف البناء رحمۃ اللہ علیہ اکابر صوفیاء میں سے ہیں۔ آپ چھ سو اساتذہ سے ملے ہیں اور بہت سی احادیث لکھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں یہ دعا کیا کرتے تھے:

''اے اللہ! یا تو میرے دل میں اپنی معرفت داخل کردیجئے یا مجھے اپنی طرف بلا لیجئے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے غیب سے کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا:

''اگر تم یہ چاہتے ہو تو ایک مہینہ تک روزے رکھو اور کسی سے بات نہ کرو۔ پھر زمزم کے قبہ میں داخل ہو اور اپنی حاجت کی دعا کرو۔''

پھر کنوئیں میں سے ایک کہنے والے کو سنا جو کہتا ہے:

''جس کو تم پسند کرو اختیار کرلو۔ مع مال کے یا معرفت مع فقر کے۔''

انہوں نے عرض کیا:

''میں نے معرفت مع فقر کے اختیار کرلی۔''

جواب دیا گیا:

''دے دی گئی۔''

53: شیخ محمد بن مسلم بن عبدالرحمٰن قنطری کی کرامتوں میں یہ ہے کہ آپ کا ایک بھانجا تھا۔ آپ نے اس کو دیکھا کہ ڈھول وغیرہ سے کھیل رہا ہے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ بار الٰہا! اسے موت دے دے تو وہ اسی روز مر گیا۔

54: شیخ محمد بن احمد بن سید حمدویہ معروف بہ معلم ابوبکر تیمی نہایت عابد، زاہد اور صاحب کرامات مشہور ہیں۔ آپ نے گیارہ سال تک کسی سے کلام نہیں کیا۔ جمعہ کی نماز کے لیے جایا کرتے تھے۔ ایک دن ابلیس ملا اور اس نے کہا:

''اے لڑکے! لوٹ جا! ہم نے جمعہ پڑھ لیا ہے۔''

یہ لوٹ گئے۔ پھر آفتاب کو دیکھا کہ آسمان کے وسط میں ہے تو پھر گئے اور جمعہ کو پالیا۔

آپ ایک دن میں چالیس میل چل لیتے تھے اور اس میں ایک بار قرآن شریف ختم کرلیتے تھے۔ ایک روز تھک گئے اور بھوک کا غلبہ اور ضعف ہوگیا تو آپ جنگل میں ایک چشمہ پر پہنچے۔ وہاں بیٹھ گئے اور دعا کی تو ایک حبشی باندی سر کے قریب کھڑی دیکھی۔ وہ کہہ رہی تھی:

''میرے آقا نے آپ کے واسطے یہ ہدیہ بھیجا ہے اور کہا ہے کہ اگر آپ نے قبول کرلیا تو تو آزاد ہے۔''

آپ نے فرمایا:

''رکھ دو۔''

جب دیکھا تو اس میں دو شیر مال ہیں اور ان کے ساتھ اُبلے ہوئے انڈے بھی۔ انہوں نے ان کو چھوڑ دیا اور فوراً دعا کے قبول ہو جانے کی وجہ سے گھبرا کر چلے گئے۔

آپ کی کرامتوں میں یہ بھی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عرصہ دراز تک کچھ نہیں پیا۔ پانی کی ضرورت ہوئی تو کنوئیں پر جا بیٹھے، رونے لگے اور دعا کی:

''اے میرے مولا! تجھے معلوم ہے کہ میں پانی کا ضرورت مند ہوں اور اس کا چھوڑ دینا مجھے شاق ہے۔''

ایک مرتبہ یہ دعا مانگی ہی تھی کہ دیوار میں سے ایک ہاتھ ظاہر ہوا جس میں پانی کا آبخورہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک آواز آئی:

''پی لو۔!''

انہوں نے کہا:

''پانی کی ضرورت زیادہ ہے۔''

پھر وضو کیا، نماز پڑھی اور پانی پی لیا۔ اس کے بعد 80 روز تک پانی پینے کی ضرورت نہیں ہوئی۔

کچھ لوگ آپ کے مہمان ہوئے، آپ بھنا ہوا گوشت اور چپاتیاں لائے تو وہ کہنے لگے:

''یہ ہم لوگوں کا کھانا نہیں ہے۔''

آپ نے کہا:

''پھر آپ لوگوں کا کھانا کیا ہے۔؟''

انہوں نے کہا:

''سبزی۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ لا دی اور خود گوشت کھا لیا۔ آپ تو رات بھر نماز پڑھتے رہے اور وہ لوگ تمام رات سوئے رہے۔ پھر اندھیرے سے صبح کی نماز پڑھی۔

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''یہ تو بھنے ہوئے گوشت کا عمل ہے۔ سبزی کا عمل کہاں ہے۔؟''

آپ کی کرامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ ایک کتے نے آپ کو بھونکا تو وہ گر کر مر گیا۔

55: شیخ محمد بن یعقوب فرماتے ہیں کہ میں شام سے ایک میدان کے راستہ پر چلا تو ایک لق و دوق میدان پر جا پہنچا۔ کئی دن تک حیران پھرتا رہا اور نہ کچھ کھانے پینے کو ملا، نہ ہی راستہ ملا۔ یہاں تک کہ مرنے کے قریب ہو گیا تو دو راہب جاتے ہوئے ملے۔ گویا وہ کہیں قریب سے ہی چلے ہیں۔ میں نے پوچھا:

''تم دونوں جانتے ہو کہ تم اس وقت کہاں ہو۔؟''

انہوں نے کہا:

''ہم اس کے ملک، اسی کی مملکت میں ہیں اور اسی کے سامنے ہیں۔''

میں نے اپنے نفس کی طرف توجہ کی اور اس کو ملامت کرنے لگا کہ یہ راہب تو توکل کے مرتبہ پر پہنچ گئے اور تو نہیں پہنچا۔ پھر ان سے کہا:

''کیا تم مجھ کو اپنے ساتھ ہونے کی اجازت دیتے ہو۔؟''
انہوں نے کہا:
''تم کو اختیار ہے۔''
غرضیکہ میں ان کے ساتھ ہولیا۔ جب رات تاریک ہوگئی تو وہ دونوں اپنی نمازوں کے لئے کھڑے ہوئے اور میں اپنی نماز کے لیے۔ میں نے مغرب تیمم سے پڑھی اور دونوں مجھ پر ہنسنے لگے۔ جب وہ فارغ ہوگئے تو ایک نے ہاتھ سے زمین کریدی وہاں سے پانی نکل آیا اور کھانا دکھائی دیا۔ مجھے تعجب ہوا۔ انہوں نے کہا:
''آؤ! اور کھالو۔''
ہم تینوں نے کھایا پیا اور میں نے نماز کی تیاری کی۔ پھر پانی زمین میں جذب ہوگیا، نظر سے اوجھل ہوگیا اور صبح تک وہ دونوں الگ نماز پڑھنے لگے۔ میں الگ پڑھتا رہا۔ پھر ہم لوگ رات تک چلتے رہے۔ جب رات ہوگئی تو ایک نے دوسرے کو نماز پڑھائی۔ پھر کچھ دعائیں مانگیں اور زمین کریدی تو پانی بھی نکل آیا اور کھانا بھی موجود ہوگیا۔ پھر جب تیسری رات ہوئی تو ان دونوں نے کہا:
''اے مسلمان! تیرا کیا حال ہے۔؟''
مجھے بہت شرم آئی اور شرم سے گڑا جانے لگا۔ میں نے دعا کی:
''اے اللہ! میں جانتا ہوں کہ میرے گناہوں نے تیرے ہاں میری کوئی عزت باقی نہیں رکھی، لیکن میں درخواست کرتا ہوں کہ تو مجھے رسوا نہ فرما اور ان دونوں کو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت پر بدگمانی سے خوش ہونے کا موقعہ نہ دے۔''
ابھی میں دعا سے فارغ ہی ہوا تھا کہ یکا یک ایک ابلتا ہوا چشمہ اور بہت سا کھانا نمودار ہوا۔ ہم تینوں نے خوب کھایا پیا۔ ان دونوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے کیا دعا کی تھی۔ میں نے دعا بتادی تو وہ مسلمان ہوگئے۔

56: احمد بن ابی الحواری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ شیخ محمد بن سماک رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے تو ہم نے ان کا قارورہ لیا اور ایک طبیب کے پاس لے چلے جو نصرانی تھا۔ ہم حیرہ اور کوفہ کے درمیان تھے کہ ایک خوبصورت شخص جس میں سے خوشبو آتی تھی، عمدہ لباس پہنے ہوئے سامنے آیا۔ اس نے پوچھا:
''تم لوگ کہاں کا ارادہ کر رہے ہو۔؟''
ہم نے کہا:
''فلاں طبیب کا ارادہ کر رہے ہیں کہ ان کو محمد بن سماک کا قارورہ دکھائیں گے۔''
ان صاحب نے کہا:
''سبحان اللہ! تم اللہ کے ایک ولی کے واسطے اللہ کے دشمن کی اعانت چاہتے ہو۔ اس کو زمین پر پھینک دو، ابن سماک کے پاس لوٹ جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ تکلیف کی جگہ پر ہاتھ رکھ کر یہ پڑھیں: ''وبالحق انزلناہ وبالحق نزل'' (ہم نے اس کو حق کے ساتھ ہی نازل کیا ہے اور یہ حق کے ساتھ ہی نازل ہوا ہے)''
پھر وہ نوجوان ایسے غائب ہوئے کہ ہم نہ دیکھ سکے۔ ہم ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لوٹ آئے اور سارا واقعہ سنایا۔ آپ نے تکلیف کے مقام پر ہاتھ رکھا اور وہ پڑھا جو ان صاحب نے کہا تھا تو اسی وقت تندرست ہوگئے اور فرمایا:
''یہ خضر علیہ السلام تھے۔''

57: ایک عورت اپنے بچہ کو لے کر سمندر پر گئی۔ کچھ حبشی جہاز میں آئے، بچہ کو پکڑا، جہاز میں بٹھا لیا اور لے کے چلے گئے۔ وہ عورت شیخ محمد بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئی جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی عبادت گاہ سے نکل رہے تھے۔ اس نے سارا قصہ سنایا کہ حبشیوں نے اس کے بچے کو پکڑ لیا ہے اور وہ اس جہاز میں ہیں۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ سمندر کی طرف روانہ ہوئے اور ہوا کو حکم دیا:

''رک جا۔''

وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے رک گئی۔ پھر آپ نے جہاز والوں کو آواز دی:

''بچہ کو اس کی ماں کو لوٹا دو!''

مگر انہوں نے انکار کر دیا اور چلتے رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جہاز کو حکم دیا:

''رک جا۔''

وہ وہیں رک گیا۔ پھر آپ پانی کے اوپر چلتے ہوئے گئے، بچہ کو جہاز سے لیا اور اس کی ماں کے پاس حاضر کر دیا۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ چمڑے کی دباغت کا کام کیا کرتے تھے۔ ان کے پاس ماز و آئے تھے۔ خلیفہ نے کسی کو بھیجا اور اس نے ان کو لے لیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خادم حاضر ہوا تو غصہ کیا کہ خلیفہ کے آدمی وہ ماز و لے گئے ہیں۔ کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں ان کے افسر کے پاس جاؤں۔؟

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''بیٹھ جاؤ۔''

وہ خود تمہیں لوٹا دیں گے۔ جب وہ لوگ لے گئے تو انہوں نے ان کو پتھر پایا تو سمجھ لیا کہ یہ شیخ کی برکت سے ہے اور لوٹا گئے تو وہ ماز و تھے۔

58: شیخ محمد بن محمد الادفوی مشہور علماء اور سات ابدال میں سے ایک ہیں۔ آپ کی تفسیر میں ایک کتاب ہے جس کا نام ہے ''کتاب الاستغناء'' آپ نے یہ کتاب لکھ کر امیر مصر کے پاس بھیجی۔ اس نے اس کے کنارہ پر بے نیازی کے الفاظ لکھ دیئے اور واپس کر دی۔ آپ نے اس کے لئے بددُعا کی تو وہ تین دن بھی زندہ نہیں رہا۔

59: قرشی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں بیان کرتے ہیں کہ شیخ ابو بکر محمد المالکی ایک اپاہج عورت پر گزرے تو اس نے کہا:

''کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے اللہ کے واسطے۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''میرے پاس دنیا کی کوئی چیز نہیں، لیکن اپنا ہاتھ لا۔!''

وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے چلنے لگی۔

60: شیخ محمد بن موسیٰ ابو بکر واسطی ایک مرتبہ سمندر کا سفر کر رہے تھے کہ کشتی ٹوٹ گئی۔ آپ اور آپ کی اہلیہ ایک تختہ پر رہ گئے اور اسی حالت میں ان کے بچہ پیدا ہو گیا۔ ان کو بہت پیاس لگی، انہوں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ہوا میں ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور اس کے ہاتھ میں سونے کی زنجیر ہے جس میں یاقوت کا آبخورہ ہے۔ اس نے کہا:

''دونوں پی لو۔!''

دونوں نے پانی پی لیا۔

آپ نے اس آدمی سے پوچھا:
''تم کون ہو۔؟''
اس نے جواب دیا:
''تمہارے آقا کا ایک غلام۔''
آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:
''تم اس مرتبہ پر کیسے پہنچ گئے۔؟''
اس نے جواب دیا:
''اُس کی مرضی پر اپنی خواہش کو قربان کرنے سے۔اس کے صلے میں اس نے مجھے بساط فراوانیت پر بٹھا دیا جیسے کہ اب دیکھ رہے ہو۔''
یہ کہہ کر وہ آدمی غائب ہو گیا۔

61: حضرت ابوبکر محمد بن الولید صاحب سراج الملوک ہیں۔صفدی نے طرطوشی کے تذکرہ میں ذکر کیا ہے کہ افضل بن امیر الجیوش نے ان کو رسدگاہ کے قریب شقیق الملک کی مسجد میں رکھ دیا اور ان کو برا سمجھا کرتا تھا۔یہ عرصہ تک رہے اور تنگ ہو گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خادم سے کہا؟:
''ہم کب تک صبر کئے جائیں۔؟تم جائز کھانا جمع کرلو۔''
اس نے جمع کرلیا اور تین روز تک آپ نے کھایا۔جب مغرب کی نماز کا وقت ہوا تو خادم سے فرمایا:
''میں نے اس وقت اس کے تیر مار دیا ہے۔''
جب اگلا دن ہوا افضل گھوڑے پر سوار ہوا اور قتل کر دیا گیا۔اس کے بعد مامون بن البطا کی حاکم مقرر ہوئے اور انہوں نے شیخ کا بہت اکرام کیا۔

62: شیخ محمد بن علی بن جعفر ابوبکر الکتانی فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں تھا۔میں نے ایک فقیر کو دیکھا جو مرا ہوا تھا،مگر ہنس رہا تھا۔میں نے کہا:
''تم مر چکے ہو اور پھر بھی ہنس رہے ہو۔؟''
غیب سے کسی آواز دینے والے نے کہا:
''اے ابوبکر!اللہ کا عاشق ایسا ہوتا ہے۔''
آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو عرض کیا:
''میرے لئے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ میرے دل کو مردہ نہ بنائے۔''
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
تم ہر روز چالیس مرتبہ یہ کہا کرو:
((یا حی یا قیوم لا الٰہ الا انت))
آپ فرماتے ہیں کہ میرے سر میں درد تھا۔میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو اس بارے میں عرض کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہ دعا لکھو:

((اللھم للبوت الربوبیتہ وتعظیم الصمدیتہ وبسطوات الالھتہ وبقدم الجبروتیۃ وبقدرۃ الواحدنیۃ))

حضرت ابوبکر کتانی فرماتے ہیں:
''میں نے یہ دعا لکھی اور سر پر رکھ لی تو فوراً درد جاتا رہا۔''

ابوبکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں درمیان سال میں مکہ مکرمہ کے راستہ میں تھا کہ میں نے ایک بھری ہوئی ہمیانی پائی جس میں اشرفیاں چمک رہی تھی۔ میں نے ارادہ کیا کہ اسے اٹھالوں اور مکہ مکرمہ کے فقراء میں تقسیم کردوں تو غیب سے کسی آواز دینے والے نے آواز دی:

''اگر تم نے اسے اٹھایا تو تمہارا فقر سلب کرلیا جائے گا۔''

63: شیخ ابوبکر محمد بن سعدون الیمی الجزیزی رحمۃ اللہ علیہ بہت عبادت گزار تھے۔ انہوں نے مصر میں چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں، پھر سو گئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت لیث رحمۃ اللہ علیہ میں چاشت کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بارہ رکعت کہتے ہیں اور لیث رحمۃ اللہ علیہ آٹھ۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کولوں پر مارا اور تین بار فرمایا:
''مالک کی رائے درست ہے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے کولہوں میں درد تھا، اس رات سے جاتا رہا اور ان پر ایک نور تھا۔ جب یہ نماز پڑھتے تھے وہ چمکنے لگتا تھا۔

64: شیخ عبداللہ ابن خفیف الشیرازی جب شہر بغداد میں داخل ہوئے تو چالیس روز قیام فرمایا کہ نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے۔ پھر تشریف لے چلے تو جنگل میں کنویں کی منڈھیر پر ایک ہرن کو پانی پیتے دیکھا۔ یہ بھی پیاسے تھے۔ کنوئیں کے قریب تشریف لے گئے تو ہرن چلا گیا اور پانی کنوئیں کی تہ میں پہنچ گیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا:
''اے میرے مولا! تیرے ہاں میرا مرتبہ اس ہرن جتنا بھی نہیں۔؟''
اچانک ایک کہنے والے نے کہا:
''ہم نے تمہارا امتحان کیا ہے۔ تم صبر نہیں کر سکے۔ ہرن تو بغیر ڈول رسی کے آیا تھا اور تم ڈول رسی کے ساتھ آئے ہو۔''

پھر جو یہ لوٹے تو کنواں بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے پیا، پاکی حاصل کی اور ڈول میں بھر لیا۔ پھر حج کیا اور واپس آئے مگر وہ پانی ختم نہ ہوا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو جب ان کی نظر ان پر پڑی تو فرمایا:
''اگر کچھ دیر اور صبر کر لیتے تو تمہارے قدموں کے نیچے سے پانی ابل پڑتا اور تمہارے پیچھے جاری ہو جاتا۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دن ایک برہمی سے مناظرہ ہو گیا۔ اس نے کہا:

''اگر تمہارا دین حق ہے تو آؤ میں اور تم چالیس روز تک کھانے سے باز رہیں۔''

دونوں نے ایسا کیا تو شیخ نے تو وہ مدت پوری کردی اور برہمی عاجز ہوگیا۔

ایک اور برہمی نے ایک خاص مدت تک پانی کے اندر رہنے کی دعوت دی تو مدت کے پورا ہونے سے پہلے برہمی تو مرگیا اور شیخ نے مدت پوری کردی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں بہت بڑی مدت تک ابدال سے ملاقات کے واسطے ملک بملک پھرتا رہا، پھر سیر و سفر سے اکتا گیا تو فارس کے شہر اصلحر میں لوٹ گیا۔ وہاں خانقاہ صوفیہ میں پہنچا تو مشائخ کی ایک جماعت کو دیکھا اور ان کے سامنے کھانے کی کوئی چیز تھی۔ وہ نو آدمی تھے جن میں سے حسن بن ابی سعد، ابوالازہر بن حیان اور کچھ اور لوگ تھے۔ میں کچھ دیر ٹھہرا رہا، پھر وضو کیا، جب میں فارغ ہوگیا تو انہوں نے مجھے جگہ دیدی۔ میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا اور جو وہ کھا رہے تھے میں بھی کھانے لگا۔ پھر ہم سب الگ الگ ہوگئے تو میں کچھ دیر سو رہا۔ خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے ابن خفیف! جن لوگوں کو تو تلاش کرتا تھا اور ان کے ساتھ بیٹھنا چاہتا تھا۔ وہ اس شہر میں یہی لوگ تھے اور تو بھی ان میں سے ہے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے دل نے تقاضہ کیا کہ میں ان سب حضرات کو اس کی اطلاع کردوں جو میں نے خواب میں دیکھا ہے، مگر ان کا وقار اور رعب مجھ پر غالب آگیا۔ دن کا کچھ ہی حصہ گزرا تھا کہ شیخ ابوالحسن بن ابی سعد رحمۃ اللہ علیہ سامنے سے آئے اور فرمایا:

''اے ابوعبداللہ! جو کچھ تم نے خواب میں دیکھا ہے ان کی ان سب کو اطلاع کردو۔''

چنانچہ میں نے اطلاع کردی۔ جب یہ خبر پھیل گئی تو وہ سب کے سب متفرق شہروں میں چلے گئے۔

65: خطیب بغدادا اپنی مشہور کتاب الکلام علی علوم الخواطر والاشارات میں کہتے ہیں کہ محمد بن محمد صوفی بغدادی زمانہ کے بے مثل اور وقت کے یکتا خطیب و عالم تھے۔ آپ نے بیت المقدس کا قصد کیا اور اپنے ساتھ خشک کھجوریں لے لیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نفس نے تر کھجوروں کا تقاضہ کیا۔ آپ اس کو ملامت کرنے لگے اور فرمایا:

''اس جگہ ہم کو تر کھجوریں کہاں سے مل سکتی ہیں۔؟''

جب افطار کا وقت ہوا اور آپ نے وہ کھولیں تو تر کھجوریں تھیں۔ مگر آپ نے ان میں سے کچھ نہیں کھایا۔ جب اگلا دن ہوا اور افطار کے لیے ان کو پھر کھولا تو بحالہ خشک تھیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامتوں میں یہ بھی ہے کہ ایک شخص کو تنگدستی پیش آئی اور اس کے پاس سوائے دو موزوں کے اور کچھ نہ رہا۔ اس نے موزے نکالے اور ان کو فروخت کرنے کے لیے چلا تو شیخ ابن سمعون کی مجلس میں حاضر ہوا اور یہ سوچا کہ جب لوٹوں گا تو فروخت کرلوں گا۔ جب اس شخص نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو شیخ نے پکار کر کہا:

''موزے نہ بیچنا۔ اللہ تعالیٰ تم کو رزق عطا فرمائے گا۔''

پھر ایسا ہی ہوا۔

ابن باطیش نے اپنی کتاب اثبات کرامات الاولیاء میں ابوطاہر محمد سے روایت کرکے بیان کیا ہے کہ میں ایک دن ابوالحسن ابن سمعون کے پاس مجلس وعظ میں حاضر ہوا اور ابوالفتح جو اس کرسی کے برابر بیٹھے ہوئے تھے، ان پر اونگھ طاری ہوئی اور یہ سو گئے تو

ابن سمعون کچھ دیر کو رک گئے۔ یہاں تک کہ وہ بیدار ہو گئے اور سر اٹھایا تو ان سے ابن سمعون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''تم نے خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔؟''

انہوں نے کہا:

''جی ہاں!''

آپ نے فرمایا:

''اس وجہ سے میں بولنے سے رک گیا تھا کہ مبادا تم گھبرا اٹھو اور یہ حالت جس میں تم تھے منقطع ہو جائے۔''

علامہ جلال الدین سیوطی کہتے ہیں:

''اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابو الفتح نیند میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر رہے تھے تو ابن سمعون نے بیداری ہی میں زیارت کر لی۔''

حضرت ابن سمعون کا انتقال 387 ہجری میں ہوا اور اپنے گھر میں ہی دفن کیے گئے۔ آپ کو تینتیس سال بعد دوسری جگہ منتقل کیا گیا تو ایسے پائے گئے کہ کفن بھی پرانا نہ ہوا تھا۔

66: شیخ ابن ماکولا کہتے ہیں:

''ہمارے دوست ابو عبداللہ الحمیدی صاحب علم و فضل اور بیدار مغز تھے۔ میں نے عفت و پاکبازی اور تقویٰ و شغل علم میں ان جیسا کوئی اور نہیں دیکھا۔''

آپ نے مظفر بن رئیس الرؤسا کو وصیت کی کہ وہ ان کو حضرت بشر حافی کی قبر کے قریب دفن کرے، لیکن اس نے ان کی وصیت کے خلاف کیا اور باب البرز کے مقبرہ میں دفن کر دیا۔ پھر جب ایک بار مظفر نے ان کو خواب میں دیکھا تو ایسا دیکھا کہ گویا یہ ان پر مخالفت وصیت کی وجہ سے ناراض ہو رہے ہیں تو پھر مظفر نے ان کو صفر 491 ہجری میں باب حرب کے مقبرہ میں حضرت بشر حافی کی قبر کے پاس منتقل کر دیا۔ اس وقت بھی ان کا کفن نیا، بدن نرم و نازک اور اس میں سے خوشبو مہکتی تھی۔

67: شیخ سیدی محی الدین بن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب روح القدس میں ذکر کیا ہے کہ ابو عبداللہ بن زین ماشبیلیہ جو افضل ترین لوگوں میں تھے امام ابو حامد غزالی کی کتابوں میں منہمک رہا کرتے تھے۔ مگر ایک رات ابو القاسم بن احمد کی ایک تالیف جو امام غزالی کے رد میں تھی پڑھی تو اندھے ہو گئے۔ فوراً سجدہ میں گر پڑے، گڑگڑائے اور قسم کھائی کہ پھر کبھی اس کتاب کو نہیں پڑھیں گے اور اس کو اپنے سے دور کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی لوٹا دی۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ بن حرازم اپنے متوسلین کے پاس تشریف لائے اور ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔ فرمایا:

''تم اس کو پہچانتے ہو۔؟''

پھر خود ہی فرمایا:

''یہ احیاء العلوم ہے۔''

شیخ ابن حرازم امام غزالی پر طعن کیا کرتے تھے اور احیاء العلوم کو پڑھنے سے منع کیا کرتے تھے۔ انہوں نے احیاء العلوم دکھانے کے بعد سب کے سامنے اپنا جسم کھول کر دکھایا تو اس پر کوڑوں کی مار کے نشان تھے۔ پھر فرمایا:

''خواب میں میرے پاس امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ آئے اور مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلایا۔ تب ہم دونوں حضور نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے تھے تو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا: ''حضور! یہ شخص یہ خیال کرتا ہے کہ میں جو کچھ آپ کی طرف سے کہتا ہوں وہ آپ نے نہیں فرمایا۔'' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے مارنے کا حکم عطا فرمایا اور مجھے پیٹا گیا۔''

عارف شاذلی کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حضرت عیسیٰ وموسیٰ علیہما السلام پر امام غزالی سے فخر فرما رہے ہیں اور فرما رہے ہیں:

''کیا تمہاری امت میں بھی کوئی ایسا ہے۔؟''

دونوں انبیاء علیہما السلام نے عرض کیا:

''نہیں ہے۔''

عارف کبیر یمنی احمد صیاد نے خواب میں دیکھا کہ آسمانوں کے دروازے کھولے گئے اور فرشتوں کی ایک جماعت نازل ہوئی۔ ان کے ہمراہ سبز خلعتیں ہیں اور سواری ہے۔ پھر یہ سب ایک قبر کے سرہانے کھڑے ہو گئے۔ اس میں سے ایک شخص کو نکالا، اسے خلعت پہنایا، سواری پر سوار کیا، آسمان کی طرف لے گئے اور آسمان در آسمان ساتوں آسمانوں سے گزر گئے۔ پھر وہ ان کے بعد ستر حجاب شق کر گیا تو مجھے ان بزرگ سے تعجب ہوا اور ان کو معلوم کرنے کا ارادہ کیا تو بتایا گیا کہ یہ غزالی ہیں۔ مگر یہ علم نہیں ہو سکا کہ ان کی انتہاء کہاں تک ہے۔

جب قاضی عیاض نے احیاء العلوم کے جلا دینے کا فتویٰ دیا تو یہ امام غزالی کو پہنچ گیا۔ آپ نے بددعا کی تو وہ دعا ہی کے وقت حمام میں اچانک مر گئے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ خلیفہ مہدی نے ان کو حمام میں قتل کر دینے کا حکم دیا تھا۔

68: شیخ حضرت ابو عبداللہ محمد بن الحسین بن عبدویہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے فقیہ اور عامل تھے۔ اخیر عمر آپ نابینائی میں مبتلا کیے گئے۔ ان کے شاگردوں میں سے ایک فقیہ شہر نجم میں تھے۔ ان کو علم ہوا تو وہاں ایک طبیب ماہر فن تھا یہ اس کو لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے اور طبیب صاحب کے پہنچنے کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا:

''مجھے طبیب کی ضرورت نہیں ہے۔''

پھر آپ نے اپنے پوتے کو بلایا اور فرمایا کہ لکھ لو جو میں لکھواؤں۔ پھر یہ اشعار لکھوائے:

''لوگ کہتے ہیں تیری آنکھوں پر ایک مصیبت آ پڑی ہے۔ گر تو نشتر سے اس کا علاج کرے گا تو بیماری جاتی رہے گی۔ میں نے جواب دیا کہ میرا رب اس سے میرا امتحان لے رہا ہے۔ اگر میں صبر کر لوں گا تو اس سے انعام پاؤں گا اور اگر گھبرانے لگوں گا تو ثواب سے محروم کر دیا جاؤں گا اور میرے لیے وہاں سے وبال خاص ہوگا۔ میں تو صابر ہوں، راضی ہوں اور شکر گزار ہوں۔ میں اس کو بدلنے والا نہیں ہوں جو اللہ نے دیا ہے۔ ہمارے شاہ کا فعل حسین اور عمدہ ہی ہوتا ہے اور اس کی صنعت کی کوئی مثال نہیں ہوتی۔ میرا رب ظلم سے متصف نہیں ہے۔ وہ اس سے بلند اور بہت بلند ہے۔''

جب ان لفظوں پر پہنچے کہ میں صابر ہوں راضی ہوں اور شکر گزار تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی لوٹا دی اور گھر بھی روشن نظر آیا حتی کہ اپنے پوتے کو لکھتے ہوئے بھی دیکھ لیا۔ پھر جب بینائی بحال ہو گئی تو صاحبزادہ سے فرمایا:

''اس طبیب سے جو معاوضہ طے ہوا تھا وہ اسے دیدو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھ کو شفاء حاصل ہو گئی ہے۔''

69: شیخ محمد بن الفضل رحمۃ اللہ علیہ صوفیاء کے امام اور فقہائے شافعیہ میں سے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بسطام میں انتقال ہوا اور وہیں ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے برابر دفن ہوئے ہیں۔ جس دن ان کی وفات ہوئی کسی نے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا

کہ وہ اپنی قبر کے پاس جھاڑو دے رہے ہیں، برتنوں کو بھر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں:
''کل میری قبر کے برابر ایک مردِ صالح دفن کیا جائے گا۔''
جب قبر کھودنے والے نے ان کو قبر کے اندر رکھا تو وہ بہت ہی کشادہ ہو گئی۔ یہاں تک کہ یہ شخص بیہوش ہو گیا۔

70: شیخ امیر اسامہ بن منقذ نے اپنی کتاب الاعتبار میں ذکر کیا ہے کہ مجھ سے شیخ امام خطیب سراج الدین ابو طاہر ابراہیم بن الحسین بن ابراہیم خطیب شہر ''اسعر وبا'' نے ذیقعدہ 562ہجری میں بیان کیا کہ مجھ سے ابوالفرح بغدادی (شاید ابن الجوزی) نے بیان کیا کہ میں شیخ امام ابو عبداللہ محمد المصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بغداد میں حاضر تھا کہ ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا:
''حضور! آپ بھی ان لوگوں میں سے ہیں جو میرے مہر پر حاضر ہوئے تھے۔ میرے پاس سے مہر کا کاغذ گم ہو گیا ہے میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ مجھ پر کرم فرمائیں اور قاضی کی مجلس میں شہادت دیدیں۔''
آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
''جب تک مٹھائی نہ لاؤ گی میں ایسا نہ کروں گا۔''
وہ کھڑی رہی اور یہ سمجھی کہ شیخ مزاح فرماتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
''دیر نہ لگاؤ! میں تمہارے ساتھ اس وقت تک نہ جاؤں گا جب تک مٹھائی نہ لاؤ گی۔''
وہ چلی گئی، پھر لوٹی اور اپنی لنگی کی جیب میں سے ایک کاغذ نکالا جس میں سوکھی ہوئی مٹھائی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین کو باوجود آپ کے زہد و عفیف ہونے کے اس مانگنے سے تعجب ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ کاغذ لے لیا، کھولا اور مٹھائی کو ریزہ ریزہ کر کے پھینک دیا۔ پھر جب کاغذ خالی ہو گیا اور دیکھا تو وہ اس کے مہر کا وہ کاغذ تھا جو اس کے پاس سے گم ہو گیا تھا۔
آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
''لو اپنے مہر کا کاغذ لے لو۔ یہ وہی ہے۔!''

71: شیخ محمد بن الموفق الجوشانی رحمۃ اللہ علیہ مذہب شافعی کے اماموں میں سے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامتوں میں یہ ہے کہ ابن ابی حصیہ نے ایک قصیدہ سے آپ کی مدح کی اور یہ انعام طلب کیا کہ اس کی اپاہج لڑکی کے لیے آپ دعا فرمادیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرمائی اور وہ تین دن بعد اٹھ کر چلنے پھرنے لگی کہ گویا اسے کوئی مرض ہی نہ تھا۔

72: سیدی محی الدین ابن العربی فرماتے ہیں:
''میں ابو عبداللہ محمد بن اشرف الرندی سے اشبیلیہ میں ملا، ان کے پاس تین دن ٹھہرا اور لوٹ آیا تھا۔ انہوں نے ان تمام باتوں کی جو ان سے جدا ہونے کے بعد مجھے پیش آنے والی تھیں حرفاً حرفاً اطلاع کر دی تھی اور پھر ایسے ہی ہوا۔''
ان کی شہرت کا سبب یہ ہوا کہ وہ اکثر ایک بہت اونچے پہاڑ پر جا کر بیٹھا کرتے۔ ایک آدمی اپنی کسی ضرورت کے لیے وہاں گیا تو اس نے نور کا ایک ستون دیکھا جس کی شعاعیں پھیل رہی ہیں اور یہ اس کی طرف دیکھ بھی نہیں سکتا۔ یہ اس کی طرف گیا تو یہ پایا کہ وہ نور ہمارے بزرگ حضرت ابو عبداللہ ہیں جو کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں، اس نے ان کو مشہور کر دیا۔

73: شیخ ابو عبداللہ محمد زنہار عجمی رحمۃ اللہ علیہ حافظ زکی الدین، عبدالحفیظ منذری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں۔ شیخ زنہار عجمی رحمۃ اللہ علیہ جب مصر میں خستہ حالی میں داخل ہوئے تو ایک پیتل کے برتن بنانے والے کی دکان پر سو گئے۔ رات کو اس دکان میں چوری ہو گئی۔ دوکاندار نے پہرے والے کو پکڑا۔ پہرے دار نے کہا:

''تمہاری دکان پر سوائے اس فقیر کے اور کوئی نہیں سویا۔''
دوکاندار نے جواب دیا:
''تو اس فقیر پر چوری کی تہمت لگاتا ہے؟ تو میں چوری کا دعویٰ ہی نہیں کرتا صبر کرتا ہوں۔ بس میرا ثواب اللہ تعالیٰ کے یہاں سے، کیونکہ اس فقیر پر نیکی کے آثار معلوم ہو رہے ہیں۔''
شیخ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا:
''اللہ کے بعض بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اگر اس طباق کو کہہ دیں کہ تو سونے کا بن جا! تو وہ اللہ کے فضل سے سونے کا بن جائے۔''
یہ کہہ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جس طباق کی طرف اشارہ کیا تھا وہ فوراً سونے کا ہو گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو فرمایا:
''جیسا تھا ویسا ہی ہو جا۔ میں نے تو تیری مثال بیان کی تھی۔''
وہ پھر اصلی حالت پر ہو گیا۔ دکاندار نے عرض کیا:
''حضرت میرے لیے دعا فرمایئے۔!''
آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے فقر کو دور فرمائے۔ دعا قبول ہو گئی اور وہ مالدار ہو گیا۔

74: شیخ محمد بن ارسلان مصری کپڑے کو ایک درہم میں سلائی کیا کرتے تھے۔ اگر کپڑے والا ان کو کھرا درہم دیتا تھا تو گریبان کھلا ہوا پاتا تھا اور اگر کھوٹا درہم دیتا تھا تو بند پاتا تھا۔ وہ لوٹاتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس سے فرماتے:
''اپنا درہم تو لو۔''
وہ لیتا اور دوسرا دیتا تو گریبان کھلا ہوا پالیتا۔''

75: امام یافعی کہتے ہیں کہ محمد بن احمد بن ابراہیم القرشی خود بیان کرتے تھے کہ جب بلادِ مصر میں بہت سخت گرانی ہوگئی۔ میں دعا کے واسطے چلا۔ ارشاد فرمایا گیا:
''دعا نہ کرو! اس باب میں تم میں سے کسی کی دعا نہیں سنی جائے گی۔''
میں نے شام کی طرف سفر کیا۔ جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے مزار مبارک کے قریب پہنچا تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی۔ میں نے عرض کیا:
''اے اللہ کے خلیل! آپ اپنے یہاں میری مہمانی اہل مصر کے حق میں دعا کرنا قبول فرمائیں۔''
انہوں نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اہل مصر پر کشادگی فرما دی۔
جب شیخ ابو عبداللہ بیت المقدس پہنچے تو فقیہ ابو طاہر محلی بھی ہمراہ تھے۔ فقیہ ابو طاہر ایک روز بیت المقدس کے مدرسہ پر گزرے تو اس کے دروازے پر چند فقہاء قابل تعظیم ہیئت ولباس میں بیٹھے تھے اور ان میں سے اکثر عجمی تھے۔ ان کو چونکہ یہ اپنے دل میں نوجوان سیاہ رنگ اور خستہ حال ہونے کی وجہ سے حقیر تھے، ان کو پاس کو گزرتے ہوئے شرم آئی۔ جب یہ شیخ کے پاس لوٹ کر آئے اور رات بھر صبح تک شیخ کے ہی پاس رہے تو شیخ نے فرمایا:
''اس مدرسہ پر جہاں تم کل گزرے تھے جاؤ اور اس میں مدرس ہو جاؤ۔''
فقیہ ابو طاہر فرماتے ہیں:
''مجھے تعجب ہوا اور یہ بہت بڑی بات معلوم ہوئی، بلکہ میں نے ایسا ہو جانے کو محال سمجھا۔ مگر سوائے امتثال امر کے اور کچھ ممکن بھی

تھا۔"

میں مدرسہ گیا اور دل میں خیال کر رہا تھا کہ دربان مجھے اندر جانے سے ہی روک دے گا، مگر اس نے روکا نہیں اور میں اندر چلا گیا تو دیکھا کہ مدرس بیٹھا ہوا ہے اور اس کے چاروں طرف ایک بڑا سا حلقہ ہے۔ میں نے حلقہ کے اندر جانا چاہا تو حقیر و ذلیل سمجھنے کی وجہ سے کسی نے جگہ نہ دی۔ میں ان کے پیچھے ہی بیٹھ گیا۔ پھر ایک آدمی مدرسہ کے دروازہ سے داخل ہوا۔ جب مدرس نے ان کو دیکھا تو ترش رو ہوا، مگر اس کے استقبال کے لیے اٹھا اور ساری کی ساری جماعت بھی منقبض ہو گئی۔ میں نے اس شخص سے کہ جس کی پشت کے پیچھے میں تھا، کہا:

"بھائی! جماعت کی جماعت کو کیا ہوا۔؟"

اس نے کہا:

"یہ جو شخص آیا ہے بڑا مناظر و مجادل ہے۔ ہر بات میں مخالفت کرتا ہے اور اس کے جواب کی کسی کو طاقت نہیں۔ جب یہ آتا ہے تو اس کے ساتھ سوائے چاپلوسی کے شیخ کی کوئی گفتگو نہیں ہو سکتی اور کوئی شخص اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔"

مدرس نے اس کا استقبال کیا اور اسے اپنی جگہ بٹھایا۔ جب وہ بیٹھ گیا تو اس نے ایک بہت مشکل اختلافی مسئلہ پیش کیا۔ وہ اعتراض کی تقریر پوری کر چکا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اس کے اعتراض کا یاد رکھنا اور اس کا جواب کھول دیا۔

میں نے اس سے بحث کی اور ان دونوں کے درمیان کود پڑا۔ میری زبان خوب چلنے لگی تو میں نے اس کے سوال کو بھی برقرار رکھا، اس میں کوئی تغیر نہیں کیا اور یہ مناظرین کی ترتیب ہوتی تھی کہ سوال کا اعادہ کیا کرتے تھے۔ پھر میں نے اس کا جواب دیا جو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈال دیا تھا، حالانکہ میں نے علم مناظرہ کی کوئی کتاب پڑھی تھی، نہ کسی سے مناظرہ کیا تھا۔ میرے اس فعل سے ان مدرس صاحب نے بہت تعجب کیا اور بعض تو حیران رہ گئے اور اس کی وجہ سے سب کے سب میری بہت تعظیم کرنے لگے۔ مناظر صاحب نے مدرس سے کہا:

"یہ فقیہ تمہیں کہاں سے مل گیا ہے۔؟"

انہوں نے کہا:

"ہم نے تو اس کو اسی وقت دیکھا ہے۔"

مناظر نے کہا:

"مدارس تو ایسے لوگوں کے واسطے بننے چاہئیں۔"

مدرس صاحب بہت خوش ہوئے کہ ان کے حلقہ درس میں وہ شخص ہے جس نے اس مناظر کو جواب دیا۔ پھر مدرس صاحب نے مجھ سے پوچھا:

"تمہارا نام کیا ہے۔؟"

میں نے اپنا نام بتایا تو انہوں نے فرمایا:

"میں نے تم کو یہاں کا مدرس بنا دیا۔"

پھر وہ اٹھے اور میں بھی اور جماعت بھی میرے ساتھ اُٹھ گئی۔ مدرس صاحب نے کہا:

"اے فقیہ! ہم لوگوں کی عادت یہ ہے کہ جب کسی صاحب کو مدرس بناتے ہیں اس کے مدرس بنانے کے وقت اس کو اس کے گھر تک پہنچا کر آیا کرتے ہیں۔"

جب مدرسہ سے باہر آ گئے تو انہوں نے خواہش کی کہ وہ اور جماعت میرے ساتھ چلیں۔ میں نے کہا:

''مجھے اس سے معاف رکھا جائے۔''

انہوں نے قبول کر لیا اور لوٹ گئے۔ جب میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا:

''اے بے بلائے ہوئے مناظر! تم نے ان کو کیوں منع کر دیا کہ وہ اپنے معمول پر عمل کریں اور تم کو تمہاری جگہ پر پہنچا دیں۔؟''

میں نے عرض کیا:

''حضرت آپ کے قلب سے بوجھ ہلکا کرنے کے لیے۔''

ابو عبداللہ محمد بن احمد الہاشمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آخری صورت جس میں دنیا میرے سامنے آئی ایک حسین نوجوان عورت کی صورت تھی۔ وہ اس مسجد میں جھاڑو دیتی تھی جس میں میں رہتا تھا۔ میں نے کہا:

''تو کیوں آئی۔؟''

اس نے کہا:

''آپ کی خدمت کرنے کے لیے آئی ہوں۔''

میں نے کہا:

''اللہ کی قسم! نہیں۔''

اس نے کہا:

''ضرور۔''

تو میں نے ایک لاٹھی سے جو میرے پاس تھی اشارہ کیا اور مارنے کا ارادہ کیا تو وہ ایک بڑھیا بن گئی اور مسجد میں جھاڑو دینے لگی۔ میں اس سے غافل ہوا تو پھر ایسے ہی ہو گئی جیسی تھی۔ میں اٹھا کہ اس کو نکال دوں تو وہ پھر ضعیف بڑھیا بن گئی۔ مجھے پھر اس پر رحم آ گیا۔ پھر غافل ہوا تو پھر نوجوان بن گئی۔ مجھے اس پر تعجب ہوا اور گھبرا کر اٹھا تو اس نے کہا:

''آپ زیادہ فرمائیں یا کم میں تو اسی طرح آپ کی خدمت کیا کروں گی اور اسی طرح میں نے آپ کے ہم مشربوں کی خدمت کی ہے۔''

اس دن سے اسباب میں مجھے کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بدر سے مکہ مکرمہ جا رہا تھا۔ وہاں ایک شخص تھا جس کے پاس کھجوریں تھیں۔ وہ ان کو حاجیوں کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کر رہا تھا کہ مکہ مکرمہ تک قیمت کا تم سے صبر کروں گا اور تم نہ آئے تو یہ تمہارے لئے حلال ہیں۔ وہ میرے ساتھ ساتھ رہا یہاں تک کہ میں نے لے لیں، پھر اسے ہم سے پہلے سفر پیش آ گیا تو اس نے مجھ سے قیمت کا مطالبہ کیا۔ میں نے کہا:

''میرے پاس تو کچھ بھی نہیں اور تم نے تو یہ کہا تھا کہ تم مکہ مکرمہ ہی میں قیمت لو گے۔؟''

اس نے کہا:

''ابھی قیمت دینا ضروری ہے۔''

اس نے مجھے بہت شدت کی تکلیف اور گالیاں دیں تو میں بدر کی مسجد میں گیا اور وہاں گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ پھر نکلا تو

ایک شخص ملا کہ جیسے کوئی گاؤں کا رہنے والا ہو۔ اس پر احرام کے کپڑے بھی تھے۔ اس نے مجھے چند درہم دیئے اور میرے ہاتھ میں گن دیئے۔ میں قرض والے کے پاس گیا اور قرض ادا کر دیا۔ اس کی ایذا اور بڑھ گئی اور وہ کہنے لگا:

''لوگ درہم چھپائے رہتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں اور قسم کھا لیتے ہیں کہ ان کے پاس درہم نہیں ہیں، حالانکہ ان کے پاس ہوتے ہیں۔''

مگر میں اس کی اس بات پر خاموش رہا اور کوئی جواب نہیں دیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جدہ کے سمندر میں تھا اور میرے ساتھ میرا ایک ساتھی تھا۔ اسے بہت شدت کی پیاس لگی۔ میرے پاس ایک چادر تھی اور اس کے سوا اور چادر نہ تھی۔ میں نے لوگوں سے پوچھا:

''کوئی ہے جو میری چادر کے عوض پانی فروخت کر دے۔؟''

مگر کسی نہ دیا تو میں نے اپنے ساتھی سے کہا:

''یہ چادر لو اور جہاز کے کپتان کے پاس جاؤ۔''

یہ اس کے پاس لوٹا لے کر گیا تو اس نے انہیں جھڑک دیا، اس پر چلایا اور لوٹا ہاتھ سے لے کر پھینک دیا، مگر لوٹا سمندر میں نہیں گرا، جہاز ہی میں گر گیا۔ یہ میرے پاس لوٹ آیا۔ میں نے اس کی خستہ حالی اور حاجت کو دیکھا تو جان لیا کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس حالت میں نہ چھوڑے گا۔ میں نے لوٹا لیا اور اس کو سمندر سے بھر لیا، اسے پیا اور سیراب ہو گیا۔ پھر لوٹا میں نے لیا اور پیا کہ میں بھی سیراب ہو گیا اور جو لوگ میرے آس پاس تھے جن کے پاس پانی نہ تھا سب نے پیا۔ پھر میں نے دوبارہ اسے بھرا اور آٹا گوندھا جب ہماری ضرورت پوری ہو گئی تو اب اس کے بعد بھرا تو شور اور کڑواہی پانی آیا جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں اور میں نے جان لیا کہ جب حاجت واقع ہوتی ہے جب ہی چیزوں کی حقیقت بدلتی ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں منیٰ میں تھا۔ پیاس لگی تو پانی نہ ملا اور نہ کوئی چیز کہ جس سے پانی خرید لوں۔ میں کنوئیں پر گیا تو وہاں عجمی لوگوں کو پایا۔ میں نے ایک شخص سے کہا:

''مجھے اس لوٹے میں پانی دیدو۔''

اس نے مجھے مارا اور لوٹا میرے ہاتھ سے لے کر دور پھینک دیا۔ میں دل شکستہ اس کی طرف چلا کہ اُٹھا لاؤ تو اُس کو میٹھے پانی کے گڑھے میں پایا۔ میں نے پانی بھرا، خود بھی پیا اور ساتھیوں کے لیے بھی لایا۔ جب قصہ سنایا تو وہ اس جگہ کو چلے کہ وہاں سے پانی بھر لائیں تو نہ وہاں پانی پایا نہ پانی کا کوئی نشان۔ میں سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک نشانی تھی۔

شیخ ابو عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متوسلین پر یہ شرط لگائی تھی کہ وہ اپنے گھروں میں بس ایک ہی چیز پکایا کریں تا کہ کوئی ایک دوسرے سے ممتاز نہ رہے۔ اتفاق سے ایک صاحب نے اپنی اہلیہ سے پوچھا:

''تمہارا کیا جی چاہتا ہے کہ بازار سے لے آئیں اور پکائیں۔''

اس نے کہا:

''اپنی لڑکی سے مشورہ کر لو۔''

انہوں نے لڑکی سے پوچھا:

''تیرا کیا جی چاہتا ہے۔؟''

اس نے عرض کیا:

"میرا جو جی چاہتا ہے آپ اسے پورا نہیں کر سکتے۔"
انہوں نے کہا:
"ہاں! ہاں!! پورا کر سکتا ہوں۔ اگرچہ ایک ہزار اشرفیوں سے ہو۔ تو ضرور بتا۔"
اس نے کہا:
"قرشی بزرگ سے میری شادی کر دیجیے۔"
قرشی شیخ اندھے اور کوڑھے تھے۔ ان جیسے کو کوئی عورت پسند نہیں کر سکتی تھی۔ کہتے ہیں کہ میں قرشی کے پاس آیا اور حال بتایا تو انہوں نے فرمایا:
"قاضی کو بلا لو۔"
قاضی آیا اور نکاح کر دیا۔ اس لڑکی کو سجا بنا کر شیخ کے یہاں حاضر کر دیا۔ جب عورتیں چلی گئیں تو شیخ غسل خانہ میں گئے اور نکلے تو نوجوان حسین صورت بے داڑھی تھے۔ عمدہ کپڑے اور نفیس خوشبوئیں تھیں۔ اس نے حیاء سے اپنا چہرہ چھپا لیا تو شیخ نے فرمایا:
"پردہ نہ کرو! میں قرشی ہی ہوں۔"
اس نے کہا:
"آپ قرشی ہیں۔؟"
شیخ قرشی نے اس کے اطمینان کے لیے اللہ کی قسم کھائی۔ اس نے عرض کیا:
"یہ کیا حالت ہے۔؟"
شیخ قرشی نے فرمایا:
"میں تمہارے پاس اسی حالت میں رہا کروں گا اور دوسروں کے پاس اسی حالت میں لیکن میری زندگی بھر کسی کو اس کی خبر نہ کرنا۔"
اس نے عرض کیا:
"بہت اچھا، مگر میں تو آپ کی اسی حالت کو اختیار کرتی ہوں جس پر آپ لوگوں میں ہوتے ہیں۔ کوڑھ، برص اور اندھے پن کی۔"
شیخ نے فرمایا:
"اللہ تم کو بہتر جزا دے۔"

76: شیخ ابو یوسف ہمانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابو عبداللہ قرشی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس وقت مقررہ پر حاضر ہوا کرتے تھے۔ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن مجھ کو شیخ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے بھیجا کہ میں ان سے پوچھ کر آؤں کہ آج وقت مقرر فرمائیں گے یا نہیں؟ میں گیا تو جب اس میدان میں پہنچا جس میں ان کے گھر کا دروازہ تھا تو میں تردد اور ہیبت میں کھڑا رہا۔ ایک کھڑکی کھلی اور ایک باندی نے اس میں سے سر نکالا اور کہا:
"احمد شیخ فرماتے کہ ابو یوسف سے کہہ دینا کہ ہم آج وقت مقرر نہ کریں گے۔"
میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ شیخ نے بغیر میرے سوال کی جرأت کئے معاملہ طے فرما دیا۔ جب میں ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا، آپ لیٹے ہوئے تھے، بیٹھ گئے اور فرمایا:
"تم دروازے والے میدان میں کیوں ٹھہر گئے تھے کہ شیخ کی باندی کو کہنا پڑا۔"
میں نے عرض کیا:

''حضرت! مجھے ہیبت ہوتی ہے۔''

فرمایا:

''جب تم تنہا ہوا کرو تو ہیبت رکھا کرو اور جب میرے ساتھ ہو تو جرأت کیا کرو۔''

ان شیخ ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اس قصہ میں ان دونوں بزرگوں میں سے کس کا کشف اعلیٰ تھا۔؟ انہوں نے فرمایا:

''قرشی صاحب کا کیونکہ ابو یوسف صاحب نے تو مجھے بھیجا ہی تھا، ان کی توجہ میرے ساتھ تھی جو کچھ مجھے پیش آتا وہ محسوس کر ہی لیتے اور قرشی صاحب آئینہ کی طرح ہیں کہ ہر اس چیز کو محسوس فرمالیتے ہیں جو ان کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔''

77: شیخ القرشی رحمۃ اللہ علیہ کا اصل وطن اندلس ہے، پھر مصر میں سکونت اختیار کی، پھر بیت المقدس میں اور شیخ مغرب و مصر کے بڑے لوگوں میں تھے۔ خواب میں ایک ہزار مرتبہ رب العزت کو دیکھا ہے۔ آپ کی کرامتوں میں یہ ہے کہ جب کوڑھ میں مبتلا ہو گئے تو نماز کے وقت یہ مرض جاتا رہتا اور تندرست ہو جاتے تھے۔ جب فارغ ہو جاتے تو پھر ویسے ہی ہو جاتے جیسے پہلے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ دریا کے ساحل پر آئے کہ عبور کر جائیں۔ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمراہ تھے، مگر کوئی کشتی نہ ملی۔ آپ نے قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑا اور پانی کے اوپر کود کر چلے گئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متوسلین کو فرمایا کہ مصر سے نکل چلنے کی تیاری کرو، کیونکہ مصر میں وباء نازل ہوگئی ہے۔ یہ خبر خطیب عراقی کو پہنچ گئی تو انہوں نے فرمایا:

''ان پر وحی نازل ہوئی ہے۔؟''

قرشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا:

''وہ اس کے بعد ممبر پر نہ چڑھ سکیں گے۔''

یوں ہی ہوا کہ خطیب عراقی جمعہ سے پہلے فوت ہو گئے۔

ایک بار یہ آواز دی گئی:

''اہل مصر پر بلا نازل ہوگی۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا:

''کیا مصر میں بلا واقع ہو جائے گی؟ اور میں بھی انہوں میں ہوں گا۔''

کہا گیا:

''آپ ان میں سے نکل جائیے ابلا کا واقعہ ضروری ہے۔''

یہ نکل کر شام چلے گئے اور اہل مصر پر جو نازل ہوئی ان کی اہلیہ نے بیان کیا ہے کہ میں ان کے پاس سے باہر نکلی اور ان کو تنہا چھوڑ دیا تو میں نے ان کے پاس کسی کو باتیں کرتے سنا۔ میں ٹھہر گئی۔ یہاں تک کہ اس کی گفتگو ختم ہوگئی۔ میں داخل ہوئی اور پوچھا:

''یہ کون تھے۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''خضر علیہ السلام تھے۔ نجد کے ملک سے زیتون لائے ہیں اور کہہ رہے تھے کہ اے قرشی! تم کھالو، کیونکہ اس میں تمہاری شفاء ہے۔''

میں نے کہا:

''جاؤتم بھی اور تمہارا زیتون بھی۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں اور خود کہا ہے کہ میں کسی ساحل پر چل رہا تھا تو مجھ سے ایک جڑی بوٹی نے کہا کہ میں اس مرض کی شفا ہوں جو تم کو ہے مگر میں نے اس سے کچھ نہیں لیا۔''

78: شیخ ابوالعباس احمد قسطلانی کا بیان ہے کہ میں نے شیخ محمد قرشی کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں شیخ ابراہیم بن ظریف کے پاس تھا۔ان سے پوچھا گیا:

''کیا انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ اپنے نفس پر کوئی عہد کرلے کہ بغیر مقصود حاصل ہوئے اس کے خلاف نہ کرے گا۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''ہاں!''

اور بنی النضیر کے قصہ میں ابولبابہ کی حدیث سے استدلال کیا اور اس حدیث ہے کہ جان لو اگر وہ میرے پاس آتا تو میں اس کے لیے استغفار کرتا، لیکن جب وہ اپنے لیے ایسا کرے تو اس کو چھوڑ دو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کے باب میں کوئی حکم فرمائے۔

شیخ محمد القرشی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ سنا تو عہد کرلیا:

''بغیر اس کے کہ کوئی قدرت ظاہر ہو میں کچھ نہیں کھاؤں گا۔''

میں تین دن ایسے ہی رہا اور میں ان دنوں دکان میں اپنا کام کیا کرتا تھا۔ میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص ظاہر ہوا جس کے ہاتھ میں ایک برتن تھا اور برتن میں کوئی چیز تھی۔ وہ کہنے لگا:

''عشاء تک صبر کرو! تو تم اس میں سے کھاؤ گے۔''

پھر وہ غائب ہو گیا۔ میں مغرب اور عشاء کے درمیان اپنے وظیفہ میں تھا کہ دیوار پھٹی اور اس میں سے ایک حور ظاہر ہوئی جس کے ہاتھ میں وہی برتن تھا اور اس میں شہد جیسی کوئی چیز تھی۔ اس نے برتن میرے سامنے کیا اور تین بار مجھے چٹایا۔ میں بچھاڑ کر کھا گیا اور بے ہوش ہو گیا۔ پھر افاقہ ہوا تو اس کے بعد کوئی کھانا مجھے اچھا معلوم نہیں ہوا، نہ اس حور کے بعد کوئی شخص مجھے حسین معلوم ہوا اور نہ میں مخلوق سے کچھ سن سکتا تھا اور اسی حال پر ایک مدت تک رہا۔

شیخ قرشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں اپنے ابتداحال میں آٹا خریدا کرتا تھا اور سارے راستہ جو مجھ سے مانگتا دیتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ گھر پہنچ جاتا تھا۔ پھر اس کو تولتا تو اتنا ہی پاتا جتنا لیا تھا۔''

شیخ نے ایک مرتبہ ایک درہم کا آٹا خریدا، سامنے سے ایک سائل آ گیا، آپ نے وہ اسے دیدیا اور چلے گئے تو اپنے ہاتھ کو بند پایا۔ کھولا تو اس میں ایک درہم تھا، اس سے پھر آٹا خریدا اور گھر لوٹ گئے۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے الملک الکامل اور اس کے نائب السلطنت کے ساتھ اس برتن میں جس میں دودھ تھا کھانا کھایا تو نائب السلطنت آپ کے مرض کی وجہ سے کھانا کھانے سے رک گیا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اگر تم اس مرض میں مبتلا ہاتھ کی وجہ سے کھانا کھانے سے رک گئے ہو تو میرے ساتھ اس ہاتھ کی وجہ سے کھاؤ۔''

جب ہاتھ اٹھا کر دیکھایا تو وہ چاندی کی طرح سفید تھا۔ اس میں کوئی مرض نہ تھا۔

79: حضرت ابو عبداللہ القرشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابو اسحاق بن ظریف سے سنا کہ جب میں شیخ ابوحسن غالب الوفا؛

کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے اپنے متوسلین سے فرمایا:
''سب جمع ہو جاؤ اور ستر مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھو اور اس کا ثواب شیخ کو بخش دو، کیونکہ مجھے بات پہنچی ہے کہ یہ مومن کے لیے جہنم سے فدیہ ہے۔''
ابو اسحٰق کہتے ہیں کہ ہم نے ایسا کیا۔ سب پڑھنے کے لیے جمع ہوئے اور اس کا ثواب شیخ کو بخش دیا۔
آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں شیخ ابو محمد عبداللہ المناوری کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا:
''میں تم کو ایسی چیز سکھادوں کہ جب تم کو کوئی ضرورت ہو اس سے امداد لے لیا کرو۔؟''
پھر انہوں نے فرمایا:
''یہ دعا پڑھا کرو:
" واحد یااحد یا واحد یا جواد انفحنا منك بنفحة خیر انك علی كل شیء قدیر"
قرشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
''جب سے میں نے یہ سنا ہے میں اسی سے خرچ کرتا ہوں۔''

80: حضرت ابو عبداللہ محمد بن یوسف یمنی موضع ضجاع کی طرف منسوب ہیں۔ آپ جو کچھ سنتے تھے ایک ہی مرتبہ میں اسے حفظ کر لیتے تھے کم ہو یا زیادہ۔ یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ فقہ حنفی کی کتاب ہدایہ ایک ہی دفعہ سننے سے حفظ کر لی۔
فقیہ کبیر احمد بن موسیٰ بن عجیل سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو فرما رہے ہیں:
''اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر علم کھول دے تو ضریری قبر کی مٹی میں سے کچھ لو اور اس کو نہار منہ نگل جاؤ۔''
ان فقیہ نے ایسا ہی کیا اور اس کی برکتیں ظاہر ہو گئیں۔
جب مجاہد بادشاہ کے زمانے میں عرب میں پھوٹ پڑی اور وادی زمع وغیرہ کی آبادیاں تباہ ہو گئیں۔ فقہاء بنی زیاد کے پاس بہت سی کتابیں تھیں نہ ان کا منتقل کرنا ممکن تھا اور نہ یہ ہو سکتا تھا کہ خود شہر سے نکل جائیں اور کتابیں چھوڑ جائیں وہ ان کی وجہ سے بہت فکر میں تھے۔ اتفاق سے شیخ طلحہ بن عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ اپنے شروع شروع زمانہ میں وہاں پہنچ گئے اور شام کو وہیں رہے۔ ان حضرات کا یہ حال دیکھا تو ان کو بھی فکر ہوا۔ خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''فقہاء بنی زیاد سے کہہ دو کہ اپنی کتابیں ضریری قبر پر منتقل کر دیں، وہاں ان کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔''
جب فقیہ طلحہ بن عیسیٰ بیدار ہوئے تو سب کو اطلاع کر دی۔ ان حضرات نے جلدی جلدی سب کتابیں شیخ کی قبر پر منتقل کر دیں اور یہ کتابیں تقریباً ایک سال وہیں دھوپ اور بارش میں رہیں، مگر کوئی نقصان نہیں ہوا اور نہ عرب وغیرہ میں سے کوئی ان میں سے کچھ لے سکا۔

81: شیخ ابو مدین شعیب کا نام محمد بن احمد بن عمران العیاشی الیمانی ہے۔ ان کا لقب شعیب اس قدر مشہور ہو گیا کہ اسی سے پہچانے جاتے ہیں۔ جب ان کی وفات ہوئی اور لوگ قبر کی طرف میت کو لے کر گئے، اس وقت موذن اذان دے رہا تھا تو ان فقیہ کا اٹھانے والوں پر حد سے زیادہ وزن ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ جنازہ لے کر کھڑے رہنے سے عاجز ہو گئے اور نیچے رکھ دیا۔ جب

موذن اذان سے فارغ ہو گیا تو لوگوں نے چارپائی کو حرکت دی تو ویسی ہی ہلکی تھی جیسی پہلے تھی۔ پھر جنازہ کو اٹھا لیا اور قبر تک لے گئے۔ سب لوگوں کو اس سے تعجب تھا۔ متوسلین میں سے ایک صاحب نے کہا:

''فقیہ مرحوم جب موذن کو اذان دیتے سنا کرتے تھے تو کھڑے ہو جاتے تھے اور جب تک وہ فارغ نہ ہو اذان کا جواب دیا کرتے تھے۔''

82: شیخ محمد بن ابی بکر الحکمی یمن کے شہر عواجہ کے رہنے والے ہیں۔ آپ بہت بڑے شیخ تھے اور یمن کے بڑے بڑے صوفیاء کے مشہور مشائخ میں سے ہیں۔ امی تھے۔ نہ پڑھ سکتے تھے، نہ لکھ سکتے تھے۔ ایک دن فقیہ محمد الجبلی درس سے غائب تھے۔ یہ ان کی جگہ بیٹھ گئے اور درس دے دیا۔

آپ ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں بہت سے درخت تھے۔ انہوں نے ایک درخت سے فرمایا:

''ٹیڑھا ہو جا۔''

تو وہاں کے سب درخت ٹیڑھے ہو گئے اور آپ ان سے لوگوں کے لیے کھیتی کے آلات بنانے لگے۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت محمد بن ابی بکر الحکمی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہنے کے لیے آیا، مگر ان کی وفات ہو چکی تھی۔ آپ قبر سے نکلے اور اسے بیعت کر لیا۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ کو بعض اولیاء نے بتایا ہے کہ وہ ان کی قبر پر گئے تو یہ قبر سے کمر باندھے ہوئے نکلے۔ کمر باندھنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا:

''ہم اب تک طلب ہیں جو یہ گمان کرتا ہے کہ اسے وصول ہو گیا وہ جھوٹا ہے، کیونکہ وصول تو محدود کی طرف ہے اور اللہ تعالیٰ حدوں سے پاک ہے۔''

دو بھائی بلادِ حرض سے موضع عواجہ پہنچے۔ جب عواجہ کے قریب آ گئے تو حضرت محمد بن ابی بکر الحکمی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بہت سے غیر معمولی حالات اور بہت سی کرامتیں سنیں، مگر سچ نہ سمجھا اور یہ دونوں عواجہ میں اس وقت تک رہے کہ یہ خبر ملی کہ ان کے باپ بیمار ہیں۔ انہوں نے اپنے شہر جانے کا ارادہ کر لیا۔ یہ اس وقت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے کہ آپ کا حقیقی حال معلوم کر لیں۔ جب وہ ان کی خدمت میں پہنچے تو اپنے والد کے مرض کی اطلاع دی اور یہ کہ دونوں اس وجہ سے اپنے شہر کا ارادہ کر رہے ہیں۔ شیخ نے فرمایا:

''تم دونوں وہاں پہنچو گے تو وہ صحت یاب ہو چکے ہوں گے اور تمہارا شہر میں داخل ہونا رات کے اخیر میں ہوگا۔ تم اپنے والد کو صبح کا وضو کرتے ہوئے پاؤ گے کہ ایک پاؤں دھو چکے ہوں گے اور دوسرا ابھی نہیں دھویا ہوگا۔''

وہ دونوں شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے رخصت ہوئے اور چل دیئے تو ان کا اپنے باپ کے پاس داخل ہونا اسی وقت ہوا جو وقت شیخ نے بتایا تھا اور اسی حالت پر ہوا جس پر شیخ نے کہا تھا۔ انہوں نے جو کچھ شیخ سے سنا تھا لوگوں سے کہہ دیا۔ ان شہروں میں بھی ان کی شہرت ہو گئی۔

جب شیخ علی ابدال کا انتقال ہوا تو شیخ ابوالغیث بن جمیل ان کی تعزیت کے لیے آئے اور یہ سب لوگ اپنے شیخ علی ابدال مذکور کے گاؤں میں ہی مقیم تھے۔ شیخ علی نے کہہ دیا تھا کہ وہ ایسا کریں گے اور وصیت کی تھی کہ وہ اس مقام پر ٹھہریں نہیں۔ اس لیے جب تیسرا دن ہوا تو شیخ محمد بن ابی بکر الحکمی نے شیخ ابوالغیظ سے عرض کیا:

''آج رات آپ اور آپ کے درویشوں میں سے کوئی یہاں نہ ٹھہرے، کیونکہ آپ لوگوں میں سے جو رات کو یہاں رہے گا وہ مرجائے گا۔''

شیخ ابوالغیث اور ان کے سب ساتھیوں نے تو جانے کا ارادہ کر دیا، لیکن ایک شخص شیخ محمد حکمی رحمۃ اللہ علیہ کی بات کو بعید سمجھ کر رہ گیا اور شام کو وہیں رہا تو صبح کو مرا ہوا پایا گیا۔ شیخ محمد بن ابی بکر الحکمی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

''اسی طرح شیخ ابوالغیث کیے جائیں گے کہ جب تک میں زندہ ہوں ان کے لیے تہامہ میں سکونت نہیں ہے۔''

تو شیخ ابوالغیث تہامہ میں ٹھہر نہیں سکتے تھے، یہاں تک کہ شیخ محمد الحکمی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا۔ پھر سولہ سال پہاڑوں میں رہے

شیخ ابوالغیث جب کبھی اترنے کا ارادہ کرتے تو شیخ محمد حکمی ان کے حالات پر کچھ تصرف کر دیتے تھے۔ جب شیخ حکمی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا تو یہ اپنے پیروں میں سے کوئی چیز بیڑیوں کی طرح کھول رہے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اس کے اثر سے ہے جو شیخ محمد حکمی رحمۃ اللہ علیہ ہم پر تصرف کیا کرتے تھے۔

ایک شخص محمد بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا:

''میرا ایک بیل چوری ہو گیا۔''

شیخ الجبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''کیا تم اپنا بیل چاہتے ہو۔؟''

اس نے عرض کیا:

''جی ہاں!''

شیخ الجبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''فلاں جگہ چلے جاؤ وہاں تم ایک شیخ کو کھیتی کرتے ہوئے دیکھو گے۔ ان کو بغیر بیل لیے مت چھوڑنا۔''

اس سے ان کی مراد خود ان کے شیخ، یمن کے مشائخ میں سے بہت بڑے شیخ محمد بن ابی بکر حکمی تھے۔ یہ ان کے پاس آیا اور ان سے کہا:

''میرا بیل لوٹا دیجیے۔''

وہ بہت ہی زیادہ ان کے پیچھے پڑا رہا اور سمجھتا رہا کہ چور یہی ہیں، کیونکہ وہ شیخ کو پہچانتا نہ تھا۔ شیخ نے پوچھا:

''تم سے یہ کس نے کہہ دیا ہے۔؟''

اُس نے کہا:

''محمد بن حسین نے۔''

پھر اس نے کہا:

''مجھے میرا بیل دے کر چھٹکارا دیجیے اور ایسی باتوں سے معاف کیجیے۔''

شیخ نے کہا:

''مجھے بتاؤ تمہارا بیل کیسا تھا۔؟''

اس نے کہا:

''خود تو میرا بیل چراتے ہو اور کہتے یہ ہو کہ اس کی ہیئت سے بھی واقف نہیں۔''

شیخ نے تبسم فرمایا اور فرمایا:

''فلاں جگہ جاؤ! تم اپنے بیل کو ایک درخت سے بندھا ہوا پاؤ گے اسے کھول لو اور لے لو۔''

وہ اس جگہ گیا اور جیسے کہ شیخ نے بتایا تھا بیل کو پالیا۔ بیل لے لیا اور خوش خوش لوٹ گیا۔ پھر چور آیا کہ بیل لے لے تو اسے وہاں نہ پایا اور محروم و غمگین لوٹا۔

83: شیخ محمد بن حسین الخبیر الجبلی رحمۃ اللہ علیہ اول اول فقیہ ابراہیم بن زکریا کے پاس پڑھتے تھے۔ اتفاق یہ ہوا کہ بیمار ہو گئے۔ ان کے ساتھیوں نے جو پڑھنے میں ساتھ تھے انتظار کیا جب یہ تندرست ہو گئے تو یہ اور ان کے بھائی فقیہ علی جوان کا پڑھنا سنا کرتے تھے ان کے ساتھ ہو لیے۔ یہ دونوں شیخ کے شہر کی طرف چلے۔ جب دن گرم ہو گیا تو دونوں ایک درخت کے سایہ میں آ گئے اور فقیہ محمد الخبیر الجبلی رحمۃ اللہ علیہ سو گئے۔ ایک پرندہ آیا، اس نے اپنی چونچ ان کے منہ میں ڈالی اور ان کے منہ میں کوئی ایسی چیز ڈالنے لگا جس میں بہت عمدہ خوشبو تھی۔ ان کے بھائی دیکھتے رہے، جب فقیہ محمد الخبیر رحمۃ اللہ علیہ جاگ اٹھے تو اپنے بھائی سے کہا:

''لوٹ چلو۔''

یہ دونوں اپنے شہر کو لوٹ گئے۔ پھر لوٹنے کے بعد اتفاق سے فقیہ محمد بیمار ہو گئے تو ان کے پاس ان کے شیخ فقیہ ابراہیم مع جماعت طلباء کے ملاقات کو پہنچے۔ فقیہ ابراہیم نے ان کے سامنے متعدد مسائل پیش کئے۔ انہوں نے سب کا شافی جواب دے دیا تو شیخ نے کہا:

''اے فقیہ محمد! یہ علم جو تم کو دیا گیا ہے پڑھنے سے آنے والا نہیں۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر دقائق علوم کی معرفت کھول دی اور ان کی وفات 221 ہجری میں واقع ہوئی ہے۔ ان کی قبر موضع عواجہ میں ان کے پیر شیخ محمد حکمی رحمۃ اللہ علیہ کے برابر ہے۔

84: شیخ محمد السماسی نقشبندیہ طریقہ کے مشائخ میں سے بڑے شیخ ہیں۔ آپ نے شیخ محمد بہاؤالدین شاہ نقشبند کے ظہور کی خبر ان کی ولادت سے پہلے دیدی۔

جب یہ ان کے وطن قصر العارفان سے گزرتے تو ساتھیوں سے فرماتے:

''میں اس زمین سے ایک عارف کی بو محسوس کرتا ہوں۔''

یہاں تک کہ ایک بار گزرے تو فرمایا:

''میں محسوس کر رہا ہوں کہ وہ خوشبو اب زیادہ ہو گئی ہے۔''

اور یہ واقعہ ان کی ولادت سے تین روز بعد کا ہے۔ کچھ ہی دیر ہوئی کہ شاہ بہاءالدین کے دادا ان کو آپ کے پاس لے آئے دیکھا تو فرمایا:

''یہ میرا بیٹا ہے!''

پھر اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

''یہ ہے وہ عارف جس کی طرف میں تم کو بار بار اشارہ کیا کرتا تھا کہ میں اس آبادی سے اس کی خوشبو محسوس کرتا ہوں اور یہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ساری مخلوق کا مقتداء ہوگا۔''

پھر بہاؤالدین نقشبند کے دادا سید امیر کلال کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

''یہ میرا بیٹا ہے!اس کی تربیت میں کوئی کمی نہ رکھنا اور اگر تم نے کوئی کمی باقی رکھی تو تم مجھ کو کبھی اپنے سے راضی نہ پاؤ گے۔''
سید صاحب نے سروقد کھڑے ہوکر عرض کیا:
''میں نے بسروچشم اس خدمت کو قبول کیا اور انشاء اللہ تعالیٰ!ان کی تربیت میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔''

85: ایک بار شیخ اپنی جماعت کے ساتھ سید امیر کلال کے اکھاڑے پر گزرے۔ سید صاحب زور کرنے میں مشغول تھے۔آپ ان کے قریب کھڑے ہوگئے تو ساتھیوں میں سے کسی کے دل میں خیال آیا کہ شیخ ایسی بدعت والوں کے پاس کیوں کھڑے ہیں۔؟ شیخ کو یہ وسوسہ مکشوف ہوگیا تو فوراً ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:
''ان لوگوں میں ایک شخص ایسا ہے کہ اس کی برکت وصحبت سے بہت لوگوں کو نفع پہنچے گا اور بڑے بڑے مدارج حاصل ہوں گے۔ میں اس کو شکار کرنا چاہتا ہوں۔''
دفعتہً سید امیر کلال کی نظر حضرت شیخ محمد السماسی پر پڑی۔نظر کا پڑنا تھا کہ ہاتھوں سے دل نکل گیا۔شیخ واپس ہوئے تو سید امیر کلال بھی پیچھے پیچھے ہولیے۔آپ اپنے گھر آگئے اور ان کو بھی اندر بلالیا۔پھر ذکر کی تلقین فرمائی،طریقہ عالیہ کے اصول سکھائے اور فرمایا:
''اب تم میرے بیٹے ہو۔''
پھر سید امیر کلال بیس سال تک آپ کی صحبت میں ذکر وفکر اور عبادات میں مشغول رہے۔یہاں تک کہ وہ آپ کے خلیفہ اعظم بن گئے۔

86: خلیفہ مامون الرشید عباسی نے اپنی لڑکی ام فضل سے شیخ محمد الجواد بن علی الرضا کی شادی کردی تھی۔پھر جب یہ بغداد سے مدینہ منورہ تشریف لے چلے تو پہنچانے کے لیے بہت سے لوگ ہمراہ ہوئے جب کوفہ کے دروازہ پر جہاں حضرت مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر ہے پہنچ گئے تو غروب آفتاب کا وقت تھا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ وہیں اتر پڑے اور ایک پرانی سی مسجد میں جو وہاں بنی ہوئی تھی مغرب کی نماز پڑھنے کے لئے گئے۔
اس مسجد کے صحن میں ایک بیری کا درخت تھا جس پر کبھی پھل نہیں آیا تھا۔آپ نے لوٹا منگایا اور اس درخت کی جڑ میں وضو کیا پھر اٹھے اور مغرب کی نماز پڑھائی۔پہلی رکعت میں الحمد اور اذا جاء نصر اللہ والفتح پڑھی اور دوسری رکعت میں الحمد اور قل ھو اللہ احد۔پھر فارغ ہونے کے بعد تھوڑی سی دیر بیٹھے اور ذکر کیا۔پھر کھڑے ہوئے اور چار رکعت نفل پڑھے اور دو سجدے شکر ادا کیے۔پھر لوگوں کو رخصت کر دیا اور خود لوٹ آئے۔صبح ہوئی تو رات رات میں بیری کا درخت نہایت عمدہ پھل لے آیا۔لوگوں نے دیکھا تو بہت تعجب کیا اور اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہوئی کہ اس درخت کے بیروں میں گٹھلی نہ تھی۔یہ آپ کی بڑی زبردست اور کھلی ہوئی کرامت ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 56:

اولیاء کرام کے خوابوں کا بیان

لفظ البشریٰ سے مراد: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ))

''ان کے لیے دنیا اور آخرت میں خوشخبری ہے۔'' (سورۃ الیونس، آیت نمبر:۶۴)

منقول ہے کہ لفظ ''البشریٰ'' سے اچھے خواب مراد ہیں جن کو کوئی شخص دیکھتا ہے یا اس کو دکھائے جاتے ہیں۔

آیت کا مفہوم حدیث کی روشنی میں: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا:

((لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ))

''ان کے لیے، دنیا اور آخرت میں خوشخبری ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ما سألنی عنھا احد قبلک ھی الرؤیا الحسنۃ یراھا المرء اوتری لہ))

''اس بارے میں تم سے پہلے کسی نے مجھ سے استفسار نہیں کیا۔ اس سے مراد نیک خواب ہے جسے آدمی دیکھتا ہے یا اس کو دکھایا جاتا ہے۔'' (سنن ترمذی، کتاب تفسیر القران، باب سورۃ یونس، رقم الحدیث ۳۱۰۶)

اچھا اور برا خواب: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الرؤیا من اللہ والحلم من الشیطان فاذا رأی احد کم رؤیا یکرھہ فلیتفل عن یسارہ ولیتعوذ فانھا لن تضرہ))

''اچھے خواب من جانب اللہ ہوتے ہیں اور برے خواب شیطان کی جانب سے۔ پس جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اپنی بائیں جانب تھوک دے اور اعوذ باللہ پڑھے۔ پس پھر وہ خواب اسے ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

(صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب من رای النبی، فی المنام، رقم الحدیث:۷۰۰۵)

زیارت رسول اکرم: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطن لایتمثل فی صورتی))

''جس نے خواب میں مجھے دیکھا تو یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا۔ پس بے شک شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔''

(صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب من رای النبی، فی المنام، رقم الحدیث:۶۹۹۴، سنن ابن ماجہ، کتاب الرویا، باب رویۃ النبی فی المنام، رقم الحدیث ۳۹۰۱)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو اس نے ایک سچا خواب دیکھا اور اس کی تاویل بھی صحیح ہے۔

خواب اور کرامت: بلاشبہ خواب اقسام کرامت میں سے ہے۔

حقیقت خواب: اصل میں خواب قلب پر وارد کرنے والے خیالات ہیں۔ نیز یہ ذہنی حالات ہیں جن کا تصور وہم میں اس

وقت آتا ہے جب نیند تمام شعور کو مغلوب کر چکی ہوتی ہے۔ پس انسان بیدار ہونے پر یہ خیال کرتا ہے کہ یہ ایک حقیقی خواب تھا حالانکہ یہ صرف تصورات اور خیالات ہوتے ہیں جو مخلوق کے دلوں میں قرار پکڑتے ہیں اور جب ان سے ظاہری احساس زائل ہو جاتا ہے تو یہ وہم ان امور سے جدا ہو جاتا ہے جو حس سے یا بدیہی طور پر (کسی فکر کے بغیر) معلوم ہوتے ہیں اور یہ حالت خواب دیکھنے والے کیلئے قوی ہو جاتی ہے اور جب وہ بیدار ہوتا ہے تو وہ حالات جن کا تصور ان حالات کے مقابلہ میں کرتا ہے جن کا مشاہدہ کے ذریعے اسے احساس ہوتا ہے یا بدیہی طور پر ان کا علم حاصل ہوتا ہے، کمزور ہو جاتے ہیں۔

مثلاً: کوئی آدمی سخت اندھیرے میں چراغ کی روشنی حاصل کرتا ہے مگر جب سورج نکل آتا ہے تو چراغ کی روشنی مغلوب ہو جاتی ہے اور سورج کی روشنی غالب۔ پس نیند کی حالت اس آدمی کی مثل ہے جو چراغ کی روشنی میں ہو اور بیدار ہونے والے کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس پر سورج بلند ہو جائے۔ بلا شبہ جاگنے والا ان امور کو یاد کر لیتا ہے جو نیند کی حالت میں اس کو دکھائی دیتے ہیں۔

خواب کس کی طرف سے ہوتا ہے: وہ باتیں اور خیالات جو نیند کی حالت میں انسانی قلب پر وارد ہوتے ہیں وہ کبھی تو شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں، کبھی اپنے دل کی طرف سے، کبھی فرشتے کی طرف سے اور کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ امور کی معرفت کے لیے وہ خیالات واقع ہوتے ہیں۔ چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے:

((اصدقکم رؤیاً اصدقکم حدیثاً))

"تم میں سے سب سے سچی خواب اس کی ہوگی جو تم میں سے سب سے زیادہ سچا ہوگا۔"

(سنن ترمذی، کتاب الرویا، باب ان رویا المومن، رقم الحدیث: ۲۲۷۰)

نیند کی دو اقسام: جاننا چاہیے کہ نیند دو اقسام کی ہوتی ہے:

1: غفلت کی نیند۔

2: عادت کی نیند۔

عادت کی نیند: عادت کی نیند ناپسندیدہ ہے، بلکہ مذموم سمجھی جاتی ہے کیونکہ یہ موت کی بہن ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے:

((النوم اخو الموت))

"نیند موت کی بہن ہے۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((وھو الذی یتوفاکم بالیل ویعلم ما جرحتم بالنھار))

"اور وہ وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ دن میں کرتے ہو۔" (سورۃ الانعام، آیت نمبر: ٦٠)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا))

"اللہ تعالیٰ نفسوں پر موت طاری کر دیتا ہے ان کی موت کے اوقات پر اور جو زندہ ہیں ان پر سونے کے وقت موت طاری ہو جاتی ہے۔" (سورۃ الزمر، آیت نمبر: ۴۲)

جنت اور نیند: منقول ہے کہ اگر نیند میں بھلائی ہوتی تو جنت میں نیند ضرور ہوتی، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

حضرت آدم کی نیند:

منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت میں حضرت آدم علیہ السلام پر نیند طاری کی تو ان میں سے حضرت حواء علیہا السلام کو تخلیق فرمایا اور ان پر جو بھی آزمائش آئی، حضرت حوا کے سبب سے آئی۔

حضرت ابراہیم کی نیند: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا:

''اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ حضرت اسماعیل نے عرض کیا: اباجان! یہ اس کی جزاء ہے جو اپنے محبوب سے (غافل ہو کر) سو جائے۔ اگر آپ نہ سوتے تو آپ کو بیٹے کے ذبح کا حکم نہ دیا جاتا۔''

حضرت داؤد کی جانب وحی: منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی جانب وحی بھیجی کہ جو آدمی میری محبت کا دعویدار ہے وہ جھوٹ کہتا ہے کیونکہ جب رات ہوتی ہے تو وہ سو جاتا ہے۔

نینداور علم: نیند، علم کی متضاد ہے۔

شیخ ابو بکر شبلی اور نیند: شیخ ابو بکر شبلی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''ہزار برس میں ایک لمحہ اونگھنا بھی رسوائی سے خالی نہیں۔''

شیخ ابو بکر شبلی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ملاحظہ کیا تو فرمایا: جو آدمی سو گیا وہ غافل ہو گیا اور جو غافل ہوا وہ پردے میں چلا گیا۔''

شیخ ابو بکر شبلی علیہ الرحمۃ اس کے بعد نمک کا سرمہ لگاتے حتیٰ کہ ان کو نیند نہ آتی۔

اس مفہوم کو یہ شعر واضح کرتا ہے:

عجباً للمحب کیف ینام

کل نوم علی المحب حرام

''تعجب ہے محب پر کہ وہ کیسے سو سکتا ہے، حالانکہ ہر محب پر نیند حرام ہے۔''

ارادت مند کا کھانا، نیند اور کلام: منقول ہے کہ مرید فاقہ کے بعد کھاتا ہے، نیند غلبہ کے وقت کرتا ہے اور کلام عین ضرورت کے وقت کرتا ہے۔

حضرت آدم وحواء: منقول ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سو گئے تو ان سے کہا گیا:

''یہ حواء ہیں۔ آپ ان سے سکون حاصل کریں۔ یہ اس شخص کی سزا ہے جو ہماری بارگاہ میں حاضر ہو کر سو جائے۔''

حاضر و غائب اور نیند: منقول ہے کہ اگر تو حاضر ہے تو نہ سو، کیونکہ حاضری کی صورت میں سونا بے ادبی ہے اور اگر تو غائب ہے تو حسرت اور مصیبت والوں میں سے ہے اور مصیبت زدہ کو نیند نہیں آتی۔

مجاہد حالت سجدہ میں نیند: جو مجاہدہ کرنے والے لوگ ہیں ان کی نیند ان پر اللہ کی طرف سے صدقہ ہوتی ہے۔ جب بندہ سجدے کی حالت میں سو جائے تو اللہ اس پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے:

''میرے بندے کو دیکھو وہ سو گیا، اس کی روح میرے پاس اور اس کا جسم میرے سامنے ہے۔'' (حدیث نبوی)

باوضو سونا: منقول ہے کہ جو آدمی باوضو نیند کرتا ہے اس کی روح کو اجازت دی جاتی ہے کہ وہ عرش کا طواف کرے اور اللہ کو سجدہ کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((و جعلنا نومكم سباتاً))

''اور ہم نے تمہاری نیند کو آرام بنایا۔'' (سورۃ النباء، آیت نمبر:۹)

نیند علامت صحت: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''ایک آدمی نے کسی صوفی کے سامنے زیادہ نیند کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا:

''جاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں صحت دی ہے کیونکہ کئی مریض اس بات کی خواہش رکھتے ہیں کہ ان کو وہ نیند حاصل ہو جس کی تم شکایت کر رہے ہو۔''

گنہگار کی نیند: منقول ہے کہ ابلیس کے ہاں گناہگار کی نیند سے بڑھ کر کوئی چیز سخت نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے:

''یہ کب جاگے گا اور اللہ کی نافرمانی میں مشغول ہوگا۔''

نافرمان کی بہترین حالت: منقول ہے کہ نافرمانی کرنے والے کی بہترین حالت سو جانا ہے۔ اگر ''وقت'' اس کے حق میں نہیں ہوگا تو اس کے خلاف بھی نہیں ہوگا۔

شیخ شاہ کرمانی اور نیند: شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ شیخ شاہ کرمانی علیہ الرحمۃ نے بیداری کو اپنی عادت بنا لیا۔ ایک دفعہ ان پر نیند کا غلبہ ہوا تو ان کو خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی۔ اس کے بعد وہ سونے کی کوشش کرتے تھے۔ ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

رأيت سرور قلبي في منامي
فاحببت التنعس والمناما

''میں نے خواب میں اپنے قلب کے سرور (اللہ تعالیٰ) کو ملاحظہ کیا تو مجھے اونگھ اور نیند پسند آئی۔''

نیند اور بیداری...... افضل کون: منقول ہے کہ ایک شیخ کے دو شاگرد تھے۔ ان دونوں کے درمیان اختلاف ہو گیا، ان میں سے ایک نے کہا:

''نیند بہتر ہے کیونکہ انسان اس حالت میں اللہ کی نافرمانی نہیں کرتا۔''

دوسرے نے کہا:

''بیداری بہتر ہے کیونکہ وہ اس حالت میں اللہ کی پہچان حاصل کرتا ہے۔''

وہ دونوں فیصلہ کیلئے شیخ کے پاس آئے تو انہوں نے فرمایا:

''جس نے نیند کو فضیلت دی ہے اس کے لئے زندگی سے موت بہتر ہے اور جس نے بیداری کی فضیلت کو بیان کیا ہے اس کے لیے زندگی موت سے بہتر ہے۔''

آقا اور لونڈی کی حکایت: منقول ہے کہ ایک آدمی نے ایک لونڈی خریدی۔ جب رات ہوئی تو اس نے کہا:

''بستر بچھاؤ۔''

لونڈی نے استفسار کیا:

''اے میرے آقا! کیا تمہارا بھی کوئی آقا ہے؟''

اس نے کہا:

''ہاں۔!''

لونڈی نے کہا:
''تمہارا آقا سوتا ہے؟''
آقا نے کہا:
''نہیں، بلکہ وہ نیند واونگھ سے بے نیاز ہے۔''
لونڈی نے کہا:
''کیا تمہیں شرم نہیں آئے گی کہ تم سو جاؤ اور تمہارا آقا نہ سوئے۔؟''
خیال جہنم اور نیند: منقول ہے کہ شیخ سعید بن جبیر علیہ الرحمۃ کی چھوٹی سی بیٹی تھی۔ ایک مرتبہ اس نے عرض کیا:
''آپ سوتے کیوں نہیں؟''
آپ نے فرمایا:
''بے شک جہنم (کا خیال) مجھے سونے نہیں دیتا۔''
شیخ مالک بن دینار اور نیند: منقول ہے کہ شیخ مالک بن دینار علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی نے ان سے عرض کیا:
''آپ سوتے کیوں نہیں؟''
انہوں نے فرمایا:
''بلاشبہ! تمہارے باپ کو خوف ہے کہ کوئی (شیطان) چھاپہ نہ مار دے۔''
رات کا قیام: منقول ہے کہ جب شیخ ربیع بن خثیم علیہ الرحمۃ فوت ہوئے تو ان کے ہمسائے کی لڑکی نے اپنے والد سے پوچھا:
''ہمارے ہمسائے کے گھر میں جو ستون تھا وہ کہاں گیا؟''
والد نے کہا:
''وہ ہمارا ہمسایہ نیک ترین آدمی تھا۔ وہ رات کی ابتداء سے آخر تک نماز کے لیے قیام کرتا۔''
اس بچی نے شیخ کو ستون خیال کیا کیونکہ وہ صرف رات کے وقت چھت پر جاتی تو ان کو کھڑا پاتی۔
نیند کی خوبی: بعض صوفیاء کا ارشاد ہے:
''نیند میں کچھ خوبیاں ہیں جو بیداری میں نہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ نیند میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور گزشتہ بزرگوں کی زیارت نصیب ہوتی ہے جب کہ بیداری میں ان کی زیارت نہیں ہوتی۔ اسی طرح وہ نیند میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہو وہ بہت بڑی فضیلت ہے۔''
شیخ ابوبکر آجری اور خواب: منقول ہے کہ شیخ ابوبکر آجری علیہ الرحمۃ نے خواب میں اللہ کی زیارت کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
''اپنی حاجت کا سوال کرو۔''
انہوں نے عرض کیا:
''اے اللہ! حضرت محمد کی امت کے تمام گناہ گاروں کو بخش دے۔''
اللہ نے فرمایا:
((انا اولی بذا منك سل حاجتك))
''میں ان کا دھیان رکھنے کا تم سے زیادہ اہل ہوں۔ تم اپنی حاجت طلب کرو۔''

شیخ ابوبکر الکتانی اور زیارت رسول مقبول: شیخ ابوبکر الکتانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو آپ نے مجھ سے فرمایا:

''جو آدمی لوگوں کے سامنے زینت اختیار کرتا ہے جب کہ اللہ کے علم میں اس کی اندرونی حالت اس (ظاہر) کے خلاف ہو تو اللہ سے ذلیل ورسواء کر دیتا ہے۔''

دل کو زندہ رکھنے والا وظیفہ: شیخ ابوبکر الکتانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ مجھے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو میں نے عرض کیا:

''اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ میرے دل کو مردہ نہ بنائے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہر روز چالیس مرتبہ: یا حی یا قیوم لا الہ الا انت (اے خود زندہ اور دوسروں کو زندہ قائم رکھنے والے! تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں) پڑھا کرو۔ اللہ تمہارے دل کو زندہ رکھے گا۔''

حضرت عیسیٰ کی زیارت: شیخ حسن بن علی علیہ الرحمۃ نے خواب میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی زیارت کی تو عرض کیا:

''میں انگوٹھی بنوانا چاہتا ہوں اس پر کیا تحریر کرواؤں؟''

آپ نے فرمایا:

''اس پر یہ جملہ لکھواؤ: لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین'' (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے سچا اور واضح۔)''

پھر فرمایا:

''انجیل کا آخری جملہ یہی ہیں۔''

شیخ بسطامی اور زیارت الٰہی: شیخ ابایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''میں نے اپنے رب کو خواب میں دیکھا تو میں نے عرض کیا: آپ تک پہنچنے کا کیا طریقہ ہے؟ فرمایا: اپنے نفس کو چھوڑ کر آ جاؤ۔''

شیخ ابایزید بسطامی اور اللہ تعالیٰ کا قرب: منقول ہے کہ شیخ احمد بن خضرویہ علیہ الرحمۃ نے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے احمد! یہ آدمی مجھ سے کچھ نہ کچھ مانگتا ہے مگر ''ابایزید'' مجھ ہی کو طلب کرتا ہے۔''

شیخ یحییٰ ابن سعید قطان: شیخ یحییٰ بن سعید قطان علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا:

''اے میرے رب! میں نے تجھے کتنی بار پکارا لیکن تو نے میری دعا کو قبول نہ کیا۔''

ارشاد ہوا:

(یایحیی انی احب ان اسمع صوتك)

''اے یحییٰ! میں تیری آواز سننے کو پسند کرتا ہوں۔''

حضرت علی کی نصیحتیں: شیخ بشر بن حارث الحافی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خواب میں زیارت کی تو عرض گزار ہوا:

''مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔!''

انہوں نے فرمایا:

"مال دار لوگوں کا ثواب کی خاطر فقراء کی طرف جھکنا کتنا اچھا ہے اور اس سے بھی اچھی بات ہے کہ فقراء اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے مال داروں کے سامنے اکڑیں۔"

میں عرض گزار ہوا:

"امیر المؤمنین کچھ اور فرمایئے۔"

فرمایا:

قد کنت میتاً فصرت حیاً
وعن قریب تصیر میتاً
عز بدار الفناء بیتاً
فابن بدار البقاء بیتاً

"تحقیق تم مردہ تھے، پس پھر زندہ ہو گئے اور عنقریب پھر مردہ ہو جاؤ گے۔ دارالفناء میں گھر بنانا ناممکن ہے۔ پس دارالبقاء (آخرت) میں گھر بناؤ۔"

شیخ سفیان ثوری اور شیخ ابن مبارک: منقول ہے کہ شیخ سفیان ثوری علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا گیا تو عرض کیا گیا:

((ما فعل اللہ بك))

"اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔؟"

فرمایا:

"اللہ نے مجھ پر رحم فرمایا۔"

عرض کیا گیا:

"شیخ عبداللہ بن مبارک کا کیا حال ہے؟"

فرمایا:

"وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو ہر روز دو مرتبہ اپنے رب کے ہاں حاضر ہوتے ہیں۔"

شیخ زجاجی کا عقیدہ: شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ شیخ استاذ ابو سہل صعلوکی علیہ الرحمۃ نے ابو سہل زجاجی علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا اور زجاجی (گنہگار مسلمان کے بارے میں) ابدی (ہمیشہ کے) عذاب کے قائل تھے، انہوں نے پوچھا:

((ما فعل اللہ بك))

"اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔؟"

شیخ زجاجی نے فرمایا:

"یہاں معاملہ اس سے آسان ہے جو ہم گمان کیا کرتے تھے۔"

کریم کا کرم: شیخ حسن بن عاصم شیبانی علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا گیا تو استفسار کیا گیا:

((ما فعل اللہ بك))

"اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔؟"

انہوں نے فرمایا:

''کریم تو صرف کرم کرتا ہے۔''

ایک صوفی اور عالم برزخ: کسی صوفی نے کسی دوسرے صوفی کو خواب میں دیکھا تو ان سے ان کا حال پوچھا۔ انہوں نے فرمایا

حاسبونا فدققوا

ثم منوا فاعتقوا

''ہمارا حساب لیا گیا اور خوب چھان بین کی گئی۔ پھر احسان کرتے ہوئے آزاد کر دیا گیا۔''

شیخ حبیب عجمی اور خواب: شیخ حبیب عجمی علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا گیا اور عرض کیا گیا:

''اے حبیب عجمی! آپ کا انتقال ہو گیا ہے۔؟''

فرمایا:

''یہ بات نہیں رہی، میری عجمیت جاتی رہی اور نعمت الٰہی باقی رہ گئی۔''

شیخ حبیب عجمی کا مقام: منقول ہے کہ شیخ حسن بصری علیہ الرحمۃ مسجد میں داخل ہوئے، تاکہ نماز مغرب ادا کریں۔ دیکھا کہ امام شیخ حبیب عجمی علیہ الرحمۃ تھے۔ پس انہوں نے ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی کیونکہ انہیں ڈر تھا کہ وہ عجمی ہونے کی وجہ سے اعراب غلط نہ پڑھتے ہوں۔ اسی شب انہوں نے خواب میں ایک منادی کی یہ ندا سنی:

''آپ نے ان کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھی؟ اگر آپ ان کے پیچھے نماز پڑھتے تو آپ کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے۔''

خادم رسول حضرت انس بن مالک: صحابی وخادم رسول سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا گیا تو عرض کیا گیا:

((ما فعل الله بك))

''اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک فرمایا۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''مجھے اس دعا کی بدولت بخش دیا گیا جو حضرت عثمان غنی کسی جنازہ کو دیکھ کر پڑھتے تھے۔ وہ دعا یہ ہے: سبحان الحی الذی لا یموت

''وہ ذات پاک ہے جو زندہ ہے جسے کبھی موت نہیں آئے گی۔''

شیخ حسن بصری اور رضائے الٰہی: جس شب شیخ حسن بصری علیہ الرحمۃ فوت ہوئے اس رات دیکھا گیا کہ گویا آسمان کے دروازے کھلے ہیں اور ایک منادی اعلان کر رہا ہے:

''سنو! حسن بصری اللہ کے ہاں حاضر ہو گئے اور وہ ان سے راضی ہے۔''

شیخ استاذ ابو سہل صعلوکی: شیخ ابو بکر اشکیب علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے شیخ استاذ ابو سہل صعلوکی علیہ الرحمۃ کو خواب میں اچھی حالت میں ملاحظہ کیا تو عرض کیا:

''اے استاذ! آپ کو یہ حالت کس سبب سے نصیب ہوئی؟''

انہوں نے فرمایا:

((بحسن ظنی بربی))

''اپنے رب کے بارے میں حسن ظن کی وجہ سے۔''

ادیب شہیر جاحظ: مشہور ادیب جاحظ کو خواب میں دیکھا گیا تو پوچھا گیا:

((ما فعل الله بك))

''اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا سلوک فرمایا۔؟''

اس نے کہا:

فلا تكتب بخطك غير شیء

يسرك في القيامة ان تراه

''(مجھے حکم ہوا) اپنی تحریر میں وہی باتیں لکھو جو روز قیامت تمہارے لیے باعث مسرت ہوں۔''

شیطان کا دھوکا: منقول ہے کہ سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے خواب میں شیطان کو برہنہ حالت میں دیکھا تو فرمایا:

''کیا تجھے لوگوں سے شرم نہیں آتی؟''

اس نے کہا:

''یہ حقیقتاً لوگ نہیں ہیں۔ حقیقی لوگ تو وہ ہیں جو مسجد ''شونزیہ'' میں بیٹھے ہیں۔ انہوں نے میرا جسم کمزور کر دیا اور میرا جگر جلا دیا۔''

سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''میں بیدار ہوا تو مسجد کی طرف گیا۔ میں نے ایک جماعت کو دیکھا کہ انہوں نے غور و فکر میں اپنے سر گھٹنوں پر رکھے ہوئے ہیں۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے:

''ابلیس مردود کی بات سے دھوکہ نہ کھانا۔''

شیخ ابوالقاسم نصرآبادی اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات: شیخ ابوالقاسم نصرآبادی علیہ الرحمۃ کو ان کے وصال کے بعد مکہ مکرمہ میں خواب میں دیکھا گیا تو استفسار کیا گیا:

((ما فعل الله بك))

''اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک فرمایا۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''مجھے شریفوں کی طرح عتاب کیا گیا۔ پھر مجھے ندا دی گئی: اے ابوالقاسم! کیا ''اتصال'' کے بعد ''انفصال'' (جدائی) ہے؟ میں نے عرض کیا: اے جلال والے! نہیں ہے۔ چنانچہ مجھے ابھی قبر میں رکھا نہیں گیا تھا کہ میں ''احد ذات'' (اللہ) سے جا ملا۔''

شیخ ذوالنون مصری کے تین سوال: شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا گیا تو عرض کیا گیا:

((ما فعل الله بك))

''اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک فرمایا۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''میں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ سے تین باتوں کا سوال کیا تھا۔ اللہ نے ان میں سے مجھے بعض عطا کر دیں اور امید ہے کہ باقی بھی عطا فرمائے دے گا۔ میں اس سے سوال کرتا تھا کہ وہ مجھے ان دس چیزوں میں سے جو رضوان (جنت کے دربان فرشتہ) کے ہاتھ میں ہیں، ایک عطا کرے، نیز یہ کہ وہ بذات خود دے۔ نیز جو عذاب مالک (جہنم کے دربان فرشتہ) کے ہاتھ میں ہے اس کے مقابلے میں دس گنا عذاب دے لیکن اپنے ہاتھ سے دے اور یہ کہ مجھے ابدی زبان کے ساتھ ''ذکر'' کی توفیق عطا فرمائے۔''

اللہ سے ملاقات کا خسارہ: منقول ہے کہ شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ کو ان کے وصال کے بعد خواب میں دیکھا گیا تو عرض کیا گیا:

((ما فعل اللہ بك))

''اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک فرمایا۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''میرے دعووں پر کسی دلیل کا مطالبہ نہیں کیا۔البتہ ایک بات پر مطالبہ کیا۔میں نے ایک روز کہا تھا کہ جنت کے نقصان اور جہنم میں جانے سے بڑھ کر کوئی خسارہ اور نقصان نہیں تو اللہ نے مجھ سے فرمایا: میری ملاقات کے خسارے سے بڑھ کر کون سا خسارہ ہے؟''

سید الطائفہ کی تسبیحات: شیخ ابو محمد بن محمد بن حسین الجریری علیہ الرحمۃ نے ایک مرتبہ خواب میں سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کی زیارت کی تو استفسار کیا:

''اے ابوالقاسم! آپ کیسے ہیں؟''

انہوں نے فرمایا:

''ہمارے اشارات اور عبارات سب مٹ گئیں اور ہمیں صرف تسبیحات نے نفع دیا جو ہم صبح کے وقت پڑھتے تھے۔''

غیبی آواز: شیخ نباجی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک روز مجھے ایک چیز کی خواہش ہوئی تو میں نے دیکھا کہ منادی پکار رہا ہے:

''کیا آزاد مرید کیلئے یہ بات اچھی لگتی ہے کہ وہ غلاموں کے سامنے ذلیل ہوتا پھرے حالانکہ وہ اپنے مولا سے جو چاہتا ہے لیتا ہے۔''

مہمان رسول: شیخ ابن جلاء علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ میں حالت فاقہ میں وارد ہوا تو سیدھا قبر انور کی طرف گیا اور عرض گزار ہوا:

''یارسول اللہ! میں آپ کا مہمان ہوں۔''

اس کے بعد مجھ پر نیند نے خوب غلبہ کیا اور میں سو گیا۔میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک روٹی عطاء فرمائی۔میں نے آدھی روٹی کھائی اور جاگ گیا تو آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔''

ابن عون کی زیارت: ایک صاحب تصوف کا کہنا ہے کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((زوروا ابن عون فانه یحب اللہ ورسوله))

''ابن عون کی زیارت کرو۔پس بے شک وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔''

ایک حور کی تاکید: منقول ہے کہ شیخ عتبہ غلام علیہ الرحمۃ نے خواب میں ایک حور کو نہایت اچھی صورت میں دیکھا۔اس نے ان سے کہا:

''اے عتبہ! میں تم پر عاشق ہوں، تو دیکھنا ایسا کام نہ کرنا جو میرے اور تیرے درمیان حائل ہو جائے۔''

شیخ عتبہ نے اس سے کہا:

''میں نے دنیا کو ایسی تین طلاقیں دی ہیں جن کے بعد رجوع نہیں ہو سکتا، یہاں تک کہ میں تمہیں آملوں۔''

خواب میں حور کو ملاحظہ کرنا: شیخ منصور مغربی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے ملک شام میں بڑی شان والے بزرگ کو دیکھا جن پر حالت انقباض طاری رہتی تھی۔مجھے بتایا گیا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ شیخ آپ سے کھل کر باتیں کریں تو ان کو سلام کرو اور کہو اللہ تمہیں حوریں عطا کرے۔وہ تمہاری اس دعا سے خوش ہوا کرے۔میں نے اس کا سبب پوچھا تو بتایا گیا:

''انہوں نے اپنے خواب میں کسی حور کو دیکھا ہے جس کا کچھ اثر ان کے دل پر باقی ہے۔''
پس میں ان کے قریب گیا اور ان کو سلام کیا اور کہا:
''اللہ آپ کو حوریں عطا کرے۔''
یہ سنتا تھا کہ وہ شیخ مجھ سے کھل کر باتیں کرنے لگے۔

ایک گنہگار کا جنازہ: منقول ہے کہ شیخ ایوب سختیانی علیہ الرحمۃ نے ایک گناہ گار کا جنازہ دیکھا تو ڈیوڑھی میں چلے گئے، کیونکہ وہ اس کی نماز جنازہ ادا نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس فوت شدہ آدمی کو خواب میں دیکھا گیا اور پوچھا گیا:
((ما فعل الله بك))
''اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔؟''
اس نے جواباً کہا:
''اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور مجھ سے فرمایا: ایوب سختیانی کو (یہ آیت) سناؤ:
((قل لو انتم تملكون خزائن رحمة ربی اذا لا مسكتم خشية الانفاق))
''فرما دیجئے کہ اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو انہیں بھی روک رکھتے اس ڈر سے کہ کہیں خرچ نہ ہو جائیں۔'' (سورۃ الاسراء، آیت نمبر: ۱۰۰)

مالک ابن دینار کی جنت میں سکونت: منقول ہے کہ جب شیخ مالک بن دینار علیہ الرحمۃ کا وصال ہوا تو اسی دن کسی نے ان کو خواب میں دیکھا کہ گویا آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور ایک منادی ندا دے رہا ہے:
''سنو! بے شک مالک بن دینار نے جنت میں سکونت اختیار کر لی ہے۔''

شیخ داؤ د طائی اور جنت: ایک صوفی کا ارشاد ہے کہ جس رات شیخ داؤ د طائی علیہ الرحمۃ فوت ہوئے اس رات میں نے نور دیکھا اور دیکھا کہ کچھ ملائکہ آسمان کی طرف چڑھ رہے ہیں اور کچھ نیچے آ رہے ہیں۔ میں نے استفسار کیا:
''یہ کیسی شب ہے؟''
ملائکہ نے کہا:
''یہ وہ رات ہے جس میں داؤ د طائی فوت ہوئے ہیں اور ان کی روح کی آمد پر جنت کو اہل جنت کیلئے آراستہ کیا جا رہا ہے۔''

شیخ استاذ ابو علی دقاق کی زیارت: میں (امام ابو القاسم قشیری علیہ الرحمۃ) نے شیخ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کی خواب میں زیارت کی تو میں نے ان سے کہا:
((ما فعل الله بك))
''اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔؟''
انہوں نے فرمایا:
''یہاں مغفرت کا معاملہ کوئی بڑی بات نہیں، جو لوگ یہاں ہیں ان میں کم مرتبہ کا فلاں شخص ہے جسے ایسے ایسے انعامات دیئے گئے ہیں۔''
خواب ہی میں میرے دل میں یہ خیال آیا کہ انہوں نے اس سے وہ آدمی مراد لیا ہے جس نے کسی کو ناحق قتل کیا تھا۔

شیخ کرز بن وبرہ: منقول ہے کہ جب شیخ کرز بن وبرہ علیہ الرحمۃ فوت ہوئے تو ان کو خواب میں دیکھا گیا کہ گویا قبور والے

اپنی قبور سے باہر آگئے ہیں اور انہوں نے نیا سفید لباس پہنا ہوا ہے۔ استفسار کیا گیا:
''یہ کیا ہے؟''
بتایا گیا:
''شیخ کرز بن وبرہ کی آمد پر ان کو نیا لباس پہنایا گیا ہے۔''
شیخ یوسف بن حسین کی بخشش: شیخ یوسف بن حسین علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا گیا تو ان سے استفسار کیا گیا:
((ما فعل الله بك))
''اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔؟''
انہوں نے فرمایا:
''اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔''
سوال کیا گیا:
''بخشش کا سبب کیا تھا۔؟''
فرمایا:
''کیونکہ میں نے کبھی بھی سنجیدہ اور مذاق کو اکٹھا نہیں کیا۔''
شیخ ابوعبداللہ زراد: شیخ ابوعبداللہ زراد علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا گیا تو پوچھا گیا:
((ما فعل الله بك))
''اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔؟''
انہوں نے فرمایا:
''مجھے ٹھہرایا گیا، پھر میرا ہر وہ گناہ بخش دیا گیا جس کا میں نے دنیا میں اقرار کیا، البتہ ایک گناہ کا اقرار کرنے میں مجھے حیاء آئی تو مجھے پسینے میں ٹھہرائے رکھا حتیٰ کہ میرے چہرے کا گوشت گر گیا۔''
پوچھا گیا:
''وہ کون سا گناہ ہے؟''
فرمایا:
''ایک روز میں نے ایک خوبصورت آدمی کو دیکھا تھا جس کا ذکر کرنے سے مجھے شرم محسوس ہوئی۔''
سبب بخشش ...... بوڑھی عورت کے مسائل کے جواب: شیخ ابوسعید شحام علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ میں نے شیخ امام ابوطیب سہل صعلوکی علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا:
''اے شیخ!''
انہوں نے فرمایا:
''شیخ کو چھوڑو!''
میں نے عرض کیا:
''جن احوال کا میں نے مشاہدہ کیا ہے ان کا کیا بنا؟''

انہوں نے فرمایا:

''ان احوال نے ہمیں کوئی فائدہ نہ دیا۔''

میں نے عرض کیا:

((ما فعل الله بك))

''اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔؟''

فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے ان مسائل کی وجہ سے بخش دیا جو بوڑھی عورتیں مجھ سے پوچھتی تھیں اور میں ان کو بتاتا تھا۔''

شیخ محمد طوسی معلم: شیخ ابوبکر رشیدی فقیہ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے شیخ محمد طوسی معلم علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا:

وكنا على ان لا نحول عن الهوى
فقد وحياة الحب حلتم وما حلنا
تشاغلتم عنا بصحبة غيرنا
واظهرتم الهجران ما هكذا كنا!!
لعل الذى يقضى الامور بعلمه
سيجمعنا بعد الممات كما كنا

''ہم نے باہم وعدہ کیا تھا کہ ہم عشق سے نہیں ہٹیں گے۔ پس تحقیق حیات محبت کی قسم! تم اس سے پھر گئے مگر ہم نہیں پھرے۔ تم ہم سے ہمارے غیر کی صحبت میں مصروف ہو گئے اور تم نے جدائی ظاہر کی لیکن ہم نے کوئی بھی ایسا کام نہیں کیا۔ شاید اللہ جس کے علم سے تمام امور کا فیصلہ ہوتا ہے عنقریب موت کے بعد ہمیں پہلے کی طرح اکٹھا کر دے گا۔''

پس میں بیدار ہو گیا اور میں نے یہ بات شیخ ابوسعید صفار علیہ الرحمۃ سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا:

((كنت ازور قبره كل يوم جمعة فلم ازره هذه الجمعة))

''میں ہر جمعہ کے دن ان کی قبر کی زیارت کرتا تھا لیکن اس جمعہ زیارت نہ کر سکا۔''

ارشاد رسالت: ایک صوفی کا ارشاد ہے کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد فقراء کی ایک جماعت تھی۔ پس آسمان سے دو فرشتوں نے نزول کیا۔ ایک کے ہاتھ میں تھال تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں لوٹا۔ اس نے تھال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا اور آپ کے ہاتھ دھلوائے۔ پھر آپ نے حکم دیا تو ان فرشتوں نے ان فقراء کے بھی ہاتھ دھلوائے، پھر وہ تھال میرے سامنے رکھا گیا اور ان (فرشتوں) میں سے ایک نے دوسرے سے کہا:

''اس کے ہاتھوں پر پانی نہ ڈالو! یہ ان میں سے نہیں ہے۔''

میں عرض گزار ہوا:

''یارسول اللہ! کیا آپ سے یہ حدیث مروی نہیں کہ آپ نے فرمایا: المرء مع من احب'' آدمی اسی کے ساتھ ہو گا جس سے

محبت کرتا ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! کیوں نہیں!" میں نے عرض کیا: میں آپ سے محبت کرتا ہوں اور ان فقراء سے بھی۔"

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((صب علی یدہ فانہ منھم))

"اس کے ہاتھ پر بھی پانی ڈالو! پس بے شک یہ انہیں میں سے ہے۔"

عافیت کا سوال: ایک صوفی ہر وقت "عافیت، عافیت" کہتے رہتے تھے۔ استفسار کیا گیا:

"اس دعا سے کیا مراد ہے؟"

اس نے کہا:

"میں ابتداء میں بوجھ اٹھانے والا تھا، ایک روز میں نے کچھ آٹا اٹھایا تھا، میں نے آرام کرنے کے لیے اسے اتارا۔ میں کہہ رہا تھا: اے میرے رب! اگر تو مجھے ہر روز کسی مشقت کے بغیر دو روٹیاں عطا کرے تو وہ مجھے کافی ہیں۔ اچانک دیکھا کہ دو آدمی آپس میں جھگڑ رہے ہیں۔ میں ان کے درمیان صلح کرانے کے لئے آگے بڑھا تو ان میں سے ایک نے میرے سر پر کوئی چیز دے ماری۔ درحقیقت وہ اس دوسرے آدمی کو مارنا چاہتا تھا۔ میرا چہرہ خون آلود ہو گیا۔ داروغہ آیا اور اس نے ان دونوں کو پکڑ لیا۔ جب اس نے مجھے خون آلود دیکھا تو مجھے بھی پکڑ لیا۔ اس نے خیال کیا کہ میں بھی جھگڑا کرنے والوں میں سے ہوں، اس نے مجھے قید خانہ میں بند کر دیا۔ میں ایک مدت تک قید خانہ میں رہا، مجھے روزانہ روٹیاں دی جاتی تھیں۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا مجھ سے کہہ رہا ہے:

"تم نے روزانہ کسی تھکاوٹ کے بغیر دو روٹیوں کا سوال کیا تھا، عافیت کا سوال نہیں کیا تھا۔ پس جو کچھ تم نے مانگا اس نے دے دیا۔"

جب میں بیدار ہوا اور میں نے کہا:

"عافیت، عافیت"

تو میں نے دیکھا کہ قید خانے کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا اور پوچھا گیا:

"عمر بوجھ اٹھانے والا (الحمال) کہاں ہے؟"

پس ان لوگوں نے مجھے رہا کر دیا۔

پختہ ارادہ: شیخ ابوبکر الکتانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

"ہمارے ساتھیوں میں سے ایک ساتھی کی آنکھ میں درد تھا۔ اس سے پوچھا گیا:

"کیا تو نے اس کا علاج نہیں کروایا۔؟"

اس نے کہا:

"میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں اس کا علاج نہیں کرواؤں گا حتیٰ کہ یہ خود بخود ٹھیک ہو جائے۔"

اس آدمی کا کہنا ہے کہ پھر میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک منادی کہہ رہا ہے:

"اگر یہ عزم و ارادہ اہل جہنم کے بارے میں ہوتا تو ہم ان کو جہنم سے نکال دیتے۔"

فرشتے کا سوال پوچھنا: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں لوگوں کو وعظ کر رہا ہوں تو ایک فرشتہ میرے پاس کھڑا ہو، اور اس نے مجھ سے سوال کرتے ہوئے کہا:

''وہ کون سا عمل ہے جو اللہ کا قرب حاصل کرنے کا سب سے اہم ذریعہ ہے؟''
میں نے کہا:
''وہ عمل جو پوشیدہ طور پر کیا گیا ہو لیکن میزان میں پورا ہو۔''
یہ سن کر فرشتے نے کہا:
''یہ کلام توفیق الٰہی سے کیا گیا ہے۔''
پھر فرشتہ چلا گیا۔
شیخ علاء بن زیاد اور خواب: ایک آدمی نے شیخ علاء بن زیاد علیہ الرحمۃ سے کہا:
''میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا آپ اہل جنت میں سے ہیں۔''
انہوں نے فرمایا:
''ہوسکتا ہے شیطان کوئی ارادہ رکھتا ہو اور مجھے اس سے بچایا گیا ہو، لہٰذا اس نے ایک آدمی میرے پاس بھیجا تا کہ وہ گمراہ کرنے میں اس کے مقصود میں اس کی مدد کرے۔''
شیخ عطاء سلمٰی کا درجہ: منقول ہے کہ شیخ عطاء سلمٰی علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا گیا تو عرض کیا گیا:
''آپ بہت غمگین رہتے تھے، اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔؟''
انہوں نے فرمایا:
''سن لو! اللہ کی قسم! اللہ نے اس غم کے بدلے میں مجھے طویل آرام اور دائمی خوشی عطا فرمائی ہے۔''
عرض کیا گیا:
''آپ کس درجہ میں ہیں؟''
فرمایا:
((ومن یطع اللّٰه والرسول فاولٰئك مع الذین انعم الله علیهم من النبین و الصدیقین والشهداء والصالحین و حسن اولٰئك رفیقاً))
''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں پس یہی لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا، انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے ساتھ۔ اور کتنے اچھے ساتھی ہیں۔'' (سورۃ النساء، آیت نمبر:٦٩)
زبیدہ زوجۂ ہارون الرشید: شیخ نباجی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ زبیدہ (ہارون الرشید کی بیوی) کو خواب میں دیکھا گیا تو ان سے پوچھا گیا:
((ما فعل الله بك))
''اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟''
انہوں نے کہا:
''مجھے بخش دیا گیا۔''
پوچھا گیا:
''اس لیے کہ آپ نے مکہ مکرمہ کی طرف جانے والی سڑک پر بہت پیسہ خرچ کیا؟''

کہا:
''نہیں، اس کا اجر تو کام کرنے والوں کو ملا لیکن اللہ نے مجھے میری نیت کی وجہ سے بخش دیا۔''
دوسرا قدم جنت میں: شیخ سفیان ثوری علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا گیا تو عرض کیا گیا:
((ما فعل الله بك))
''آپ سے اللہ نے کیا معاملہ فرمایا۔؟''
شیخ نے فرمایا:
((وضعت اول قدمی علی الصراط والثانی فی الجنة))
''میں نے پہلا قدم پل صراط پر رکھا اور دوسرا جنت میں۔''
شیخ ابی الحواری کا خواب: شیخ احمد بن ابی حواری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:
''میں نے خواب میں ایک لونڈی دیکھی۔ اس سے خوبصورت میں نے کوئی عورت نہیں دیکھی تھی۔ اس کے چہرے پر نور کی چمک تھی۔ میں نے کہا:
''تمہارا چہرہ کس قدر نورانی ہے۔!''
اس نے کہا:
''تمہیں وہ شب یاد ہے جس میں تم روئے تھے؟''
میں نے کہا:
''ہاں!''
اس نے کہا:
''تمہارے آنسو مجھے لا کر دیئے گئے تو میں نے ان کو اپنے چہرے پر مل لیا۔ پس میرا چہرہ حسین وجمیل ہو گیا۔''
شیخ یزید قرشی کا بارگاہ رسالت میں تلاوت کرنا: منقول ہے کہ شیخ یزید قرشی علیہ الرحمۃ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو آپ کے سامنے قرآن مجید کی قرأت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((هذه القراءة این البکاء؟))
''یہ تو قرأت ہے، رونا کہاں ہے؟''
دو فرشتوں کی زیارت: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا، گویا کہ آسمان سے دو فرشتے اترے، ان میں سے ایک نے مجھ سے کہا:
''سچائی کیا ہے؟''
میں نے کہا:
''وعدہ وفا کرنا۔''
دوسرے نے کہا:
''انہوں نے سچ کہا۔''
پھر دونوں چلے گئے۔

شیخ بشر حافی کا خوف الٰہی: شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا گیا تو عرض کیا گیا:
''اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔؟''
انہوں نے فرمایا:
''اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور فرمایا: اے بشر! کیا تجھے مجھ سے حیا نہیں آتی کہ اس قدر مجھ سے ڈرتا تھا۔؟''
ارشادات صوفیاء کا نقصان: منقول ہے کہ شیخ ابو سلیمان دارانی علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا گیا تو عرض کیا گیا:
''اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔؟''
انہوں نے فرمایا:
''اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا لیکن میرے لیے صوفیاء کرام کے اشارات سے بڑھ کر کوئی چیز نقصان دہ ثابت نہ ہوئی۔''
شیخ ابن موفق کا خواب: شیخ علی بن موفق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ایک روز میں اپنے عیال اور ان کی مفلسی کے بارے میں فکرمند تھا کہ میں نے خواب میں ایک رقعہ دیکھا جس میں لکھا ہوا تھا:
''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اے ابن موفق! کیا تو فقر سے ڈرتا ہے حالانکہ میں تیرا رب ہوں۔''
پھر جب رات کے آخر میں تاریکی کا وقت تھا تو ایک آدمی میرے پاس آیا اور اس نے مجھے ایک تھیلی پکڑائی، جس میں پانچ ہزار سونے کے سکے تھے۔ اس نے وہ تھیلی میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا:
''اے کمزور یقین والے! یہ لو۔!''
شیخ اوزاعی کا ارشاد: منقول ہے کہ کسی نے شیخ اوزاعی علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا۔ شیخ نے فرمایا:
''یہاں علماء کے درجہ سے بلند کوئی درجہ نہیں۔ اس کے بعد غمگین لوگوں کا درجہ ہے۔''
سید الطائفہ اور اللہ تعالیٰ سے کلام: سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اللہ کے حضور قیام کی حالت میں ہوں۔ اللہ نے فرمایا:
''اے ابوالقاسم! تم جو گفتگو کرتے ہو اسے کہاں سے حاصل کیا؟''
میں نے عرض کیا:
''میں تو سچ ہی کہتا ہوں۔''
فرمایا:
''تم نے سچ کہا۔''
نہ ہنسنے کا عہد: شیخ ابوبکر الکتانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے خواب میں ایک خوبصورت نوجوان کی زیارت کی۔ میں نے اس سے زیادہ خوبصورت کوئی انسان نہیں دیکھا۔ میں نے کہا:
''آپ کون ہیں؟''
اس نے کہا:
''میں تقویٰ ہوں۔''
میں نے کہا:
''آپ کہاں رہتے ہیں؟''

اس نے کہا:

''ہر غم زدہ قلب میں۔''

پھر میں دوسری طرف متوجہ ہوا تو وہاں ایک سیاہ خاتون تھی جو نہایت وحشت ناک شکل والی کی تھی۔ میں نے کہا:

''تو کون ہے؟''

اس نے کہا:

''میں ہنسی ہوں۔''

میں نے کہا:

''تو کہاں رہتی ہے؟''

اس نے کہا:

''ہر خوش ہونے والے اور متکبر قلب میں۔''

یہ سن کر میں جاگ اٹھا اور میں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ جب تک ہنسی غالب نہ آئے میں نہیں ہنسوں گا۔

شیخ ابن خفیف کا خواب: شیخ ابوعبداللہ بن خفیف علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے خواب میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا:

''جس نے اللہ کی طرف جانے والا راستہ پہچان لیا اور وہ اس پر چلا، پھر وہ اس سے پھر گیا تو اللہ اسے وہ عذاب دے گا جو تمام جہان والوں میں کسی کو نہیں دے گا۔''

شیخ شبلی کی زیارت: کسی نے شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا:

((ما فعل الله بك))

''اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''مجھ پر اس قدر سختی کی کہ میں مایوس ہوگیا۔ جب اس نے میری مایوسی کو دیکھا تو مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لیا۔''

فقر کے بارے میں خوف: شیخ ابوعثمان مغربی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک منادی مجھے پکار کر یہ کہہ رہا ہے:

''اے ابوعثمان! فقر کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اگرچہ تل کے برابر ہو۔''

شیخ ابوسعید خراز کا اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھنا: منقول ہے کہ شیخ ابوسعید خراز رازی علیہ الرحمۃ کا ایک بیٹا تھا جوان سے پہلے فوت ہوگیا۔ انہوں نے اس کو خواب میں دیکھا تو فرمایا:

''بیٹا! مجھے کوئی نصیحت کرو۔''

اس نے عرض کیا:

''اے والد محترم! اللہ کے ساتھ بزدلی کے ساتھ معاملہ نہ کرو۔''

فرمایا:

''بیٹا! مزید کوئی نصیحت۔''

اس نے عرض کیا:

''اللہ جس بات کا مطالبہ کرتا ہے اس میں اس کی مخالفت نہ کرو۔''

فرمایا:

''بیٹا! کچھ اور بتاؤ۔''

اس نے عرض کیا:

''اللہ اور اپنے درمیان قمیص کو بھی پردہ نہ بننے دو۔''

منقول ہے کہ اس کے بعد شیخ نے تیس برس تک قمیص زیب تن نہیں کی۔

ایک صوفی کی دعا اور اس کا جواب: منقول ہے کہ ایک صوفی اپنی دعا میں یوں عرض کیا کرتا تھا:

''اے اللہ! جو چیز تجھے نقصان نہیں دیتی اور ہمیں نفع دیتی ہے اسے ہم سے نہ روکنا۔''

پس اس نے خواب میں دیکھا گویا اس سے کہا جا رہا ہے:

''تو بھی اس چیز کو چھوڑ دے جو تجھے نقصان پہنچاتی ہے اور نفع نہیں دیتی۔''

شیخ اصبہانی کا خواب: شیخ ابو الفضل اصبہانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ میں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ میرا ایمان سلب نہ کرے۔''

آپ نے فرمایا:

''اللہ یہ تو پہلے سے کر چکا ہے۔''

ابلیس کس سے ڈرتا ہے: شیخ ابو سعید خراز علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے خواب میں شیطان لعین کو دیکھا تو میں نے اسے مارنے کیلئے اپنی لاٹھی اٹھائی۔ پس مجھے کہا گیا:

''یہ اس سے نہیں ڈرتا، یہ اس نور سے ڈرتا ہے جو قلب مومن میں جاگزیں ہوتا ہے۔''

نور کے تھال: ایک صاحب تصوف کا ارشاد ہے کہ میں حضرت رابعہ عدویہ علیہا الرحمۃ کے لئے دعا مانگتا تھا تو میں نے ان کو خواب میں دیکھا۔ وہ فرما رہی تھیں:

''تمہارے تحائف نور کے تھالوں میں ہمارے پاس آتے ہیں جو نور کے رومالوں سے ڈھانپے ہوتے ہیں۔''

بینائی کا واپس آنا: شیخ سماک بن حرب علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ جب میری بینائی جاتی رہی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک منادی مجھے پکار کر کہہ رہا ہے:

''دریائے فرات پر جاؤ اور اس میں غوطہ لگا کر آنکھیں کھولو۔''

پس میں نے ایسا ہی کیا تو میری بینائی لوٹ آئی۔

شیخ بشر حافی کا اللہ کے ہاں مقام: منقول ہے کہ شیخ بشر حافی علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا گیا تو ان سے استفسار کیا گیا:

((ما فعل اللہ بک))

''اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟''

انہوں نے فرمایا:

''جب میں نے اپنے رب کی زیارت کی تو اس نے مجھ سے فرمایا: اے بشر! آج کے روز میں نے تمہاری روح قبض کی۔ اس روز میں نے تمہاری روح قبض تو کر لی لیکن میرے نزدیک زمین پر تجھ سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا۔''

اضافہ از مترجم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء سچے خواب کے ذریعہ ہوئی:

((حدثنا يحيى بن بكير، حدثنا الليث، عن عقيل، عن ابن شهاب، عبد الله بن محمد، حدثنا عبد الرزاق، حدثنا معمر، قال الزهري فأخبرني عروة، عن عائشة. رضي الله عنها. أنها قالت أول ما بدء به رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوحي الرؤيا الصادقة في النوم، فكان لا يرى رؤيا إلا جاء ت مثل فلق الصبح))(صحيح بخاري)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء سونے کی حالت میں سچے خواب کے ذریعہ ہوئی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خواب بھی دیکھتے تو وہ صبح کی روشنی کی طرح سامنے آجاتا۔''

صالحین کے خوابوں کا بیان:

((وقوله تعالى (لقد صدق الله رسوله الرؤيا بالحق لتدخلن المسجد الحرام إن شاء الله آمنين محلقين رء وسكم ومقصرين لا تخافون فعلم ما لم تعلموا فجعل من دون ذلك فتحاً قريباً))

''اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ انا فتحنا میں فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب سچ کر دکھایا کہ یقیناً تم مسجد الحرام میں داخل ہو گے، اگر اللہ نے چاہا امن کے ساتھ۔ کچھ لوگ اپنے سر کے بالوں کو منڈوائیں گے یا کچھ کتروائیں گے اور تمہیں کسی کا خوف نہ ہوگا، لیکن اللہ تعالیٰ کو وہ بات معلوم تھی جو تمہیں معلوم نہیں ہے۔ پھر اللہ نے سردست تم کو ایک فتح (فتح خیبر) کرادی۔''

((حدثنا عبد الله بن مسلمة، عن مالك، عن إسحاق بن عبد الله بن أبي طلحة، عن أنس بن مالك، أن رسول الله صلى الله غليه وسلم قال " الرؤيا الحسنة من الرجل الصالح جزء من ستة وأربعين جزءا من النبوة))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی نیک آدمی کا اچھا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔''

اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے:

((حدثنا أحمد بن يونس، حدثنا زهير، حدثنا يحيى. هو ابن سعيد. قال سمعت أبا سلمة، قال سمعت أبا قتادة، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال " الرؤيا من الله، والحلم من الشيطان))

''حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھے خواب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور برے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔''

((حدثنا عبد الله بن يوسف، حدثنا الليث، حدثني ابن الهاد، عن عبد الله بن خباب، عن أبي سعيد الخدري، أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول " إذا رأى أحدكم رؤيا يحبها فإنما هي من الله، فليحمد الله عليها، وليحدث بها، وإذا رأى غير ذلك مما يكره، فإنما هي من الشيطان،

فليستعذ من شرها، ولا يذكرها لأحد، فإنها لا تضره))

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جسے وہ پسند کرتا ہو تو وہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔اس پر اللہ کی حمد کرے اور اسے بتا دینا چاہئے لیکن اگر کوئی اس کے سوا ایسا خواب دیکھتا ہے جو اسے ناپسند ہے تو یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔پس اس کے شر سے پناہ مانگے اور کسی سے ایسے خواب کا ذکر نہ کرے۔یہ خواب اسے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

اچھا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے:

((حدثنا مسدد، حدثنا عبد الله بن يحيى بن أبي كثير. وأثنى عليه خيرا لقيته باليمامة. عن أبيه، حدثنا أبو سلمة، عن أبي قتادة، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال " الرؤيا الصالحة من الله، والحلم من الشيطان، فإذا حلم فليتعوذ منه وليبصق عن شماله، فإنها لا تضره ." وعن أبيه حدثنا عبد الله بن أبي قتادة عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله))

''حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے۔پس اگر کوئی برا خواب دیکھے تو اسے اس سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے اور بائیں طرف تھوکنا چاہیے، یہ خواب اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

((حدثنا محمد بن بشار، حدثنا غندر، حدثنا شعبة، عن قتادة، عن أنس بن مالك، عن عبادة بن الصامت، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال " رؤيا المؤمن جزء من ستة وأربعين جزءا من النبوة))

''حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہوتا ہے۔''

((حدثنا يحيى بن قزعة، حدثنا إبراهيم بن سعد، عن الزهري، عن سعيد بن المسيب، عن أبي هريرة . رضي الله عنه . أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال " رؤيا المؤمن جزء من ستة وأربعين جزءا من النبوة ." رواه ثابت وحميد وإسحاق بن عبد الله وشعيب عن أنس عن النبي صلى الله عليه وسلم))

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہوتا ہے۔''

((حدثني إبراهيم بن حمزة، حدثني ابن أبي حازم، والدراوردي، عن يزيد، عن عبد الله بن خباب، عن أبي سعيد الخدري، أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول " الرؤيا الصالحة جزء من ستة وأربعين جزءا من النبوة))

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نیک خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔''

مبشرات کا بیان:

((حدثنا أبو اليمان، أخبرنا شعيب، عن الزهري، حدثني سعيد بن المسيب، أن أبا هريرة، قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول " لم يبق من النبوة إلا المبشرات ." قالوا وما المبشرات قال " الرؤيا الصالحة"))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ نبوت میں سے صرف اب مبشرات باقی رہ گئی ہیں۔ صحابہ نے پوچھا: مبشرات کیا ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھے خواب۔''

حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کا بیان:

((وقوله تعالى (إذ قال يوسف لأبيه يا أبت إني رأيت أحد عشر كوكبا والشمس والقمر رأيتهم لي ساجدين *قال يا بني لا تقصص رؤياك على إخوتك فيكيدوا لك كيدا إن الشيطان للإنسان عدو مبين *وكذلك يجتبيك ربك ويعلمك من تأويل الأحاديث ويتم نعمته عليك وعلى آل يعقوب كما أتمها على أبويك من قبل إبراهيم وإسحاق إن ربك عليم حكيم). وقوله تعالى (يا أبت هذا تأويل رؤياي من قبل قد جعلها ربي حقا وقد أحسن بي إذ أخرجني من السجن وجاء بكم من البدو من بعد أن نزغ الشيطان بيني وبين إخوتي إن ربي لطيف لما يشاء إنه هو العليم الحكيم *رب قد آتيتني من الملك وعلمتني من تأويل الأحاديث فاطر السموات والأرض أنت وليي في الدنيا والآخرة توفني مسلما وألحقني بالصالحين). فاطر والبديع والمبتدع والبارء والخالق واحد، من البدء بادئة))

''اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ یوسف میں فرمایا: جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا کہ اے میرے والد! میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو (خواب میں) دیکھا۔ دیکھتا ہوں کہ وہ میرے آگے سجدہ کر رہے ہیں۔ وہ بولے: میرے پیارے بیٹے! اپنے اس خواب کو اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا ورنہ وہ تمہاری دشمنی میں تم کو تکلیف دینے کے لئے کوئی چال چل رہے ہیں گے۔ بیشک شیطان تو انسان کا کھلا دشمن ہے اور اسی طرح تمہارا پروردگار تمہیں میری اولاد میں سے چن لے گا اور تمہیں خوابوں کی تعبیر سکھائے گا اور جیسے اس نے اپنا احسان مجھ پر اور تیرے دادا پر پہلے پورا کیا، اسی طرح تجھ پر اور یعقوب کی اولاد پر اپنا احسان پورا کرے گا۔ بیشک تمہارا پروردگار بڑا علم والا ہے بڑا حکمت والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ یوسف میں فرمایا اور یوسف علیہ السلام نے کہا: اے میرے ابا جان! یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے اسے میرے پروردگار نے سچ کر دکھایا اور اسی نے میرے ساتھ کیسا احسان اس وقت کیا جب مجھے قید خانہ سے نکالا اور آپ سب کو جنگل سے لے آیا اور بعد اس کے کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈلوا دیا تھا۔ بیشک میرا پروردگار جو چاہتا ہے اس کی عمدہ تدبیر کر دیتا ہے۔ بیشک وہی ہے علم والا حکمت والا۔ اے رب! تو نے مجھے حکومت بھی دی اور خوابوں کی تعبیر کا علم بھی دیا۔ اے آسمانوں اور زمین کے خالق! تو ہی میرا کارساز دنیا و آخرت میں ہے۔ مجھے دنیا سے اپنا فرمانبردار بنا کر اٹھا اور مجھے صالحین سے ملا دے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کا بیان:

((وقوله تعالى (فلما بلغ معه السعي قال يا بني إني أرى في المنام أني أذبحك فانظر ماذا ترى قال يا أبت افعل ما تؤمر ستجدني إن شاء الله من الصابرين فلما أسلما وتله للجبين وناديناه أن يا

إبراهيم قد صدقت الرؤيا إنا كذلك نجزى المحسنين) قال مجاهد (أسلما) سلما ما أمرا به. (وتله) وضع وجهه بالأرض))

''اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ والصفات میں فرمایا: پس جب اسماعیل ابرہیم (علیہما السلام) کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو ابراہیم نے کہا: اے میرے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں پس تمہاری کیا رائے ہے؟ اسماعیل نے جواب دیا: میرے والد! آپ کیجئے اس کے مطابق جو آپ کو حکم دیا جاتا ہے۔ اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ پس جب وہ دونوں تیار ہو گئے اور اسے پیشانی کے بل الٹا لٹا دیا اور ہم نے اسے آواز دی کہ اے ابراہیم! تو نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا۔ بلاشبہ ہم اسی طرح احسان کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔''

خواب کا توارد یعنی ایک ہی خواب کئی آدمی دیکھیں:۔

((حدثنا يحيى بن بكير، حدثنا الليث، عن عقيل، عن ابن شهاب، عن سالم بن عبد الله، عن ابن عمر ـ رضي الله عنه ـ أن أناسا، أروا ليلة القدر في السبع الأواخر، وأن أناسا أروا أنها في العشر الأواخر، فقال النبي صلى الله عليه وسلم "التمسوها في السبع الأواخر))

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کچھ لوگوں کو خواب میں شب قدر (رمضان کی) سات آخری تاریخوں میں دکھائی گئی اور کچھ لوگوں کو دکھائی گئی کہ وہ آخری دس تاریخوں میں ہوگی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے آخری سات تاریخوں میں تلاش کرو۔''

رات کے خواب کا بیان:

((حدثنا أحمد بن المقدام العجلي، حدثنا محمد بن عبد الرحمن الطفاوي، حدثنا أيوب، عن محمد، عن أبي هريرة، قال قال النبي صلى الله عليه وسلم أعطيت مفاتيح الكلم، ونصرت بالرعب، وبينما أنا نائم البارحة إذ أتيت بمفاتيح خزائن الأرض حتى وضعت في يدي قال أبو هريرة فذهب رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنتم تنتقلونها))

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مفاتیح الکلم دیئے گئے ہیں اور رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے اور گزشتہ رات میں سویا ہوا تھا کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں میرے پاس لائی گئیں اور میرے سامنے انہیں رکھ دیا گیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اس دنیا سے تشریف لے گئے اور تم ان خزانوں کی کنجیوں کو الٹ پلٹ کر رہے ہو یا نکال رہے ہو۔''

((حدثنا عبد الله بن مسلمة، عن مالك، عن نافع، عن عبد الله بن عمر ـ رضي الله عنهما ـ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال " أراني الليلة عند الكعبة فرأيت رجلا آدم كأحسن ما أنت راء من أدم الرجال، له لمة كأحسن ما أنت راء من اللمم، قد رجلها تقطر ماء، متكئا على رجلين ـ أو على عواتق رجلين ـ يطوف بالبيت، فسألت من هذا فقيل المسيح ابن مريم. ثم إذا أنا برجل جعد قطط أعور العين اليمنى كأنها عنبة طافية، فسألت من هذا فقيل المسيح الدجال))

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات مجھے کعبہ کے پاس ایک خواب دکھایا گیا۔ میں نے ایک گندمی رنگ کے آدمی کو دیکھا۔ وہ گندمی رنگ کے کسی سب سے خوبصورت آدمی کی طرح تھے، ان کے لمبے خوبصورت

بال تھے، ان سب سے خوبصورت بالوں کی طرح جو تم دیکھ سکے ہو گے، ان میں انہوں نے کنگھا کیا ہوا تھا اور پانی ان سے ٹپک رہا تھا اور وہ دو آدمیوں کے سہارے یا (یہ فرمایا کہ) دو آدمیوں کے شانوں کے سہارے بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا: یہ کون صاحب ہیں۔؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام ہیں۔ پھر اچانک میں نے ایک گھنگھریالے بال والے آدمی کو دیکھا جس کی ایک آنکھ کانی تھی اور انگور کے دانے کی طرح اٹھی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ مسیح دجال ہے۔''

((حدثنا يحيى، حدثنا الليث، عن يونس، عن ابن شهاب، عن عبيد الله بن عبد الله، أن ابن عباس، كان يحدث أن رجلا، أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال إني أريت الليلة في المنام، وساق الحديث. وتابعه سليمان بن كثير وابن أخي الزهري وسفيان بن حسين عن الزهري عن عبيد الله عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم. وقال الزبيدي عن الزهري عن عبيد الله أن ابن عباس أو أبا هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم. وقال شعيب وإسحاق بن يحيى عن الزهري كان أبو هريرة يحدث عن النبي صلى الله عليه وسلم وكان معمر لا يسنده حتى كان بعده))

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ میں نے رات کو خواب دیکھا ہے۔''

دن کے خواب کا بیان:

((وقال ابن عون عن ابن سيرين، رؤيا النهار مثل رؤيا الليل))

''اور ابن عون نے ابن سیرین سے نقل کیا کہ دن کے خواب بھی رات کے خواب کی طرح ہیں۔''

((حدثنا عبد الله بن يوسف، اخبرنا مالك، عن إسحاق بن عبد الله بن أبي طلحة، أنه سمع أنس بن مالك، يقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدخل على أم حرام بنت ملحان، وكانت تحت عبادة بن الصامت، فدخل عليها يوما فاطعمته، وجعلت تفلي راسه، فنام رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم استيقظ وهو يضحك قالت فقلت ما يضحكك يا رسول الله قال " ناس من أمتي عرضوا على، غزاة في سبيل الله، يركبون ثبج هذا البحر، ملوكا على الأسرة أو مثل الملوك على الأسرة ." شك إسحاق. قالت فقلت يا رسول الله ادع الله أن يجعلني منهم، فدعا لها رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم وضع رأسه ثم استيقظ وهو يضحك. فقلت ما يضحكك يا رسول الله قال " ناس من أمتي عرضوا على، غزاة في سبيل الله ." كما قال في الأولى. قالت فقلت يا رسول الله ادع الله أن يجعلني منهم. قال " أنت من الأولين ." فركبت البحر في زمان معاوية بن أبي سفيان فصرعت عن دابتها حين خرجت من البحر، فهلكت))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وہ حضرت عبادہ بن صامت کے نکاح میں تھیں۔ ایک دن آپ ان کے یہاں گئے تو انہوں نے آپ کے سامنے کھانے کی چیز پیش کی اور آپ کا سر جھاڑنے لگیں۔ اس عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے (آپ نے ایک خواب دیکھا) پھر بیدار ہوئے تو آپ مسکرا رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میری

امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اللہ کے راستے میں غزوہ کرتے ہوئے پیش کئے گئے، اس دریا کی پشت پر وہ اس طرح سوار ہیں جیسے بادشاہ تخت پر ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! دعا کیجئے کہ اللہ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا کی۔ پھر آپ نے سر مبارک رکھا (اور سو گئے) پھر بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کیوں ہنس رہے ہیں۔؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اللہ کے راستے میں غزوہ کرتے پیش کئے گئے۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ فرمایا تھا، پھر اسی طرح بیان کیا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ سے دعا کریں کہ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب سے پہلے لوگوں میں ہوگی۔ چنانچہ ام حرام رضی اللہ عنہا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سمندری سفر پر گئیں اور جب سمندر سے باہر آئیں تو سواری سے گر کر شہید ہو گئیں۔"

دودھ کو خواب میں دیکھنا:

((حدثنا عبدان، أخبرنا عبد الله، أخبرنا يونس، عن الزهرى، أخبرنى حمزة بن عبد الله، أن ابن عمر، قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول " بينا أنا نائم أتيت بقدح لبن، فشربت منه، حتى إنى لأرى الرى يخرج من أظفارى، ثم أعطيت فضلى ." يعنى عمر. قالوا فما أولته يا رسول الله قال " العلم))

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ میں سویا ہوا تھا کہ میرے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا اور میں نے اس کا دودھ پیا۔ یہاں تک کہ اس کی سیرابی کا اثر میں نے اپنے ناخنوں میں ظاہر ہوتا دیکھا۔ اس کے بعد میں نے اس کا بچا ہوا دے دیا۔ آپ کا اشارہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف تھا۔ صحابہ نے پوچھا: آپ نے اس کی تعبیر کیا کی یا رسول اللہ؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم۔"

خواب میں قمیص دیکھنا:

((حدثنا على بن عبد الله، حدثنا يعقوب بن إبراهيم، حدثنى أبى، عن صالح، عن ابن شهاب، قال حدثنى أبو أمامة بن سهل، أنه سمع أبا سعيد الخدرى، يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " بينما أنا نائم رأيت الناس يعرضون على، وعليهم قميص، منها ما يبلغ الثدى، ومنها ما يبلغ دون ذلك، ومر على عمر بن الخطاب وعليه قميص يجره ." قالوا ما أولت يا رسول الله قال " الدين))

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں، وہ قمیص پہنے ہوئے ہیں۔ ان میں بعض کی قمیص تو صرف سینے تک کی ہے اور بعض کی اس سے بڑی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے تو ان کی قمیص زمین سے گھسٹ رہی تھی۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر کی؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین۔"

خواب میں سبزی سے ہرا بھرا باغ دیکھنا:

((حدثنا عبد الله بن محمد الجعفى، حدثنا حرمى بن عمارة، حدثنا قرة بن خالد، عن محمد

بن سيرين، قال قال قيس بن عباد كنت في حلقة فيها سعد بن مالك وابن عمر فمر عبد الله بن سلام فقالوا هذا رجل من أهل الجنة. فقلت له إنهم قالوا كذا وكذا. قال سبحان الله ما كان ينبغي لهم أن يقولوا ما ليس لهم به علم، إنما رأيت كأنما عمود وضع في روضة خضراء ، فنصب فيها وفي رأسها عروة وفي أسفلها منصف. والمنصف الوصيف. فقيل ارقه. فرقيت حتى أخذت بالعروة. فقصصتها على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم " يموت عبد الله وهو آخذ بالعروة الوثقى))

''حضرت قیس بن عباد نے بیان کیا کہ میں ایک حلقہ میں بیٹھا تھا جس میں حضرت سعد بن مالک اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ گزرے تو لوگوں نے کہا کہ یہ اہل جنت میں سے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ اس طرح کی بات کہہ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! ان کے لیے مناسب نہیں کہ وہ ایسی بات کہیں جس کا انہیں علم نہیں ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک ستون ایک ہرے بھرے باغ میں نصب کیا ہوا ہے، اس ستون کے اوپر کے سرے پر ایک حلقہ (عروہ) لگا ہوا تھا اور نیچے منصف تھا۔ منصف سے مراد خادم ہے، پھر کہا گیا کہ اس پر چڑھ جاؤ۔ میں چڑھ گیا اور میں نے حلقہ پکڑ لیا۔ پھر میں نے اس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا: عبداللہ کا جب انتقال ہوگا تو وہ العروۃ الوثقیٰ کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔''

خواب میں عورت کا چہرہ کھولنا:

((حدثنا عبيد بن إسماعيل، حدثنا أبو أسامة، عن هشام، عن أبيه، عن عائشة رضي الله عنها. قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " أريتك في المنام مرتين، إذا رجل يحملك في سرقة حرير فيقول هذه امرأتك. فاكشفها فإذا هي أنت فأقول إن يكن هذا من عند الله يمضه))

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم خواب میں دو مرتبہ دکھائی گئیں۔ ایک شخص تمہیں ریشم کے ایک ٹکڑے میں اٹھائے لیے جا رہا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں، ان کے (چہرے سے) پردہ ہٹاؤ۔ میں نے پردہ اٹھایا کہ وہ تمہیں تھیں۔ میں نے سوچا کہ اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو وہ خود ہی انجام تک پہنچائے گا۔''

ہاتھ میں کنجیاں خواب میں دیکھنا:

((حدثنا سعيد بن عفير، حدثنا الليث، حدثني عقيل، عن ابن شهاب، أخبرني سعيد بن المسيب، أن أبا هريرة، قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول " بعثت بجوامع الكلم، ونصرت بالرعب، وبينا أنا نائم أتيت بمفاتيح خزائن الأرض، فوضعت في يدي ." قال محمد وبلغني أن جوامع الكلم أن الله يجمع الأمور الكثيرة التي كانت تكتب في الكتب قبله في الأمر الواحد والأمرين. أو نحو ذلك))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ میں جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں اور میری مدد رعب کے ذریعہ کی گئی ہے اور میں سویا ہوا تھا کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں میرے پاس لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں انہیں رکھ دیا گیا۔''

کنڈے یا حلقے کو (خواب میں) پکڑ کر اس سے لٹک جانا:

((حدثنی عبد الله بن محمد، حدثنا أزهر، عن ابن عون، ح وحدثنی خليفة، حدثنا معاذ، حدثنا ابن عون، عن محمد، حدثنا قيس بن عباد، عن عبد الله بن سلام، قال رأيت كأنی فی روضة، وسط الروضة عمود فی أعلى العمود عروة، فقيل لی ارقه. قلت لا أستطيع. فأتانی وصيف فرفع ثيابی فرقيت، فاستمسكت بالعروة، فانتبهت وأنا مستمسك بها، فقصصتها على النبی صلی الله عليه وسلم فقال " تلك الروضة روضة الإسلام، وذلك العمود عمود الإسلام، وتلك العروة عروة الوثقى، لا تزال مستمسكاً بالإسلام حتى تموت))

''حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے (خواب) دیکھا کہ گویا میں ایک باغ میں ہوں اور باغ کے درمیان ایک ستون ہے جس کے اوپر کے سرے پر ایک حلقہ ہے۔ کہا گیا کہ اس پر چڑھ جاؤ۔ میں نے کہا کہ میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ پھر میرے پاس خادم آیا اور اس نے میرے کپڑے چڑھا دیئے، پھر میں اوپر چڑھ گیا اور میں نے حلقہ پکڑ لیا۔ ابھی میں اسے پکڑے ہی ہوئے تھا کہ آنکھ کھل گئی۔ پھر میں نے اس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا: وہ باغ اسلام کا باغ تھا اور وہ ستون اسلام کا ستون تھا اور وہ حلقہ عروۃ الوثقیٰ تھا۔ تم ہمیشہ اسلام پر مضبوطی سے جمے رہو گے یہاں تک کہ تمہاری وفات ہو جائے گی۔''

خواب میں ریشمی کپڑا دیکھنا اور بہشت میں داخل ہونا:

((حدثنا معلى بن أسد، حدثنا وهيب، عن أيوب، عن نافع، عن ابن عمر -رضی الله عنهما- قال رأيت فی المنام كأن فی يدی سرقة من حرير لا أهوی بها إلى مكان فی الجنة إلا طارت بی إليه، فقصصتها على حفصة على النبی صلى الله عليه وسلم فقال إن أخاك رجل صالح أو قال إن عبد الله رجل صالح))

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میرے ہاتھ میں ریشم کا ایک ٹکڑا ہے اور میں جنت میں جس جگہ جانا چاہتا ہوں وہ مجھے اڑا کر وہاں پہنچا دیتا ہے۔ میں نے اس کا ذکر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کیا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس خواب کا ذکر کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا بھائی نیک مرد ہے یا فرمایا کہ عبداللہ نیک آدمی ہے۔''

خواب میں قیدی بننا:

((حدثنا عبد الله بن صباح، حدثنا معتمر، سمعت عوفا، حدثنا محمد بن سيرين، أنه سمع أبا هريرة، يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " إذا اقترب الزمان لم تكد تكذب رؤيا المؤمن، ورؤيا المؤمن جزء من ستة وأربعين جزء ا من النبوة. " قال محمد وأنا أقول هذه قال وكان يقال الرؤيا ثلاث حديث النفس، وتخويف الشيطان، وبشرى من الله، فمن رأى شيئا يكرهه فلا يقصه على أحد، وليقم فليصل. قال وكان يكره الغل فی النوم، وكان يعجبهم القيد، ويقال القيد ثبات فی الدين. وروى قتادة ويونس وهشام وأبو هلال عن ابن سيرين عن أبی هريرة عن النبی صلى الله عليه وسلم وأدرجه بعضهم كله فی الحديث، وحديث عوف أبين. وقال يونس لا أحسبه إلا عن النبی

صلى الله عليه وسلم في القيد. قال أبو عبد الله لا تكون الأغلال إلا في الأعناق))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت قریب ہوگی تو مومن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا اور مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ محمد بن سیرین رحمہ اللہ (جو کہ علم تعبیر کے بہت بڑے عالم تھے) نے کہا کہ نبوت کا حصہ جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ خواب تین طرح کے ہیں۔ دل کے خیالات، شیطان کا ڈرانا اور اللہ کی طرف سے خوشخبری۔ پس اگر کوئی شخص خواب میں بری چیز دیکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ اس کا ذکر کسی سے نہ کرے اور کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ محمد بن سیرین نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خواب میں طوق کو ناپسند کرتے تھے اور قید دیکھنے کو اچھا سمجھتے تھے اور کہا گیا ہے کہ قید سے مراد دین میں ثابت قدمی ہے۔''

خواب میں پانی کا بہتا چشمہ دیکھنا:

((حدثنا عبدان، أخبرنا عبد الله، أخبرنا معمر، عن الزهري، عن خارجة بن زيد بن ثابت، عن أم العلاء ـ وهي امرأة من نسائهم بايعت رسول الله صلى الله عليه وسلم ـ قالت طار لنا عثمان بن مظعون في السكنى حين اقترعت الأنصار على سكنى المهاجرين، فاشتكى فمرضناه حتى توفي، ثم جعلناه في أثوابه فدخل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت رحمة الله علبك أبا السائب، فشهادتي عليك لقد أكرمك الله. قال " وما يدريك ." قلت لا أدري والله. قال " أما هو فقد جاءه اليقين، إني لأرجو له الخير من الله، والله ما أدري وأنا رسول الله ما يفعل بي ولا بكم ." قالت أم العلاء فوالله لا أزكي أحدا بعده. قالت ورايت لعثمان في النوم عينا تجري، فجئت رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكرت ذلك له فقال " ذاك عمله يجري له))

''حضرت ام علاء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ انہوں نے بیان کیا کہ جب انصار نے مہاجرین کے قیام کے لیے قرعہ اندازی کی تو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا نام ہمارے یہاں ٹھہرنے کے لیے نکلا۔ پھر وہ بیمار پڑ گئے، ہم نے ان کی تیمارداری کی لیکن ان کی وفات ہوگئی۔ پھر ہم نے انہیں ان کے کپڑوں میں لپیٹ دیا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے تو میں نے کہا: ابو السائب! تم پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔ میری گواہی ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ میں نے عرض کیا: اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد فرمایا: جہاں تک ان کا تعلق ہے تو یقینی بات (موت) ان تک پہنچ چکی ہے اور میں اللہ سے ان کے لیے خیر کی امید رکھتا ہوں لیکن اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ہوں اور اس کے باوجود مجھے معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ ام العلاء نے کہا: واللہ! اس کے بعد میں کسی انسان کی پاکی نہیں بیان کروں گی۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے خواب میں ایک جاری چشمہ دیکھا تھا۔ چنانچہ میں نے حاضر ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ان کا نیک عمل ہے جس کا ثواب ان کے لیے جاری ہے۔''

خواب میں کنویں سے پانی کھینچنا یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو جائیں:

((حدثنا يعقوب بن إبراهيم بن كثير، حدثنا شعيب بن حرب، حدثنا صخر بن جويرية، حدثنا نافع، أن ابن عمر ـ رضي الله عنهما ـ حدثه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " بينا أنا على بئر

أنزع منها إذ جاء أبو بكر وعمر، فأخذ أبو بكر الدلو، فنزع ذنوبا أو ذنوبين، وفي نزعه ضعف، فغفر الله له، ثم أخذها ابن الخطاب من يد أبي بكر فاستحالت في يده غربا، فلم أر عبقريا من الناس يفري فريه، حتى ضرب الناس بعطن))

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (خواب میں) میں ایک کنویں سے پانی کھینچ رہا تھا کہ ابوبکر اور عمر بھی آ گئے۔ اب ابوبکر نے ڈول لے لیا اور ایک یا دو ڈول پانی کھینچا۔ ان کے کھینچنے میں کمزوری تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے۔ اس کے بعد عمر بن الخطاب نے اسے ابوبکر کے ہاتھ سے لے لیا اور وہ ڈول ان کے ہاتھ میں بڑا ڈول بن گیا۔ میں نے عمر جیسا پانی کھینچنے میں کسی کو ماہر نہیں دیکھا۔ انہوں نے خوب پانی نکالا یہاں تک کہ لوگوں نے اونٹوں کے لیے پانی سے حوض بھر لیے۔''

خواب میں محل دیکھنا:

((حدثنا سعيد بن عفير، حدثني الليث، حدثني عقيل، عن ابن شهاب، قال أخبرني سعيد بن المسيب، أن أبا هريرة، قال بينا نحن جلوس عند رسول الله صلى الله عليه وسلم قال " بينا أنا نائم رأيتني في الجنة، فإذا امرأة تتوضأ إلى جانب قصر، قلت لمن هذا القصر قالوا لعمر بن الخطاب. فذكرت غيرته فوليت مدبرا ." قال أبو هريرة فبكى عمر بن الخطاب ثم قال أعليك بأبي أنت وأمي يا رسول الله أغار))

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ جنت کے محل کے ایک کنارے ایک عورت وضو کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ بتایا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا۔ پھر میں نے ان کی غیرت یاد کی اور وہاں سے لوٹ گیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس پر رو پڑے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں! کیا میں آپ پر غیرت کروں گا؟''

خواب میں کعبہ کا طواف کرنا:

((حدثنا أبو اليمان، أخبرنا شعيب، عن الزهري، أخبرني سالم بن عبد الله بن عمر، أن عبد الله بن عمر ـ رضى الله عنهما ـ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " بينا أنا نائم رأيتني أطوف بالكعبة فإذا رجل آدم سبط الشعر بين رجلين ينطف رأسه ماء، فقلت من هذا قالوا ابن مريم. فذهبت ألتفت فإذا رجل أحمر جسيم جعد الرأس أعور العين اليمنى، كأن عينه عنبة طافية، قلت من هذا قالوا هذا الدجال. أقرب الناس به شبها ابن قطن ." وابن قطن رجل من بني المصطلق من خزاعة))

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔ اچانک ایک صاحب نظر آئے، گندم گوں، بال لٹکے ہوئے تھے اور دو آدمیوں کے درمیان (سہارا لیے ہوئے تھے) ان کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ کہا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام۔ پھر میں مڑا تو ایک دوسرا شخص سرخ، بھاری جسم والا، گھنگریالے بال والا اور ایک آنکھ سے کانا جیسے اس کی آنکھ پر خشک انگور ہو، نظر آیا۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ کہا کہ یہ

دجال ہے۔اس کی صورت عبدالعزیٰ بن قطن سے بہت ملتی تھی۔یہ عبدالعزیٰ بن قطن بنی مصطلق میں تھا جوخزاعہ قبیلہ کی ایک شاخ ہے۔‘‘

جب کسی نے اپنا بچا ہوا دودھ خواب میں کسی اور کو دیا:

((حدثنا يحيى بن بكير، حدثنا الليث، عن عقيل، عن ابن شهاب، أخبرني حمزة بن عبد الله بن عمر، أن عبد الله بن عمر، قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول " بينا أنا نائم أتيت بقدح لبن فشربت منه، حتى إني لأرى الري يجرى، ثم أعطيت فضله عمر ." قالوا فما أولته يا رسول الله قال العلم))

’’حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ میں سویا ہوا تھا کہ دودھ کا ایک پیالہ میرے پاس لایا گیا اور اس میں سے اتنا پیا کہ سیرابی کو میں نے ہر رگ و پے میں پایا۔پھر میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر کو دے دیا۔لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ نے اس کی تعبیر کیا کی؟ فرمایا کہ علم اس کی تعبیر ہے۔‘‘

خواب میں آدمی کا اپنے آپ کو نڈر دیکھنا:

((حدثني عبيد الله بن سعيد، حدثنا عفان بن مسلم، حدثنا صخر بن جويرية، حدثنا نافع، أن ابن عمر، قال إن رجالا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كانوا يرون الرؤيا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فيقصونها على رسول الله صلى الله عليه وسلم فيقول فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم ما شاء الله، وأنا غلام حديث السن وبيتي المسجد قبل أن أنكح، فقلت في نفسي لو كان فيك خير لرأيت مثل ما يرى هؤلاء . فلما اضطجعت ليلة قلت اللهم إن كنت تعلم في خيرا فأرني رؤيا. فبينما أنا كذلك إذ جاء ني ملكان في يد كل واحد منهما مقمعة من حديد، يقبلا بي إلى جهنم، وأنا بينهما أدعو الله اللهم أعوذ بك من جهنم. ثم أراني لقيني ملك في يده مقمعة من حديد فقال لن تراع، نعم الرجل أنت لو تكثر الصلاة. فانطلقوا بي حتى وقفوا بي على شفير جهنم فإذا هي مطوية كطي البئر، له قرون كقرن البئر، بين كل قرنين ملك بيده مقمعة من حديد، وأرى فيها رجالا معلقين بالسلاسل، رء وسهم أسفلهم، عرفت فيها رجالا من قريش، فانصرفوا بي عن ذات اليمين))

’’حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں خواب دیکھتے تھے اور اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعبیر دیتے جیسا کہ اللہ چاہتا۔میں اس وقت نوعمر تھا اور میرا گھر مسجد تھی، یہ میری شادی سے پہلے کی بات ہے۔میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر تجھ میں کوئی خیر ہوتی تو تو بھی ان لوگوں کی طرح خواب دیکھتا۔چنانچہ جب میں ایک رات لیٹا تو میں نے کہا: اے اللہ! اگر تو میرے اندر کوئی خیر و بھلائی جانتا ہے تو مجھے کوئی خواب دکھا۔میں اسی حال میں (سو گیا اور میں نے دیکھا کہ) میرے پاس دو فرشتے آئے،ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں لوہے کا ہتھوڑا تھا اور وہ مجھے جہنم کی طرف لے چلے۔میں ان دونوں فرشتوں کے درمیان میں تھا اور اللہ سے دعا کرتا جا رہا تھا کہ اے اللہ! میں جہنم سے تیری پناہ مانگتا ہوں، پھر مجھے دکھایا گیا کہ مجھ سے ایک اور فرشتہ ملا جس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک ہتھوڑا تھا اور اس نے کہا: ڈرو نہیں! تم کتنے اچھے آدمی ہوتے اگر تم نماز زیادہ پڑھتے۔چنانچہ وہ مجھے لے کر چلے اور جہنم کے کنارے پر لے جا کر مجھے کھڑا کر دیا تو جہنم ایک گول کنویں کی طرح تھی اور کنویں کے مٹکوں کی طرح اس کے بھی مٹکے تھے اور ہر دو مٹکوں کے درمیان ایک فرشتہ

تھا۔ جس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک ہتھوڑا تھا اور میں نے اس میں کچھ لوگ دیکھے جنہیں زنجیروں میں لٹکا دیا گیا تھا اور ان کے سر نیچے تھے۔(اور پاؤں اوپر) ان میں سے بعض قریش کے لوگوں کو میں نے پہچانا بھی۔ پھر وہ مجھے دائیں طرف لے کر چلے۔

((فقصصتها على حفصة فقصتها حفصة على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم " إن عبد الله رجل صالح ." فقال نافع لم يزل بعد ذلك يكثر الصلاة))

''بعد میں میں نے اس کا ذکر اپنی بہن زوجہ رسول حفصہ رضی اللہ عنہا سے کیا اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ (سن کر) فرمایا: عبداللہ نیک مرد ہے۔ نافع کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب سے یہ خواب دیکھا وہ نفل نماز بہت پڑھا کرتے تھے۔''

جب خواب میں کوئی چیز اڑتی ہوئی نظر آئے:

((حدثني سعيد بن محمد، حدثنا يعقوب بن إبراهيم، حدثنا أبي، عن صالح، عن ابن عبيدة بن نشيط، قال قال عبيد الله بن عبد الله سألت عبد الله بن عباس رضى الله عنهما عن رؤيا، رسول الله صلى الله عليه وسلم التي ذكر فقال ابن عباس ذكر لي أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال " بينا أنا نائم رأيت أنه وضع في يدى سواران من ذهب، ففظعتهما و كرهتهما، فأذن لي، فنفختهما فطارا، فأولتهما كذابين يخرجان ." فقال عبيد الله أحدهما العنسي الذى قتله فيروز باليمن، والآخر مسيلمة))

''عبیداللہ بن عبداللہ نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خواب کے متعلق پوچھا جو انہوں نے بیان کیا تھا۔ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مجھ سے کہا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ دو سونے کے کنگن میرے ہاتھ میں رکھے گئے ہیں تو مجھے اس سے تکلیف پہنچی اور ناگواری ہوئی، پھر مجھے اجازت دی گئی اور میں نے ان پر پھونک ماری اور وہ دونوں اڑ گئے۔ میں نے اس کی تعبیر لی کہ دو جھوٹے پیدا ہوں گے۔ عبیداللہ نے بیان کیا کہ ان میں سے ایک تو العنسی تھا جسے یمن میں فیروز نے قتل کیا اور دوسرا مسیلمہ کذاب تھا (جسے حبشی نے قتل کیا)۔''

جب گائے کو خواب میں ذبح ہوتے دیکھے:

((حدثني محمد بن العلاء، حدثنا أبو أسامة، عن بريد، عن جده أبي بردة، عن أبي موسى، أراه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال " رأيت في المنام أني أهاجر من مكة إلى أرض بها نخل، فذهب وهلي إلى أنها اليمامة أو هجر، فإذا هي المدينة يثرب، ورأيت فيها بقرا والله خير، فإذا هم المؤمنون يوم أحد، وإذا الخير ما جاء الله من الخير وثواب الصدق الذى أتانا الله به بعد يوم بدر))

''حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب دیکھا کہ میں مکہ سے ایک ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جہاں کھجوریں ہیں۔ میرا ذہن اس طرف گیا کہ یہ جگہ یمامہ ہے یا ہجر۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ مدینہ یعنی یثرب ہے اور میں نے خواب میں گائے دیکھی (ذبح کی ہوئی) اور یہ آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اور اللہ کے یہاں ہی خیر ہے۔ تو اس کی تعبیر ان مسلمانوں کی صورت میں آئی جو جنگ احد میں شہید ہوئے اور خیر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے خیر اور سچائی کے ثواب کی صورت میں دیا یعنی وہ جو ہمیں اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر کے بعد (دوسری فتوحات کی صورت میں) دی۔''

جب کسی نے دیکھا کہ اس نے کوئی چیز کسی طاق سے نکالی اور اسے دوسری جگہ رکھ دیا:

((حدثنا إسماعيل بن عبد الله، حدثني أخي عبد الحميد، عن سليمان بن بلال، عن موسى بن عقبة، عن سالم بن عبد الله، عن أبيه، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال " رأيت كأن امرأة سوداء ثائرة الرأس، خرجت من المدينة، حتى قامت بمهيعة۔ وهي الجحفة۔ فأولت أن وباء المدينة نقل إليها))

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے دیکھا جیسے ایک سیاہ عورت پراگندہ بال مدینہ سے نکلی اور مہیعہ میں جا کر کھڑی ہوگئی۔ مہیعہ جحفہ کو کہتے ہیں۔ میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ مدینہ کی وبا جحفہ نامی بستی میں چلی گئی۔''

جب خواب میں تلوار ہلائے:

((حدثنا محمد بن العلاء، حدثنا أبو أسامة، عن بريد بن عبد الله بن أبي بردة، عن جده أبي بردة، عن أبي موسى، أراه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال " رأيت في رؤيا أني هززت سيفا فانقطع صدره، فإذا هو ما أصيب من المؤمنين يوم أحد، ثم هززته أخرى، فعاد أحسن ما كان، فإذا هو ما جاء الله به من الفتح، واجتماع المؤمنين))

''حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ایک تلوار ہلائی تو وہ بیچ سے ٹوٹ گئی۔ اس کی تعبیر احد کی جنگ میں مسلمانوں کے شہید ہونے کی صورت میں سامنے آئی۔ پھر دوبارہ میں نے اسے ہلایا تو وہ پہلے سے بھی اچھی شکل میں ہوگئی۔ اس کی تعبیر فتح اور مسلمانوں کے اتفاق واجتماع کی صورت میں سامنے آئی۔''

جھوٹا خواب بیان کرنے کی سزا:

((حدثنا علي بن عبد الله، حدثنا سفيان، عن أيوب، عن عكرمة، عن ابن عباس، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال " من تحلم بحلم لم يره، كلف أن يعقد بين شعيرتين، ولن يفعل، ومن استمع إلى حديث قوم وهم له كارهون أو يفرون منه، صب في أذنه الآنك يوم القيامة، ومن صور صورة، عذب وكلف أن ينفخ فيها، وليس بنافخ ." قال سفيان وصله لنا أيوب. وقال قتيبة :حدثنا أبو عوانة، عن قتادة، عن عكرمة، عن أبي هريرة :قوله :(من كذب في رؤياه.(وقال شعبة، عن أبي هاشم الرماني: سمعت عكرمة :قال أبو هريرة :قوله :(من صور صورة، ومن تحلم، ومن استمع (حدثنا إسحق: حدثنا خالد، عن أبي خالد، عن عكرمة، عن ابن عباس قال :(من استمع، ومن تحلم، ومن صور.(نحوه .تابعه هشام، عن عكرمة، عن ابن عباس، قوله))

''ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسا خواب بیان کیا جو اس نے دیکھا نہ ہو تو اسے دو جو کے دودانوں کو قیامت کے دن جوڑنے کے لیے کہا جائے گا اور وہ اسے ہرگز نہیں کر سکے گا۔ اور جو شخص دوسرے لوگوں کی بات سننے کے لیے کان لگائے جو اسے پسند نہیں کرتے یا اس سے بھاگتے ہیں تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا

جائے گا اور جو کوئی تصویر بنائے گا اسے عذاب دیا جائے گا اور اس پر زور دیا جائے گا کہ اس میں روح بھی ڈالے جو وہ نہیں کر سکے گا۔"

((حدثنا علي بن مسلم :حدثنا عبد الصمد :حدثنا عبد الرحمن بن عبد الله بن دينار، مولى ابن عمر، عن أبيه، عن ابن عمر :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :(إن من أفرى الفرى أن يرى عينه ما لم تر))

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار نے بیان کیا ان سے ان کے والد نے اور ان سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بدترین جھوٹ یہ ہے کہ انسان خواب میں ایسی چیز کو دیکھنے کا دعویٰ کرے جو اس کی آنکھوں نے نہ دیکھی ہو۔"

جب کوئی برا خواب دیکھے تو اس کی کسی کو خبر نہ دے اور نہ اس کا کسی سے ذکر کرے:

((حدثنا سعيد بن الربيع، حدثنا شعبة، عن عبد ربه بن سعيد، قال سمعت أبا سلمة، يقول لقد كنت أرى الرؤيا فتمرضني حتى سمعت أبا قتادة يقول وأنا كنت لأرى الرؤيا تمرضني، حتى سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول " الرؤيا الحسنة من الله، فإذا رأى أحدكم ما يحب فلا يحدث به إلا من يحب، وإذا رأى ما يكره فليتعوذ بالله من شرها، ومن شر الشيطان وليتفل ثلاثا ولا يحدث بها أحدا فإنها لن تضره))

"حضرت ابوسلمہ سے روایت ہے کہ میں (برے) خواب دیکھتا تھا اور اس کی وجہ سے بیمار پڑ جاتا تھا۔ آخر میں نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں بھی خواب دیکھتا اور میں بھی بیمار پڑ جاتا۔ آخر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اچھے خواب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ پس جب کوئی اچھے خواب دیکھے تو اس کا ذکر صرف اسی سے کرے جو اسے عزیز ہو اور جب برا خواب دیکھے تو اللہ کی اس کے شر سے پناہ مانگے اور شیطان کے شر سے اور تین مرتبہ تھوتھو کر دے اور اس کا کسی سے ذکر نہ کرے، پس وہ اسے ہرگز کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔"

((حدثنا إبراهيم بن حمزة، حدثني ابن أبي حازم، والدراوردي، عن يزيد، عن عبد الله بن خباب، عن أبي سعيد الخدري، أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول " إذا رأى أحدكم الرؤيا يحبها، فإنها من الله، فليحمد الله عليها، وليحدث بها، وإذا رأى غير ذلك مما يكره، فإنما هي من الشيطان، فليستعذ من شرها، ولا يذكرها لأحد، فإنها لن تضره))

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص خواب دیکھے جسے وہ پسند کرتا ہو تو وہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور اس پر اسے اللہ کی تعریف کرنا چاہیئے اور اسے بیان بھی کرنا چاہیے اور جب کوئی خواب ایسا دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو تو وہ شیطان کی طرف سے ہے اور اسے چاہئے کہ اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے اور اس کا ذکر کسی سے نہ کرے کیونکہ وہ اسے ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

(صحیح بخاری، کتاب الرؤیا)

رسول اللہ کو خواب میں دیکھنا (شمائل ترمذی کے حوالہ سے):

حدیث نمبر 1: "حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمن بن مهدی حدثنا سفین عن ابی اسحق عن ابی الاحوص عن عبدالله عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من رانی فی المنام فقدرانی فان الشیطان لایتمثل بی"

"جناب عبداللہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا پس یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کرسکتا۔"

حدیث نمبر 2: "حدثنا محمد بن بشار ومحمد بن المثنی قالا حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن ابی حصین عن ابی صالح عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطن لایتصور اوقال لایتشبه بی"

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا پس یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا اس لیے کہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا یا فرمایا: میری مانند نہیں ہوسکتا۔"

حدیث نمبر 3: "حدثنا قتیبة حدثنا خلف بن خلیفة عن ابی مالك الا شجعی عن ابیه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من رانی فی المنام فقد رانی قال ابوعیسیٰ وابومالك هذاهوسعد بن طارق بن اشیم وطارق بن اشیم هومن اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم وقدروی عن النبی صلی الله علیه وسلم احادیث وسمعت عل بن حجر یقول قال خلف بن خلیفة رایت عمروبن حریث صاحب النبی صلی الله علیه وسلم وانا غلام صغیر"

"حضرت طارق بن اشیم سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھے نیند میں دیکھا' پس یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا۔"

حدیث نمبر 4: "حدثنا قتیبة هوابن سعید حدثنا عبدالواحد بن زیاد عن عاصم بن کلیب حدثنی ابی انه سمع اباهریرة یقول قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من رانی فی المنام فقدرانی فان الشیطن لایتمثلنی قال ابی فحدثت به ابن عباس فقلت قدرایته فذکرت الحسن بن علی فقلت شبهته به فقال بن عباس انه کان یشبهه"

"کلیب فرماتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے جس نے مجھے نیند میں دیکھا یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔ کلیب فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ حدیث بیان کی اور میں نے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ پس مجھے حسن بن علی علیہم السلام یاد آگئے۔ سو میں نے (ابن عباس کو) کہا کہ وہ شبیہ مبارک جو خواب میں' میں نے دیکھی تھی وہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے زیادہ مشابہ تھی۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک وہ ان کے ہم شکل تھے۔"

حدیث نمبر 5: "حدثنا محمد بن بشار ابن ابی عدی ومحمد بن جعفر قالا حدثنا عوف بن ابی جمیلة عن یزید الفارسی وکان یکتب المصاحف قال رایت النبی صلی الله علیه وسلم فی المنام زمن ابن عباس فقلت لابن عباس انی رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم فی النوم فقال بن عباس ان

رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول ان الشيطن لايستطيع ان يتشبه بى فمن رانى فى النوم فقدرانى هل تستطيع ان تنعت هذاالرجل الذى رايته فى النوم قال نعم انعت رجلا بين الرجلين جسمه ولحمه اسمرالى البياض اكحل العينين حسن الضحك جميل دوائرالوجه قد ملات لحيته مابين هذه الى هذه قدملات نحرى قال عوف ولاادرى ماكان مع هذاالنعت فقال ابن عباس لورايته فى اليقظة مااستطعت ان تنعته فوق هذا قال ابوعيسىٰ ويزيد الفارسى هويزيدبن هرمز وهواقدم من يزيد الرقاشى وروى يزيد الفارسى على ابن عباس رضى الله عنهما اهاديث ويزيد الرقاشى لم يدرك ابن عباس وهو يزيد بن ابان الرقاشى وهو يروى عن انس بن مالك ويزيد الفارسى ويزيد الرقاشى فلاهما من اهل البصرة وعقف بن ابى جميلة هوعوف الاعربى حدثنا ابوداؤد سليمان بن سلم البلخى حدثنا النضربن شميل قال قال عوف الاعرابى انا اكبر من قتادة"

''حضرت یزید الفارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ قرآن مجید لکھا کرتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں دیکھا۔ اس وقت ابن عباس زندہ تھے۔ میں نے یہ خواب ابن عباس کو بیان کی تو ابن عباس نے فرمایا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً فرماتے تھے کہ بیشک شیطان طاقت نہیں رکھتا کہ میری صورت پہ آسکے لہٰذا جس نے مجھے نیند میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا۔ کیا تو اس کی صورت مبارک کو جسے تو نے خواب میں دیکھا ہے بیان کرنے کی طاقت رکھتا ہے؟ کہا کہ ہاں میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک اور قد مبارک دونوں درمیانہ اور معتدل تھے۔ رنگ مبارک گندمی مائل بسفیدی تھا' آنکھیں مبارک سرگیں' خندہ رو' خوبصورت' گول چہرہ اقدس' گھنی داڑھی مبارک چہرہ اقدس کو گھیرے ہوئے تھی' سینہ پاک پر آئی ہوئی تھی۔ عوف فرماتے ہیں کہ یزید الفارسی نے اور جو صفتیں بیان کیں وہ مجھے یاد نہیں رہیں۔ پھر ابن عباس نے فرمایا (اے یزید الفارسی) اگر تو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت بیداری بھی دیکھتا تو اس توصیف سے بڑھ کر حلیہ مبارک کے اوصاف بیان نہ کر سکتا۔''

حدیث نمبر 6: "حدثنا عبدالله بن ابى زياد حدثنا يعقوب بن ابراهيم بن سعد حدثنا ابن اخى ابن شهاب الزهرى عن عمه قال قال ابوسلمة قال ابوقتادة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من رانى يعنى فى النوم فقد راى الحق"

''جناب ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا یعنی نیند میں بے شک اس نے حق دیکھا۔''

حدیث نمبر 7: "حدثنا عبدالله بن عبدالرحمن حدثنا معلى بن اسد حدثنا عبدالعزيز ابن المختار حدثنا ثابت عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من رانى فى المنام فقد رانى فان الشيطن لايتخيل بى قال ورئويا المومن جزء من ستة واربعين جزء من النبوة"

''جناب انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے خواب میں مجھے دیکھا تو بے شک اس نے مجھے ہی دیکھا ہے۔ پس یقیناً شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس جزؤں میں سے ایک جزو ہوتا ہے۔''

☆☆☆

فصل نمبر 57:

ارادت مندوں کو وصیت اور ان کے آداب

اختتام رسالہ: ہم نے صوفیاء کرام کے بعض حالات تفصیلاً یا مختصراً بیان کیے ہیں اور ان میں کئی مقامات کی تشریح بھی کر دی۔ اب ہم نے ارادہ کیا ہے کہ اس رسالہ کا اختتام مریدوں کی وصیت پر کریں۔ اللہ تعالیٰ سے اچھی توفیق کی امید ہے، تاکہ مریدین ان نصائح پر عمل کر سکیں اور ہمیں بھی اللہ تعالیٰ اس بات سے محروم نہیں کرے گا کہ ہم خود بھی ان پر عمل پیرا ہوں، تاکہ کہیں یہ نصائح خود ہمارے خلاف دلیل نہ بن جائیں۔

صدق دلی: جو آدمی اس طریقہ (تصوف) پر چلنے کا آرزو مند ہے اس کے لیے سب سے پہلا قدم صدق دلی ہے، تاکہ اس کے طریقہ کی بنیاد صحیح اصل پر ہو، کیونکہ اہل طریقت کے شیوخ کا ارشاد ہے:

''وہی لوگ مقصود تک نہ پہنچ سکے جنہوں نے بنیادی چیزوں کا خیال نہیں رکھا تھا۔''

شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ سے بھی اسی طرح کا ایک قول منقول ہے۔ پس اپنے اور اللہ کے درمیان صحیح اعتقاد کے ساتھ ابتداء کرنی چاہئے، جو ہر قسم کے ظن وشبہ سے پاک' گمراہی اور بدعنوانی سے خالی ہو اور وہ اعتقاد دلائل سے پیدا ہوئے ہوں۔

امر قبیح: صوفیاء کے طریقے کے علاوہ کسی اور طریقے کی طرف منسوب ہونا مرید کے لیے امر قبیح سے کم نہیں۔ اگر کوئی صوفی صوفیاء کے طریقہ کو چھوڑ کر مختلف مذاہب میں سے کسی اور مذہب کی طرف منسوب ہو تو اس کا سبب صوفیاء کے طریقہ سے جہالت کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ صوفیاء کے مسائل کے دلائل' دیگر مذاہب کے مقابلے میں زیادہ واضح ہیں اور ان کے مذہب کے اصول دیگر مذاہب کے مقابلے میں زیادہ قوی ہیں، دیگر لوگ یا تو نقل روایت کے مالک ہیں یا عقل وفکر کے، مگر صوفیاء ان تمام اشیاء سے بلند ہیں، کیونکہ جو چیز اوروں کے لیے غیب ہے، وہ ان کے لیے ظاہر ہے اور جو معرفت کے امور لوگ حاصل کرنا چاہتے ہوں، وہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے موجود ہوتے ہیں، لہٰذا یہ لوگ اہل وصال ٹھہرے اور دوسرے لوگ اہل استدلال۔

صوفیاء کی مثال تو یہ ہے:

لیلی بوجهك مشرق
وظلامه فی الناس ساری
فالناس فی سدف الظلام
ونحن فی ضوء النهار

''میری رات تمہارے چہرہ کے سبب روشن ہے، حالانکہ اس کی ظلمت لوگوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ چنانچہ لوگ تو تاریکی میں ہیں اور ہم دن کی روشنی میں۔''

آئمہ صوفیاء: اسلام کی ابتداء سے لے کر آج تک کوئی ایسا زمانہ نہیں گزرا، جس میں اس جماعت صوفیاء کا کوئی نہ کوئی ایسا شیخ نہ ہو جسے علم توحید اور قوم کی امامت حاصل نہ ہوئی ہو۔ یہی نہیں بلکہ علماء میں سے آئمۂ وقت نے ان کے سامنے سر تسلیم خم کیا ہے اور انہیں باعث برکت سمجھا ہے، اگر انہیں کسی قسم کی فضیلت اور خصوصیت حاصل نہ ہوتی' تو معاملہ اس کے برعکس ہوتا۔

شیخ شیبان راعی: منقول ہے کہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے ہاں حاضر تھے کہ شیخ شیبان راعی علیہ

الرحمۃ ادھر کو آنکلے۔ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے امام شافعی علیہ الرحمۃ سے عرض کیا:

''میں چاہتا ہوں کہ اسے اس کی جہالت سے آگاہ کروں' تاکہ یہ کچھ علم حاصل کرنے کی طرف توجہ دے۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ نے امام احمد کو اس سے منع کیا، مگر یہ باز نہ آئے، چنانچہ انہوں نے شیخ شیبان علیہ الرحمۃ سے کہا:

''آپ ایسے مسلمان کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، جو کوئی نماز پڑھنی بھول گیا اور اسے یہ بھی یاد نہ ہو کہ اس نے کون سی نماز نہیں پڑھی، اب اسے کیا کرنا چاہیے؟''

شیخ شیبان علیہ الرحمۃ نے جواباً فرمایا:

''اے احمد! اس آدمی کا قلب اللہ تعالیٰ سے غفلت میں ہے، پس اس کے لیے ضروری ہے کہ اسے سزا دی جائے، تاکہ دوبارہ ایسی حرکت نہ کرے۔''

یہ جواب سن کر امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ بیہوش ہو گئے، جب ہوش آیا تو امام شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''کیا میں نے تمہیں اس آدمی کو چھیڑنے سے منع نہیں کیا تھا؟''

یہ حالت اس شیبان کی ہے جو ایک امی صوفی تھے، جب امی کی یہ حالت ہے تو پھر ائمہ صوفیاء کی کیا کیفیت ہوگی۔؟

شیخ شبلی اور علم فقہ: منقول ہے کہ جامع منصور میں اکابر فقہاء میں سے ایک فقیہ کا حلقہ اور شیخ ابوبکر شبلی کا حلقہ ساتھ ساتھ تھا۔ اس فقیہ کا نام ابوعمران تھا۔ جب شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ گفتگو فرماتے تو اس فقیہ کا حلقہ منتشر ہو جاتا۔ فقیہ ابوعمران کے شاگردوں نے شیخ ابوبکر شبلی کو شرمندہ کرنے کی غرض سے ان سے حیض کے متعلق سوال کیا۔ شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ نے اس مسئلہ میں فقہاء کے اقوال اور اختلافات کا ذکر کیا۔ فقیہ ابوعمران نے بے ساختہ اٹھ کر شیخ ابوبکر شبلی کے سر پر بوسہ دیا اور کہا:

''اے ابوبکر! میں نے اس مسئلہ میں تم سے ایسے دس اقوال معلوم کیے ہیں، جنہیں میں نے کبھی نہ سنا تھا۔ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے، اس میں سے مجھے صرف تین اقوال معلوم تھے۔''

شیخ جنید بغدادی کی مجلس: کسی نے عبداللہ بن سعید بن کلاب سے کہا کہ آپ ہر شخص کے کلام پر جرح کیا کرتے ہیں اور جنید نامی ایک آدمی، کیا تم اس پر بھی اعتراض کر سکتے ہو یا نہیں؟ چنانچہ عبداللہ بن سعید بن کلاب شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے حلقہ میں گئے اور ان سے توحید کے متعلق سوال کیا۔ شیخ نے ایسا جواب دیا کہ عبداللہ حیران رہ گئے اور کلام دہرانے کی درخواست کی۔ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے دوبارہ دہرایا، مگر عبارت بدل کر۔ اس پر عبداللہ بن سعید بن کلاب نے کہا:

''یہ تو کوئی اور ہی بات ہے جو مجھے نہیں آتی۔ ذرا پھر دہرائیں۔''

انہوں نے پھر عبارت بدل کر بات کو دہرایا۔ عبداللہ نے کہا:

''جو آپ فرما رہے ہیں، مجھے یاد نہیں رہ سکتا، مجھے لکھ دیجیے۔''

اس پر سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اگر آپ سلوک کا راستہ طے کر چکے ہیں تو میں تحریر کر دیتا ہوں۔''

پس عبداللہ نے کھڑے ہو کر ان کی فضیلت کا اعتراف کیا۔

اکبر الناس: لہٰذا جب جماعت صوفیاء کے اصول صحیح ترین اصول قرار پائے اور ان کے مشائخ اکبر الناس ٹھہرے اور علماء اعلم الناس تو جس ارادت مند کا ان پر ایمان ہوگا، اگر وہ اہل سلوک میں سے ہو اور صوفیاء کے مقاصد کی طرف بتدریج جانے کا خیال رکھتا ہو وہ ان غیبی مکاشفات میں جو ان لوگوں کا مابہ الامتیاز وصف ہے، شریک ہوگا اور اسے ان لوگوں کی احتیاج نہیں ہوگی جو اس

جماعت سے خارج ہیں۔

اہل تصوف بہترین لوگ ہیں: اگر کوئی ارادت مند پیروی کا ارادہ رکھتا ہو اور مستقل حالت کا مالک نہ ہو اور یہ چاہتا ہو کہ تقلید کے وطن میں اس وقت تک ٹھہرا رہے جب تک وہ خود اہل تحقیق میں سے نہ ہو جائے' تو اسے اپنے اسلاف کی تقلید کرنی چاہیے اور اسے ان ہی لوگوں کے طریقہ پر چلتے رہنا چاہیے، کیونکہ یہ لوگ اوروں کے مقابلہ میں بہت بہتر ہوں گے۔

علم تصوف...... کیا علم ہے: میں تحقیق سے کہتا ہوں کہ میں نے شیخ عبدالرحمٰن سلمی علیہ الرحمۃ سے سنا، انہوں نے شیخ ابوبکر رازی سے اور انہوں نے شیخ ابوبکر شبلی سے سنا کہ وہ فرما رہے تھے:

((ماظنك بعلم علم العلماء فيه تهمة))

''ایسے علم کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے، جس کے مقابلہ میں علماء کا علم تہمت کے برابر ہو؟''

بہترین علم: سیدالطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''اگر مجھے علم ہوتا کہ اس علم کے مقابلہ میں جس میں ہم اپنے اصحاب اور دوستوں سے گفتگو کرتے ہیں، دنیا میں کوئی اور علم افضل و اشرف ہے تو میں اس کے حصول کی ضرور سعی کرتا اور میں اس کا ضرور قصد کرتا۔''

فصل نمبر 58...... اختلافی مسائل اور رخصت:

جب مرید اللہ سے کوئی عہد کرے تو اسے پہلے شریعت کا اتنا علم ضرور ہونا چاہئے جس سے وہ فرائض کی ادائیگی کر سکے یا تو وہ خود صاحب تحقیق ہو یا پھر ائمہ سے پوچھ لے۔ اگر وہ فقہاء میں اختلاف پائے تو اسے ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے، جس میں احتیاط پائی جاتی ہو۔ اسے ہمیشہ ایسے امور سے بچنا چاہئے جن میں اختلاف پایا جاتا ہو، کیونکہ شریعت کے اندر رخصت صرف ان لوگوں کے لیے ہوتی ہے جو کمزور، حاجت مند اور کام کاج کرنے والے لوگ ہوں، کیونکہ مرید کے لیے اللہ تعالیٰ کے حقوق پر کاربند رہنے کے علاوہ کوئی کام ہی نہیں اس لیے اسے رخصت میسر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیاء فرماتے ہیں:

''جب کوئی فقیر درجہ حقیقت سے اتر کر شریعت کی رخصتوں پر آجائے' تو سمجھ لو کہ اس نے اللہ کے ساتھ اپنا معاہدہ فسخ کر ڈالا اور اپنا عہد و پیمان توڑ دیا۔''

فصل نمبر 59...... مرید کے لیے لازم امور:

شیخ کا ہونا ضروری ہے:

شیخ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جس کا کوئی استاد نہیں اس کا امام شیطان ہوتا ہے۔''

شیخ استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جب کوئی درخت کسی کے اگائے بغیر خود بخود اگ گیا ہو تو اس کے پتے تو نکل آئیں گے، مگر اس پر پھل نہیں لگے گا۔ یہی حال مرید کا ہے کہ جب اس کا کوئی شیخ نہ ہو جس سے ایک ایک سانس کر کے وہ اپنے راستہ کو اخذ کرے تو یہ مرید اپنی خواہشات کی عبادت کر رہا ہوگا اور اسے کوئی راستہ نہ ملے گا۔''

توبہ کرنا: مرید ان چیزوں کے بعد جب سلوک کا ارادہ کرے تو اسے ہر قسم کی لغزش سے توبہ کر کے اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ چنانچہ اسے تمام لغزشوں سے بچنا چاہئے، خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی، چھوٹی ہوں یا بڑی۔

مخالفین کو راضی کرنا: مرید کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ان لوگوں کو راضی کرے جن سے اس کا کسی قسم کا بھی جھگڑا رہا ہو، کیونکہ جب تک وہ ان کو راضی نہیں کرے گا وہ راہِ طریقت میں قطعاً کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اہل تصوف کے شیوخ کا یہی طریقہ رہا ہے۔

دنیاوی تعلقات کو منقطع کرنا: مرید کے لیے لازم ہے کہ وہ دنیاوی تعلقات اور شوروغل کو کم کرے۔ اس لئے کہ طریقت کی بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ قلب دنیاوی مشاغل سے خالی ہو۔

غیر اللہ کے خیال سے بچنا: مرید کے لیے لازم ہے کہ وہ غیر اللہ کے خیال تک سے بھی بچے۔ چنانچہ شیخ ابو بکر شبلی شیخ حصری کو ابتدا میں فرمایا کرتے تھے:

''ایک جمعہ کے بعد جب دوسرے جمعہ کو تم میرے پاس آنے لگو تو اگر اس عرصہ میں تمہارے قلب میں غیر اللہ کا خیال بھی آ گیا ہو تو پھر میرے پاس آنا تمہارے لئے حرام ہے۔''

مال دنیا سے علیحدگی: جب مرید دنیاوی تعلقات سے علیحدگی اختیار کرنے لگے تو سب سے پہلے اپنے مال سے تعلق توڑ لے، کیونکہ یہی ایک چیز ہے جو اسے راہِ حق سے ہٹا کر دوسری طرف لے جاتی ہے۔ ہم نے کوئی مرید ایسا نہیں دیکھا کہ اس نے راہِ طریقت میں قدم رکھا ہو اور پھر دنیا کے ساتھ بھی تعلق باقی رکھا ہو اور پھر تھوڑے عرصہ کے بعد اسی حالت میں نہ چلا گیا ہو جس سے وہ نکلا تھا۔

جاہ وجلال کو خیر آباد کہنا: مرید کے لیے مال سے علیحدگی کے بعد جو دوسری بات ضروری ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے جاہ وجلال کو خیر باد کہہ دے، کیونکہ اپنے جاہ وجلال پر نظر جمائے رکھنا اللہ سے قطع تعلق کر دینے کا بہت بڑا سبب ہے اور جس وقت تک مرید کے نزدیک مخلوق کا ہر دل عزیز ہونا یا ان کی طرف سے دھتکارا جانا دونوں یکساں نہ ہوں، اس وقت تک وہ کسی مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا، بلکہ درحقیقت لوگوں کا اسے بنظر استحسان دیکھنا اور اس سلسلہ سے اپنی بے مائیگی کی وجہ سے اسے باعث برکت سمجھنا مرید کے لیے سب سے زیادہ ضرر رساں امر ہے۔ جب کہ ابھی تک مرید کی ارادت ہی درست نہیں ہوئی، پھر اسے باعث برکت سمجھنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ لہٰذا جاہ وجلال کو خیر باد کہنا بہت ضروری ہے، کیونکہ جاہ وجلال مرید کے لیے زہر قاتل کا کام کرتا ہے۔

عقیدہ کی درستی: دنیا، مال و دولت اور پھر جاہ وجلال کو خیر باد کہہ دینے کے بعد مرید کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اور اللہ کے درمیان اپنے عقیدہ کو درست کرے۔

شیخ کی مخالفت سے بچنا: مرید کے لیے لازم ہے کہ وہ ہر بات جس کا حکم شیخ دے اسے اس کی ہرگز مخالفت نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ ابتداء میں مرید کے لیے شیخ کی مخالفت انتہائی نقصان دہ ہے، اس لیے کہ اس کی ابتدائی حالت سے ہی اس کی تمام عمر کا پتہ چلتا ہے۔

شیخ کے متعلق شکوک وشبہات: مرید کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ وہ قلب میں شیخ کے متعلق کسی قسم کا شک یا اعتراض پیدا نہ ہونے دے۔

قدر و منزلت کا خواہاں: اگر قلب مرید میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ دنیا یا آخرت میں اس کی کوئی قدر و قیمت ہے یا یہ کہ شیخ کے علاوہ دنیا میں کوئی اور شخص بھی ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی ارادت درست نہیں، کیونکہ اس کی کوشش تو یہ ہونی چاہیے کہ اسے اللہ کی معرفت حاصل ہو، یہ نہیں کہ اس کو قدر و قیمت حاصل ہو اور ان دونوں شخصوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے کہ ایک تو اللہ تعالیٰ کو چاہ رہا ہو اور دوسرا دنیا و آخرت میں جاہ وجلال کا خواہاں ہو۔

اسرار کو چھپانا اور شیخ پر واضح کرنا: مرید کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ وہ اپنے اسرار کو محفوظ رکھے۔ یہاں تک کہ اپنے تکموں سے بھی۔ البتہ اسے شیخ سے اپنے اسرار کو چھپا کر نہیں رکھنا چاہیے اور اگر اس نے اپنے شیخ سے ایک سانس بھی چھپائے رکھا' تو اس نے اس کے حق صحبت میں خیانت کی۔ اگر بالفرض اس سے شیخ کے حکم کے خلاف کوئی بات سرزد ہو گئی ہے تو اسے فوراً شیخ کے سامنے تسلیم کر لینا چاہیے اور پھر شیخ جس قسم کی سزا کا حکم دے، مثلاً: سفر کرنے کا یا کوئی اور حکم تو اسے اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہیے۔

فصل نمبر 60......آداب مرید:

تربیت کا حصول اور اس کی خاطر ہجرت کرنا: آداب مرید میں سے ایک ادب یہ ہے کہ اگر وہ اپنے شہر میں کسی ایسے شیخ کو نہ پائے جس سے وہ تربیت حاصل کر سکے تو وہ ہجرت کر کے ایسے شیخ کی خدمت میں چلا جائے جو مریدوں کی رہنمائی کے لیے مقرر کیا گیا ہے اور اس کے پاس رہے اور اس کے در کو اس وقت تک نہ چھوڑے، جب تک کہ وہ خود اجازت نہ دے۔

زیارتِ کعبہ اور شیخ کی اجازت: جاننا چاہئے کہ کعبۃ اللہ کی زیارت سے پہلے اس گھر کے مالک کے بارے میں معلوم ہونا ضروری ہے، کیونکہ اگر گھر کے مالک کی معرفت ضروری نہ ہوتی تو اس گھر کی زیارت کرنا بھی فرض نہ ہوتا۔ ان لوگوں میں سے وہ نوجوان جو شیخ کے حکم کے بغیر حج کے لیے جاتے ہیں' وہ محض کی وجہ سے ایسا کر بیٹھتے ہیں، لہٰذا یہ لوگ رسمی طریقت پر چلتے ہیں اور ان کے اس سفر کی کوئی حقیقت نہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جس قدر ان کا سفر بڑھتا جائے گا، اس قدر ان کے دل کی پریشانی بڑھتی جائے گی۔ اگر یہ لوگ اپنے خطوطِ نفسانیہ کو ترک کر کے ایک قدم بھی آگے بڑھاتے' تو یہ ان کے لیے ایک ہزار سفر سے بھی زیادہ سود مند ہوتا۔

زیارتِ شیخ کے آداب: مرید کے اوصاف میں سے ایک وصف یہ بھی ہے کہ وہ جب بھی شیخ کی زیارت کے لیے حاضر ہو تو نہایت احترام کے ساتھ حاضر ہو اور شیخ کی جانب جب بھی دیکھے شرم وحیاء سے دیکھے۔ اگر شیخ اسے کسی خدمت کا اہل قرار دے تو یہ اسے بہت بڑی سعادت ونعمت سمجھے۔

شیخ کو معصوم نہ سمجھے......اچھائی برائی کی خود پہچان رکھے: مرید کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے شیخ کو معصوم سمجھے (کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ اور کوئی بھی معصوم عن الخطاء نہیں ہوسکتا)، بلکہ وہ شیخ کو ان کے حال پر چھوڑ دے اور ان کے متعلق حسنِ ظن رکھے۔ مرید جن امور کی طرف توجہ کرے ان میں اللہ کی مقرر کردہ حدود کا لحاظ رکھے۔ یقیناً محمود اور غیر محمود کے درمیان امتیاز کرنے کے لیے علمِ دین اس کے لیے کافی ہوگا۔

حقیقی اور مجازی ارادت: اگر قلبِ مرید میں دنیا کی تھوڑی سی بھی وقعت ہوگی تو اس کے لیے ارادت کا نام مجازی ہوگا، نہ کہ حقیقی۔ لہٰذا جب اس کے قلب میں دولت کے متعلق جس سے وہ علیحدگی اختیار کر رہا ہے، اختیار باقی ہوگا، چنانچہ وہ یہ چاہے کہ کسی خاص قسم کی نیکی پر لگائے یا کسی مخصوص شخص کے ساتھ نیکی کرے، دوسرے کے ساتھ نہ کرے تو سمجھ لو کہ یہ شخص اپنی حالت میں تکلیف سے کام لے رہا ہے اور خطرہ ہے کہ جلد ہی دنیا کی طرف رجوع کرنے لگ جائے گا۔ اس لیے کہ دنیاوی علائق کو ترک کرنے میں مرید کا ارادہ ان چیزوں سے علیحدگی اختیار کرنا ہوتا ہے، نہ یہ کہ وہ اس کے ذریعے (مخصوص افراد کے ساتھ) نیکی کے کاموں میں کوشش کرے۔

مرید کے لیے کوئی پیشہ جائز نہیں: مرید کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اپنی تمام دولت سے علیحدگی اختیار کرنے کے باوجود کسی خاص پیشہ کو اختیار کیے رہے۔ اس کے ہاں تو دولت کا وجود اور عدم دونوں برابر ہونے چاہیں۔ وہ مال کی وجہ سے نہ تو کسی فقیر سے فخر کرے اور نہ کسی کو تنگ کرے، خواہ وہ مجوسی ہی کیوں نہ ہو۔

فصل نمبر 61......قلب شیخ کا قبول اور رد کرنا:

اگر شیخ کا قلب ارادت مند کو قبول کرے تو یہ اس کے لیے باعث سعادت ہے، کیونکہ شیخ کے قلب کا مرید کو قبول کر لینا مرید کی سعادت مندی کا بہترین ثبوت ہے اور جسے کسی شیخ کے قلب نے رد کر دیا وہ یقیناً اس کا انجام دیکھ لے گا، خواہ جلد یا کچھ دیر کے بعد۔ جو مرید اپنے شیخ کا احترام نہ کرنے کی وجہ سے رسوا ہوا تو وہ بد بخت ہے اور ایسا آدمی یقیناً بے بہرہ رہتا ہے۔

نوعمر بچوں کی مصاحبت اور اسے معمولی خیال کرنا: راہِ تصوف میں سخت ترین آفت نوعمر بچوں کی مصاحبت ہے۔ جو ان کی صحبت میں مبتلا ہو گیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ذلیل و خوار ہوا، اس بات پر تمام شیوخ متفق ہیں۔ شیوخ مزید فرماتے ہیں کہ ایسا آدمی ذات الٰہی سے غافل کر دیا گیا، خواہ اسے ہزار ہا کرامات کا اہل ہی کیوں نہ بنا دیا گیا ہو اور فرض کرو کہ وہ شخص شہداء کے مرتبہ کو پہنچ چکا ہے (تب بھی کوئی بات نہیں)، کیونکہ حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ پس ایسے آدمی کا قلب کیا اللہ کو چھوڑ کر مخلوق میں مشغول نہیں ہوا؟ (یقیناً ایسا ہوا ہے، اس لیے یہ نامراد ہے) اس سے بھی سخت بات یہ ہے کہ مرید اسے معمولی بات سمجھنے لگ جائے' حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وتحسبونه هينا وهو عند الله عظيم))

''تم اسے معمولی بات سمجھتے ہو حالانکہ اللہ کے ہاں یہ عظیم بات ہے۔''

شیخ ابوبکر واسطی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ذلیل و خوار کرنا چاہتا ہے تو اسے، رنگوں، بدبوؤں اور مرداروں میں پھنسا دیتا ہے۔''

شیخ فتح موصلی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''میں نے ایسے تیس صوفیاء کی صحبت اختیار کی ہے جو ابدال کے درجہ کے تھے اور جب میں ان سے جدا ہونے لگا تو ہر ایک نے یہی نصیحت کی کہ نوعمر کی صحبت اور ان سے میل جول رکھنے سے بچتے رہنا۔''

جو لوگ اس سلسلہ میں حالت فسق سے بلند ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو روح کا امتحان ہے اور یہ کہ اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور جو کچھ لوگوں نے کہا ہے:

''یہ سب ان لوگوں کے وسوسے ہیں، جو صنعت الٰہی کا مشاہدہ کرنے کے قائل ہیں۔''

وہ اس سلسلہ میں بعض شیوخ کی حکایات بھی بیان کرتے ہیں، حالانکہ ان کے لیے مناسب یہ تھا کہ وہ ان شیوخ کے عیوب پر پردہ ڈالتے۔

یہ تمام قسم کے خیالات شرک اور کفر کے برابر ہیں، مرید کو نوخیزوں کی صحبت اور ان سے میل جول رکھنے سے پرہیز کرنا چاہیے، اس لیے کہ یہ صحبت رسوائی کے دروازے کھول دے گی اور اللہ سے جدا کر دے گی۔ ہم اللہ تعالیٰ کے پاس بری قضاء سے

پناہ چاہتے ہیں۔

اہل طریقت پر حسد کرنے سے بچنا: ارادت مند کی آفات میں سے ایک آفت یہ بھی ہے کہ وہ مخفی حسد کا شکار ہو جاتا ہے اور وہ اس بات کا اثر قبول کرتا ہے کہ اس کے برادرانِ طریقت میں سے کسی ایک پر اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہے اور وہ خود اس سے محروم ہے (یعنی وہ اہل طریقت سے حسد کرنے لگتا ہے)۔

جاننا چاہئے کہ تمام امور اللہ کے تقسیم کردہ ہیں۔ بندہ حسد سے فقط اس صورت میں بچ سکتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ پر اکتفاء کرلے اور اللہ نے اگر کسی کو مقدم کیا ہے تو یہ اس کی سخاوت اور انعام کا تقاضا ہے۔

لہٰذا اے مرید! جب تو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کا مرتبہ بلند کر دیا ہے تو تجھے اس شخص کا حاشیہ بردار ہونا جاننا چاہیے، کیونکہ اللہ کے ارادت مندوں میں ظریف الطبع لوگوں کا یہی دستور رہا ہے۔

قوتِ ایثار: جان لو کہ مرید اگر اصحابِ تصوف میں موجود ہو تو اسے چاہیے کہ قوت ایثار کو اپنا شعار بناتے ہوئے سب کچھ ایثار کردے۔ چہ جائیکہ وہ بھوکے ہوں یا سیر، مرید بہر صورت ان کو اپنے سے مقدم جانے۔

شیخ کی شاگردی: مرید کو چاہئے کہ وہ اپنے شیخ کی شاگردی اختیار کرے۔ خواہ وہ خود اس سے زیادہ عالم ہی کیوں نہ ہو۔ یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب مرید اپنی قوت اور چالاکی سے بیزار ہو اور اس مرتبہ تک پہنچنا بھی اللہ تعالیٰ کی عنایت اور احسان سے ہی ہو سکتا ہے۔

سماع میں وجد اور حالت مرید: ارادت مند کے لیے سماع میں کیا آداب ہیں۔؟ پس جان لو کہ سماع میں مرید کی حرکات کا صحیح وسالم رہنا اپنے اختیار کی بات نہیں ہے، لہٰذا جب اس پر حرکت کرنے کی کیفیت طاری ہو اور اس میں اپنی قوت باقی نہ رہی ہو تو اسے حرکت کے غلبہ کی مقدار کے مطابق معذور سمجھا جائے گا۔

جب یہ غلبہ زائل ہو جائے تو پھر اسے چاہیے کہ بیٹھ جائے اور سکون اختیار کرے، لیکن اگر مرید لذت وجد کی وجہ سے پھر بھی تحریک جاری رکھے، حالانکہ اس پر نہ حرکت کا غلبہ ہے اور نہ اس کی ضرورت تو یہ بات اس کے لیے درست نہیں اور اگر وہ اسے اپنی عادت بنالے گا' تو یہ اوروں سے پیچھے رہ جائے گا اور اسے کسی قسم کے حقائق کا اسے مکاشفہ ہرگز نہ ہوگا، اس وقت زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ اس کا دل خوش ہو جائے گا۔

شیخ و مرید کی حرکت: سماع میں خواہ مرید حرکت کرنے لگے، خواہ شیخ، اس سے ان کے رتبہ میں کمی اور ان کی حالت میں نقص پیدا ہوتا ہے۔ ہاں! البتہ اگر یہ حرکت وقت کے اشارے یا ایسے غلبہ کی وجہ سے پیدا ہو جس سے وہ عقل کھو بیٹھے تو پھر کوئی حرج کی بات نہیں۔ اسی طرح اگر مرید کو شیخ نے حرکت کرنے کا حکم دیا ہو اور وہ حرکت کرے تو کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ شیخ ایسا ہو جسے اس قسم کے مریدوں کو حکم کرنے کا حق حاصل ہے، لیکن جب فقراء اسے اس بات کا حکم دیں کہ وہ حرکت کرنے میں ان کی موافقت کرے تو

اسے کھڑے ہو جانے میں ان کا ساتھ دینا چاہیے، نیز ان چیزوں کے ادا کرنے میں جن سے کوئی چارہ کار نہیں ہو سکتا۔ ایسے امور میں ان کی ضرور موافقت کرے کہ جن میں اسے اس بات کا خیال ہو کہ کہیں ان کے دل اس سے متنفر نہ ہو جائیں۔

فقراء کو درخواست نہ کرنی پڑے: مرید یہ کہ مرید کا صدق جماعت فقراء کو اس سے یہ درخواست کرنے سے بچائے رکھے گا کہ وہ ان سے موافقت کرے، کیونکہ سچا مرید تو خود بخود ان کی موافقت کرے گا۔

خرقہ اتار پھینکنا اور پھر اسے دوبارہ لینا: حالت وجد میں خرقہ اتار پھینکنے کے متعلق حکم یہ ہے کہ جب مرید کسی چیز (خرقہ) سے نکل آئے، تو پھر اسے دوبارہ اس چیز کی طرف قطعاً نہیں لوٹنا چاہیے۔ ہاں! اگر شیخ کا حکم ہو تو وہ قلب میں یہ خیال کرے کہ میں اسے عاریتاً لے رہا ہوں۔ اگر اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے کہ جنہیں خرقہ اتار پھینکنے کی عادت ہے اور اسے یہ بھی معلوم ہو کہ وہ پھر لے لیتے ہیں، اس صورت میں اسے خرقہ پھینکنے میں ان کی موافقت کرنی چاہیے اور پھر جب وہ دوبارہ اٹھائیں تو یہ اپنا خرقہ قوال کو دے دے اور اگر یہ پھینکے ہی نہیں تو جائز ہے، کیونکہ اسے معلوم ہے کہ یہ لوگ پھینکنے کے بعد لوٹا لیتے ہیں۔ معیوب تو یہ ہے کہ خرقہ پھینکنے کے بعد دوبارہ لے لیا جائے، نہ کہ اس کا ان کی مخالفت کرنا۔ بہرحال بہتر یہی ہے کہ یہ خرقہ پھینکنے میں ان کی موافقت کرے اور پھر واپس نہ لے۔

قوال سے ایک ہی شعر پڑھنے کا تقاضا کرنا: مرید کے لیے یہ بھی درست نہیں کہ وہ قوال سے مکرر بول (بار بار ایک شعر پڑھنے) کا تقاضا کرے۔ اس لیے کہ اس کے حال کا صدق قوال کو تکرار پر مجبور کرے گا اور اوروں کو اور تقاضا کرنے پر مجبور کرے گا۔ اس حالت میں مرید سے حصول برکت کا خواہش منداس پر ظلم کرنے والا ہوتا ہے۔ اس لیے کہ مرید میں قوت نہیں ہوتی کہ وہ ریا کو روک سکے، لہٰذا مرید کے لیے ضروری ہے کہ وہ جاہ پسندی سے پرہیز کرے۔

فصل نمبر 62......دنیاداری، نوبلوغ اور عورتوں کی محبت سے بچنا:

اگر کوئی ارادت مند طلب عہدہ، دنیاوی مال و دولت یا نوخیزوں کی صحبت یا خواتین کی محبت میں مبتلا ہو جائے اور وہاں کوئی ایسا آدمی بھی نہ ہو جو اسے اس کیفیت کے بارے میں بتائے تاکہ وہ اس سے بچ سکے، پس اس وقت ارادت مند کے لیے سفر کرنا اور اس جگہ سے ہٹ جانا ضروری ہو جاتا ہے، تاکہ اس کی حالت میں پریشانی پیدا ہو۔

حصول جاہ کا نقصان: مریدوں کے دلوں کے لیے ان کی بشریت کے محو ہو جانے سے پہلے جاہ کے حاصل ہونے سے بڑھ کر کوئی چیز نقصان دہ نہیں۔

حالات صوفیاء سے آگاہی......کب: مرید کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اس طریقہ (تصوف) میں اس کا علم اس کی منزل سے زیادہ نہ ہو، کیونکہ جب وہ تصوف کے مسائل اور احوال کے ساتھ پورے طور پر متصف ہو جانے سے پہلے صوفیاء کے حالات جان لے گا تو اس کا معانی تک پہنچنا ناممکن ہو جائے گا۔

پس شیوخ کا ارشاد ہے:

''جب کوئی عارف معرفت کی باتیں کرے تو تم اسے جاہل کہو، کیونکہ منزلوں کی خبریں بتانا معارف سے کم درجہ رکھتا ہے اور جس کا علم منزل پر آجائے وہ شخص صاحب علم کہلائے گا، صاحب سلوک نہیں کہلائے گا۔''

فصل نمبر 63 ......شیخ کے فرائض:

چند احکامات: شیخ کے لیے مناسب نہیں کہ وہ مرید کی لغزشوں کو درگزر کر دے، کیونکہ اس میں حقوق اللہ کی حق تلفی ہوتی ہے اور جب تک مرید ہر قسم کے تعلق سے علیحدگی اختیار نہ کرے، اس وقت تک شیخ کو اسے کسی قسم کے ذکر کی تلقین نہیں کرنی چاہیے، بلکہ چاہیے کہ پہلے مرید کو آزمالے اور جب اس کا دل گواہی دے کہ مرید میں صحیح عزم پایا جاتا ہے، تب شیخ مرید پر یہ شرط لگا دے کہ اسے اس طریقت میں جس قسم کے بھی تقدیر کے تصرفات پیش آئیں، وہ ان پر راضی ہو۔ نیز یہ کہ شیخ مرید سے اس بات کا عہد لے کہ اسے اس راہ میں کسی قسم کی تنگی' ذلت' فقر' بیماری یا دکھ لاحق ہو تب بھی وہ اس راہ سے نہیں ہٹے گا اور اس کا قلب آسانی کی طرف مائل نہ ہوگا اور وہ مجبوری کے عالم یا فاقہ کے غلبہ کے وقت رخصت کو اختیار نہ کرے، بلکہ عزیمت کو اختیار کرے گا' نہ تن آسانی کو پسند کرے گا اور نہ سستی کو اپنا شعار بنائے گا، کیونکہ مرید کا وقفہ تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر جانا فطرہ سے بھی بدتر ہے۔

فترہ اور وقفہ میں فرق: فترہ اور وقفہ میں فرق یہ ہے کہ ارادت سے رجوع کرنا اور اس کا ترک کر دینا فترہ کہلاتا ہے اور سستی کے حالات کو لذیذ سمجھ کر راہ طریقت کی رفتار میں وقفہ ڈالنا' وقفہ کہلاتا ہے اور جو مرید ابتدائی امر میں ٹھہر گیا' وہ کوئی رتبہ نہ پا سکا۔

ذکر کا حکم: جب شیخ نے مرید کو آزما لیا تو پھر وہ اسے جیسا کہ اس کی رائے ہو کوئی ذکر تلقین کرے۔ چنانچہ پہلے زبان سے ذکر کرنے کا حکم دے، پھر دل اور زبان سے اسے ذکر ٹھیک طرح ادا کرنے کو کہے۔ پھر فرمائے کہ تم ذکر پر ہمیشہ اس طرح پابند رہو' گویا کہ تو ہمیشہ اپنے دل سے اپنے رب کے پاس ہے اور جہاں تک ممکن ہو سکے تمہاری زبان پر اس اسم کے سوا کوئی اور اسم جاری نہ ہو۔

ہر وقت باوضو رہنے کا حکم: شیخ مرید کو ہر وقت باوضو رہنے کا حکم دے۔

غلبہ کے وقت نیند کرنا: شیخ مرید کو حکم دے کہ وہ اس وقت سوئے جب نیند کا غلبہ ہو۔

بتدریج غذا کم کرنے کا حکم: شیخ مرید کو یہ حکم دے کہ وہ بتدریج اپنی غذا کو کم کرتا جائے، تاآنکہ اسے غذا کم کھانے کی قوت حاصل ہو جائے۔ شیخ کے لیے مناسب نہیں کہ وہ مرید کو یک لخت اپنی عادت تو ترک کرنے کا حکم دے، کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے:

((ان المنبت لا ارضاً قطع ولا ظهراً ابقى)) (بیہقی ۳:۱۹/۳)

''جو آدمی اپنے جانور کو زبردستی چلاتا رہتا ہے، تاآنکہ وہ چور چور ہو کر گر پڑتا ہے، وہ شخص نہ تو مسافت طے کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کی

سواری بچ سکتی ہے۔''

خلوت اور گوشہ نشینی کا حکم: شیخ پر لازم ہے کہ وہ مرید کو خلوت اور گوشہ نشینی کا حکم دے اور مرید کے لیے اس حالت میں ضروری ہے کہ وہ گھٹیا قسم کے خیالات اور ان خیالات سے دور کرنے کی سعی کرے جن سے قلب اللہ سے ہٹار ہتا ہے۔

وساوس کا علاج اور شیخ کی ذمہ داریاں: جان لو کہ ابتداءً ارادت میں اس حالت میں خلوت کے دوران میں بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ مرید کے اعتقاد میں وسوسے نہ آئیں۔ بالخصوص جب مرید کا دل صاف ہو لیکن ہر مرید کو ابتداءً ارادت میں یہ کیفیت پیش نہیں آتی اور یہ حالت ان آزمائشوں میں سے ہے جن میں مرید مبتلا ہوتے ہیں۔ لہٰذا شیخ کے لیے ضروری ہے کہ اگر وہ مرید میں سمجھ بوجھ پائے، تو اسے عقلی دلائل کی طرف رجوع کرنے کا کہے، کیونکہ معرفت کا طالب علم کے ذریعے سے ان وساوس سے جو اس پر طاری ہوتے ہیں نجات پا جاتا ہے۔ اگر شیخ دیکھے کہ اس میں طریقت کے اندر قوت اور ثابت قدمی پائی جاتی ہے تو پھر اسے صبر اور پیوستہ ذکر کرنے کا حکم دے، تا آنکہ اس کے دل میں مقبولیت کا لرزہ چمک اٹھے اور وصول الی الحق کے سورج اس کے باطن میں طلوع ہو جائیں اور ان شاء اللہ! یہ بات عنقریب ہو کر رہے گی، مگر یہ بات سوائے خاص افراد کے اوروں میں نہیں پائی جاتی بالعموم یہی ہوتا ہے کہ ان کا علاج اس طرح کیا جاتا ہے کہ انہیں آیات میں غور وخوض کرنے کی طرف لوٹایا جائے، بشرطیکہ انہیں اس قدر علم اصول ہو جس قدر کہ مرید کو اس کی ضرورت ہوتی ہے۔

وساوس کا دوام پکڑنا اور اس کا علاج: جاننا چاہیے کہ اس مقام میں خاص طور پر مرید کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ اس طرح کہ جب وہ خلوت میں ہوتا ہے یا جب وہ سماع کی مجلس میں ہوتا ہے یا کسی اور مقام پر ہوتا ہے تو اس وقت اس کے دل میں بڑی بڑی اشیاء کا خیال پیدا ہوتا ہے، حالانکہ انہیں یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ ان امور سے منزہ و پاک ہے اور انہیں ان خیالات کے باطل ہونے میں شک وشبہ بھی نہیں ہوتا، مگر یہ وساوس دوام پکڑ کر ان کے لیے سخت اذیت کا باعث ہوتے ہیں اور یہ اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ یہ سخت ترین دشنام، بدترین قول اور مکروہ ترین خیالات بن جاتے ہیں کہ مرید کو ان کا زبان پر لانا بھی ممکن نہیں ہوتا اور نہ وہ کسی سے اس کا اظہار کر سکتا ہے۔ یہ مشکل ترین چیز ہوتی ہے جو ان پر واقع ہوتی ہے۔

لہٰذا ایسے مواقع پر ضروری ہے کہ ان وساوس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مرید اپنے ذکر کو بدستور جاری رکھے اور اللہ سے عجز و نیاز سے درخواست کرے کہ وہ ان وساوس کو اس سے دور کرے۔ یہ وساوس شیطان کی طرف سے نہیں ہوتے، یہ صرف ہواجس نفس ہوتے ہیں لیکن جب بندہ ان کا مقابلہ اس طرح کرے کہ ان کی پرواہ ہی نہ کرے، تو یہ ہواجس نفس منقطع ہو جاتے ہیں۔

فصل نمبر 64...... فرائض مرید:

مرید کے آداب بلکہ اس کی حالت کے فرائض میں سے ہے کہ وہ اپنی خلوت کی جگہ سے نہ نکلے۔

سفر اختیار نہ کرنا: اس سے پہلے کہ مرید اپنے قلب کے ساتھ رب تک پہنچ جائے اسے سفر اختیار نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ مرید کے لیے بے موقعہ سفر کرنا زہر قاتل ہے اور اگر کوئی بے موقعہ سفر کرے تو جن مراتب کی اس کے لیے امید کی جا سکتی تھی، وہ وہاں تک نہیں پہنچ سکے گا۔

ارادت مند کے ساتھ اللہ کا ارادہ: اللہ تعالیٰ جب کسی مرید سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو ابتدائے ارادت میں ہی اسے ثابت قدم بنا دیتا ہے اور جب کسی مرید سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے پہلی حالت میں یا پہلے پیشہ میں لوٹا دیتا ہے اور جب کسی

مرید کو آزمانا چاہتا ہے تو اسے سفر میں دھکیل دیتا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب مرید اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی اہلیت رکھتا ہو۔

نوجوان ارادت مند: اگر مرید نوجوان ہو تو اس کی طریقت یہی ہے کہ ظاہری طور پر بذات خود فقراء کی خدمت کرے اور وہ طریقت میں ان فقراء میں سب سے کم مرتبہ والا ہوگا اور اس قسم کے اور لوگ طریقت کے ظاہری رسوم پر اکتفاء کریں گے اور سفر میں لگے رہیں گے اور زیادہ سے زیادہ جو چیز انہیں اس طریقہ سے حاصل ہوگی وہ چند حج ہوں گے یا چند ایک مقامات کی زیارت ہوگی اور ظاہری سلام کے ساتھ چند شیوخ کی ملاقات ہوگی۔ چنانچہ یہ ظاہری امور کا مشاہدہ کریں گے اور اس طرح ظاہری سیر و سیاحت پر اکتفاء کر بیٹھیں گے۔ ان لوگوں کے لیے ہمیشہ سفر میں رہنا ضروری ہے تا کہ ان کی تن آسانی کسی ممنوع امر کے مرتکب ہونے کا باعث نہ بن جائے، اس لیے کہ جب نوجوان کو آرام اور تن آسانی میسر آجائے تو اس کا فتنہ میں مبتلا ہو جانے کا بہت زیادہ امکان ہوتا ہے۔

جماعت فقراء میں رہنا: جب کوئی مرید ابتداء ارادت میں فقراء اور اصحاب کی جماعت میں گھس جائے تو یہ بات خود اس کے لیے سخت مضر ہے اور اگر کوئی اس بات میں مبتلا ہو جائے، تو اسے شیوخ کا احترام اور اصحاب کی خدمت کرنی چاہیے اور کسی بات میں ان کی مخالفت نہ کرنی چاہیے اور ایسے امور میں لگا رہنا چاہیے جن سے فقیر کو آرام و راحت حاصل ہو اور کوشش کرنی چاہیے کہ کہیں شیخ کا دل اس سے اچاٹ نہ ہو جائے۔

فقراء کی محبت: نیز مرید جب فقراء کی محبت میں ہو تو یہ ہر وقت ان کی خاطر اپنے نفس کے ساتھ جھگڑے، یہ نہ ہو کہ وہ اپنے نفس کی خاطر ان سے جھگڑے، یوں سمجھے کہ ان میں سے ہر ایک کا اس پر حق ہے اور اس کا ان پر کسی قسم کا حق نہیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ مرید کسی کی مخالفت نہ کرے اور اگر اسے معلوم ہو کہ وہ حق پر ہے تو وہ خاموش رہے اور ہر ایک ساتھ موافقت کا اظہار کرے۔

ضد و مذاق سے بچنا: جس کسی مرید میں ہنسی یا ضد یا جھگڑے کی عادت پائی جاتی ہو، اس سے کچھ بن نہ آئے گا اور جب مرید فقراء کی جماعت میں ہو، خواہ سفر میں، خواہ حضر میں تو اسے ظاہر میں ان کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے، نہ کھانے میں اور نہ روزہ رکھنے میں اور نہ کسی سکون میں اور نہ حرکت میں۔ اگر مخالفت کرے بھی تو دل اور باطن میں کرے، تا کہ اس کا دل اللہ کے ساتھ محفوظ رہے اور جب وہ اسے کسی بات کا حکم دیں مثلاً: کھانے کا تو وہ ایک یا دو لقمے کھالے، مگر خواہش کے مطابق نہ کھائے۔

فرائض، واجبات اور سنن کی ادائیگی: ظاہری طور پر کثرت عبادت مرید کے آداب میں سے نہیں ہے، کیونکہ یہ لوگ تو اپنے وسوسوں کو نکالنے کی کوشش میں اور اپنے اخلاق کے علاج اور دل سے غفلت کو دور کرنے میں لگے رہتے ہیں اور نیک اعمال کی کثرت میں نہیں لگتے، مگر فرضوں اور سنتیں مؤکدہ سے کسی صورت میں بھی چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔

نوافل اور ذکر: اب رہا سوال کہ نفلی نمازوں کا اس میں اضافہ کیا جائے تو ان کے لیے دل سے ہمیشہ ذکر جاری رکھنا اس سے بہتر ہے۔

برداشت کرنا: مرید کی جمع کردہ دولت یہی ہے کہ وہ ہر کسی کی بات کو بطیب خاطر برداشت کرے اور جو کچھ اس سے پیش آئے اسے رضامندی کے ساتھ قبول کرے۔ دکھ اور فاقہ پر صبر کرے، کسی سے سوال نہ کرے اور اپنی ذات کی خاطر کسی سے نہ جھگڑے، خواہ چھوٹی بات ہو یا بڑی۔

جو مرید ان باتوں پر صبر نہ کر سکتا ہو اسے طریق فقر چھوڑ کر بازار میں بیٹھنا چاہیے، کیونکہ جو مرید انہی باتوں کی خواہش رکھتا ہو

جن کی عام لوگ خواہش رکھتے ہیں تو اسے اپنی خواہشات کو وہیں سے حاصل کرنا چاہیے جہاں سے وہ لوگ حاصل کرتے ہیں یعنی ہاتھ کی محنت کی کمائی سے۔

خارق عادت افعال میں ہرگز مشغول نہیں ہونا چاہیے: جب مرید متواتر ذکر جاری رکھے اور خلوت پذیر ہو تو اگر اسے اسی حالت میں ایسے امور حاصل ہوں' جو پہلے حاصل نہ تھے خواہ خواب میں' خواہ بیداری میں یا خواب اور بیداری کے بین بین، مثلاً: یہ کہ وہ یہ سنے کہ کوئی شخص اسے خطاب کر رہا ہے' یا کوئی اور خارق عادت بات کا مشاہدہ کرے' تو اسے اس کے ساتھ قطعاً مشغول نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی اس پر مطمئن ہونا چاہیے اور نہ ہی اس قسم کے اور مشاہدات کا منتظر رہنا چاہیے۔ اس لیے کہ یہ تمام امور اللہ تعالیٰ سے ہٹا دینے والے ہیں، اس لیے یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ ان حالات کو اپنے شیخ کے سامنے بیان کرے، تا کہ اس کا دل اس سے خالی ہو جائے، شیخ کو بھی چاہیے کہ اس کے راز کو محفوظ رکھے اور دوسروں سے اسے چھپائے رکھے۔ مگر اس کی اپنی نگاہ میں ان باتوں کو اس کے سامنے حقیر اور معمولی بتائے، کیونکہ امور تمام کے تمام آزمائش کے طور پر ہوتے ہیں اور ان پر مطمئن ہو کر بیٹھ جانا' دھوکہ ہوتا ہے، مرید کو ان سے اور ان کی طرف نگاہ سے بچنا چاہیے اور اپنی ہمت ان امور کی طرف لگانی چاہیے' جو اس سے بلند تر ہوں۔

مرید کے لیے سب سے نقصان دہ امور: جاننا چاہئے کہ مرید کے لیے سب سے زیادہ نقصان دہ چیز یہ ہے کہ وہ ان امور سے انس محسوس کرے جو اس کے باطن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈالے جاتے ہیں۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ کا اسے اپنا قرب عطاء کرنا اور اللہ تعالیٰ کا یہ احسان کہ میں نے تجھے اس بات کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے اور تمہارے ہم جنسوں سے تمہیں ممتاز کر دیا ہے، کیونکہ اگر وہ ان امور کو ترک کر دینے کا عزم کرے گا' تو اسے ان سے ہٹا کر مکاشفات حقیقت سے ہٹا دیا جائے گا۔ کتابوں میں ان امور کی تشریح نہیں کی جا سکتی۔

فصل نمبر 65 مسند نشینی اور یہ خواہش کہ اس کے مرید و شاگرد ہوں:

آداب مریدین میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ وہ صدر بننے (مسند نشینی) کی خواہش نہ کرے اور نہ ہی اس بات کے لیے تگ و دو کرے کہ کوئی اس کا شاگرد یا مرید ہو۔ اس کی علت یہ ہے کہ کوئی مرید مراد بن گیا، حالانکہ ابھی تک اس کی بشریت فنا نہیں ہوئی اور نہ ہی اس کی آفتیں ساقط ہوئی ہیں تو وہ آدمی حقیقت سے پردہ میں ہو جائے گا، اس کے اشارات اور تعلیم کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتیں۔

فصل نمبر 66......خدمت فقراء:

جب کوئی مرید فقراء کی خدمت کرے تو فقراء کے خیالات اس کے پاس ان کے قاصد بن کر آئیں گے۔ لہٰذا جس بات کا حکم مرید کا باطن دے' یعنی یہ کہ وہ ان کی خدمت کرنے میں خلوص سے پیش آئے اور اس میں اپنی تمام طاقت خرچ کر دے تو مرید کو اس کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔

فقراء کی خوشنودی کا حصول: مرید کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جب وہ فقراء کی خدمت کرنا اپنا طریقہ بنا لے تو پھر ان کی سختی پر صبر کرے اور عہد کرے کہ وہ ان کی خدمت میں اپنی روح تک خرچ کر دے گا اور پھر بھی اگر وہ اس کی باتوں کو پسند نہ کریں تو وہ اپنی کوتاہی کا عذر پیش کرے گا اور ان کے دلوں کو خوش کرنے کے لیے اپنی غلطی کا اعتراف کرے گا' خواہ اسے اپنی بے گناہی کا علم ہی کیوں نہ ہو اور اگر وہ اس سے اور بھی سختی سے پیش آئیں، یہ ان سے اور زیادہ نیکی سے پیش آئے اور ان کی اور زیادہ خدمت

کرے۔

چنانچہ امام ابو بکر بن فورک علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

''مثال ہے کہ جب تو ہتھوڑے کی چوٹوں پر صبر نہیں کر سکتا تو آہرن کیوں بنتا ہے؟''

پس یہ شعر پڑھا گیا ہے:

ربما جئته لا سلفه العذر

لبعض الذنوب قبل التجنی

''اکثر یوں ہی ہوا کرتا ہے کہ میں نے گناہ نہیں کیا ہوتا پھر بھی اس کے ہاں اپنے گناہوں کا عذر پیش کرنے کے لیے آجاتا ہوں۔''

طریقت کی بناء: طریقت کی بناء آداب شریعت کی حفاظت کرنے، حرام اور شبہ کی طرف ہاتھ پھیلانے سے بچنے، نفس کو ممنوع چیزوں سے بچانے اور غفلت ترک کر کے اپنے سانسوں کو اللہ کے ساتھ شمار کرنے پر ہے۔ نیز یہ کہ مرید ضرورت کے وقت بھی ایک رائی بھر بھی ایسی چیز جس میں شبہ ہو، اسے اپنے لیے حلال نہ سمجھے، چہ جائیکہ اختیار اور راحت کے وقت۔

مرید کی بدترین خصلت: مرید کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ شہوات کے ترک کرنے میں ہر وقت مجاہدہ میں لگا رہے، اس لیے کہ جس نے اپنی خواہشات کا ساتھ دیا اس کے باطن کی صفائی و پاکیزگی جاتی رہی۔ مرید کے لیے بدترین خصلت یہ ہے کہ وہ ایسی خواہش کی طرف رجوع کرے جسے وہ اللہ کی خاطر ترک کر چکا ہے۔

اللہ سے کیے ہوئے عہد پر قائم رہنا: ارادت مند کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ جو وعدہ وہ اللہ سے کر چکا ہے اس پر قائم رہے، کیونکہ طریقت میں عہد کا توڑنا ایسا ہی ہے جیسا اہل ظاہر کے نزدیک دین سے پھر (مرتد ہو) جانا۔

خود سے کوئی چیز اپنے اوپر لاگو کرنے سے پرہیز: مرید کو جہاں تک ممکن ہو سکے اپنے اختیار سے اللہ کے ساتھ کسی قسم کا عہد نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ وہ امور جو شریعت نے لازم قرار دیئے ہیں مرید کی تمام قوت کو صرف کر دیتے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں (اہل کتاب) کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

((ابتدعو ھا وما کتبناھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللّٰہ فما رعوھا حق رعایتھا))

''(رہبانیت کو) انہوں نے خود بخود گھڑ لیا تھا، حالانکہ ہم نے ان پر رہبانیت لازم قرار نہیں دی تھی، مگر اللہ کی رضا حاصل کرنا (ان پر لازم تھا) پس انہوں نے اس (رہبانیت) کی صحیح رعایت نہ رکھی۔''

فصل نمبر 67......خواہشات و تمناؤں کا ترک کرنا:

مرید کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ امیدوں کو کم کرے، کیونکہ وہ تو وقت کا بیٹا ہوتا (موجودہ وقت کے بارے میں فکرمند رہتا) ہے، لہٰذا اگر مرید کسی آئندہ چیز کی تدبیر کرے اور جس حالت میں وہ اس وقت ہے، اس کے علاوہ کسی اور کی طرف امید لگائے رکھے، یا کسی نئی چیز کی امید ہو تو اس مرید سے کچھ نہ بن آئے گا۔

فصل نمبر 68......دولت پاس نہ رکھنا:

مرید کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے پاس دولت نہ ہو، خواہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو، بالخصوص جب کہ وہ فقراء کے درمیان ہو، کیونکہ دولت کی تاریکی وقت کے نور کو بجھا دیتی ہے۔

فصل نمبر 69......عورتوں اور دنیا سے پرہیز کرنا:

خواتین سے پرہیز: مرید میں یہ صفات ہونی چاہئے بلکہ اس جماعت صوفیاء کے تمام سالکین میں یہ خوبیاں ہونی چاہیے کہ وہ خواتین سے نرم نرم باتیں نہ کریں اور نہ ہی ان کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کریں۔ ان کے شیوخ کا یہی طریقہ رہا ہے، اس کی انہوں نے وصیت کی ہے اور جس نے اس کو معمولی بات سمجھا وہ عنقریب ایسے امور سے جا پڑے گا جو اسے رسوا کردیں گے۔

دنیا داروں سے پرہیز: مرید میں یہ صفات بھی ہونی چاہیے کہ وہ دنیا داروں سے پرہیز کرے، کیونکہ تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ ان کی صحبت صوفیاء کے لیے زہر قاتل ہے، اس لئے کہ دنیا دار تو صوفیاء سے نفع حاصل کرتے ہیں اور صوفیاء کو ان سے نقصان ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا))

''آپ ان کی پیروی نہ کریں جن کے قلوب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا ہے۔''

اہل زہد و اہل صفاء: زاہدین قرب الٰہی کی خاطر مال و زر کو ہاتھوں سے نکالتے (خرچ کرتے) ہیں اور اہل تصوف اللہ تعالیٰ کی مدد سے تحقیق کر کے اخلاق اور معارف کو قلوب سے نکالتے ہیں۔

وصیتیں کیوں کی جاتی ہیں: میں (امام قشیری علیہ الرحمۃ) مریدوں کو یہ وصیتیں کرتا ہوں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مریدین کو ان وصایا پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائے اور یہ کہ اللہ ان وصیتوں کو ان کے لیے وبال نہ بنائے۔

☆☆☆

اختتام رسالہ

ہم نے ۴۳۸ ہجری کے شروع میں اس رسالہ کے لکھنے سے فراغت پائی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اس رسالہ کو ہمارے خلاف حجت اور وبال نہ بنائے، بلکہ یہ رسالہ ہمارے لیے وسیلہ اور عنایت کا ذریعہ بنے۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی مہربان اور درگزر کرنے والا ہے۔ اور تمام خوبیاں اللہ ہی کے لیے ہیں، تعریف کا اصل حق دار وہی ہے۔ اور صلوۃ و رحمت ہو اس کے رسول ہمارے سردار محمد نبی الامی پر اور ان کی پاک اولاد پر اور ان حضرات پر اللہ نے جن کو ان کی مصاحبت کے لیے چن لیا (صحابہ کرام پر) اور سلام ہو ہمیشہ بہت زیادہ۔

والحمد لله حق حمده وصلواته ورحمة على رسوله سيدنا محمد النبي الامي واله الطاهرين وصحبه الكرام المنتخبين وسلم تسليماً دائماً كثيراً

☆☆☆

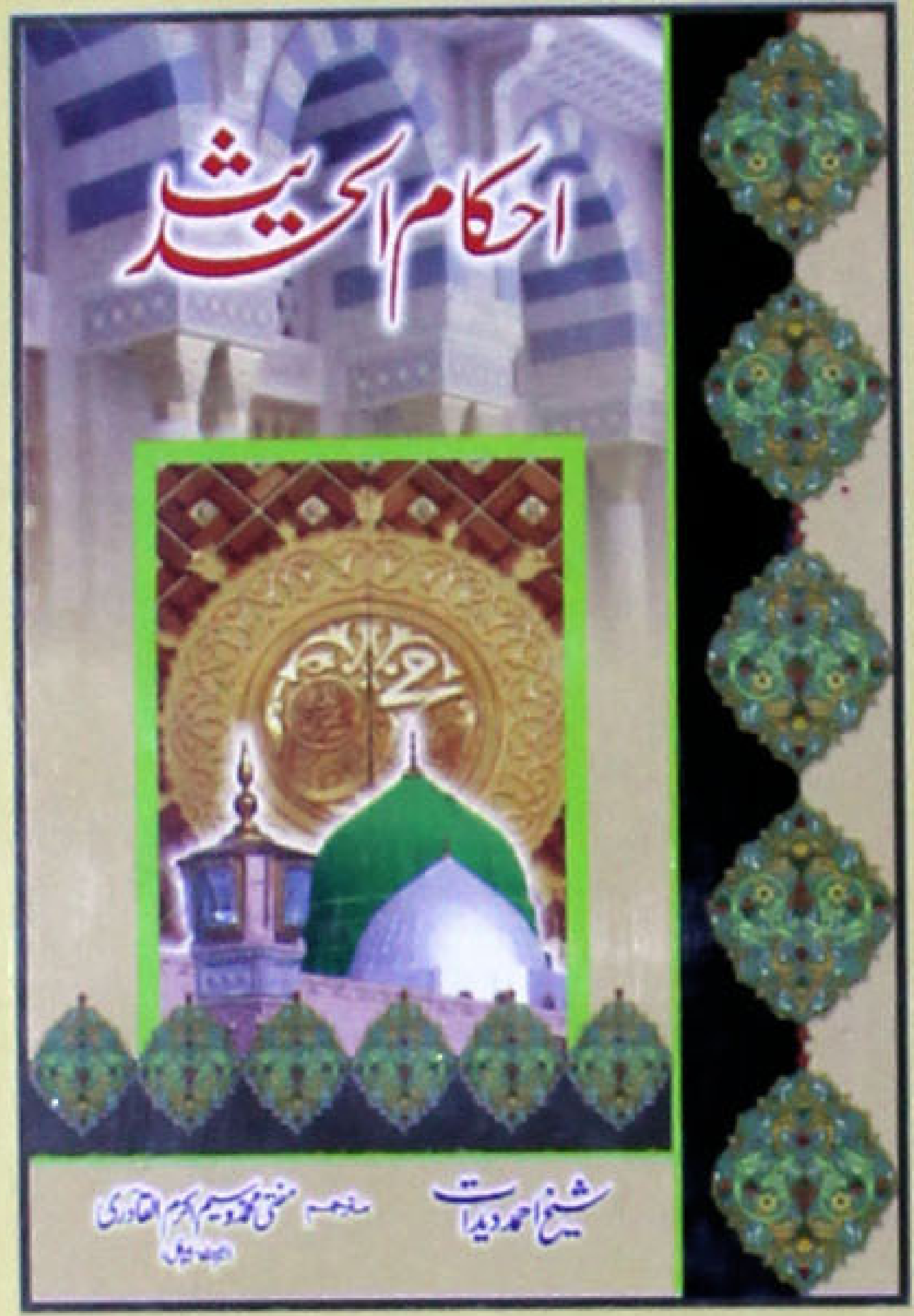

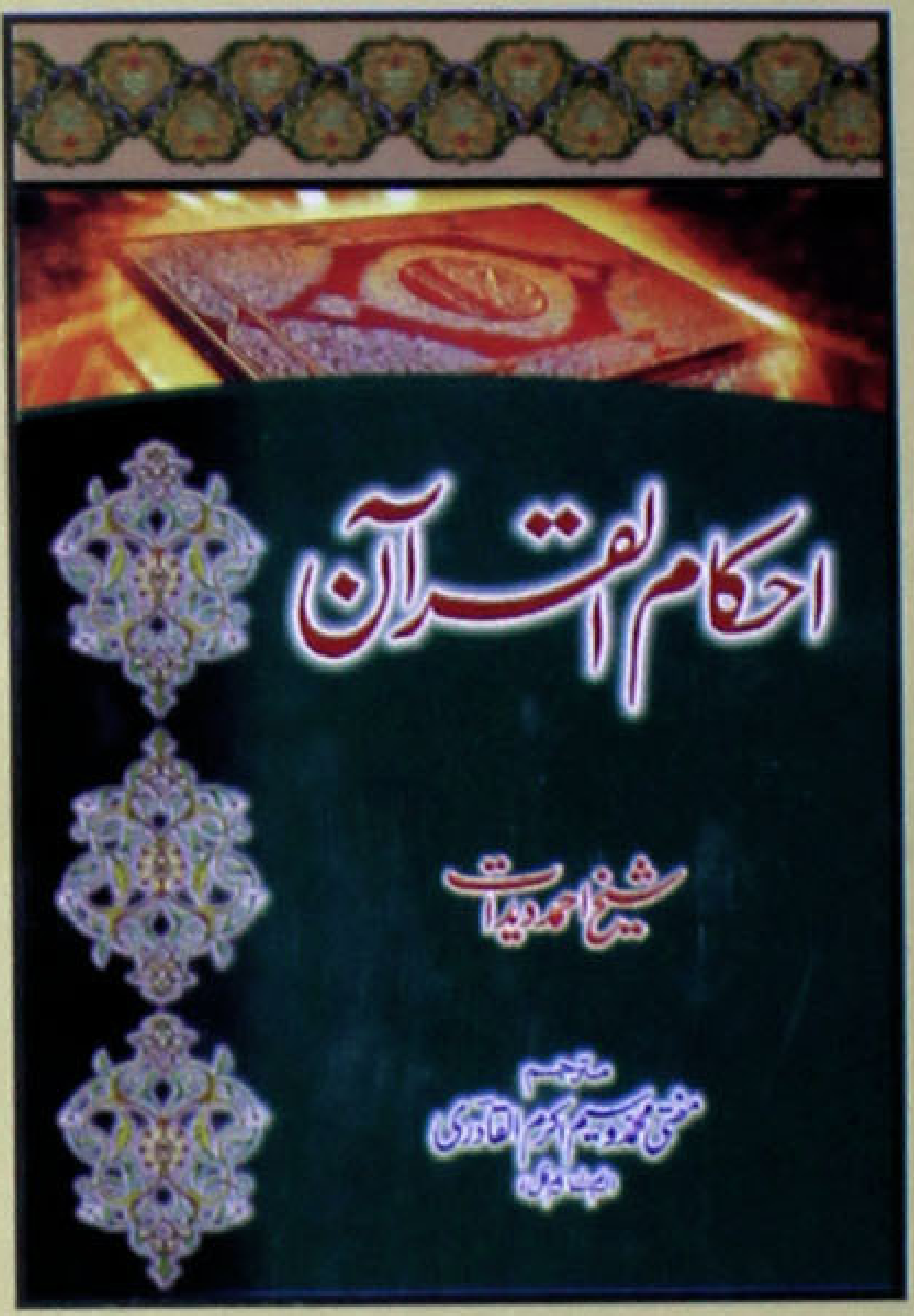

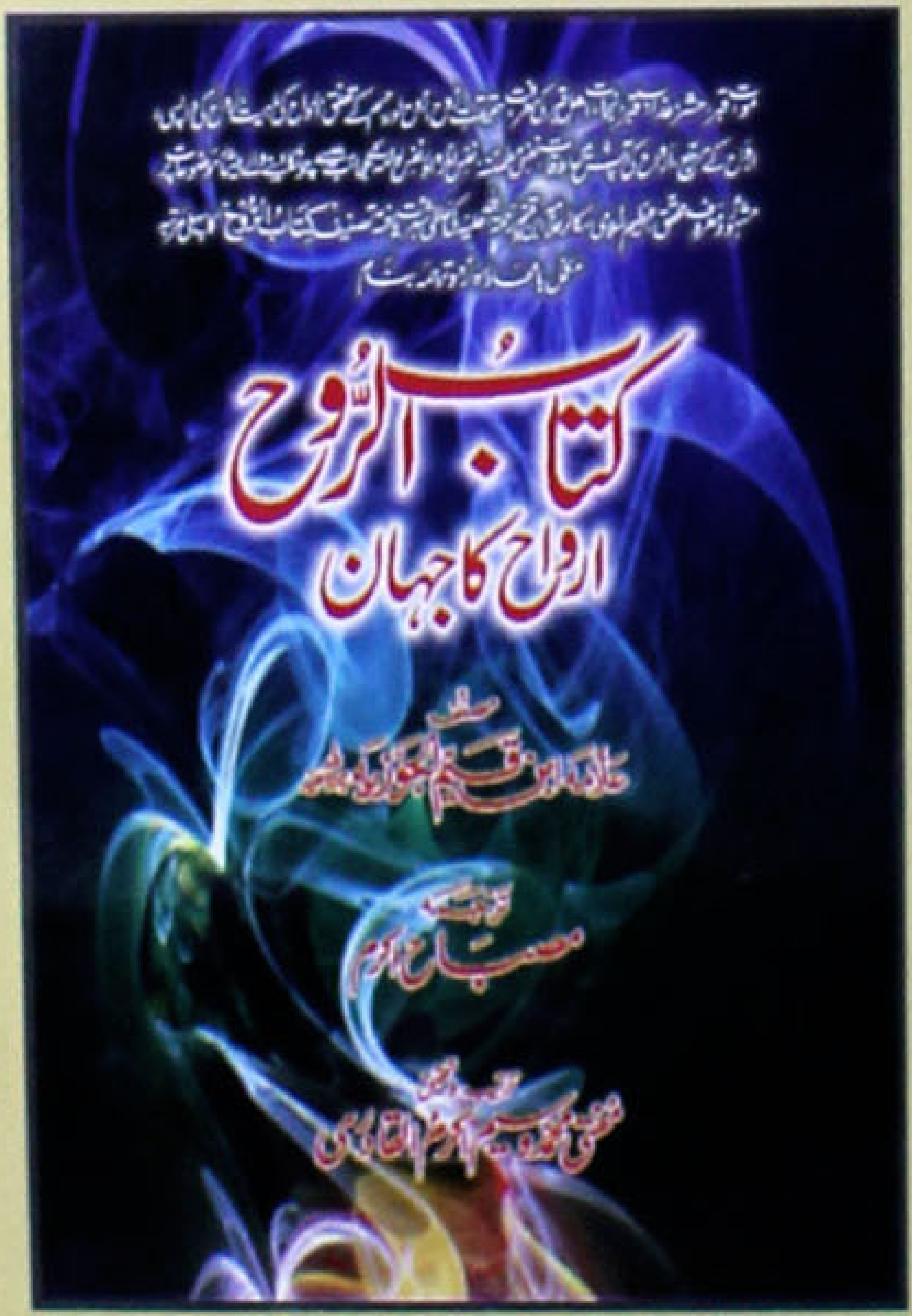

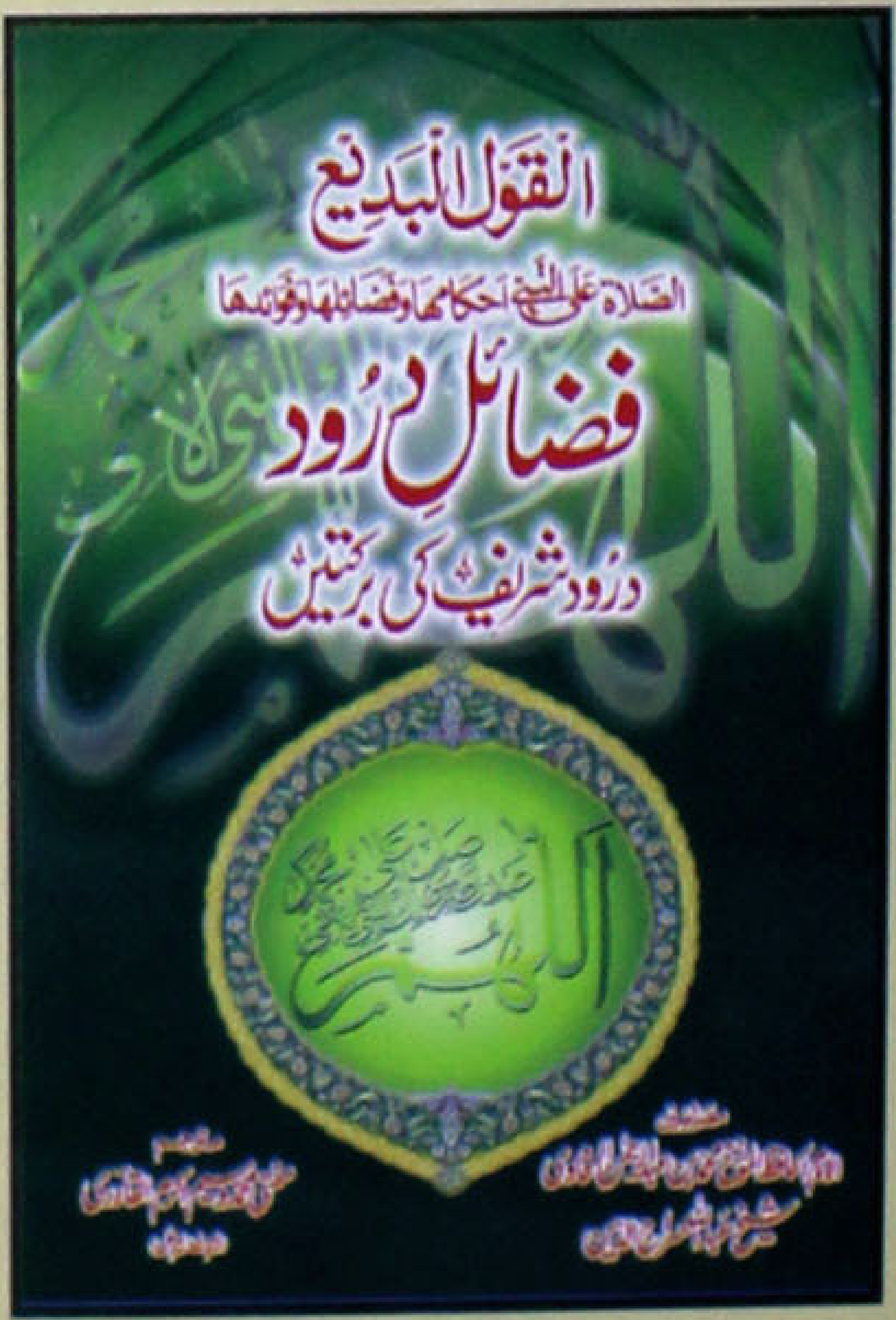

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور
اسٹاکسٹ:
عبداللہ اکیڈمی